فیضانِ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ



پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد آصف ہزاروی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی
بی اے گولڈ میڈلسٹ، فاضل عربی گولڈ میڈلسٹ
ایم اے عربی' تاریخ' اسلامیات گولڈ میڈلسٹ
ایم اوایل' پی ایچ ڈی
پرنسپل گورنمنٹ مولانا ظفر علی خاں ڈگری کالج وزیر آباد
سجادہ نشین آستانہ عالیہ مہر آباد شریف
خطیب مرکزی جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد

مکتبہ بزم چشتیہ غفوریہ
مہر آباد شریف وزیر آباد

نام کتاب: فیضان شیخ القرآن

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

پروف ریڈنگ: پروفیسر حافظ محمود اختر الہ آباد

پروفیسر حافظ محمد عطا الرحمٰن قادری لاہور

طابع: اسلامک میڈیا سنٹر لاہور

27/A شیخ ہندی سٹریٹ دربار مارکیٹ لاہور

کمپوزنگ: محمد عاطف جاوید

صفحات: 1168 =.32 + 1136

سال اشاعت اوّل: 2010ء/۱۴۳۱ھ

قیمت: 800 روپے

............ملنے کا پتہ............

مکتبہ بزم چشتیہ غفوریہ

علامہ ہزاروی روڈ مہر آباد شریف وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

055-6608882 - 0300-6256500

هو الغفور الشکور

علم الاعداد کی رو سے

''فیضان شیخ القرآن''

۲ ۲ ۳ ۳

''عبدالغفور اور عبدالشکور''

۲ ۲ ۳ ۳

داستان حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

محمد آصف ہزاروی
مہر آباد شریف وزیر آباد

انتساب

میں اپنی تصنیف ''فیضانِ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ'' کو
حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کامل
فانی فی اللہ، باقی باللہ، آیت من آیات اللہ،
شمس شریعت محمدیہ، ماہ طریقت چشتیہ
معدن انوار، مخزن اسرار، امام الاولیاء، عمدۃ الاصفیاء، حضرت اعلیٰ قبلہ عالم

پیر سید مہر علی شاہ گیلانی

رزاقی قادری چشتی نظامی صابری حنفی
قدس سرہٗ واعظم درجتہٗ
آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف
کے نام منسوب کرتا ہوں

اے خاکِ درگہِ تو جبینِ نیازِ ما
قربان یک نگاہِ تو عمرِ درازِ ما

طالب نظر کرم
محمد آصف ہزاروی
مہر آباد شریف وزیر آباد

فہرست

نمبر شمار | موضوع | صفحہ نمبر

باب اول

خاندان وآبائے کرام

باب دوم

زمانہ طفولیت وکسب علم

باب سوم

زمانہ درس وتدریس

باب چہارم

زمانہ جذب و سیاحت

باب پنجم

ملی وسیاسی خدمات

باب ششم

تصانیف ومناظرے

باب ہفتم

مکتوبات' ملفوظات' منظوم کلام

باب ہشتم

کوائف وصال

باب نہم

کرامات

باب دہم

شمائل و خصائل

باب یازدہم

اولاد واحفاد



پیش لفظ

الحمد لمن ھو اقرب الینا من حبل الورید

سب تعریفیں اس ذات پاک کے لئے ہیں جو رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے

والصلوٰۃ والسلام علی صاحب المقام الحمید

رحمت کاملہ اور سلام دائم صاحب مقام شفاعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو ہوا۔ ''فیضانِ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ'' کا پیش لفظ جولائی ۲۰۱۰ میں لکھا جا رہا ہے اس کتاب کو تکمیل تک پہنچتے ہوئے ایک طویل سفر طے کرنا پڑا۔ حضرت کے وصال کے بعد آپ کے برادر اصغر قائم الیل صائم النہار حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے کوشش کی اور کتاب تحریر کرنا شروع کی مگر سو سے کم صفحات تحریر کئے اور اپنی اس خواہش کو بھی تحریر کیا کہ اگر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات لکھی جائے تو اس کا نام ''فیضانِ شیخ القرآن'' رکھا جائے راقم الحروف نے اپنے نانا جان کی اس خواہش کو پورا کرتے ہوئے اس کتاب کا نام ''فیضانِ شیخ القرآن'' رکھا ہے۔ حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میری اس کتاب کی بنیاد بنی میں نے اس تحریر سے بہت فائدہ اٹھایا ہے حضرت کی سوانح حیات لکھنے کی دوسری

کوشش وزیر آباد کے رانا منظور احمد خاں مرحوم نے کی جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں جمعۃ المبارک کے مواقع پر مسجد میں بیٹھ کر آپ کی تقاریر لکھا کرتے تھے انہوں نے ایک نامکمل کتاب جو کسی طور پر بھی اتنی بڑی شخصیت کے شایان شان نہ تھی لکھی مگر اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں آپ کے چند خطبات شامل کر دیئے گئے ہیں، یہ کتاب آج کل نایاب ہے کیونکہ یہ شعبان ۱۹۷۱ء میں فروخت ہوگئی تھی اور اس کو دوبارہ شائع نہ کیا گیا رانا منظور احمد خاں وصال پا چکے ہیں راقم الحروف نے ان سے متعدد بار رابطہ کیا کہ حضرت کے خطبات جو تحریری شکل میں ان کے پاس محفوظ ہیں مجھے دے دیں مگر ان کا کہنا تھا ۱۹۷۴ء میں سیلاب آیا اور پانی گھر میں داخل ہوا جس میں تمام کاغذات اور کتابیں ضائع ہوگئی تھیں۔

حضرت قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت کے قریبی ساتھیوں میں تھے انہوں نے آپ پر ایک کتاب ''تحریک پاکستان کی گمشدہ کڑیاں'' کے عنوان سے تحریر کی مگر یہ کتاب شائع نہ ہوسکی اور نہ ہی اس کا مسودہ اب دستیاب ہے گذشتہ پندرہ بیس سال قبل راقم الحروف نے بہت کوشش کی یہ مسودہ مل جائے مگر تمام کوششیں بے سود رہیں۔

حضور جانشین شیخ القرآن محقق ابن محقق پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی شدید خواہش تھی کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی جامع سوانح حیات شائع کی جائے آپ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے چند شاگردوں کی ڈیوٹی لگائی اور خود بھی مواد کو جمع کرتے رہے لیکن کئی ایک دشواریاں آئیں اور کتاب تیار نہ ہوسکی۔ ''فیضانِ شیخ القرآن'' کے نام سے جو کتاب شائع کر رہا ہوں اس میں ساٹھ فیصد مضمون میں نے اپنے قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا ہے آپ متعدد مواقع پر

مجھ سے اس کتاب کے بارے میں گفتگو فرماتے۔ ۲۰۰۳-۰۴ء میں جب میں کتاب مکمل کر چکا تھا آپ نے نصف سے زائد کتاب پڑھی اور انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا متعدد مقامات پر کتاب کی اصلاح فرمائی آپ کے وصال کے ایک ماہ قبل جب میں نے عرض کیا کتاب کمپوز ہو چکی ہے اور شائع ہونے کے قریب ہے آپ بے حد خوش ہوئے مجھے بہت داد اور دُعائیں دیں لیکن اس کو میری نااہلی سمجھا جائے کہ میں آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں کتاب کو شائع نہ کر سکا اور آج سوچتا ہوں کاش میں یہ فریضہ اُس وقت پورا کر لیتا اور آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کو کتابی صورت میں دیکھتے۔

''فیضان شیخ القرآن'' کے شائع ہونے میں تاخیر کی بہت سی وجوہات ہیں ان میں سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ میں اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھتا تھا کہ حضرت جیسی عظیم المرتبت شخصیت پر کچھ لکھ سکوں۔ ۱۹۸۶ء میں ایم اے اسلامیات کے لئے مقالہ لکھنے کی باری آئی تو میں نے پنجاب یونیورسٹی شعبہ اسلامیات کی بورڈ آف سٹڈیز سے ''حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کی دینی وملی خدمات'' کے عنوان پر مقالہ لکھنا منظور کروالیا تھا اور چند ماہ کے اندر میں ایک جامع مقالہ لکھنے میں کامیاب ہو گیا اس امتحان میں راقم الحروف نے پنجاب بھر میں ایم اے اسلامیات کے امتحان میں پہلی پوزیشن پر گولڈ میڈل حاصل کیا تھا۔

اس عرصہ کے دوران راقم الحروف کے متعدد مضامین جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح و خدمات پر مشتمل تھے ملکی اخبارات اور رسائل کی زینت بنتے رہے جو ایک ذخیرے کی شکل میں میرے پاس محفوظ ہیں میں نے کئی ایک مذہبی سکالرز سے بھی مضامین لکھوائے جو طبع ہو چکے ہیں۔ مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والے حضرت کے متعلقین نے چھوٹے بڑے رسائل آپ کے متعلق شائع کیے۔ راقم الحروف نے مناقب

شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی جبکہ آپ کا نعتیہ کلام اور حضرت شیخ القرآن ماہ و سال کے آئینہ میں' کے عنوان سے رسائل شائع کئے۔

۱۹۸۷ء میں ایک کاوش کی کہ حضرت کی سوانح حیات لکھوں اس سلسلہ میں متعدد علماء و مشائخ سے رابطہ کیا حضرت کے اکثر ہم عصر علماء وصال فرما چکے تھے جو بقید حیات تھے ان کی طرف سے مجھے حوصلہ افزا جواب نہ ملا لہٰذا میری کاوش پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکی پھر میں نے ۱۹۹۴ء، ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۶ء اور ۱۹۹۷ء میں جناح ہال لاہور میں عظیم الشان شیخ القرآن کانفرنسز کا اہتمام کیا جو حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت منعقد ہوئیں ان کانفرنسز میں ملک کے جید علماء و مشائخ وفاقی صوبائی وزراء، دانشور، صحافی، طالب علم، راہنما، جماعت اہل سنت اور جمعیت علماء پاکستان کے قائدین خطاب فرماتے رہے ان تمام کانفرنسز کی کاروائی کو راقم الحروف نے ہر سال پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا۔ ۱۹۹۵ء میں ایک کانفرنس اقبال لائبریری ہال جہلم میں بھی منعقد ہوئی ان پروگراموں کو کامیاب بنانے میں میرے ساتھ الحاج ملک اعجاز احمد چشتی غفوری لاہور، حضرت مولانا عبدالحق ظفر چشتی رحمۃ اللہ علیہ لاہور، جناب ملک محبوب الرسول قادری اسلامک میڈیا سنٹر لاہور اور مولانا محمد شریف چشتی غفوری جہلم نے بھرپور ساتھ دیا۔

کانفرنسز کے انعقاد سے یہ فائدہ ہوا کہ ملکی اخبارات و رسائل میں حضرت کا ذکر ہونے لگے وہاں مجھے کتاب کی تیاری کے لئے بہت سے مضامین، حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے خطوط، یادداشتیں، مختلف علماء کرام کی تحریریں مل گئیں جو اس کتاب میں شامل کر دی گئی ہیں۔

۲۰۰۰ء میں راقم الحروف امریکہ چلا گیا وہاں طیبہ اسلامک سینٹر بروکلین نیویارک میں ایک عظیم الشان شیخ القرآن کانفرنس منعقد ہوئی قیام امریکہ کے دوران

میں نے شدت سے محسوس کیا کہ اب سوانح حیات مکمل طور پر تحریر کر لی جائے ۱۹۹۹ء میں اس کتاب کا پہلا باب لکھ لیا تھا۔ ۲۰۰۳ء میں میری اہلیہ کو کینسر جیسی موذی بیماری نے آگھیرا میں واپس پاکستان چلا آیا ایک طرف اہلیہ کے دو آپریشن ہوئے اور شوکت خانم میموریل ہسپتال لاہور میں علاج ہونے لگا دوسری طرف میں نے بے شمار مصروفیات کے باوجود اپنی کتاب ''مقالات ہزاروی'' شائع کی اور ساتھ ساتھ تحریر کا سلسلہ جاری رکھا گھریلو مصروفیات کے باوجود ساری رات تصنیف و تالیف کا کام کرتا۔ ایک مشہور روایات ہے تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین یعنی اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے گویا اس سے مشکلات و مصائب آسان ہو جاتے ہیں ایک طرف کینسر کا کامیاب علاج تکمیل کو پہنچا تو دوسری طرف ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ، ۲۳ نومبر ۲۰۰۳ء کو کتاب مکمل لکھی جا چکی تھی۔

۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۶ء تک میں متعدد بار امریکہ اور برطانیہ آتا جاتا رہا مصروفیت بہت بڑھ چکی تھی۔ ۲۰۰۷ء میں گورنمنٹ زمیندار کالج گجرات سے سروس کا دوبارہ آغاز کیا اور دو سالوں میں میری چند ایک کتابیں شائع ہوئیں ۲۰۰۹ء میں فیضان شیخ القرآن کی کمپوزنگ ہونے لگی دو دفعہ پروف ریڈنگ مکمل ہو چکی تھی کہ قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ گورنمنٹ مولانا ظفر علی خاں ڈگری کالج وزیر آباد کے پرنسپل کی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ دارالعلوم، مسجد اور آستانہ عالیہ کی ذمہ داریاں بھی کندھے پر آپڑیں ان حالات میں کتاب کی از سر نو کانٹ چھانٹ کی گئی اور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مختصراً شامل کر لی گئی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت راقم الحروف کی عمر سات سال تھی لہٰذا میں حضرت کے عروج کا زمانہ تو نہ دیکھ سکا۔ سوانح حیات لکھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جس شخصیت پر لکھا جا رہا ہے ان کی خدمت اقدس میں اگر چند سال گزارے

ہوتی تو سوانح حیات کو ترتیب دینے میں سہولت ہوتی ہے میں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اپنے قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ جن احباب سے مدد لی ان میں سرفہرست حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام محبوب سبحانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ حسن ابدال ہیں جو میرے حقیقی ماموں بھی ہیں آپ نے جس قدر میرے ساتھ تعاون کیا اسے لفظوں میں تحریر نہیں کیا جاسکتا صد افسوس کہ آپ بھی چند ماہ قبل کتاب کی کمپوزنگ کے دوران وصال فرما گئے ہیں۔

حضرات اہل علم وسلوک جو حضرت کے پاس تشریف رکھتے تھے ضروری یہ تھا کہ وہ ان تمام باتوں کو جو آپ کی زبان حق ترجمان سے صادر ہوتی تھیں تحریر کر لیتے اور آج انہیں منظر عام پر لایا جاسکتا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ جب آپ علمی گفتگو فرماتے تو دلائل و براہین اور اسرار و معارف کا ایک سمندر موجزن ہوتا تھا کسی کو یہ ہمت نہ ہوتی کہ اس سمندر کو کوزہ میں بند کرتا حضرت استاذ العلماء مولانا محمد صدیق سالک ہزاروی مدظلہ العالی نے کچھ سال آپ کے درس کو تحریری صورت میں اپنے پاس محفوظ رکھا مگر بعد میں یہ سب ضائع ہوگیا یوں ان سے بھی استفادہ نہ کیا جاسکا البتہ آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مناظرے اور علمی و روحانی ملفوظات تحریر کر کے دیئے جس کے لئے ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔

یہاں حضرت مفسر قرآن مولانا عبدالحق ظفر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی ضروری ہے جن کی شدید خواہش تھی کہ سوانح حیات شائع کی جائے آپ نے کئی ایک رسائل اور مضامین حضرت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر شائع کئے۔ ایک سال قبل آپ بھی وصال فرما کر لاہور میں حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی جانب محو استراحت ہیں۔

مولانا پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری لاہور جو کئی کتب کے مصنف ہیں کا ذکر بھی ضروری ہے آپ نے کتاب کی دو دفعہ پروف ریڈنگ کی اور متعدد مقامات پر تصحیح و اضافے کئے۔ مولانا عبدالقیوم طارق سلطانپوری ، ملک محبوب الرسول قادری کا تعاون ہمیشہ کی طرح مجھے حاصل رہا، محترم جناب حبیب الرحمٰن صاحب ہائی کلاس بیکرز (وزیرآباد) کا ذکر بھی ضروری ہے جنہوں نے ہر مشکل مرحلہ پر ساتھ دیا۔ جناب عاطف جاوید نے پہلے کی طرح اس کتاب کو بھی بڑی محنت کے ساتھ کمپوز کیا۔ ان علماء اور متعلقین کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے مجھے حضرت کے خطوط اور تصاویر عطا کیں سب کا ذکر کتاب میں مختلف مقامات پر موجود ہے سب سے آخر میں برادر اکبر صاحبزادہ محمد عارف ہزاروی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے شائع کرنے میں بڑی گہری دلچسپی لی اپنے دونوں بیٹوں کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں محمد مصعب ہزاروی اور محمد ذکوان ہزاروی نے اپنی اپنی بساط کے مطابق جس طرح میں کہتا رہا خدمت کرتے رہے۔

اللہ رب العزت کے حضور دُعا ہے کہ وہ تمام ہستیاں جو میرے لئے نعمت ثابت ہوئیں اور اس دارِ فانی سے رخصت ہو چکے ہیں انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جو بقید حیات ہیں ان پر اپنا فضل وکرم فرمائے انہیں اس خدمت کا اجر اعظیم سے مالا مال کرے۔ (آمین)

آخر میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو اس قابل ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی جامع واکمل سوانح حیات لکھتا یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بطفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فضل وکرم ہوا کہ اس نے اس کام کے لئے میرا انتخاب فرمایا ہے میں نے اپنے اسلاف کی خدمت کرنے کی ایک سعی کی ہے اس میں کس قدر کامیاب رہا اس کا فیصلہ قارئین کرام کریں گے۔ کتاب میں کوتاہی یا حضرت شیخ القرآن

رحمۃ اللہ علیہ کے مفہوم کو ادا کرنے میں کوئی لغزش نظر آئے تو اُسے آپ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے اس ناچیز کی طرف نسبت کریں۔

اللہ رب العزت کے حضور دُعا ہے کہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس سے وہ تمام فوائد و ثمرات اہل دل کو حاصل ہوں جو علماء و اولیاء کرام کے تذکروں سے ملتے ہیں۔

برکریما کارہا دشوار نیست

طالبِ دُعا

ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

مہر آباد شریف وزیر آباد



باب اوّل

خاندان و آبائے کرام

محترم تھے حضرت شیخ القرآنؒ
محتشم تھے آپ کے جد اور اب
اس پہ ہے فیضانؔ خود شجرہ گواہ
آپ تھے عالی حسبؒ والا نسب

(فیض رسول فیضان)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین○ الرحمن الرحیم○ مالك یوم الدین○
والصلوٰۃ و السلام علی رسولہ سیّد الانبیاء والمرسلین رحمۃ
للعالمین انیس الغریبین محب الفقراء و المساکین سیّدنا و مولٰنا
محمد و علی آلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ الباھرین الکاملین
واولیاء ملتہ وعلی عبادہ اجمعین اما بعد

حمد وثناء:

حمد وثناء اس پروردگار کے لئے جس نے کائنات کو پیدا فرمایا جو ذات اول و آخر ظاہر و باطن ہے اور جسے ہر چیز کا علم ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ○ (القرآن الکریم ۵۷:۳)

''وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔''

حمد وثنا اس حکیم وعلیم وقدیر کے لئے جس کے قبضہ اختیار میں کائنات کی ہر شے ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِكَ الْخَیْرُ ط اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (القرآن الکریم ۳:۲۶)

''(یوں عرض کر) اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔''

بقول حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ:

حمد بے حد مر خدائے پاک را
آں کہ ایماں داد مشت خاک را

مدح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم:

ہزاروں لاکھوں کروڑوں درود و سلام ہوں عالم کے مقتداء، محبوبِ خدا، روح رواں عالم، انسان عین وجود، دلیل کعبہ مقصود، کاشف سرمکنون، خازن علم مخزون، قبلہ اصحاب صدق و صفا، کعبہ ارباب حلم و حیا، وارث علوم اولین، مورث کمالات آخرین، حجت حق الیقین، تفسیر قرآن مبین، سند انبیاء و مرسلین، سرور بنی آدم، تاجدار مدنی، شہباز کون و مکان، بحر حقیقت عرفان، ختم الرسل، مولائے کل، دانائے سبل، شفیع المذنبین، آئینہ جمال کبریا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی شان میں حق سبحانہ کا فرمان ہے:

لولاك لما خلقت الا فلاك ولولاك لما اظهرت الربوبية

''اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کو ظاہر کرتا۔''

اس ذات صفات کی جامع تعریف کوئی انسان کیسے کرسکتا ہے کیونکہ بقول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

واحسن مِنك لم ترقط عينى
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

اور پھر یہ بات بھی پیش نظر ہے۔

لا يمكن الثناء كما كان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کچھ عطا فرمایا جو کسی اور کو نہ ملا،

وہ سنایا جو کسی کان نے نہ سنا' وہ دکھایا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ط (القرآن الکریم ۵۳:۱۰)

''اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔''

بلغ العلیٰ بکماله
کشف الدجی بجماله
حسنت جمیع خصاله
صلوا علیه وآله

"لیس فی الدارین غیرك یا محمد مصطفی ﷺ"

یا پھر یوں کہیے کہ

ان کی عظمت کی جھلک دیکھ کے معراج کی رات
کب سے جبرئیل کی خواہش ہے بشر ہو جائے

بے حد درود وسلام اس سرورِ کائنات ﷺ پر کہ جن کے آنے سے کائنات کی جان میں جان آ گئی۔ جن کے انوار سے مشرق ومغرب جگمگا اٹھے۔ درود وسلام اس نور مبین پر جو کتاب مبین لے کر آیا۔

وہ آئے اور آئے بھی قرآں لئے ہوئے
تزئین کائنات کا ساماں لئے ہوئے

ابدی صداقتوں کے اس مجموعہ کے بارے میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم
نوع انسان را پیام آخرین
حامل او رحمۃ للعالمین

فخر آدم و بنی آدم کے طفیل امت مصطفیٰ ﷺ کو بھی سب امتوں پر فضیلت مل گئی۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (القرآن الکریم ۳:۱۱۰)

''تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔''

توصیف اصحاب و اہل بیت مصطفیٰ ﷺ:

اصحابِ رسول ﷺ کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ (القرآن الکریم ۴۸:۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدہ میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توراۃ میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔''

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

''میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے راہ راست پاؤ گے۔''

اصدق الصادقیں سید المتقیں
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

ابوداؤد شریف کی حدیث ہے رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

اما انک یا ابابکر اول من یدخل الجنۃ من امتی

''اے ابوبکر! سن لو میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہو گے۔''

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
ترجمان نبی ہم زبان نبی
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

ترمذی شریف کی حدیث فرمان رسول اللہ ﷺ:

لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔''

درمنثور قرآں کی سلک بہی
زوج دو نور عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ
حلہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

غزوۂ تبوک کی مہم کے دوران حضور انور ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فیاضی پر اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا:

ما ضر عثمان ما عمل بعد ھذا الیوم

''آج کے بعد عثمان کا کوئی کام اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین
ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

ترمذی شریف کی حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

انا مدینۃ العلم وعلی بابھا

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔''

صحابہ وہ جنہیں ہر صبح صبح عید حاصل تھی
خدا کا قرب حاصل تھا نبی کی دید حاصل تھی

اہل بیت اطہار کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا

(القرآن الکریم ۳۳:۳۳)

''بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔''

حضور سرورِ عالم ﷺ کی تعظیم و تکریم اور محبت و عشق کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری امر ہے کہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات (امہات المومنین) اور اولادِ مکرم کا ادب واحترام بھی ضروری ہے۔ ان سے محبت و نیازمندی واجب اور عین ایمان ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ لَّآ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (القرآن الکریم ۴۲:۲۳)

''آپ فرما دیجئے میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔''

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے:

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفا کم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

''اے اہل بیت رسول اللہ ﷺ آپ سے محبت رکھنا اللہ نے قرآن مجید میں جو اس نے نازل کیا ہے فرض قرار دیا ہے۔ تمہاری عظمت و شان کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ جس نے آپ پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول ہی نہ ہوگی۔''

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامان آلِ رسول

نبی رؤف و رحیم ہادی اعظم ﷺ نے حب اہل بیت اطہار و صحابہ کرام کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اثبتکم علی الصراط اشد کم حبا لاھل بیتی ولاصحابی

''تم میں سے پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہی ہوگا جو میرے اہل بیت اور صحابہ کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔''

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

فضائل اولیاء عظام:

ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ

(القرآن الکریم ۴:۶۹)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔''

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء

قرآن کریم میں اولیاء کرام کے مقام، پہچان اور انجام کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ (القرآن الکریم ۱۰:۶۲ تا ۶۴)

''سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔''

ابوداؤد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں، نہ شہید لیکن قیامت کے دن قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے۔

صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں بتایئے وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں' نہ ان میں کوئی رشتہ ہے اور نہ ہی مالی منفعت۔ بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے' دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے انہیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ.'' (القرآن الکریم ۱۰:۶۲)

موطا امام مالک میں سند صحیح سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''میری محبت ان کے لئے واجب و لازم ہوگئی ہے جو آپس میں میرے واسطے محبت رکھتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپس میں دیتے لیتے ہیں۔''

اسی لئے قرآن کریم میں رب تعالیٰ فرماتا ہے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (القرآن الکریم ۵:۵۴)

''وہ اللہ کے پیارے اللہ ان کا پیارا۔''

عرفانِ الٰہی کے لئے کوئی شخص بظاہر یا باطن بغیر انبیاء کرام و اولیاء عظام اللہ تبارک وتعالیٰ تک رسائی نہیں حاصل کر سکتا۔ بقول مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ:

بے عنایات حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ گردد ورق

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

سر حق از کتاب نتواں یافت
لیس تلک الرموز فی الاوراق

"حق تعالیٰ کا راز کتابوں کے اندر نہیں ملتا اس لئے کہ اسرار و رموز کی باتیں کتابوں کے اوراق سے بہت بالاتر ہیں۔"

لہٰذا اولیاء کرام کی بارگاہ میں حاضری دینا ضروری ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: الشیخ فی قومه کالنبی فی امة "شیخ اپنے مریدوں میں یوں ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔"

چنانچہ قرآن کریم اولیاء کرام کے بارے میں فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ (القرآن الکریم ۹:۱۱۹)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔"

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (القرآن الکریم ۳۱:۱۵)

"اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔"

اللہ کے مقبول و محبوب بندوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ قرآن کریم نے فرمایا کہ تمہاری نظریں انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔ فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ (القرآن الکریم ۱۸:۲۸)

"اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔"

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

بجز روئے تو گردیست چشم
نمی بینم ازیں افزوں گنا ہے

حرفِ دل:

اسلام دین فطرت ہے اور ابدی دین ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیغام کو بندوں تک پہنچانے کے لئے پہلے انبیاء ورسل اس کائنات فانی میں مبعوث فرمائے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت ورسالت کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب تبلیغ دین اصلاحِ اعمال اور معاشرہ کی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے علماء و اولیاء کرام تبلیغ دین' رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کام کے لئے ہر دور میں بڑے بڑے علماء اور جید اولیاء اللہ تشریف لاتے رہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث اس بات پر شاہد ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

''امت کبھی ایسے گروہ سے جو نیکی پر ہوں خالی نہیں ہوتی۔''

نیز یہ کہ ہمیشہ میری امت کے چالیس افراد ابراہیم علیہ السلام کی خصلت کے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الابدال امتی اربعون اثنا عشر فی العراق و ثمانیة و عشرون فی الشام

''میری امت کے ابدال چالیس ہیں جن میں سے بارہ عراق اور اٹھائیس شام میں ہیں۔''

بعض صوفیاء کرام نے اس حدیث کی تشریح یوں کی ہے کہ آپ ﷺ نے پوری کائنات کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ نصف شرقی مراد عراق' نصف غربی مراد شام ہے۔ حصہ شرقی میں عراق' خراسان' ہندوستان' ترکستان وغیرہ کے علاقے اور غربی میں شام' مصر اور مغربی ممالک شام شامل ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:

''خداوند تعالیٰ روئے زمین کو بلاسبب قائم نہیں رکھتا پس وہ ہرگز اس امت کو بھی بغیر ولی کے نہیں رکھتا۔''

برصغیر کے اندر اسلام اولیاء عظام و صوفیاء کرام کی شبانہ روز کوششوں سے پھیلا۔ یہاں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ محمد بن قاسم کے ذریعہ ۷۱۲ء میں شروع ہوا۔ پھر کچھ ہی عرصہ میں سندھ' کشمیر تک اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ بعد میں ہندوستان کے اندر اسلام کا پودا ترکی النسل غزنوی حکمرانوں نے لگایا۔ سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۷ھ بمطابق ۱۰۲۷ء میں لاہور کو فتح کیا اور یہاں ایک مستحکم اسلامی ریاست قائم کر کے اسلامی تہذیب و تمدن کو پروان چڑھایا۔ پہلے سلاطین دہلی اور پھر مغلیہ خاندان کے فرمانرواؤں نے برصغیر پر حکومت کی۔ برصغیر کے اندر اشاعت اسلام کے سلسلہ میں مسلم عرب تاجروں نے جہاں بڑا اہم کردار ادا کیا وہاں مختلف سلسلوں سے وابستہ صوفیاء و اولیاء کرام نے اسلام کی تبلیغ اور آسان تعلیمات کی بدولت ہندوؤں کو ذات پات کے جھگڑوں سے بچا کر دین اسلام میں داخل کرنے لگے۔ محمود غزنوی کی تخت نشینی سے بہت پہلے حضرت صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اوچ شریف بہاولپور اور حضرت اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور پھر ان کے بعد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کو مرکز بنایا جن کی تبلیغی کوششوں سے ہزاروں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

یوں تو اولیاء کرام کے بہت سے سلسلے مثلاً جنیدیہ' زیدیہ' واحدیہ' نوریہ طیفوریہ' ادھمیہ' محاسبیہ' قصاریہ' حکیمیہ' خرازیہ' خفیفیہ' سیاریہ وغیرہم ہیں اور ان تمام سلاسل کے بزرگوں کی خدمت اقدس میں سلامِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ بقول شاعر

ہر جا کہ بود شیخے دیوانہ او باشم
ہر جا کہ بود شمع پروانہ او باشم

''جہاں کوئی بزرگ ہے میں اس کا شیدا ہوں جہاں کوئی شمع ہے میں اس کا

پروانہ ہوں۔"

لیکن جو سلسلے بہت مشہور ہوئے اور علماء و مشائخ کی اکثریت جن سے نسبت رکھتی ہے وہ چار ہیں۔ سلسلہ قادریہ جس کے پیشوا قطب ربانی، غوثِ صمدانی، غوث الثقلین، سلطانِ طریقت، برہانِ شریعت، گنج معرفت، پیشوائے مقبول اولیاء حضرت ابو محمد شاہ محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی المعروف غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کے رہنما و رہبر نائب رسول فی الہند شیخ المشائخ مرکز عاشقاں، قبلہ چشتیاں، سرتاجِ ولایت، خواجہ خواجگان حضرت غریب نواز معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مرکز و محور زین الاسلام، یگانہ دہر، شاہ محققان حضرت شیخ المشائخ خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور چوتھا سلسلہ سہروردیہ جو برگزیدہ عالم، استادِ عارفاں، مقتدائے اولیاء، پیر واصلاں، بدر شریعت، رہبر کاملاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔

ان چاروں سلاسل کے عظیم بزرگانِ دین نے برصغیر کے کونے کونے کو اپنے نورِ قلب سے منور فرمایا۔ سلسلہ قادریہ کے اولیاء عظام میں سے خاص طور پر قابل ذکر حضرت سیّد محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ اوچی حلبی، حضرت شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مخدوم شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے لاکھوں ہندوؤں کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ متاخرین میں امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف غیر مسلموں کو راہِ راست پر لائے بلکہ تقریر و تحریر کے ذریعے بدعقیدگی کے خلاف مصروف جہاد رہے۔

سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جنوبی پنجاب، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اطرافِ دہلی، حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے گلبرگہ، پونا، بلگام کے اضلاع، حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے دکن، حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اپنے مراکز پر تبلیغ اسلام کے فریضہ کو جاری رکھا۔ ہزاروں، لاکھوں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا اور یوں اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ خاندانِ چشتیہ کا نام روشن کرتے رہے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالاحد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فیض محمد تراہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ رکن الدین الوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ دین میں کوشاں رہے۔

خاندانِ سہروردیہ کے چشم و چراغ حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّد جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّد احمد المعروف بہ سخی سرور رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حمید الدین حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی اسحاق سندھی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جلال مجرد سلہٹی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ دولہ دریائی

گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی برصغیر کے اپنے اپنے علاقوں میں تبلیغ دین کے لئے شبانہ روز کوششیں کیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر میں انگریزوں کا رویہ مسلمانوں کے بارے میں یکسر تبدیل ہو گیا۔ مغلیہ حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہی مسلمانوں کے لئے ایک تاریک دور شروع ہو گیا۔ انگریزوں نے برصغیر میں اپنے تسلط کو دوام دینے کے لئے اس انداز میں سوچنا شروع کر دیا کہ مسلمانوں کے تشخص اور ان کے اندازِ فکر کو کس طرح تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اسلام کی عمارت کو منہدم کرنے کے لئے انگریزوں نے پہلے پہل مغربی علماء کی جماعتیں تیار کیں۔ عیسائیوں' یہودیوں نے اسلام' قرآن اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ پھر وہ دور شروع ہوا کہ مسلمانوں کے اندر تفریق پیدا کرنے کے لئے انگریزوں نے ایسے فرقوں اور جماعتوں کی بنیاد ڈالی جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے عقائد ونظریات پر منافقانہ متعصبانہ حملے شروع کر دیئے۔ ان حالات میں سلاسل اربعہ کے علماء و مشائخ نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ بڑے بڑے علمی مراکز قائم کئے۔ تحریر وتقریر اور خانقاہوں کے ذریعے بدعقیدگی کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھ دیا اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شمع روشن کی جس کے اجالوں میں انگریزوں اور ہندوؤں سے پاکستان کی صورت میں آزادی حاصل کی۔

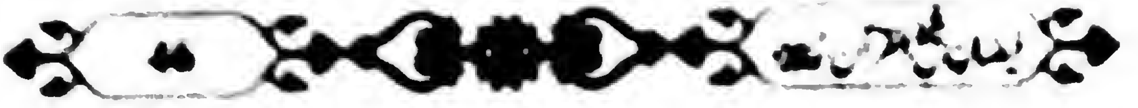
برصغیر پاک وہند کے انہی مذہبی رہنماؤں میں سے ایک شخصیت جس کی زندگی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم' اہل بیت اطہار و اولیائے عظام سے والہانہ محبت' اسلام اور مادرِ وطن پاکستان کے عشق سے عبارت تھی۔ جنہوں نے اپنی ہمہ جہت امداد وتعاون سے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھ مضبوط کئے۔ جن کی دین اسلام کی خدمات جلیلہ' اصلاحِ امت کی کاوشوں' تصوف وطریقت میں ان کی تجدید اور شریعت اسلامیہ کے مسائل پر ہمہ گیر انداز میں درس وتدریس اور خطابت کے منفرد وممتاز انداز پر

''ابوالحقائق' شیخ القرآن' ترجمانِ اہل سنت' نگہبانِ ناموسِ مصطفیٰ ﷺ'' جیسے القابات سے نوازا گیا۔ شیخ المشائخ' قدوۃ السالکین' زبدۃ العارفین' سند الواصلین' کاشف رموزِ حقیقت' استاذ العلماء و المشائخ' مخدوم اہل سنت' واقف رموزِ طریقت' امیر شریعت' غواص بحر عرفانی' حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق الحاج حضرت خواجہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ' سابق مرکزی صدر جمعیت علمائے پاکستان کے نام سے یاد کیا گیا۔ ارشادِ ربانی: کونوا مع الصدقین پر عمل پیرا ہونے کے لئے اور فرمانِ رسول ﷺ: تنزل الرحمة عند ذکر الصالحین یعنی صالح اور نیک بندوں کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ایک عاشق رسولِ عربی ﷺ کی عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی باتیں سننے اور اپنے اخلاق و عادات' صورت و سیرت کو متخلق باخلاق نبوی' متبع سنت مصطفویٰ کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اس امید پر

احب الصالحین ولست منهم
لعل الله یرزقنی صلاحًا

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت معنوی سے مستفیض و مستنیر ہونے کے واسطے حالاتِ مبارکہ قلم بند کر کے ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں تا کہ جو لوگ اس میکدہ عشق و مستی میں جسمانی طور پر حاضر ہوتے رہے اور جو حاضر نہ ہو سکے دونوں اپنے قلب و جگر کو الفت و عقیدت' ذہن و دماغ کو معطر اور اپنی روح کو سوز و گداز سے سرشار کر لیں۔

سلام اے شیخ قرآں واقف اسرارِ عرفانی
تیری محفل میں پایا اہل دل نے کیف روحانی



خاندانی پس منظر

چیست تاریخ اے ز خود بیگانہ
داستانے قصہ افسانہ
ایں ترا از خویشتن آگہ کند
آشنائے کار و مرد راہ کند
سر زند از ماضی تو حال تو
خیزد از حال تو استقبال تو
ضبط کن تاریخ را پایندہ شو
از نفسہائے رمیدہ زندہ شو
مگسل ار خواہی حیات لازوال
رشتہ ماضی ز استقبال و حال

کسی صاحب علم کا مشہور انگریزی مقولہ ہے۔

Where there is no knowledge of past there can be no vision of future.

"جہاں ماضی کے واقعات کا علم نہیں وہاں مستقبل کی بلند نظری بھی پیدا نہیں ہوتی۔"

حضرت مجمع البحرین رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے اس خاندان معرفت علم و عرفان میں آنکھ کھولی جس سے ہزاروں تشنگان معرفت سیراب ہوئے۔

ایک ایسا خاندان جس نے اتباعِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی سے ایک عالم کو منور کیا۔ اس عظیم خاندان میں بڑے بڑے آسمان علم و معرفت کے مہر درخشاں' مطلع رشد و ہدایت پر خورشید ضوفشاں بن کر چمکے۔ کوہِ ہمالیہ اور کوہِ ہندوکش کے دامن میں بسنے والے اس خاندان میں علم و عمل' زہد و تقویٰ کے ایسے ایسے آفتاب ہدایت طلوع ہوتے رہے جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں عاصیوں بدکرداروں کی سیاہ راتوں کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع سے منور کر دیا۔ سینکڑوں ایسے طلبہ آئے جو اس چشمہ فیض سے سیراب ہو کر واپس اپنے اپنے علاقوں میں شیخ الحدیث' شیخ التفسیر' شیخ الجامعہ کی صورت میں عظیم الشان علمی مراکز کے مہتمم و بانی بن گئے۔ پھر وہاں سے علم کی ہزاروں شمعیں روشن ہوئیں۔ یوں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دیگر اوصاف و محامد اور کمالات کے علاوہ نسبی لحاظ سے بھی عظیم شرف سے نوازے گئے جس پہ بجاطور پر ناز کیا جا سکتا ہے کیونکہ انسان کے صرف ذاتی کمالات فضیلت و شرف کا باعث نہیں بلکہ نسب' خاندانی شرافت و عظمت بھی اہم مقام رکھتی ہے۔

قرآن کریم کی سورۂ کہف میں آیت نمبر ۶۰ تا ۸۲ میں تفصیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ موجود ہے جس میں ایک گرنے والی دیوار کی تعمیر کی حکمت پر موسیٰ علیہ السلام کو جواب ملتا ہے۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا (القرآن الکریم ۱۸:۸۲)

''رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔''

وکان ابوھما صالحًا کے تحت حضرت علامہ شہاب الدین محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں اس صالح شخص کو ان بچوں کی ساتویں یا دسویں پشت کا ایک بے حد متقی بزرگ لکھتے ہیں جن کی وجہ سے ان یتیم بچوں کا خزانہ محفوظ رہا۔ آگے چل کر لکھا ہے کہ حضرت وھب سے منقول ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خارجی سے دریافت کیا کیا تمہیں علم ہے سورۂ کہف میں مذکور واقعہ میں دو یتیم بچوں کا مال کیونکر محفوظ رکھا گیا؟ اس خارجی نے جواب دیا: باپ کی صالحیت کی بنا پر۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میرے والد گرامی اور جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صالحیت اس سے بدرجہا بہتر و افضل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ارشاد مبارک بھی نقل کیا کہ خوشخبری ہے مومن کی اولاد کے لئے کہ وہ اس کی برکت سے اس کے بعد محفوظ رہیں گے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کے تحت لکھا ہے کہ اس کا نام شح تھا اور یہ شخص پرہیزگار تھا۔ حضرت محمد ابن منکدر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔ اسلام میں شرافت اور بزرگی کا انحصار اگرچہ عمل صالح پر ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط (القرآن الکریم ۴۹:۱۳)

''بے شک اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

پھر بھی ذاتی اعمالِ صالح کے ساتھ ساتھ نسبی شرافت اور نسلی تفوق کے بھی اعلیٰ درجے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط (القرآن الکریم ۵۲:۲۱)

''اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی۔''

جنت الفردوس میں باپ دادا اگرچہ بلند درجے پر ہوں گے مگر ان کی خوشی کی خاطر ان کی مومن اولاد کو بھی ان کے ساتھ جگہ دی جائے گی۔ یہ سب احترام نسب کی بدولت ہے۔ شرط یہ عائد کی گئی ہے کہ کاملوں کی اولاد اگر کاملوں کی راہ پر چلیں جو خدمات ان کے بزرگوں نے سرانجام دیں اس کی کوشش کریں اگرچہ ان کے اعمال و احوال ان کے اعمال جیسے نہ ہوں گے تب بھی بزرگوں کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے ان کے ساتھ جنت میں رکھا جائے گا۔

اس آیت مبارکہ کے تحت بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نو مسلم سے وہ مسلمان افضل ہے جس کے باپ دادا بھی مومن ہوں۔ (تفسیر ماجدی)

مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ آیت سے شرافت نسب کا آخرت میں مفید ہونا نکلتا ہے لیکن شرافت دینی کا نہ کہ عرفی دنیوی شرافت کا۔

قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملتان کی ایک مجلس میں نص سے سیّد بنی فاطمہ کی تعظیم کا ثبوت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: نسب کا شرف قرآن کریم سے ثابت ہے اس پر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ (القرآن الکریم ۴۳:۸۱)

''تم فرماؤ بفرض محال رحمٰن کا کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔''

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم (بخاری)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام جہاں خود نیک اطوار اور اعلیٰ سیرت کے مالک تھے وہاں نسبی مراتب کا شرف بھی دوسرے انبیاء کرام کی بہ نسبت زیادہ حاصل ہے کہ خود اللہ کے پیغمبر والد یعقوب علیہ السلام نبی، دادا اسحاق علیہ السلام نبی اور جد امجد ابراہیم علیہ السلام ابوالانبیاء تھے۔

فخر و غرور اور ہر قسم کی عصبیت کو اسلام نے ناپسند فرمایا ہے اور اسے جاہلیت قرار دیا ہے لیکن ایسا فخر جس میں کسی دوسرے کی تذلیل اور اپنے نفس کی برتری مقصود نہ ہو بلکہ یہ فخر حق و صداقت اور محض رضا الٰہی کے لئے ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پر فرمایا: انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب ''میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

وہ شرف جس کی بنیاد تحدیث نعمت ہو

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ۝ (القرآن الکریم ۹۳:۱۱)

''اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔''

شرعاً جائز ہے جیسا کہ سرورِ دوعالم ﷺ نے نسب ذاتی کے شرف کا اظہار خود فرمایا کہ ''اللہ نے اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو منتخب کیا پھر قریش کو کنانہ سے اور بنوہاشم کو قریش سے اور مجھے بنی ہاشم سے چن لیا۔''

نسب کی بنیاد پر ہی آلِ رسول ﷺ کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے جس پر سورۂ الاحزاب کی آیت تطہیر ۳۳:۳۳، سورۂ الشوریٰ کی آیت مودّت ۴۲:۲۳ اور درودِ ابراہیمی شاہد ہے۔

بقولِ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

لیس الشریف شرائف المال و النسب
الا الشریف شریف العلم و العمل

لیس الغریب غریب الدار والوطن

الا الغریب غریب اللحد والکفن

''شریف وہ نہیں جو مال اور نسب کی وجہ سے شریف ہے بلکہ اصلی شریف وہ ہے جو علم و عمل کی وجہ سے شریف ہو۔ گھر اور وطن سے نکلا ہوا غریب نہیں ہوتا درحقیقت غریب وہ ہے جو گور و کفن میں غریب ہے۔''

اگر اس پس منظر میں سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر نظر ڈالیں تو شرافت و بزرگی کا یہ منصب بھی حاصل ہے کہ ایسے خاندان میں آنکھ کھولی جو مسلسل کئی پشتوں سے نسل در نسل اولیاء کاملین اور جید علماء کرام کا خاندان ہے جس کا تفصیلی ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔ نہ صرف خود عالم بلکہ عالم گر اور خاندان میں بڑے بڑے استاذ العلماء اور شیخ المشائخ گزرے ہیں۔ علماء ربانیین کو اللہ رب العزت کی بارگاہ سے وہ بلند مقام نصیب ہوتا ہے جس تک ایک متقی و عابد ہزاروں سال کی عبادت کے بعد بھی نہیں پہنچ سکتا۔ عالم دین کے مقام کو بیان فرماتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط

(القرآن الکریم ۳۹:۹)

''کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم یکساں ہو سکتے ہیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (القرآن الکریم ۳۵:۲۸)

''بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔''

حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہوئے تو علم کی بدولت۔ آپ نے تمام علوم کی بنیاد ڈالی۔ صنعت و حرفت، کھانا پکانا، کھیتی باڑی وغیرہ کی تعلیم دی۔ حضرت ادریس علیہ السلام

نے علم قلم کو رواج دیا۔ عربی سریانی زبان میں تحریر تعلیم فرمائی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے علم شریعت حلال وحرام کے مسئلے سکھائے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا (القرآن الکریم ۱۳:۴۲)

''تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم معرفت وعلم مناظرہ سکھایا گیا جس کے ذریعے نمرود پر غالب آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر خواب عطا فرمایا جس کی بدولت جیل سے نکل کر تخت پر جا بیٹھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم منطق' ہد ہد جانور کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے طبقات کا علم عطا فرمایا کہ کس مقام سے کم کھدائی سے پانی نکل آئے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بلقیس کا تخت لانے والے کتاب کے عالم تھے۔ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالیں تو عالم کی فضیلت میں دفتر کے دفتر لکھے ہوئے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الرسل کے منصب پر فائز ہونے کے باوجود تعلیم وتدریس کا فریضہ سونپا گیا۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (القرآن الکریم ۲:۶۲)

''اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے میں (علم) تقسیم کرتا ہوں اللہ دیتا ہے۔''

''عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان وزمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں اور مچھلیاں سمندر میں اس کی بھلائی کی خواہاں ہیں جو لوگوں کو اچھی چیز کی تعلیم دیتا ہے۔''

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وزن یوم القیامۃ مداد

العلماء بدم الشھدآء فرجع مداد العلماء (کنز العمال)

''ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عالم کی تحریر کی سیاہی اور شہید کے خون کا وزن کیا جائے گا تو عالم کی سیاہی بھاری ہوگی۔''

کیونکہ شہید نے اپنی جان دے دی اور حیاتِ ابدی حاصل کر لی اور جس نے قتل کیا وہ جہنم میں چلا گیا جبکہ عالم نے خود بھی ابدی حیات حاصل کی اور ساتھ ہزاروں کو بھی حیاتِ ابدی سے سرفراز کر دیا۔

العلم فیه حیاة للقلوب
کما تحیا البلاد اذا ما مسها المطر
والعلم یجلوا العمی عن قلب صاحبه
کما یجلی سواد الظلمة القمر

''دلوں کے لئے علم اس طرح زندگی بخش ہے جس طرح بارش مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے اور علم دل سے جہالت کی بے بصری کو اس طرح زائل کر دیتا ہے جس طرح چاند اندھیرے کو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اس دین کا ستون علم ہے۔ تفقہ دین سے بہتر خدا کی عبادت کسی اور طریقے سے نہیں کی گئی۔ شیطان پر ایک اکیلا عالم ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔''

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد ﷺ

اس پر اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ایک علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے اور یہ خداوند کریم کا خصوصی فضل و

کرم ہے کہ اس نے اس خاندان کو علم دین کی دولت سے مالا مال فرمایا اور آپ کے آباؤ اجداد صدیوں سے علم و معرفت کے چراغ روشن کرتے چلے آئے۔ فالحمد للہ علی ذالک حمدًا کثیرًا

حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (قوم کرڑال) کا شجرہ نسب متعدد واسطوں سے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ[1] کے ذریعے حضرت علی المرتضٰی حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد اخوندزادہ[2] کے لقب سے معروف اور پشتو زبان میں درس دیتے تھے۔ پٹھان قوم کے مورثِ اعلیٰ قیس عبدالرشید صحابی رسول تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہ لوگ مصر اور فلسطین کے علاقوں سے ہجرت کر کے کرمان (ایران) اور افغانستان کی وادیوں میں آ کر مقیم ہو گئے۔ تاریخ پشتون مصنف سردار شیر محمد خان گنڈاپور اور اس موضوع پر لکھی ہوئی دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے قیس عبدالرشید کا سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں سے ملک طالوت اور ۴۵ واسطوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام جبکہ ۶۳ واسطوں سے حضرت آدم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ خراسان کے علاقہ جبل غور میں قیام پذیر تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مکتوب ملنے پر مدینہ منورہ حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا:

"قیس عبرانی اسم ہے اور میں عربی ہوں میں ان کا نام عبدالرشید تجویز کرتا ہوں۔"

فتح مکہ کے موقع پر ملک عبدالرشید (طالوت کی اولاد میں سے ہیں اور قرآن کریم نے انہیں ملک کے نام سے یاد کیا ہے لہٰذا ان کی اولاد ملک کہلانے لگی) کی

۱۔ محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد (علوی) دورِ خلافت راشدہ کے بعد عراق سے ایران ہجرت کر گئے اور پھر یہاں سے تقسیم ہو کر ان کی آبادی کا ایک حصہ ہرات کے علاقوں میں منتقل ہو گیا۔ یہاں انہوں نے ہرات اور غزنی وغیرہ کے علاقوں میں حرب و ضرب اور فن سپہ گری میں دسترس و نام پیدا کر لیا۔

۲۔ اخون تورانی لفظ ہے اور بہت بڑے متبحر عالم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

شجاعت کی خبر سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس شخص کی نسل سے ایک عظیم سلسلہ جاری ہوگا' یہ میرے دین کی کشتی کا بطان ہے۔''

ملک عبدالرشید بطان (بطان عربی لفظ جب عجم یعنی ہند پہنچا تو ب پ سے ط ت اور بعد میں ٹ سے بدل کر پٹھان ہو گیا) کی شادی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بیٹی سارہ سے ہوئی۔ یہ واپس غورستان چلے آئے اور کوہستان کے علاقے میں جہاد میں مصروف رہے۔ آپ ۱۴۱ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں ایک جنگ میں شہید ہو گئے۔ ان کے بیٹوں سڑبن' سٹن' غورغشتی اور کڑالی (کرلانی) پیرخوانده کی نسل سے ہی آج صوبہ سرحد اور قبائلی علاقے آباد ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد بھی سوات کے علاقہ میں آ کر آباد ہو گئے اور یہاں جہاد میں مصروف رہے۔ سکھوں کے عہد میں ان کے خلاف لڑائی جاری رکھی۔ شورش کاشمیری نے عہد ایوبی میں اہل سنت کے علماء و مشائخ کے خلاف اپنے رسالہ چٹان میں بہت کچھ لکھا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا: میں انہیں کچھ نہیں کہتا کیونکہ ان کا تعلق گولڑہ شریف سے ہے۔ ہاں! ان کے بڑوں نے سیّد اسمٰعیل شہید کے خلاف لڑائی کی تھی۔ اس کے جواب میں لاہور بیڈن روڈ پر ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخی خطاب ارشاد فرمایا۔ اس خطاب کو سینکڑوں علماء کرام نے سنا جو آج بھی اسے یاد کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تھا:

''شورش کاشمیری کی یہ بات کہ میرے آباؤ اجداد نے سیّد اسمٰعیل کے خلاف لڑائی کی تھی ہمارے مسلک اہل سنت کی تائید کرتی ہے کہ میرے آباء سکھوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے کہ سیّد اسمٰعیل سکھوں کی جانب سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔''

آپ کے آباء علاقہ سوات سے تحصیل و ضلع ہری پور ہزارہ کے مشہور قصبہ کھلابٹ سے ایک میل دور داڑی درگڑی تشریف لائے اور یہاں داڑی کے گاؤں میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ گاؤں تربیلا ڈیم کی تعمیر کی بنا پر اپنا وجود کھو بیٹھا ہے۔ اس گاؤں میں ایک خانقاہ ''داڑی والا بابا'' کے نام سے معروف تھی جو حضرت شیخ القرآن کے آباؤ اجداد میں سے تھے۔ اس مزار پر اکثر لوگ حاضری دیا کرتے تھے خاص طور پر آنکھوں کی بیماری والے آکر منتیں مانتے اور روحانی (باطنی) فیوض و برکات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خاص ظاہری فیض سے یوں نوازے جاتے کہ آنکھیں تندرست ہو جاتی تھیں۔ گویا مرجع خلائق یہ آستانہ جسمانی مرض کا روحانی شفاخانہ تھا۔

تیرے فضل و کرم کی دھوم ہے سارے زمانے میں
تیرے زہد و عمل کا ہر جگہ پرچار ہے بابا

داڑی سے نقل مکانی کر کے اخون صاحب رحمۃ اللہ علیہ (آپ کے آباؤ اجداد اخوندزادہ کے لقب سے معروف تھے) پنیاں جو ہری پور ہزارہ کا ایک مضافاتی گاؤں ہے یہاں تشریف لائے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جدامجد اخوندزادہ حضرت محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۷۲ء بمطابق ۱۲۸۹ھ میں پنیاں چلے گئے مگر جلد ہی واپس چمبہ پنڈ آگئے تھے۔ پنیاں میں اخون صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ مبارک مرجع خلائق ہے۔ علاقہ کے لوگ آج بھی ان سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ ''تاریخ ہزارہ'' میں ڈاکٹر شیر بہادر خان رقم طراز ہے:

''زبانی تفتیش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس گاؤں میں سب سے پرانے اہل علم جو بڑے بوڑھوں کو یاد ہیں مندرجہ ذیل اشخاص گزرے ہیں۔ جلال خان پنی سے کچھ عرصہ پہلے اخون صاحب مشہور دینی رہنما گزرے ہیں ان کا نام آج تک بہت عزت سے لیا جاتا ہے۔ نام و شجرہ معلوم نہ ہو سکا لیکن ان کا عزت

واکرام سے آج تک نام لینا ظاہر کرتا ہے کہ وہ ولی اللہ تھے۔"

آ چشم آرزو کہ گھر باریاں تو دیکھ
لٹتے ہیں صبح و شام خزانے نئے نئے

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد میں سے ماہر علم میراث استاذ العلماء حضرت فقیر محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ۱۲۰۰ھ بمطابق ۱۷۸۶ء میں چمبہ پنڈ تحصیل وضلع ہری پور ہزارہ میں آکر سکونت اختیار کرلی پھر علم وعرفاں کے بڑے بڑے مینارہ ہائے نور یہاں سے روشن ہوئے۔

چمبہ پنڈ ہری پور ہزارہ:

یہ الفاظ ایک بہت بڑی حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ نامور عرب مورخ اور مفکر امیر شکیب ارسلان نے "حاضر العالم الاسلامی جلد دوم صفحہ ۱۹۷" پر لکھا ہے:

"میری جان کی قسم! اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے اور کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق باقی نہ رہے تو بھی کوہ ہمالیہ اور کوہ ہندوکش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا اور ان کا عزم جوان رہے گا۔"

صوبہ خیبر پختونخواہ ہمالیہ کے پہاڑی سلسلہ کے دامن میں پھیلا ہوا وسیع و عریض علاقہ ہزارہ کے نام سے موسوم ہے۔ پہلے یہ محض ایک ضلع تھا اب اس کی وسعت کے پیش نظر اسے ڈویژن کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ اس ضلع کی زمین سوائے چند چھوٹے میدانوں کے تمام پہاڑی ہے۔ ہری پور کے شمال میں علاقہ تناول اس سے اوپر بلیک ماؤنٹین (کوہِ اسود) سوات، کوہستان اور چلاس کے علاقے ہیں۔ شمال مشرق میں ایبٹ آباد مغرب میں دریائے سندھ، جنوب میں راولپنڈی اور ضلع اٹک ہے۔

ہزارہ کا سب سے پرانا نام "ابی ساریز" (Abisares) تھا۔ ۳۲۶ ق م میں سکندر اعظم کی آمد سے قبل یہاں کا حاکم ابی سارا تھا۔ سکندر اعظم نے جب ۳۲۷ ق م

میں یہاں پر حملہ کیا تو اس وقت ہزارہ کے علاوہ کشمیر' راجوری اور بھمبر تک کے علاقے شامل تھے۔ دسویں صدی عیسوی تک ہزارہ ریاست اور کشمیر ایک ہی حصہ تھا۔ خان پور کے مقام پر ماہرین آثارِ قدیمہ نے کھدائی کے دوران ایسی اشیاء دریافت کی ہیں جن سے ضلع ہزارہ کی قدامت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ قدیم تاریخ میں اس ضلع کا ایک نام ''اُراشہ'' غالباً مہابھارت کا ''اُراگہ'' ہے۔

بارہویں صدی عیسوی میں ترکوں کی آبادی وسط ایشیاء میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں فوجی افسروں کے عہدے سپاہیوں کی تعداد کے لحاظ سے پنج ہزاری' ہفت ہزاری اسی طرح ہزار سپاہیوں کا دستہ ہزارہ اور یہ دستے عموماً علاقہ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ چنانچہ قوم قارلغ کے ایک ہزار سپاہیوں کا دستہ ''ہزارہ قارلغ'' کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ امیر تیمور کی آمد ۱۳۹۸ء میں اس علاقے کا نام ''ہزارہ قارلغ'' مشہور ہو گیا۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علاقہ اکثر جنگ و جدل کا منظر پیش کرتا رہا۔ احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۷۳ء میں ہزارہ کے علاقہ پر کئی ایک حملے کئے۔ بعد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دور میں اہل ہزارہ پر بڑے ظلم ہوئے۔ انگریزوں کی آمد پر شورشوں کے خاتمہ' مسائل و مقدمات کے فیصلہ کے لئے علاقہ کو مختلف جاگیروں کی شکل میں سرداروں کے سپرد کر دیا گیا۔

حسن ابدال سے ہری پور جاتے ہوئے قریباً ۲۰ کلومیٹر فاصلہ طے کرنے کے بعد اور ہری پور سے ۱۵ کلومیٹر پہلے برلب سڑک ایک گاؤں ''سرائے گدائی'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں سے مشرق کی طرف کوٹ نجیب اللہ کا علاقہ ہے۔ سکھوں کے عہد میں نجیب اللہ خان نے اپنا کوٹ بنا کر تھانہ بنایا اور اس کے نام پر کوٹ نجیب اللہ مشہور ہو گیا۔ (قلعہ کو کوٹ کہا جاتا ہے) گدائی خان ترین نے سرائے گدائی کی تعمیر کی اور بعد

میں عملداری سکھاں میں کوٹ نجیب اللہ کی آبادکاری کے دوران بہت سے ہندوؤں اور دیگر لوگوں نے سرائے گدائی کو آباد کیا۔ سرائے گدائی سے مغرب کی طرف تقریباً ۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر چمبہ پنڈ ہے۔ اس گاؤں سے کچھ فاصلہ پر کوہِ گندگر شمال مغرب کی سمت پھیلا ہوا ہے۔ اس کی دوسری سمت پر تربیلا ڈیم جبکہ پہاڑ کے آخری حصہ کی چوٹی پر بڑا گاؤں سری کوٹ ہے۔

کوٹ نجیب اللہ، سرائے گدائی، چمبہ پنڈ اور اس سے ملحقہ دیہات کا انتظام سکھوں کے عہد میں مقدم مشرف کے ذمہ تھا۔ (مقدم کا خطاب اورنگ زیب کے عہد میں یہاں کے سرکردہ فرد چوہدری دولت بیگ کو ملا تھا) سرکار سکھاں نے مقدم مشرف کو ایک ہزار کی جاگیر عطا کی۔ مقدم مشرف نے اپنی ذاتی شجاعت جوانمردی کی بدولت اس علاقہ میں امن و امان قائم کیا یوں یہ علاقہ شر و فساد سے محفوظ ہوگیا۔ مقدم مشرف کے اچھے اخلاق و حالات اور جوانمردی، زبان زد خلائق ہیں۔ متعدد بار پٹھان، تمان زئی، تارخیلی، ترک اور سید خانی اس علاقے پر حملہ آور ہوئے مگر مقدم مشرف کی قوت و غلبہ کے سامنے بے بس رہے۔ مقدم مشرف نے زندگی بھر شکست نہ کھائی بالآخر موضع چمبہ پنڈ میں ہونے والی ایک لڑائی میں دھوکہ سے شکست دی گئی۔ اسی کے غم میں مقدم مشرف فوت ہوگیا۔ پھر مقدم مشرف کی اولاد ان علاقوں پر قابض ہوگئی۔ یوں عہد اسلام، عہد سکھاں اور عہد انگریزی کے وقت یہ خاندان ان دیہات کی نگہبانی کرتا رہا۔

چمبہ پنڈ عہد اسلام میں قوم گوجر کے قبضہ میں تھا۔ مقدم مشرف نے عہد سکھاں میں شورش، فتنہ و فساد اور بیرونی حملے روکنے کے لئے اسے کوٹ نجیب اللہ سے الگ کر کے اپنے بیٹے مقدم میر احمد کو دے دیا تھا۔ اس نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی علمی قابلیت اور دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے چمبہ پنڈ سے ملحقہ ۱۰۰ کنال زمین آپ کو عطا کی۔

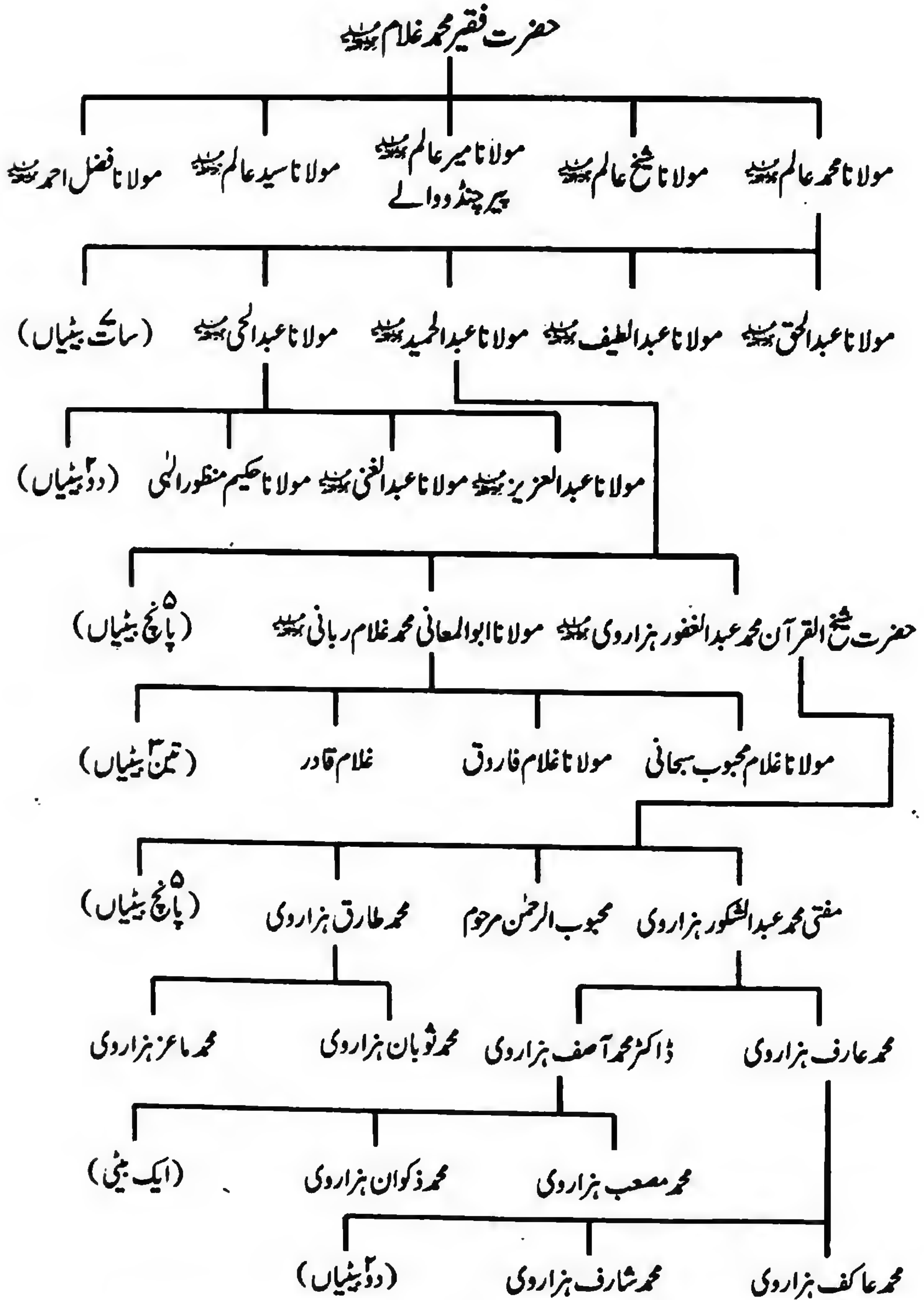
چمبہ پنڈ کا ذکر میجر ایبٹ کی ڈائری کے اوراق میں بھی ہے۔ میجر ایبٹ نے جون ۱۸۴۹ء کو ہزارہ کے علاقے کا تفصیلی دورہ کیا۔ اس علاقے کی آب و ہوا' صحت افزاء مقامات' سرکردہ افراد کے حالات کا جائزہ لیا اور انہیں روزانہ ڈائری میں نوٹ کرتا رہا۔ (اس کی تفصیل ڈاکٹر شیر بہادر خان کی کتاب تاریخ ہزارہ میں موجود ہے) چنانچہ میجر ایبٹ ۲۴ جون ۱۸۴۹ء کو موضع چمبہ پنڈ بھی گیا اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔

سرائے گدائی سے چمبہ پنڈ جانے کے لئے لوگ پہلے پیدل یا مال بردار جانوروں پر سوار ہو کر جاتے تھے۔ راستہ میں ایک بڑی ندی بھی آتی ہے۔ عام دنوں میں کم پانی کے باعث لوگ آسانی سے گزرتے تھے لیکن بارشوں کے موسم میں کناروں پر بیٹھ کر پانی کے اترنے کا انتظار کیا جاتا تھا۔ اب کچھ عرصہ سے پختہ سڑک بن چکی ہے۔ بجلی آ جانے سے لوگ خوشحال ہو چکے ہیں اور اب علاقے کے لوگوں کو ٹیلی فون کی سہولت بھی میسر آ گئی ہے۔ گاؤں میں داخل ہوتے ہی پہلے بچوں کا سکول اور سامنے گاؤں کی واحد جامع مسجد غوثیہ نظر آتی ہے جسے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد نے تعمیر کیا تھا۔ اب تعمیر نو سے مسجد کے حسن ونکھار میں خوب اضافہ ہو چکا ہے۔ گاؤں کی آبادی چار ہزار (۴۰۰۰) کے لگ بھگ ہوگی۔ گاؤں کے مشرق اور جنوب میں دو قبرستان ہیں جو خاصے قدیم ہیں۔ یہاں قدیم زمانے کے دو بزرگوں کے مزار بھی ہیں جنہیں ''شہید بابا کی یادگار'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہاں سالانہ عرس بھی ہوتا ہے جس میں علاقہ کے لوگ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ یہاں کی عام زبان پنجابی کی ایک شاخ ہے اس کو پشتو سے تمیز کرنے کے لئے ''ہندکو'' کہا جاتا ہے۔ چمبہ پنڈ اور ملحقہ دیہات میں پٹھان' کرڑال' گوجر' مغل' سید' شیخ' گکھڑ اور ڈھونڈ وغیرہ خاندان آباد ہیں۔ لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ تعلیم عام ہونے کی وجہ سے اکثر نوجوان مختلف فیکٹریوں میں کام کی غرض سے جاتے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا صاف ستھری' پانی انتہائی

میٹھا اور شام کو سورج غروب ہونے کا منظر بڑا دلکش ہوتا ہے۔ جب کوہ گندگر کے عقب میں سورج آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے تو پہاڑ کا سایہ دور تک پھیل جاتا ہے۔

آج تو یہ علاقہ آباد ہے مگر دو اڑھائی صدیاں قبل انسانی آبادی کے نام سے کچھ زیادہ واقف نہ تھا۔ آج کل تو ہر گھر میں پانی کی سہولت موجود ہے اور چھبہ پنڈ کے قبرستان میں پانی کا چشمہ جاری و ساری ہے جو عرصہ دراز سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا منہ بولتا ثبوت ہے جو اہل علاقہ کی گھریلو ضروریات کو پورا اور کھیتوں کو سیراب کر رہا ہے۔ اس وقت یہ بھی نہ تھا اور ویسے بھی بغیر پانی کے آبادی کا تصور کیے از ناممکنات میں سے ہے۔ اس وقت یہ سنگلاخ علاقہ جنگلی جانوروں از قسم بھیڑیا' شیر اور سور وغیرہ کی آماجگاہ تھا۔ دو اڑھائی سو سال قبل اس کوہستانی اور انتہائی دشوار گزار وادی میں آپ کے آباؤ اجداد تشریف لائے اور چھبہ پنڈ کو علم و عرفان کا ایسا مرکز بنا دیا کہ دور دراز کے علاقوں اور ممالک سے علماء و طلباء آ کر درسِ قرآن و حدیث سے اپنے سینوں کو منور کرنے لگے۔

شجرہ نسب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ (آباؤاجداد اولاد)



حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جبکہ والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ والدہ ماجدہ روشن جان بنت علامہ حکیم عبدالرحمٰن ابن حمد اللہ ابن حافظ محمد معصوم عبداللہ ابن حافظ بدرالدین ابن حافظ محمد معصوم عبداللہ ابن حافظ بدرالدین ابن حافظ محمد معصوم ابن حافظ شیخ فتح محمد ابن حافظ جہان محمد قریشی ابن شیخ عبدالغفور (ساکن اورنگ آباد) ابن مولوی محمد جعفر ابن شیخ عبداللہ ابن مولوی محمد عظیم ابن مولوی محمد عثمان ابن قاضی محمد سعید (برادران شائق فائق وسعیدؔ) ابن مولوی محمد تقی ابن شیخ محمد ابن اللہ بخش مصری ابن کرمان اللہ مصری ابن محمد صادق ابن فیضو ر ابن محمد پناہ ابن شیخ محمود ابن حافظ محمد زبیر ابن حافظ محمد سیّد نور ابن حافظ عبداللہ ابن حافظ محمد حفیظ ابن حافظ امرب الدین ابن حافظ وحید الدین ابن حافظ حیدر ابن محمد قاسم ابن محمد ابن امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت فقیر محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ:

چھمبہ پنڈ میں قریباً ۱۲۰۰ھ میں آپ اپنے برادرِ اصغر محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ (محمد نذیر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد چھمبہ پنڈ میں ہی ہے۔ ان میں معروف شخصیت ولی احمد رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جن کی نسل زریں یہاں پر ہی مقیم ہے) حضرت فقیر محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت وصال اور سوانح حیات کا زیادہ علم نہ ہو سکا۔ مجھے افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ

ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب دینے دفتر کو
ورق اس کا جب اڑا لے گئی ہوا ایک ایک

کسی شخصیت کی سوانح مرتب کرنے کے کئی اہم ماخذ ہوتے ہیں۔ آج میرے

پاس حضرت ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی چند باتوں کے علاوہ کچھ نہیں جن سے اس عظیم علمی شخصیت کے سوانح سے گراں قدر جواہر پارے علم میراث، علم تصوف اور علم اخلاق سے متعلقہ باتیں پیش خدمت کی جاسکتیں۔ ایک عالم دین کی سوانح کو مرتب کرنے کے لئے ان کے کتب خانہ سے خاصی مدد مل جاتی ہے لیکن یہاں یہ معاملہ بھی برعکس ہے۔ چونکہ آپ نقل مکانی کر کے چھبہ پنڈ تشریف لائے لہٰذا کتب خانہ میں آپ کے عہد کی بہت کم کتابیں ملیں۔ آپ کو وصال فرمائے ڈیڑھ صدی سے زائد وقت گزر چکا ہے لہٰذا جو چند کتب تھیں وہ بھی اس طویل مدت میں بوسیدہ ہو کر ''کل من علیھا فان'' کے تحت ضائع ہو چکی ہیں۔ البتہ آج بھی آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قلمی نسخہ جو چند صفحات پر مشتمل ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ میراث کے موضوع پر موجود ہے جس کے آخر میں آپ نے اپنے دستخط بھی ثبت فرمائے ہیں۔

حضرت فقیر محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل میں خصوصاً علم فقہ، میراث میں نہایت مشہور تھے۔ آپ پشتو زبان بولتے تھے اور اسی زبان میں طلبہ کو درس دیتے تھے۔ آپ نے گاؤں میں ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ یہی مسجد عظیم مدرسہ بھی تھی جس میں آپ کے پاس دور دراز کے مقامات سے آکر اہل علم اپنے دامن کو قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ علم فقہ و میراث سے منور کرتے تھے۔ دیگر بہت سے نامور علماء کے علاوہ علاقہ چھچھ کی معروف علمی شخصیت استاذ العلماء بحر المحققین حضرت مولانا قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد حضرت مولانا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۳۰۹ھ بمطابق ۱۸۹۲ء) بن اخوند سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں آکر آپ سے علم حاصل کیا۔ آپ کو علم فقہ اور میراث کی کتب ازبر تھیں۔ آپ کا پیشہ کھیتی باڑی تھا۔ درس و تدریس کا ایک انداز یوں بھی ہوتا تھا کہ آپ کھیتوں میں ہل چلاتے یا کوئی کام کر رہے ہوتے تھے ساتھ ساتھ طلبہ فقہ و میراث کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔

تواضع وانکساری، سادگی و بے تکلفی، غربا پروری ومہمان نوازی آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو تھے۔ کثرتِ نوافل، لمبے لمبے قیام اور طویل سجدے فرماتے۔ دن بھر درس و تدریس اور کھیتی باڑی کرنے کے باوجود راتیں اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر گزارتے۔ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر پر عمل پیرا رہے۔ ایک عالم باعمل اور ولی کامل کی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے کہ زندگی کا اکثر حصہ یادِ خدا سے معمور ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے ایسے ہی کامل لوگوں کی زندگی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (القرآن الکریم ۷۰:۲۳)

''جو اپنی نماز کے پابند ہیں۔''

آپ کی اولاد میں علاوہ بیٹیوں کے پانچ بیٹے تھے۔ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عالم رحمۃ اللہ علیہ، میر عالم رحمۃ اللہ علیہ، سید عالم رحمۃ اللہ علیہ اور فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ۔ ان میں سب سے بڑے علم و عمل اور عمر میں حضرت جامع معقول و منقول استاذ العلماء اخوندزادہ محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت فقیر محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ نے چمبہ پنڈ میں ہی وصال فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ مبارک چمبہ پنڈ کے قبرستان میں ہے۔ حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے متصل مشرق کی طرف آپ کی قبر انور ہے اور قدموں کی طرف آپ کی اہلیہ مرحومہ مغفورہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ:

جامع معقول و منقول، ماہر علم میراث، نمونہ سلف، شیخ العلماء والمشائخ حضرت علامہ مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم اجل اخلاف جدید میں تو کیا اسلاف قدیم میں بھی دور دور تک نظر نہیں آتے۔ پوری زندگی حب الٰہی، اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ کامل کے ساتھ اخلاص و محبت کے عالم میں گزار دی۔ خود سراپا سوز و گداز تھے۔ تصوف و سلوک کی منزلیں طے فرمائیں اور زندگی بھر ہمہ تن تزکیہ نفس اور درس و تدریس کے کام

میں مشغول رہے۔ ظاہری علوم کے علاوہ علومِ باطن پر بھی عبور حاصل تھا۔ علمی و دینی فیوض و برکات اس قدر مختلف الانواع ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ آپ کے اوصاف و محامد میں سب سے بڑا وصف خشیت الٰہی' تزکیہ نفس اور عاجزی وانکساری تھا۔ جو لوگ چند روز آپ کے ہاں قیام کرتے ان کی کایا پلٹ جاتی۔ علماء بھی آپ کے تقویٰ وطہارت سے شرمانے لگتے۔ پانچوں وقت کی نماز بڑے اہتمام سے مسجد میں جا کر باجماعت ادا فرماتے۔ جب طبیعت انتہائی ناساز ہوتی تب بھی نماز مسجد میں باجماعت ہی ادا کرتے۔ فرض روزوں کے علاوہ اکثر نفلی روزہ رکھتے۔ ایسی نابغہ روزگار شخصیات کا کبھی کبھی اس کائناتِ فانی میں ظہور ہوتا ہے۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

آپ کے ابتدائی حالات حتیٰ کہ تاریخ ولادت کا بھی علم نہ ہو سکا۔ غالب گمان یہی ہے کہ آپ ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۵ء کے درمیان چھبہ پنڈ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد حضرت فقیر محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ جید علماء کرام سے تعلیم حاصل کی۔ چونکہ والد ماجد کا گھرانہ کئی پشتوں سے علم و فضل کا گہوارہ چلا آ رہا تھا پیدا ہوتے ہی قال اللہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز درگوش ہوئی۔ والدین کی تربیت نے آپ کو کندن بنا دیا اور جلد ہی علومِ دین کی کتب از بر کر لیں۔ خاص طور پر علم فقہ' علم منطق اور علم میراث میں مہارت تامہ پیدا کی۔

آپ نے چھبہ پنڈ کی مسجد غوثیہ میں خطابت و امامت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ جو وراثت میں ملا جاری و ساری رکھا۔ طلبہ ہزاروں میل پیدل سفر کر کے آتے اور آپ سے اکتساب علم کی سعادت حاصل کرتے۔ آپ کے شاگردوں میں علاقہ چھچھ' قندھار' سوات' کابل' قلات اور ہرات کے نامور علماء شامل ہیں۔ حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز دورۂ تفسیر قرآن مجید پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ میرے جد امجد حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ اس قدر شرح و بسط کے ساتھ درسِ نظامی کی کتب پڑھایا کرتے تھے کہ ایک ایک مسئلہ کی شرح کئی کئی روز تک بیان کرتے تھے۔ کنز الدقائق تین سال میں مکمل کرتے تھے۔ ''خیالی'' جیسی کتب کا درس زبانی دیتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے۔ ان میں چند نامور و ممتاز تلامذہ یہ ہیں۔ علاقہ چھچھ کے موضع غورغشت میں ایک انتہائی قابل احترام صاحب کرامت بزرگ ہستی حضرت مولانا سعد الدین اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ آپ کے والد اور جد امجد خود بہت بڑے عالم بزرگ تھے جن کے اسما مبارکہ حضرت شیخ محمد موسیٰ بن حضرت محمد بشارت رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ یہ افغان کاکڑ قبیلہ کے چشم و چراغ تھے۔ جہاد ہند کے سلسلہ میں برصغیر چلے آئے اور مجاہدانہ سرگرمیوں کے بعد وطن واپس جانے کی بجائے غورغشت میں قیام فرمایا۔ سند الواصلین زبدۃ العارفین حضرت خواجہ عبدالغفور اخوند صاحب سیدو شریف سوات رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے اور علاقہ چھچھ کے اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ جب چھچھ میں اخوند سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں تو میرے پاس آنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس خاندان غورغشتوی کے جلیل القدر بزرگوں نے علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد سے تعلیم حاصل کی ہے۔ حضرت سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فقیر محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ سے جبکہ ان کے بیٹے اور پوتے حضرت علامہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کی کتب خاص طور پر علم فقہ' منطق اور میراث کی تعلیم حاصل کی۔ علامہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے علم و فضل میں بڑا نام پیدا کیا۔ آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کم و بیش پانچ ہزار ہے۔ اس علمی خاندان کے بزرگوں کے مزارات مقدسہ غورغشت ضلع اٹک میں ہیں۔

حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر شاگردوں میں حضرت مولانا سید میر احمد بن مولانا فضل احمد صابری سہالوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو موضع سہال ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے مگر وہاں سے غورغشت چلے گئے اور آپ کی اولاد نے وہیں پر سلسلہ درس و تدریس کو جاری رکھا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا حسین علی واں بچھراں' مولانا محمد زمان جہان آباد اٹک' حضرت مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ 'حضرت میاں مولا بخش (م ۱۳ ستمبر ۱۹۳۴ء)' حضرت مولانا سیّد اکبر وغیرھم شامل ہیں۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مردِ خلیق

حضرت استاذ العلماء مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (گوہدو) بیان فرماتے ہیں کہ میں سلطان العارفین محبوبِ الٰہی مظہر حق و صداقت حضرت قبلہ سیّد غلام محی الدین گیلانی گولڑوی المعروف قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قونیہ شریف ترکی میں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی حاضری کے لئے گیا۔ راستہ میں ہرات میں قیام کیا۔ وہاں کے ایک انتہائی درویش، وجیہ، متقی عالم دین سے ملاقات ہوئی۔ حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے سوال کیا کہ کہاں سے تعلیم حاصل کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ چھبہ پنڈ ہزارہ کے مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہوں۔

۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۲ء میں موضع پنیاں کے پٹھان آپ کو بصد احترام اپنے گاؤں لے گئے تا کہ ان کے ہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہو۔ آپ نے کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا لیکن جلد ہی کوٹ نجیب اللہ کے مقدم مشرف کے بیٹے مقدم میر احمد جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ پنیاں گئے اور وہاں سے آپ کو واپس چھبہ پنڈ لے آئے۔ علماء و فضلاء میں آپ کے بلند مقام کو دیکھتے ہوئے مقدم میر احمد نے ایک سو کنال زمین للہ فی اللہ آپ کے نام کی۔ اس معاہدے کی تحریر راقم کے پاس محفوظ

ہے جس پر مقدم میر احمد' مقدم محمد' مقدم امیر اور مقدم نجیم وغیرہم کے دستخط بھی موجود ہیں۔ (مقدم مشرف ۱۸۷۱ء میں فوت ہوا۔ ۱۸۷۲ء میں چمبہ پنڈ مقدم میر احمد کے سپرد ہوا اور اس تحریر پر ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۲ء سال درج ہے)

اخوندزادہ حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے قیومِ زماں امام المجاہدین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد عبدالغفور اخوند صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بابا سیّدو شریف سوات کے دست اقدس پر بیعت کی۔ آپ ۷ محرم الحرام ۱۲۱۱ھ بمطابق ۱۲ جولائی ۱۷۹۶ء بروز منگل پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے حصولِ علم کی طرف مائل تھے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ اعلیٰ تعلیم مردان کے حضرت مولانا سیّد عبدالحکیم بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حافظ محمد سعید اور حضرت میاں محمد نعیم کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ ۱۲۳۱ھ بمطابق ۱۸۱۶ء میں حضرت مولانا شاہ محمد شعیب قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صوابی میں حاضر ہوکر بیعت ہوئے۔ آٹھ سال تک شیخ کی خدمت کی اور سکھوں کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ آپ کا شمار مشائخ اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ کشف و کرامات بے حد مشہور ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً ساڑھے چار سو خلفاء تھے جن میں خاص طور پر قابل ذکر حضرت الحاج عبدالرحیم قادری افغانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ مانکی شریف' حضرت قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ آوان گجرات' حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ حضرو اور گل بابا رحمۃ اللہ علیہ پشاور ہیں۔

حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ اپنی قلمی تحریر میں لکھا ہے۔ (حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے سسر کے والد ماجد ہیں)

''میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ حضرو علاقہ چھچھ (متوفی ۶ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ بمطابق ۱۰ جون ۱۹۲۴ء بروز منگل بعد از عصر) فرماتے ہیں کہ میں خود ذکر میں بہت

مشغلہ رکھتا تھا۔ دل میں شیخ طریقت کی طلب پیدا ہوئی۔ ایک رات خواب میں دیکھا ایک شخص دوڑتا ہوا شہر حضرو کی طرف سے میری جانب آیا اور مجھے کہا کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی پیران پیر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہمراہ اولیاء عظام تشریف لا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں خواب میں یہ بات سن کر پاپیادہ ننگے سر و پاؤں اس جانب دوڑ پڑا۔ دیکھا تو ایک مقام پر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ دائیں اور بائیں اولیاء عظام تشریف فرما ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کی۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر دائیں طرف بیٹھے ہوئے ایک بزرگ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس مسرت پر میں بیدار ہو گیا۔ اب دل میں تڑپ اور بڑھ گئی کہ اس بزرگ کو تلاش کیا جائے جن کے ہاتھ میں میرا ہاتھ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے مگر بہت تلاش کے باوجود جہاں جہاں مشہور بزرگ تھے گیا لیکن وہ صورت نظر نہ آئی حتیٰ کہ میں سیدو شریف پہنچا۔ جب حضرت اخون صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی خلوت گاہ سے باہر نکلے میری نظر آپ پر پڑی تو فوراً آپ کی صورت میں خواب والی صورت تازہ ہو گئی۔ پھر میں نے وہیں قیام کیا' بیعت کی۔ آپ نے فرمایا: ذکر کس قدر کرتے ہو؟ عرض کیا: پانچ ہزار مرتبہ۔ فرمایا: اب گیارہ ہزار مرتبہ کرو اور مجھے خلافت عطا فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا حضرت ابھی نہیں پہلے سبق پختہ کروں گا پھر حاضر ہوں گا۔ چنانچہ جب دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے خلافت واجازت سے نوازا۔''

اس واقعہ سے جہاں دیگر بہت سے رموز عیاں ہو رہے ہیں وہاں اخون صاحب سیدو شریف کے مقامِ ولایت کا بھی علم ہو رہا ہے کہ آپ کا شمار حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں طرف کے اولیاء عظام ومقربین میں ہے۔

دربارِ شہنشہی سے بہتر

مردانِ خدا کا آستانہ

حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت اخون صاحب رحمۃ اللہ علیہ شریعت پر بڑی سختی سے عمل پیرا تھے۔ ایک بار اپنے خلفاء کی موجودگی میں علماء کرام سے فرمایا: میں تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہوں مجھے پیر و مرشد سمجھ کر رعایت نہ کرنا جو از روئے شریعت آپ لوگوں کو میرا قصور معلوم ہو مجھے ضرور آگاہ کریں۔ چنانچہ آپ نے دو رکعت نماز نفل پڑھی اس پر علماء نے کچھ عرض نہ کیا۔ ایک مولانا نے عرض کیا: قبلہ! آپ کے قدم حالت قیام میں چار انگلی سے زیادہ کشادہ تھے۔ اس پر آپ بے حد خوش ہوئے اور مولانا کو بہت دعاؤں سے نوازا۔

آپ کی ایک کرامت زندہ و جاوید علماء اور عوام و خواص میں بڑی مشہور ہے کہ انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہوئے جب مجاہدین کے پاس اسلحہ ختم ہوگیا تو آپ نے ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کے پتھروں کو بارود کی جگہ استعمال کرو یہ پتھر بارود میں تبدیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت اخوندزادہ مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ طریقت سے بے حد محبت تھی۔ اکثر اوقات اپنے شیخ کے انوار و تجلیات باطنیہ سے منور ہونے کے لئے چمبہ پنڈ سے پیدل سوات تشریف لے جاتے اور آپ کے فیض رشد و ہدایت سے مستفیض ہوتے۔ اپنے شیخ طریقت سے اس قدر محبت تھی کہ جلوت و خلوت میں آپ کا تذکرہ کرتے رہتے۔

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل
گل سے چمن، چمن سے صبا اور صبا سے ہم

شیخ سے محبت ہی قربِ حق کا پہلا زینہ اور مسافرانِ بحرِ عشق کا عظیم سفینہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں اس چیز کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر دو کاموں میں فرق نہ آئے تو کچھ غم نہیں۔ ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت' دوسرے شیخ طریقت سے اعتقاد و محبت۔ اس کے سوا جو کچھ ہو ہوا کرے اس کی تلافی سہل ہے۔''

حضرت اخون صاحب بابا سیّدو شریف رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے اس مرید خاص پر خصوصی نظر کرم فرماتے۔ ایک بار آپ شیخ طریقت کے پاس تشریف لے گئے تو واپسی پر چمبہ پنڈ آنے کے لئے شیخ نے آپ کو سواری کے لئے ہاتھی عطا فرمایا جس پر سوار ہو کر آپ سوات سے چمبہ پنڈ آئے۔ شیخ کامل نے آپ کو بہت سے اوراد و وظائف خاص طریقہ سے پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ان میں سے سورۂ فاتحہ کا صبح نمازِ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ پڑھنا جس پر آپ زندگی بھر عمل کرتے رہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ ملا کر پڑھنا پھر تین بار الرحمٰن الرحیم پھر ایاك نعبد و ایاك نستعین مکرر تین دفعہ اور آمین تین بار پڑھنے سے سورۂ فاتحہ جو اپنے اسماء کے مطابق خیرات و برکات کی جامعیت رکھتی ہے پڑھنے والے کے لئے انتہائی نفع مند ہے۔

شیخ کامل سے حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علاقہ چمبہ پنڈ میں پانی کی قلت کی شکایت کی کہ اہل علاقہ دور دراز کے مقامات سے پانی لے کر آتے ہیں۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ گاؤں کے قبرستان کے پاس نوافل ادا کرو اس مقام سے پانی کا چشمہ جاری ہوگا۔ چنانچہ آپ نے چمبہ پنڈ کے قبرستان سے ملحقہ جگہ پر نوافل پڑھے اور اسی مقام سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ پھر لوگوں سے فرمایا کہ اس چشمہ کے پانی پر بند بنا کے پانی کی چکیاں نہ بنائی جائیں یہ کامیاب نہ ہوں گی۔ کچھ لوگوں نے چکی بنائی

لیکن وہ نہ چلی۔ جس جگہ چکی بنائی گئی تھی وہاں پر بڑے بڑے پتھروں کے آثار آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ چشمہ آج بھی پوری آب و تاب سے جاری ہے۔ اس کا پانی نہ صرف گھریلو کاموں میں استعمال ہوتا ہے بلکہ اس سے کھیتوں کو بھی سیراب کیا جاتا ہے۔

شیخ کامل کے ساتھ آپ کی عقیدت و محبت اور شیخ کی نظر کرم اس شوکت عشق کا ایمان افروز نظارہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب حضرت اخون صاحب بابا سیّدو شریف بیمار ہوئے تو آپ کے بہت سے خلفاء وارادت مند عیادت کے لئے سیّدو شریف پہنچے۔ حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بھی بواسطہ خواب اشارہ پا کر سیّدو شریف آئے۔ شیخ کامل نے اپنے خلفاء کی موجودگی میں حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت فرمائی کہ آپ نے میرا جنازہ پڑھانا ہے۔ اس پر آپ کے بعض خلفاء شکایت کے شکار بھی ہوئے۔ شیخ کامل نے سب کو واپس جانے کی اجازت دے دی لیکن جب حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے واپسی کے لئے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا:

''ہزارے مولا صاحب تا سومرے نن پائے شے۔''

''یعنی ہزارے والے مولوی صاحب! آج آپ یہاں ٹھہر جائیں۔''

حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر میں اور میرے ساتھ آنے والے علاقہ چھچھ اور ہزارہ کالو پنڈ کے لوگ وہاں رات ٹھہر گئے کہ اس میں کوئی حکمت و فائدہ ہوگا چنانچہ اگلے روز محرم الحرام ۱۲۹۵ھ بمطابق جنوری ۱۸۷۷ء کو بہ عمر ۸۴ سال علم و عرفان کا یہ عظیم سورج غروب ہوگیا۔ اس طرح حضرت اخوندزادہ مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سینکڑوں خلفاء کی موجودگی میں آپ کی نمازِ جنازہ کی امامت کے فرائض ادا فرمائے۔ (ذلك فضل الله يوتيه من يشآء) اس سے آپ کے زہد و تقویٰ اور علمی مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ شیخ کامل کے اٹھ جانے پر حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت غم ہوا۔ اکثر شیخ طریقت کی صحبتوں کو یاد فرماتے رہتے۔

دردا کہ پاکباز جہان، از جہان برفت
پاک آنچناں کہ آمدہ بود آنچناں برفت
غم شد محیط مرکز عالم، ز مرگ آن
کان مرکز محیط کرم از میان برفت
جانش کہ شاہباز معارف شکار بود
آواز طبل شاہ شنید و دوان برفت
دل ہا بہ برغمین کہ امین زمین نماند
جہانہا ز تن رمان کہ امانِ زمان برفت

حضرت اخوندزادہ مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی سرچشمہ رشد و ہدایت، منبع علم بصیرت، قطب الواصلین، محبوب العالمین، قبلہ عالم حضور اعلیٰ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصی تعلق اور عقیدت و محبت تھی۔ جب اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ بھوئی گاڑ ضلع اٹک میں تعلیم حاصل کر رہے تھے ایک بار چھبہ پنڈ تشریف لائے۔ چند روز قیام بھی فرمایا تھا۔ اس وقت سے ہی اس علمی گھرانہ سے خصوصی پیار تھا۔ اخوندزادہ مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ منطق کی مشہور کتاب ''قاضی مبارک'' کے نامی گرامی مدرس و معلم تھے۔ اس حوالہ سے قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات مہر منیر میں ایک واقعہ ''اظہارِ حیرت'' کے عنوان سے درج ہے۔

''حضرت مولانا محمد عالم صاحب کا یہ دعویٰ تھا کہ معقول و منطق کی نامور کتاب ''قاضی مبارک'' کو صرف وہی صحیح طریقے سے طالب علموں کے ذہن نشین کرانے کا فن جانتے ہیں۔ قطبال کوہاٹ روڈ پر ایک مشہور قصبہ ہے۔ اس میں علماء کرام کا ایک اجتماع مناظرہ کی صورت میں ہوا۔ قطب زماں حضور اعلیٰ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب مسند آرائے گولڑہ شریف بنفس نفیس اس

اجتماع میں شریک ہوئے۔ حضرت مولانا محمد عالم صاحب بھی اس اجتماع علمائے کرام میں موجود تھے۔ صبح کی نماز کے بعد حسب عادت قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑی رحمۃ اللہ علیہ نے معقول و منطق کی کتاب ''قاضی مبارک'' کے ایک سبق کا درس دیا۔ اسے سن کر حضرت مولانا محمد عالم صاحب نے برجستہ فرمایا: یا شیخ کامل! میں سمجھتا تھا کہ قاضی مبارک پڑھانا مجھ پر ختم ہے لیکن آج حقیقت کھلی کہ یہ کتاب پڑھانا صرف آپ کا حق ہے۔ آئندہ جو بھی طالب علم مجھ سے یہ کتاب پڑھنے آئے گا میں اسے آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔''

حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا: قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کریں چنانچہ دونوں حضرات نے آپ سے شرفِ بیعت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے:

''فقیر کا کام خرقہ پہننا نہیں بلکہ اس کا تعلق درویشی سے ہے۔ جب کوئی طریقت سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس کے لئے قبا ہی عبا بن جاتی ہے اور جب کوئی طریقت سے بیگانہ ہوتا ہے تو اس کی گودڑی قیامت کی بدبختی کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص گودڑی اس لئے پہنتا ہے کہ خداوند تعالیٰ اسے پہچان لے کہ وہ خاص اس کا بندہ ہے تو یہ درست نہیں کیونکہ وہ اپنے خاص بندوں کو لباس کے بغیر ہی پہچان لیتا ہے اور اگر وہ اس لئے گودڑی پہنتا ہے کہ لوگوں پر ظاہر کرے کہ وہ خدا کا خاص بندہ ہے تو یہ منافقت اور ریاکاری ہے۔''

حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اخون صاحب بابا سیّدو شریف رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار خلافت و اجازت عطا کرنی چاہی مگر آپ عرض کرتے کہ خلیفہ ہونے سے

میرے لئے یہ زیادہ بہتر ہے کہ آپ کا مرید رہ کر درویشی کی زندگی گزار دوں۔ جاہ و مرتبہ کا آپ کی زندگی میں کوئی اثر نہ تھا۔ ساری زندگی عاجزی وانکساری اور فقر و درویشی میں گزاری۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کا یہ فرمان ہمیشہ پیش نظر رکھا: ''سب سے آخری چیز جو صدیقوں کے سروں سے نکلتی ہے وہ حب جاہ ہے۔''

خشیت الٰہی' فکر آخرت اور عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ جب بھی سفر پر جاتے پیدل یا گھوڑے پر سوار ہوتے' راستہ میں جتنے بھی قبرستان آتے ان میں داخل ہو کر زار و قطار روتے رہتے یہاں تک کہ آپ کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی اور یہ کیفیت دیر تک رہتی۔ اہل قبور کو فاتحہ ایصالِ ثواب کر کے ہی قبرستان سے باہر تشریف لاتے۔ قبروں کو دیکھ کر بے قرار ہونے پر فرماتے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

''قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے اگر یہ معاملہ آسانی سے طے ہو گیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے۔'' (مسند احمد ابن حنبل)

رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ نماز کی ایک ایک رکعت اس قدر طویل ہوتی کہ نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو جاتا اور نماز کی رکعتوں میں عموماً ایسی آیات کی تلاوت فرماتے جن میں قیامت' خدا کی عظمت و جلال کا بیان ہوتا اور روتے روتے ہچکی بندھ جاتی تھی۔ اللہ رب العزت کی عظمت و جبروت کا غیر متزلزل یقین اور خشیت الٰہی ہی درویش کی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ جو دل خشوع و خضوع' خوف خدا اور عاجزی وانکساری سے خالی ہے وہ محض گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر راستہ میں پڑا ہوا ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: کاش میں بھی خس و خاشاک ہوتا۔ کاش میں پیدا نہ کیا جاتا۔ کاش میری ماں مجھے جنم نہ دیتی۔'' (کنز العمال)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خشیت الٰہی کے منظر کی ایک جھلک آپ کے غلام حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یوں نظر آتی ہے۔ ایک روز زمین پر بیٹھے زار وقطار رو رہے تھے۔ گریہ وزاری کے اس عالم میں سامنے سے کیڑا گزرتا ہے۔ ہاتھ جوڑ کر بار بار فرماتے ہیں: اے اللہ کی بے گناہ مخلوق میرے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کر۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (القرآن الکریم ۶:۱۲۶)

''اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔''

سورۃ الزمر میں ارشاد فرمایا:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ط

(القرآن الکریم ۳۹:۲۲)

''تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔''

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر میں روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب نور دل میں داخل ہوتا ہے اور سینہ کھلتا ہے اس کی علامت کیا ہے؟ فرمایا: انسان کا دل دارالخلود (آخرت) کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دارالغرور (دنیا) سے دور ہوتا اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرتا ہے۔

اللہ کے نیک اور راست باز بندوں کی ایک خصلت یہ ہے کہ عاجزی و انکساری کا ایسا منبع ہوتے ہیں اللہ کی انتہائی معمولی مخلوق کو بھی گزند نہیں پہنچاتے۔

عجز کار انبیاء و اولیاء ست
عاجزی مقبول درگاہ خدا ست

حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک رات چراگاہ سے لکڑیاں گھر

لائے۔ گھر پہنچنے پر دیکھا کہ ان لکڑیوں پر ایک چیونٹی ادھر ادھر پھر رہی ہے۔ اس پر آپ نے گھر والوں سے فرمایا: یہ بے چاری چیونٹی اپنے ساتھیوں سے جدائی کی وجہ سے پریشان ہے بہتر ہے میں اس کو واپس اسی مقام پر چھوڑ آؤں جہاں سے لکڑیاں لائی گئی ہیں۔ چنانچہ آپ اسی وقت اس چیونٹی کو واپس چھوڑ آئے جہاں سے لکڑیاں لائی گئی تھیں۔

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

''موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے جاملاتا ہے۔''

موت التقی حیاۃ لا انقطاع بھا
قدمات قوم وھم فی الناس احیاء

''متقیوں کی موت ان کی زندگی ہے کیونکہ دنیاوی تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اگر چہ بعض مرجاتے ہیں لیکن وہ لوگوں میں پھر بھی زندہ رہتے ہیں۔''

حضرت اخوندزادہ مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا جب آخری وقت آیا۔ حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ والد ماجد مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ وصال سے قبل آپ بیمار ہو گئے اور وصال کے روز اپنے کمرہ میں چارپائی سے دروازہ کی جانب بار بار اٹھنے کی کوشش کرتے اور زبان فیض ترجمان سے فرماتے: ''قربان تسووے تکلیف کردے۔'' یعنی آپ پر قربان آپ نے یہ تکلیف کیوں گوارا فرمائی۔ پوچھنے پر ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنے پیر و مرشد بحر المحققین، مجاہد المسلمین حضور قبلہ اخون صاحب پیر عبدالغفور قادری المعروف بابا سیدو شریف رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے ہیں۔

وصال کے وقت حضرت استاذ العلماء علامہ قاضی عبدالسبحان (کھلابٹ)

رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت علامہ مظہر جمیل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲ فروری ۱۹۲۰ء) آپ حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے داماد بھی تھے عیادت کے واسطے حاضر ہوئے۔ ضروری وصیت و نصیحت کے بعد حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور دل میں ذکر الٰہی میں مشغول تھے۔ علماء ربانین اور اولیاء کرام کا طریقہ یہ ہے کہ وصال کے وقت ''پاس انفاس'' میں مشغول رہتے ہیں اور اس وقت ''پاس انفاس'' کارآمد بھی ہوتا ہے کیونکہ تمام اعضائے جسمانی بیکار ہو جاتے ہیں اور سانس لینے کی بھی قوت نہیں ہوتی لہٰذا خاموش ہو کر دل میں اللہ اللہ کا ذکر کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ دل سے کلمہ طیبہ کی آواز آتی ہے۔ حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی اس خاموشی کو دیکھ کر علامہ مظہر جمیل رحمۃ اللہ علیہ نے اشارۃً کہا: ''سبحان اللہ! اس قدر علوم و فنون میں حصہ وافر رکھنے والے عبادت میں یعنی نماز کی ایک ایک رکعت میں ایک ایک گھنٹہ گزارنے والے دنیا سے خاموش جا رہے ہیں۔'' چونکہ آپ کا شمار علماء ربانین میں ہوتا ہے اور منطق و فقہ کے بحر العلوم کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ' عبادت و ریاضت میں حصہ وافر رکھتے تھے لہٰذا اس موقع پر ایسا جواب ارشاد فرمایا کہ مشغلہ اخروی بھی جاری رہا جو باقیات صالحات میں سے اور جس پر خاتمہ بالخیر فلاح و نجات ہے اور کہنے والوں کو کافی و شافی جواب بھی مل گیا۔ قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ (القرآن الکریم ۴۲:۲۳)

''بے شک اللہ بخشنے والا قدر فرمانے والا ہے۔''

اے میری خاموشی کو دیکھ کر کہنے والے تو میری خاموشی کی طرف نہ دیکھ اللہ کی رحمت کی طرف دیکھ وہ رب فرماتا ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ (القرآن الکریم ۷:۱۵۶)

''اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔''

سبحان اللہ ماشاء اللہ جواب بھی لاجواب فرمایا اور اپنا مقصد بھی فوت نہیں ہونے دیا۔ آج ایسے علماء وفضلاء کی مثال الا ماشاء اللہ مفقود ہے۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے لیکن موت موت میں فرق ہوتا ہے۔ ایک وہ موت جس پر لوگ ہنستے ہیں ایک وہ موت جس کی علماء واولیاء تمنا کرتے ہیں۔

مہینوں میں سے بابرکت اور سب سے افضل ماہ مقدس رمضان المبارک ہے اور رمضان المبارک کے عشروں میں سے افضل ترین عشرہ آخری عشرہ ہے اور اس عشرہ کا سب سے ارفع و اعلیٰ دن ستائیس رمضان المبارک یعنی نزولِ قرآن اور لیلۃ القدر کی مبارک گھڑیوں کو پنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ بروز منگل بمطابق ۳۰ جنوری ۱۹۰۰ء ''لقائے محبوب'' کی وہ دلنواز گھڑی آن پہنچتی ہے۔ قدوۃ المفکرین، عمدۃ العارفین، بحرالمحققین، ماہر علم میراث و منطق، عالم اجل اخوندزادہ حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ مبارکہ جو زندگی بھر اللہ اللہ کرتے رہے اور کچھ دیر قبل بھی اس نزع کے عالم میں قلب وزبان سے اللہ اللہ پکار رہے تھے اب ان کی روح اس محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کر جاتی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب ومعیت کی لذتوں سے ہمکنار ہوگئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

یہاں یہ کہنا برحق ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بقا نہیں دنیا و مافیہا سب فانی ہے۔

ہر آں کہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہرے کل من علیھا فان

ہزاروں علماء ومشائخ کا استاد اپنے شیخ کامل کا منظورِ نظر مرید آج اپنے عزیز و اقارب علماء وفضلاء اور شاگردوں کو تنہا چھوڑ کر ابدی نیند سو گیا۔

حیف دُر چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

وصال کی خبر سنتے ہی ہزاروں علماء وصلحاء اور عوام الناس چمبہ پنڈ پہنچ جاتے ہیں۔ اس مردِ خدا کو غسل اور تجہیز و تکفین کا کام بھی علماء' صلحاء اور اتقیاء کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اپنی اصلی منزل کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ اہل علاقہ نے زندگی میں پہلے کبھی بھی اتنے بڑے بڑے علماء ومشائخ اور حفاظ کرام کا جم غفیر نہ دیکھا تھا۔ علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے آفتاب' فقر وتصوف کے حسین و جمیل پیکر اور گنج اسرارِ الٰہی اپنے والد ماجد کے قریب محو استراحت ہو جاتے ہیں۔

دردِ فرقت کی خلش وابستہ انفاس تھی
مدعا زندگی مر کے حاصل ہو گیا

اخوندزادہ مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیٹے اور سات صاحبزادیاں تھیں۔ بیٹوں میں مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان میں سے مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا وصال جوانی میں ہی ہو گیا تھا جبکہ مولانا عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ حج کرنے حجازِ مقدس تشریف لے گئے تو وہاں ہی آپ وصال فرما گئے جبکہ مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ چمبہ پنڈ میں ہی قیام پذیر رہے اور اپنے والد ماجد کے مشن کو جاری رکھا۔ صاحبزادیوں میں سے چار کی شادیاں بمقام جہان آباد' بڈیانہ' کالو پنڈ اور سبز پیر میں ہوئیں۔ ایک صاحبزادی کی شادی حضرت علامہ مظہر جمیل رحمۃ اللہ علیہ کھلابٹ سے ہوئی جن سے استاذ العلماء حضرت قاضی عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ (آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ' علامہ حکیم برکات احمد ٹونکی سے تعلیم حاصل کی اور گجرات' شرقپور' راولپنڈی' ہری پور میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۲ شوال ۱۳۷۷ھ بمطابق ۲۰

مئی ۱۹۵۸ء کو وصال فرمایا)۔

حضرت شیخ المشائخ فنافی الرسول مولانا میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰ جون ۱۹۲۴ء خلیفہ مجاز حضرت خواجہ عبدالغفور المعروف بابا سیدو شریف) آپ نے تین شادیاں کیں علاوہ بیٹیوں کے سات بیٹے تھے (مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ، دیدار بخش، مولا بخش، محمد اکبر، محمد یوسف، عبدالحق، عبدالرحمٰن) حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دو صاحبزادیوں کی شادیاں حضرت میاں فضل الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں مولانا مولا بخش رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳ ستمبر ۱۹۳۴ء) اور مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ٦ جنوری ۱۹۷۷ء بروز جمعرات بعمر ۹۵ سال) سے ہوئی۔

حضرت ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جد امجد حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔

ان پہ ان کی قبر پر اے کردگار
رحمتیں خود کر بار بار
علم دین کا جب شرف ان کو دیا
آخرت کے بھی مراتب کر عطا
دینی خدمت ان کی ان سے کر قبول
صدقہ شانِ مصطفیٰ زلف رسول
فیض بابرکات ان کے شاندار
ان کی آل اولاد میں رکھ پائیدار

حضرت میر عالم رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر بھائیوں میں سے حضرت مولانا شیخ عالم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید عالم رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات سے

متعلق تو معلوم نہیں ہو سکا سوائے اس کے کہ انہوں نے دین اسلام کی تعلیم حاصل کی اور اپنے برادرِ اکبر حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے اور اپنے اپنے مقام پر خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

حضرت میر عالم المعروف پیر چنڈو والے بڑے صاحب کرامت و تقویٰ تھے۔ چمبہ پنڈ میں ہی قیام پذیر رہے۔ تصنع' تکلف' ریا اور نمود و نمائش کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ خود سراپا اخلاص تھے اور اخلاص کی قدر فرماتے تھے۔ بے وضو رہنا پسند نہ تھا لہٰذا باوضو رہا کرتے تھے۔ زندگی کا اکثر حصہ گوشہ نشینی میں گزار دیا۔ جلوت و خلوت میں ہمیشہ ذکر الٰہی میں استغراق اور محویت ہوتی۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت اپنے چہرہ کو کپڑے سے چھپا کر رکھتے تا کہ کسی غیر محرم عورت پر نظر نہ پڑ جائے۔ جب کسی دوسرے گاؤں جانے کی حاجت پیش آتی تو پالکی میں بیٹھتے جسے لوگ اٹھا کر لے جاتے۔ آپ کی ایک صاحب زادی تھی' جن کی شادی کوٹ نجیب اللہ میں ہوئی۔

کرامت نمبر ا:

ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں قیام کی ضرورت پیش آئی تو آپ ایک خشک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ کسی نے اشارۃً عرض کیا: حضرت! جس درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں وہ تو بے سایہ ہے۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور درخت کے تنے کے ساتھ لپٹ گئے۔ بے سایہ درخت کا تنا آپ کے جسم کے ساتھ لگتے ہی سرسبز ہو گیا۔ (فوراً شاخوں پر پتے نکل آئے اور درخت سایہ دار ہو گیا)۔

کرامت نمبر ۲:

آپ کی یہ کرامت اہل علاقہ اور خاندان کے بزرگوں میں بہت مشہور ہے کہ ایک رات آپ گھر پر نہیں تھے چور چوری کی غرض سے آپ کے گھر میں داخل ہوا تو اس کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ اس نے گھر سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کیا مگر واپسی کا

راستہ بھی نہ ملا۔ رات گئے جب آپ گھر آئے چور کو دیکھا تو فرمایا: یہ فقیر کا گھر ہے تمہیں میرے گھر میں داخل ہونے کی جرأت کیسے ہوئی؟ چور کی منت سماجت پر آپ نے اس کو اس شرط پر معاف کر دیا کہ آئندہ چوری نہیں کرے گا۔ مٹی اٹھا کر دم کر کے چور کی آنکھوں پر لگائی تو بینائی واپس آ گئی۔ پھر کمال شفقت فرماتے ہوئے اسے کچھ پیسے بھی عطا فرمائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور برادرِ اکبر حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دائیں طرف ہے۔

حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ:

الولد سِرٌ لابیہ "بیٹا اپنے باپ کا راز ہوتا ہے۔"

یوں تو ہر اہل و نااہل بیٹا اپنے باپ کا جانشین ہوتا ہے لیکن حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر متمکن ہوئے۔ آپ علوم عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ ساتھ علم باطن سے بہرہ ور تھے۔ اگر یوں کہا جائے کہ آپ علم وعمل میں اپنی مثال آپ ہی تھے تو غلط نہ ہوگا۔ استاذ العلماء اخوندزادہ محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جن کی شاگردی پر ہزاروں علماء کو ناز تھا جن کی تربیت وفیض سے ان کے شاگرد شیخ الحدیث، شیخ الفقہ، شیخ الجامعہ بن گئے انہوں نے اپنے بیٹوں کی تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ سے فیض حاصل کرنے والے بلند مقام پا گئے تو جو بیٹا اپنے باپ کی جلوت وخلوت کا محرم راز تھا جس نے سب سے زیادہ اپنے والد کی مجلسوں اور محفلوں کے مزے لوٹے اس عالم وفاضل، متقی و پرہیزگار بیٹے کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

آپ نے زہد وتقویٰ کی کوکھ میں جنم لیا اور علم وعرفان کی گود میں پرورش پائی۔ زیادہ تر تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور پھر حسب دستور سابق درس وتدریس کا

سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ پشتو اور ہندکو دونوں زبانوں میں زندگی بھر للہ فی اللہ جاری رہا۔ آپ کے نمایاں شاگردوں میں حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ گوھد، حضرت مولانا عبدالقدیر والد ماجد مولانا حسن الدین حسن ابدال، حضرت مولانا عبدالباقی، حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عطاء الرسول والد مولانا عبدالقیوم بھیڈیاں، حضرت مولانا خدا بخش بن میاں فضل الٰہی حضرو رحمۃ اللہ علیہ۔

حسب حکم والد ماجد آپ نے قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ راہِ سلوک میں مرشد کامل کی محبت سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور یہی محبت مسافرانِ بحرِ عشق کو منزل سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ شیخ کامل کی محبت آپ کے رگ و پے میں ایسی رچ بس گئی تھی کہ ہمیشہ آپ کا ذکر خیر فرماتے رہتے۔ صحبت مرشد کے لئے ہر وقت بے قرار رہتے۔ حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ والد ماجد شروع میں ایک ہفتہ میں دو دو بار پیدل چمبہ پنڈ سے گولڑہ شریف حاضری کے لئے جاتے تھے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا ثبوتِ زندگی
میرے سارے جسم و جاں میں کارفرما آپ ہیں

فنا فی الشیخ یہ ہے کہ اپنے شیخ کی جملہ عادات کو اپنانے کی کوشش کی جائے اور یہی فنا فی الشیخ دراصل فنا فی اللہ کا وسیلہ ہے کیونکہ اس کے بغیر زندگی بے کار ہے۔

ہیچ حلوائی نہ شد استاد کار
تا کہ شاگرد شکر ریزے نشد
مولوی ہر گز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نشد

حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ اپنے والد ماجد سے کئی بار سنا۔ ایک مرتبہ کسی نے میری شکایت اعلیٰ حضرت قبلہ عالم سیّد خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ قبلہ عالم کا پیغام مجھے ملا۔ میں بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ میں نے راضی کرنے کے واسطے اپنے سر سے عمامہ اتار کر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو یہ فقیر تمام عمر برہنہ سر رہے گا۔ مزید عرض کیا حضرت میں تو آپ کا غلام اور مرید صادق ہوں میں آپ کی رضا پر راضی ہوں۔ میرے عرض کرنے پر شیخ کامل نے ہاتھ بڑھا کر میرا عمامہ زمین سے اٹھایا اور اپنے دست مبارک سے میرے سر پر رکھ کر میری دلجوئی فرمائی اور بے حد خوشی و رضا کا اظہار فرمایا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی پارسا' شب بیدار' معاملہ فہم خاتون روشن جان مرحومہ و مغفورہ بنت حضرت علامہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق کوٹ نجیب اللہ کے انتہائی علمی روحانی اور معزز خاندان سے تھا ان سے ہوئی۔ مائی صاحبہ مرحومہ و مغفورہ اپنے دور کی عارفہ اور ولیہ تھیں جبکہ ایک ولی کامل قبلہ حافظ الحاج حمید الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۸ جنوری ۱۹۵۳ء بروز بدھ کوٹ نجیب اللہ میں آپ کا عالی مرتبت عظیم الشان مزار گہربار مرجع خلائق ہے) کی ہمشیرہ تھیں۔ فرض نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں اور دیگر اوراد و وظائف بڑی پابندی سے ادا فرماتی تھیں۔ ایک علمی و روحانی خاندان کی چشم و چراغ اور پھر علم و عرفان کے مرکز سے وابستہ ہوئیں تو اسی سعادت نشان خاتون کی کوکھ سے جنم لینے والے دو بیٹے ایک شیخ القرآن ابوالحقائق اور دوسرے قائم اللیل صائم النہار ابوالمعانی کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ نے چمبہ پنڈ میں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۶ نومبر ۱۹۳۸ء بروز بدھ صبح ساڑھے پانچ بجے وصال فرمایا اور حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی طرف محو استراحت ہیں۔

الٰہی والدینم را مدام
دار خوشنود و شگفتہ برغلام
ان پہ ان کی قبر پر کر بار بار
رحمتیں برکات خود رب بے شمار
لطف فرما کر کرم ان پر صدا
سن غلام بے نوا کی یہ دعا

والدین اگر علم وعمل اور ذوقِ عبادت سے سرشار ہوں تو یقینی طور پر اولاد کو اس ورثہ میں یہ دولت لازوال ضرور ملتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ صرف اپنے والد ماجد کی مسند درس وتدریس پر ہی فائز نہ تھے بلکہ مجاہدانہ زندگی خوش خلقی، سادگی اور زہد و تقویٰ میں بھی صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی طرح آپ بھی نمازِ فجر کی سنت وفرض کے درمیان ہر روز اکتالیس مرتبہ خاص طریقہ سے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرتے۔ بوقت سحر پابندی سے ایک ہزار مرتبہ درودِ نجات، صلوٰۃ تنجینا پڑھتے اور درودِ نجات کی خاص اہمیت بزرگی وکرامت اکثر بیان فرماتے۔

ملک جہانداد مرحوم موضع بھیڈیاں (متصل چھبہ پنڈ غربی جانب ضلع اٹک کا گاؤں ہے) مرضِ موت میں مبتلا ہوئے تو ان کے شیخ ان کے پاس آئے اور متعدد وظائف پڑھے مگر مشکل حل نہ ہوئی۔ حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ مخلصی میرا بھی دوست تھا میں اس کی عیادت کے لئے گیا۔ جب میں نے اس کی یہ حالت زار دیکھی تو اس کے پاس درودِ نجات پڑھنا شروع کر دیا جو میرا خاص وظیفہ تھا۔ یہ پڑھنے کی دیر تھی کہ اس کی مشکل حل ہوگئی۔ اس پر اس کے شیخ نے فرمایا کہ مولانا صاحب! میں کئی روز سے بہت سے وظائف پڑھ رہا تھا مگر یہ مجھے آپ کے پڑھنے سے یاد آیا۔

ابوالمعانی حضرت مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ والد ماجد درودِ نجات اس قدر پابندی سے پڑھتے تھے کہ وقت وصال بھی اسی کے پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد اخوندزادہ مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کامل کے مزارِ اقدس پر حاضری کے لئے سیّدو شریف سوات تشریف لے گئے۔ وہیں آپ بیمار ہوئے تو وہاں سے واپسی پر حضرو آ گئے۔ چند دن وہاں قیام فرمایا تا کہ بیماری سے شفا ہو تو چھبہ پنڈ جاؤں لیکن بیماری دن بدن شدت اختیار کرنے لگی۔ آپ اسی حالت میں چھبہ پنڈ واپس چلے آئے۔ آپ کی بیماری کا سن کر گرد و نواح سے لوگ گروہ در گروہ عیادت کے لئے چھبہ پنڈ آنے لگے۔ ایک روز فقیر بوستان موضع بھیڈیاں جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا شیدائی و فدائی تھا عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ اس کے آنے پر آپ چارپائی سے شدید نقاہت و کمزوری کے باوجود اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے گلے لگایا۔ پھر بعد میں فرمایا: میرے اس قیام کرنے پر آپ لوگ حیران ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جونہی فقیر بوستان کمرے میں داخل ہوا مجھے اس کے ہمراہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی اس لئے میں کھڑا ہو گیا تھا۔

وصال سے ایک رات قبل منگل کی رات کو دوائی کی ضرورت پڑی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دور افتادہ گاؤں جا کر دوائی لے آئے۔ نصف رات کا وقت تھا۔ آپ نے سب گھر والوں کو اپنے پاس بلایا۔ درجہ بدرجہ سب کو فرداً فرداً نصیحت وصیت کی۔ جب دوائی کے بارے میں علم ہوا تو پوچھا اس وقت دوائی کون لے کر آیا ہے؟ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میں لایا ہوں۔ اس پر بے حد خوش ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میرے لئے دعا کریں میں نے آپ کی خدمت کما حقہٗ نہیں کی۔ فرمایا: میں تم سے بہت راضی ہوں اللہ تعالیٰ تم کو دین و دنیا کا بادشاہ کرے۔ پھر

مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس کو نہ چھوڑنا اور والدہ کے متعلق فرمایا: اس کے حقوق کی نگہداشت کرنا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں یہ دعا زود اثر' اکسیر کثیر میں وہ تاثیر دیکھی گئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں شہرۂ آفاق اطراف واکناف عالم میں مقبولیت جامعیت قابلیت کی شمع روشن ہوئی۔

وصال کی رات حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس سر کی جانب بیٹھ کر اوراد و وظائف پڑھ رہے تھے۔ نصف رات کے وقت فرمایا: میرے پاس درودِ نجات اور صلوٰۃ تنجینا پڑھو یہ میرا وظیفہ روزانہ سحری کے وقت ایک ہزار مرتبہ ہے۔ ۳ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ بمطابق ۹ جنوری ۱۹۳۵ء بروز بدھ رات ایک بجے جب فرشتہ اجل حکم خداوندی پا کر دوڑتا ہوا آیا تو یہاں ہر ایک قلب و زبان پر درودِ نجات' درودِ تنجینا' اللہ اللہ اور کلمہ طیبہ کا ورد جاری ہوتا ہے اور آپ کی پاک روح جسد خاکی کو چھوڑ کر پرواز کر جاتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وصال کے فوراً بعد ہم غسل دینے کا ابھی ارادہ ہی کر رہے تھے کہ اچانک دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ میں نے جا کر دروازہ کھولا تو کیا دیکھا کہ شامخان پٹھان (ہمارے خاندان کا غاسل جو انتہائی متقی اور عالم باعمل تھا) کھڑا ہے۔ میرے بتائے بغیر خود مجھ سے کہا کہ ابھی ابھی مجھے خواب میں استاذ المکرم کی زیارت ہوئی ہے۔ مجھے فرمایا ہے کہ شامخان! اٹھ اور آ کر مجھے غسل دے۔ ایسے علماء ورثۃ الانبیاء' فضلا و اتقیا کی موت بلاشک وشبہ موت عالم ہے اور انہی کے ہجر و فراق میں کائنات کی ہر چیز نالہ و گریاں کرتی ہے۔

اس خبر سے خستہ عالم سر بہ سر
موت عالِم موت عالَم سن خبر

مچھلیاں روتی ہیں سب اندر بحور
ہے یہ ارشاد شفیع یوم النشور
آسمان روتا ہے ہر خطہ زمین
جس میں تھے اذکار ان کے خوشترین
موت کو کر یاد اکثر اے غلام
اس میں ہے اصلاح تیری باتمام

وصال کی خبر سنتے ہی شاگرد' علماء' عوام وخواص چھبہ پنڈ پہنچنا شروع ہو گئے۔ کچھ ایسے بھی تھے جن کو حضرت نے خود اپنے وصال کی خبر خواب میں دی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ سیرت وصورت' کردار وگفتار' علم وعمل' زہد و تقویٰ' کمال اخلاق' جمال صفات میں اپنے والد ماجد کے مظہر اتم کو اپنے والد بزرگوار کے قدموں کی طرف سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حسب دستور علاقہ تدفین کے بعد دور ونزدیک سے آئے ہوئے ہزاروں احباب کے لئے کھانا تیار تھا۔ لوگ کھانے کے لئے صفیں بنائے بیٹھے تھے۔ زبانوں پر حضرت استاذی المکرم مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر جاری تھا۔ کوئی ماضی کی یادوں میں کھو کر یوں بیان کر رہا تھا کہ وہ لمحات کیسے سہانے تھے' وہ محفلیں' وہ مجلسیں کیسی پرنور تھیں جب استاذ المکرم علم وعرفان اور عشق ومعرفت کے جام لٹاتے تھے اور ہر ایک اس سے سیراب ہوتا تھا۔ کوئی آپ کی شفقتوں' عنایتوں' مہربانیوں کو یاد کر رہا تھا۔ کوئی آپ کی صورت وسیرت کے ذکر میں محو تھا کہ ایک شخص اشکبار آنکھوں' سوگوار دل اور ہجر وفراق سے بے قرار چیختا ہوا کھڑا ہو کر کہنے لگا: آج ہمارے مربی ہمارے استاد ہمارے باپ دنیا سے چلے گئے ہیں اور ہم یہاں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس نے سوز وگداز سے یہ بات کہی کہ اکثر لوگ کھانا کھائے بغیر ہی چلے گئے۔ بعد میں تیار کردہ کھانا گاؤں میں

تقسیم کر دیا گیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مولانا حکیم منظور الٰہی کی شادی کے موقع پر اہل خانہ شادی سے کچھ روز پہلے چمبہ پنڈ چلے گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ شادی والے دن صبح چمبہ پنڈ جانے کے لئے جی ٹی روڈ ٹیوب ویل سٹاپ پر اترے تو استقبال کے لئے آنے والوں میں سے کسی نے عرض کی آپ کی بیٹی سخت بیمار ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں بے حد پریشان ہو گیا۔ پریشانی کے عالم میں پیدل ہی چمبہ پنڈ کی طرف دیگر لوگوں کے ہمراہ چل پڑا۔ دو اڑھائی میل کے سفر کے بعد جب میں چمبہ پنڈ کے آبائی قبرستان کے پاس سے گزرنے لگا تو آباؤ اجداد کو ایصالِ ثواب کیا تو دیکھا کہ والد ماجد مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ میرے سامنے کھڑے ہیں اور مجھے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگے: محمد عبدالغفور فکر نہ کرو بیٹی ٹھیک ہو گئی ہے۔ فرماتے ہیں: جب میں گھر پہنچا تو بیٹی کا بخار اتر چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹیوں اور دو بیٹوں حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں اولاد کی نعمت سے مالا مال فرمایا۔ آپ کی ایک بیٹی جوانی میں وصال پا کر چمبہ پنڈ میں دفن ہوئیں جبکہ دوسری دخترِ نیک اختر سعیدہ جان مرحومہ (متوفی ۱۹۹۸ء) کا نکاح استاذ العلماء شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ چمبہ پنڈ تشریف لے گئے۔ آپ کی شادی کی بات چل نکلی تو حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ درسِ نظامی کی کتب میں کہاں تک مہارت حاصل ہے؟ عرض کیا: محنت سے کتابیں پڑھی ہیں۔ فرمایا: صبح طلبہ کو پڑھانا۔ چنانچہ صبح آپ نے حضرت کی موجودگی میں طلبہ کو پڑھایا اس پر آپ بے حد خوش ہوئے اور اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا۔ گویا رشتہ دینے کا معیار علم اور تقویٰ تھا نہ کہ مال و زر۔ تیسری دخترِ نیک اختر جانی خانم مرحومہ (متوفی ۲۱

رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۹۷۲ء) زوجہ مولانا حافظ غلام معین الدین ہری پور۔ چوتھی دختر نیک اختر ولایت نشاں مرحومہ زوجہ مولانا غلام جیلانی بھوئی گاڑ اور پانچویں دختر نیک اختر خورشیدہ جان مرحومہ زوجہ مولانا محمد غوث بھوئی گاڑ ہیں۔

اخوندزادہ حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے بیٹے حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔ چھبہ پنڈ میں ہی قیام فرمایا اور یہیں آخر رجب ۱۳۴۹ھ بمطابق دسمبر ۱۹۲۹ء کو وصال فرما کر اپنے والد ماجد کے پہلو میں بائیں طرف دفن ہوئے۔ آپ کی اہلیہ خانم نور مرحومہ و مغفورہ جن کی سلیقہ شعاری اور سعادت مندی آج بھی خاندان میں مشہور ہے بڑی نفاست پسند اور زاہدہ و عابدہ بی بی تھیں ۹ جنوری ۱۹۵۸ء بروز جمعرات خالق حقیقی سے جا ملیں۔ قدرتِ کاملہ نے دو بیٹیوں کے علاوہ تین بیٹے عطا فرمائے۔

حضرت استاد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳ جولائی ۱۹۸۵ء) زندگی بھر چھبہ پنڈ مسجد غوثیہ کی خدمت پر مامور رہے۔ علاقہ کے سینکڑوں لوگوں نے آپ سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی۔ عمر بھر شادی نہ کی۔ نہایت خوش خلق، منکسر المزاج، اطاعت و عبادت گزار تھے۔ دوسرے بیٹے استاد مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹ ستمبر ۱۹۸۷ء بروز بدھ) مولانا عبدالقیوم ہزاروی وزیرآبادی کے والد ماجد ہیں جبکہ تیسرے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم منظور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ موضع گوھد و (متوفی ۳۰ مئی ۲۰۱۰ء بروز اتوار) صاحبزادہ محمد افتخار ہزاروی اور محمد اشفاق کے والد ماجد ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی دختر نیک اختر گوہر نشاں مرحومہ (متوفی ۴ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ بمطابق ۱۹ مارچ ۱۹۴۵ء بروز سوموار) حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زوجیت میں آئیں جبکہ دوسری بیٹی دختر نیک اختر تاج بی بی مرحومہ و

مغفورہ (۱۶ جون ۱۹۹۷ء) کا استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ (۲۷ جنوری ۱۹۹۷ء) موضع گوھدو کے ساتھ عقد ہوا۔

حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ۱۹۱۲ء میں برزئی نزد حضرو ضلع اٹک میں ایک علمی خاندان ملاخیل پٹھان کے چشم و چراغ مولانا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے برادرِ اصغر حضرت پیر صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت پیر صاحب مانکی شریف کے خلفاء میں سے تھے۔ مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ چار بھائی تھے۔ مولانا عبدالخالق' مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالمالک۔ سب نے علم دین کی ابتداء اپنے والد ماجد سے کی۔ مولانا عبدالرزاق ابتدائی کتب والد ماجد سے پڑھنے کے بعد بھوئی ضلع اٹک چلے گئے اور وہاں حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ سے کتب پڑھیں۔ پھر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ موضع انھی منڈی بہاؤ الدین آئے مگر چند روز بعد غورغشت چلے گئے اور حضرت مولانا قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ پھر بجاروالا ضلع فیصل آباد میں حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ درسِ نظامی سے فراغت کے بعد دورہ حدیث جامعہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے پڑھا اور ۲۳ رجب المرجب ۱۳۵۳ھ بمطابق یکم نومبر ۱۹۳۴ء بروز جمعرات سند فراغت حاصل کی۔ استاذ مکرم نے خلافت سے بھی نوازا۔ پھر آپ گوھدو (ٹیکسلا) چلے آئے اور خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ تحریک پاکستان میں حضرت خواجہ محمد اعظم گڑھی افغاناں کے ہمراہ مل کر کام کیا۔ تحریک ختم نبوت کے دوران بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ اس تحریک کے دوران حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دس روز تک آپ کے گھر قیام کیا۔ آپ کو آپ کے عم محترم حضرت پیر صفی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خلافت عطا کی۔ گوھدو سے

آپ ۱۹۵۷ء میں جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ چلے گئے اور وہاں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۱ء میں جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف تشریف لے گئے اور ۱۹۷۴ء تک وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اسی عرصہ کے دوران رمضان المبارک میں دورۂ تفسیر پڑھانے کے لئے وزیرآباد باقاعدگی سے آتے رہے۔ ۱۹۷۴ء میں مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ میں خطیب مقرر ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ جامعہ رضویہ انوارالعلوم واہ کینٹ میں بطور شیخ الحدیث فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پھر ۱۹۹۳ء میں واپس اپنے گاؤں گوھدو چلے آئے اور ۸۵ سال کی عمر میں ۲۷ جنوری ۱۹۹۷ء کو خالق حقیقی سے جا ملے اور اپنے دارالعلوم میں سپردِ خاک ہوئے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا غلام محبوب سبحانی گوھدو میں خطابت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ چھوٹے صاحبزادے مولانا مسعود الرحمٰن آرمی میں خطیب اعلیٰ کی حیثیت سے منگلا چھاؤنی پھر راولپنڈی میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور آج کل گوھدو میں مقیم ہیں۔

حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ:

نوٹ: راقم الحروف نے آپ کی سوانح حیات لکھی جو ''تذکرہ عارف ربانی'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

یادگارِ سلف، نمونہ فقر، مرقع درویشی، قائم اللیل، صائم النہار، ابوالمعانی حضرت مولانا محمد غلام ربانی ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سادگی، تقویٰ و طہارت، مجاہدہ و ریاضت اور اگلے زمانے کی مسلمہ شرافت کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ نمودونمائش، آسائش و ہوس، تصنع و بناوٹ اور دنیاداری سے بہت دور رہے۔ آپ حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے، حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ اصغر، حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی کے سسر، شیخ الحدیث مولانا غلام محبوب سبحانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد اور راقم الحروف کے نانا ہیں۔ آپ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ بمطابق ۹

اکتوبر ۱۹۱۶ء بروز سوموار چمبہ پنڈ میں پیدا ہوئے۔ درسِ نظامی کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے چمبہ پنڈ میں پڑھیں پھر بھوئی گاڑ میں حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ سے علمی استفادہ کیا۔ دو سال بھوئی گاڑ میں قیام کیا۔ جلد ہی یہاں سے رخصت ہو کر بجار والا ضلع فیصل آباد چلے گئے۔ آپ کی اپنی قلمی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ۵ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ بمطابق ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء کو مدرسہ اسلامیہ عربیہ حنفیہ صلاحیہ بجار والا تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔ یہاں دورانِ تعلیم آپ نے آٹھ ماہ مسجد موضع وہڑی والاں میں بلاوظیفہ امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ یہاں سے مکھڈ شریف چلے گئے اور شیخ الحدیث میاں احمد دین سے پڑھتے رہے۔ پھر یہاں سے لاہور آئے۔ دارالعلوم حزب الاحناف میں داخلہ لیا اور شیخ الحدیث سیّد دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔

۱۹۳۳ء میں آپ منظرِ اسلام بریلی شریف پہنچے اور حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہارِ شریعت اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی سے دورہ حدیث پڑھا اور ۲۳ رجب المرجب ۱۳۵۳ھ بمطابق یکم نومبر ۱۹۳۴ء بروز جمعرات دستارِ فضیلت اور سند سے نوازے گئے۔ اسی سال حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کے ہمراہ دورہ حدیث پڑھا تھا۔ فراغت پر استادِ مکرم حضرت حجۃ الاسلام نے ''ابوالمعانی'' کی کنیت عطا فرمائی۔ آپ واپس چمبہ پنڈ تشریف لے آئے۔ ۱۹۳۵ء میں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء تک آپ مسلسل تیرہ سال کوٹ نجیب اللہ کی مساجد جامع مسجد بازار والی اور جامع مسجد مقدماں والی میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۶ء میں آپ کی شادی حضرت محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے داماد حضرت مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ حضرو کی صاحبزادی گوہر سلطانہ (مرحومہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۳ دسمبر ۲۰۰۰ء بروز ہفتہ) سے ہوئی۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات میں فرمایا کہ آپ کے برادرِ اصغر ابوالمعانی محمد غلام ربانی صاحب کو ہم بطورِ مدرس منظرِ اسلام بریلی میں تعینات کرنا چاہتے ہیں انہیں بریلی شریف بھیج دیں۔ اس پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا۔ اس کے جواب میں آپ نے ایک خط حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو بریلی شریف لکھا۔ (راقم الحروف کے پاس ہر دو خط محفوظ ہیں)

''حضور والا کا ارشادِ عالی حضرت مولانا ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی سے ازروئے تحریر معلوم ہوا۔ جناب والا بندہ ناچیز کو حزب الاحناف کے جلسہ پر یاد فرمایا۔ بندہ کی نہایت خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسی ممتاز شخصیت نے کم ترین کو شرفِ یاد سے نوازا ہے۔ زہے قسمت لیکن بوجہ شومئی قسمت عرصہ سے آپ کی قدم بوسی نصیب نہیں ہوئی اور نہ عریضہ تحریر کر سکا۔ بندہ کا پہلے ہی سے قلبی خیال جازم تھا کہ آپ جیسی گرامی ہستی کی خدمت پاک میں کچھ حصہ عمر ناپائیدار کا صرف کروں تاکہ توشہ اخروی و خالص محبت حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم سیر افلاک نصیب ہو لیکن بوجہ رحلت ہونے والد مرحوم کے صدہا حوادث نو نازل ہونے کے مجبور و محبوس رہا۔ چنانچہ اب نہایت مشکل لاحل مجبور ہوں کہ تمام گھربار کے خانگی معاملات کا ظاہراً عامل و ناظم ہوں۔ ضروری مرحلہ اس شوال المعظم کو شادی کا ہے اس کے بعد آپ کی رضا اور اخی المکرم کی رضا پر لبیک کہوں گا بمشیت تعالیٰ لیکن اتنا ضرور عرض ہے کہ جناب والا نائب صاحب سے ارشاد فرما دیں تا آنکہ وہ تحریر کر دیں کہ کون کون سی کتابیں بندہ کے سپرد کی جائیں گی۔ یہ بھی تحریر فرما دیں کہ استاذی مولانا امجد علی صاحب اور قبلہ مولانا سردار احمد

صاحب وہاں ہی ہیں۔"

آپ کے اس مکتوب سے جہاں آپ کی علمی قابلیت کا پتہ چلتا ہے ساتھ ساتھ آپ کے قلب میں محبت رسول ﷺ اور احترامِ اساتذہ کا بھی اظہار ہو رہا ہے۔

تحریک پاکستان کے دوران آپ کوٹ نجیب اللہ میں قیام پذیر تھے اور عالم شباب میں دن رات مسلم لیگ کی حمایت میں تقاریر کیں۔ مختلف علاقوں میں جا کر لوگوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کی دعوت دیتے۔ علماء و مشائخ عظام کے اجلاسوں میں شریک ہوتے۔ حکومت نے آپ کی تحریکی و تنظیمی سرگرمیاں دیکھتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ تحریک آزادی کے دوران تین ماہ تک ہری پور جیل میں پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ قیامِ پاکستان پر آپ کو رہا کر دیا گیا۔

قیامِ پاکستان کے چند ماہ بعد آپ مستقل چھبہ پنڈ میں قیام پذیر ہو گئے اور تا زیست یہاں پر خطابت' امامت اور کھیتی باڑی کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ چند نامور شاگرد علماء کے اسماء گرامی میں خصوصی قابل ذکر حضرت مولانا عبدالسلام خطیب مسجد اوقاف تربیلا ڈیم' مولانا غلام محبوب سبحانی ہزاروی' مولانا غلام رسول کوٹ نجیب اللہ' مولانا محمد اشرف جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور' مولانا حفیظ الرحمٰن موضع ڈنگی' مولانا محمد اسماعیل کوٹ نجیب اللہ' مولانا غلام رسول بھیڈیاں' مولانا عبدالباقی' مولانا عبدالسلام خطیب ڈھڈیال' مولانا حکیم منظور الٰہی کوھدو۔

آپ طلبہ پر بے حد شفقت فرماتے۔ سردیوں کا موسم تھا حسن ابدال تشریف لے گئے۔ نصف رات کو مسجد غوثیہ میں گئے تو دیکھا کہ مسجد کا ہال کمرہ مقفل ہے۔ صحن میں ہی عبادات میں مصروف رہے۔ فجر کی اذان پر مؤذن نے کمرہ کھولا' آپ اندر

تشریف لائے۔ شدید سردی کی وجہ سے طبیعت ناساز ہوگئی۔ آپ سے عرض کیا گیا طلباء کو جگا لیا ہوتا تاکہ کمرہ کا تالہ کھول دیتے اور آپ کو یہ تکلیف نہ اٹھانا پڑتی۔ فرمایا: اپنی جان نفس کی خاطر طلباء کو نیند سے بیدار کرنا اور وہ بھی بے وقت اسے میں مناسب نہیں سمجھتا۔ یہ واقعہ آپ کے تقویٰ' شب بیداری اور احساس غیر و طلباء پر شفقت و محبت کی واضح دلیل ہے۔ آپ کا مزاج دل آزاری کا نہیں بلکہ دلداری کا تھا۔ ہر ایک کے لئے دامن شفقت پھیلا ہوا اور دروازہ دل کھلا ہوا تھا۔ آپ کے اخلاق اور شرافت پر لوگوں کا اتفاق نہیں ایمان تھا۔ آپ کو دیکھ کر اگلی شرافت کے نمونے آنکھوں میں پھر جاتے۔ نرم لہجہ' شائستہ انداز' دھیمی بات' سادگی اور نفاست پسندی آپ کی شخصیت کے مختلف پرتو تھے۔ ہر وقت باوضو رہتے اور نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے۔ ثقہ ترین روایت کے مطابق آپ فقہی زبان میں ''صاحب ترتیب'' تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ اگر کبھی ایسا ہوا تو اگلی نماز سے قبل پہلی نماز ادا کر دی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے فضل و کرم سے سن بلوغت سے لے کر آج تک (آخر دم تک) میری تین نمازیں قضا ہوئی ہیں جس پر بے حد ندامت کا اظہار بھی فرماتے تھے۔

جب کہیں سفر پہ روانہ ہوتے تو ساتھ کسی آدمی کو لے کر جاتے تاکہ سفر میں نماز باجماعت ادا ہو سکے۔ وزیر آباد تشریف لاتے ہوئے متعدد بار ایسا ہوا کہ نماز کا وقت ہو جاتا تو بس والے جلدی کا اظہار کرتے تو ٹکٹ کی پرواہ کئے بغیر بقیہ رقم چھوڑ دیتے اور نماز باجماعت ادا کر کے اگلی بس پر روانہ ہوتے۔ سبحان اللہ! پابندی جماعت کا کس قدر اہتمام فرماتے۔ موضع موہڑہ کے امام مسجد کے بقول ایک بار آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا اور ایک حاجی کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حاجی صاحب کے گھر پیغام بھیجا نماز کا وقت ہوگیا اذان واقامت امام صاحب نے دی۔ آپ نے نماز باجماعت پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار واضح نظر آ رہے تھے۔ امام صاحب نے عرض

کیا: میں جا کر حاجی صاحب کو بلا لاتا ہوں۔ فرمایا: اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حج کی نعمت سے نوازا بارگاہِ نبوی میں حاضری دی ہے وہ نماز جیسے فریضہ اور سنت مؤکدہ باجماعت جیسے عمل سے کوتاہی کرتا ہے اس سے ملاقات کا کوئی فائدہ نہیں اور بغیر ملاقات کے واپس چلے گئے۔ حاجی صاحب کو علم ہوا تو اگلے روز چھبہ پنڈ معذرت کے لئے حاضر ہوئے اور نماز باجماعت نہ ادا کرنے کا عذر یہ بیان کیا کہ گھر پر مہمان موجود تھے۔ فرمایا: حج کے بعد گناہوں سے پاک ہونے اور سچی توبہ تو یہ ہے کہ اب زندگی بھر نماز باجماعت قضا نہ ہو۔

حضور قبلہ سلطان العارفین محبوبِ الٰہی سیّد غلام محی الدین گیلانی المعروف بابوجی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی چھبہ پنڈ یا مضافات میں تشریف لائے تو انہوں نے ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے وقت امامت کا حکم آپ کو ہی فرمایا۔

زندگی بھر آپ کی یہ عادت تھی کہ پہلے دس روز میں قرآن پاک کی تلاوت مکمل فرماتے۔ پھر سات روز میں سات منزلوں کی ترتیب سے اور آخری سالوں میں تین روز میں پورے کلامِ پاک کی تلاوت ختم کرتے تھے۔ اس بناء پر آپ کو مکمل قرآن مجید حفظ ہو گیا تھا۔ آپ نہایت اعلیٰ لہجہ میں تلاوت کرتے۔ آپ کے اسی تقویٰ اور تلاوت کی بنا پر حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی اور استاذ العلماء مولانا قاضی عبدالسبحان کھلابٹ رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں نماز باجماعت کے وقت آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے۔ اکثر اوقات جب علاقہ میں بارش نہ ہوتی تو علاقہ بھر کے علماء وعوام آپ کی اقتداء میں نمازِ استسقاء ادا کرتے۔ پچاس پچاس دیہاتوں کے علماء وعوام نماز کے لئے حاضر ہوتے تو ایک جم غفیر ہوتا جس سے آپ وعظ فرماتے۔ خود بھی زاروقطار رو رہے ہوتے اور لوگ بھی متاثر ہو کر روتے۔ علماء وعوام اس پر شاہد ہیں کہ ضرور بارانِ رحمت کا نزول ہوتا۔

آپ ہمیشہ سمت قبلہ کا اہتمام فرماتے۔ اپنے پاس ہر وقت کمپاس رکھتے تاکہ سفر و حضر میں قبلہ کی سمت کا تعین ہو۔ آپ کی خواہش ہوتی کہ صرف نماز کے لئے نہیں بلکہ اوراد و وظائف پڑھنے کے علاوہ تمام اوقات میں بھی قبلہ رخ بیٹھا جائے۔ جب آپ کسی کے گھر دعوت پر جاتے تو معلوم کرتے کہ عورتیں باورچی خانہ میں قبلہ رخ بیٹھ کر کھانا بناتی ہیں یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہوتا تو ناراضگی کا اظہار فرماتے اور تلقین کرتے کہ چولہا قبلہ رخ رکھیں تاکہ عورتیں قبلہ رخ بیٹھ کر کھانا بنائیں۔

ایک بار حسن ابدال میں مولانا حسن الدین صاحب کے کسی عزیز کے گھر محفل ختم پاک تھی۔ اکثر علماء ائمہ کرام خطبا شریک محفل تھے اور تلاوتِ کلام پاک کر رہے تھے۔ جب آپ تشریف لے گئے تو دیکھ کر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ علماء قرآن کریم کی تلاوت قبلہ کی طرف پشت کر کے کر رہے ہیں۔ آپ خود قبلہ رخ بیٹھے تمام حاضرین شریک محفل بے حد متاثر ہوئے اور سب قبلہ رخ بیٹھ گئے۔

آپ نے قبلہ عالم اعلیٰ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ اپنے مرشد کامل کا بے حد احترام کرتے۔ اکثر گولڑہ شریف کی حاضری کا شرف حاصل کرتے رہتے۔ آپ نے اپنے شیخ کامل کی منقبت بھی لکھی ہے:

خواجہ مہر علی بدر تاباں ولی
عارف سِرّ حق ہر خفی و جلی
غوث یکتا حبیب خدا پر فدا
داد رس مظہر شاہ مولا علی

آپ نے اپنے شیخ کامل کی مشہور نعت ''اج سک متراں دی ودھیری اے'' کا اردو ترجمہ یوں کیا:

آج ان کی ہے تڑپ حد سے سوا
دل ہے کیوں بے چین بے حد مبتلا
یاں ہیں محو طرب پر شوق سے
آج کیوں آنکھیں ہیں جاری ذوق سے
سبحان اللہ ما اجملک
ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں
تجھ کو اجمل کس قدر سبحان کیا
اور احسن اور اکمل جندا
میرے مرشد نے کہا اے جانِ جاناں
میں کہاں مدح و ثنا تیری کہاں

اپنے شیخ کامل کے نورِ نظر حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

حج و عمرہ ما غریباں کوئے تو
آں صفا مروہ یقیناً کوئے تو
قبلہ دین کعبہ ایمانم توئی
اے مسیحا! درد و درمانم توئی

آپ کے وصال مبارک پر یوں گویا ہوئے:

زائر مکہ مدینہ بار بار
غلام محی الدین خواجہ نامدار

دارِ فانی سے ہوئے راہی سفر
عشق کے سالار عاشق نامور
علم و عرفان میں پدر تھا آفتاب
عشق و عرفان میں پسر تھا بدرِ تاب
تھے ولی غوث جلی شیر خدا
غلام محی الدین ،خواجہ باصفا

آپ نے ۱۹۴۹ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اپنی مختلف قلمی تحریروں میں اس حج مبارک کے فیوض و برکات اور سفر حرمین شریفین کا ذکر کیا ہے۔

ایک مقام پر غارِ حرا کے حوالے سے لکھا ہے:

"سب سے زیادہ مقدس مبارک مقام غارِ حرا جبل نور ہے جہاں سرکارِ دوعالم ﷺ نے کئی ماہ اعتکاف گوشہ نشینی فرمائی۔"

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط (القرآن الکریم ۲:۱۲۵)

سے واضح ہوتا ہے کہ مقامِ حبیب بلکہ طبیب ﷺ کی اہمیت کہیں زیادہ اعلیٰ و اولیٰ ہے۔ الحمدللہ! وہاں فقیر کو سفر مبارک میں حاضری نصیب ہوئی۔ یہی سعادت نجات کے واسطے کافی ہے۔

جہاں رکھا قدم شاہ دو سرا نے
مقدس ہے وہ سب ارض و سما میں
غلام اٹھ سرمہ کر خاکِ حرا کو
شرف جس کا ہے برتر دو سرا میں

حج بیت اللہ سے واپسی پر حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ مع علماء وطلباء ملاقات کے لئے چمبہ پنڈ آئے تو کہنے لگے آپ ہمارے لئے مدینہ منورہ سے بطورِ تبرک

کنکر پتھر ہی لے آتے۔ فوراً آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ جواب دیا: یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ اگر میں درِ اقدس والا حضور ﷺ سے پتھر یہاں لے آتا تو وہ حشر کے روز میری شکایت کرتے کہ اس نے ہمیں درِ اقدس سے جدا کر دیا تو پھر میں کیا جواب دیتا۔

ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے آپ زندگی بھر جدوجہد کرتے رہے۔ آپ کی شدید خواہش تھی کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ اس ملک کو جو ہم نے قربانیاں دے کر اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے اس میں اسلامی نظام نافذ ہو۔ آپ اپنی تقاریر میں بھی اس کا ذکر فرماتے۔ ملک کے اندر غیر اسلامی تحریکوں کی سخت مذمت فرماتے۔ آپ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنے کے لئے ریڈیو کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے۔ جب ۱۹۷۷ء میں تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ چلی تو اس کی کامیابی کے لئے حتی المقدور کوشش جاری رکھی۔ اہل علاقہ کو اس تحریک کی کامیابی کے لئے جدوجہد کرنے پر خوب ابھارتے۔ حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی جب اس تحریک میں جھنگ جیل سے رہا ہو کر آئے تو آپ کے نام ایک خط میں لکھا۔

"بحضرت قبلہ مفتی صاحب شکر اللہ سعیھم واستحکم عزائمکم الراسخۃ اللہ تعالیٰ ولرسولہ الکریم السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ کو اتفاق اتحاد لاعلاء کلمۃ اللہ لاحیاء الدین المتین لنفاذ نظامِ مصطفی ﷺ پر قائم دائم پائندہ تابندہ شاندار سلامت باکرامت رکھے بوسیلہ جلیلہ سرکارِ دو عالم ﷺ۔ آپ کا یہ اتحاد نظامِ مصطفیٰ ﷺ دورِ حاضرہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا معجزہ ہے۔ فقیر کو آپ حضرات کی سعی جمیلہ جہاد فی سبیل للہ لھدایۃ خلق اللہ للہ فی اللہ ایمان کی مثل پیاری ہے دلربا ہے مگر بجز زاری گریہ دعا چارہ نہیں۔ اس قابل نہیں کہ اس میں مجاہدین کی مثل حصہ

لوں۔ مسلم لیگ کی تحریک میں تین ماہ ہری پور جیل میں قیدی بنا چنانچہ ان آرزوؤں کی تکمیل برخوردار مولانا غلام فاروق نے گرفتاری پیش کر کے عملی جامہ پہنایا ہے۔"

رب سدا کر زندہ تابندہ نظامِ مصطفیٰ
ہے دعا یہ التجا یا رب غلام مصطفیٰ

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس برادرِ اصغر سے بے حد محبت تھی۔ زندگی بھر ان کا خیال رکھا اور کسی موقع پر بھی انہیں فراموش نہ کیا۔ آپ کی عبادت، زہد و تقویٰ، ریاضت و مجاہدہ کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے:

"میرا یہ بھائی اللہ کا ولی ہے۔"

آپ بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد ادب واحترام کرتے تھے۔ آپ کی لکھی ہوئی درجنوں منقبتیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی محبت کی عکاسی کرتی ہیں جنہیں اپنے مقام پر لکھا جائے گا۔

آپ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کا مجموعہ نعت "گلدستہ غلام در نعت سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس میں ۱۲۵ کے قریب آپ کی فارسی، اردو اور پنجابی نعتیں شامل ہیں۔ غلام آپ کا تخلص ہے۔ آپ کی اردو اور فارسی شاعری حمد، مناجات، نعت اور منقبت پر مشتمل ہے۔ اس میں بیت کے اعتبار سے غزل اور رباعی شامل ہے۔ آپ کے اشعار پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہر صنف سخن پر پوری قدرت رکھتے ہیں اور شاعرانہ ذوق اور فکر وفن سے خوب آگاہ ہیں۔ توحید رب وحید حمید مجید جل جلالہ کے عنوان پر یوں اظہار فرمایا:

سب رب کے ثنا خوان کن فکاں ہیں
زمین و آسمان تسبیح خواں ہیں

جہاں کا ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے
وہی خالق وہی رب العلی ہے
وہ رب مخلوق کا، مخلوق رب کی
وہ سنتا ہے ندا فریاد سب کی
وہ ہے قیوم قادرِ حق تعالیٰ
اس کے نور کا یہ سب اجالا

اللہ رب العزت کی حمد کے ساتھ ساتھ سرورِ کائنات ﷺ کے محاسن و اوصاف کا ذکر یوں کیا:

حمد بے حد اس خدائے پاک کو
جس نے بھیجا صاحب لولاک کو
حمد کے لائق ہے رب العالمین
جس نے بھیجا مصطفیٰ نور مبین
حمد کے لائق ہے رب معطی کریم
جس کو پیارا ہے نبی قاسم نعیم
حمد سب رب کے لئے بالیقین
جس نے بھیجا رحمۃ للعالمین

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جب تک عشق کی گہرائی، ارادت و عقیدت کی کیفیت طاری نہ ہو نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں نعت کہنا محال ہے۔ آپ نے اپنے خیالات کو ادب و احترام اور محبت کے مقدس جذبات کے ساتھ ساتھ عاجزی و انکساری اور عقیدت و ارادت سے سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا ہے:

تعظیم مصطفیٰ کی بے شک ہے جان ایمان
جس نے ادب یہ چھوڑا ہے وہ لعین اور حیوان
جس نے ادب نبی کا ایمان سے ملایا
ہے متقی وہ مومن اجر عظیم پایا
بخشش فلاح اس کو رب سے سدا ہے حاصل
جو باادبِ نبی ہے رب سے سدا ہے واصل
احقرؔ غلامِ بیشک جو باادب نبی ہے
دونوں جہان کی اس کو سب سروری ملی ہے

بارگاہِ دوعالم ﷺ میں نہ کسی کا دعویٰ چلتا ہے نہ بلند آواز سے اذن باریابی ہے۔ وہاں تو صرف نیچی نگاہ ہو‘ دامن پھیلا ہوا ہو‘ خیرات مانگنے کے لئے اپنے کشکول نیاز کو آگے بڑھانا پڑتا ہے۔ کیا خوب آپ نے عالم پناہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا ہے:

تن من واروں ماں باپ فدا عینین پیا کونین شہا
میرا دین متین ایمان تیرا‘ تیری مثل نظر بشر کی نہیں
میں مریض گناہ تو مسیح آقا‘ میں لئیم شہا تو کریم پیا
میں ہوں جرم وخطا‘ آپ ہیں جود وعطا‘ کیوں بوند عطا کی ٹپکتی نہیں
میں صمٌ بکمٌ عمیٌ ہوں اور خوب دوا کے لائق ہوں
وہ ہے دارِ شفا تو ہے مسیح آقا کیوں دھار شفا کی چھلکتی نہیں
تو رؤف رحیم کریم شہا میں فقیر و حقیر و غلامؔ تیرا
پڑھوں وقت نزع کے نام تیرا پھر منزل خوف خطر کی نہیں

نعت مشتمل برالتجا سراپا نور ﷺ

میرے عربی پیارے ساربانان
کدے میں ول سجن موڑیں مہاراں
میں کرلاندی تے سکدی دید کارن
کھلی راہ وچہ اڈیکاں آہ ماراں
تیری دید نوں سکدی تیری امت
فقط میں اک نہیں طالب ہزاراں
غلام اپنے تے آقا خود نظر کر
تیرا ہو کے میں کس نوں غم سناواں

حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول ﷺ کے بعد واپسی پر ارضِ مقدس کے فراق میں آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ ان خیالات کا اظہار پنجابی کے اشعار میں اس طرح کیا:

صبا خیر البشر دے دیس جاویں
میرا احوال رو رو کر سناویں
کہ اے عرشی فرش طیبہ دے واسی
کدے تے دل ربا جلوہ دکھاویں
تیری آتش ہجر بے تاب کیتا
لگائی اگ اپنی نوں بجھاویں
غلام اپنے دی زاری کاش سن لیں
کریمانہ کرم اپنا دکھاویں

اردو زبان میں زیارت مدینہ منورہ کے لئے اپنی تڑپ اور سوز و گداز کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

قافلہ حجاج کا جب جانب عرب چل گیا
میری امیدوں کا خرمن آہ سارا جل گیا
اے غلامؔ کمترین گر تو بھی ہوتا خوش نصیب
اس مبارک قافلہ سے تو بھی ہوتا مل گیا
کر تصور روضہ اطہر کا دل میں اے غلامؔ
اس تصورِ پاک سے تجھ کو بھی آقا مل گیا

آپ کی ایک فارسی کی نعت بھی ملاحظہ ہو۔ زبان کی سادگی و شگفتگی، بیان میں روانی و شیریں، سہل الادا الفاظ کا استعمال، مشکل تراکیب سے اجتناب اور حسن و عشق کی تمام جلوہ طرازیاں مجتمع نظر آتی ہیں۔

مصطفےٰ امی لقب استاذ کل
سرور ہر دو سرا ختم رسل
علم و حکمت فقر و عرفاں سر بسر
ہر کسے کو یافت داں زاں دیدہ ور
حامل حلم و حیا جود و سخا
منبع صدق و صفا حاجت روا
دست او را دست خود حق خواندہ است
آبِ را ز انگشتہائش راندہ است
چشم دادش دوربین تحت الثریٰ
مے شنید از مہد مافوق السماء
مے شمید او ریح من قبل الیمن
گفت ہادی لحم بریاں در دھن

زندہ کرد از پشت نخل خشک را
طیب رتحش رشک افزا مشک را

آپ نے حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور رباعی "بلغ العلی بکمالہ" کا عربی، اردو اور فارسی میں ترجمہ کیا۔ اسی طرح رباعی حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ "یاصاحب الجمال و یاسیّد البشر" کا بھی تین زبانوں میں ترجمہ کیا۔ فارسی اور اردو میں کئی سلام لکھے۔ شاہ نامہ اسلام کی زمین پر بھی طبع آزمائی فرمائی۔ سلام کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

سلام اے جانِ عالم مصطفیٰ محبوبِ سبحانی
سلام اے فخر عالم مجتبیٰ محبوبِ یزدانی
سلام اے صاحب خلق حسیں سیرت حسین آقا
سلام اے ماہ جمال خوش خصال خندہ پیشانی
سلام اے اول و آخر سلام اے باطن و ظاہر
نہیں سایہ تیرا پایا نہیں ہمسر بشر ثانی
سلام اے عالم ذات و صفات حق ہمہ دانی
سلام اے معدن اسرار اور انوارِ قرآنی
سلام اے عالم امی لقب استاذ کل مولا
سلام اے عالم ذرّات عالم مہر تابانی

آپ نے متعدد قرآنی آیات و احادیث کا بھی اشعار میں ترجمہ کیا ہے۔ خصوصاً وہ آیاتِ کریمہ جو تعظیم و توقیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہیں۔ مثلاً

لا تجعلوا لا ترفعوا قرآن ہے لایا
ان میں عجب ادب کا قرآن سبق بتایا

تقدیم راعنا میں تکریم حق سنائی
تعظیم مصطفیٰ کی رب نے عجب سکھائی

اسی موضوع کی تائید میں ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

یہ ارشاد ہے مومنوں کو خدا سے
نہ ہر گز کہو راعنا مصطفیٰ سے
جو گستاخ ہے بے ادب مصطفیٰ کا
وہ مردود ملعون رب العلیٰ کا

نعت کے بعد آپ کے کلام میں منقبت پر اشعار ملتے ہیں جن میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ غریب نواز حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں زیادہ اشعار ہیں۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں چند اشعار ملاحظہ ہوں جس میں جوشِ بیاں نمایاں ہے۔

غوث اعظم پیر پیراں دستگیر
قطب عالم مقتدا روشن ضمیر
اولیاء غوث اعظم ذی العلوم
کالسراج فی السماء بین النجوم
ہیں علی المرتضیٰ کے دل جگر
مصطفیٰ کے سر بسر نورِ نظر
پھول زہرا نور ہیں حسنین کے
کیوں نہ ہو غوث الوریٰ ثقلین کے

''گلدستہ غلام'' کے علاوہ مبشرات مع تشریحات' نایاب تحفہ صلوٰۃ وسلام جو کہ

تنبیہ الانام تصنیف شیخ ابوصالح بن شیخ عبدالرزاق بن غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تین جلدوں پر مشتمل ایک لاکھ احادیث صفت و معجزات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے اس کی چند احادیث مبارکہ کی تشریح اشعار کی صورت میں کی ہے۔ یہ کتاب بھی حسن ابدال سے شائع ہو چکی ہے۔

ہری پور ہزارہ کے اکثر و بیشتر علماء و عوام شرعی مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے۔ بہت سے فقہی مسائل خصوصاً وراثت کے مسائل پر آپ نے متعدد فتوے تحریر فرمائے جن کو عدالتی شرعی فیصلہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ فتویٰ جات بھی غیر مطبوعہ شکل میں محفوظ ہیں۔

بچپن ہی سے آپ ایامِ مسنونہ اور سوموار کا روزہ پابندی سے رکھتے تھے اور ہر سال رمضان المبارک میں اعتکاف کی سعادت حاصل کرتے۔ آپ کی لائبریری میں بڑی نایاب اور قدیم کتب تھیں جو آپ کے زیر مطالعہ رہیں۔ ان کتب میں سے اکثر پر آپ نے دورانِ مطالعہ حاشیے اور تاریخیں لکھی ہیں۔ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ زیادہ تر وقت گوشہ نشین ہو کر مطالعہ کتب کرتے۔ اپنی صحت کا بہت خیال رکھتے۔ مسواک، سرمہ اور کالی مرچ کا استعمال ساری عمر جاری رکھا۔ اکثر فرماتے اسی وجہ سے میری نظر کمزور نہیں ہوئی۔ لالٹین کی روشنی میں آپ عربی کی قدیم کتب جو باریک خط میں لکھی ہوئی ہیں بغیر عینک کے بڑی روانی سے پڑھتے تھے۔ بحث نہ کرتے، کھانا بہت کم تناول فرماتے۔ آپ کا ارشاد ہے: ''کھانا اتنا کھاؤ جس سے زندہ رہ کر عبادت کر سکو۔''

بچوں سے بے حد محبت فرماتے۔ جب آپ نے وصال فرمایا راقم الحروف اس وقت میٹرک کا طالب علم تھا۔ آپ کے کئی خطوط میرے پاس محفوظ ہیں جو وظائف اور پند و نصیحت سے بھرپور ہیں۔ آپ بہت کم گفتگو فرماتے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

دل ز پر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود دُرّ عدن

''زیادہ گفتگو کرنے والے لوگ احساسِ لطافت اور شعور کی پختگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔''

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

من صمت نجا ''جو خاموش رہا نجات پا گیا۔''

آپ نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ چمبہ پنڈ کی مسجد کے حجرہ میں بسر کر دیا۔ دن مطالعہ اور نوافل ادا کرنے میں گزرتا جبکہ شب بیداری آپ کا معمول رہا۔ رمضان المبارک کے اعتکاف کے علاوہ ذی الحجہ میں بھی اعتکاف کرتے۔ صلوٰۃ تسبیح' اشراق' اوابین' چاشت کا ناغہ نہ کرتے۔ رمضان المبارک کی راتوں میں عبادت کا انداز کیا ہی نرالا ہوتا تھا۔ رات کو بھی آرام نہ فرماتے۔ ساری ساری رات بارگاہِ خداوندی میں قیام و سجود میں گزر جاتی۔ ایک مقام پر آپ نے لکھا ہے کہ رمضان المبارک میں رات کے نوافل دن کے نوافل سے افضل ہیں ممکن ہے کہ شب قدر کی رات ہو۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ایک حافظ صاحب مسجد غوثیہ چمبہ پنڈ میں نمازِ تراویح میں قرآن پاک سناتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں ستائیسویں کی بجائے تیئسویں کو تلاوت قرآن پاک ختم کروں گا۔ آپ نے شب قدر ستائیسویں کی فضیلت بیان فرمائی تو حافظ صاحب راضی ہو گئے اور ختم قرآن پاک ستائیسویں رات کو ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد تلہ گنگ سے ایک حافظ صاحب اسی مسجد میں قرآن مجید سنا رہے تھے حافظ صاحب نے اصرار کیا میں تیئسویں کو اختتام کروں گا۔ لوگوں نے بہت کہا کہ یہاں ہمیشہ ستائیسویں کو ختم پاک ہوتا ہے لیکن حافظ صاحب نہ مانے۔ رات کو آپ کے حجرۂ اعتکاف میں آرام کرتے تھے۔ دوسرے روز صبح اٹھے تو خود ہی کہا میں ختم قرآن

پاک ستائیسویں رات کو کروں گا۔ لوگوں نے پوچھا: اب کیا سبب بنا ہے؟ تو جواب دیا کہ رات کو ایک بزرگ ایسی مبارک شبیہ والے (آپ کی طرف اشارہ تھا) تشریف لائے اور فرمایا:

''ہم آپ کا قرآن پاک سننے آتے ہیں آپ نے ختم قرآن پاک ستائیسویں رات کو ہی کرنا ہے۔''

مت سہل انہیں جانو' پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

۵ جمادی الاول ۱۳۹۶ھ بمطابق ۴ مئی ۱۹۷۶ء بروز منگل وصال سے دو سال قبل آپ نے خواب دیکھا جسے آپ نے اپنے زیر مطالعہ کتاب ''تعطیر الانام فی تعبیر المنام'' کے حاشیہ پر لکھا ہے:

''میں نے خواب دیکھا کہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں اور سفر حج کے لئے تیاری میں مصروف ہوں۔ چمبہ پنڈ کے لوگ بھی میرے اردگرد جمع ہیں اور وہ بھی گمان کر رہے ہیں کہ میں حج کے لئے جا رہا ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ سفر حج ہے اور میں بحری جہاز پر سوار ہوں۔ اس وقت میں بہت خوش ہوں اور خوشی سے رو رہا ہوں کہ میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ تہجد کی نماز ادا کر کے میں سو گیا پھر خواب دیکھا کہ اخی المکرّم حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور عالم خواب میں یہ علم نہیں کہ آپ وصال پا گئے ہیں۔ آپ اپنی اہلیہ کے ہمراہ سامان سفر بھی پاس ہے اور وزیر آباد جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ پھر آنکھ کھلی تو وضو کیا اور اپنے معمولات شروع کر دیئے۔ یہ خواب ایامِ حج کے علاوہ تھا میں نے علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں تعبیر دیکھی لکھا ہے جو آدمی خواب دیکھتا ہے کہ حج کے لئے جا رہا ہوں لوگ الوداع کہہ رہے ہیں دلّ

ذلك علی موته یہ خواب اس کی وفات پر دلیل ہے۔"

موتو اقبل ان تموتوا کے بموجب آپ اپنے وصال سے تقریباً دو سال قبل چمبہ پنڈ کے قبرستان میں اپنے جداعلیٰ حضرت فقیر محمد غلام رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کے بائیں جانب مغرب کی طرف اپنی قبر تیار کروائی۔ اس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنوائی تاکہ کوئی میری قبر پر فاتحہ کے لئے آئے اگر نماز کا وقت ہو تو جگہ نہ ہونے کی وجہ سے نماز قضا نہ کرے۔ آپ ہر روز قبرستان تشریف لے جاتے اور اپنی قبر میں بیٹھ کر قرآن کریم کی تلاوت اور اوراد و وظائف پڑھتے رہے۔

صاحبدلان کہ پیشتر از مرگ مردہ اند
آبِ حیات از قدح مرگ خوردہ اند
اوّل کشیدہ رخت بسر منزل فنا
آنکہ بدار ملک بقا راہ بردہ اند

"وہ اہل دل جو موت سے پہلے ہی مر گئے موت کے پیالے سے انہوں نے آبِ حیات پیا ہے۔ انہوں نے منزلِ فنا کی طرف رخت سفر باندھا ہے کیونکہ ملک بقا میں اپنے بقا کی راہ پالی ہے۔"

شعبان ۱۳۹۷ھ میں آپ نے دنیا سے کلی طور پر اجتناب کر لیا۔ تازیست اعتکاف کی نیت کر لی اور ساتھ ہی روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ سخت گرمی کے باوجود آپ نے مسلسل دس ماہ تک روزے رکھے اور حالت اعتکاف میں رہے۔

دلا را مے کہ داری دل در و بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

"اپنے محبوب سے دل لگائے رکھ اور تمام دنیا سے آنکھ بند کر لے۔"

درس و تدریس، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور مجاہدہ میں زندگی بسر کرنے والی ذات کا اب ایک ایک لمحہ ذکر الٰہی میں گزرنے لگا۔ تین دن میں تلاوتِ قرآن پاک ختم ہو رہی ہے۔ راتیں نوافل پڑھنے میں گزرتی ہیں۔ قائم اللیل، صائم النہار کی مظہر ذات اس دنیا میں اپنی آخری رات یوں بسر کرتے ہیں کہ مسجد غوثیہ کے حجرۂ اعتکاف میں رات بسر کرنے کی بجائے آج مسجد میں محو عبادت ہیں۔ یہاں شبینہ کا اہتمام کیا گیا ہے اب تین دن میں نہیں بلکہ ایک رات میں پورے قرآن مجید کی تلاوت سماعت فرماتے ہیں۔ سحری کا وقت ہو جاتا ہے۔ حسب معمول روزہ رکھا جاتا ہے۔ آج فجر کی اذان بھی خود دی اور اقامت بھی۔ پھر فجر کی نماز باجماعت پڑھاتے ہیں۔ گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ اس روز اذان و قرأت میں جو سوز و گداز تھا وہ ہم نے زندگی میں پہلی بار مشاہدہ کیا۔ آج سید الایام جمعۃ المبارک کی سہانی صبح ہے ۴ جمادی الآخر ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۹۷۸ء مولانا غلام فاروق ہزاروی کھیتوں کی طرف جانے لگے تو بلا کر فرمایا: ابھی نہ جاؤ ٹھہر جاؤ پھر تکلیف ہو گی۔ سات بجنے میں ابھی چند منٹ باقی تھے کہ ہاتھ میں قرآن مجید اور دلائل الخیرات تھامے ہوئے گھر تشریف لے آتے ہیں اور صحن میں قبلہ رخ چارپائی پر لیٹ کر حالت وضو و روزہ میں انسان ربانی یعنی ابوالمعانی محمد غلام ربانی ارشادِ ربانی این ما تکونوا یدرککم الموت کے مطابق اس جہانِ فانی سے عالم باقی کی طرف روانہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

آپ کے وصال کے وقت بزرگوں والی خصوصیات وقوع میں آئیں جیسا کہ اکابر اولیاء اللہ کے حالات میں ملتی ہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ کہ آپ کا وصال ایسے وقت میں ہوا جبکہ کسی نماز کا وقت نہ تھا۔ صبح کی نماز آپ نے پہلے ہی باجماعت ادا

فرمائی پس آپ کے ذمے فرائض میں سے کوئی فرض باقی نہ تھا۔ سب فرائض سے سبکدوش ہو کر احکم الحاکمین کے حضور پیش ہوئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق جس کا آپ اکثر ذکر فرماتے کہ جمعۃ المبارک کے روز وصال پانے والے کو اسی روز دفن کر دینا چاہئے تاکہ اس دن کی برکات سے محروم نہ ہو۔ بعد نمازِ عصر سینکڑوں علماء اور ہزاروں لوگوں نے آپ کے صاحبزادے شیخ الحدیث مولانا غلام محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور اس کے بعد آپ کے جسد خاکی کو اس قبر انور میں رکھ دیا گیا جس میں آپ قرآن پاک پڑھتے رہے چونکہ وزیر آباد اطلاع بعد نمازِ جمعہ پہنچی یہاں سے عزیز واقارب اور احباب جنازہ میں شریک نہ ہو سکے اس لئے قبر انور پر مٹی نہ ڈالی گئی۔ وزیر آباد سے جملہ احباب و علماء ہفتہ کی صبح نمازِ فجر کے وقت چمبہ پنڈ پہنچے تو سورج کے طلوع ہونے پر لحد مبارک میں آپ کے آخری دیدار کے واسطے روئے مبارک کو کھولا گیا تو اس وقت بھی آپ کا چہرۂ مبارک ویسے ہی چمک رہا تھا جیسے حالت حیات میں ہوا کرتا تھا۔ جب سب نے زیارت کر لی تو پھر لحد پر پتھر کی سلیں رکھ کر بعد ازاں مٹی ڈال کر قبر مبارک کو عین شریعت کے مطابق درست کر دیا گیا۔ یوں اس گنجینہ اسرارِ ربانی کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ نے زندگی میں کثرت سے تلاوتِ قرآن مجید فرمائی اس کے فیوض و برکات کا بعد از وصال یوں ظہور ہوا کہ آپ کی قبر انور پر درجنوں حفاظ کرام نے مسلسل ایک ہفتہ میں سینکڑوں قرآن پاک کی تلاوت کی۔

خاک تربت بھی تیری ہو جائے گی عنبر فشاں
لوحِ عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نصب ہونے کے بعد

الباقیات الصالحات میں آپ کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں۔ سب سے بڑی دختر نیک اختر مرحومہ و مغفورہ ۱۷ صفر ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء بروز سوموار کو پیدا ہوئیں۔ آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں اور بچوں کو

قرآن کریم کی تعلیم دیتی رہیں۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۰ء بروز پیر کو وصال پا کر چمبہ پنڈ میں دفن ہوئیں۔

دوسری دختر نیک اختر ۵ جمادی الآخر ۱۳۵۸ھ بمطابق ۲۳ جولائی ۱۹۳۹ء بروز اتوار ضحویٰ کبریٰ پیدا ہوئیں۔ آپ راقم الحروف کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اپنے والد ماجد سے ناظرہ قرآن کریم پڑھا۔ تقریباً گیارہ سال کی عمر میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان پر وزیر آباد چلی آئیں اور آپ کی خدمت پر مامور رہیں۔ مارچ ۱۹۶۱ء میں آپ کی شادی حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ سے ہوئی۔ رسم نکاح کے موقع پر کثیر تعداد میں علماء کے علاوہ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت پیر سیّد غلام معین الدین شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح پڑھایا۔ جون ۱۹۹۴ء میں راقم الحروف کے ساتھ حج بیت اللہ شریف اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئیں اور تین عمرے ادا کرنے کی سعادت بھی ملی۔ ۱۹۸۳ء میں شوگر کی بیماری لاحق ہو گئی تھی۔ ۱۹۹۱ء میں پتے کا آپریشن ہوا جبکہ ۱۹۹۵ء میں فالج کا حملہ ہوا۔ نومبر ۱۹۹۹ء میں بیمار ہو گئیں۔ مسلسل دو ماہ بیماری کے ایام مختلف ہسپتالوں میں گزرے۔ دورانِ بیماری ہر وقت زبان پر ذکر الٰہی، استغفار اور سورۂ توبہ کی آخری آیات جاری رہتی تھیں۔ وصال کی صبح مولانا غلام محبوب سبحانی صاحب کو نمازِ جنازہ پڑھانے کی وصیت کی اور دن میں متعدد مرتبہ کہا کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ وصال سے چند لمحے قبل سورۂ توبہ کی آخری آیات تلاوت کیں اور پھر اس کے بعد کوئی کلام نہ کیا۔ ۱۲ شوال ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۲۰۰۰ء بروز جمعرات بوقت عشاء سات بج کر پچپن منٹ پر تمام اہل خانہ کلمہ طیبہ کا ذکر بلند آواز سے کر رہے تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں نمازِ جمعۃ المبارک کے بعد حضرت مولانا غلام

محبوب سبحانی کی اقتداء میں کم و بیش دس ہزار افراد نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کے مغربی برآمدے میں نمازِ عصر کے وقت سپردِ خاک کیا گیا۔ پنجاب بھر سے جید علماء و مشائخ عظام تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ آپ انتہائی صابرہ' عابدہ' زاہدہ اور صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ زندگی بھر کسی کا نقصان نہ سوچا۔ پوری زندگی عزیز و اقارب کی خدمت میں بسر کی۔ آپ کے متعلق حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصیت میں لکھا تھا:

''فقیر (محمد غلام ربانی) اس پر بے حد راضی ہے کہ میری اس بیٹی نے شاہی میں گدائی' فقیری کی صبر آزما مصائب کا سامنا کیا اور حضرت قبلہ (شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) جن سے مجھے اس دارِ فانی میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیارا نہیں انہوں نے اس فقیر پر وہ احسان کئے جن کا شمار دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں اپنی رضا سے راضی رکھے۔ آمین' آپ کی زیرِ سرپرستی زندگی گزاری۔ بیٹی جو اس فقیر کو تازیست پیاری ہے کرامات دینی و دنیوی سے مالا مال کرے اور اس کو اس کے صبر کی وجہ سے آخرت میں اجر بے حساب سے نوازے۔ میں اس سے بہت راضی ہوں اللہ اور اس کا حبیب اس سے راضی ہو اور فقیر کو اپنی دعاؤں میں نہ بھولے۔''

تلاوتِ قرآن پاک' صدقہ و خیرات' صلہ رحمی' عاجزی و انکساری اور خدمت آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ طارق سلطانپوری حسن ابدال نے آپ کے متعلق ایک منقبت لکھی جس کے آخری شعر یوں ہیں:

وہ دیکھے مشرقین روضہ خلد
وہ پائے مغربین باغ فردوس

وفات مادر آصف کی تاریخ
کہی طارق نے ''زین باغ فردوس''

۱۴۲۰ھ

حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تیسری دختر نیک اختر کی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ بمطابق ۴ جنوری ۱۹۴۲ء بروز اتوار کو ولادت ہوئی۔ آپ بقید حیات ہیں۔
آپ کی شادی آپ کے والد ماجد نے اپنے چچا حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم منظور الٰہی موضع گوھدو سے کی۔

آپ کے صاحبزادوں میں حضرت مولانا غلام محبوب سبحانی ہزاروی' مولانا غلام فاروق ہزاروی اور مولانا غلام قادر ہزاروی شامل ہیں۔ مولانا غلام قادر ہزاروی (ولادت ۱۹ شعبان ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۶ جون ۱۹۴۹ء بروز جمعرات) واہ کینٹ میں برسرروزگار رہے۔ اپنے والد کے وصال کے بعد کچھ سال چمبہ پنڈ میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ۲۰۰۷ء میں وصال پا کر اپنے والد ماجد کے قدموں میں دفن ہوئے۔ مولانا غلام فاروق ہزاروی (ولادت ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۳ اگست ۱۹۴۶ء بروز منگل) چمبہ پنڈ میں والد ماجد کی مسند کو سنبھالے ہوئے ہیں۔
آپ نے اپنے والد ماجد کے علاوہ جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیرآباد' جامعہ قادریہ فیصل آباد' جامعہ نظامیہ رضویہ اور حزب الاحناف لاہور سے درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ مختلف مقامات پر خطابت وامامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ آج کل جامع مسجد غوثیہ چمبہ پنڈ میں خطابت وامامت کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کا سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔

آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محبوب سبحانی ہزاروی (ولادت ۲۹ شوال ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۴ء بروز منگل) نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے چمبہ پنڈ میں حاصل کی۔ پھر آپ وزیرآباد چلے آئے۔ یہاں

دو سال قیام کے بعد جامعہ رضویہ فیصل آباد میں مولانا احسان الحق اور پھر جامعہ قادریہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث مولانا ولی النبی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ جلد ہی لاہور چلے آئے اور حضرت مولانا سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے حزب الاحناف لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے آباؤ اجداد کی طرح درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے جامعہ قادریہ فیصل آباد اور پھر یہاں سے مشرقی پاکستان چٹاگانگ میں جامعہ احمدیہ سنیہ میں پڑھاتے اور خاتون گنج مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ یہاں سے ہی آپ حج بیت اللہ کے لئے۔ ۱۹۷۱ء میں حرمین شریفین چلے گئے۔ مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت کے دوران آپ اپنے والد ماجد حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی تمام نعتیں جو ''گلدستہ غلام'' کی صورت میں شائع ہوئی ہیں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پائے اقدس کے قریب بیٹھ کر نذرانہ وعقیدت کے طور پر پڑھیں۔ حج کے موقع پر حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی اور حضور قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد وظائف پڑھنے کی اجازت دی۔ آپ نے تین حج کئے۔ دوسرا حج ۱۹۷۴ء میں اور تیسری بار ۱۹۹۵ء میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کی۔

حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ' آپ کے اس درس و تدریس کے سلسلہ سے بہت خوش تھے اپنے اشعار میں بھی آپ کا ذکر کیا:

میرے نورِ نظر دلبر میرے محبوب سبحانی
ترا ہو حافظ وناصر وہ قادر جس کی سلطانی
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الوریٰ آقا
تیرا حامی سدا ہو راہ نما یہ نورِ یزدانی

غلام کمتریں تو بے خطر رب سے دعا یہ کر
تیرا محبوب ہو یا رب میرا محبوبِ سبحانی

آپ چٹاگانگ سے ہری پور ہزارہ تشریف لے آئے اور جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں درس و تدریس کا کام کرنے لگے۔ جب حسن ابدال میں جامعہ غوثیہ کا قیام عمل میں لایا گیا تو آپ ہری پور سے حسن ابدال آ گئے اور یہاں خطابت و امامت کے ساتھ ساتھ مہتمم دارالعلوم کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ چند سال آپ حضرت خواجہ سیّد محمد فاضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم گڑھی افغاناں میں بھی پڑھاتے رہے۔ جامعہ فیض القرآن حسن ابدال میں شیخ الحدیث کی مسند پر فائز رہے۔

بزرگانِ دین کے مزار کی حاضری کو اپنے لئے باعث سعادت و نجات سمجھتے تھے۔ دو بار انڈیا میں حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دو بار حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مقدسہ کی حاضری کا شرف ملا جبکہ چار بار عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ شمالی پنجاب اور سرحد کے علماء کرام کے ہاں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے۔ ہر ملی و مذہبی تحریک میں پیش پیش رہے۔ صرف لوگ نہیں بلکہ علماء کرام مختلف مسائل میں فتویٰ کے حصول کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے رہتے مختلف دینی مسائل پر رسائل بھی لکھے ہیں۔ جن میں ''اجماع امت'' کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں مسئلہ بشریت، مسئلہ علم غیب، مسئلہ استمداد انبیاء و اولیاء، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انگوٹھے چومنا پر بحث شامل ہے۔ علاوہ ازیں ''حیلہ اسقاط''، ''فضائل رمضان المبارک'' اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پر مشتمل رسائل شائع کیے۔

۱۹۷۸ء سے ۲۰۰۹ء تک ہر سال آپ کی زیر سرپرستی چھبہ پنڈ میں آپ کے والد گرامی قدر حضرت مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا دو روزہ عرس مبارک ہوتا رہا۔ ۳۰ ستمبر جمعرات بعد نماز عشاء مرکزی جامع مسجد غوثیہ حسن ابدال میں طالب علم کو درس

نظامی کی کتب پڑھانے کے دوران آپ پر فالج کا حملہ ہوا فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا لیکن حالت زیادہ بگڑتی گئی لہٰذا ڈسٹرکٹ ہسپتال راولپنڈی منتقل کر دیا گیا وہاں دو روز بعد برین ہیمبرج کا عارضہ لاحق ہوا اور چند روز بے ہوشی کے عالم میں رہنے کے بعد ۶ نومبر ۲۰۰۹، ۱۷ ذی قعدہ ۱۴۳۰ جمعۃ المبارک بعد نماز جمعہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دوسرے روز سات نومبر بروز ہفتہ صبح نو بجے آپ کی رہائش گاہ عقب جامع مسجد غوثیہ حسن ابدال سے آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہزاروں افراد جنازہ کے جلوس میں شامل تھے جن میں اکثریت علماء کرام کی تھی آپ کے شاگرد اور عقیدت مند مختلف گروپوں میں کلمۂ شریف، قصیدہ بردۂ شریف اور نعتیں پڑھ رہے تھے ہزارہ روڈ پر ٹریفک کئی گھنٹے جام رہی۔ اہل علاقہ نے آج اپنے محبوب عالم دین مولانا غلام محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ پر ایمانی وروحانی مناظر دیکھے۔ حضرت استاذ العلماء مولانا حسین الدین شاہ مدظلہ العالی کی امامت میں ہزاروں افراد نے نماز جنازہ ادا کی پھر آپ کے جسد خاکی کو آپ کے آبائی گاؤں چمبہ پنڈ پہنچایا گیا جہاں ہزاروں لوگ نماز جنازہ میں شامل ہونے کے لئے پہنچ چکے تھے جامع مسجد غوثیہ چمبہ پنڈ میں نماز جنازہ سے قبل ایک تقریب ہوئی جس میں علماء کرام نے اپنے محبوب عالم کو خراج عقیدت پیش کیا بعد میں حضرت کے دو صاحبزادوں صاحبزادہ مولانا غلام جیلانی اور صاحبزادہ محمد اویس ہزاروی کی دستار بندی ہوئی بعد نماز ظہر گاؤں کے قدیمی قبرستان کی جنازہ گاہ میں پانچ ہزار سے زائد علماء وعوام نے راقم الحروف کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی پھر آپ کو والدین کے قدموں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جناب عبدالقیوم طارق سلطان پوری نے تاریخ سال وصال استخراج فرمائے۔

''آن حق محبوب سبحان کا غلام''

۱۴۳۰ھ

''پاسبان مسلک احمد رضا''

۱۴۳۰ھ

''استاذ العلماء باادب وزیب بندہ''

۱۴۳۰ھ

''شمس جہان عظمت علم''

۲۰۰۹ء

''فیضان شریعت حبیب اللہ''

۲۰۰۹ء

''چراغ وہاج معرفت''

۲۰۰۹ء

قطعہ ہائے تاریخ وصال ومنقبت:

منزل تدریس کو روشن رکھا ۔۔۔ بالیقیں وہ تھا چراغ راہ علم
حکمت و عرفان کا پیکر جمیل ۔۔۔ ذات والا اس کی جلوہ گاہ علم
''آگہی'' سے اس کی تاریخ وصال ۔۔۔ کی رقم طارق ''غروب ماہ علم''
۳۶ ۔۔۔ +۱۳۹۴=۱۴۳۰ھ

☆☆☆

خدا و مصطفٰی کا عبد ماجور ۔۔۔ وہ دین حق کا تھا پرجوش مزدور
فروغ علم دین و اتقا میں ۔۔۔ ہے اس کا خاندان معروف و مشہور
بلند اختر برادرزادہ اس کا ۔۔۔ وزیر آباد جس کے دم سے تھا طور
زبان علم و عرفاں اس کی رحلت ۔۔۔ ہیں سارے صاحبان علم رنجور
جنازے میں امڈ آیا زمانہ ۔۔۔ محبت کے لئے کیا نزد کیا دور
وہ مظہر اہل حق کی خوبیوں کا ۔۔۔ ہوا چشم جہاں سے آہ مستور

وہ تیرے دین کا خادم تھا یارب — ہو قبر اس مردِ حق کی بقعۂ نور
تیرے اس بے ریا بندے کی تربت — ہو باغ خلد کی خوشبو سے معمور
کہا طارق نے اس کا سالِ رحلت — بہشتی جنتی ''محمود و مغفور''

۱۴۳۰ھ

''انوار چراغ علم وعرفاں''

۲۰۰۹ء

زیانِ علم و نقصانِ ادب ہے — اس عالم اور دانش ور کی رحلت
بلند اس کا مقام علم و تقویٰ — زمانے میں مسلم اس کی عظمت
اس عبد حق نے دین مصطفیٰ کی — بہ صد اخلاص کی بے مثل خدمت
رضا جو تھا خدا و مصطفیٰ کا — نہ کی احوال دوراں کی شکایت
وہ تصویرِ خلوص و حلم و لینت — حقیقت میں وہ تھا درویش فطرت
بڑا والد بڑا اس کا چچا بھی — ہے جن کی مشرق و مغرب میں شہرت
محبّ اُمّی نبی کا تھا خدا نے — اسے بھی کی عطا علمی وجاہت
زبان وقت دھراتی رہے گی — ہمیشہ اس مکرم کی حکایت
کہی تاریخ رحلت اس کی طارق — زروے ''دین فخرے اہل سنت''

۱۴۳۰ھ

باب دوم

زمانہ طفولیت و کسب علم

عالم طفلی میں بھی وہ علم کے گرویدہ تھے
جبکہ جوہر آپ کے پوشیدہ و خوابیدہ تھے
بچپنے میں بھی تھے خوش آیند و خوب آثار آپ
لڑکپن میں بھی بہت فیضانؔ وہ فہمیدہ تھے

(فیض رسول فیضان)

ولادت (۱۹۱۱ء):

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہو گی ترنم آفریں باد بہار
نکہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

موضع چمبہ پنڈ ہری پور ہزارہ میں ''آسمان علم وحکمت کو نور ولایت سے آئینہ پوش۔'' ''بدعقیدگی کی تاریک رات کو علم وعرفان سے سیماب پا۔'' ''مستی وغفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کو عشق الٰہی کے پیغامِ سجود سے۔'' ''جبین نیاز کو خاک حجاز سے۔'' ''ظلمت کی شب کو جلوۂ خورشید سے'' اور ''کفر کو نغمہ توحید سے'' سرفراز ومنور کرنے والی ہستی ''**محمد عبد الغفور**'' کی صورت میں بوقت سحر طلوع ہوئی۔

آپ کے اسم گرامی محمد عبدالغفور کے عدد ۱۴۸۵ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے نکلتے ہیں۔

وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ (القرآن الکریم ۲۱:۷۵)

''اور ہم نے اسے اپنی رحمت میں داخل کرلیا۔''

۹ ذی الحج ۱۳۲۹ھ بمطابق یکم دسمبر ۱۹۱۱ء، ۱۶ ماگھ ۱۹۶۸ بکرم حج اکبر کا دن جمعۃ المبارک کی صبح تھی۔ جیسے ہی اندھیرا کم ہوا مساجد سے اللہ اکبر کی فلک شگاف

صدائیں بلند ہوئیں اور ارباب دین و دنیا استراحت کے بستروں کو چھوڑ کر منعم حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کے لئے خانہ خدا میں جمع ہوئے۔ ادائیگی نماز سے فراغت پر ہر طرف یہ مسرت انگیز خبر پھیل گئی کہ اللہ رب العزت نے استاذ العلماء کو فرزند ارجمند کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ (نوٹ آپ کی تاریخ پیدائش کتب و رسائل کے مضامین میں مختلف بیان کی گئی ہے یہاں درست تاریخ درج کی گئی ہے)

دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم نے ایک گل نو شگفتہ اور رشک صد بہار کا جادہ دیکھا' جبین درخشاں سے علم و حکمت اور نور ولایت جھلک رہا تھا۔ حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے نومولود کو گود میں لے کر سینہ سے لگایا اور تیسرے روز نام محمد عبدالغفور رکھا۔ آنے والا نسبت اولیاء عظام کے ساتھ آیا جو وجہ تسمیہ میں بھی پوشیدہ ہے۔

حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نومولود کا نام اپنے والد جامع معقول و منقول ماہر علم میراث استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کامل قیوم زماں' زبدۃ العارفین' حجۃ السالکین حضرت اخوندزادہ خواجہ محمد عبدالغفور قادری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت بابا سیدو شریف کے نام کی نسبت سے آپ کا اسم گرامی محمد عبدالغفور تجویز فرمایا۔ یہی نومولود بڑا ہو کر فرزند اسلام' بطل حریت' مجاہد ملت' عالم اجل' مناظر اسلام' شیخ القرآن اور ابوالحقائق کے لقب سے جبکہ میدانِ طریقت میں آیت من آیات اللہ' فانی فی اللہ' سند العارفین' عمدۃ الواصلین اور آفتابِ چراغ ولایت بن کر صفحہ ہستی پر چمکا۔

سالہا سال باید کہ تا یک مرد پیدا مے شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

عہد طفولیت (15-1912ء):

یہ ایک فطری اصول ہے کہ عظیم لوگوں کا بچپن بھی عظیم ہوتا ہے۔ قدرتِ الٰہیہ نے جن افراد سے مخصوص کام لینے ہوتے ہیں انہیں خداداد صلاحیتیں بچپن ہی سے عطا کر

دی جاتی ہیں۔ آغازِ طفولیت سے ہی اعلیٰ صلاحیتوں کا اظہار ہونے لگا۔ ہوش کی آنکھیں کھلیں تو کھیل کود سے دور رہے۔ لغو اور فضول باتوں کی طرف توجہ نہ دی۔ گھرانہ کو علم دین کی دولت سے مالا مال پایا۔ (تفصیلات خاندانی پس منظر میں گزر چکی ہیں) والد ماجد استاذ العلماء تو والدہ ماجدہ تہجد گزار عبادت و زہد کی صفات سے متصف۔ بچپن ہی سے رجحان مسجد کی طرف تھا۔ دن اگر مسجد میں گزرتا تو رات عابدہ و ساجدہ کی گود میں گزرتی۔ والدین کی اعلیٰ تربیت کا نتیجہ تھا کہ گلی میں نکلتے تو ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ بات چیت میں منہ سے پھول جھڑتے۔ کم آمیزی کم خوری کی ابتداء بچپن سے ہی ہو چکی تھی۔ والد ماجد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ کھیتی باڑی بھی کرتے تھے لہٰذا اکثر ان کے ساتھ کھیتوں کی طرف چلے جاتے اور ان کے کاموں میں برابر ہاتھ بٹاتے۔

• سبحان اللہ! توجہ الی اللہ کا آغاز بچپن میں ہی ہو چکا تھا۔ اپنے والد ماجد کے ہمراہ کئی بار آستانہ عالیہ گولڑہ شریف حاضری دی۔ اپنے بچپن کے اس واقعہ کو متعدد بار آستانہ عالیہ پر دورانِ وعظ بیان فرمایا:

> ''بچپن میں ایک بار حضرت قبلہ عالم سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ اپنے کمرہ کے اندر تشریف فرما تھے۔ حضرت نے اپنے ایک خادم سے فرمایا: باہر جاؤ ایک مولوی صاحب آئے ہیں انہیں اندر لے آؤ۔ وہ خادم باہر آیا۔ اِدھر اُدھر دیکھا کسی مولوی کو نہ پایا۔ اس بچے (محمد عبدالغفور ہزاروی) کے پاس آکر مولوی کے بارے میں سوال کیا تو اس بچے نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ خادم نے اندر جا کر عرض کیا باہر کوئی مولوی نہیں ہے۔ حضرت نے دوبارہ بھیجا۔ خادم نے باہر آکر دیکھا اور واپس جا کر عرض کی باہر کوئی ''مولوی'' نہیں کھڑا۔ حضرت نے تیسری بار فرمایا تو خادم نے عرض کی

باہر تو صرف ایک بچہ کھڑا ہے۔ فرمایا: اسی بچے کو اندر لاؤ وہی مولوی ہے۔ چنانچہ جب آپ اندر حاضر خدمت ہوئے تو حضرت نے بے حد شفقت ومحبت کا مظاہرہ فرمایا۔''

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ہی آپ کی جبین سعادت پر علم وعرفان کے چمکتے ہوئے تاج کو دیکھ لیا اور زمانے نے دیکھا یہی بچہ بڑا ہو کر ابوالحقائق، شیخ القرآن اور علامہ ہزاروی جیسے القاب سے نوازا گیا۔ گویا بچپن ہی سے آپ کو اہل اللہ کے پاس حاضری دینے کا شوق تھا۔

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام ہے اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جب بچپن میں اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ ننھیال (کوٹ نجیب اللہ) جاتے تو آپ کو وہاں پر بھی مدرسہ وخانقاہ کا ماحول میسر تھا۔ آپ کے ماموں استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ حمید الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامت اور مرجع خلائق بزرگ تھے۔ جن کا مزار آج بھی آپ کی عظمت وشان علمیت کی گواہی دے رہا ہے۔ آپ کے نانا حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن صدیقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تقویٰ وطہارت شخصیت تھے لہٰذا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بچپن کا جو حصہ ننھیال میں گزارا وہاں بھی آپ کے کانوں میں قال اللہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازیں آتی رہیں

کسب علم (17-1916ء):

چونکہ خاندان میں صدیوں سے رشد و ہدایت اور علم وحکمت کا سلسلہ جاری تھا۔ تعلیم کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں اس خاندان کے حالات سنہری وجلی حروف میں نہ لکھے گئے ہوں۔ لہٰذا والد ماجد نے خود ہی ''بسم اللہ'' کا قاعدہ شروع کرایا۔ فطری طور

پر ذہین وذکی تھے جلد ہی ناظرہ قرآن کریم یوں ختم کرلیا کہ اکثر حصہ زبانی یاد ہو گیا تھا۔ پھر فارسی میں گلستان' بوستان بھی ختم کر ڈالیں۔ خداداد ذہانت وذکاوت کی بنیاد پر ساتھی طلبہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ والدہ ماجدہ بیان کرتی ہیں:

''ہر وقت آپ کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی کتاب ہوتی تھی۔''

مختصر مدت میں فارسی کتب کے علاوہ اپنے والد گرامی سے علم الصرف وعلم النحو کے چند رسائل پر عبور حاصل کرلیا۔ بعض کتب اس طرح پڑھیں کہ زبانی حفظ ہوگئی تھیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا یہ آپ کے جد امجد کی شانِ علمی تھی کہ فقہ' منطق اور علم میراث کی اکثر کتب حتیٰ کہ ''خیالی'' تک بند کرکے طلبا وعلماء کو درس دیا کرتے تھے۔

والدین کی اعلیٰ تربیت نے آپ کو کندن بنا دیا تھا۔ جلد ہی علومِ دین وعلومِ متداولہ کی ابتدائی کتب کو ازبر کرلیا۔ نئے نئے نکات اور اعتراضات والد ماجد کے سامنے بیان کرتے اور وہ انہیں آسان لفظوں میں حل فرماتے۔ آپ نے ''کافیہ'' تک کی کتب چمبہ پنڈ میں ہی پڑیں۔

دارالعلوم بھوئی گاڑ میں داخلہ (19-1918ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک بمشکل سات برس کی تھی کہ آپ موضع بھوئی گاڑ حسن ابدال ضلع اٹک تشریف لے گئے اور اس دارالعلوم میں زیر تعلیم رہے جہاں قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ نے وہاں استاذ العلماء حضرت مولانا احمد دین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الجامعہ مولانا محبّ النبی رحمۃ اللہ علیہ سے مرقات شرح تہذیب' قطبی' اصول الشاشی' شرح وقایہ' نورالانوار' خیالی' حمد اللہ اور قاضی مبارک پڑھیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ یہاں دو سال تک قیام پذیر رہے۔ حضرت شیخ الجامعہ مولانا محبّ النبی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی رشتہ داری بھی تھی وہ آپ کے بہنوئی تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ یہاں تحصیل علم میں مصروف تھے کہ ایک دن خبر ہوئی کہ قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اس گاؤں میں تشریف لا رہے ہیں۔ گو زمانہ طالب علمی تھا مگر خاندان کے بزرگوں کی تربیت کا اثر تھا جس کی وجہ سے اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کے آداب سے خوب آگاہی رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت تشریف لائے۔ سارا دن عوام الناس کی ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنے دل کا مدعا بیان نہ کر سکے لیکن خواہش پیدا ہوئی کہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف جا کر دل کا مدعا بیان کروں گا چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ ان دنوں کا بصیرت افروز واقعہ ہے جب میں بھوئی گاڑ میں تحصیل علم کی سعادت حاصل کر رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھوئی میں آمد کے بعد میرے دل میں مسرت انگیز خواہش پیدا ہوئی کہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف حاضر ہو کر سرچشمہ رشد و ہدایت، منبع علم و بصیرت، حضور اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے دعائے خیر و برکت کی سعادت عظمیٰ کے ساتھ ساتھ شرف تلمذ کی لازوال دولت حاصل کروں۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے میری درخواست پر مجھے چند روز حمد اللہ اور ملا حسن کے کچھ اسباق پڑھائے۔ ایک روز میں نے عرض کیا: حضرت! دعا فرمائیں میں مولوی بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا: محنت کرو۔ میں نے عرض کیا: حضور کے ارشادِ گرامی کی پوری تعمیل کروں گا لیکن آپ میرے لئے دعا کریں۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا: فکر نہ کرو جاؤ میاں! اللہ تعالیٰ تمہیں بڑا مولوی بنائے گا۔''

کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے
کیا کہوں کہ کیا دیا تو نے

بے طلب جو ملا' ملا مجھ کو
بے غرض جو دیا' دیا تو نے

(مرزا داغ دہلوی)

بندیال میں تحصیل علم (1920ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھوئی گاڑ سے حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ واں بھچراں تشریف لے گئے۔ وہاں معروف دیوبندی عالم مولوی حسین علی کے دارالعلوم میں ایک روز قیام کیا۔ دورانِ گفتگو مختلف مسائل پر بحث شروع ہو گئی۔ مولوی حسین علی نے اتنی کم عمری میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و مناظرانہ گفتگو سنی تو آپ سے اپنے دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنے کا کہا تو آپ نے جواب دیا:

''وہ شخص میرا استاد نہیں ہوسکتا جس کی گفتگو سے توہین رسالت کی بو آرہی ہو۔''

چنانچہ آپ مولانا عبدالرزاق کے ہمراہ وہاں سے منڈی بہاؤ الدین چلے گئے۔ دورانِ سفر مولانا عبدالرزاق بیمار ہو گئے۔ حضرت اس واقعہ سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

''مجھے حصولِ علم کے لئے کئی جگہ کی خاک چھاننی پڑی اور بہت سے مصائب برداشت کرنے پڑے۔ منڈی بہاؤ الدین سے انھی گاؤں جانا تھا۔ وہاں کے دارالعلوم کی شہرت سن رکھی تھی۔ زادِ راہ پاس نہیں تھا۔ سامان کے علاوہ کتب کا بھی خاصا بوجھ تھا جبکہ مولوی عبدالرزاق بیمار تھے۔ فاصلہ لمبا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ تو سامان اور کتب اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چھوڑ آتا اور پھر آکر مولانا کو اٹھا کر سامان تک لے جاتا یوں تمام فاصلہ طے کیا۔''

یہاں دو روز قیام کیا مگر مطمئن نہ ہو سکے تو بغیر تعلیم حاصل کئے یہاں سے بندیال ضلع سرگودھا پہنچے اور استاذ العلماء حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے

دارالعلوم میں داخلہ لیا۔ سات ماہ کے مختصر عرصہ میں حضرت سے علم فقہ کے علاوہ خصوصی طور پر علم ریاضی کی کتب میں مہارت حاصل کی۔

حضرت بعد میں کئی بار دارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں مرکزی خطاب فرمانے کے لئے بندیال جاتے تو علماء کرام کا جم غفیر آپ کا وعظ سننے کے لئے آیا ہوتا تھا۔ وہاں آپ اپنے زمانہ طالب علمی اور حضرت کے علم وفضل کا تذکرہ کرتے کہ استاد مکرّم علم کی بلندیوں پر ہونے کے باوجود پیکر اخلاص و نیاز تھے۔ حضرت کی خصوصی نظر شفقت کا ذکر فرماتے جو آپ پر آپ کی مہارت علمی اور ہم درس طلبہ پر فوقیت کی وجہ سے پڑتی تھی۔ بیان کرتے کہ ہمیشہ ہم سبق طلبہ کے ہمراہ جب بھی آپ کے سامنے حاضر ہوتا تو عبارت پڑھنے کا مجھے موقع ملتا۔

غورغشت کے درس میں شمولیت (1921ء):

بندیال سے آپ غورغشت ضلع اٹک تشریف لے گئے۔ وہاں بحرالعلوم حضرت مولانا قطب الدین غورغشتوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ حضرت مولانا قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد اور جدامجد مولانا شہاب الدین بن مولانا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا قطب الدین غورغشتوی، حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن میں چھبہ پنڈ تشریف لاتے رہے تھے۔ یہاں آپ نے الربع المجیب، اقلیدس، تفسیر بیضاوی پڑھنے کے علاوہ فن مناظرہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ حضرت کا شمار بڑے بڑے مناظرین میں ہوتا تھا جبکہ فارغ التحصیل علماء آپ کے درس میں شمولیت اختیار کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں بڑے نامور علماء ومناظر کے نام آتے ہیں جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے چند ماہ یہاں تعلیم حاصل کی۔ جب آپ یہاں سے فارغ ہوئے تو استاد مکرم نے فرمایا:

''آج میں نے اپنے استاد کا کچھ حق ادا کر دیا ہے کہ میرا استاد زادہ میرے پاس زیرِ تعلیم رہا ہے۔''

ہندوستان کے دینی علوم کے مراکز (24-1922ء):

مہر منیر میں لکھا ہے کہ قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب حصولِ تعلیم کے لئے ہندوستان کے مدارس کا رخ کرنے کے لئے ''سکندر نامہ'' سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا:

ہمہ ملک ایران مرا شد تمام
بہ ہندوستان داد خواہم لگام

تقسیم ہندوستان سے قبل ملک کے اندر جا بجا بڑے بڑے دینی مدارس اور علمی شخصیات موجود تھیں۔ خصوصاً دہلی، آگرہ، لاہور، ملتان، لکھنؤ، خیرآباد، اجمیر، دکن، علی گڑھ، کانپور، سہارن پور، رام پور، مراد آباد، میرٹھ اور بریلی میں بڑے بڑے علمی و روحانی مراکز تھے۔ بعد میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ نے پاک و ہند کے طول و عرض میں مدارس تعمیر کیے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی عمر فقط بارہ (۱۲) سال تھی جب آپ ہندوستان روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ مشہور دیوبندی عالم غلام اللہ خاں بھی تھے۔ پہلے آپ لاہور تشریف لائے اور یہاں سے دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ وہاں سالانہ امتحانات شروع ہو چکے تھے۔ آپ نے وہاں ٹھہرنا اور مزید انتظار کرنا ضروری نہ سمجھا جبکہ آپ کے ساتھی غلام اللہ خاں نے وہیں پر قیام کیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے دہلی آئے اور وہاں سے پھر کانپور چلے گئے جہاں استاذ العلماء حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری کے دارالعلوم مسجد رنگینیاں کانپور میں داخلہ لیا۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری عظیم محدث حضرت مولانا احمد حسن کانپوری

کے خلف الرشید تھے۔

حضرت قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے کسی معمر بزرگ کو ایسی نورانی اور جاذب نظر شکل و شباہت کا نہیں دیکھا جیسے مولانا احمد حسن کانپوری تھے۔ شفاف گندمی رنگ، کشیدہ قامت، سفید ریش اور اعلیٰ درجہ کی نفاست پسندی، گفتگو کے وقت گویا منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ اس شانِ علم پر اخلاص وانکسار بے حد۔" آپ کے نیاز کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ مولانا نے مکہ معظمہ میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چھ ماہ قیام کیا اور ہر روز اپنی ریش مبارک سے مزار کو صاف کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ۔ اپنے وقت کے استاذ العلماء کی اپنے شیخ کے ساتھ یہ نسبت نیاز اور عقیدت آج کل کے علماء وزعماء کے لئے مقامِ عبرت ونصیحت ہے۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

(اقبالؒ)

مولانا مشتاق احمد کانپوری ظاہری و باطنی خوبیوں میں اپنے والد ماجد کے اوصاف وکمالات کے مظہر تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں جب میں کانپور کے دارالعلوم میں پہنچا تو ایک مولانا سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مولانا مشتاق احمد مدظلہ العالی سے ملنا ہے اس وقت کہاں ہوں گے؟ تو وہ بولے مجھے ہی مشتاق احمد سمجھو۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری حیرت کی حد نہ رہی کہ اتنا بڑا عالم و محدث اور بظاہر جسم دبلا، سادگی، عاجزی وانکساری کی انتہا تھی۔ مجھ پر سوال کیا: کہاں سے تعلیم حاصل کی ہے؟ عرض کیا: پنجاب سے۔ مزید فرماتے کہ دورانِ درس حضرت مزاح بھی فرماتے تھے۔ جب کسی مسئلہ پر بحث شروع ہو جاتی تو میں ضرور حصہ لیتا تھا۔

لہٰذا اکثر بحث شروع ہونے پر فرماتے۔ ساتھیو! خیال کرنا پنجاب کے مولانا تشریف رکھتے ہیں۔

کانپور کے دارالعلوم میں تحصیل علم میں دو تین ماہ ہی گزرے تھے کہ مراد آباد سے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی طرف سے حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری کو دعوت ملی کہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں بطورِ صدر مدرس خدمات سرانجام دیں تو اس پر مولانا نے دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی رکھی کہ میرے ساتھ یہاں کے طلبہ بھی مراد آباد آئیں گے کیونکہ میرے طلبہ کے اسباق شروع ہو چکے ہیں۔ وہ میرے ساتھ رہیں گے درمیان سال میں انہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا کیونکہ میں ان کا تعلیمی سال ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ چنانچہ آپ کی اس شرط کو قبول کر لیا گیا تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد مکرم کے ہمراہ کانپور سے مراد آباد جامعہ نعیمیہ چلے گئے۔

جامعہ نعیمیہ میں دیگر طلبہ کے علاوہ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس تھے۔ تعلیمی سال کے اختتام پر مولانا مشتاق احمد کانپوری مراد آباد سے مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں بطورِ شیخ الحدیث والتفسیر مقرر ہوئے تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی استاد محترم کی معیت میں مراد آباد سے میرٹھ پہنچے اور یہاں ایک سال آپ کے پاس زیرِ تعلیم رہ کر تمام مروجہ و رسمیہ علوم کی تعلیم مکمل کی۔ (سند نہ لی کیونکہ اس دور میں صرف سند حدیث کو ہی دینی مدارس میں حتمی تصور کیا جاتا تھا) اس وقت آپ بمشکل چودہ (۱۴) برس کے تھے۔

چند ہم درس ساتھی علماء کرام:

۱۔ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں گجرات

۲۔ حضرت مولانا عبدالرزاق واہ کینٹ

۳۔ حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں بریلوی منظرِ اسلام بریلی شریف

۴۔ حضرت مولانا غلام یزدانی شیخ الحدیث منظرِ اسلام بریلی شریف

۵۔ حضرت مولانا فریدالدین بھوئی حسن ابدال مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف

۶۔ حضرت مولانا ظفر علی نعمانی دارالعلوم امجدیہ کراچی

۷۔ حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین احسن المدارس کانپور

۸۔ حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی شارح بخاری

۹۔ حضرت مولانا رحمت علی خاں پیلی بھیت

تحصیل علم میں تکالیف کا سامنا:

اس جدید دور میں بھی علم دین حاصل کرنا آسان کام نہیں طرح طرح کی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ وقت جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حصولِ علم کے لئے انتہائی کم عمری میں ہزاروں میل سفر کر کے دور دراز مدارس سے دینی تعلیم حاصل کی کہ زادِ راہ تک پاس نہ ہوتا تھا کسی طور پر جہاد سے کم نہیں ہے۔ صرف چودہ برس کی عمر میں مروجہ دینی علوم سے فارغ ہونے والے کی عزم و استقلال اور صبر و ثبات پر نظر ڈالیں کہ اس عمر کے بچے عموماً اکیلے اپنے محلے سے باہر قدم نہیں رکھتے جبکہ حضرت دارالعلوم بھوئی حسن ابدال' بندیال' غورغشت' کانپور' مراد آباد اور میرٹھ کے مدارس سے فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ کئی ایک مدارس کا بھی بغور مطالعہ کر چکے تھے۔ اکثر مدارس تک پیدل سفر کر کے گئے۔ زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ حضرت کی زبانی سنئے۔

''دہلی میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ میرے پاس کھانے کے لئے تھوڑے سے چنے تھے وہ بھی ختم ہو گئے اور میں مسلسل چار روز تک بھوک برداشت کرتا رہا۔ تھکن اور بھوک سے نڈھال ہو گیا تو میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوا۔ مزارِ اقدس پر بعد سلام ایک طرف

بیٹھ گیا کہ ایک شخص مزار کے اندر داخل ہوا۔ کھانے کی کچھ چیزیں اس کے پاس تھیں۔ اس نے ختم دلوایا۔ بعد ختم اسے جب میری حالت کا علم ہوا کہ میں مسلسل چار روز سے بھوک برداشت کر رہا ہوں تو اس شخص نے مجھے کھانا کھلایا۔''

مصائب اور مشکلات سے بھرپور زمانہ طالب علمی کے واقعات اکثر آپ دورانِ تدریس طلبہ کو سنایا کرتے تھے۔ ان واقعات سے آزمائش و ابتلاء کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ عجیب و غریب ہونے کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لئے باعث عبرت اور وعظ و نصیحت ہے۔ فرماتے ہیں میں نے مالی مجبوریوں اور عسرت کی عارضی رکاوٹوں کو نوک پائے استقلال سے ٹھکرا دیا۔ میں نے حصولِ علم کے لئے ہندوستان کا سفر انتہائی بے سرو سامانی کے عالم میں کیا تھا۔ کئی مدارس میں لائٹ کا انتظام نہ ہونے پر شوق مطالعہ کو یوں پورا کرتا کہ سٹریٹ لائٹ میں ساری ساری رات محو مطالعہ رہتا۔ موسم سرما کی طویل راتیں، عشاء سے فجر تک کا وقت دورانِ مطالعہ پلک جھپکنے میں گزرتا دکھائی دیتا۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''عمر بہت چھوٹی تھی کہ ابھی مسیں بھی نہیں نکلی تھیں، کوئی پرسانِ حال نہ تھا، کوئی سفارش نہ تھی، اگر کچھ پاس تھا تو صرف عزم مسلسل اور پیہم جدوجہد ہی تھا، اسی سرمائے کے سہارے جگہ جگہ علمی سوتوں پر اپنی تشنگی علم بجھاتا رہا۔''

شاید ایسے ہی موقع کے لئے شاعر نے کہا ہے:

شکوہ ہے کفر اہل محبت کے واسطے
ہر دم جفائے یار میں شکرانہ چاہیے

جن جن مدارس میں حضرت نے حصولِ علم کے لئے وقت گزارا، مصائب و مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے، ذہانت اور علمی کمالات کے بل بوتے پر اپنے اساتذہ

کے دلوں میں مقام پیدا کیا۔ ہم درس طلبہ سے حسن سلوک کے جو یادگار واقعات چھوڑے آج بھی وہاں آپ کی علمیت اور عزم واستقلال کے چرچے ہو رہے ہیں۔

جگر راہ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
جس منزل سے گزرا ہوں وہ راہیں یاد کرتی ہیں

اور حکیم محمد مظفر نے کیا خوب کہا:

شیخ قرآں یاد کرتے ہیں تجھے
گولڑہ، گجرات، چمبہ، کانپور

فرماتے ہیں کہ زمانہ طالب علمی میں اکثر میرے ہم درس ساتھی چھٹی کے وقت کھیل کود میں مصروف ہو جاتے، مجھے بھی دعوت دیتے مگر میرا دل کھیل کود کی طرف راغب نہیں ہوتا تھا۔ میں فارغ اوقات میں کبھی مطالعہ شروع کر دیتا اور کبھی ترنم سے اشعار پڑھتا اور تقریر کی مشق کرتا رہتا۔ مجھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمدہ شعری ذوق ملا تھا اساتذہ اسے محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اکثر مجھ سے مثنوی اور بوستان کے اشعار سنتے تھے۔

دورہ حدیث (1925-26ء) (1344ھ سال فراغت):

آپ نے ظاہری علوم میں کافی مہارت حاصل کر لی۔ مروجہ تمام علوم کی کتب اپنے زمانے کے نامور علماء وفضلاء سے پڑھیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے علم تصوف کی ۳۶۰ اصطلاحیں زبانی یاد ہیں جبکہ علم ربع مجیب پر دسترس رکھنے والے ہم تین چار عالم ہی ہیں۔ مختصر عرصہ میں آپ نے علم قرآن، تفسیر، اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، فقہ، اصولِ فقہ، سیر، تواریخ، کلام، فلسفہ، کلیدس، میقات، بلاغت، اسماء الرجال، ادب، نحو، صرف، معانی، بیان، مناظرہ، منطق، میراث، ریاضی، حکمت، بدیع، عقائد، سلوک، لغت، جبر ومقابلہ وغیرہم علوم کی کتب اس انداز سے پڑھیں کہ اکثر کتب کے متن زبانی یاد تھے۔ دورہ تفسیر قرآن

مجید پڑھاتے ہوئے شاگرد علمائے کرام جب کسی عبارت کا حوالہ دیتے تو آپ ان پر واضح کرتے کہ یہ عبارت فلاں کتاب کے متن میں ہے یا حاشیہ پر ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بحث شروع ہو جاتی کیونکہ آپ کے سامنے بھی فارغ التحصیل علماء ہوتے تھے چنانچہ جب متعلقہ کتاب منگوائی جاتی تو جیسا آپ نے فرمایا ہوتا ویسا ہی نکلتا۔

ابھی آپ کا سلسلہ تعلیم مکمل نہیں ہوا تھا کیونکہ دورہ حدیث پڑھنا باقی تھا اور آپ خوب سے خوب تر کی تلاش میں تھے کہ اسی دوران دہلی میں دارالعلوم جامع مسجد فتح پوری میں درس و تدریس کا آغاز کر دیا۔ یہاں ایک روز محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو آپ نے دلی رائے کا اظہار کیا کہ میں کسی بڑے فاضل عالم کی تلاش میں ہوں جس سے دورہ حدیث پڑھوں۔ اس پر حضرت نے آپ کو برصغیر کے ممتاز دارالعلوم بریلی شریف میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھنے کا مشورہ دیا جو اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال (۱۹۲۱ء) کے بعد دارالعلوم کے نظم ونسق کو چلا رہے تھے۔

چنانچہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک کیا اور اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے' علم ظاہری و باطنی کے جامع' علوم عقلیہ ونقلیہ کے مجمع البحرین' حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کے لئے دہلی سے یوپی بریلی کا سفر اختیار کیا۔ جب وہاں پہنچے تو بے قرار دل کو اطمینان وسکون مل گیا کہ جس ''کامل'' کی تلاش تھی وہ حجۃ الاسلام کی شکل میں آپ کے سامنے تھے۔ جس نے ظاہر و باطن دونوں علوم کی معراج کے بعد آپ کو ''علامہ ہزاروی'' سے ''ابوالحقائق'' بنا دیا۔

حضرت حجۃ الاسلام کو فن تدریس میں مہارت تامہ اور ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ

کی صحبت کیمیائے اثر نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جواہر خفیہ بیدار کر دیئے۔ مشفق استاد نے نایاب شاگرد پر خصوصی توجہ فرمائی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خوب علمی پیاس بجھائی۔ جس طرح مولانا میر حسن کی نظر کرم سے اقبال، علامہ اقبال بن گئے بعینہ حجۃ الاسلام کی نظر کیمیاء سے آپ علامہ ہزاروی سے ابوالحقائق اور پھر شیخ القرآن بن گئے۔

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیازمند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

دورانِ درسِ حدیث کیسے کیسے راز ہائے سربستہ کھلتے تھے۔ کس کس طرح قلوب کو فیضانِ مصطفیٰ ﷺ سے منور کیا جاتا تھا۔ علوم و معارف، ظاہری و باطنی کے جام لٹتے تھے۔ حقائق اور اسرار و رموز کے انوار کی بارش ہوتی تھی۔ لطف و کرم کے ساتھ منازل سلوک بھی طے ہوتے تھے۔ علم کی بلندیوں پر لے جا کر کیسے علم یقین، عین الیقین اور حق الیقین کے مراتب سے سرفراز فرماتے۔ رقت قلبی اور کیف و سرور کا دور دورہ ہوتا غرضیکہ میں اور آپ حقائق و معارف کے ان مشاہدات کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو حجۃ الاسلام کے درس سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ استادِ مکرم دورانِ درس ہمیشہ رو بقبلہ ہو کر بیٹھتے۔ بعض اوقات احادیث کی تشریح کرتے ہوئے آپ پر رقت قلبی طاری ہو جاتی اور اس کا اثر گھنٹوں رہتا۔ جب سرکارِ دو عالم ﷺ کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ ہوتا تو فضا میں ایک عجیب و غریب کیفیت محسوس ہوتی اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ نبی دو عالم ﷺ نظر کرم فرماتے۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ خلاصۂ علمی محفل میں آپ کی ہی احادیث کے تذکرے ہوتے۔ پھر یہ وہی کمرہ (مسند درس و تدریس) تھا جہاں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عاشق رسول ﷺ، مجدد طریقت و شریعت عقیدت اخلاص اور محبت وارفتگی کے ساتھ درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔

رموزِ عاشقاں ' عاشق بداند

ایک روز بخاری شریف کا درس جاری تھا۔ نبی دو عالم ﷺ کے وصالِ مبارک کی احادیث کی قرأت ہو رہی تھی اور حضرت کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں۔ ایسی رقت طاری ہوئی کہ پوری فضا سوگوار ہو گئی۔

آپ بیان کرتے کہ میرے ہم درس ساتھی ذہین طلبہ تھے۔ بحث میں اکثر طلبہ حصہ لیتے۔ میں بھی خوب تیاری کر کے حاضر ہوتا تھا جبکہ استادِ مکرم کوئی سوال پوچھتے تو تحمل و تدبر کے ساتھ منطقی انداز میں جواب عرض کرتا جسے سن کر حضرت خوش ہوتے جس سے خوب حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ ایک روز بحث طول پکڑ گئی۔ درسی کتب کے حوالہ سے گفتگو کر رہا تھا کہ حضرت استادِ مکرم جواب سنکر مسکرا رہے تھے۔ جب میں نے اپنی بات ختم کی تو مسکراتے ہوئے فرمایا: ''تم ابوالحقائق ہو۔'' پھر اکثر ایسا ہوتا کہ جب درس شروع ہوتا تو مجھے مخاطب کر کے فرماتے: ''ابوالحقائق! حدیث رسول ﷺ کی قرأت کرو۔''

سورۂ رحمٰن کی تنویر تو
رحمت رحمٰن کی تصویر تو
حجۃ الاسلام کا پروردہ تو
علم و فن اور دین میں سرکردہ تو

(مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری)

دستار بندی اور ابوالحقائق کا لقب:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جب دورہ حدیث کی تکمیل کر لی تو دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف کے دستور کے مطابق سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت ۲۱ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ بمطابق ۴ فروری ۱۹۲۶ء بروز جمعرات ہوا۔ اسٹیج پر حجۃ

الاسلام کے علاوہ کئی جید علماء کرام تشریف فرما تھے جن میں بحرالعلوم یادگارِ اسلاف' عارف طریقت' واقفِ رموزِ حقیقت حضرت مولانا تقدس علی خاں قادری رضوی شیخ الجامعہ پیر جوگوٹھ سندھ تشریف فرما تھے۔ راقم الحروف نے حضرت کی خدمت میں ایک خط لکھا (آپ کی زندگی کے آخری ایام تھے) حضرت نے کمال شفقت فرماتے ہوئے جواب عطا فرمایا اور اس منظر کا ذکر فرمایا جب شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی ہوئی تھی۔ فارغ التحصیل ہونے والے علماء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی سرفہرست تھا۔

حضرت حجۃ الاسلام نے آپ کو ''ابوالحقائق'' کے لقب سے پکارا اور سند میں بھی نام کے ساتھ یہی لقب لکھا اور آپ کی علمی قابلیت کے پیش نظر آپ کو دارالعلوم منظرِ اسلام میں درس و تدریس کے لئے بطورِ مدرس خدمات سرانجام دینے کے لئے کہا جسے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لئے ایک بڑا اعزاز سمجھتے ہوئے قبول کرلیا۔ یوں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے سب سے ممتاز دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی جہاں ایک سال قبل بطورِ طالب علم داخل ہوئے دوسرے تعلیمی سال کے آغاز پر بطورِ معلم فائز کردیئے گئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیمی سلسلہ رسمیہ و مروّجہ دستور کے مطابق ۲۱ رجب ۱۳۴۴ھ بمطابق ۴ فروری ۱۹۲۶ء بروز جمعرات کو اختتام پذیر ہوا۔ قمری سال فراغت قرآن کریم کی اس معروف آیت کریمہ

''ما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین''

۱۳۴۴ھ

جبکہ شمسی سال فراغت ''ذٰلك الفوز العظیم''

۱۹۲۶ء

سے نکلتا ہے۔ تعلیم سے فراغت کے وقت آپ کی عمر مبارک چودہ سال دو ماہ تین دن تھی۔ اس احسانِ عظیم پر جس قدر بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا جائے کم۔

گر برتن من زبان شود ہر مو
یک شکر از ہزار نتوانم کرد

اجازت نامہ کتب حدیث صحاح ستہ:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو کتب صحاح ستہ کی اجازت مرحمت فرمائی جس طرح انہیں ان کے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ سند چار واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

سلسلۃ الذھب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

۱۔ حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۰ھ) وزیرآباد

۲۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ) بریلی

۳۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۰ھ) بریلی

۴۔ حضرت مخدوم الشاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ) مارہرہ

۵۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) دہلی

۶۔ اِمام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ) دہلی

۷۔ حضرت ابوطاہر محمد عبدالسمیع بن ابراہیم الکردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۵ھ) مدینہ منورہ

۸۔ حضرت ابراہیم بن حسن الکردی الکورانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰۱ھ) مدینہ منورہ

۹۔ الشیخ احمد بن محمد بن یونس القشاشی المالکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۱ھ) مدینہ منورہ

۱۰۔ الشیخ احمد بن علی بن عبدالقدوس الشناوی المصری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۲۸ھ) مدینہ منورہ

۱۱۔ الشیخ شمس الدین محمد بن احمد الرملی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰۴ھ) مصر
۱۲۔ شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا بن محمد بن احمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۴ھ) مصر
۱۳۔ الشیخ شہاب الدین احمد المعروف حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) مصر
۱۴۔ الشیخ زین الدین ابراہیم بن احمد بن عبدالواحد التنوخی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۰ھ) شام
۱۵۔ الشیخ ابوالعباس احمد بن ابی طالب محدث حجاز رحمۃ اللہ علیہ (۷۳۰ھ) حجاز
۱۶۔ الشیخ سراج الدین حسین بن المبارک محدث زبیدی رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۱ھ) بغداد
۱۷۔ الشیخ ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ محدث ہروی رحمۃ اللہ علیہ (۵۵۳ھ) بغداد
۱۸۔ الشیخ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن مظفر محدث داؤدی (۴۶۷ھ) خراسان
۱۹۔ الشیخ ابوعبداللہ بن احمد محدث سرخسی رحمۃ اللہ علیہ (۳۸۱ھ) خراسان
۲۰۔ الشیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف فربری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲۰ھ)
۲۱۔ امیر المومنین فی الحدیث الشیخ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۶ھ)

سلسلۃ الذہب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ:

۱۔ حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۰ھ)
۲۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ)
۳۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۰ھ)
۴۔ حضرت مخدوم الشاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ)
۵۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ)
۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ)
۷۔ حضرت شیخ ابوطاہر کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۵ھ)
۸۔ حضرت شیخ ابراہیم کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰۱ھ)
۹۔ حضرت شیخ سلطان مزاحی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۵ھ)

۱۰۔ حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن جلیل سبکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۲ھ)

۱۱۔ حضرت شیخ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۸۴ھ)

۱۲۔ حضرت شیخ زین الدین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۶ھ)

۱۳۔ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ)

۱۴۔ حضرت شیخ صلاح بن ابی عمر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ (۷۸۰ھ)

۱۵۔ حضرت شیخ فخر الدین ابوالحسن علی بن احمد عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ (۶۹۰ھ)

۱۶۔ حضرت شیخ ابوالحسن موید بن محمد طوسی رحمۃ اللہ علیہ (۶۱۷ھ)

۱۷۔ حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد بن فضل بن احمد الفرادی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۳ھ)

۱۸۔ حضرت ابوالحسن عبدالغافر بن الفارسی رحمۃ اللہ علیہ (۴۴۸ھ)

۱۹۔ حضرت ابواحمد محمد بن عیسٰی الجلودی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۸ھ)

۲۰۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان الجلودی رحمۃ اللہ علیہ (۳۰۸ھ)

۲۱۔ حضرت ابوالحسن مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (۲۶۱ھ)

سلسلۃ الذھب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ:

۱۔ حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۰ھ)

۲۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ)

۳۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۰ھ)

۴۔ حضرت مخدوم الشاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ)

۵۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ)

۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ)

۷۔ حضرت شیخ ابوطاہر کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۵ھ)

۸۔ حضرت شیخ ابراہیم کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰۱ھ)

۹۔ حضرت شیخ سلطان مزاحی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۵ھ)

۱۰۔ حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن جلیل سبکی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۲ھ)

۱۱۔ حضرت شیخ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۸۴ھ)

۱۲۔ حضرت شیخ زین الدین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۶ھ)

۱۳۔ حضرت شیخ عزیز الدین عبدالرحیم بن محمد الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۱ھ)

۱۴۔ حضرت شیخ عمر بن ابی الحسن المراغی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۸ھ)

۱۵۔ حضرت شیخ فخر الدین ابن البخاری رحمۃ اللہ علیہ (۶۹۰ھ)

۱۶۔ حضرت شیخ عمرو بن طبرز بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۷ھ)

۱۷۔ حضرت شیخ عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سہل رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۸ھ)

۱۸۔ حضرت شیخ قاضی ابو عامر محمود بن قاسم ابن محمد ازدی رحمۃ اللہ علیہ (۴۸۷ھ)

۱۹۔ حضرت شیخ ابو محمد عبدالجبار بن محمد بن عبداللہ المروزی رحمۃ اللہ علیہ (۴۱۲ھ)

۲۰۔ حضرت شیخ ابوالعباس محمد بن محبوب المحبوبی رحمۃ اللہ علیہ (۳۴۶ھ)

۲۱۔ حضرت شیخ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (۲۷۹ھ)

سلسلۃ الذہب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تا امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ:

۱۔ حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۰ھ)

۲۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ)

۳۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۰ھ)

۴۔ حضرت مولانا شاہ آلِ رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ)

۵۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز حنفی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ)

۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ)

۷۔ حضرت شیخ ابو طاہر کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۵ھ)

۸۔ حضرت شیخ ابراہیم کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۰۱ھ)

۹۔ حضرت شیخ احمد قشاشی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۱ھ)

۱۰۔ حضرت شیخ احمد شناوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۲۸ھ)

۱۱۔ حضرت شیخ محمد بن احمد رملی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰۴ھ)

۱۲۔ حضرت شیخ زین الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۶ھ)

۱۳۔ حضرت شیخ عزیز الدین عبد الرحیم بن محمد الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۱ھ)

۱۴۔ حضرت شیخ عمر بن ابی الحسن المراغی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۸ھ)

۱۵۔ حضرت شیخ فخر الدین ابن البخاری رحمۃ اللہ علیہ (۶۹۰ھ)

۱۶۔ حضرت شیخ احمد بن محمد اللبنان رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ)

۱۷۔ حضرت شیخ ابو علی حسن بن احمد الحداد رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۳ھ)

۱۸۔ حضرت شیخ قاضی ابو نصر احمد بن الحسین الکسار رحمۃ اللہ علیہ (۴۱۳ھ)

۱۹۔ حضرت حافظ ابو بکر ابن احمد بن محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (۳۶۴ھ)

۲۰۔ حضرت شیخ عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمۃ اللہ علیہ (۳۰۳ھ)

سلسلۃ الذہب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تا امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ:

۱۔ حضرت شیخ القرآن محمد عبد الغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۰ھ)

۲۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ)

۳۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۰ھ)

۴۔ حضرت مولانا شاہ آلِ رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ)

۵۔ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز حنفی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ)

۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ)

۷۔ حضرت شیخ ابو طاہر کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۵ھ)

۸۔ حضرت شیخ احمد قشاشی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۷۱ھ)

۹۔ حضرت شیخ احمد بن علی بن عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۲۸ھ)

۱۰۔ حضرت شیخ شمس الدین محمد بن احمد رملی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰۴ھ)

۱۱۔ حضرت شیخ زین الدین زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۹۲۶ھ)

۱۲۔ حضرت شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ)

۱۳۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ابی المجد دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (۸۰۰ھ)

۱۴۔ حضرت شیخ ابوالعباس احمد بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ (۷۳۰ھ)

۱۵۔ حضرت شیخ انجب بن ابی السادات بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۷ھ)

۱۶۔ حضرت شیخ ابوزرعہ طاہر بن محمد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۶ھ)

۱۷۔ حضرت فقیہ ابی منصور محمد بن حسین بن مقومی رحمۃ اللہ علیہ (۴۸۴ھ)

۱۸۔ حضرت شیخ ابوطلحہ قاسم بن المنذر الخطیب قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (۴۰۹ھ)

۱۹۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قطان رحمۃ اللہ علیہ (۳۴۵ھ)

۲۰۔ حضرت شیخ ابوعبداللہ محمد بن یزید المعروف ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ (۲۷۳ھ)

سلسلۃ الذہب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تا امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ:

۱۔ حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۰ھ)

۲۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۶۲ھ)

۳۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۰ھ)

۴۔ حضرت مولانا شاہ آلِ رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۶ھ)

۵۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز حنفی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ)

۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ)

۷۔ حضرت شیخ ابوطاہر کردی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۴۵ھ)

۸۔ حضرت شیخ حسن عجیمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۳ھ)

۹۔ حضرت شیخ عیسیٰ مغربی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۸۰ھ)

۱۰۔ حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۶۹ھ)

۱۱۔ حضرت شیخ بدر الدین حسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حضرت حافظ ابوالفضل جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ)

۱۳۔ حضرت شیخ محمد بن مقبل حلبی رحمۃ اللہ علیہ (۸۷۰ھ)

۱۴۔ حضرت شیخ صلاح بن ابی عمر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ (۷۸۰ھ)

۱۵۔ حضرت شیخ ابوالحسن فخر الدین علی محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ (۶۹۰ھ)

۱۶۔ حضرت شیخ ابوحفص عمر بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۷ھ)

۱۷۔ حضرت شیخ ابراہیم بن محمد بن منصور کرخی رحمۃ اللہ علیہ (۵۳۹ھ)

۱۸۔ حضرت شیخ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۳ھ)

۱۹۔ حضرت شیخ ابوعمر محمد قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ (۴۱۴ھ)

۲۰۔ حضرت شیخ ابوعلی محمد بن احمد لولوی رحمۃ اللہ علیہ (۳۳۳ھ)

۲۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ علیہ (۲۷۵ھ)

حدیث مسلسل بالاولیت کی سند:

اگر ہر راوی ''ھو اول حدیث سمعته منه'' (وہ پہلی حدیث جو میں نے ان سے سنی) پر متفق ہوتو اس کو مسلسل بالاولیت کہتے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن کو یہ سند حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملی۔

۱۔ حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت سید شاہ آل رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ حضرت سیّد آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ حضرت سیّد شاہ حمزہ بن سیّد آل محمد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت سیّد طفیل محمد اتر ولی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت سیّد مبارک فخر الدین بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ حضرت شیخ ابوالرضا ابن اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ حضرت شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ بروحی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ حضرت شیخ محمد بن افلح الیمنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ حضرت شیخ وجیہہ الدین عبدالرحمٰن بن ابراہیم علوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۳۔ حضرت شیخ شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت شیخ شہاب ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی، علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ حضرت ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین العراقی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶۔ حضرت شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الترمذی رحمۃ اللہ علیہ

۱۷۔ حضرت ابوالفتح محمد بن محمد بن ابراہیم المیدومی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۔ حضرت ابوالفرج عبداللطیف بن عبدالمنعم الحرانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۔ حضرت حافظ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

۲۰۔ حضرت ابوسعید اسماعیل بن ابی صالح احمد بن عبدالملک نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۱۔ حضرت ابوصالح ابن عبدالملک الموذن رحمۃ اللہ علیہ

۲۲۔ حضرت ابوطاہر محمد بن محمد محمش الزیادی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳۔ حضرت ابوحامد احمد بن محمد بن یحیٰی بن بلال البزار رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن بشیر بن الحکم رحمۃ اللہ علیہ

۲۵۔ حضرت سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ

۲۶۔ حضرت ابو قابوس مولیٰ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

۲۷۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الراحمون یرحمھم الرحمن وتبارك و تعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رحم کرنے والوں پر رب رحمٰن و تبارک وتعالیٰ رحم فرماتا ہے ان پر رحم کرو جو زمین پر ہیں تو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان پر ہے۔''

الحدیث المسلسل بالاضافت (ضیافت الاسودین):

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر راوی بیان کرتا ہے کہ میرے شیخ نے یہ حدیث روایت کرتے ہوئے پانی اور کھجور کی ضیافت سے بھی نوازا۔ پانی اور کھجور کو اہل عرب ''اسودین'' کہتے ہیں۔ اس حدیث کی سند بھی آپ کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بطریقہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے۔

سلاسل علوم (دہلوی' بریلوی' خیرآبادی):

ا۔ سلسلہ تلمذ دہلوی:

حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ آلِ رسول قادری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ سلسلہ تلمذ بریلوی:

حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا نقی علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا رضا علی خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ سلسلہ تلمذ خیر آبادی:

حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہ سند فقہ حنفی:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ سند فقہ حنفی حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد واسطوں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک پھر حضرت امام حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ' امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت اسود رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطوں سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے۔

سند معقول ومنقول:

حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علامہ مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا علامہ ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عبدالواحد الکرمانی خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد اعظم السندیلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا کمال الدین السہالوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا نظام الدین السہالوی رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محل

اساتذہ کرام کا تعارف

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ' حضرت قبلہ عالم پیر سیّدنا مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ' حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا احمد دین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی بابِ اول خاندان و آبائے کرام میں گزر چکے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ جیلانی رزاقی قادری چشتی حنفی قدس سرہٗ کے نسب پاک کا سلسلہ پچیس واسطوں سے حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور چھتیس واسطوں سے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

ظاہر از اہل بیت نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ہمچو در ماہِ نور خورشید است
از ازل تا ابد بود ظاہر
زانکہ ایں نور نور جاوید است

(اخبار الاخیار)

اسلام آباد میں کوہِ مارگلہ کے دامن میں ایک قصبے کا نام گولڑہ شریف ہے جو غالباً وہاں کے قدیمی باشندوں گولڑہ قوم کے باعث اس نام سے موسوم ہے۔ حضرت پیر

سیّد روشن شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور پیر سیّد رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپسی پر بغداد پھر بصرہ سے کابل پہنچے اور وہاں سے سرزمین گولڑہ میں داخل ہوئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ حضرت پیر سیّد روشن دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت پیر سیّد غلام شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی اپنے چچا پیر سیّد رسول شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس رشتہ سے پیر سیّد نذر دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ تولّد ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ہیں۔ بلند اوصاف اور لطیف واردات حال کے مالک تھے۔ غریب نوازی، مظلوموں کی حمایت، سخاوت، شجاعت اور سپہ گری کے اوصاف نمایاں رہے۔ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ء بروز سوموار قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے متعلق بشارتیں آپ کے خاندان میں پہلے ہی چلی آ رہی تھیں۔ قبلہ عالم ابھی چار سال کی عمر کو نہ پہنچے تھے کہ پیر سیّد فضل دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"یہ ابھی معصوم ہے اسے معلوم نہیں کہ ایک روز یہ کیا ہونے والا ہے؟"

بچپن میں عشق الٰہی کی سرگرمیوں کا یہ عالم تھا کہ خود فرماتے ہیں:

"بچپن میں مجھے آبادی سے ایک گونہ وحشت تھی اور ویرانوں میں جی لگنے کا احساس ہوتا تھا۔"

سات برس کی عمر میں بحالت خواب ابلیس سے قوت آزمائی فرمائی اور اسے گرانے میں کامیاب ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم کا یہ عالم تھا کہ انگریز ممتحن نے آپ پر سوال کیا کہ باید کا مصدر کیا ہے؟ آپ نے صحیح جواب دیا۔ ممتحن نے صحیح جواب سن کر ساری جماعت کو یہ کہہ کر پاس کر دیا کہ جب اس قدر کم سن بچہ صحیح جواب دے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد کی تعلیم اچھی ہے اور پوری جماعت لائق ہے۔ حافظہ کا یہ عالم تھا کہ قرآن مجید کا روزانہ سبق آپ زبانی حفظ کر کے سنا دیا کرتے۔ جب ناظرہ قرآن کریم ختم ہوا تو قرآن کریم حفظ ہو چکا تھا۔

آپ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے دارالعلوم بھوئی (حسن ابدال) میں داخلہ لیا اور دو اڑھائی سال میں رسائل منطق قطبی تک اور نحو و اصول کے درمیانہ اسباق کی تعلیم مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ پھر آپ نے مدرسہ موضع انگہ ضلع شاہ پور سرگودھا میں داخلہ لیا اور مولانا سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ یہاں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ چھوٹے درجہ کے طلبہ کو تعلیم بھی دینے لگے۔ آپ اپنے استادِ محترم کے ہمراہ اکثر سیال شریف حاضری دیتے بالآخر حصولِ تعلیم کے بعد سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ سلسلہ قادریہ میں آپ کو حضرت پیر فضل دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت حاصل ہے۔ انگہ میں دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کانپور میں حضرت مولانا احمد حسن محدث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے مگر وہاں سے علی گڑھ میں مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں داخلہ لیا۔ یہاں اڑھائی سال تک قیام پذیر رہے۔ آپ کی قابلیت' بلند اخلاقی اور مثالی کردار کی شہرت چاروں اطراف پھیل گئی۔ یہاں کئی مناظروں میں کامیابی حاصل ہوئی۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا نے قرآن مجید' کتب احادیث' صحاح ستہ اور بعض خصوصی احادیث کی اسناد عطا فرمائیں۔ ۱۸۷۸ء میں آپ فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس گولڑہ شریف تشریف لائے اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس زمانہ میں آپ مسجد ضرار کے مسئلہ پر قطبال ضلع اٹک تشریف لے گئے۔ جبکہ گولڑہ شریف کے ایک نواحی گاؤں میں شیعہ حضرات سے مناظرہ بھی ہوا۔ ۱۸۸۲ء تا ۱۸۹۰ء کا دور آپ کا زمانہ جذب و سیاحت کا ہے۔ اعلیٰ حضرت سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے طویل سفروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ متعدد بار لاہور تشریف لائے۔ ایک مرتبہ سال بھر یہاں قیام رہا۔ ملتان میں حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر اکثر حاضری دیتے رہے۔ پاک پتن' ڈیرہ غازی خاں' مظفر گڑھ' اجمیر شریف اور حسن ابدال وغیرہم میں

قیام پذیر رہے۔ ۱۳۰۷ھ میں حجازِ مقدس کے سفر پر روانہ ہوئے وہاں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی تقریر سن کر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ وجد میں آ گئے اور اپنے سلسلہ چشتیہ صابریہ کی اجازت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی۔ اس سفر کے دوران وادی حمرا میں آپ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی جس کا ذکر اپنی مشہور نعت میں بھی کیا ہے۔ حجازِ مقدس سے واپسی پر آپ نے بہت کم سفر اختیار فرمائے۔ ۱۹۰۴ء میں ریاست بھوپال کا سفر فرمایا۔ آپ نے کبھی سیاست میں حصہ نہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبولِ عام اور محبوبیت کی جو خلعت عطا فرمائی تھی اس کی مثالیں دیکھنے میں کم آتی ہیں۔ آپ جہاں کہیں تشریف فرما ہوتے آپ سے بڑھ کر دلکش اور جاذبِ نظر کوئی نہ ہوتا۔ جب لوگ دست بوسی اور مصافحہ کے لئے اژدھام کرتے تو مخلصین آپ کے گرد ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر حلقہ بنا لیتے تاکہ ہجومِ خلق سے تکلیف نہ ہو۔

حج سے واپسی پر مسجد' مدرسہ اور لنگر خانہ کی تعمیر پر خصوصی توجہ فرمائی۔ پختہ اور شاندار مسجد تعمیر فرمائی۔ چونکہ آپ کا تعلق سلسلہ چشتیہ سے تھا اس لئے غنا اور سماع کو جائز اور مباح سمجھتے تھے۔ قوالی بچپن ہی سے مرغوب تھی۔ آپ جب محفل سماع میں تشریف فرما ہوتے تو متعدد غیر مسلم آپ کی وجدانی کیفیت دیکھ کر اسلام قبول کر لیتے۔ اعراس اور دیگر مجالس کی قوالی میں رقت' حالت سکر اور قیام کی روایتیں ملتی ہیں۔ آخری ایام میں وجد کی علامت یہ رہ گئی تھی کہ داہنے ہاتھ کو حرکت میں لا کر ایک دو بار جھٹک دیا کرتے۔ اس روز جو شخص بیعت ہوتا یا مصافحہ کرتا اس پر رقت طاری ہو جاتی۔

آپ کے قیامِ حجاز کے دوران حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بنا بر کشف فرمایا: عنقریب سرزمین ہندوستان میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جس کا سدباب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش

بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے۔ اس فتنہ سے مراد فتنہ قادیانیت تھا۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد نے مجدد کے دعوے سے بڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کا اعلان کر دیا۔ مرزا نے ایک خط حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اس مشن میں میری اعانت کریں جس کے جواب میں آپ نے لکھوایا: میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظروں اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں۔ جب مرزا کے مذہب کا پرچار زیادہ ہونے لگا تو آپ نے ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء شعبان رمضان میں ایک رسالہ بعنوان ''شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح'' لکھا جس سے ملک کے طول وعرض میں شور بپا ہو گیا اور غلام احمد قادیانی نے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو عربی میں تفسیر نویسی کے مقابلہ کا چیلنج دے دیا۔ گولڑہ شریف میں یہ اشتہارِ دعوت ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء کو ملا۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز جواب دے دیا۔ چنانچہ ملک کے تمام اخبارات میں دعوتِ مناظرہ اور جوابِ دعوت کی اطلاعات نشر ہو گئیں۔ ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء یومِ مناظرہ مقرر ہونے پر حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے۔ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے حضرت کو اس محاذ پر اپنا قائد تسلیم کر لیا۔ اس وقت قبلہ عالم کی عمر صرف بیالیس سال کے قریب تھی۔ مناظرہ کے موقع پر ہزاروں علماء بادشاہی مسجد پہنچے۔ ۲۶، ۲۵ اگست کو دونوں اطراف کے نمائندے مسجد میں جمع ہوتے رہے لیکن مرزا کو نہ آنا تھا اور وہ نہ آیا۔ قادیانی جماعت کے علماء کی طرف سے مباہلہ کی دعوت ملی آپ نے اسے بھی منظور کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آ جاؤ۔''

آپ نے ۲۹ اگست تک لاہور میں قیام فرمایا۔ ''اعجاز المسیح اور شمس بازغہ'' کے جواب میں قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سیف چشتیائی'' تصنیف فرمائی جو مذہبی اداروں میں مفت تقسیم ہوئی جس میں شمس بازغہ کے صفحہ بہ صفحہ اندراجات کے علمی

الترتیب دندان شکن جوابات دیئے۔

انگریز حکومت کی طرف سے آپ کو لالچ دیا گیا اور وسیع جاگیر کی پیش کش ہوئی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی۔ ۱۹۱۱ء میں جارج پنجم کے دہلی دربار کے موقع پر آپ کو شمولیت کی دعوت دی گئی آپ نے انکار فرما دیا۔ اس کے برعکس والیان ملک اور رؤسا عظام آپ کے حلقہ میں شامل ہونے لگے۔ چنانچہ امیر حبیب اللہ خاں والی افغانستان دعا کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے۔ نواب آف بہاولپور' نواب ولی الدولہ حیدر آباد دکن' نواب صاحب انب دربند' سردار محمد علی خاں گھیبہ' نواب سر عمر حیات خاں و سر خضر حیات خاں ٹوانہ' نواب میاں حیات قریشی وغیرہ کے علاوہ مذہبی درگاہوں کے سجادہ نشین حضرات عظیم خطباء آپ کی محفل میں حاضری دیتے رہے اور آپ کے فیوض و برکات سے استفادہ کرتے رہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا گیا ہے۔ رنگ گندم گوں' پیشانی بلند اور چمکدار' آنکھیں مخمور اور رعب آفرین' ناک ستواں' ابرو گھنے اور کماندار' لب متوسط' دھن فراخ' دندان روشن اور جدا جدا' ریش مبارک گھنی اور تا بہ سینہ' گیسو گھنگھریالے اور کانوں تک دراز' سینہ کشادہ' رخسار کم گوشت' انگشت ملائم اور باریک کف دست کشادہ اور قد مبارک میانہ مگر مجلس میں بیٹھے ہوئے بلند و بالا معلوم ہوتے تھے۔ آواز مبارک شیریں پرسوز' رفتار و چال ڈھال میں اہل علم کا وقار اور سلامت روی نظر آتی۔ بعد نمازِ عصر اسپ سواری کی غرض سے نکلا کرتے اور عشاء کے بعد واپس تشریف لاتے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پر کوائف استغراق ۳۳-۱۹۳۲ء میں وارد ہوئے اور ۳۶-۱۹۳۵ء میں انتہاء کو پہنچ گئے۔ پہلے نماز کے لئے مسجد کا جانا متعذر رہا پھر بستر پر نماز پڑھنے لگے' پھر اشاروں سے ادا ہونے لگی۔ زمانہ استغراق کے اوائل میں ڈاکٹر محمد اقبال کا ایک عریضہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو ملا جو مہر منیر میں شائع ہوا ہے۔

۱۹۳۷ء ماہ صفر میں حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو زکام اور میعادی بخار کا عارضہ لاحق ہوا جس سے بالآخر مایوس کن حالات کا ظہور ہوا۔ آخری تین روز یہ کیفیت رہی کہ بار بار دست حق پرست دعا کے لئے اٹھاتے پھر اپنے چہرہ مبارک کے سامنے تک لے جاتے۔ سہ شنبہ ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کی صبح کو نبض کی یہ حالت تھی کہ داہنے ہاتھ کی نبض رک رک کر چلتی تھی اور بائیں طرف یعنی قلب مبارک کی طرف نبض حسب معمول جاری تھی۔ گیارہ بجے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مسند لگا کر تھوڑی دیر کے لئے بٹھایا گیا پھر لٹا دیا گیا۔ بوقت عصر ساڑھے پانچ بجے آپ کو سہارا دے کر اٹھایا گیا۔ آپ تکیہ پر سہارا لئے بغیر سیدھے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کے اشارہ پر لٹا دیا گیا۔ شاہباز اوج روحانیت نے اسم ذات شریف اللہ ایک دفعہ ہی آہستہ مگر ایسی طویل اور عمیق آواز میں زبانِ شوق اور قلب عرفاں سے ادا فرمایا کہ اس کی گونج آپ کے دماغ عالی سے لے کر قدم مبارک کے ناخنوں تک سارے بدن اطہر میں پھیل گئی۔ یہ کیفیت عالم نمود کی الوداعی جھلک تھی جس میں آں مجسمہ نورانیت' سلطان الواصلین نے قاصد محبوبِ حقیقی داعی وصال کا ''روحی لبیک'' سے خیر مقدم فرمایا۔ اسم ذات شریف کا دوبارہ اعادہ فرما کر روبقبلہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صورت از بے صورتی آید بروں
باز شد انا الیہ راجعون

دوسرے روز بروز بدھ یکم ربیع الاول ۱۲ مئی ایک بجے سے چھ بجے تک حضرت کی چارپائی مبارک کو آستانہ کے مہمان خانہ میں اونچی جگہ رکھ دیا گیا تا کہ زائرین آسانی سے زیارت کر سکیں۔ ساڑھے چھ بجے مولانا قاری غلام محمد صاحب مرحوم خطیب آستانہ کی امامت میں نمازِ جنازہ میں تقریباً ڈیڑھ پونے دو لاکھ علماء وافراد شریک ہوئے اور مسجد کے جنوبی باغ میں دفن فرمایا گیا۔ ملک کے تمام اخبارات ورسائل نے اداریے اور

خصوصی مضامین شامل اشاعت کیے۔ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حسین روضہ مبارک کی تعمیر و تیاری پر ۲۰ برس لگے اور ایک لاثانی و عظیم روضہ انور مرجع خلائق ہے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات' مناظرے' ملفوظات' کرامات اور تصانیف کی تفصیلات سے مہر منیر مزین ہے۔ آپ کی مشہور تصانیف ''تحقیق الحق فی کلمۃ الحق ۱۸۹۷ء' فارسی زبان میں شمس الھدایۃ ۱۹۰۰ء' سیف چشتیائی ۱۹۰۲ء' اعلا کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ ۱۹۰۴ء' الفتوحات الصمدیہ ۱۹۰۷ء میں جبکہ تصفیہ مابین سنی و شیعہ بعد از وصال شائع ہوئی۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ پنجابی اور فارسی زبان کے ایک نعت گو شاعر تھے۔ آپ کا کلام جو نعت' مناجات اور تصوف پر مشتمل ہے اپنی مستی اور انوکھے انداز کی وجہ سے غلبہ حال کا مرقع معلوم ہوتا ہے۔ کئی طویل نظمیں فی البدیہ لکھتے یا لکھوا دیتے تھے۔

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیض عام ان کے اکلوتے صاحبزادے اور خلف الصدق' سیادت پناہ' جان ایقان' کان عرفان' سلطان العارفین' محبوبِ الٰہی' حضرت ثانی قبلہ شاہ غلام محی الدین المعروف ''بابوجی'' گیلانی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر جاری و ساری رہا۔ الولد سر لابیہ کی اصطلاح صحیح معنوں میں آپ پر صادق آتی۔ نقاش ازل جل جلالہ نے اس نقش ثانی کی ذاتِ بابرکات کو ایک ایسا صاف اور روشن آئینہ بنا دیا جس میں قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و خصائل کی ہوبہو تصویر اور تمثیل نظروں کے سامنے آ جاتی۔ حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت دسمبر ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔ اس ولادت باسعادت کی خوشخبری دستورِ زمانہ کے مطابق ''مبارک'' کے لفظ سے دی گئی تو فرمایا مبارک کے لفظ سے سمجھا شاید مجھے خدا مل گیا۔ بعد ازاں فرمایا: ہر شخص کو نرینہ اولاد

کے پیدا ہونے سے خوشی ہوتی ہے لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے گھر میں ایک اللہ اللہ کرنے والی روح کا ورود ہوا ہے۔ چنانچہ قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سفر و حضر زندگی بھر اپنے مالک کی یاد سے غافل نہ ہوئے۔ آپ کی تربیت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ علم و فضل کے گہوارے میں ہوئی۔ آپ نے تجوید حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ظاہری و باطنی علوم سے مزین کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا۔ علوم اسرارِ باطنیہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس اور فیضان نظر سے حاصل کئے اور ذاتی استعداد و علو ہمتی کے سبب قرب و کمال کی بلند و بالا منزلیں طے فرمائیں۔ زمانہ طفولیت سے ہی ریلوے انجن سے خصوصی شغف تھا۔ ڈرائیور عموماً انگریز ہوتے تھے۔ آپ اکثر راتیں گولڑہ شریف اسٹیشن پر گزار دیتے۔ مخلصین نے آپ کو نشست گاہ کی آرائش کے لئے انجنوں کی تصاویر اور ماڈل پیش کئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی دلچسپی کے پیش نظر آپ کو ''بابو جی'' کا لقب عطا فرمایا۔ یہ اس قدر مقبول ہوا کہ آج تک اسی نام سے سب لوگ یاد کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس انجن کی چار باتیں پسند ہیں۔ اول حوصلہ' جتنی زیادہ آگ ڈالو اتنا زیادہ تیز چلتا ہے۔ دوم وفا' اس کے ساتھ فرسٹ کلاس کا ڈبہ لگا دو یا مال گاڑی کا چھکڑا جہاں خود جائے گا اپنے ساتھیوں کو بھی وہیں لے جائے گا۔ سوم ایثار' خود جلتا ہے مگر دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے یعنی منزلِ مقصود پر لے جاتا ہے۔ چہارم استقامت' اپنی متعین لائن پر ہی چلتا ہے بے راہ روی نہیں اختیار کرتا۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و روحانی تکمیل سے ہر طرح مطمئن ہو گئے تو آپ کو اجازت بیعت عطا فرمائی اور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کو یوں ارشاد فرمایا: ''اچھا جو شخص تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے گا اس کا میں ذمہ دار ہوں۔''

آپ کی شادی خانہ آبادی ۱۹۱۰ء میں ہوئی۔ اس موقع پر عوام و خواص کے

علاوہ علماء کرام' مشائخ عظام بہ کثرت تشریف لاے۔ تواضع وانکساری' جودوسخا' اخفائے حال' محبت فی اللہ' عفوو درگذر' وفا اور آشنا پروری اور دینی وملی خدمات جیسے واقعات سے آپ کی سیرت بھری پڑی ہے۔ حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے حضرت قبلہ پیر سیّد غلام معین الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (عرف بڑے لالہ جی) اور حضرت قبلہ پیر سیّد عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی (عرف چھوٹے لالہ جی) قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں بالترتیب ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۶ء میں عطا فرمائے۔ ہر دو صاحبزادگان کی تعلیم وتربیت کی طرف قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی توجہ فرمائی۔ ابتدائی تعلیم حضرت مولانا محمد غازی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ بعد میں اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ بہاولپور میں داخلہ لیا اور وہاں سے درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی۔ حضرت سیّد غلام معین الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک نعت گوشاعر بھی تھے۔ مشتاق تخلص تھا' کلام میں درد اور رقت کا غلبہ ہے۔ مجالس میں اکثر آپ کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ آپ کے نورِ نظر حضرت پیر سیّد نصیرالدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (فرزند اکبر ۱۹۴۹ء تا ۲۰۰۹ء) نے دربارِ عالیہ سے درسِ نظامی کے علاوہ تجوید اور دیگر علوم میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ فارسی' عربی' پنجابی اور دیگر زبانوں میں نہایت ہی ارفع شعر کہے ہیں۔ متعدد مجموعے اور تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کے علاوہ آپ کے مکتوبات جو دونوں صاحبزادوں کو دورانِ تعلیم لکھتے رہے "مسافر چند روزہ" کے عنوان سے شائع ہوئے ہے۔ اپنے والد بزرگوار کی طرح اسلامی اقدار اور اخلاق کی ترویج وترقی کو حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اپنا اولین مقصد حیات سمجھا۔ تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا فرمایا۔ کئی ایک کانفرسوں میں بذات خود شریک ہوئے۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے موقع پر بھرپور اعانت فرمائی اور خلاف عادت ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے عوام کو خطاب فرمایا۔ البتہ عملی طور پر سیاست میں حصہ نہ لیا اور نہ

ہی حکمرانِ وقت کے پاس جانا گوارا کیا۔ سرکارِ بغداد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خصوصی لگاؤ تھا۔ ان کے مزارات پر حاضری دیتے رہے۔ اعراس مبارکہ کی محافل واقعی لاثانی ہوا کرتی تھیں۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی شان وشوکت سے مناتے۔ درودوسلام کی ایسی محفل کی نظیر نہیں ملتی۔ ۱۹۷۲ء میں تمام اہل خانہ اور احباب کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر عراق کا سفر فرمایا۔ یہ آپ کا آخری سفر حجاز وعراق تھا۔ نومبر ۱۹۷۳ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ تھوڑے عرصے میں علاج سے کافی افاقہ ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا مگر معمولات میں فرق نہ پڑنے دیا۔ اپریل ۱۹۷۴ء میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروگرام کی خودنگرانی فرمائی مگر شدید بخار کی وجہ سے مجلس میں بذاتہ شامل نہ ہو سکے۔ ۱۱ مئی کو سی ایم ایچ راولپنڈی میں داخل ہوئے۔ بعد میں گولڑہ شریف تشریف لے گئے حتیٰ کہ ۹ جون کو شدید بخار ہوا۔ ڈاکٹر آپ کی کمزوری کے پیش نظر آپریشن نہ کر سکے۔ دورانِ بیماری ہسپتال کا سارا عملہ آپ کی قوتِ برداشت پر حیران تھا۔ عیادت کرنے والوں کی لمبی قطاریں لگ گئیں۔ بالآخر ۲ جمادی الثانی ۲۲ جون ۱۹۷۴ء کو گیارہ بجے شب آپ نے اپنے رفیق اعلیٰ کو لبیک کہا۔ ریڈیو ٹی وی اور اخبارات نے وصال کی خبر نمایاں طور پر شائع کی۔ موسم گرم ہونے کے باوجود تمام دن بادل چھائے رہے۔ جنازہ اٹھاتے وقت آسمان بھی اشکبار ہو گیا اور جنازہ کے اوپر ابابیلوں اور چڑیوں کے جھنڈ فضا میں پرواز کرنے لگے۔ پشاور سے کراچی تک آئے ہوئے تقریباً تین لاکھ افراد نے نمازِ جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور قبلہ عالم کے پہلو میں مشرق کی طرف دفن کیا گیا۔ وہ چاند جس نے عرصہ سے ایک عالم کو منور کر رکھا تھا مخلوق کی نگاہوں سے زیرزمین روپوش ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (ماخوذ از مہرِ منیر)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۸۷۵ء میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تمام کتب متداولہ معقول ومنقول، تفسیر حدیث اور فقہ وغیرہ اپنے والد ماجد امام اہل سنت حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ آپ ۱۹ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہوئے۔ یہ سعادت کم طلبہ کو ملتی ہے کہ اتنی کم عمری میں علوم پر دسترس حاصل کر لی جائے۔ ایسا کیونکر نہ ہوتا کہ آپ کے والد ماجد نے تیرہ سال دس ماہ پانچ دن میں فارغ التحصیل ہو کر دنیا کو حیران کر دیا تھا۔ آپ کے والد ماجد زیارت حرمین شریفین کے لئے آپ کو اپنے ساتھ لے کر گئے۔ وہاں آپ علماء کے درس میں شامل ہوئے اور اسناد حاصل کیں۔ آپ جلیل القدر باپ کے بیٹے اور شاگرد تھے۔ بڑے بڑے علماء آپ سے تفسیر بیضاوی اور درِ مختار کا درس لینے میں فخر محسوس کرتے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کے اندر آپ کے ذمے فتاویٰ جات میں حوالے نکالنا اور سندوں کی عبارتیں تلاش کرنا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں باقاعدہ طور پر دار العلوم منظرِ اسلام کے مہتمم مقرر ہوئے۔ مولانا حسنین رضا صاحب نے کیا خوب بات کہی ہے:

> ''اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تھے۔''

حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے مرشد شاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۶ء) سے بیعت تھے۔ آپ کو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳ سلاسل طریقت میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ (حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی) اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وصال سے چند روز قبل ارشاد فرمایا:

''ان کی بیعت میری بیعت ہے' ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے' جو ان کا مرید ہوا میرا مرید ہوا' ان سے بیعت کرو۔''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک دعوت پر خود نہ جا سکے حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا اور ساتھ یہ تحریر بھی دعوت دینے والے کے لئے لکھی: ''حامد رضا کو بھیج رہا ہوں یہ میرا قائم مقام ہے ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی سمجھنا۔'' اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: ''حامد منی وانا من حامد۔'' اور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نسبت کا ذکر اپنے ایک شعر میں یوں کیا:

انا من حامد و حامد رضا منی کے جلووں سے
بحمد للہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

۱۹۰۵ء میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد' والدہ اور چچا کے ہمراہ حج کی سعادت حاصل کی۔ اسی سفرِ حج کے دوران اعلیٰ حضرت نے اپنی معروف کتابیں الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاھم بھی لکھیں۔ بعد میں حجۃ الاسلام نے الدولۃ المکیہ کا اردو ترجمہ کیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو فتاویٰ اور تصنیف و تالیف سے فرصت نہ ملتی تھی احباب کے اصرار پر دارالعلوم منظرِ اسلام ۱۹۰۴ء میں قائم کیا گیا۔ اگرچہ اس کی بنیاد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی مگر اس کا بانی ''حجۃ الاسلام'' کو ہی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء میں جب مولانا سلامت علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے منظرِ اسلام کا معائنہ کرتے ہوئے جو تاثرات لکھے اس میں حجۃ الاسلام کو بانی دارالعلوم منظرِ اسلام لکھا اور دارالعلوم کے لئے لکھا: ''جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں۔''

جہاں آپ ایک بلند پایہ مناظر و مدرس تھے وہاں ایک اعلیٰ درجہ کے ادیب و خطیب بھی تھے۔ آپ کی زیرِ سرپرستی ماہنامہ ''یادگارِ رضا'' نکلتا رہا۔ آپ اردو' فارسی' عربی نثر کے علاوہ نظم پر بھی کمال رکھتے تھے۔ لاہور انجمن حزب الاحناف کے سالانہ

جلسہ دستار بندی کے موقع پر مولانا منظور احمد سنبھلی' ابوالوفا شاہ جہان پوری اور مولانا احمد علی شیرانوالہ گیٹ سے باقاعدہ گفتگو کے دوران طے پایا کہ ۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء کو یہاں مولانا اشرف علی تھانوی کے ساتھ ان کی تصنیف ''حفظ الایمان'' پر مناظرہ ہوگا۔ مولانا خود آئیں یا کسی وکیل کو بھیجیں۔ وقت مقررہ پر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی' مولانا شاہ علی حسین کچھوچھوی' مولانا نعیم الدین مراد آبادی' پیر سیّد صدر الدین ملتانی اور مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی پوری شان و شوکت کے ساتھ موجود رہے مگر علماء دیوبند کی طرف سے کوئی عالم دین اور نہ ہی مولانا اشرف علی تھانوی صاحب تشریف لائے۔ اس موقع پر مسجد وزیر خاں میں عظیم الشان جلسہ ہوا۔ ہزاروں علماء موجود تھے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس جلسہ سے خطاب فرمایا تھا۔

حجۃ الاسلام پیکر جمال و کمال' بلند اخلاق' متواضع و منکسر المزاج' معاصرین علماء سے الفت' تقویٰ وصبر کے مظہر تھے۔ ایک آپریشن کے دوران تکلیف کو برداشت کرتے رہے مگر ڈاکٹروں کے کہنے کے باوجود بے ہوش اس لئے نہ ہوئے کہ اس دوا میں الکوحل اور شراب ملی ہوتی ہے۔ آپ انتہائی عظیم مدبر' مفکر اور مصلح مبلغ تھے۔ آپ نے ۱۸۹۸ء میں ''الصارم الربانی'' لکھ کر قادیانیوں کی تحریک کے خلاف اپنی مہم کا آغاز فرمایا۔ کئی تحریکوں میں پیش پیش رہے مثلاً تحریک رضائے مصطفیٰ' تحریک خلافت' تحریک ترک موالات' تحریک مسجد شہید گنج۔ ۱۹۳۵ء میں مراد آباد کی کانفرنس کا خطبہ آپ کے سیاسی تدبر کا آئینہ دار ہے جس میں واضح طور پر دو قومی نظریہ کو بیان فرمایا۔

۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء کو بریلی شریف میں عشاء کی نماز کے دوران حالت تشہد میں وصال فرمایا۔ نمازِ جنازہ محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد رضوی فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو

میں دفن ہوئے۔

شاہ حامد رضا پیشوائے زمن
ذکراس کا ہے اب بھی چمن در چمن
نام تھا اس کا حامد وہ محمود تھا
ذات تھی اس کی تنہا مگر انجمن

(ماخذ تذکرہ جمیل مصنف خوشتر صدیقی' ماہنامہ جہان رضا لاہور)

استاذ العلماء حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ

فقیہ عصر حضرت مولانا احمد دین بن حضرت مولانا امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ بھوئی (حسن ابدال) کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں ہر طرف قرآن و حدیث کا ذکر تھا۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ نے اس عظیم علمی و روحانی گھرانے سے علم کی دولت حاصل کی۔ قطب الاقطاب' سیّد السالکین' قبلہ عالم اعلیٰ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کے عم محترم حضرت مولانا محمد شفیع قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔

''مہر منیر'' میں اعلیٰ حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب آپ موضع بھوئی بغرض تعلیم تشریف لے گئے تو اس وقت نواح میں تین مشہور درس جاری تھے۔ جب میں ان میں سے کسی ایک درس کو پسند کرنے کے خیال سے ادھر جا رہا تھا تو راستہ میں ایک ٹیلہ کے پاس سے تینوں طرف راستے پھوٹتے تھے۔ میں نے اس ٹیلہ پر چڑھ کر دیکھا تو ہر سہ جوانب عورتوں نے کپڑے دھو کر دھوپ میں ڈالے ہوئے تھے۔ دو جانب کے کپڑوں کے رنگ مختلف تھے مگر بھوئی کی سمت والے کپڑے تمام کے تمام سفید تھے جس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ ادھر اجلا پن اور نورانیت زیادہ ہے چنانچہ بھوئی کے درس میں آپ نے دو اڑھائی سال میں رسائل منطق قطبی تک اور نحو اور اصول

کے اسباق کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی حالات کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا البتہ ''مہر منیر'' کے مصنف نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ مولانا احمد دین سکنہ بھوئی جو علاقہ چھچھ ہزارہ کے مشہور علماء اور مدرسین میں سے تھے بچپن میں آپ کی خدمت میں لائے گئے اور ان کے والد بزرگوار نے انہیں نہایت کمزور ذہن خیال کرتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ عالم بن جائے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ذہین فرزندوں کو تو خود منتخب کر لیا اور اسے میرے پاس لائے ہو۔ اچھا اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں گے۔ خدا کی شان دیکھئے وہی بچہ آپ کی نظر کرم سے ایک تبحر عالم ہوا۔

حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ نے چند سال قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تعلیم حاصل کی اور آپ سے ہی شرفِ بیعت حاصل کیا جبکہ اپنے والد ماجد کے علاوہ حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کی تکمیل فرمائی اور پھر اپنے دارالعلوم میں ہی درس و تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا سیّد ضیاء الدین شاہ سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محی الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ رضویہ راولپنڈی اور حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ چکوال وغیرہم شامل ہیں۔

ایک رات آپ رحمۃ اللہ علیہ منطق کی کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے صبح کے درس کی تیاری تھی۔ کسی مسئلہ کو حل نہ کر پائے تو رات کو ہی گولڑہ شریف حاضری دی۔ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے کا چراغ جل رہا تھا' باہر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اندر سے اجازت دی۔ مسئلہ بیان کیا' حل ہونے پر رات کو ہی گاؤں واپس آئے اور صبح طلبہ کو درس دیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اور علمی فضائل آج بھی علماء کرام کی زبان پر جاری و ساری ہیں۔ علماء وطلبہ کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے علوم میں مہارت حاصل کی۔ ۸۲ سال کی عمر میں آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کا مزار بھوئی میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے صاحبزادوں میں شیخ الجامعہ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اور سب سے بڑے مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ سب سے بڑے صاحبزادے مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ آپ زیادہ وقت مختلف مدارس و مزارات پر سیر و سفر و حاضری میں گزارتے اور دعا فرماتے۔ اے اللہ! حالت سفر میں ہی موت دے دینا۔ چنانچہ گڑھی افغاناں میں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الاساتذہ، شیخ الجامعہ حضرت مولانا محب النبی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ معقول و منقول کے امام اور کثیر علوم وفنون کے سلطان تھے مگر مزاج کے لحاظ سے زمین کی عاجزی تھی۔ تقویٰ و طہارت، خلوص وللّٰہیت اور استقامت فی الدین میں سلف صالحین کا سچا اور عمدہ نمونہ تھے۔ آپ کے فیوض و برکات قیامت تک جاری رہیں گے کیونکہ دورانِ تدریس آپ نے وہ باکمال و باکردار علماء کرام تیار کئے جو آپ کے نام کو روشن کرنے کے لئے کافی اور مستقل صدقہ جاریہ ہیں۔ اگر انہیں شہنشاہ کشورِ علم اور مسند تدریس کا تاجدار کہا جائے تو یہ خطاب آپ کے شایانِ شان معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۷ء میں موضع بھوئی (حسن ابدال) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی قدر بذات خود استاذ العلماء تھے جن سے بڑے بڑے علماء کرام نے استفادہ کیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی والد گرامی حضرت

مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ ابتدائی تمام فارسی کتب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی غرض سے حضرت مولانا نواب علی رحمۃ اللہ علیہ پانوں ڈھیری (ہزارہ) کے پاس پہنچے اور وہاں صرف ونحو کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس گاؤں چلے آئے اور مزید کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ بعدازاں آپ مدرسہ معینیہ اجمیر شریف چلے گئے۔ وہاں جامع معقول ومنقول حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ پھر کچھ عرصہ حضرت مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت علامہ احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔ دورہ حدیث دارالعلوم مسجد فتح پوری دہلی میں حضرت مولانا عبداللطیف محدث نے سے پڑھا۔ تحصیل علم کے بعد سے وصال تک ساری زندگی مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔ آپ کے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے پرانے مراسم چلے آرہے تھے۔ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چمبہ پنڈ حاضر ہوئے آپ کی شادی کی بات چل نکلی تو مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے سوال کیا کس قدر کتب پڑھی ہیں اور ان پر کتنا عبور حاصل ہے کل صبح مدرسہ میں طلبہ کو پڑھاؤ۔ چنانچہ چند روز تک جامعہ غوثیہ چمبہ پنڈ میں پڑھایا تو حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ذہانت اور علمی بصیرت کے پیش نظر اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ یوں آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے استاد کے علاوہ بہنوئی بھی تھے۔

حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ کامل قبلہ عالم اعلیٰ حضرت پیر سیّدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت تھی۔ آپ نے حصولِ برکت کی خاطر چند اسباق اپنے پیر کامل سے بھی پڑھے تھے۔

چھ سال تک آپ نے اپنے گاؤں موضع بھوئی (حسن ابدال) میں تدریس

کے فرائض سرانجام دیئے۔ پھر آپ ۱۹۳۵ء میں مکھڈ شریف ضلع اٹک چلے گئے۔ حضرت مولانا میاں احمد دین کے زیرانتظام چلنے والا یہ مدرسہ برصغیر کے معروف علمی مراکز میں شمار ہوتا تھا۔ بڑے بڑے مدرسین یہاں پڑھانے کو اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ خصوصاً اس دارالعلوم کا نادر و نایاب کتابوں پر مشتمل ''کتب خانہ'' (لائبریری) اس کی شہرت میں اضافہ کا باعث بن گیا تھا۔ بعد میں آپ جامعہ نعمانیہ لاہور آگئے۔ قراردادِ پاکستان کے موقع پر یعنی ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو آپ یہاں ہی تدریس کے فرائض ادا کر رہے تھے۔ چنانچہ اس عظیم الشان جلسہ میں بھی آپ شریک ہوئے۔ ۱۹۴۳ء میں آپ یہاں سے دارالعلوم محمدیہ جھنگ تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ یہاں اور پھر کچھ عرصہ بعد دربار حضرت پیر صلاح الدین فیصل آباد کے مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں آپ دارالعلوم اویسیہ گوہریہ جینڈڑ شریف ضلع گجرات چلے آئے۔ اس وقت حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ بقیدِ حیات تھے۔

حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت پیر صاحب جینڈڑوی امی ہونے کے باوجود قرآنی آیات و احادیث مبارکہ کے کئی ایسے مشکل مقامات کا حل اس طرح بیان فرماتے تھے کہ بڑا فاضل اور عالم ہی ان باتوں کو سمجھ سکتا تھا اور یہ سب کچھ نسبت اویسی کی وجہ سے تھا اور آپ کو علم لدنی حاصل تھا۔ یہاں شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ علیہ نے نو سال تک تدریس فرمائی۔ یہاں سینکڑوں طلبہ نے آپ سے دورہ حدیث پڑھا۔ دو سال تک جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیرآباد میں اور بارہ سال تک جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف میں بطورِ مدرس خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۷۲ء میں آپ دارالعلوم غوثیہ رضویہ راولپنڈی تشریف لے گئے اور تین سال تک تدریس فرماتے رہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ کے معروف شاگردوں میں مولانا ... الدین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام جیلانی مانسہرہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد غلام ربانی ہزاروی

رحمۃ اللہ علیہ' علامہ حسن الدین ہاشمی امریکہ' مولانا حافظ عبدالغفور جامعہ مسجد غوثیہ بھابڑہ بازار راولپنڈی' حضرت علامہ سیّد غلام محی الدین شاہ سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نظامیہ لاہور' علامہ سیّد عبدالرحمٰن شاہ' مولانا محبوب الرحمٰن' مولانا داؤد ٹیکسلا' مولانا مقبول الرحمٰن مانسہرہ' مولانا عبدالجلیل کشمیر' مولانا عبدالکریم مانسہرہ وغیرہم ہیں۔

آپ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ بمطابق ۲۲ مارچ ۱۹۷۶ء بروز سوموار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور اپنے گاؤں بھوئی میں سپردِ خاک ہوئے جہاں آپ کا مزارِ مبارک مرجع خلائق ہے۔ آپ کے صاحبزادوں میں مولانا مشتاق النبی' مولانا فدا النبی' مولانا مختار النبی اور مفتی ظہور اللہ ہاشمی ہیں۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء سہارنپور میں پیدا ہوئے جہاں ان دنوں آپ کے والد ماجد مولانا احمد حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ مظاہر العلوم میں مسند درس و تدریس پر متمکن تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے ناظرہ قرآن شریف پڑھا اور تقریباً بارہ سال کی عمر میں حفظ کر لیا۔ بعد میں اپنے والد کے شاگرد مولانا شاہ محمد عبید اللہ پنجابی رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کی ابتدائی کتب پڑھیں اور دورہ حدیث کے لئے اپنے خالو حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیلی بھیت پہنچے۔ آپ نہایت لائق و فائق تھے اور زمانہ طالب علمی میں ہی آپ کی لیاقت و فراست کا شہرہ عام ہو گیا تھا۔

آپ نے درس و تدریس کی ابتداء اپنے والد کے مدرسہ دار العلوم مسجد رنگینیاں کانپور سے کی۔ بعد میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں بحیثیت مدرس پندرہ سال درس دیا۔ دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف' جامعہ شمس العلوم بدایوں' مدرسہ عالیہ کلکتہ' جامع شمس الہدیٰ پٹنہ' جامعہ نعیمیہ مراد آباد اور مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں بھی بحیثیت صدر مدرس شیخ

الحدیث والتفسیر کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ اپنے والد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے لیکن اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حددرجہ عقیدت رکھتے تھے اور ہر سال فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لئے بریلی تشریف لے جاتے تھے۔

آپ کے بڑے بھائی مولانا نثار احمد کانپوری اردو زبان کے بلند پایہ خطیب شمار ہوتے تھے اور انہیں بلبل ہند کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ فنون اور معقولات (منطق' فلسفہ' ریاضی) میں اپنے وقت کے بہت بڑے ماہر مدرس تھے۔ علم وفضل کے ساتھ بڑے دبدبہ والے بھی تھے۔ طلبہ کو خوب محنت کے ساتھ پڑھاتے اور سزا بھی خوب دیتے تھے مگر بعد میں باندازِ شفقت فرمایا کرتے: ''میری یہ مار تمہاری زندگی سنوار دے گی۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ کے مشہور شاگردوں میں مولانا عمیم الاحسان رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ ڈھاکہ' مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا بذل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ' مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالحق بہاری رحمۃ اللہ علیہ' مولانا سیّد رفیع الدین شاہ سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ حسن ابدال' مولانا فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ بھوئی حسن ابدال' مولانا عتیق الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ یوپی شامل ہیں۔

حضرت مولانا بذل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد کے نام پر ایک مدرسہ کسٹا جنکشن ضلع رنگپور سابق مشرقی پاکستان میں قائم کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد مولانا مشتاق احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ نے مولانا کا کتب خانہ جو کئی ہزار کتابوں پر مشتمل تھا اسی مدرسہ کو دے دیا تھا۔ آپ نے دو شادیاں کیں۔ بڑے صاحبزادے حافظ امداد احمد علم دین حاصل کرنے کے بعد تجارت میں مصروف ہو گئے لیکن ہر سال مسجد رنگینیاں میں قرآن کریم سناتے رہے۔ انتہائی پرسوز آواز ہونے کی وجہ سے سامعین

پر رقت طاری ہو جاتی تھی جبکہ دوسرے صاحبزادے حکیم مختار احمد درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد مولانا حسرت موہانی کے ہمراہ کانپور مسلم لیگ کے لئے نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔

مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری عمر کا زیادہ حصہ کلکتہ میں گزارا جہاں آپ ایک مدرسہ کے پرنسپل تھے لیکن عیدین پڑھانے کے لئے کانپور جاتے رہے۔ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ بمطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۱ء بروز سوموار کانپور میں عید کا چاند دیکھ کر اعتکاف سے اٹھے' گھر پہنچے اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

(ماخوذ از تذکرہ محدث سورتی' خواجہ رضی حیدر کراچی۔ حیاتِ سالک قاضی عبدالنبی کوکب)

استاذ العلماء حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۸۸۷ء بندیال ضلع سرگودھا میں حضرت میاں محمد سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ چھ برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کے لئے موضع پکہ ضلع میانوالی تشریف لے گئے۔ بعدازاں مولانا محمد امیر دامانی' مولانا غلام احمد حافظ آبادی اور مولانا ثناء اللہ سے مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی چلے گئے اور اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد مولانا ہدایت اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے اور اکتسابِ علم کیا۔ آپ کو حضرت علامہ محمد فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم استاد سے بھی فیض حاصل کرنے کی سعادت ملی۔ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت مولانا صوفی محمد حسین الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اعظم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ جلد ہی سلوک کی منازل طے کرنے پر حضرت نے آپ کو خلافت و

اجازت سے نواز دیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ الٰہ آباد، رامپور، بھوپال اور نواب ٹانک وغیرہ میں بائیس سال تک تعلیم و تربیت کے ساتھ منسلک رہے۔ ایک کثیر تعداد میں علماء کرام نے آپ سے دینی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ بالآخر آپ واپس اپنے آبائی گاؤں بندیال چلے آئے اور یہاں پر جامعہ امدادیہ مظہریہ کی بنیاد رکھی اور خود درس و تدریس میں مشغول رہے۔

آپ نے دیگر علماء کے ہمراہ تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ دن رات مسلم لیگ کے لئے جدوجہد میں مصروف رہے۔ قیامِ پاکستان کے لئے دیگر شہروں میں جا کر بڑے بڑے جلسوں اور جلوسوں کی قیادت فرماتے اور اپنی پراثر تقاریر سے لوگوں کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالنے پر قائل کرتے تھے۔

پچاس سال تک دینی خدمات سرانجام دینے والا آفتاب علم و ہدایت ۶ دسمبر ۱۹۴۷ء کو غروب ہو گیا۔ آپ کے دو صاحبزادے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بندیالوی مدظلہ العالی اور مولانا فضل الحق بندیالوی اپنے والد گرامی کے مشن کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق بندیالوی کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ کی سرپرستی میں دارالعلوم بندیال علمی تحریکوں میں نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے۔

حضرت مولانا قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء، فخر الفضلاء حضرت مولانا قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد سلطان محمود غزنوی کے دور میں قندھار سے فریضہ جہاد کے سلسلہ میں جب غورغشت (ضلع اٹک) کے علاقہ سے گزرے تو لوگوں نے آپ کے آباؤ اجداد کو یہاں ہی روک لیا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ بن

بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ بن سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بن اخوند محمد بشارت رحمۃ اللہ علیہ صاحب علم وتقویٰ بزرگ تھے۔ حضرت مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤاجداد سے چھبہ پنڈ میں تعلیم حاصل کی جس کا ذکر خاندانی حالات میں گزر چکا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق پٹھانوں کے مشہور قبیلہ کاکڑ سے ہے۔ابتدائی کتب والد ماجد سے پڑھیں۔منطق' ریاضی' حکمت وفلسفہ اور اصول و عقائد کی تعلیم حضرت علامہ شاہ سعید مرادی رحمۃ اللہ علیہ بھوپال جن کی شہرت ہندوستان' ایران اور خراسان تک پھیلی ہوئی تھی سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ چھبہ پنڈ میں زیر تعلیم رہے۔ پھر دارالعلوم دیوبند سے مولانا رشید احمد گنگوہی سے دورہ حدیث پڑھا۔ وہاں آپ کے ہم درس مولانا محمود الحسن اور مولانا سیف الرحمٰن تھے۔تعلیم سے فراغت کے بعد مینڈھو (علی گڑھ) بحیثیت مدرس درس و تدریس کے فرائض شروع کر دیئے۔ بعد میں فتح پور دہلی' پھر وہاں سے مدرسہ اسلامیہ چکوال قیام پذیر رہے۔ کچھ ہی عرصہ بعد مکھڈ کے دارالعلوم میں پڑھانے کے لئے چلے گئے لیکن جلد ہی واپس غورغشت تشریف لے آئے اور یہاں آنے والے ہزاروں طلبہ آپ سے مستفیض ہونے لگے۔

آپ بڑے خوش اطوار اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔آپ کی موجودگی میں کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ دورانِ تدریس ایک مرتبہ ڈپٹی کمشنر ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو یہ فرمادیا کہ ملاقات درس کا وقت ختم ہونے کے بعد ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔آپ نے روحانی فیض حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔

دس ہزار سے زائد علماء نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا۔ یوں تو ہر علم میں کمال رکھتے تھے مگر معقولات کے مانے ہوئے امام تھے۔"فیوضاتِ سبحانیہ" میں لکھا ہے:

سینکڑوں طلبہ حلقہ درس میں شامل ہوتے بلکہ اکثر مانے ہوئے فاضل شریک

درس ہوتے اور مدتوں آپ کے قدموں میں پڑے رہتے۔ آپ کے شریک درس ایک فاضل مولانا عبدالسلام گڈ تھے۔ ان کے بارے میں اتنا جان لینا کافی ہے کہ انہوں نے منطق کی مشکل کتاب ''حمداللہ'' کا حاشیہ لکھا جو پندرہ سوصفحات پر مشتمل تھا۔ ایک مرتبہ مولانا قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ ''صدرا'' پڑھا رہے تھے کہ ایک مقام پر رک گئے۔ غالباً حاشیہ اور متن میں تضاد تھا۔ آخر آپ نے فرمایا: جا کر مولانا عبدالسلام گڈ سے پوچھو۔ انہوں نے چند منٹوں میں مسئلہ حل کر دیا اور کہا: حاشیہ کی فلاں عبارت ٹھیک نہیں ہے۔ مولانا عبدالسلام گڈ سے پوچھا گیا: جب آپ اتنے فاضل ہیں تو یہاں کیا کر رہے ہیں؟ تو جواب دیا کہ یہ میرے استاد ہیں مجھے ان سے بے حد محبت ہے جس کی وجہ سے میں جدائی گوارانہیں کرتا۔ ان کا ایک خصوصی وصف جو علماء میں نہیں کہ کسی بگڑی ہوئی بات کی توجیہ کرنا' حضرت کے اس کمال نے مجھے قید کر رکھا ہے۔''

آپ کے مزاج میں بے حد استغنا تھا۔ بلاوجہ کسی کے پاس نہ جاتے۔ مدرسہ سے جب گھر تشریف لاتے تو بازار میں لوگ آپ کے احترام میں کھڑے ہو جاتے۔ فن مناظرہ میں بڑے ماہر اور اہل سنت کے مسلک کے پابند تھے۔ مولوی حسین علی واں بچھراں کو کئی بار مناظرہ میں شکست دی۔

آپ نے ۶ صفر ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۷ نومبر ۱۹۵۰ء بعمر ۱۱۰ سال وصال فرمایا اور آباؤ اجداد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ کے چند نامور شاگردوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ مولانا عبدالحکیم زروبی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' مولانا کوکا صاحب صوابی' مولانا عبدالہادی' مولانا شریف اللہ سواتی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا قاضی عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ کھلابٹ' مولانا عبدالحنان رحمۃ اللہ علیہ تاجک' مولانا شیخ الجامعہ محب النبی رحمۃ اللہ علیہ بھوئی' مولانا قاضی صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹ نجیب اللہ خان' مولانا گل حسن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا قاضی غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا فضل

متھر ولی رحمۃ اللہ علیہ پشاور، اور حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ گوھدو شامل ہیں۔

(بحوالہ میری داستانِ حیات از ڈاکٹر غلام جیلانی برق) (تذکرہ علماء ومشائخ سرحد از امیر شاہ قادری) (حیات صدر المسلمین از محمد ابراہیم فانی) (فیوضاتِ سبحانیہ از غلام محمود ہزاروی)

باب سوم

زمانہ درس و تدریس

درس و تدریس آپ کے ممتاز تر اوصاف تھے
مستند استاد تھے وہ معتبر کشاف تھے
آپ کے علمی تبحر کے تھے سارے معترف
چاہے وہ اغیار تھے فیضانؔ یا احناف تھے

(فیض رسول فیضان)

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اقلیم تدریس کے مہر تاباں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے یہ کمال وصف عطا فرمایا کہ ہر فن میں مہارت کا سکہ جمایا علماء و مشائخ کی سیر کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کسی ایک وصف سے ان کا نام نمایاں ہوا لیکن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بالغ النظر مفتی، عدیم المثال محدث، خطابت کے شہسوار، اقلیم سخن کے تاجدار، قافلہ عشق وشوق کے رہنما، کاروانِ جذب و ذوق کے پاسباں، میدانِ علم و عمل کے رہبر، زہد و تقویٰ اور بصیرت و بصارت کے امام، علوم و فنون کے بحرِ ذخار، معارف و حقائق کے کوہ ہمالیہ، غیر معمولی مناظر و منطقی تھے، جہاں حق گوئی و بیباکی، حاضر جوابی، شگفتہ بیانی اور لحن داؤدی جیسی صفات آپ کا طرۂ امتیاز تھیں۔ وہاں آپ مسند درس و تدریس کے مجدد بھی تھے۔ آپ نے جس طرح محنت سے علومِ دینیہ کی تدریس فرمائی کہ سیاست، تبلیغ اور خطابت کی ہنگامہ خیزیوں کے ساتھ ساتھ استقامت مسند تدریس کا یہ عالم کہ وصال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ملک کے اندر شاید ہی کوئی ایسی درسگاہ ہو جس میں آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ مشغول تدریس نہ ہوں۔ آج بھی ہزاروں خطباء و مدرسین مشکل ترین مقامات پر آپ کے دلائل بیان کرتے ہیں۔ آپ کی تدریسی خدمات پر نظر ڈالیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ زندگی صرف تدریس کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

مدرسہ فتح پوری دہلی (۱۹۲۵ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۴ء میں حضرت استاذ العلماء مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے میرٹھ کے دار العلوم مدرسہ اسلامیہ میں مروجہ و رسمیہ علوم کی تعلیم سے فارغ ہوئے اور ابھی دورہ حدیث پڑھنا تھا کہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں درسِ

حدیث کے لئے مدرسہ مسجد فتح پوری دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں مولانا سلطان محمود (دیوبندی) بحثیت صدر مدرس دورہ حدیث پڑھاتے تھے۔ آپ ارشاد فرماتے: چونکہ میں پیدائشی طور پر سنی تھا اس لئے دیوبندیوں سے حدیث پڑھنے میں تامل محسوس کر رہا تھا کہ مجھے اس دارالعلوم میں بطورِ مدرس رکھ لیا گیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ ہذا میں چند ماہ علومِ درسیہ کی کتب پڑھاتے رہے۔ یہاں حضرت استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادوں مولانا مفتی مظفر احمد دہلوی اور مولانا مفتی مشرف احمد دہلوی نے آپ سے کتب پڑھیں۔ ایک روز حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے تو حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں نے آپ سے ذکر کیا کہ ہمارے ایک استاد مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی پکے سنی ہیں دورہ حدیث پڑھنے کے لئے بے تاب ہیں۔ اس پر حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ اپنے استاد کو مجھ سے ملائیں۔ چنانچہ صاحبزادگان حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کی گذارش کی اس پر حضرت شیخ القرآن نے اپنے تلامذہ سے پوچھا کہ مولانا کہاں کے رہنے والے ہیں؟ جواب ملا: گورداسپور کے رہنے والے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میرا ان کے ساتھ کیا واسطہ؟ میں ہزارہ کا اور وہ گورداسپور کے رہنے والے ہیں۔ بہر حال صاحبزادوں کے اصرار پر حضرت شیخ القرآن کی ملاقات حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد سے ہوئی تو آپ نے حضرت شیخ القرآن سے سوال کیا کہ کیا آپ دیوبندیوں کی تعلیم سے مطمئن ہیں؟ حضرت شیخ القرآن نے اپنا مقصد اور حقیقت حال بیان کی تو حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دعوت دی کہ میرے ساتھ اجمیر شریف پڑھنے کے لئے چلو۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ

پس و پیش پر آپ کو دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف پڑھنے کا مشورہ دیا اور ایک رقعہ حضرت استاذ العلماء مولانا تقدس علی خاں کے نام جو اس وقت وہاں کے صدر مدرس تھے کے نام لکھ دیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اس دارالعلوم میں چند ماہ تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے بعد نئے تعلیمی سال کے آغاز پر بریلی شریف چلے گئے اور وہاں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھا جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

مراجعت وطن اور دستار بندی (۱۹۲۷ء):

دورہ حدیث کے اختتام پر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے دستارِ فضیلت کے موقع پر آپ کو ابوالحقائق کے لقب کے ساتھ خلافت واجازت عطا فرمائی۔
حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ اجمیر شریف طلبہ کا امتحان لینے کے لئے گئے۔ واپسی پر دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ کو جمع کر کے فرمایا:

''اجمیر کا سردار احمد اور یہاں کا ہزاروی انشاء اللہ بڑے کام کے ہوں گے میں بصیرت سے کہتا ہوں کہ ان سے مخلوقِ خدا کو عظیم فیض پہنچے گا۔''

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف میں بطورِ مدرس پیش کش کی جسے آپ نے اپنے لئے عظیم اعزاز و سعادت سمجھتے ہوئے قبول فرما لیا اور چند ماہ کے لئے واپس اپنے وطن ہزارہ تشریف لے آئے۔

دارالعلوم جامع مسجد غوثیہ چھبہ پنڈ میں علاقائی دستور کے مطابق آپ کی رسم دستارِ فضیلت ادا کی گئی۔ یہاں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں علاقہ بھر کے جید اور فاضل علماء کرام تشریف لائے جن میں آپ کے استادِ مکرم حضرت علامہ مولانا قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد

دین رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا قاضی عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ کھلابٹ وغیرہم شامل تھے۔ تقریب سے علماء کرام نے خطاب فرمایا اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موقع پر تقریر فرمائی۔ خطبہ مسنونہ کے بعد آیت کریمہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝ (القرآن الکریم ۳:۳۱)

تلاوت فرمائی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اپنے مخصوص اندازِ خطابت میں ترنم سے عربی، فارسی، اردو کے اشعار پڑھے۔ وہ منظر وسماں کیسا حسین و روحانی ہوگا کہ جب اساتذہ کرام آج اپنے سامنے اپنے شاگردِ عزیز کو عظمت وحب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر رطب اللسان پا رہے ہیں۔ والد ماجد حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشی کی انتہا نہیں کہ ان کا نورِ نظر جس نے ابھی زندگی کی سولہ بہاریں بھی مکمل نہیں کیں آج علومِ درسیہ عقلیہ ونقلیہ اور دورہ حدیث سے فراغت پا کر دستارِ فضیلت کا تاج سر پر سجانے کے لئے اپنے ہی اساتذہ کے سامنے کھڑا ہے۔ آپ کی تقریر کے بعد سب سے پہلے استاذ العلماء حضرت مولانا قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور آپ کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی۔ پھر دیگر علماء کرام نے اس رسم کو ادا کیا۔ علماء وعوام حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو مبارکباد دینے لگے۔ علماء ومشائخ کی دعاؤں کے سایہ میں یہ علمی وروحانی مجلس برخاست ہوئی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اسی سال اپنے استادِ محترم مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آستانہ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف حاضر ہوئے اور قیومِ زماں فنا فی اللہ باقی باللہ آیت من آیات اللہ قبلہ عالم اعلیٰ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی نور اللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ یوں علم ظاہر حاصل کرنے کے بعد علم باطن کے حصول کا سفر شروع ہوا۔

دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف (۳۰-۱۹۲۸ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ واپس بریلی شریف چلے گئے اور وہاں تین سال قیام فرما کر بحیثیت مدرس درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس وقت دارالعلوم منظراسلام میں حضرت استاذ العلماء مولانا تقدس علی خاں قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آپ کے تدریس کے آخری سال حضرت محدث اعظم مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بریلی تشریف لے آئے۔

حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے تنظیمی، تدریسی، دینی، دنیوی اور دیگر معاملات میں تعاون فرماتے رہے۔ آپ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج شناس تھے اور حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی رائے کی بڑی قدر و منزلت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تین سال بعد جب واپس تشریف لے آئے تو اپنے برادرِ اصغر مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو وہاں دورہ حدیث پڑھنے کے لئے بھیجا۔ ان کی فراغت پر حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ یہاں دارالعلوم میں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیں۔ اس کا اظہار حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۳۴ء میں امرتسر میں ایک جلسہ میں ملاقات پر کیا۔ پھر جب حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں مولانا اشرف علی تھانوی سے مناظرہ کے لئے تشریف لائے تو دوبارہ اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ اپنے برادرِ اصغر کو دارالعلوم منظر اسلام میں بھیجا جائے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ گجرات اور وزیرآباد میں قیام کے دوران ہر سال قیامِ پاکستان سے قبل بریلی شریف کے دونوں مدارس منظر اسلام اور مظہر اسلام کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت میں خطاب فرمانے جایا کرتے تھے۔ ایک جلسہ کا ذکر حضرت محدث اعظم مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس خط میں ہے جو آپ نے نظام آباد وزیرآباد

کے مولانا سیّد نسیم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا جو ''نوادرات محدث اعظم'' جلد دوم میں ہے۔آپ نے یہ خط بریلی شریف سے ۲۹ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ کو لکھا۔خط پر روانگی کی مہر ۲۴ اپریل ۱۹۴۷ء لگی ہوئی ہے۔

''اس جلسہ دستار بندی پر حضرت مولانا محمد عبدالغفور صاحب کو خصوصیت سے بلانے کا ارادہ ہے۔فقیر یہاں حاضر ہے۔مولانا کی خدمت میں آمد روفت کا صرف کرایہ ہی نہیں بلکہ کرایہ کے علاوہ نذر بھی کی جائے گی۔کیا آپ کے خیال میں آتا ہے کہ فقیر مولانا ممدوح کو دعوت دے اور بغیر خدمت کئے فقیر ان کو روانہ کر دے۔مولانا کا ایسا اعزاز ہوگا کہ مولانا خوش ہوں گے۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنے قیام بریلی شریف کے دوران ہر روز امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دیتے اور حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مختلف مذہبی پروگراموں میں شریک ہوتے۔

شادی خانہ آبادی (۱۹۳۱ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم منظر اسلام میں عرصہ تین سال تک تدریسی فرائض سرانجام دینے کے بعد واپس چھبہ پنڈ ہری پور ہزارہ تشریف لے آئے تو آپ کے والد گرامی قدر نے اپنے برادرِ اصغر حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی سے آپ کی شادی کر دی۔رسم نکاح چھبہ پنڈ میں ادا کی گئی جس کی صحیح تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔اس موقع پر علماء کرام کثیر تعداد میں چھبہ پنڈ تشریف لائے تھے۔اللہ رب العزت نے آپ کو دو صاحبزادیاں اور دو بیٹے محمد عبدالشکور اور محبوب الرحمٰن عطا فرمائے۔چھوٹی صاحبزادی ۱۹۴۰ء میں کم سنی میں بعمر چار سال وصال پا گئیں۔جبکہ آپ کی اہلیہ جو انتہائی صابرہ اور عابدہ وزاہدہ تھیں' اوصاف وکمالات میں اپنے والد ماجد کی وارث اور انتہائی کم گو صوم وصلوٰۃ کی مظہر ۱۹ مارچ ۱۹۴۵ء بروز سوموار ۴ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ بوقت عصر اس

دارِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔ وصال کے روز موسلا دھار بارش کے باوجود نمازِ جنازہ میں علماء و عوام کا جم غفیر تھا۔ ایک ماہ بعد اپریل ۱۹۴۵ء میں آپ کے چھوٹے صاحبزادے محبوب الرحمٰن اڑھائی سال کی عمر میں فوت ہو کر والدہ ماجدہ کے قدموں میں دفن ہوئے۔

آپ کی دوسری شادی وزیرآباد کے ایک معزز گھرانے میں ملک محمد حسین اعوان کی دختر نیک اختر سے اگست ۱۹۴۶ء میں ہوئی جن سے ایک صاحبزادہ محمد طارق ہزاروی اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ آپ کی اہلیہ بقید حیات ہیں اور ضعیف العمری کے باوجود صوم و صلوٰۃ کی پابند اور اخلاقِ حسنہ کی حامل ہیں۔ راقم الحروف نے کتاب کے لئے کئی معلومات آپ سے لیں۔

آپ کی چھوٹی صاحبزادی ۷ ستمبر ۱۹۹۶ء کو دنیا سے عالم بقا کو چلی گئیں اور دربارِ عالیہ مہر آباد شریف کی مسجد مہریہ غفوریہ کی مغربی جانب آسودۂ خاک ہیں۔

گجرات میں آمد (۱۹۳۱-۳۴ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پہلی ازدواجی زندگی کی ابتداء پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ حنفیہ صلاحیہ بجار والا تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں چند ماہ درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ انہی ایام میں آپ کے برادرِ اصغر حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہاں زیرِ تعلیم تھے۔ بجار والا سے گجرات چلے آئے اور وہاں مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ میں بحیثیت صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا۔

مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ کی بنیاد ۱۹۱۵ء میں حضرت امیر ملت قبلہ پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی جس کے مہتمم پیر سیّد ولایت شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ابتداء میں یہ مدرسہ مسجد خضری شاہدولہ دروازہ میں، پھر مسجد کامل پورہ سے مسجد حاجی پیر بخش جناح روڈ پر منتقل ہو گیا۔ یہاں تدریس کے دوران حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے دیگر سینکڑوں طلبہ کے علاوہ حضرت پیر طریقت رہبر شریعت مولانا محمد فاضل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ دربار عالیہ ڈھانگری شریف میر پور' حضرت مجاہد ملت محمود احمد شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ دربارِ عالیہ پیر ولایت شاہ تعلیم حاصل کرتے رہے۔

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے جامع مسجد شیشیانوالہ گیٹ میں خطبہ جمعۃ المبارک کا بھی آغاز فرمادیا۔ اسی دوران آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کیا۔ آپ کی پہلی تصنیف ''مناقب جلیلہ'' ایم عبدالحکیم اینڈ سنز تاجران کتب مسلم بازار گجرات سے ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ قیامِ گجرات کے دوران ہی آپ نے میدانِ سیاست میں قدم رکھا اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خطوط لکھے۔

آپ کی تدریس اور خطابت کا شہرہ اردگرد پھیلنے لگا۔ آپ آستانہ عالیہ علی پور سیّداں تشریف لے گئے۔ جب پہلی بار وہاں خطاب فرمایا تو لوگ عش عش کر اٹھے۔ علماء کرام آپ کا خطاب سن کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔ چنانچہ اس کے بعد آستانہ عالیہ علی پور شریف کی ہر عرس مبارک میں آپ خطاب فرماتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے اندازِ بیاں اور خطابت کے چرچے ملک بھر میں ہونے لگے۔ ۱۹۳۴ء میں معززین وزیرآباد کا ایک گروہ آپ کے پاس گجرات حاضر ہوا اور آپ کو مرکزی جامع مسجد غوثیہ متصل ریلوے اسٹیشن جو کہ شہر کی سب بڑی مسجد ہے میں خطابت کی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمالیا۔

جب اس بات کا علم حضرت پیر سیّد ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا تو ایک روز حضرت پیر سیّد ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات آمنے سامنے زانو بہ زانو بیٹھے تھے کہ حضرت پیر سیّد ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے گھٹنوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ وزیرآباد نہ جائیں ہم نے آپ کو بطورِ مدرس نہیں رکھا ہوا بلکہ اس لئے رکھا ہے کہ آپ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سنتے ہیں

چنانچہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مزید ایک سال وہاں قیام کرنے کا وعدہ کر لیا اور اگلے سال ۱۹۳۵ء میں وزیر آباد چلے آئے۔

والدین کا وصال:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۳ شوال ۱۳۵۳ھ بمطابق ۹ جنوری ۱۹۳۵ء منگل اور بدھ کی درمیانی شب وصال فرما گئے جبکہ والدہ ماجدہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۶ نومبر ۱۹۳۸ء بروز بدھ علی الصبح ساڑھے پانچ بجے رحلت فرمائی۔ (تفصیلات باب اول میں گزر چکی ہیں)

وزیر آباد تشریف آوری (۱۹۳۵ء):

وزیر آباد جی ٹی روڈ پر دریائے چناب اور نالہ پلکھو کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔ دریائے چناب سے وزیر آباد دو میل کے فاصلہ پر ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل ہے۔ اس شہر کی بنیاد ۱۶۵۴ء میں حکیم علیم الدین نے رکھی جو شاہ جہان کے دورِ حکومت میں لاہور کا گورنر تھا۔ اسی کے لقب وزیر خان سے ہی شہر کا نام وزیر آباد ہے۔ وزیر آباد کا سب سے پہلا فوجدار بدیع الزماں مقرر ہوا جس کا مقبرہ شہر کی مغربی جانب واقع ہے۔ ابتداء میں اس شہر کے گرد فصیل تھی جس کا نام ونشان مٹ چکا ہے۔ اس کے مشہور دروازے اب بھی انہی ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ گجراتی دروازہ' رسول نگری دروازہ' لاہوری دروازہ اور سیالکوٹی دروازہ۔ اورنگزیب کے وصال کے بعد افغانوں نے یہاں قبضہ کر لیا۔ ۱۷۶۰ء میں سکھوں نے افغانوں کو شکست دے کر یہاں قبضہ کر لیا۔ رنجیت سنگھ کے عہد میں شہر نے خوب ترقی کی۔ باغات اور حویلیاں بنوائیں جن کے کھنڈرات کے نشانات آج بھی ملتے ہیں۔ جنرل ایوی ٹیبل نے شہر کی خوبصورتی کی طرف توجہ دی۔ بارہ دریاں' باغ اور رہائش گاہیں تعمیر کیں اور اسے مثمن برج کا نام دیا جو بعد میں ثمن برج کہلانے

لگا۔ رنجیت سنگھ کشمیر جاتے ہوئے اکثر یہاں قیام کرتا۔ عمارات کے اندرونی حصہ میں سکھ مذہب کی ترجمانی کی گئی۔ بابا نانک سے لے کر دسویں اور آخری گورو گوند سنگھ کی تصاویر دیواروں پر بنائی گئیں جن کے کچھ اثرات اب بھی موجود ہیں۔

ابتدائی برطانوی دور میں جب انڈیا کو ضلعوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس وقت وزیرآباد کو سیالکوٹ کی تحصیل بنا دیا گیا۔ دوبارہ ۱۸۵۲ء میں پھر گوجرانوالہ کی تحصیل بن گئی۔ وزیرآباد کی دوسری اہم عمارتوں میں گورو کوٹھا ہے جو گورنمنٹ مولانا ظفر علی خاں ڈگری کالج کے سامنے واقع ہے۔ یہاں سکھوں کے چھٹے گورو گوبند سنگھ نے قیام کیا۔ اس بنا پر یہ جگہ سکھوں کے لئے مقدس بن گئی۔ شیش محل شہر کی مشرقی جانب ہے اس کے کچھ اثرات اب بھی موجود ہیں۔ اسے دیوان حکمت رائے نے مغلیہ طرزِ تعمیر میں بنوایا۔ اس کے ساتھ ایک کنواں اور باغ بھی تھا۔ بدیع الزماں کا مقبرہ شیر شاہ سوری کے عہد میں بننے والی سڑک کے کنارے واقع ہے۔ اسے لوگ ڈاک چوکی بھی کہتے ہیں۔ اس مقبرہ کو عرصہ دراز تک ڈاک کے لئے استعمال کیا جاتا رہا۔ پنجاب کے محکمہ آثارِ قدیمہ نے گذشتہ سالوں میں اس کو بہتر بنانے کی کوشش کی جس سے اس کی حالت قدرے اچھی ہوگئی ہے۔ ڈاک چوکی سے جنوب کی طرف کچھ فاصلہ پر درختوں کے پیچھے ایک مسجد جو غیر آباد ہے مسجد شیر شاہ سوری کہلاتی ہے۔ مسجد سے کچھ فاصلہ پر شیر شاہ سوری کی سرائے اور باولی بھی تھی وہاں زمین میں پائے جانے والے نمکیات کی وجہ سے اس کے اثرات ختم ہو چکے ہیں۔

وزیرآباد جو پہلے لکڑی کے کاروبار میں اور اب کٹلری کے سامان میں غیر معمولی شہرت کا حامل شہر ہے۔ یہاں بڑی بڑی علمی و ادبی اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والی شخصیات نے جنم لیا۔ دیگر ممالک کے بڑے بڑے علماء کے علاوہ کئی اولیاء کرام کے مزارات مرجع خلائق ہیں۔ سب سے قدیم مزار صدر تھانہ سے متصل نوگزہ قبر ہے۔ اس

سے مشرقی جانب ریلوے لائن کی دوسری طرف حضرت داتا شاہ نور ولی رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ مقدس محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے جہاں پر ہر سال انتہائی تزک و احتشام سے عرس مبارک کی تقریبات ہوتی ہیں۔ حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وزیر آباد میں قیام کے دوران تقریباً ہر روز یہاں حاضری دیا کرتے تھے۔ ریلوے انجن شیڈ کی مشرقی جانب حضرت حافظ معینی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابا خاکی شاہ خلیفہ مجاز حضرت مادھولعل حسین رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں جبکہ عہد مغلیہ کے ایک اور بزرگ حضرت مہر اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سول ہسپتال سے متصل سرکلر روڈ پر واقع ہے۔ وزیر آباد کے دونوں قدیمی قبرستان دو اولیاء کرام کے مزارات کی نسبت سے مشہور ہیں۔ شہر سے مشرقی جانب کا قبرستان حضرت پیر میٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جبکہ مغربی جانب ریلوے کالونی سے متصل قبرستان حضرت شاہ صفاء رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب ہے۔ شہر کی انتہائی مشرق جانب ایک گاؤں پیراں دا کوٹلہ مشہور ہے وہاں حضرت سید احمد شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ مبارک مرجع خلائق ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اس مزار پر اکثر حاضری دیتے رہے۔ مزار کے اردگرد کئی ایک شہداء کی قبریں ہیں۔ آج بھی وہاں حاضری پر عجیب روحانی سکون میسر آتا ہے جبکہ شہر کی مغربی جانب حضرت صوفی محمد بخش چشتی اویسی صابری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ آپ نے ۱۹۹۶ء میں وصال پایا۔ آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نیازمندوں میں سے تھے۔ ابتدائی دور میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آپ آستانہ عالیہ جینڈڑ شریف حاضری دیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۵ء میں مستقل طور پر گجرات سے وزیر آباد تشریف لے آئے۔ ابتداء میں محلہ درآب خاں میں سکونت اختیار کی۔ پھر محلہ شیخاں مغربی میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہنے کے بعد دوبارہ محلہ درآب خاں میں اپنی ذاتی رہائش گاہ میں تازیست سکونت اختیار کی۔

ریلوے اسٹیشن کے بالمقابل اور سٹی تھانہ سے متصل مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں خطبہ جمعۃ المبارک کا آغاز فرمایا۔ یہ مسجد شہر کی سب سے بڑی مرکزی جامع مسجد ہے۔ اس کی بنیاد اہلیان وزیر آباد نے غالباً ۱۸۴۰ء سے ۱۸۴۵ء کے درمیان رکھی۔ راجہ فقیر اللہ خاں نے جب جنرل ایوی ٹیبل کا تعمیر کردہ ثمن برج ۱۸۵۵ء میں خریدا اور مسجد کے معاملات میں علماء کرام سے تعاون کرنے لگے۔ مسجد کی تعمیر و توسیع میں حصہ لیا۔ راجہ فقیر اللہ خاں کو اس مسجد سے محبت و عقیدت کی بنا پر وصال کے بعد مسجد کے صحن میں دفن کیا گیا۔ ان کے ہمراہ اس معمار کی قبر بھی ہے جس نے مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا تھا۔

دار العلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ (۱۹۳۶ء):

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے زوال سے پہلے جابجا علمی و دینی مدارس موجود تھے۔ خصوصاً دہلی، آگرہ، لاہور، ملتان، دکن، مدراس اور گجرات علم و فن کے مراکز تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ان مدارس کو تباہ و برباد کر دیا۔ معروف مورخ ہنٹر (Hunter) کے الفاظ میں:

> ''مسلمانوں کے اس الزام کا جواب نہیں دیا جا سکتا کہ ہم نے ان کی تعلیمی اوقاف کا ناجائز استعمال کیوں کیا؟ اس حقیقت کو چھپانے سے کیا فائدہ؟ اگر ہم ان کی اس جائیداد کو جو ہمارے قبضہ میں دی گئی تھی ٹھیک ٹھیک استعمال کرتے تو آج بھی ان کے پاس اعلیٰ تعلیمی ادارے موجود ہوتے۔''

حکومت سے محرومی، سیاسی زوال اور انحطاط کے ساتھ ساتھ مستقبل میں مسلمانوں کا علم و مذہب اور قومی زندگی خطرے میں تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ فاتح قوم صرف سیاسی غلبہ حاصل نہیں کرتی بلکہ مفتوح قوم کے دل و دماغ اور علم و فکر کو بھی مسخر کرتی ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے۔ الناس علی دین ملوکھم چنانچہ برصغیر میں علماء کرام نے مدارس کی

طرف خصوصی توجہ دی۔ جہادِ آزادی کے بعد ایسے دینی اداروں کا وجود عمل میں آیا جن کا مقصد بظاہر تو علم دین کی خدمت کرنا تھا لیکن اندرونِ خانہ تفسیر' حدیث' فقہ کے روپ میں انتہائی نازک اور بنیادی عقائد ونظریات' تقدیس بارگاہِ الٰہی' عظمت مصطفیٰ ﷺ اور دیگر مقدس ومسلمہ اجماعی مسائل میں لوگوں اور طلبہ کو برگشتہ کرنا تھا۔

اس صورتِ حال میں عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ اور جلیل القدر علماء نے اپنی پوری توجہ دینی مدارس کی طرف مبذول کر دی۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم منظر اسلام سے فارغ ہونے والے ہر مجاہد نے عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع کو فروزاں اور تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کی خاطر علم جہاد بلند کیا اور اپنے اپنے دینی مدارس میں علماء کرام کی ایسی کھیپ تیار کی جو اس بدعقیدگی کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وزیرآباد آمد کے چند ماہ بعد دارالعلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ کی بنیاد رکھی۔ ابتداء میں قرآن کریم حفظ و ناظرہ اور درسِ نظامی کے شعبے قائم کئے۔ بعد میں اسی دارالعلوم کو یہ اعزاز ملا کہ اہل سنت میں سب سے پہلے یہاں ''دورہ تفسیر قرآن مجید'' کا آغاز ہوا۔ محتاط اندازے کے مطابق آپ کی زیرنگرانی ۱۹۷۰ء تک اس دارالعلوم سے دس ہزار کے قریب علماء کرام زیور علم وعمل سے آراستہ و پیراستہ اور سروں پر تاج دستارِ فضیلت سجا کر نکلے۔

دارالعلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہوئی کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ملک کے نامور مفسر ومحدث اساتذہ کرام یہاں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے جن میں خصوصی طور پر قابل ذکر حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مانسہرہ' حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ گوھدو واہ کینٹ' حضرت شیخ الحدیث

پیر سیّد محمد زبیر شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ چکوال' حضرت علامہ پیر صاحبزادہ محمد عبدالصبور منشور ہزاروی باغدرہ حسن ابدال' حضرت شارح بخاری مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد' استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرشید رضوی جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت استاذ العلماء مولانا محمد صدیق سالک صدر مدرس جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ' حضرت استاذ العلماء مولانا غلام فرید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ' حضرت شیخ الحدیث مولانا عبداللطیف گوجرانوالہ۔

عرسِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد جامع معقول ومنقول حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ چمبہ پنڈ میں گیارہ ربیع الاول کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد کا انعقاد کیا کرتے تھے۔آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ سلسلہ برابر جاری رہا اور اس تقریب کو باقاعدہ عرسِ پاک کی حیثیت دے دی گئی۔ دو روزہ پروگرام بزمِ غوثیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوتا۔ ہزاروں لوگ شریک محفل ہوتے۔ کثیر تعداد میں علماء ونعت خواں شامل ہوکر ہدیہ عقیدت پیش کرتے۔آپ کے والد ماجد کا ۱۹۳۵ء میں وصال ہوگیا۔آپ گجرات سے وزیرآباد منتقل ہو گئے۔ والد ماجد کے وصال کے بعد تین سالانہ عرسِ مبارک چمبہ پنڈ میں ہوئے۔ پھر ۱۹۳۸ء سے یہ سالانہ عرسِ پاک کی تقریب جوایک صدی تک چمبہ پنڈ میں منعقد ہوتی رہی مرکزی جامع مسجد غوثیہ وزیرآباد میں ہونے لگی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۱ء میں حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں علماء کرام کے باہمی مشورہ سے اس عرسِ پاک کا نام ''عرسِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم'' تجویز ہوا جو آج تک انتہائی تزک واحتشام اور پوری عقیدت ومحبت کے ساتھ ہر سال منعقد ہوتا ہے۔

جب آپ نے ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو وصال فرمایا تو اس سال عرس مبارک

25-24 اکتوبر کو منعقد ہونا تھا چنانچہ آپ کا چہلم اور عرس کی تقریبات ایک ساتھ ہی ہوئیں۔

عرس مبارک کے پہلے روز بعد نمازِ ظہر اور بعد نمازِ عشاء مجلس وعظ' نعت خوانی ہوتی جس میں ملک کے نامور علماء کرام اور نعت خواں حضرات شرکت فرماتے۔ دوسرے روز مسجد غوثیہ کے وسیع صحن میں ختم پاک کی آخری نشست ہوتی جو بعد نمازِ فجر سے ظہر تک جاری رہتی۔ یہ محفل عرسِ پاک کا لب لباب اور دعا کی محفل ہے۔ مسجد اور ملحقہ گراؤنڈ میں ہزاروں لوگوں کا اجتماع ہوتا۔ جن علماء اور عوام نے اس نشست میں شرکت کی ہے وہ آج بھی اس روحانی ایمانی وجدانی محفل کے اثرات کا ذکر کرتے ہیں۔ انوار وتجلیات رقت ومحویت کا ایک عجیب عالم ہوتا۔ نعت خوانی' ختم شریف وسلام کے بعد قبلہ عالم حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ کلمات۔ آپ خود بھی زاروقطار روتے' حاضرین بھی بےخود و بےتاب ہو جاتے۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر زبان فریاد کناں نظر آتی۔ یہ سماں نہایت ایمان افروز، درد انگیز اور کیف وسرور سے مالا مال ہوتا۔ غرضیکہ اس منظر کو تحریر کرنے سے قلم عاجز ہے۔ راقم الحروف نے اپنے بچپن میں اس منظر کو دیکھا ہے جو آج تک ذہن میں محفوظ ہے۔ عرس مبارک کے موقع پر لنگر اور تبرکات کا وسیع وعریض انتظام ہوتا تھا۔ یہ عرس مبارک اپنی روایت کے مطابق جانشین شیخ القرآن حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی زیب آستانہ دربارِ عالیہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں جاری وساری رہا۔ اب پہلے روز کی نشست مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں جب کہ ختم پاک اور محفل سماع دربارِ عالیہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وسیع احاطہ میں اپنی روایات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ انشاء اللہ العزیز عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے تاابد جاری و ساری رہیں گے۔

پہلا سفر حجاز (۱۹۳۹ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ قدسی صفات سے والہانہ محبت و عشق تھا۔ اس بے پناہ محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کی ہر تقریر کا موضوع عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا تھا۔ ہمیشہ آپ کے فضائل و کمالات کا ہی تذکرہ فرماتے۔ اکثر ارشاد فرماتے کہ ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں میرے ہی مسلک کی ترجمانی کی ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

یہ اسی محبت کا کرشمہ ہے کہ عین عالم شباب میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دسمبر ۱۹۳۸ء کو وزیر آباد سے پہلی مرتبہ سفر حجاز کے لئے روانہ ہوئے۔ عرصہ دراز سے دل کو ہجر و فراق نے مضطرب اور بے چین کر رکھا تھا۔ یہ آتشِ فراق کسی لمحہ سکونِ قلب میسر نہیں آنے دیتی تھی۔ اندر ہی اندر گھلا گھلا کر نیم جاں کر رہی تھی۔

تنم از واسطہ دوری دلبر بگداخت
جانم از آتش ہجر رخ جانانہ بسوخت

دل کی گہرائیوں سے درد و ہجر میں ڈوبی دعا بارگاہِ الٰہی میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی اور موسم بہار کا وہ لمحہ و ساعت آئی کہ خانہ کعبہ کے دلکش نظاروں اور مسجد حرام کی پر کیف فضاؤں، تجلیاتِ الٰہی کے انوار نے آپ کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ جی بھر کر انوار و تجلیات کے مزے لوٹے۔ فرائض حج سے فراغت کے بعد اب وہ لمحہ آیا جس کے بارے میں امام اہل سنت نے فرمایا:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو
آبِ زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو

اہل شوق ہی بتا سکتے ہیں کہ مکۃ المکرمہ سے حرمِ مدینہ تک کے سفر میں دل پر کیا کیا گزرتی ہے۔ اب وہ گھڑی آرہی تھی جس کے متعلق اکثر تقاریر میں ذکر کر کے التجائیں کرتے تھے۔

تنم فرسودہ جاں پارہ ز ہجراں یارسول اللہ
دلم پژمردہ آوارہ ز عصیاں یارسول اللہ

حبیب خدا ﷺ کے غلاموں کا غلام، اہل بیت اطہار کا ثناخوان' عظمت صحابہ کا پاسبان' عشق ومحبت' عقیدت واحترام کے سارے تقاضے پورے کرتے ہوئے درودوسلام کے نذرانے لئے پرنم آنکھوں سے روضہ رسول ﷺ پر حاضری دے رہے ہیں۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اس دربار مقدسہ گہربار سے جو جو مانگا وہ ملا۔ جو آرزو لے کر گئے پوری ہوئی۔ جتنا مانگا اس سے بڑھ کر عنایتیں ہوئیں۔ ایسا کیونکر نہ ہوتا یہ وہ آستانہ ہے جہاں سے اپنے تو اپنے غیر بھی خالی ہاتھ نہیں جاتے۔

یہ دربارِ محمد ﷺ ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

سرتاج الاولیاء حضرت ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی طرف سے کئی ایک روحانی وعلمی نوازشیں ہوئیں۔ ایک روز جبل احد کے سامنے

ہاتھ باندھ کر کھڑے رہے پھر کبھی اس پتھر کو بوسہ دیتے کبھی اس پتھر کو بوسہ دیتے۔ یہی حالت کافی دیر تک رہی۔ ایک شخص نے سوال کر دیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا:

کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

فرمایا: صدیاں گزر گئی ہیں مدینہ طیبہ کے در و دیوار کئی بار بدلے۔ مسجد نبوی کی کئی بار از سر نو تعمیر ہو چکی ہے' اب نہ وہ مکانات ہیں' نہ بازار' نہ گلیاں جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ یہ پہاڑ تو وہی ہے یہ نہیں بدلا۔ ان پتھروں کو بوسہ اس لئے دے رہا ہوں شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے احد پہاڑ پر تشریف لے گئے ہوں۔

دوسرا سفرِ حجاز:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا سفر حج 42-1941 میں کیا۔ اس مرتبہ اویس وقت حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جینڈ ڑ شریف کی معیت میں حج ادا کیا گیا جس کی تفصیلات ''گوہر منیر'' میں موجود ہیں۔ گوہر منیر کے قلمی نسخہ کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا اور مختلف مقامات پر مناسب ترامیم اور حواشی لکھے ہیں۔

(تفصیلی مطالعہ کیلئے راقم الحروف کی کتاب ''فیضانِ گوہر'' ملاحظہ ہو)

حج بیت اللہ کی سعادت کے لئے حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰ شوال ۱۳۶۰ھ بمطابق ۲۰ نومبر ۱۹۴۱ء بروز جمعرات گجرات سے حضرت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دے کر وزیر آباد کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ پینتیس (۳۵) افراد کا قافلہ جن میں حافظ محمد حسین' میاں محمد دین' مفتی محمد شفیع کامونکی' شیخ محمد انور' میاں امام علی' مولانا علی اکبر مصنف گوہر منیر اور چوہدری حاکم علی وغیرہم حج کی سعادت حاصل کر رہے تھے۔ وزیر آباد رات قیام فرمایا۔ دوسرے روز جمعۃ المبارک تھا۔ آپ جامع مسجد غوثیہ میں نماز ادا کرنے کے لئے تشریف لائے۔ آپ کی آمد کی

اطلاع پر ہزاروں لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور لوگوں کی طرف سے اصرار ہوا کہ حضرت خواجہ گوہر الدین جیندڑوی آج خطبہ ارشاد فرمائیں۔ حضرت جونہی مسجد کے بالائی حجرہ میں داخل ہوئے تو فرمایا:

"مجھے یہاں سے وہ خوشبو آئی ہے جو مجھے کلیر شریف میں آئی تھی جس نے میرا وعظ سننا ہے وہ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کا وعظ سنے جس نے میری زیارت کرنی ہے وہ ان کی زیارت کرے۔"

بعد نمازِ جمعہ سندھ ایکسپریس پر سوار ہو کر یہ قافلہ لاہور پہنچا۔ تین روز وہاں قیام پذیر رہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر ہر روز حاضری دی۔ یہاں سے روانہ ہو کر بہاولپور قیام فرمایا اور وہاں سے کراچی پہنچے۔ بیس روز تک کراچی میں قیام رہا۔ ان ایام میں مختلف مقامات پر محافل منعقد ہوئیں جس میں حضرت خواجہ گوہر الدین جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ صدارت فرماتے جبکہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ وعظ ارشاد فرماتے رہے۔

۱۴ دسمبر ۱۹۴۱ء کو یہ قافلہ بحری جہاز کے ذریعہ حج بیت اللہ کے لئے کراچی سے روانہ ہوا۔ بحری جہاز میں باقاعدہ اذان اور باجماعت نماز ادا کی جاتی رہی۔ اکثر اوقات مجلس منعقد ہوتی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ خطاب فرماتے اور مناسک حج کے متعلق ہدایات دیتے۔ حضرت خواجہ جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ مسائل تصوف پر گفتگو فرماتے۔ ایک رات حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ دو بچے سمندر کے اندر جہاز کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں انہوں نے دونوں جانب سے جہاز کی رسیاں پکڑ رکھی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خواب نمازِ تہجد کے بعد حضرت سے بیان کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: آپ کو دکھایا گیا ہے کہ یہ جہاز غرق نہیں ہوگا کیونکہ فرشتے معصوم بچوں کی شکل میں اس کی حفاظت پر

مامور ہیں۔ (ان ایام میں ہٹلر کی جنگ ہو رہی تھی اور جہاز پر آبدوزوں سے حملے کا خطرہ تھا) مزید آپ نے ارشاد فرمایا کہ موت ایک ایسی چیز ہے جس کے تصور سے انسان کانپ جاتا ہے۔ بیماری کے وقت یا جہاز کے سفر میں یہ تصور اکثر پیدا ہوتا ہے اور انسان اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اس لئے جہاز کا سفر تقویت ایمان کے لئے بڑا مفید ہے۔

جب جہاز یلملم پہاڑی سے کچھ فاصلہ پر تھا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو احرام باندھنے اور دیگر ضروری مسائل سے آگاہ کیا۔ حج اور عمرہ کی اکٹھی نیت کر لی گئی کیونکہ اب حج میں چند دن باقی تھے۔ بحری جہاز ۲۳ دسمبر ۱۹۴۱ء کو جدہ کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔

جدہ سے بذریعہ بس یہ قافلہ روانہ ہوا۔ راستہ میں نمازِ ظہر ادا کی گئی اور عصر کے وقت بس حدیبیہ شمسی پہنچی۔ وہاں مسجد میں نمازِ عصر ادا کی گئی۔ مغرب کی نماز حرمِ کعبہ میں ادا کی اور عمرہ کیا بعد ازاں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ طواف زیارت کے بعد اگلے روز حافظ محمد حسین وصال پا گئے۔ پھر مدینہ طیبہ جانے کی تیاری ہوئی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ چند افراد کے ہمراہ اونٹوں پر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ مختلف منزلوں پر قیام کرتا رہا یہاں تک کہ منزلِ مقصود نظروں کے سامنے تھی۔ عاجزی' انکساری' خشوع و خضوع کا کیا عجیب عالم ہو گا قلم لکھنے سے عاجز ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا:

السلام علیك یا سیّدی یا رسولَ اللّٰہ ' السلام علیك یا رسول رب العالمین' السلام علیك یا سیّد المرسلین و خاتم النبین' السلام علیك یا امام المتقین' السلام علیك یا شفیع المذنبین' السلام علیك یا اول' السلام علیك یا آخر' السلام علیك یا باطن' السلام علیك یا ظاهر' السلام علیك یا طٰهٰ' السلام علیك یٰسین'

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

من زارني بعد موتي فكانّما زارني في حياتي

''جس نے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔''

من زار قبري و جبت له شفاعتي

''جس نے میری قبر کی زیارت کی اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔''

من جاء ني زائراً كان له حقا على الله عزوجل ان اكون شفيعًا يوم القيامة

''جوشخص میری زیارت کے لئے آیا اللہ تعالیٰ کی طرف اس پر یہ انعام ہے کہ میں روزِ قیامت اس کی شفاعت کروں گا۔

''من زار'' نے سمجھایا یہ راز زمانے کو
بٹتی ہے شفاعت کی خیرات مدینے میں

پھر سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ اقدس میں سلام عرض کیا گیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈروی رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر حضرت قطب عالم مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کاشانہ اقدس پر تشریف لے گئے اور وہاں ہی قیام فرمایا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ جینڈروی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بابِ مجیدی سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو کر سامنے والے برآمدوں میں تشریف فرما ہوتے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز عرض کیا کہ گنبد خضراء کی زیارت کے لئے یہی جگہ موزوں ہے تمام اولیاء اللہ یہاں ہی بیٹھ کر زیارت گنبد خضراء میں مصروف رہے ہیں

کیونکہ مسجد نبوی ﷺ کے اندر سے گنبد خضراء یہاں ہی سے نظر آتا ہے اور اس کی زیارت سے ظاہری و باطنی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ حضرت خواجہ جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ایک دن کعبہ شریف کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ اپنے رب کی حقیقت بیان کر تو مجھے معلوم ہوا کہ جیسے کعبہ شریف فرما رہا ہے کہ میرے رب کی حقیقت مصطفیٰ ﷺ کے سینہ اقدس میں مرکوز ہے وہاں سے دریافت کرنا۔ یہاں آ کر مجھے نظر آیا کہ جناب رسالتماب ﷺ سراسر اللہ تعالیٰ کی وحدت میں فنا ہیں اور جتنی مخلوق حضور ﷺ پر درود شریف وسلام پڑھتی ہے یا دعائیں والتجائیں کرتی ہے ان سب کا جواب اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

حضرت خواجہ جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ مکہ مکرمہ میں کثرت سے درودِ پاک پڑھتے' سرکارِ دوعالم ﷺ کا ذکر خیر کرتے رہے اور مدینہ طیبہ میں حمد وثنا الٰہی اور توحید کے ذکر میں مشغول رہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سوال پر کہ ایسا کیوں ہے؟ لوگ اس کا الٹ کرتے ہیں۔ فرمایا: دونوں ذاتیں ایک دوسرے کی محبوب ہیں اور محب محبوب کا ذکر سن کر خوش ہوتا ہے مکہ میں ذکر مصطفیٰ ﷺ کو رب سن کر خوش ہوتا ہے اور یہاں ذکر الٰہی سرکارِ دوعالم ﷺ سن کر خوش ہوتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران حضرت خواجہ گوہر الدین جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے۔ ایک روز حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ڈاکٹر غلام احمد (سیالکوٹ) جو انتہائی اعلیٰ درجے کے متقی اور صاحب کشف وکرامت تھے ملے اور ایک خواب کا ذکر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے کیا کہ میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی ﷺ کا منظر ہے کئی بزرگ تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مصری' شامی' ہندوستان سے آئے ہوئے بزرگ بھی بیٹھے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ انعامات تقسیم ہونے ہیں اور یہ انعامات ایک بزرگ کے توسل سے تقسیم ہوں گے۔ میں کئی دنوں سے اس بزرگ کی

تلاش میں ہوں جو ہندوستان سے آئے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ' ڈاکٹر غلام احمد صاحب کو لے کر حضرت خواجہ گوہر الدین جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ جونہی ڈاکٹر صاحب کی نظر آپ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو فرمایا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ یہ سارا حال حضرت صاحب سے عرض کیا گیا تو حضرت صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا: میں نے ابھی یہاں قیام کرنا ہے کسی کو اس واقعہ اور میرے حال سے آگاہ نہ کرنا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ گوہر الدین جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب احباب سے فرمایا کہ جاؤ بازار کا چکر لگا آؤ۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں سمجھ گیا کہ کوئی بات ہے جو سب کو بازار کی طرف روانہ کیا جا رہا ہے ورنہ حضرت صاحب کی زبان پر بازار وغیرہ کا ذکر نہیں آتا۔ سب نے حکم کی تعمیل کی۔ میں بھی اٹھ کر چلا گیا۔ جلدی سے بازار کا چکر لگا کر واپس کمرہ میں آیا تو حضرت خواجہ گوہر الدین جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو کمرے میں نہ پا کر مسجد نبوی میں گیا۔ دیکھا کہ آپ ایک مقام پر تشریف فرما ہیں۔ میں کچھ فاصلہ پر آپ کے پیچھے بیٹھ گیا۔ آپ نے دو رکعت نمازِ نفل ادا کی اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے۔ کچھ دیر کے بعد واپس اپنے مقام پر آئے دو رکعت نماز ادا کی پھر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئے۔ کچھ توقف کے بعد واپس آئے پھر دو رکعت نماز ادا کی اور پھر حاضری دی۔ تین دفعہ ایسا ہوا۔ میں نے بعد میں آپ سے دریافت کیا یہ آپ کیا کر رہے تھے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر رہا تھا کہ حضور قلب سے نماز کس طرح ادا کی جاتی ہے؟ میں پڑھ کر دریافت کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر فرماتے پھر پڑھو۔ میں پھر پڑھ کر عرض کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پڑھنے کا حکم دیا۔ تیسری بار جب نماز ادا کر کے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔

شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بحضور صاحب قرآن ﷺ اور انوارِ جمال:

فی المنام قد تفضّلت علیّ منیتی

ارنی فضلا جمالك فارحنی فی العیان

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہیں اور عرض کر رہے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! عالم خواب میں تو آپ ﷺ نے میری آرزو کو پورا کیا خلوت کدہ میں آپ ﷺ کی طرف سے بے پایاں الطاف و کرم سے نوازا گیا اس غلام کو آج اپنے حسن کے جلووں سے نواز دیں۔ ''جمال بے مثال'' سے اس خالی دامن کو بھر دیں۔ جہاں آپ ﷺ نے ان ترسی اور پیاسی آنکھوں کو روضہ انور کی دید سے سیراب فرمایا ہے وہاں اس دل بے قرار کو رخ انور کے جلووں سے منور فرما دیں۔

توئی تسکین دل آرام جاں صبر و قرار من

رخ پر نور بہ نما بے قرارم یارسول اللہ

اس دربار گہربار سے آج خالی ہاتھ نہ جاؤں آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں، داڑھی مبارک تر ہو چکی ہے۔

اج سک متراں دی ودھیری اے

کیوں دلڑی اداس گھنیری اے

لوں لوں وِچ شوق چنگیری اے

اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

اور پرنم آنکھوں کے ساتھ درد بھری آواز میں زبان حال سے یوں عرض کیا:

حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن

نوری جھات دے کارن سارے سکن

دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن

سب انس و ملک حوراں پریاں

انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے

لکھ واری صدقے جاندیاں تے

انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے

شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل اللہ کا آخری مقصود یہ ہے کہ وہ وصال کے مراتب اور فنا و بقا سے مشرف ہونے کے بعد آپ کی طرف سے ایسے انعامات سے ضرور نوازے جاتے ہیں کہ لاعین رات ولا اذن سمعت. آج اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بے قرار عرض گزار ہے:

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو

پھر دکھا دے وہ رخ اے مہر فروزاں ہم کو

پردہ اس چہرۂ انور سے اٹھا کر ایک بار

اپنا آئینہ بنا اے مہ تاباں ہم کو

پھر وہ گھڑی بھی آئی۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس غلام (حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) کو حالت بیداری میں اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے جب حالت بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تازہ وضو کر کے کھڑے تھے اور پانی کے قطرے چہرۂ مبارک اور بازوؤں سے ٹپک رہے تھے۔

یہاں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ میں اس واقعہ کو لکھتا ہوں جو آپ نے ''گوہر منیر'' کے قلمی نسخہ کے حاشیہ پر لکھے ہیں۔

''حاجی حاکم علی جو کئی بار حج کر چکے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی صاحب ظہر سے لے کر عشاء تک لگاتار روتے رہے۔ درد اور شوق میں ساعت بساعت اضافہ ہوتا رہا۔ بعد نمازِ عشاء میں نے حضرت صاحب (خواجہ گوہر الدین جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کیا کہ مولانا تو اس طرح بے قرار ہیں اگر یہ حالت قائم رہی تو ان کی روح پرواز کر جائے گی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ان کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ میں گیا اور مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کو بلا لایا۔ حضرت صاحب نے دریافت کیا کہ کیوں اتنی بے قراری ہے؟ مولانا صاحب نے عرض کیا: حضور اقدس مقصد حاصل نہیں ہوا۔

دلبر مینوں مکھ نہیں دسدا میرا عشق پسند نہیں کردا
کیتی کتری کھو محمد سکہ بنیا زر دا

حضرت صاحب نے مولانا صاحب کو تسلی دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ان کے کرم سے بعید نہیں کل صبح ریاض الجنہ میں جالی شریف کے قریب نفل پڑھ کر مراقبہ کرنا بفضل خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہربانی کریں گے۔ دوسرے دن مولانا صاحب جالی شریف کے قریب جا کر بعد نمازِ نفل ابھی تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بحالت بیداری نصیب ہوئی۔''

ایک روز شیخ کامل حضرت خواجہ گوہر الدین جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے۔ مواجہ شریف کے سامنے آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا اور فرمایا:

''مولانا صاحب! آپ کے ہاتھ پر جو بیعت کرے گا اس کی ذمہ داری کی سفارش میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی ہے آپ بے دھڑک ہو کر بیعت

کریں میں ذمہ دار ہوں۔"

مدینہ طیبہ میں چودہ روز قیام کے بعد یہ قافلہ شہر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے روانہ ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روانگی کے وقت ایک عجیب کیف وسماں تھا۔ سب زاروقطار رو رہے تھے لیکن حضرت خواجہ گوہرالدین جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ مسرور تھے۔ جس وقت ہم سب بس اسٹینڈ پر پہنچے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رونا شروع کر دیا۔ میرے پوچھنے پر فرمایا: دراصل نبی علیہ السلام نے اب الوداع فرمایا ہے۔ بس مدینہ طیبہ سے چل کر چھ میل کے فاصلہ تک پہنچی تھی کہ حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بس کو روکو۔ جب بس روکی گئی آپ بس سے اتر کر زمین پر تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا: آپ لوگ جائیں میں نہیں جاؤں گا۔ ہم سب لوگ بھی نیچے اتر آئے۔ اسی اثناء میں بس کا انجن بھی خراب ہو گیا اور ڈرائیور بس کے انجن کی درستگی میں لگ گیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سے عرض کیا: آپ کیوں نہیں جاتے؟ آپ نے فرمایا: میرا دل مدینہ طیبہ کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہے میں یہاں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہوں گا میرے گھر والوں کو کہہ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدموں میں رکھ لیا ہے۔ یہ صورتحال نصف شب تک رہی۔ نصف شب کے بعد آپ نے مجھے فرمایا: اب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمائی ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بس بھی اسی وقت درست ہو گئی۔

جدہ میں ایک ماہ قیام کرنا پڑا کیونکہ کمپنی کا بحری جہاز نہیں آیا تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جدہ شریف میں بیٹھنے سے طبیعت بہت پریشان تھی کیونکہ یہاں نہ طواف کعبۃ اللہ ہے اور نہ زیارت گنبد خضرا تھی۔ یہاں تقریباً ایک ماہ قیام کے بعد بحری جہاز آیا اور یوں وہ قافلہ جو حضرت خواجہ گوہرالدین جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی غرض سے گیا واپس روانہ ہوا۔

کراچی سے بذریعہ ٹرین لاہور پہنچے۔ سینکڑوں عزیز و اقارب اور مریدوں نے لاہور ریلوے اسٹیشن پر استقبال کیا۔

جامع مسجد غوثیہ کی تعمیر نو:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ وزیرآباد تشریف لائے تو مسجد غوثیہ کا انتظام انجمن اسلامیہ خدام الصوفیاء کے ذمہ تھا۔ ابتدائی چند سال تک حضرت نے انجمن کی ماتحتی میں کام کیا لیکن بعدازاں یوں ہوا کہ انجمن کو توڑ دیا گیا۔ آپ کی غیور طبیعت نے ان کی ماتحتی میں کام کرنا گوارہ نہ کیا۔ انجمن کے افراد نے بھی مسجد سے علیحدگی اختیار کر لی۔

چنانچہ قبل از قیامِ پاکستان حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کے تمام معاملات کی دیکھ بھال کرنے کی ذمہ داری سنبھال لی اور بلا وظیفہ و معاوضہ خدمات سرانجام دینے لگے۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے مسجد کی ازسرنو تعمیر کی طرف توجہ دی۔ مسجد کے صحن کے تین اطراف میں بڑی خوبصورت اور عالی شان گیلریاں خواتین کے لئے بنوائیں جہاں ہزاروں خواتین نمازِ جمعہ اور اعراس کے موقع پر حاضر ہوتی تھیں۔ مسجد کی تعمیر کے لئے آپ نے جب چندہ کی اپیل کی تو عورتوں نے اپنے زیور تک مسجد کے لئے دے دیئے۔ اس واقعہ کے عینی شاہد آج بھی موجود ہیں۔ طلبہ کے لئے رہائشی کمرے تعمیر ہوئے۔ وضو کے لئے وسیع انتظام کیا گیا۔ اس دور میں جبکہ عام طور پر مساجد میں موٹر پمپ نہیں ہوتے تھے آپ نے ایک بڑی ٹینکی تعمیر کروائی اور پانی کے حصول کے لئے موٹر پمپ لگوایا گیا۔ اس دور میں مسجد غوثیہ کا شمار بڑی خوبصورت اور وسیع مساجد میں ہونے لگا۔

قبل از قیامِ پاکستان سے لے کر ۱۹۷۰ء تک حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مسجد غوثیہ اور دارالعلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ کے تمام معاملات و انتظامات کی نگرانی فرماتے

رہے۔ تمام امور اور اخراجات آپ نے ہی پورے کئے۔ اہلیانِ شہر نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور بھرپور مثالی تعاون کیا۔

آپ کے وصال کے بعد جانشین شیخ القرآن حضرت قبلہ پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے تمام معاملات کی نگرانی کرنے لگے۔ ۱۹۸۰ء میں مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے کا فیصلہ ہوا کیونکہ مسجد کے ہال کی تعمیر کو سو سال گزر چکے تھے۔ دو سال کی جدوجہد اور کوشش کے بعد مسجد غوثیہ کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ مسجد کا ہال 40*90 فٹ انتہائی کشادہ اور وسیع جبکہ اس ہال کی سب سے بڑی خوبصورتی یہ ہے کہ درمیان میں کوئی ستون وغیرہ نہیں ہے۔ ہال کمرہ کے اندر تین اطراف گیلری بنائی گئی ہے جبکہ صحن میں شمالی گیلری ختم کر کے طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد اور سہولت کے پیش نظر رہائشی کمرے بنائے گئے ہیں۔ مشرقی اور جنوبی گیلریاں نئے انداز سے تعمیر ہوئی ہیں اور ایک مینار تعمیر ہوا جن کی خوبصورتی دعوت نظارہ دے رہی ہے۔ طہارت خانے اور غسل خانے مسجد سے ملحق گراؤنڈ میں تعمیر کئے گئے ہیں جبکہ اساتذہ کرام کی رہائش کے لئے دو مکان تعمیر کروائے۔ مسجد کے اندر سنگ مرمر لگنے سے اس کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔

تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء):

تحفظ ختم نبوت ایک ایسا جذبہ ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔ اللہ رب العزت جن لوگوں کو اس انعام کے لئے منتخب فرماتا ہے وہی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں نبوت کے دعویدار پیدا ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر کئی ایک مرد و زن نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تو سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور سب کو جہنم واصل کر کے دم لیا۔ اس کے بعد جب بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے منتخب شدہ بندوں سے کام لیا۔ دین الٰہی کی صورت میں جب

ایک بار پھر بادشاہ اکبر کے دورِ حکومت میں اس تحریک نے زور پکڑا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی برگزیدہ ہستی نے کفریہ عقائد کا مقابلہ کیا اور تحفظ ختم نبوت کے پرچم کو سربلند رکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں برصغیر پاک و ہند کے اندر جب قادیانیوں نے اس نازک اور اہم مسئلہ پر فتنہ کھڑا کر دیا تو قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا کا ہر محاذ پر محاسبہ کیا۔ ہر مسلک کے علماء نے آپ کو اس محاذ پر اپنا قائد تسلیم کیا۔ مرزا کو راہِ فرار اختیار کرنا پڑی۔ آپ نے تحریری میدان میں بھی کتب تصنیف فرما کر اس کے غلط عقائد کا رد فرمایا۔

قادیانیت' اسلام کے متوازی ایک مذہب ہے جو اسلام دشمن طاقتوں کا سیاسی لے پالک ہے۔ یہ منکرین ختم نبوت کا ایسا گروہ ہے جسے انگریز نے عالم اسلام کے اندر فتنہ و فساد پیدا کرنے کی خاطر جنم دیا اور ان کے تمام تر مفادات کا تحفظ کیا۔ مرزا غلام احمد نے اپنے دعویٰ سے موت تک انگریزوں کے لئے جاسوسی کو دینی کام تصور کیا۔ دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کیں۔ اپنے آپ کو سب سے برتر اور افضل ظاہر کیا۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا جہنم واصل ہو گیا اور حکیم نور الدین بھیروی کو اس کا خلیفہ بنایا گیا۔ دوسری طرف مرزا بشیر الدین محمود نے کوشش جاری رکھی اور حکیم نور الدین کو ساتھیوں سمیت شکست دے کر خود احمدی جماعت کا متولی بن کر اس پر قابض ہو گیا اور جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۹ء میں کھلم کھلا انگریز کی حمایت کی۔ انگریزوں کی فتح پر قادیان میں جشن منایا گیا' چراغاں ہوا۔ مرزا بشیر الدین محمود نے پنڈت جواہر لال نہرو سے دوستانہ تعاون کا رشتہ استوار کر لیا۔ انگریز اور ہندوؤں دونوں کی شدید خواہش تھی کہ قادیانی مسلمانوں میں شامل رہ کر انہیں کمزور کریں۔ انگریز برصغیر سے نکلتے وقت قادیانیوں کے سرخیل سر ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ یوں قادیانی اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے لگے۔ کئی

ایک محکموں مثلاً پولیس، ایڈمنسٹریشن، ریلوے، فنانس، کسٹمز اور انجینئرنگ کے شعبوں میں قادیانی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور پاکستان کے اندر کسی ایک خاص علاقے کو قادیان بنانے میں مصروف رہے۔ ابتداء میں بلوچستان کو اپنا قلعہ بنانے میں لگے رہے مگر کامیابی نہ ملنے پر (ربوہ) کی طرف خاص توجہ دی گئی۔ ۱۹۵۲ء میں قادیانی اہم شعبوں میں نظامِ حکومت کو اپنے سیاسی ذہن کے مطابق چلانے میں کامیاب ہونے لگے تو اس دوران تحریک ختم نبوت نے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

پاکستان کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں نے ۱۷ مئی ۱۹۵۲ء کو جہانگیر پارک کراچی میں قادیانیوں کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کا اعلان کیا تو مسلمانوں نے اسے اپنے لئے ایک چیلنج سمجھ کر احتجاج شروع کر دیا۔ سر ظفر اللہ خاں نے کراچی کے جلسہ میں دورانِ خطاب کہا:

''احمدیت ایک ایسا پودا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہے اب وہ جڑ پکڑ گیا ہے اگر یہ پودا اکھاڑ دیا گیا تو اسلام ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا بلکہ ایک سوکھے ہوئے درخت کی مانند ہو جائے گا اور دوسرے مذاہب پر اپنی برتری کا ثبوت مہیا نہ کر سکے گا۔''

کراچی میں علمائے کرام کی ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں مختلف مکاتب فکر کے علماء شامل ہوئے۔ ۲ جون ۱۹۵۲ء کو مجلس مشاورت نے ذیل کے مطالبات پیش کر دیئے۔ اول قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ دوم چوہدری ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کیا جائے۔ سوم کلیدی اسامیوں سے احمدیوں کو ہٹایا جائے۔

۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو آل مسلم پارٹیز کنونشن لاہور میں برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہوا جس میں تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین شامل ہوئے۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر حضور قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف سے لاہور

تشریف لائے۔

حضرت شیخ القرآن ﷫ نے اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا اور اپنی تقاریر میں ختم نبوت پر دلائل دیتے اور لوگوں کو اس بات پر ابھارتے کہ حکومت وقت کو مجبور کیا جائے کہ وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ چنانچہ آپ ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو آل پارٹیز مسلم کانفرنس لاہور میں شریک ہوئے۔ تحقیقاتی رپورٹ کے صفحہ ۸۱ پر آپ کا اسم گرامی بھی لکھا ہوا ہے۔ ''مولانا عبدالغفور ہزاروی (انجمن سجادہ نشیناں پنجاب)'' اس موقع پر آپ نے زبردست خطاب فرمایا۔ تحقیقاتی رپورٹ جو علماء کرام اور اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی سازش تھی کے بارے میں ۱۹۵۵ء میں آل پاکستان سنی کانفرنس منعقدہ لاہور میں اس رپورٹ کے بارے میں کہا گیا:

''اس رپورٹ میں نہ صرف علماء کا استہزاء کیا گیا بلکہ یہ رپورٹ اسلام کے خلاف مسلمان ججوں کی لکھی ہوئی خطرناک دستاویز ہے۔''

شورش کاشمیری نے اس رپورٹ کے متعلق یوں لکھا ہے:

''جسٹس ایم آر کیانی نے خود راقم سے کہا تھا کہ وہ اس کتاب کی اشاعت سے پریشان و پشیمان ہیں اس میں جو حصہ اسلام کے خلاف ہے اور جہاں جہاں احرار سے متعلق برے الفاظ استعمال کئے گئے وہ جسٹس منیر کے قلم سے ہیں۔ اس رپورٹ کا غالب حصہ یک طرفہ آلائشوں کا حاصل ہے اور کسی لحاظ سے بھی پوری رپورٹ کسی ایک جج کی تحریر نہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال خلف الرشید علامہ اقبال نے اپنی ایک نظریاتی کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے کہ یہ ایک ایسی دستاویز ہے جو اسلام کے خلاف مسلمان ججوں کے قلم سے نکلی ہے اس کی اشاعت روک لی جائے۔ اس کتاب کا ضبط کرلیا جانا ہی بہتر ہے۔ آج تک نفس اسلام کے خلاف دنیائے اسلام میں ایسی دستاویز شائع نہیں ہوئی۔''

کانفرنس میں علماء کرام نے جو تقاریر قادیانیوں کے خلاف کیں ان کے متعلق رپورٹ میں لکھا ہے:

''سی آئی ڈی پنجاب نے ۲۱ جولائی ۱۹۵۲ء کو یہ رائے ظاہر کی کہ پانچ تقاریر قابل اقدام ہیں لیکن اگرچہ بہاؤ الحق قاسمی اور علامہ علاؤ الدین صدیقی نے زیر دفعہ ۲۱ (۱۱) ایکٹ پبلک سیفٹی ایکٹ ارتکابِ جرم کیا ہے لیکن ان کے خلاف مقدمہ نہ چلایا جائے کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو ان کو عدالت میں مزید کیچڑ اچھالنے کا موقع مل جائے گا۔ انہوں نے لکھا کہ عبدالغفور ہزاروی بالکل بے حیثیت آدمی ہے اس لئے اس کی تقریر سے اسی حقارت کا سلوک ہونا چاہئے جس کی وہ مستحق ہے۔ مولوی محمد علی جالندھری نے حکومت کو بے ایمان کہا ہے لیکن چونکہ یہ ایک ہی ریمارک ہے اس لئے اس کو بھی نظرانداز کر دینا چاہئے۔ عبدالستار نیازی کے بارے میں ان کی رائے تھی کہ اسے فی الحال چھوڑ دیا جائے آئندہ کسی موقع پر اس کی گوشمالی کر دی جائے گی۔ ڈی آئی جی، سی آئی ڈی نے یہ کیس ہوم سیکرٹری کو بھیج دیا۔''

اس موقع پر ایک مجلس عمل قائم کی گئی جس نے تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات کوشش کی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی پیش پیش رہے۔ مجلس عمل نے ۲۳ جنوری ۱۹۵۳ء کو وزیراعظم پاکستان سے مل کر انہیں اپنے مطالبات پیش کئے اور ایک ماہ کا نوٹس دے دیا کہ اگر ۲۲ فروری ۱۹۵۳ء تک مجلس عمل کے مطالبات منظور نہ ہوئے تو مجلس عمل اپنے مطالبات منوانے کے لئے راست اقدام کرنے پر مجبور ہوگی۔

چند روز بعد مجلس عمل کے زیر اہتمام لاہور دہلی دروازہ کے باغ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ کے انعقاد میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری (احراری) پیش پیش تھے۔ لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، حد نگاہ تک لوگ ہی لوگ نظر آ رہے

تھے۔ اس جلسہ سے بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا۔ آپ نے بڑے مناظرانہ انداز میں تقریر کا آغاز فرمایا:

''ہمارے نبی وہ ہیں جن کا یہ مقام ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا: انا النبی لاکذب انا ابن عبدالمطلب' اسلامی لشکر جب افراتفری میں منتشر ہو کر واپس ہوا تو آپ سواری سے اترے اور دشمن کے سامنے کھڑے ہو کر جلالی نبوت کے لہجہ میں فرمایا: میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں یعنی اس موقع پر اعلانِ نبوت کا اظہار تشکر اور تحدیث نعمت کے طور پر کیا اور انا ابن عبدالمطلب اپنی انسانیت اور آدمیت کا اظہار ہے جبکہ قادیانیوں کا جھوٹا نبی کہتا ہے:

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

آپ بار بار مرزا کا یہ شعر پڑھتے اور فرماتے:

''دیکھو ان کا نبی آدم کا بیٹا نہیں ہے بلکہ کرمِ خاکی اور انسانوں کی جائے نفرت ہے۔ یہ کیسی عاجزی کہ اپنے آپ کو انسان کا بچہ ہونے سے انکار کر دے۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر میں ایسا رنگ اختیار کیا کہ مرزا کی اپنی تحریروں سے خوب اس پر تنقید کی۔ جب بھی آپ مرزا کی کوئی بات بیان کرتے تو مزاح کا ایسا ماحول پیدا ہو جاتا کہ لوگ بے اختیار ہنس پڑتے۔ آپ نے فرمایا:

''ہمارے نبی علیہ السلام خاتم المرسلین ہیں' خاتم النبیین ہیں جبکہ مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ میں خاتم الاولاد ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام

جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی تھی اور اس کے بعد میں نکلا تھا اور میرے بعد والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہمارے نبی علیہ السلام کے پاس ملائکہ کے استاد حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے ان کے نبی کے پاس آنے والے فرشتے کا نام ٹیچی ٹیچی ہے۔''

آپ نے نبی علیہ السلام کے لباس کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا:

''قادیانیوں کا نبی غرارہ استعمال کرتا تھا اس کے اپنے الفاظ میں بیان کیا کہ مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہا کہ حضرت مسیح موعود اوائل عمر میں غرارے استعمال کرتے تھے۔''

''ہمارے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں پیشین گوئیاں احادیث کی کتب میں موجود ہیں جو درست ثابت ہوئیں جبکہ مرزا کی ہر پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں جبکہ مرزا برانڈرتھ روڈ لاہور کی احمدیہ بلڈنگ میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر گیا اور لاش ریل پر قادیان لے جائی گئی۔''

آپ نے اس عظیم الشان اجتماع میں ختم نبوت پر مدلل تقریر فرمائی اور علامہ اقبال کا یہ شعر موضوع سخن تھا:

لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے عقائد باطلہ کا رد اور ختم نبوت پر

ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا:

''آج میرے دل کی حسرت پوری ہوگئی کہ میں نے اپنے کانوں اور آنکھوں سے علامہ ہزاروی صاحب کا خطاب سنا اور انہیں دیکھا۔ ایسا مدلل وعظ کرنا آپ ہی کا حق ہے آپ کی علمیت اور جادو بیانی سے مرزائیت کا ناطقہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا۔''

۲۶ فروری ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل کا اجلاس کراچی میں صورتحال پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ اسی رات حکومت نے تمام جید علماء کرام کو کراچی سمیت پورے ملک سے گرفتار کر لیا۔ لاہور' گوجرانوالہ' لائل پور' سیالکوٹ اور راولپنڈی تحریک ختم نبوت کے مرکز بن گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر آباد اور گوجرانوالہ کے گردونواح میں جلسوں سے خطاب فرمایا اور لوگوں میں جوش ولولہ پیدا کیا۔ لوگ جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ہر روز وزیر آباد میں جلوس نکلتا۔ شہر بھر میں مرزائیوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں لکھا ہے:

''وزیر آباد میونسپل کمیٹی نے دو احمدی مدرسوں اور چار احمدی استانیوں کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس نے جگہ جگہ چھاپے مارے مگر ناکام رہی۔ آپ مختلف مقامات پر خطاب فرماتے پولیس آپ کا تعاقب کرتی لیکن گرفتار نہ کر سکی کیونکہ اکثر علماء گرفتار ہو چکے تھے آپ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وقت باہر رہ کر تحریک کو کامیاب بنایا جائے۔ ان ایام میں آپ نے اکثر گولڑہ شریف اور گوھد و واہ کینٹ میں قیام کیا۔ وہاں سے جلسہ میں خطاب کے لئے جاتے اور پھر رازداری سے واپس چلے جاتے تھے۔ انہی ایام میں وزیر آباد غلہ منڈی میں ایک روز بعد نمازِ ظہر بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ یہ وزیر آباد کی تاریخ کا سب سے بڑا جلسہ تھا۔ آپ کو اس

جلسہ سے خطاب کرنا تھا پولیس نے جلسہ گاہ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ آپ گولڑہ شریف میں قیام پذیر تھے۔ حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو گاڑی دی اور چند احباب کو آپ کے ساتھ روانہ کیا۔ جلسہ شروع ہو چکا تھا۔ جونہی آپ جلسہ گاہ میں داخل ہوئے لوگ دیوانہ وار نعرے لگانے لگے۔ حسب روایت بڑے جامع انداز میں خطاب کیا۔ ابھی جلسہ جاری تھا کہ اسٹیج سے رازدارانہ انداز میں اتر کر چلے گئے، پولیس آپ کو گرفتار نہ کر سکی۔

تحریک ختم نبوت کا ایک بڑا جلسہ مارچ کے ابتدائی دنوں میں لیاقت باغ راولپنڈی میں زیرِ صدارت سلطان العارفین محبوبِ الٰہی حضرت قبلہ پیر غلام محی الدین گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہوا۔ لوگوں کا حدنگاہ تک جم غفیر تھا۔ لیاقت باغ کے اردگرد اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ اس جلسہ کے بارے میں رپورٹ تحقیقاتی عدالت میں لکھا ہے:

"وہ جلسہ جو لیاقت باغ میں پیر صاحب گولڑہ شریف کی صدارت میں منعقد ہوا تھا وہ سب سے بڑا جلسہ تھا جس کی نظیر ماضی میں نہ مل سکتی تھی۔"

اس فقید المثال جلسہ سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا۔ اسٹیج پر قائدین اور جید علماء کرام تشریف فرما تھے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل عقیدہ کو طشت از بام کیا۔ پاکستان میں مرزائیوں کی خفیہ سرگرمیوں کے تاروپود کو اکھاڑ کر رکھ دیا۔ بڑے واضح الفاظ میں فرمایا:

"حکومت جس سردمہری اور بے اعتنائی کے ساتھ مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم نہیں کر رہی اس سے واضح طور پر عیاں ہو رہا ہے کہ حکومت کا زوال شروع ہو چکا ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ غلام ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جانیں قربان کر سکتے ہیں لیکن کافر و مرتد کے سامنے جھک نہیں سکتے۔ آج جن حیلوں

اور بہانوں سے تحفظ ختم نبوت کی تحریک کو دبایا جا رہا ہے یہ کبھی بھی نہیں دبے گی۔ اس ملک کے لئے ہم نے اپنا خون پسینہ بہایا ہے ہم نہیں چاہتے کہ یہاں فسادات برپا ہوں لیکن اگر ملت اسلامیہ کی آواز دبانے کی کوشش کی گئی تو آنے والے انقلاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ہم جان تک کی بازی لگا دیں گے اور ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے عوام جو بھی قدم اٹھائے گی اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ جو حکمران توہین رسالت کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ کبھی بھی سرخرو نہیں ہو سکیں گے۔"

آپ نے اپنے مخصوص انداز میں ایسا جامع خطبہ ارشاد فرمایا کہ آپ کے خطاب کے بعد کسی کو خطاب کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ نامور ادیب محترم عزیز ملک صاحب جو وہاں موجود تھے کے مطابق جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص سحر انگیز بیان میں متنبی قادیان کے دجل وفریب کے بخیے ادھیڑے تو آپ کے وعظ کے اختتام پر دیگر مقررین نے یہ کہہ کر جلسہ کے اختتام کا اعلان کر دیا کہ علامہ ہزاروی کے بعد کون سی میخ رہ گئی ہے جو متنبی قادیان کے تابوت میں پیوست کی جائے۔

اس جلسہ کے اختتام پر بھی پولیس آپ کو گرفتار کرنا چاہتی تھی مگر ناکام رہی بلکہ عوام کا پولیس سے ٹکراؤ ہو گیا۔ پورے شہر میں فسادات پھیل گئے۔ ۲۶ مارچ کو مظاہرین نے مری روڈ کا رخ کیا۔ احمدیوں کے عبادت خانے کو آگ لگا دی۔ لوٹ مار کے واقعات رونما ہونے پر شہر میں فوج کو طلب کر لیا گیا۔

راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر نے گولڑہ شریف حاضری دی اور حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ علامہ ہزاروی کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ ہمیں سختی سے حکم ملا ہے کہ اگر وہ گرفتار نہ ہوئے تو ان کے اہل خانہ کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس پر حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے وعدہ فرمایا اور عصر کے بعد آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے

کر ڈپٹی کمشنر کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ یوں وہاں سے آپ کو گرفتار کر کے سنٹرل جیل راولپنڈی میں پبلک سیفٹی ایکٹ دفعہ نمبر ۳ کے تحت نظر بند کر دیا گیا۔ آپ کو جیل کے اسی کمرہ میں رکھا گیا جہاں پہلے ہی ۲۷ فروری سے مولانا غلام اللہ خاں نظر بند تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اسیری کے سات ماہ اسی جیل میں گزارے۔

رپورٹ تحقیقاتی عدالت جو اغلاط کا مجموعہ ہے جس میں علماء کرام اور اسلام کے خلاف کلماتِ نازیبا لکھے گئے ہیں جس کی اشاعت پر خود جسٹس کیانی پشیمان ہو گئے تھے اس میں آپ پر گرفتاری کا یہ الزام عائد کیا گیا:

"وزیرآباد! یہاں تحریک کی تنظیم کرنے والے مولوی محمد عبدالغفور ہزاروی اور کامریڈ عبدالکریم تھے۔ یہاں ریل کی پٹری پر لکڑی کا ایک لٹھا رکھ کر ایک ٹرین روکی گئی جو سرمایہ یہاں سے ضبط کیا گیا اس کی مقدار دو ہزار پانچ سو ساٹھ روپے تھی۔"

ملک کے اندر حالات تیزی سے بگڑنے لگے۔ سینکڑوں جید علماء کو گرفتار کر لیا گیا۔ تحریک میں مزید شدت آنے پر بگڑتے ہوئے حالات کے پیش نظر ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی پر بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا اور موت کی سزا سنا دی گئی۔ اس پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے کوششیں شروع کیں کہ کسی طرح سزا منسوخ کی جائے۔ آپ نے مختلف علمائے کرام اور سجادہ نشین حضرات کو خطوط لکھے تا کہ دیگر ممالک کے سربراہوں سے رابطہ کر کے سزا منسوخ کرائی جا سکے۔ خود مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی نے راقم الحروف کو بتایا کہ "میری سزا کی منسوخی اور رہائی کے لئے آپ نے ہر ممکن قربانی کا اعلان کیا۔ مولانا مرحوم نے مجھے بتایا کہ ان کی تحریک پر علماء و مشائخ نے اس وقت کے کمانڈر انچیف چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور حکومت کے دیگر عمائدین پر دباؤ ڈالا۔ بیرونِ ملک مختلف سربراہانِ مملکت کو ٹیلی گرام دیئے اور جرنیلوں

کی مداخلت سے میری سزائے موت کے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔"

سنٹرل جیل میں آپ نے دیگر اسیران کے ہمراہ بڑی پامردی' حوصلہ مندی و استقامت سے اسیری کے ایام گزارے۔ ابتداء میں سرکاری طور پر کلاس کا اعلان نہ ہوا لیکن سپرینٹنڈنٹ اور دیگر افسرانِ جیل آپ کی شخصیت و اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے لہٰذا خوراک اعلیٰ درجے کی ملتی تھی۔ اکثر وقت آپ اوراد و وظائف پڑھنے میں گزارتے۔ علماء کرام اور ملاقات کے لئے آنے والے وفود سے تحریک کے متعلق تبادلہ خیالات فرماتے۔ جب آپ جیل میں گئے تو موسم گرما کا آغاز تھا۔ پھر رفتہ رفتہ موسم گرما اپنے عروج پر پہنچ گیا اور ۱۵ مئی سے رمضان المبارک کا آغاز ہو گیا اور آپ کو کلاس بی مل گئی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم تحریک میں اس لئے شامل ہوئے کہ مذہب کو بچائیں مگر ایک پارٹی تو نہرو کے اشارے پر ناچ کر ملک پاکستان کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ ایک لیڈر نے اس تحریک سے گورنر بننے کے خواب دیکھے۔ جیل کے اندر آپ کی جرأت و بے باکی مشہور تھی۔ آپ آرام سے لیٹے اور یادِ خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ علماء حیران تھے' چہ مگوئیاں کرتے کہ عجیب آدمی ہے کسی قسم کی کوئی فکر ہی نہیں' اس پر طرہ یہ کہ جیل کے سپرینٹنڈنٹ وغیرہ آپ سے دم کرواتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد مارشل لاء ختم ہو گیا۔ ممتاز دولتانہ کو وزارتِ عظمیٰ سے محروم ہونا پڑا۔ اس تحریک کا سب سے بڑا المیہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت تھی۔ یکم جولائی ۱۹۵۳ء کو تحقیقات کا آغاز ہوا۔ ۱۱۷ اجلاس ہوئے ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء کو عدالت نے اپنا کام ختم کیا۔ انگریزی و اردو میں اس تحقیقاتی رپورٹ عدالت کو شائع کیا گیا۔ تحریک میں ایک ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ پھر جمہوریت کا فانوس گل ہو گیا۔ ممتاز دولتانہ اور ناظم الدین کو برطرف کر دیا گیا۔ مارشل لاء کے اختتام پر کچھ قیدیوں کو رہا کیا گیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۳ء ستمبر کے آخر میں رہا ہوئے۔ صدر ایوب کے دور میں

لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس امر کا بیان دیا کہ قادیانی مسلمان ہیں۔ اس مسئلہ کو زندہ رکھنے کے لئے اخبارات و رسائل میں علماء مضامین لکھتے رہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دورہ تفسیر قرآن مجید شروع کیا تو فرمایا:

''علمائے کرام کی ایک ایسی کھیپ تیار کر جاؤں گا جو آنے والے حالات میں مرزائیوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔''

علماء کرام کو مرزائیوں کے عقائد باطلہ کے خلاف نوٹس لکھواتے تھے۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں آپ کی شہادت کے بعد جانشین حضرت شیخ القرآن حضرت قبلہ مفتی پیر محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد کے اس مشن کو جاری رکھا۔

۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلبہ سیاحت کی خاطر پشاور گئے۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ختم نبوت کے نعرے لگائے۔ واپسی پر قادیانیوں نے ۲۹ مئی کو ان طلبہ پر حملہ کر دیا اور بری طرح زدوکوب کیا۔ اگلے روز اخبارات میں صفحہ اول پر یہ خبر شائع ہوئی تو پورے ملک میں ہنگامے ہونے لگے۔ یوں تحریک ختم نبوت دوبارہ شروع ہو گئی۔ ملک بھر میں لاٹھی چارج' آنسو گیس اور فائرنگ کے واقعات ہونے لگے۔ علماء کرام میدانِ عمل میں نکل آئے۔ وزیر آباد میں حضرت پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تحریک شروع ہوئی۔ یکم جون ۱۹۷۴ء کو نمازِ جمعہ کے بعد مرکزی جامع مسجد غوثیہ سے ایک عظیم الشان جلوس نکلا۔ راقم الحروف بھی اس جلوس میں شامل تھا۔ شہر میں زبردست ہڑتال تھی۔ مین بازار میں واقع مرزائیوں کی دوکانوں پر توڑ پھوڑ ہوئی۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کا اجلاس حضرت پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں ہوا۔ مختلف پروگرام ترتیب دیئے گئے۔ گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۴ جون کو کامیاب ہڑتال ہوئی۔ جولائی میں کئی ایک جلسے اور جلوس نکالے گئے۔ کئی

قادیانی شہر چھوڑ گئے۔ کچھ نے اسلام قبول کر لیا۔ یکم جولائی کو قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر غور شروع ہوا۔ سرحد اسمبلی پہلے ہی غیر مسلم قرار دے چکی تھی۔ اگست میں قومی اسمبلی کا اجلاس جاری رہا اور غور و خوض ہوتا رہا۔ تحریک بھی عروج پر تھی حتیٰ کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا یوں یہ تحریک جو ۱۹۵۳ء میں چلی جس میں علماء کرام نے بے شمار قربانیاں دیں کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

جامعہ اسلامیہ بہاولپور بطورِ پرنسپل پیشکش:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تدریسی خدمات کا تذکرہ دور دور تک پھیل گیا۔ مغربی پاکستان کے کونے کونے سے جبکہ مشرقی پاکستان اور دیگر افریقی ممالک کے طلبہ نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ بہاولپور میں جامعہ اسلامیہ قائم ہونے پر وہاں علماء کرام کو بھی بطورِ مدرس رکھا گیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سید حامد بلگرامی صاحب کی طرف سے آپ کو اسلامیہ یونیورسٹی کے لئے بطور پرنسپل (صدر مدرس) تعینات کرنے کی پیشکش ہوئی۔ اس دور میں آپ کو پندرہ سو روپے ماہوار تنخواہ کے ساتھ رہائش کے لئے کوٹھی اور سفر کے لئے کار دینے کی بھی پیشکش کی گئی۔ جامعہ نظامیہ غوثیہ کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ ان تمام پیشکشوں کا آپ نے انکار کر دیا اور یہیں پر رہ کر درس و تدریس اور دین اسلام کی خدمت کو ترجیح دی اور فرمایا:

''میں سونے کی زنجیر میں جکڑ کر اسلام کی خدمت نہیں کر سکتا۔''

ایک مرتبہ سرگودھا مرکزی جامع مسجد کمپنی باغ کے عہدیدار آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو مسجد کی خطابت کی دعوت دی اور اس دور کے مطابق بحیثیت خطیب اعلیٰ تنخواہ اور سہولیات کی پیش کش کی گئی۔ آپ نے فرمایا:

''دین اسلام کے اندر استقامت کی بڑی اہمیت ہے اب عرصہ دراز سے

یہاں پر خدمات سرانجام دے رہا ہوں لہٰذا یہاں ہی خطابت و تدریس کو بہتر سمجھتا ہوں۔"

مسجد کے عہدیداروں نے مزید مراعات کا ذکر کیا لیکن مسجد غوثیہ کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا (حالانکہ مسجد انتظامیہ نے آپ کا ماہوار وظیفہ بھی بند کر دیا تھا) کہ پرکشش مراعات کے باوجود وزیرآباد میں قیام اور مسجد غوثیہ میں فی سبیل اللہ خطابت کو فوقیت دی۔

دورہ تفسیر قرآن مجید:

جامعہ نظامیہ غوثیہ میں ابتدائی طور پر قرآن کریم ناظرہ' حفظ قرآن کریم اور درسِ نظامی کے شعبے قائم کیے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ نے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے کا اعلان فرمایا۔ دورہ تفسیر قرآن مجید کے آغاز کے متعلق حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ امتحان لینے کے لئے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ واپس آ کر اساتذہ کو جمع کر کے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اجمیر شریف کا سردار احمد اور یہاں کا ہزاروی انشاء اللہ بڑے کام کے ہوں گے۔ میں بصیرت سے کہتا ہوں کہ ان سے مخلوقِ خدا کو عظیم فیض پہنچے گا۔"

میں زندگی بھر سوچتا رہا کہ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد کہیں ثابت بھی ہوگا؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تو زندگی بھر حدیث پڑھائی میں اپنے متعلق سوچا کرتا تھا تا آنکہ خدا نے میرے ذہن میں ڈالا کہ تو قرآن مجید کی تفسیر پڑھا۔

دارالعلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیرآباد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اہل سنت میں سب سے پہلے یہاں دورہ تفسیر قرآن کریم کا آغاز حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

دورہ تفسیر قرآن مجید کے اعلان سے اہل سنت کے ہاں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور مختلف مدارس سے فارغ التحصیل علماء یہاں آ کر آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے لگے۔
حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دورۂ تفسیر قرآن مجید کے پڑھانے کا اعلان کیا تو میری ملاقات شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ ضیاء القرآن ڈنگہ ضلع گجرات کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر ہوئی۔ آپ نے مجھے سینے سے لگایا اور مسرت سے فرمایا:

''واہ شیخ القرآن! میں آپ سے بہت خوش ہوں جو طلبہ لائکپور میں مجھ سے دورہ حدیث پڑھیں گے وہ آپ سے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھیں گے اور آپ سے دورہ تفسیر قرآن پاک پڑھنے والے مجھ سے دورہ حدیث پڑھیں گے۔ اب حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان پورا ہوگا۔''

اہل سنت کے بڑے بڑے مدارس سے مثلاً جامعہ رضویہ فیصل آباد' جامعہ حنفیہ بصیر پور' جامعہ رضویہ راولپنڈی' جامعہ نظامیہ لاہور' جامعہ نعیمیہ لاہور' جامعہ فریدیہ ساہیوال اور دارالعلوم بھکھی شریف ضلع گجرات کے علاوہ آزاد کشمیر' گجرات' گوجرانوالہ' ملتان' بہاولپور' اٹک اور دیگر اضلاع سے ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھنے کے لئے آپ کے پاس کھنچے چلے آئے۔ ملک بھر کی خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات نے اپنے صاحبزادگان کو آپ کے پاس تعلیم و تربیت کے لئے بھیجا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیے تلامذہ کی فہرست)

۲۰ شعبان المعظم کو دورہ تفسیر قرآن مجید کی سپیشل کلاس کا آغاز ہوتا۔ آغاز کے موقع پر تلاوت کلامِ مجید' نعت خوانی کے علاوہ ختم شریف پڑھا جاتا۔ ہر روز تین کلاسیں ہوتی تھیں۔ ایک نشست میں آپ خود درس دیتے۔ دوسری نشستوں میں دیگر اساتذہ

کرام نے مختلف سالوں میں پڑھانے کا شرف حاصل کیا جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

درس و تدریس کا یہ سلسلہ رمضان المبارک میں جاری رہتا۔ جمعتہ الوداع سے ایک روز قبل تحریری امتحان لیا جاتا اور جمعتہ الوداع کے روز جلسہ دستارِ فضیلت انتہائی تزک و احتشام سے منعقد ہوتا۔ دستار بندی کے وقت مسجد کے اندر عجیب و غریب روحانی سماں پیدا ہو جاتا۔ مسجد کے وسیع صحن اور ملحقہ گراؤنڈ وسٹی تھانہ کے صحن میں ہزاروں لوگ حاضر ہوتے وہ منظر انتہائی روحانی و دلکش ہوتا۔ جب تمام فارغ التحصیل علماء کرام جبہ زیب تن کیے اور دستاریں سجائے سب مل کر قصیدہ بردہ شریف پڑھتے تو ایک عجیب دلکش نظارہ دیکھنے کو ملتا۔ نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو خصوصی انعامات جبکہ تمام طلبہ کو کنزالایمان شریف کے ہمراہ سند دی جاتی۔

جناب ایم سلیم چشتی مرحوم جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تحریک سول نافرمانی کے وقت جیل میں بھی رہے نے ۱۹۶۰ء جمعتہ الوداع کے موقع پر حضرت کی موجودگی میں دورہ تفسیر قرآن مجید کے حوالہ سے ایک منقبت پڑھی۔ چند اشعار یہ تھے:

یہ چشمہ ہیں محمد مصطفیٰ کے نور انور کا
یہ رستہ جانتے ہیں دوستو قرب پیمبر کا
یہ تیرے فیض ہی سے پھوٹتے ہیں چشمے قرآں کے
توسل سے ترے کھلتے ہیں دل میں پھول ایماں کے
یہ تیرے دم قدم سے اہل سنت میں بہاریں ہیں
یہ رمضان کا مہینہ یہ علماء کی قطاریں ہیں
یہ دستارِ فضیلت ان کے سر جو باندھی جاتی ہے
تو گویا علم و عرفان کی بناء یاں رکھی جاتی ہے

یہ شمعیں جو یہاں سے روشنی لے کر جاتی ہیں
یہ شرق و غرب میں پھر جا کے یارو جگمگاتی ہیں
منور کر رہا ہے مدرسہ اس پاک بستی کو
خدا قائم رکھے تا حشر اس مقبول ہستی کو
زمانہ فی البدیہہ کیوں نہ تجھے شیخ القرآن کہہ دے
تیرے طرزِ تکلم سے تجھے جادو بیاں کہہ دے

آپ کے برادرِ اصغر حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے دورہ تفسیر قرآن مجید کے حوالہ سے اشعار کہے جو نذر قارئین ہیں۔

کیا وزیرآباد کی زیبا فضا ہے دلربا
شیخ قرآں شیخ عرفاں جس میں تھے جلوہ نما
بیسویں شعبان سے رمضان سارا رات دن
دورہ قرآن کے انوار تھے ایمان فزا
شیخ قرآن کا بیان عقدہ کشائی واہ واہ
درسِ قرآن میں ہر ایک مفتی فقیہہ گویا ثنا
شیر حق مردِ مجاہد عارف و کامل ولی
بوالحقائق کان عرفان شیخ قرآن برملا
تھے شریعت اور طریقت کے یہ بے شک بادشاہ
گوہر یکتا مصطفیٰ خیر الوریٰ
تاابد جاری رہے یا رب یہ چشمہ فیض کا
فیض یاب ہوتا رہے عالم کا ہر شاہ وگدا

کر غلامِ خستہ کی یہ التجاء یا رب قبول
دونوں عالم میں الٰہی دے ان کو خیر الجزاء

تدریس وتفسیر قرآن کریم کی امتیازی خصوصیات:

آپ کا معروف لقب شیخ القرآن ہے۔ آپ کے وصال فرما جانے کے بعد بھی آپ اسی لقب سے پکارے اور یاد کئے جاتے ہیں۔ جس دور میں آپ نے دورہ تفسیر قرآن کریم کا آغاز فرمایا بلاشک وشبہ بڑے بڑے علماء ومشائخ کے علاوہ عظیم دینی مدارس کے عالم و فاضل مہتمم موجود تھے۔ گویا آپ کا دور غیر معمولی عصری تقاضوں کے بڑے بڑے انسانوں کا دور تھا اور ان بڑے بڑے علماء' محققین' مفتیانِ دین' محدثین' مفسرین اور صوفیاء کرام کے درمیان آپ کا ایک بلند مقام تھا جس کی بناء پر ''شیخ القرآن'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہاں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس تفسیر قرآن کریم کا وہ نقشہ پیش نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی راقم الحروف اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ اس شاندار اندازِ تدریس کو بیان کر سکوں۔ مختصراً ایک جھلک دکھانا مقصود ہے کہ آپ کو یہ شان منفرد ملی کہ علماء وطلبہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم میں کیونکر کھچے چلے آتے تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مقدس سلسلہ تدریس بریلوی' دہلوی اور خیر آبادی کی ایک نمایاں کڑی ہیں کہ جن کی ساری زندگی قرآن و حدیث کی اشاعت میں وقف ہو گئی۔ آپ نے دیکھا کہ دیگر مسالک کے علماء شور مچاتے ہیں کہ بریلوی علماء تقاریر میں قرآن حکیم کو بطورِ حوالہ پیش نہیں کرتے صرف واقعات بیان کرتے ہیں آپ نے اپنی تمام تر توانائیاں اس پر وقف کر دیں کہ علماء کرام وطلبہ کے دلوں میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات کی تدریس سے عشق مصطفیٰ' محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کو فروغ دیا جائے تاکہ یہ علماء قرآن کریم پڑھتے جائیں اور لوگوں پر

عظمت و مقامِ مصطفیٰ ﷺ کو واضح کرتے جائیں۔

تدریس تفسیر قرآن کریم ایک نہایت بلند سعادت ہے۔ قرآن کریم پڑھانا اور بات ہے دلوں کے اندر قرآن کو اتارنا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا کام تھا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

خیرکم من تعلم القرآن و علمه

''تم میں قرآن کریم پڑھانے اور پڑھنے والا بہتر ہے۔''

لیکن اس کی کیا عظمت و شان ہوگی جو شیخ القرآن ہے۔ یہ فضیلت و عظمت اور سعادت کبریٰ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی نظر عنایت کے بغیر نہیں مل سکتی۔ ذیل میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دورہ تفسیر قرآن مجید کے اندازِ تدریس کو مختصراً تحریر کیا جاتا ہے جو حضرت کے شاگردوں نے مختلف اوقات میں راقم کو لکھ کر یا زبانی طور پر بتائے۔

۱۔ آپ خوش پوشاک اور لطیف الطبع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و جمال سے بہرہ وافر عطا فرمایا تھا۔ اپنے بارعب چہرہ مبارک اور باوقار شخصیت کے ساتھ مجلس درس میں تشریف لاتے اور سکون و اطمینان کے ساتھ اپنی نشست پر رونق افروز ہوتے۔ جب درس کا آغاز فرماتے تو کان علی رؤسهم الطیر کا منظر قابل دید ہوتا تھا۔

۲۔ دورانِ تدریس آپ ہمیشہ ماحول کی طہارت و پاکیزگی اور صفائی کا خاص خیال رکھتے۔ خود بھی صاف لباس زیب تن فرماتے اور طلبہ کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ غریب طلبہ کے لئے اکثر لباس کا انتظام بھی فرماتے۔

۳۔ تدریس کے آغاز سے قبل حمد و ثنا کے تمہیدی کلمات ادا فرماتے اور سب مل کر قصیدہ بردہ شریف کے چند اشعار ترنم سے پڑھتے۔ اس دوران جو طلبہ ابھی

تیاری کے مراحل میں ہوتے وہ بھی فوراً پہنچ جاتے۔ بعض اوقات قصیدہ بردہ شریف پڑھنے کے بعد کسی طالب علم کو فرماتے کہ نعت رسولِ مقبول ﷺ پڑھو۔ بعض اوقات طلبہ آپ کی لکھی ہوئی نعتیں پڑھتے۔ دورانِ نعت کئی بار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے جس سے حلقہ درس میں عجیب کیفیت چھا جاتی۔ آپ کے شاگرد حضرت مولانا محمود احمد صدیقی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ایک نعت خواں لاہور سے آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ نعت سناؤ۔ انہوں نے نعت پڑھنی شروع کی۔ حضرت نے اپنا سر جھکا لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ نعت شریف کے بعد فرمائش کی کہ یہ شعر سناؤ:

دیوا میں بالدی خانقاہاں تے
آوندا ویکھاں ڈھول انہاں راہاں تے

جب یہ شعر پڑھا تو حضرت کو وجد آ گیا۔ فرمایا: اس شعر کی تکرار کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس شعر کو بار بار پڑھا۔ ہم سب دیکھ رہے تھے آپ جھوم رہے تھے اور محظوظ ہو رہے تھے۔

۴۔ جب آپ تدریس قرآن کریم کے لئے مسند پر بیٹھ جاتے تو پھر یوں معلوم ہوتا کہ دنیا کی ہر شے سے بے خبر ہیں۔ تمام تر توجہ تدریس کی طرف مبذول رہتی۔ اکثر اوقات لوگ آپ سے ملاقات کے لئے دورانِ درس آتے تو ان کی طرف قطعاً توجہ نہ دیتے۔ انہیں درس کے آخر تک آپ سے ملاقات کا انتظار کرنا پڑتا۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ شہر کے معززین اور سرکاری لوگ بھی آئے۔ کوئی کتنے ہی مرتبہ کا حامل کیوں نہ ہوتا اسے بھی انتظار کرنا پڑتا تھا۔ مولانا محمود احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حکومت وقت کے خلاف وکلا نے جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا۔ وہ آپ کو جلوس کی قیادت کرنے کی دعوت دینے

کے لئے حاضر ہوئے۔ اس وقت ہم سبق پڑھ رہے تھے۔ تقریباً دس بجے کا وقت تھا۔ دو تین وکیل حلقہ درس میں داخل ہوئے تو آپ نہایت برہم ہوئے اور فرمایا: پیچھے جا کر ان علماء کے جوتوں میں بیٹھو تمہیں معلوم نہیں کہ درس ہو رہا ہے اور اتنی بھی تمیز نہیں کہ علماء کے دائرے کو توڑ کر اندر آ رہے ہو۔ وکلا نے اس بے ادبی پر ہم سب کے سامنے آپ سے معذرت چاہی۔ آپ مسلسل پڑھاتے تھے مگر کبھی مسند یا دیوار کے ساتھ ٹیک نہ لگاتے۔

۵۔ طلبہ بے تکلفانہ خطاب فرماتے اور بحکم حدیث نبوی ﷺ انما انا لکم مثل الوالد لولدہ انتہائی شفقت و محبت سے پیش آتے۔ یوں محسوس ہوتا کہ ایک مشفق باپ اپنی اولاد سے گفتگو کر رہا ہے۔ طلبہ کی ہر قسم کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ کاغذ' قلم اور نوٹ بک تک طلبہ کو دیئے جاتے۔

۶۔ دورانِ درس امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اعتصام بالکتاب والسنہ کی ہمیشہ تاکید فرماتے۔ طلبہ کے عقائد' اخلاق اور اعمال کی اصلاح فرماتے۔ جو مواعظ حسنہ ضروری ہوتے سب کی تلقین فرماتے۔ قرآنی آیات سے مسائل بیان فرماتے ہوئے سب کو اس پر عمل کرنے کی تاکید کرتے۔

۷۔ آپ کی مجلس درس کا رنگ خالصۃً علمی و تحقیقی ہوتا اور ماحول میں خشکی نہیں آنے دیتے تھے۔ سائل کے سوال کو سن کر مدلل شافی جواب دیتے اور مطمئن فرماتے۔ اگر سوال جاندار ہوتا تو طالب علم کی تحسین فرماتے اور ایسا جواب دیتے کہ بحث و تحقیق کے بعد بہت سے گوشے واضح اور منقح ہو کر سامنے آ جاتے۔ مولانا مقصود احمد قادری سابق خطیب مسجد داتا دربار لاہور لکھتے ہیں کہ آپ کو علم تفسیر میں ید طولی حاصل تھا۔ دورہ تفسیر کے دوران ایک روز ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً کے اس قضیہ شرطیہ کے مقدم اور تالی

میں تلازم پر گفتگو ہوئی۔ آپ نے فلسفہ و منطق کی کتب متداولہ کے حوالہ جات پیش فرمائے جو کہ آپ کو ازبر یاد تھے۔ اس کے باوجود آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ ہمیشہ رات بھر مطالعہ فرماتے اور کتب تفاسیر پر حواشی لکھتے۔

۸۔ دورانِ درس طلبہ جس قدر بھی سوالات کرتے آپ ان کے تسلی بخش جوابات عنایت فرماتے۔ ان میں کچھ سوالات موضوع سے غیر متعلق بھی ہوتے مگر آپ خندہ پیشانی سے ان کے بھی جوابات دیتے۔ مقصد یہ تھا کہ طلبہ کو مسائل کما حقہ ذہن نشین ہو جائیں اور کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔ اگر کوئی طالب علم آپ کا امتحان لینے کے لئے سوال کرتا بالخصوص جب ایسا طالب علم غلط حوالہ بھی دیتا اس کی خوب گت بناتے۔ آپ کو علومِ اسلامیہ کی امہات کتب کے علاوہ کتب تصوف و معقولات کی اہم کتب کے حواشی تک یاد تھے۔ ایک روز ایک طالب علم غلام رسول نے ایک سوال کیا۔ آپ نے پوچھا کہاں لکھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مسلم الثبوت کے حاشیہ میں فلاں مقام پر۔ آپ نے فرمایا: یہ بات وہاں پر نہیں ہے۔ کتاب منگوائی اور دیکھا وہاں اس سے متعلق اشارہ تک نہ تھا۔ پھر اسے غلط حوالہ دینے پر ڈانٹ دیا۔ اس طرح ڈانٹنے کو آپ ''عرس'' فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا: آج ہم نے غلام رسول کا ''عرس'' منایا ہے۔ مولانا مقصود احمد قادری بیان کرتے ہیں کہ ایک روز دورانِ تدریس سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ میں نے ایک عبارت کا حوالہ دیا۔ آپ نے نہ صرف اس عبارت کو درست ارشاد فرما دیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ یہ عبارت متن میں نہیں حاشیہ میں ہے۔ چنانچہ اسی وقت کتاب منگوا کر عبارت دکھا بھی دی۔ آج ایسے مدرس ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔

۹۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر کی بنیاد پر درس قرآن صرف علومِ قرآن

تک محدود نہ رہتا بلکہ ضمناً لطیف نسبتوں کے ساتھ ہر علم وفن کی بحث ہوتی رہتی۔ اگر معانی و بلاغت کی بحث کرتے تو محسوس ہوتا کہ علم ومعانی کا یہ مسئلہ واضع نے اسی آیت کے لئے وضع کیا تھا۔ معقولات کی بحث چل نکلتی اور آپ معقولیوں کے کسی مسئلہ کا رد بیان کرتے تو اندازہ ہوتا گویا یہ آیت معقولات کے اس مسئلہ کی تردید کے لئے قلب نبوی ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ غرض نقلی و روایتی فنون میں نقل وعقل دونوں کی بحثیں آتیں اور ہر فن کے متعلقہ مقصد پر ایسی سیر حاصل اور محققانہ بحث ہوتی کہ تحقیق وتفسیر آیت کے علاوہ فنی مسئلہ بھی فی نفسہ پوری وضاحت کے ساتھ منقح ہوکر سامنے آجاتا۔

۱۰۔ متقدمین اکابر ہوں یا متاخرین اہل علم سب کی صحیح بات کو صحیح قرار دیتے ہوئے تحسین فرماتے اور غلط موقف کی برملا تغلیط کر دیتے یا جہاں ان کا موقف راہِ حق سے ہٹا ہوا پاتے اس کی وضاحت وتردید کر کے صحیح صورتحال سے طلبہ کو آگاہ کرتے۔

۱۱۔ قرآنی آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے درجنوں احادیث بیان کرتے۔ اکثر مشکل مقامات پر قرآنی آیات کی تفسیر احادیث مبارکہ سے بیان فرماتے۔ محدثین کا باہمی اختلاف اور پھر محدثین کے اقوال جرح وتعدیل کے ساتھ حوالہ جات بیان فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ آج دورہ تفسیر قرآن کریم نہیں دورہ حدیث پڑھایا جا رہا ہے۔ احادیث مبارکہ بیان کرتے وقت اکابر محدثین کی یاد تازہ ہوجاتی۔

۱۲۔ آپ کے درس کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ طلبہ کے دلوں میں انبیاء کرام علیہم السلام صحابہ کرام، اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم ائمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین کے ساتھ عقیدت ومحبت پیدا ہوجاتی تھی۔ دورانِ درس آیات کریمہ کی تفسیر میں مختلف

مفسرین کے اقوال نقل فرماتے۔ ائمہ و محدثین کے بیانات کا ذکر فرما کر مسلک حق اہل سنت و جماعت اور الشاہ امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے مؤقف کی تائید فرماتے۔ اس موقع پر باطل مذاہب کا رد بیان کر کے ان کی خوب خبر لیتے۔

۱۳۔ دورانِ درس اصول تفسیر، تاریخ تفسیر کے علاوہ دیگر موضوعات مثلاً تقابل ادیان عیسائیت و یہودیت اور اسلام کے اندر پائے جانے والے مختلف مذاہب و فرقوں کے عقائد کی خوب وضاحت فرماتے۔ نازک ترین مسائل پر خود اعتراضات اور ان کے جوابات سے مطلع فرماتے۔ کئی سال دورہ تفسیر قرآن مجید کے طلبہ کو مثنوی شریف کا درس بھی دیتے رہے اور نوٹس لکھوائے۔

۱۴۔ تصوف و طریقت کے موضوعات پر بھی کئی کئی روز بحث چلتی۔ جو لوگ بغیر علم شریعت و طریقت کا جعلی لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے تھے ان کی خوب خبر لیتے اور تصوف کے باریک سے باریک مسائل سے بھی اپنے طلبہ کو آگاہ رکھتے۔

۱۵۔ درس و تدریس کا یہ سارا سلسلہ زبانی نہ ہوتا آپ باقاعدہ طور پر اہم موضوعات کے نوٹس لکھواتے اور پھر اگلے روز کاپیاں چیک کرتے۔ حضرت صاحبزادہ پیر میاں غلام محمد بھور شریف ضلع میانوالی رقمطراز ہیں کہ دورہ قرآن پاک میں جو حقائق و معارف کے خزانے انڈیلے جاتے تھے ہر ایک طالب علم اپنے ظرف کے مطابق حصہ پاتا۔ تین چار گھنٹوں کا یہ پیریڈ استاذی قبلہ کی سحر بیانی اور وہ پیارا پیارا انداز دلنواز خدا گواہ ہے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ چند منٹ میں ختم ہو گیا۔ یہ طلب بڑھ جاتی کہ ابھی یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر ارشاد فرماتے کہ روزانہ کی تقریر کے فوائد و نکات از بر کر کے اپنی کاپیوں پر صاف لکھے

جائیں اور میں خود کا پیاں ملاحظہ کروں گا۔ خوشخطی بھی ملحوظِ خاطر ہوا کرتی تھی۔
حضرت سیّد ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان فرماتے ہیں کہ دورانِ تعلیم آپ نوٹس لکھواتے تھے۔ میری لکھائی زیادہ خوبصورت نہ تھی۔ آپ نے ایک طالب علم کی ڈیوٹی لگائی کہ سیّد ریاض شاہ کو تمام نوٹس لکھ کر دو پھر تمہیں سند دی جائے گی۔ آج مجھے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی وہ شفقت ومحبت یاد آتی ہے۔ میں نے بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا' پیرانِ عظام سے ملا ہوں' علماء کی چٹائیوں پر بیٹھا ہوں مگر ان میں ایک بھی حضرت جیسا نہیں ہے۔
یہ اور اس جیسے دیگر کئی اوصاف ہیں جن کی بدولت حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن کو تمام مدارس میں انفرادیت وفوقیت حاصل تھی۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت جانشین شیخ القرآن مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی روایات کو برقرار رکھا اور دورہ تفسیر قرآن کریم کا سلسلہ اپنی آب وتاب سے جاری رہا۔

علماء اور مشائخ کا اظہارِ حیرت:

علماء کرام' مشائخ عظام اور ادباء وشعراء نے آپ کو جو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اسے تفصیل سے باب ہشتم میں بیان کیا جائے گا لیکن علماء ومشائخ نے تدریسی اور دورۂ تفسیر قرآن مجید کے حوالہ سے آپ کی خدمات کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے ذیل میں مختصراً اس کی جھلک پیش کی جاتی ہے۔

- حضرت غزالی زماں سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ملتان:

"جس طرح معقولات میں بے مثل تھے اسی طرح منقولات میں بھی بے مثل تھے۔ تدریس میں ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ مدرسین کو ان پر رشک ہوتا تھا۔"

- حضرت استاذ العلماء مولانا تقدس علی خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ پیر جو گوٹھ سندھ:

"آپ کی علمی بصیرت کی بنا پر آپ کو منظر اسلام بریلی میں تدریس کے فرائض

سونپ دیئے گئے۔"

○ مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ میانوالی:

"مولانا زبردست عالم اجل اور معلم علوم الہیات تھے۔ ان کے دورہ تفسیر قرآن مجید میں ہر سال ملک بھر سے علماء وطلبہ شامل ہوتے تھے۔ مولانا مرحوم اپنے درس کے ضروری اشارات ونوٹس لکھواتے تھے آج بھی ان نوٹس کو ایک زبردست علمی وتحقیقی حیثیت حاصل ہے۔"

○ حضرت پیر طریقت غلام محی الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نیریاں شریف آزاد کشمیر:

"کوئی ماں ایسا فردِ کامل دنیائے اسلام کو عشق ومستی کا درس دینے والا نہیں جنے گی۔"

○ شارح بخاری حضرت مولانا سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث لاہور:

"اہل سنت میں سب سے پہلے بنیاد دورہ تفسیر قرآن کی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ قرآن مجید کے احکام ومسائل اور معارف سے طلبہ کی ایک کثیر تعداد کے قلوب کو روشن ومستفید فرمایا۔"

○ حضرت شیخ الحدیث ابوالظفر پیر سیّد زبیر شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ چکوال:

"ایک سال رمضان شریف میں آپ کی معیّت میں دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ جس طرح میدانِ تقریر کے شہسوار تھے اسی طرح معیارِ تدریس میں بھی لاجواب تھے۔"

○ حضرت مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ لاہور:

"تمام عمر قرآن مجید' احادیث رسول حمید صلی اللہ علیہ وسلم' معارف وحقائق کو پڑھنے' پڑھانے اور پھیلانے میں بسر کی۔"

○ حضرت مفکر اسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری امیر ادارہ منہاج القرآن:

''سب سے پہلے دورہ قرآن مجید کا آغاز کیا اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو قرآن مجید کے علوم میں کس قدر مہارت حاصل تھی۔
قرآن کریم کی تعلیمات سے آپ کی محبت کا یہ تقاضا تھا کہ آپ نے اس کلاس کا اجراء کیا تو ملک بھر سے علماء و طلبہ نے آپ کے علمی خزانے سے استفادہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی آپ کے تلامذہ' ارادت مندوں' عقیدت مندوں اور مریدوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔''

- حضرت مولانا پیر ابوداؤد محمد صادق رضوی امیر جماعت رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ:

''آپ کا دورہ تفسیر قرآن کا کارنامہ بہت اہمیت کا حامل تھا جس کے ذریعے آپ نے قرآن پاک کی صحیح ترجمانی کا آغاز فرما کر شانِ رسالت و ولایت کا تحفظ اور مذہب حق اہل سنت کا خوب دفاع فرمایا۔ آپ کی یہ خدمت قرآنی اس قدر مقبول ہوئی کہ پھر بکثرت مقامات پر دورہ تفسیر قرآن شروع ہو گیا مگر اس میں اولیت کا شرف آپ کو ہی حاصل ہوا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔''

- حضرت پیر محمد مظہر قیوم شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ دربارِ عالیہ بھکھی شریف:

''حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس زمانہ میں مسلمہ ہے بلکہ یوں کہیے جس طرح حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی خدمت کی اسی طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے علم قرآن کی خدمت کی۔''

- حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری امیر عالمی دعوت اسلامیہ لاہور:

''عالم اسلام کے اندر قرآنی حقائق کو عام کیا طلبہ نہیں بلکہ علماء آپ سے قرآنی حقائق سیکھتے۔''

- حضرت شیخ الحدیث مولانا محب اللہ نوری بصیر پور اوکاڑہ:

''آپ نے تقریر و تدریس کے ذریعے بے پناہ علمی' ملکی و ملی خدمات سرانجام

دیں۔ دارالعلوم بصیر پور کے طلبہ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر قرآن مجید کے لئے حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔"

- حضرت علامہ مولانا فتح محمد باروزئی صدر جمعیت علماء پاکستان بلوچستان:

"اگر ہم سو سال تک تفسیریں اور قرآن پڑھتے تو تب بھی اس منزل تک نہ پہنچتے جس منزل پر قبلہ عالم نے ہمیں چند دنوں میں پہنچا دیا۔"

- حضرت شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی بہاولپور:

"میں اپنے ذی استعداد تلامذہ کو ہر سال آپ کے ہاں بھیجتا رہا۔ حق تو یہ ہے کہ اہل سنت میں اس کارنامہ کی اولیت علامہ ہزاروی قدس سرہٗ کو حاصل ہے۔ اب جہاں جہاں دورہ تفسیر اہل سنت پڑھایا جارہا ہے اس کا اجر وثواب حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مل رہا ہے اس لئے کہ اس شعبہ میں اولیت آپ کو حاصل ہے۔"

- حضرت صاحبزادہ پروفیسر محفوظ الرحمٰن نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور:

"جب وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے بیٹھتے تو ایسا لگتا کہ ان کی زبان سے علم وحکمت کے موتی نکل رہے ہیں۔"

- خطیب اہل سنت حضرت مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ بورے والا:

"آپ دورہ قرآن کریم پڑھانے بیٹھتے تو علوم وفنون کے دریا بہا دیتے۔ آپ کے جواہر علم وفضل سے آراستہ و پیراستہ تلامذہ جو کہ ماشاء اللہ علوم و فنون کی آبرو ہیں آج بھی ملت اسلامیہ کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔"

- حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز چشتی گوجرانوالہ:

"آپ کے پروردہ ہزاروں مدرسین، علماء، خطباء، شیخ الحدیث دنیا بھر میں دین متین کی خدمت پر مامور ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں آپ جیسا ایک بھی

مدرس نہیں دیکھا جس کے سامنے بڑے بڑے علماء گھٹنے ٹیکنے میں فخر محسوس کرتے ہوں۔ آج ہماری جماعت میں آپ جیسا کوئی مدرس نہیں ہے۔''

○ حضرت علامہ مفتی محمد مختار احمد درانی بانی مدرسہ سراج العلوم خانپور:

''دورہ تفسیر القرآن میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ منتہی' قابل ترین' منطقی' فلسفی' طلباء کرام آپ سے علمی استفادہ کرتے تھے' مطمئن کرنا آپ کا کمال تھا۔''

○ حضرت علامہ مولانا عبدالشکور رضوی خطیب مینار مسجد شاہدرہ لاہور:

''وزیر آباد کی فضائیں اور ہوائیں گواہ ہیں کہ دورہ تفسیر قرآن پاک پڑھانے کا زمانہ آتا تو ملک بھر سے بڑے بڑے علماء اور مشائخ داخلہ لینے کے لئے آپ کے پاس تشریف لاتے۔ اب پاکستان میں اس طرح کا دورہ قرآن پاک کہیں نہیں ملتا۔ جب عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمے جاری ہوتے' قرآن پاک سے شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دلائل کے انبار لگاتے تو علماء حیران ہو جاتے۔ فرماتے: میں تمہیں وہ حوالے لکھوا رہا ہوں جس کا فائدہ تمہاری پشتوں کو بھی ہوگا۔''

مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ گزر چکا ہے کہ زمانہ کے اکابر علماء کرام سے تعلیم حاصل کی۔ دہلوی' خیرآبادی اور بریلوی سلسلہ تلمذ کی بنا پر علم وعرفان کے ساتھ ساتھ حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لازوال دولت ملی۔ پھر آپ کے اساتذہ مثلاً حضرت قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ' حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الجامعہ مولانا محب النبی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت استاذ العلماء مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے اکابر

اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اسی بناء پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کو وراثت میں علوم وفنون کے ساتھ ساتھ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خزانہ ملا۔

مکتب فیضان حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کرام کے اندر جذبہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے چیلنج کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان فارغ التحصیل علماء کرام نے ملک اور بیرونِ ملک دین اسلام کی اشاعت کے لئے لازوال قربانیاں دی ہیں۔ ملک پاکستان کے اندر موجود تمام اہل سنت کے دینی مدارس میں تعینات شیخ الحدیث' مہتمم' مدرسین کسی نہ کسی طور بلواسطہ یا بلاواسطہ آپ کی شاگردی کا شرف رکھتے ہیں۔ آپ کے ہزاروں تلامذہ آفتاب علم وفضل بن کر چمکے اور عالم کو منور کر رہے ہیں۔

دینی مدارس میں سکول' کالج' یونیورسٹی کی طرح طلبہ کا ریکارڈ رکھنے کا تصور گذشتہ دور میں نہیں تھا لہٰذا واضح طور پر نہیں بیان کیا جا سکتا کہ کس قدر علماء نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا۔ دہلی' بریلی' بجار والا فیصل آباد' گجرات اور وزیر آباد میں ہزاروں طلبہ وعلماء نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ دورہ تفسیر قرآن مجید کے موقع پر ہر سال سینکڑوں علماء آپ کے پاس آتے۔ روحانی خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات نے علمی تربیت کے لئے اپنے صاحبزادوں کو آپ کے پاس بھیجا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذیل میں آپ کے معروف تلامذہ کی ایک فہرست پیش کی جاتی ہے:

- حضرت جانشین شیخ القرآن مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ مہر آباد وزیر آباد
- حضرت صاحبزادہ پیر طریقت پیر علاؤ الدین صدیقی زیب آستانہ عالیہ نیریاں

شریف آزاد کشمیر

- حضرت صاحبزادہ پیر سیّد عابد حسین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ دربارِ عالیہ لاثانیہ علی پور سیّداں شریف
- حضرت پیر طریقت مولانا محمد فاضل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ دربارِ عالیہ قادریہ نقشبندیہ ڈھانگری شریف میرپور
- استاذ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مفتی آباد مانسہرہ ہزارہ
- استاذ العلماء شیخ الحدیث ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی جھنگ
- حضرت پیر محمد عبدالصبور بیگ ہزاروی آستانہ باغدہ شریف حسن ابدال
- استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحق بندیالوی مہتمم جامعہ امدادیہ بندیال شریف
- حضرت شیخ الحدیث مولانا مقصود احمد قادری سابق خطیب جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور
- حضرت مجاہد ملت سیّد محمود احمد شاہ دربار حضرت پیر ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ گجرات
- حضرت مولانا مفتی ہدایت اللہ بانی و مہتمم مدرسہ ہدایت القرآن ملتان
- حضرت مولانا محمد سلیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جھال خانوآنہ والا فیصل آباد
- حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم سابق پرنسپل جامعہ کھڑی شریف آزاد کشمیر
- استاذ العلماء حضرت مولانا سیّد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ انوار الابرار ملتان
- حضرت صاحبزادہ پیر ارشاد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ دربارِ عالیہ چورہ شریف اٹک
- حضرت صاحبزادہ پیر خادم حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ دربارِ عالیہ چورہ شریف اٹک
- حضرت صاحبزادہ پیر غلام محمد نقشبندی دربارِ عالیہ بھور ضلع میانوالی
- حضرت پیر مولانا سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نقشبندیہ ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
- حضرت استاذ القراء قاری محمد یوسف صدیقی جامعہ صدیقیہ بادامی باغ لاہور

- حضرت استاذ العلماء مولانا سیّد ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت
- استاذ العلماء حضرت پیر محمد چشتی مہتمم جامعہ معینیہ یکہ توت پشاور
- حضرت صاحبزادہ مفتی محمد مشرف احمد دہلوی ابن مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت صاحبزادہ مفتی مظفر احمد دہلوی ابن مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- شیخ الحدیث مولانا محمود احمد صدیقی مفتی تحصیل نکیال آزاد کشمیر
- حضرت مولانا پیر محمد عبدالقیوم دربارِ عالیہ باولی شریف ضلع گجرات
- حضرت پیر صاحبزادہ سیّد محمد اعظم شاہ جمالی ڈیرہ غازی خاں
- حضرت صاحبزادہ مبارک محی الدین رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد بیگم پورہ گجرات
- حضرت صاحبزادہ پیر محمد افضل قادری سابق ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت
- حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم خان ہزاروی ادارہ منہاج القرآن لاہور
- شیر پنجاب حضرت مولانا محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی
- خطیب ملت حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سمندری والے
- حضرت مولانا مفتی سیّد مزمل حسین شاہ جامعہ لاثانیہ سبزہ زار لاہور
- حضرت شیخ الحدیث مولانا ذوالفقار قادری رضوی خطیب جامع مسجد سانگلہ ہل
- حضرت مولانا فتح محمد باروزئی سی صدر جمعیت علماء پاکستان بلوچستان
- حضرت مولانا محمد ریاض الدین شیخ الحدیث جامعہ ریاض الاسلام اٹک
- حضرت پیر طریقت صاحبزادہ حکیم غلام سرور حکیم آباد کالا شاہ کاکو لاہور
- حضرت استاذ العلماء مولانا مفتی عبداللطیف شیخ الحدیث دار العلوم گوجرانوالہ
- حضرت استاذ العلماء مولانا محمد صدیق سالک جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ
- حضرت مولانا عبدالحق ظفر چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ مصطفیٰ آباد لاہور
- حضرت مولانا غلام یٰسین چشتی مہتمم و بانی دار العلوم فخریہ چشتیہ سمن آباد لاہور

- حضرت علامہ مولانا محمد بشیر احمد گولڑوی خطیب پنڈی گھیپ
- حضرت علامہ مولانا محمد یوسف چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ خیابانِ سرسید راولپنڈی
- حضرت مولانا حافظ محمد فضل قادر نقشبندی ملت کالونی راولپنڈی
- حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد غوثیہ حسن ابدال
- حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی عبدالرسول منصور برمنگھم
- حضرت مولانا سیّد حبیب الرحمٰن شاہ قاضی عدالت کوٹلی آزاد کشمیر
- حضرت مولانا سیّد نظام الدین شاہ مفتی اٹھمقام ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر
- حضرت مولانا حافظ محمد اکبر قادری صدر مدرس جامعہ حامدیہ ملتان
- حضرت علامہ مولانا مفتی غلام رسول مہتمم دارالعلوم محمدیہ لالہ موسیٰ ضلع گجرات
- حضرت مولانا نور حسین مدرس جامعہ شرقپور شریف
- حضرت استاذ العلماء مولانا غلام نبی جماعتی مہتمم عطاء العلوم گکھڑ منڈی
- حضرت مولانا علامہ علی احمد سندیلوی شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور
- حضرت استاذ العلماء مولانا شریف احمد ہزاروی گوجرانوالہ
- حضرت مولانا صاحبزادہ سیّد خورشید احمد شاہ گوجرانوالہ
- حضرت مولانا صاحبزادہ خالد حسن مجددی گوجرانوالہ
- خطیب اہل سنت حضرت علامہ پروفیسر زاہد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ لاہور
- حضرت صاحبزادہ سیّد نظام علی شاہ (حضرو) خطیب اعظم چکلالہ راولپنڈی
- حضرت علامہ مولانا محمد سلیمان رضوی مہتمم مدرسہ انوارِ رضا راولپنڈی
- حضرت پیر عبدالرؤف قیومی ریلوے گارڈ کالونی کوئٹہ
- حضرت علامہ مولانا نور الٰہی جامع مسجد یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزنگ چونگی لاہور
- حضرت علامہ مولانا عبدالرشید خطیب جامع مسجد مینٹل ہسپتال لاہور

- حضرت استاذ القراء قاری امیر عالم ناظم ادارہ تعلیمات مجددیہ شادمان لاہور
- حضرت پیر مولانا محمد اسلم کابل افغانستان
- حضرت مولانا سیّد محمد اکبر جان خلیفہ مجاز حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ صوبہ سرحد
- حضرت مولانا پیر بشیر احمد چشتی دربارِ عالیہ چشتیہ صابریہ ایمن آباد گوجرانوالہ
- حضرت مولانا محمد قاسم ساسولی مہتمم جامعہ نورانیہ برما ہوٹل سرآب روڈ کوئٹہ
- حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری برادر علامہ شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت مولانا محمد الیاس خگوانی مدرس جامعہ عربیہ حقائق العلوم تربیلا ڈیم
- حضرت مولانا مفتی غلام مصطفٰے منڈی بہاؤ الدین خلیفہ مجاز حضرت سیّد پیر فضل شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت مولانا قاری مفتی غلام احمد سیالوی مفتی دارالافتاء سیال شریف
- حضرت مولانا مفتی کریم بخش مہتمم دارالعلوم بھل بھکر
- حضرت مولانا محمد اکبر رضوی مدرس جامعہ محمودیہ پیلاں ضلع میانوالی
- حضرت مولانا محمد صادق علوی استاد عربی اسلامک کالج گوالمنڈی لاہور
- حضرت مولانا مفتی قاضی گل رحمان قادری برطانیہ
- حضرت علامہ مختار النبی ہاشمی خلف الرشید شیخ الجامعہ علامہ محب النبی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت علامہ مولانا شمس القمر ہزاروی راولپنڈی
- حضرت علامہ مولانا محمد اشرف چشتی گولڑوی جہانیاں منڈی
- حضرت مولانا سیّد صادق حسین شاہ احسن المدارس راولپنڈی
- حضرت علامہ مولانا حافظ محمد جعفر حسین چشتی گولڑوی وزیر آباد
- حضرت علامہ مولانا عبدالخالق شمس گولڑوی لاہور

- حضرت مولانا غلام یٰسین چشتی خطیب جامع مسجد دھیر کوٹ ضلع باغ آزاد کشمیر
- حضرت علامہ مولانا محمد سعید میانوالی
- حضرت علامہ مولانا ابوالفتح محمد دین راولپنڈی
- حضرت علامہ مولانا غلام رسول خوشاب
- حضرت علامہ مولانا محمد اشرف خانیوال
- حضرت علامہ مولانا منظور احمد ڈسکہ
- حضرت مولانا عبدالقادر مدرس جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور
- حضرت علامہ مولانا محمد عثمان صدر مدرس جامعہ فرقانیہ راولپنڈی
- حضرت علامہ مولانا جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کھاریاں
- حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمالک برمنگھم برطانیہ
- حضرت علامہ مولانا پیر سیّد الطاف حسین شاہ چکوال
- حضرت علامہ مولانا بشیر احمد سیالوی کیلی فورنیا امریکہ
- حضرت علامہ مولانا مفتی محمود احمد ورنالوی الیگزینڈریا ورجینیا امریکہ
- حضرت مولانا محمد مقبول احمد نقشبندی جماعتی چک نمبر ۲۰ ملکوال
- حضرت مولانا علی محمد بن رحمت علی موضع کلراں ضلع پونچھ آزاد کشمیر
- حضرت مولانا حافظ محمد سلیم چشتی دینہ
- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم خطیب، مہتمم دارالعلوم ڈھرکی روہڑی سندھ
- حضرت استاذ العلماء مولانا انوار الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ حامدیہ لاہور
- حضرت مولانا محمد بوستان بریڈفورڈ برطانیہ
- حضرت صاحبزادہ مولانا محمد منظور خلف الرشید مولانا نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت مولانا حکیم محمد یحیٰی برادر حضرت مولانا غلام جیلانی مانسہرہ

○ حضرت شیخ الحدیث مولانا نصرت اللہ مجددی گوجرانوالہ

شیخ القرآن کا لقب:

ملت اسلام نے بخشے ہمیں وہ دیدہ ور
جن کی خاک پا کے آگے گرد ہیں شمس وقمر
سرمۂ چشم یقین ان کے پاؤں کا غبار
چومتے ہیں ان کی خاک رہ گزر کو تاجور

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنی عوامی تقاریر میں جومختلف شہروں اور قصبوں میں ہوتی تھیں قرآن کریم سے دلائل کا انبار لگا دیا کرتے تھے۔ مشکل سے مشکل مسائل کو آسان مثالوں میں سمجھانا آپ کا وصف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی آپ خطاب کے لئے تشریف لے جاتے اردگرد کے علاقوں سے ہزاروں لوگ آپ کے جلسہ گاہ میں دکھائی دیتے تھے۔ جس آیت کریمہ کوموضوع سخن بناتے اس کے ایک ایک حرف کی تفسیر یوں بیان فرماتے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے۔ یہی حال بڑے بڑے مدارس کے سالانہ جلسوں میں اور خانقاہوں میں منعقدہ اعراس پر خطاب کے دوران ہوتا تھا۔

آپ قرآنی حقائق ومعارف بیان فرماتے علماء آپ کے سامنے کاغذ قلم لئے بیٹھے ہوتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کسی ایک آیت کریمہ کے حصہ کو بار بار ترنم سے پڑھتے اور ہر بار نئی بات بیان فرماتے۔ نئے نئے پہلوؤں سے اس آیت کریمہ پر روشنی ڈالتے۔ دقیق سے دقیق مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے یوں قرآنی آیات بیان فرماتے کہ ہر شخص خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اس کو بخوبی سمجھ جاتا۔ آپ کے اس علمی وصف کی وجہ سے علماء وعوام آپ کو ''شیخ القرآن'' کے لقب سے یاد کرتے۔ راقم الحروف نے اپنے نانا حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ چھبہ پنڈ میں کئی ایسے اشتہار اور مذہبی رسائل دیکھے تھے جو قیامِ پاکستان سے قبل وبعد کے سالوں کے تھے ان میں

آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ''شیخ القرآن'' لکھا ہوا تھا۔

جونہی آپ نے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے کا اعلان کیا تو علمی دنیا میں آپ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ بیرونِ ملک و دیگر شہروں سے آنے والے خطوط پر صرف شیخ القرآن اور وزیرآباد لکھا ہوتا تو بھی خطوط آپ تک پہنچ جاتے۔ آپ کے وصال پر اکثر اخبارات نے اسی لقب کے ساتھ آپ کی وصال کی خبریں شائع کیں۔ آج بھی مدارس اور علمی حلقوں میں جب شیخ القرآن بولا جاتا ہے تو ذہن فوراً آپ کی طرف چلا جاتا ہے۔ آپ کا قرآن کریم کے ساتھ خصوصی تعلق، قرآن فہمی، قرآنی خدمت اور دورہ تفسیر قرآن مجید میں اولیت کی بنا پر آپ کے نام کے ساتھ شیخ القرآن کا لقب زیب دیتا ہے اور آج بھی علماء و مشائخ اسی لقب سے آپ کو یاد کرتے ہیں۔

غیر اسلامی عائلی قوانین:

صدر ایوب کے دورِ حکومت میں فیملی لاء (عائلی قوانین) ۱۴ جولائی ۱۹۶۱ء کو نافذ کئے گئے جو ۱۱ سیکشن پر مشتمل تھے۔ ان قوانین کے بعض حصے غیر اسلامی تھے۔ شریعت قطعاً ان کی اجازت نہیں دیتی۔ چند ایک قوانین ذیل میں بطورِ مثال درج ہیں۔

دفعہ نمبر ۴ اس میں مسئلہ وراثت کا بیان ہے کہ یتیم پوتا چچا کی موجودگی میں وراثت کا حقدار ہے۔ یہ قانون یتیم بچوں کی اعانت کے پیش نظر بنایا گیا ہے۔ مقصد نیک ہے مگر اس نیک مقصد کی خاطر جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے وہ غیر شرعی ہے کیونکہ وراثت کا حق اصول نسب کی بنیاد پر ہے۔ بخاری شریف کی واضح حدیث موجود ہے کہ پوتا چچا کی موجودگی میں ورثہ کا حقدار نہیں ہے۔ شریعت اسلامیہ ہر مسلمان کو یہ حق عطا کرتی ہے کہ وہ اپنی جائیداد کا ایک تہائی اپنی مرضی سے وصیت کے ذریعے کسی کو بھی دے سکتا ہے۔ اس دفعہ کے حوالے سے حکومت کو چاہئے کہ ایسے اقدامات کرے کہ اگر کوئی اپنے یتیم پوتے کے

لئے وصیت نہیں کرتا تو اصولِ شریعت کے اندر رہتے ہوئے انہیں ایک تہائی حصہ دیا جائے۔

دفعہ نمبر ۵ کی ذیلی دفعہ ۴ کا تعلق نکاح کے معاملات سے ہے۔ نکاح کی خاص شرط گواہ ہیں۔ اس قانون کے تحت اگر کوئی نکاح کو اندراج نہیں کرواتا تو اسے تین ماہ کی قید، ایک ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔ یہ شق اصولی طور پر غلط ہے۔ سزا کی بجائے دیگر اقدامات کرنے چاہئے تھے۔

دفعہ نمبر ۶ کی ذیلی دفعہ نمبر ۱ بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی نہیں کرسکتا کا تعلق ازواج سے ہے کہ ایسا کرنے والے کو اس کی دفعہ 6/5B کے تحت ایک سال قید یا پانچ ہزار روپے جرمانہ کیا جائے گا اصولی طور پر غلط ہے۔ اسلام کی طرف سے دوسری شادی کی اجازت ہے۔ سزا کی بجائے ذرائع ابلاغ کے ذریعے حقوقِ زوجین پر لوگوں کو آگاہ کیا جانا بہتر ہے۔

دفعہ نمبر ۷ کی ذیل دفعہ نمبر ۲ کا تعلق طلاق سے ہے کہ شوہر چیئرمین ثالثی کونسل کو تحریری اطلاع دے اور نوے دن کا گزارنا ضروری قرار دیا ورنہ طلاق مؤثر نہیں قطعاً غلط ہے۔ شریعت اسلامی میں طلاق کا لفظ ادا ہونے سے ہی طلاق فوری طور پر نافذ ہوجاتی ہے۔ یہ بات بھی خلاف شریعت ہے کہ مرد نے خواہ طلاق کسی بھی صورت میں دی ہو اسے ایک ہی تسلیم کیا جائے گا جبکہ فقہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں تین طلاقیں تین ہی تصور کی جاتی ہیں۔ دفعہ نمبر ۷ کی خلاف ورزی کرنے والے کو ایک سال قید یا پانچ ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

دفعہ نمبر ۷ کی ذیل دفعہ نمبر ۵ کے تحت اگر بیوی حاملہ ہو تو طلاق مؤثر نہیں ہوگی شرعی طور پر درست نہیں ہے۔

ان عائلی قوانین میں اس طرح کے بے شمار سقم پائے جاتے ہیں اکثر باتیں غیر اسلامی و شرعی ہیں۔ ان قوانین میں بعد میں جزوی ترامیم بھی ہوئیں لیکن مکمل طور پر انہیں اسلامی شریعت کے مطابق نافذ نہیں کیا گیا۔ غیر اسلامی عائلی قوانین کے نفاذ کے ساتھ ہی علماء کرام نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک میں پیش پیش رہے اور حکومت وقت سے مطالبہ کیا کہ ان غیر اسلامی قوانین کو منسوخ کیا جائے اور قرآن وسنت کے مطابق عائلی قوانین نافذ کئے جائیں۔ مختلف مقامات پر عوامی جلسوں میں دورانِ خطاب لوگوں پر حقیقت حال کو واضح فرماتے۔ قراردادیں منظور کروائیں۔ پریس کانفرنس میں ان غیر اسلامی قوانین کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھاتے ہوئے عائلی قوانین سے علماء کرام کو آگاہ فرماتے۔ غیر اسلامی قوانین کی نشاندہی کے ساتھ انہیں اسلامی بنانے کے لئے تجاویز و دلائل لکھوائے۔ جب آپ جمعیت علمائے پاکستان کے صدر بنے تو پھر بھی ان قوانین کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔ ۳ نومبر ۱۹۶۸ء روزنامہ امروز کے مطابق! لالہ موسیٰ میں آپ کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا۔ اس موقع پر پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

> ''ہم ہر اچھے کام کی تعریف کریں گے اور ہر برے کام پر تنقید کریں گے۔ خاندانی منصوبہ بندی اور عائلی قوانین پر سخت نکتہ چینی کی اور فوری طور پر ان غیر اسلامی قوانین کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا۔''

جمعیت کے مجلس عاملہ کے اکثر اجلاسوں میں جو آپ کی صدارت میں منعقد ہوئے غیر اسلامی عائلی قوانین کے خلاف قراردادیں منظور کی گئیں اور سفارشات مرتب کر کے اسلامی مشاورتی کونسل کو ارسال کی گئیں کہ علماء کی کمیٹی بنا کر غیر اسلامی دفعات کو ان قوانین سے حذف کیا جائے۔

محکمہ اوقاف کی ناانصافیاں اور آپ کی جدوجہد:

علماء حق کا یہ شیوہ ہے کہ اگر ان کے سامنے کوئی ناجائز کام ہو تو وہ خاموش نہیں بیٹھتے بلکہ دل و جان سے اس کے خلاف مصروف جہاد رہتے ہیں۔ صدر ایوب نے اپنے عہد حکومت میں جب محکمہ اوقاف بنایا اور اس پر مزید زیادتی یہ کی گئی کہ اس محکمہ کو ان لوگوں کے سپرد کر دیا گیا جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا ان لوگوں نے علماء کرام پر ظلم وستم شروع کر دیا۔ اس طرح کا محکمہ اپنے اندر کئی طرح کی خامیاں لئے ہوئے تھا کہ جبراً مساجد اور درباروں پر قبضہ کیا گیا اور وہاں سے حاصل ہونے والی آمدن کو کنٹرول کر کے کچھ حصہ حکومت کو دیا جانے لگا۔ مساجد کی بہتری کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ علماء کرام کو حکومت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاتا۔ خطباء پر پابندی عائد کر دی گئی کہ حکومت کے غلط کاموں کے خلاف آواز بلند نہ کی جائے۔ ان حالات میں علماء حق اہل سنت نے محکمہ اوقاف کی زیادتیوں اور ناانصافیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ محکمہ اوقاف کے سخت خلاف اور اس کی موجودہ ہیئت کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ اپنی نجی محفلوں میں فرماتے کہ ایوب خان نے محکمہ اوقاف بنا کر سوشلزم کی بنیاد رکھی ہے یوں دین کو قومیانے اور سرکاری و درباری بنانے کی سازشیں شروع کر دی ہیں۔ جوں جوں محکمہ اوقاف کی طرف سے علماء حق پر زیادتیاں بڑھتی گئیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر میں محکمہ اوقاف کے خلاف تنقید شدت اختیار کرتی گئی۔ ۱۰ جنوری ۱۹۶۹ء کو آپ کی اپیل پر علماء کرام نے محکمہ اوقاف کے خلاف اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے یومِ مطالبات منایا۔

اپریل ۱۹۶۹ء میں محکمہ اوقاف کے سربراہ مسعود کھدر پوش نے علماء کرام اور اسلام کے خلاف بیانات دینے شروع کئے۔ ایک پریس کانفرنس میں ایم مسعود نے کہا کہ پچیس فیصد مساجد کے امام دینیات سے بے بہرہ ہیں اور وہ نماز کے معنی تک نہیں

جانتے چنانچہ ایسے بہروپئے ہزاروں کی تعداد میں ہیں انہیں اسلام کے نام پر دوکانداری نہیں کرنے دی جائے گی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ایم مسعود کھدر پوش کے اس بیان پر سخت تنقید کی اور اس سلسلہ میں ایک جلوس جو جامعہ نظامیہ سے نکالا گیا اس سے بھی خطاب فرمایا۔ جب ایم مسعود نے اردو میں نماز پڑھنے کا شوشہ چھوڑا اور نماز جیسی اہم عبادت کو مسخ کرنے کی کوشش کی تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بیان کو اشتعال انگیز اور گمراہ کن قرار دیا۔ آپ نے مزید فرمایا: مسٹر مسعود کو جونہی محکمے کا سربراہ بنایا گیا علماء کے حلقوں میں اضطراب پایا جانے لگا ہے۔ صدر ایوب نے یہ کام منبر و محراب سے اپنے خلاف اٹھنے والی آواز کو بند کرنے کے لئے کیا ہے۔

محکمہ اوقاف کی زیادتیوں کے خلاف حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ہر جلسہ میں بیانات ارشاد فرماتے رہے۔ آپ کا یہ جملہ تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔

"محکمہ اوقاف کو شریعت کے مطابق موڑ دو یا پھر اسے توڑ دو۔"

ملتان میں ۴ ستمبر ۱۹۶۹ء کو پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"محکمہ اوقاف کو ختم کر دیا جائے اور اگر ایسا ممکن نہیں تو اس کی تطہیر کی جائے۔ محکمہ کے ناظم کو اس کے جانبدار رویہ کی وجہ سے فوری طور پر علیحدہ کر دیا جائے اور ان کی جگہ اسلامی ذہن رکھنے والے شخص کو تعینات کیا جائے۔"

جامعہ نعیمیہ میں آپ کی صدارت میں اجلاس میں ایک قرارداد پاس کی گئی جس کے مطابق محکمہ اوقاف علمائے دین کی تحقیر اور آزادی تبلیغ کو سلب کرنے کی پالیسی اپنا چکا ہے اس لئے علماء اپنے فرائض منصبی کے پیش نظر اوقاف کے خلاف آواز بلند کرنے پر مجبور ہیں اور مشترکہ طور پر محکمہ اوقاف کو ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں علماء کرام نے محکمہ اوقاف کے ظلم و

ستم کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی جس کے نتیجہ میں محکمہ کو اپنی پالیسی تبدیل کرنی پڑی اور محکمہ میں تبدیلیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور مسعود کھدر پوش و دیگر لادین عناصر کو محکمہ سے الگ کر دیا گیا۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش کہ جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

سوشلزم کے خلاف جہاد:

صدر ایوب کے آخری دور میں ملک پاکستان میں اسلام مردہ باد کے نعرے لگائے جانے لگے اور ملحدین نے لادینی نظام کو ملک پر مسلط کرنے کی تاریک سازش شروع کی۔ قیامِ پاکستان کا مقصد یہ تھا کہ ایسا خطہ حاصل کیا جائے جہاں اسلامی قانون نافذ ہو۔ قرآن وسنت کی بالادستی قائم ہو لیکن پاکستان کے قیام کے بعد ایسے ایسے فتنے ابھرے کہ اصل مقصد پورا نہ ہو سکا تو لادینیت کی تحریک نے جنم لیا۔ سرمایہ داری' سوشلزم' کمیونزم اور اشتراکیت جیسے نظاموں نے اسلام کے خلاف سر اٹھانا شروع کیا تو علماء حق ایسے حالات میں خاموش نہیں رہتے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ان باطل نظریات کو برداشت نہ کر سکے۔ سب سے پہلے خود ان نظاموں کا مطالعہ کیا پھر سوشلزم کو کفر قرار دیتے ہوئے اپنی تقاریر میں سوشلزم کے رد میں دلائل کے انبار لگا دیتے تھے۔

قاضی عبدالمصطفیٰ کامل برادر قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہتے۔ ملک کی سیاسی صورتحال' قومی مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار مجلسی گفتگوؤں میں بھی اور عوامی اجتماعات میں بھی کرتے۔ نئی معلومات حاصل کرنے اور وقت کے نئے تقاضوں کے چیلنج قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ مسائل اور نظریات پر تازہ لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ وزیرآباد میں اپنے مکان پر چند خصوصی احباب کو

دورانِ گفتگو بتایا کہ میں نے سوشلزم کے موضوع پر تمام ضروری لٹریچر کا مطالعہ کر لیا ہے۔ آخری دو سال آپ کی تقریر سننے والے اور بیانات پڑھنے والوں کو اس بات کا اندازہ ہوگا کہ سوشلزم کے رد میں آپ کی گفتگو کتنی مؤثر اور جامع ہوتی تھی۔ آپ کو کئی سوشلسٹ مولویوں اور لیڈروں نے بڑی بڑی پیش کشیں کیں لیکن آپ کا یہی جواب ہوتا کہ وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہیں چھوڑ سکتے۔ غالباً اکتوبر ۱۹۶۹ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں احباب کی ایک مجلس میں فرمایا:

''میں دیکھ رہا ہوں کہ سوشلزم اور اسلام کی موجودہ کشمکش میں سوشلزم تو ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد یہ فتنہ نئے حربوں کے ساتھ شدت سے سر اٹھائے گا اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اب چند برس بیٹھ کر ایسے ٹھوس عالم تیار کر جاؤں جو کم از کم آئندہ پچاس برس تک سوشلزم کے خلاف نبرد آزما ہو سکیں اور ملک کو سوشلزم سے بچا سکیں۔''

صدر جمعیت علمائے پاکستان کی حیثیت سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سوشلزم کے خلاف تحریک شروع کی۔ جمعیت کی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں اس کے خلاف قراردادیں پاس ہوئیں۔ سوشلزم کے خلاف جلسے ہوئے' جلوس نکالے گئے۔ سوشلزم کے اس طوفانی دور میں جب بعض علماء کرام بھی اس کی حمایت میں بولنے لگے آپ نے عوامی جلسوں کا آغاز کیا اور عوام کو سوشلزم کی حقیقتوں سے آگاہ کیا۔ ہر اجلاس اور جلسہ میں جو قرارداد پاس ہوتی اس کے تین موضوع ہوتے۔ ملک میں مکمل اسلامی نظام کا نفاذ' غیر اسلامی قوانین کی تنسیخ اور محکمہ اوقاف کی زیادتیوں کی مذمت۔

آپ کی تحریک پر ملک کے ایک سو تیرہ (۱۱۳) علماء کرام نے سوشلزم کفر ہے کہ فتویٰ پر دستخط کئے۔ فتویٰ میں ایک سو تیرہ علماء کے دستخط کی کاپی کتاب ہذا کے ضمیمہ میں موجود ہے جس میں آپ کا نام سب سے نمایاں طور پر موجود ہے۔ اس فتویٰ اور

دستخط کے عکس کو اس وقت تمام اخبارات و رسائل نے جنوری ۱۹۷۰ء میں شائع کیا تھا۔
سوشلزم کی مخالفت ترک کرنے پر آپ کو جو پیش کش کی گئی اس کے متعلق مولانا صادق قصوری ''تحریک پاکستان اور علمائے کرام'' کے صفحہ ۳۴۰ پر رقمطراز ہیں:

''1969-70 میں جب پاکستان میں سوشلزم کے پرچار کا راگ الاپا گیا تو دوسرے علمائے حق کی طرح آپ نے بھی سوشلزم کو کفر قرار دیا اس پر آپ کو مولانا غلام غوث ہزاروی دیوبندی (1896-1981) نے بہت بڑی رشوت کی پیشکش کی جسے آپ نے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور کہا کہ میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کفر کی حمایت کیسے کر سکتا ہوں۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سوشلزم کے متعلق لاہور میں سچی پیشین گوئی فرمائی تھی:

''کون کہتا ہے کہ سوشلزم آ رہا ہے جب تک محمد عبدالغفور ہزاروی زندہ ہے سوشلزم اس ملک کی تقدیر نہیں بن سکتا۔ سوشلزم میری لاش سے گزر کر آئے گا۔''

ذیل میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سوشلزم کے خلاف چند تقریری اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۶۸ء کو موچی دروازہ لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ملک میں لادینیت' اشتراکیت' عیسائیت اور دوسرے نظاموں کی یلغار کو روکنے اور عوام کی خوشحالی کے لئے اسلامی قوانین نافذ کئے جائیں کیونکہ یہی وہ نظام ہے جس کی بدولت مسلمان دین و دنیا میں یکساں طور پر سرخرو ہو سکتے ہیں نیز پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جو اسلام کے نام پر قائم کی گئی تھی اس لئے اسلامی نظام حکومت رائج کئے بغیر اس کی نظریاتی تکمیل ممکن نہیں ہے۔ پاکستان میں اسلامی قانون اس طرح رائج

ہونے چاہئے کہ قوم کا بچہ بچہ اسلامی کردار کا حامل ہو اور نوجوان مجاہد ہوں۔"

۳۰ ستمبر ۱۹۶۸ء کو جمعیت کی مجلس عاملہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"جمعیت علمائے پاکستان بحالی جمہوریت اور اسلامی آئین کے نفاذ کی جدوجہد جاری رکھے گی۔ پاکستان میں اسلام کے سوا کسی دوسرے نظام کو برداشت نہیں کریں گے۔"

۴ جنوری ۱۹۶۹ء کو انجمن شہریانِ لاہور کے اجلاس میں فرمایا:

"پاکستان کے قیام کا یہ مقصد نہ تھا کہ چند گھرانے ملک کی دولت پر قبضہ کر لیں بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر شخص خوشحال ہو اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرے۔ ہم کمیونزم اور سرمایہ داری نظام دونوں کے کٹر مخالف ہیں اور صرف اسلامی نظام کو ہی اقتصادی مشکلات کا حل سمجھتے ہیں۔ ملک کو کمیونزم سے کوئی خطرہ نہیں' علماء اقتدار حاصل کرنے کی بجائے موجوہ نظام کی تبدیلی چاہتے ہیں۔"

جامعہ نظامیہ رضویہ کے سالانہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"عوام اپنی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھال لیں اور اس ملک میں اسلام کے عملی نفاذ کے لئے جدوجہد کریں۔ گذشتہ بائیس برسوں میں اس ملک میں اسلام کے ساتھ غداری ہوتی رہی ہے۔ جس کی بنیاد اسلام پر رکھی گئی اور جس کا اتحاد و سالمیت اسلام کی وجہ سے ہی ہے۔ مغربی اور مشرقی پاکستان کا رشتہ اتحاد اسلامی اصولوں کے عملی نفاذ سے ہی مضبوط رہ سکتا ہے۔ سرمایہ دار طبقے پر کڑی تنقید کرتے ہوئے آپ نے الزام لگایا کہ یہ طبقہ لادین عناصر اور حکمران ٹولے کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیتا ہے اور اسلام کا راستہ روکنے میں مشغول ہو جاتا ہے لیکن اب عوام کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے وہ ان

دھاندلیوں کو مزید برداشت نہیں کریں گے اور اب بھی سرمایہ دار طبقے نے اسلامی اصولوں کے عملی نفاذ میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی تو اس طبقے کا انجام اچھا نہ ہوگا۔''

جمعیت کے مرکزی صدر نے عوام کو ان لادین عناصر کی چالبازیوں سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی جو مزدور اور کسان کے نام پر لادین حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مغربی تہذیب میں رنگے ہوئے انٹرکانٹی نینٹلوں میں راتیں بسر کرنے والے اور قصر اقتدار سے نکالے جانے والے غریب طبقہ کے ہمدرد نہیں بن سکتے۔

مولانا شاہ حسین گردیزی اپنی کتاب ''تجلیاتِ مہرانور'' میں لکھتے ہیں:

''۱۹۷۰ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے نعرہ ''سوشلزم ہماری معیشت ہے'' سے جو ہلچل اور اضطراب پیدا ہوا مولانا ہزاروی قومی دھارے کا رخ موڑنے کے لئے میدان میں آئے اور اپنی شعلہ بیان تقریروں سے سوشلزم کے طلسم کو پاش پاش کر دیا۔ راقم الحروف نے خود اس موضوع پر آپ کی کئی تقریریں سنی ہیں جن میں آپ سوشلزم کے حامیوں پر شیر کی طرح گرجتے اور برستے۔ ایک دفعہ واہ کینٹ جلسہ عام میں آپ سوشلزم کی تردید کر رہے تھے تو ایک گروہ کی طرف سے آپ کے خلاف نعرہ بازی کی گئی اور جلسہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی گئی مگر آپ بڑے جم کر بولتے رہے بلکہ مزید جوش میں آ گئے اور فرمایا: ''میں نے پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے اس لئے میدان مارنا ہمارا آئین حیات ہے اس لئے آپ خاطر جمع رکھیں۔''

آپ کے ان کلمات کا یہ اثر ہوا کہ شرپسند بالکل خاموش ہو گئے اور اختتام تک تقریر خاموشی سے ہمہ تن گوش ہو کر سنتے رہے۔ سوشلزم کے اس سیلاب کے آگے بند

باندھنے کے لئے آپ نے زریں کارنامے انجام دیئے۔ ۱۹۷۰ء میں گولڑہ شریف حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی آخری محفل میں شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تقریر کی اس کے بارے میں راقم الحروف کے روزنامچے میں یہ رائے لکھی ہوئی ہے: ''شیخ القرآن حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی مدظلہ العالی نے آج آخری محفل میں زبردست علمی دلائل سے سوشلزم کی تردید کی۔ ملک کے موجودہ سرمایہ داری نظام، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں پر قہر آلود اولے برساتے رہے۔ ساتھ ساتھ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نظام کی جھلکیاں پیش کرتے رہے۔ انسانیت کے لئے حضور غوث پاک قدس سرہٗ کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا۔ علامہ ہزاروی کی آج کی تقریر بڑی بے نظیر تھی۔ ایک ایک حرف دل کی گہرائیوں سے نکل کر عوام کے دل کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا۔''

شجاع آباد ملتان میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''جلاؤ اور گھیراؤ کی تحریک اگر سرمایہ داری کے خلاف ہے تو غریبوں کی جھونپڑیوں کو نذر آتش کیوں کیا جا رہا ہے اور اس تحریک کی سرمایہ دار مخالفت کیوں کر رہے ہیں۔ درحقیقت جلاؤ اور گھیراؤ کی تحریک چاہے بھاشانی چلا رہے ہوں وہ پاکستان کی سالمیت اور بقا کے خلاف ایک منظم سازش ہے جو غیر ملکی طاقت کے اشارہ پر چلائی جا رہی ہے۔ اس تحریک نے مختلف روپ دھار رکھے ہیں۔ کہیں پر یہ چھ نکات کی صورت میں تباہ کاری میں مصروف ہے اور کہیں سوشلزم کے روپ میں عوام کا استحصال کر رہی ہے۔ میں صاف اور واضح الفاظ میں صدر یحییٰ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر بروقت آستین کے سانپوں کا سر نہ کچلا گیا تو یہ سانپ مل کر پاکستان کو ڈسنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔''

۲۴ فروری ۱۹۷۰ء روزنامہ مشرق لاہور کے مطابق:

''مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی نے کہا کہ علماء حق کو اسلامی نظام کے نفاذ اور نظریہ پاکستان کے تحفظ کرنے والوں کا ساتھ دینا چاہیئے اور شرپسند عناصر کی فتنہ انگیزیوں اور غیر اسلامی سرگرمیوں کا قلع قمع کرنا چاہئے۔ پاکستان کے بارہ کروڑ عوام اسلام کے اصولوں کے مطابق معاشی مساوات اور سماجی انصاف کے حقوق حاصل کرنے کے لئے جہاد کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ وہ آج یہاں لائل پور میں حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کی آخری تقریب سے خطاب کر رہے تھے۔ صدارت مولانا محمد سلیم نقشبندی نے کی۔ مولانا ہزاروی نے کہا کہ ملکی حالات تیزی سے بگڑتے جا رہے ہیں اس نازک وقت میں تمام ملکی وسیاسی اور مذہبی رہنماؤں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ متحد طور پر ملک وقوم کے استحکام اور قومی خوشحالی کے لئے کام کریں۔ انہوں نے سوشلزم کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ پاکستان میں سوشلزم چاہتے ہیں وہ حقیقت میں اس کے عمل سے واقف نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا یہاں اسلامی نظام کے سوا کوئی دوسرا نظام نافذ نہیں ہونے دیا جائے گا کیونکہ اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جو ہر فرد کے حقوق متعین کرنے کے علاوہ انہیں ہر قسم کا تحفظ دیتا ہے۔ قرآن و سنت کے مطابق اسلامی نظام ہمیں معاشرتی' سیاسی اور اقتصادی طور پر مستحکم کرتا ہے جس میں امیر' غریب کا امتیاز ختم کر دیا جائے گا۔ مولانا ہزاروی نے چھ نکات کا ذکر کرتے ہوئے کہا یہ نکات اسلام کے خلاف ہیں یہ ایک سازشی پروگرام ہے جس کا مقصد پاکستان کو ختم کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا خالق محب وطن ہو مگر میرا ایمان ہے کہ یہ چھ نکات وطن دشمنی کی

بنیاد پر مرتب کئے گئے ہیں۔ انہوں نے سیاسی جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ ہوس اقتدار میں مختلف مسائل کھڑے کر کے پاکستان کی سالمیت کے لئے خطرہ پیدا نہ کریں۔ سیاسی جماعتوں نے گذشتہ ۲۲ سالوں میں باہمی الجھاؤ سے کشمیر کے پچاس لاکھ انسانوں کو ظلم وستم کے حوالے کیا ہوا ہے اور بھارت کے مختلف حصوں میں آباد مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا ہوا ہے۔ انہوں نے اقوامِ متحدہ اور سابق صدر ایوب پر بھی کڑی تنقید کی۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ غیر اسلامی عائلی قوانین خاندانی منصوبہ بندی اور قرآن و سنت کے منافی تمام قوانین منسوخ کر دیئے جائیں۔''

ندائے ملت لاہور کے مطابق ۳ اپریل ۷۰ء کو لائل پور میں فرمایا:

''پاکستان واحد ملک ہے جو اسلامی نظریہ کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا۔ اگر اس بنیادی نظریہ کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو پاکستان کے غیور مسلمان ایسی مثالی قربانی دیں گے جس کا مظاہرہ انہوں نے تحریک پاکستان کے ابتدائی دنوں میں کیا۔ مولانا ہزاروی نے نیپ کے مولانا بھاشانی کی جانب سے گوریلا جنگ کی دھمکی پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اسلام کے جری اور نڈر فرزندوں کے لئے یہ کوئی نیا حربہ نہیں۔ وہ ہمیشہ کفر سے ٹکر لیتے رہے ہیں۔ ہمیں بھاشانی کے گوریلوں سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم ان تخریب پسند عناصر پر واضح کر دینا چاہتے ہیں اگر ان کی ملک دشمن سرگرمیاں قانون اور اخلاق کی حدود سے تجاوز کر گئیں تو اسلام پسند اور جمہوری اقتدار پر یقین رکھنے والے افراد ان سے بخوبی نمٹ لیں گے اور اس کی ذمہ داری بھاشانی اور اس کے حواریوں پر عائد ہو گی۔ مولانا ہزاروی نے کہا اگر بھاشانی موجودہ روش سے باز نہ آئے تو انہیں اسلام پسند حلقوں کے غیظ و

غضب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت علمائے پاکستان ایوبی قوتوں پر یہ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ وہ اپنے حاشیہ برداروں کو اسلام اور ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی سے باز رکھیں اور ملک میں لادینی اور تخریبی سرگرمیوں کو فوراً بند کریں ورنہ اس کے نتائج ناخوشگوار ہوں گے۔ حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایسے عناصر کا سختی سے محاسبہ کیا جائے جو مخصوص نظریات اور ذاتی مفادات کی خاطر ملک دشمنی اور ملت فروشی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ جو عناصر حکومت کی صفوں میں گھس کر سوشلزم اور لادینی نظریات کا پرچار کر رہے ہیں ان کا سختی سے محاسبہ کیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ اٹھو اور ملکی سالمیت کے لئے متحد ہو جاؤ۔ اگر ملک ہی نہ رہا تو روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ بھی بے سود ہوگا۔''

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی نخلِ طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

(اقبالؒ)

تیسرا سفر حجاز:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرا حج مبارک اپنی اہلیہ اور کئی مریدوں، عقیدت مندوں کے علاوہ صاحبزادہ میاں محمد رمضان اولکی جیند ز شریف حضرت مولانا غلام قادر اشرفی لالہ موسیٰ کے ہمراہ ۱۹۶۹ء میں کیا۔ اس حج مبارک کی آپ بیتی آپ روزانہ لکھتے رہے۔

وزیرآباد سے بذریعہ ریل آپ ۲۹ جنوری ۱۹۶۹ء بروز بدھ کو روانہ ہوئے۔ راقم الحروف اس وقت چھ سال کا تھا لیکن روانگی کا منظر آج بھی نظروں کے سامنے ہے۔ سینکڑوں لوگ جمع تھے۔ مسجد غوثیہ میں ایک مختصر سی محفل ہوئی۔ دیگر کئی نعت خواں

حضرات کے علاوہ حسانِ پاکستان محمد اعظم چشتی شریک محفل نے یہ نعت پڑھی تھی۔

اے موت ٹھہر جا میں مدینے تے جا لواں

ستا ہویا نصیب تے اپنا جگا لواں

ریلوے اسٹیشن پر مریدوں' عقیدت مندوں اور اہلیانِ وزیرآباد نے آپ کو رخصت کیا۔ اس موقع کی تصاویر راقم کے پاس محفوظ ہیں۔ قلمی روئیداد میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ

جب گاڑی لاہور سے چلی تو عجیب قسم کا درد اور ذوق تھا۔ پہلے کبھی ایسی لذت محسوس نہیں ہوئی۔ ایسی لذت محسوس ہوئی جو کسی مزار پر نہ پائی۔ ایسی کیفیت جس کی کوئی عبارت نہیں الفاظ کے جامہ سے اسے پاک سمجھنا چاہئے۔ بے خودی تھی جس کا لباس خودی تھا۔ ایک لحاظ سے تفرقہ تھا اور جہت آخر سے جمع سکر صحو میں پوشیدہ تھا۔

۵ فروری ۱۹۶۹ء بروز بدھ ظہر کے وقت مواجہ شریف میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ زیرلب عرض کیا کہ میں شیخ احمد رفاعی نہیں ہوں وہ سیّدزادے تھے اور ولی کامل بھی تھے ان میں تقویٰ' طہارت' عرفانِ محبت' مجاہدہ و ریاضت سبھی کچھ تھا اور مجھ میں کچھ بھی نہیں پھر بھی عرض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے بعید نہیں کہ جمال باکمال دیکھ لوں۔ محسوس ہوا کہ تم رفاعی نہیں ہو میں محمد رسول اللہ تو ہوں۔ پھر وہم اور تصور اس قدر غالب ہوا کہ حد بیان سے باہر ہے۔ ایسا محسوس ہوا کہ جالی مبارک کے دریچہ اقدس سے کوئی نورانی شکل بالکل آنکھوں کے سامنے ہے۔ دوبارہ پھر دیکھا کہ کوئی مجھے دریچہ اقدس سے دیکھ رہا ہے۔ تیسری بار وہ شکل غائب ہوگئی اور دل پر انوار کی بارش' روحانی بارش تھی اور بظاہر آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا اُمڈ آیا تھا۔

از حسن ملیح خود شورے بہ جہاں کردی

ہر زخمی بسمل را مصروف فغاں کردی

قیامِ مدینہ میں اپنے خیال کے مطابق مسجد نبوی میں خوخہ ابی بکر رضی اللہ عنہ میں بیٹھا تھا کہ مسجد میں اسی کے کھلا رہنے کا حکم ہوا تھا۔ ایک دن ایک بزرگ بلکہ عارف کو دیکھا کہ وہ ایک سجدہ تو جہت کعبہ کرتا اور دوسرا سجدہ دوسری جانب میں نے اس کو جہت قبلہ بتائی وہ پہلے تو غصہ میں آ گئے پھر ہنس پڑے اور مجھے گلے سے لگایا۔ پھر ایک شیخ نے مجھ سے کہا:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

بروز جمعتہ المبارک میاں جمیل احمد شرقپوری مجھے ایک نقشبندی نسبت رکھنے والے بزرگ کی خدمت میں لے گئے۔ ماشاء اللہ بے حد متقی پرہیزگار بزرگ تھے۔ ان کی مجلس میں بڑی روحانیت تھی۔ ان کا مکان مسجد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔ مسجد غمامہ سے شمال کی جانب محلہ میں واقع ہے یہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے۔

بروز جمعۃ المبارک ۷ فروری ۱۹۶۹ء حمام سے فارغ ہو کر واپس تنہا ہی آ رہا تھا کہ دل میں خیال آیا مدینہ منورہ میں بہت سے ولی ہیں مگر کسی خاص بزرگ سے ملاقات ہو جو کم از کم ابدال ہو۔ اس کی زیارت کرلوں۔ ابھی یہ خیال ختم ہی ہوا تھا کہ سامنے سے ایک سفید ریش بزرگ آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ ہنس کر کہنے لگے: دعا میں مجھے بھی یاد رکھنا۔ میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا کہ انہوں نے پھر فرمایا کہ دعا میں بھی یاد رکھنا۔ میں کچھ جرأت نہ کر سکا کہ دریافت کروں۔ بعد میں ان کے الفاظ پر غور کیا دعا میں بھی یاد رکھنا' دعا میں بھی یاد رکھنا تو سمجھ آ گئی کہ یہ شخص ابدال ہے۔

سنا ہے کہ باب السلام سے مسجد غمامہ تک ستر اولیاء کرام رہتے ہیں جو خدمت پر مامور ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں ان کی زیارت ہو جائے تو زہے نصیب۔ اتنے میں ایک دوست مل گیا۔ اس نے کہا: چلیے آپ کو شاذلی ولی بزرگ سے ملاقات کراؤں۔ وہ اس

بزرگ شاذلی کی خدمت میں لے گیا۔ وہ دوکان پر بیٹھے کپڑا فروخت کر رہے تھے چہرہ مبارک بے حد نورانی اور اس پر جلال کا رنگ غالب تھا۔

۱۱ فروری بعد نمازِ ظہر ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا کہ روضہ رسول ﷺ کدھر ہے؟ اس کا راستہ کدھر ہے؟ وہ کہنے لگا کہ مجھے کوئی بتاتا ہی نہیں کہ روضہ شریف کا راستہ کدھر ہے؟ یہ باتیں محراب شریف کے قریب کھڑے ہو کر کر رہا تھا۔ مجھے کہنے لگا کہ خدارا مجھے بتاؤ یہ لوگ تو بات ہی نہیں کرتے۔ میں نے اس دروازہ میں سجدہ کیا اور نفل پڑھے ہیں کہ یہ روضہ ہے۔ میں نے کہا کہ وہ باب السلام ہے۔ پھر میں نے اسے جالی شریف کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیا اور دروازہ بھی جو ریاض الجنہ میں کھلتا ہے دکھائے تو بہت خوش ہوا۔ مجھے اس کی یہ باتیں متاثر کر گئیں

دیوانگی پہ میرے ہنستے ہیں عقل والے
تیری گلی کا راستہ پوچھا تیری گلی میں

ایک دن بعد نمازِ عشاء آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دل اضطراب اور بے قراری کے اس درجے کو پہنچ گیا کہ شاید دل پھٹ جائے۔ مواجہ شریف کے سامنے کھڑا تھا کہ تصور کے عالم میں مجھے حکم ہوا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ پھر جو دل میں آیا مانگا دل کو تسلی ہو گئی۔

۱۵ فروری بعد نمازِ مغرب طبیعت میں اس قدر اضطراب اور بے قراری تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مسجد کے سامنے تنہا دونوں سڑکوں کے درمیان بیٹھا رہا۔ باب السلام کی جانب جھولی پھیلا کر خوب دل کھول کر رویا۔ اتنے میں ایک شخص میرے قریب آ کر بیٹھ گیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ من این انت (تو کہاں سے آیا ہے؟) میں نے کہا: انا باکستانی۔ پھر اس نے کہا کہ میں صنعا یمن کا رہنے والا ہوں۔ اس نے مجھ سے پوچھا: کتنے دن سے تم مدینہ منورہ میں ہو؟ میں

نے کہا: پندرہ دن سے یہاں ہوں۔ میں نے اس سے دریافت کیا: تم کتنے دن سے ہو اس نے کہا: عشر ایام (دس دن) سے۔ میں نے کہا: مکہ شریف کب جاؤ گے؟ اس نے کہا: میرے پاس ایک قرش ہے اور نکال کر دکھایا ساتھ کہا: اللہ تعالیٰ کفیل ہے۔ انشاء اللہ وہ دے گا پھر مکہ جاؤں گا۔ میں نے اسے دس ریال کا نوٹ دیا۔ اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس کی کافی منت سماجت کی اور رو پڑا۔ اس نے وہ نوٹ قبول کیا اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر دوبارہ کہا: اللّٰہ یعطك الجنه

قبا شریف کے راستہ میں ڈاکٹر غلام احمد صاحب کے مکان پر گیا۔ ان سے ملاقات ہوگئی۔ وہ صوفی منش اور حضرت سیّدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے شیدائی ہیں۔ فوراً اٹھے اور ٹیکسی میں مجھے احد شریف لے گئے۔ وہاں فاتحہ پڑھی واپس آئے تو انہوں نے مجھے خواب سنایا کہ میں نے چند روز پہلے آپ کو خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دو نسخے قرآن مجید سنہرے حروف والے آپ کو عطا ہوئے۔ اس وقت آپ باب السلام میں بیٹھے ہوئے تھے۔ الحمد للہ

۱۶ فروری اتوار کی شام کو حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی صاحب کے مکان پر مجلس میلاد شریف ہوئی جس میں تہران، ملک شام، بخارا، ہندوستان اور مدینہ منورہ کے علماء شامل تھے اور دیگر خصوصی طور پر بلائے ہوئے حضرات بھی شامل تھے۔ مجھے مولانا ضیاء الدین مدنی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تقریر کرو۔ میں نے تقریر کی۔ بیان میں اس قدر جذب اور ذوق تھا کہ شام کے عالم حضرت مولانا محمد علی مراد رحمۃ اللہ علیہ وجد میں آ گئے۔ اختتام پر انہوں نے میرے ہاتھ چومے اور مجھے ایک کتاب بھی دی۔ وہ لوگ علم و فضل، تقویٰ و طہارت میں یکتا زمانہ تھے۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نگاہِ کرم ہوئی کہ سب انگشت بدنداں اور متحیر تھے۔ بیان کا محور یہ شعر تھا:

خسف القمر بجماله عجز البشر بکماله

نطق الحجر بجلاله صلوا علیه وآله

جمالہٗ کمالہٗ جلالہ کی ضمیر پر جب میں روضہ اقدس کی طرف اشارہ کرتا تھا تو علماء واولیاء اور مشائخ وجد میں جھوم جاتے تھے۔ مدینہ طیبہ میں مختلف مقامات پر چار جگہ بیان ہوئے ہیں۔

۱۷ فروری آج صبح حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کی قبر پر گیا۔ میں جس گلی میں رہتا تھا اس میں حضرت عبداللہ والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لائے راستے میں ان کی والدہ ملیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: این ابنی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی آئے گا۔ وہ شہداء میں سے اٹھ کر چلے آئے۔ والدہ سے ملے اور پھر جس جگہ ان کا مزار ہے وہیں گر پڑے اور وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیا ولکن لا تشعرون

مدینہ منورہ کے لوگ جب جھگڑتے ہیں تو بالآخر فیصلہ ہوتا ہے کہ اچھا تم سچے ہو تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کی قبر پر بیان کرو۔

۲۲ فروری صبح سلام عرض کر کے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ جب باب السلام سے ہماری ویگن چلی تو سبز گنبد کی آخری جھلک ان گنہگار آنکھوں نے دیکھی۔ عجیب درد اور اطمینان تھا جو بیان سے باہر ہے۔ ظہر کی نماز بدر میں پڑھی۔ عصر رابغ میں ادا کی اور مغرب کی نماز راستے میں ایک جگہ جہاں سیلاب کی وجہ سے موٹر رکی تھی وہاں سینکڑوں بسیں رکی ہوئی تھیں سب نے پڑھی۔ مجھے سردی کی وجہ سے زبردست بخار ہو گیا۔ نصف شب محلہ مسفلہ معلم کے مکان پر پہنچے۔ ایک چھپر کے نیچے لیٹ گیا۔ خدا خدا کر کے صبح ہو گئی تو غسل کیا اور حرم شریف میں جا کر طواف اور سعی کی۔ عمرہ ختم ہوا۔

آٹھویں ذی الحجہ بروز منگل منیٰ گئے وہاں سے صبح عرفات چلے گئے۔ احرام کی وجہ سے سر ننگا' دھوپ سخت تھی۔ بار بار خیال آیا اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادے اور ٹھنڈک ہو جائے تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور بادل چھا گئے۔ خوب ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ غروبِ آفتاب سے قبل رو رو کر دعائیں کیں۔ عزیز واقارب اور احباب کے لئے دعائیں مانگیں۔ اس وقت بادل سے بارش کے قطرے گر رہے تھے۔ غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ روانہ ہو گئے۔ وہاں رات گزاری۔ اگرچہ پانی کی زبردست کمی تھی مگر پھر بھی وضو کے لئے پانی مل گیا۔ وقوف کے بعد منیٰ آئے اور رمی جمرہ عقبہ کی۔ پھر قربان گاہ جا کر دو قربانیاں دیں اور احرام کھول دیا۔ دوسرے دن جب رمی جمرہ عقبہ کر رہا تھا تو ایک شخص نے اس قدر زور سے کہنی سینہ میں ماری کہ میں سمجھا کہ پسلی ٹوٹ گئی ہے۔ آج تیسرا دن ہے کہ درد محسوس کر رہا ہوں۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی اسے ایک طمانچہ رسید کرتا ہوں کہ اتنے میں ایک شخص نورانی شکل والا آیا اور السلام علیکم کے بعد کہنے لگا: أأنت رجل عالم. میں نے کہا: اي نعم. اس نے کہا: من این یرمی. میں نے کہا: هنالك موضع الرمي. اس نے کہا: طيب. پھر اس نے میرے کان سے منہ لگا کر کہا: فاصبر علی انا هم فان ذلك هو الحج. پھر وہ لوگوں میں اس طرح جا رہا تھا کہ گویا اس کو رکاوٹ ہی نہیں تھی۔

طوافِ زیارت سے فارغ ہو کر میں نے سعی کی اور خیال کیا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر کتنی ہو گی؟ اور کیسا وقت ہو گا کہ ماں اور بیٹا دونوں بیٹھے ہوں گے۔ اتنے میں اصغرین کے قریب ایک عورت کو دیکھا کہ وہ بچہ لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔ صرف ایک عورت اور ایک بچہ ہے پورے صفا و مروہ میں کوئی عورت اس طرح نہ بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے غور کیا فافهم طوافِ زیارت کے بعد رکن یمانی کو پکڑ کر خوب دعائیں مانگی ہیں۔"

۱۳ مارچ ۱۹۶۹ء کو آپ سفر حجاز سے واپس تشریف لائے۔ حج سے واپسی پر

آپ نے سفرِ حج کے واقعات برادرِ اصغر حضرت مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو بتائے تو آپ نے اشعار کی صورت میں آپ کو مبارکباد دی جو یہاں درج کئے جارہے ہیں۔

میرے شیخ قرآں یہ ثنا تیری کرامت کی
میرے افکار نے آقا تیری ادنیٰ ضیافت کی
خدا کے گھر کے مہمان مصطفیٰ کے طالب و شیدا
مبارک ہو سفر ملک عرب حج و زیارت کی
مدینہ طیبہ طابہ کی فضا سے لوٹنے والے
یہی ہے بس منقبت شہا تیری سعادت کی
تیرے اعمال نے آبِ طہارت سے غسل پایا
یہ دیکھا خواب میں نے تیری شان عظمت کی
نبی سے دو عدد قرآن سنہری تحفہ پانے سے
بڑھی ہے شان تیرے حج و زیارت کی اجابت کی
ہوئے اہل مدینہ خوش تیرے جوش خطابت سے
یہی ہے حج اکبر بس نشان اعلیٰ عبادت کی
نبی کے روضہ اطہر کی جلا دیکھنے والے
نبی پر ہے جزا رب کی عطا تیری شفاعت کی
بہارِ طیبہ و مکہ منیٰ عرفات و مزدلفہ
جو پاتا ہے وہی بے شک صداقت ہے ولایت کی
غلام احقر تیرے در پر الٰہی بے ہنر بے زر
رہے گا کب تلک ششدر دعا سن بے بضاعت کی

باب چہارم

زمانہ جذب وسیاحت

ہر قدم ان کا اٹھا فقر و غنا کی راہ میں
ہر نفس تھا آپ کا صبر و رضا کی چاہ میں
منزلِ جذبِ دُروں کے جادہ پیما آپ تھے
نور تھا فیضانِ ان کے قلب حق آگاہ میں

(فیض رسول فیضان)

شیخ سے عقیدت ومحبت:

حضرت شیخ القرآن نے قبلہ عالم' امام العلام' مہر ولایت' ماہتابِ ہدایت' قطب الواصلین' محبوب رب العالمین' منظور رحمتہ للعالمین حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی کے دست اقدس پر بیعت کی اور اپنے شیخ سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ شیخ کریم کے ساتھ آپ کی کمال درجہ محبت آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ آپ کے والد مکرم مولانا علامہ عبدالحمید ہزاروی کو بھی اعلیٰ حضرت گولڑوی سے شرف بیعت حاصل تھا اور آپ کے جد امجد حضرت جامع معقول و منقول ماہر علم میراث مولانا محمد عالم ہزاروی کو بھی قبلہ عالم سے خصوصی لگاؤ تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہ شجر ولایت ہیں کہ اس درخت طوبیٰ کی شاخیں پورے عالم اسلام کو منور کر رہی ہیں خصوصاً آپ کی آلِ پاک کے نورِ جمال ولایت سے لاکھوں اولیاء اللہ نے فیض حاصل کیا اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ظاہر از اہل بیت نور نبی
ہمچو در ماہ نور خورشید است
از ازل تا ابد بود ظاہر
زانکہ ایں نور نور جاوید است

آلِ علی المرتضیٰ کے اس نورانی آفتاب جو سرزمین گولڑہ شریف سے طلوع ہوا کی صحبت اور دیدارِ جمال سے حضرت شیخ القرآن مشرف ہوئے۔ یہی نسبت کل قیامت کے روز باعث نجات ہوگی کیونکہ ان اولیاء کرام اور ساداتِ عظام کی صحبت حاصل کرنا اور ان سے عقیدت ومحبت رکھنا سرمایہ زندگی ہے۔

ہر کس کہ کمال اولیاء را نہ شناخت
ایں نعمت خاص بے بہا را نہ شناخت
پس شکر نہ گفت و حب ایشاں نگزید
میداں بیقین کہ او خدارا نہ شناخت

منزلِ سلوک سے ہمکنار ہونے کے لئے مرشد کامل کی محبت ایک سنگ میل کی حیثیت اور بحرِ عشق میں سفینہ کا کام دیتی ہے۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہوتو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

محبتِ مرشد کی اس قدر اہمیت ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اگر دو کاموں میں فرق نہ آئے تو کچھ غم نہیں، ایک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور دوسرے شیخ طریقت سے اعتقاد و محبت اس کے سوا جو کچھ ہو، ہوا کرے اس کی تلافی سہل ہے۔''

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: المرء مع من احب
''آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔''

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

صحبت پاکاں اگر یک ساعت است
صد ہزاراں چلہ و صد طاعت است

نبی علیہ السلام کا ارشادِ مبارک ہے فرمایا:

من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل الذکر
''جو شخص قربِ خداوندی چاہتا ہے وہ اہل ذکر (اولیاء اللہ) کے پاس بیٹھے۔''

دوسری حدیث مبارکہ کے الفاظ یوں ہیں فرمایا:

من اراد ان یجلس مع اللّٰہ فلیجلس مع اھل التصوف

"جو شخص چاہتا ہے کہ وہ قربِ الٰہی حاصل کرے وہ اہل تصوف (صوفیاء کرام) کا قرب حاصل کرے۔"

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ گولڑہ شریف سے محبت اور والہانہ عقیدت زمانہ طالب علمی سے لے کر وصال تک دیکھنے میں آئی۔ مرشد حق کا چہرۂ انور ہر وقت سامنے رکھتے ہوئے صورتِ مرشد بنانے کی کوشش کرتے۔ آپ نے بارہا اپنی تقاریر میں اس بات کو بیان فرمایا کہ مجھے میرے پیر کامل نے زمانہ طالب علمی میں دعا کی درخواست پر فرمایا: جاؤ میاں اللہ تعالیٰ تمہیں بڑا مولوی بنائے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کو بارگاہِ غوثیت گولڑہ شریف نے یوں نوازا کہ تاریخ تصوف اور دنیائے علم وحکمت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اکثر اپنی تقاریر میں ارشاد فرماتے:

"میں حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اور ان کے کرم کا زندہ ثبوت ہوں۔"

آپ گولڑہ شریف کے ہر عرس مبارک کی محافل میں شریک ہوتے۔ آپ نے خود ارشاد فرمایا:

"جب میں ۱۹۳۵ء میں آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں حاضر ہوا تو مجھے عرس مبارک کی بڑی مجلس میں وعظ کرنے کا شرف بخشا گیا۔ یہ عرس شریف کی آخری بڑی مجلس تھی جس میں شیخ کامل، قطب زماں، اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ خود تشریف فرما تھے مگر ان دنوں آپ پر استغراق کی کیفیت طاری تھی۔ اسی کیفیت میں ارشاد فرمایا: کون وعظ کر رہا تھا؟ جواب دیا گیا کہ اخوندزادہ کا پوتا وعظ کر رہا تھا (حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد مولانا محمد

عالم ہزاروی اخوندزادہ کہلاتے تھے) اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی زبان میں فرمایا: دل گلاں پیا کرداا ے۔''

مے پرستی کا مزا تب ہے ساقی خود کہے
مے میں وہ مستی کہاں جو میرے مستانے میں ہے

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کس قدر خوش نصیب ہیں کہ اپنے استادِ کامل اور مرشد حق کے سامنے انہی کے آستانہ پر سب سے بڑی مجلس میں وعظ کرنے کا شرف مل رہا ہے اور پھر قطب زماں، شیخ عالم، اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان اقدس سے توصیفی کلمات آپ کے لئے ادا ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے:

''قطب زماں کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ میرے دل کی دنیا میں رنگینی بہار کا سبب بن گئے۔ یہ شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین تھا۔''

اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری سالوں میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ہر مجلس میں وعظ کرنے کا اعزاز حاصل رہا۔ حضور قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ تو وصال فرما گئے مگر آپ کے فیوضِ روحانی نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ان روحانی بلندیوں علمی سرفرازیوں سے نوازا کہ اصحاب فکر وعمل دنگ رہ گئے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ بابوجی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں چند حضرات نے آپ کے وعظ کرنے پر اعتراض کیا اور یہ خواہش کی کہ کسی اور کو مجلس میں وعظ کرنے کا موقع دیا جائے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

''جنہاں نوں اعلیٰ حضرت وعظ دے واسطے کھڑے کر گئے نیں انہاں نوں میں کس طرح ہٹا سکناں واں۔''

''یعنی جن کو وعظ کی اجازت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہو ان کو اس منصب سے میں کس طرح ہٹا سکتا ہوں۔''

چنانچہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۹۳۵ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک مسلسل ۳۵ سال آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے اعراس مبارکہ کی تمام مجالس میں تنہا وعظ کرنے کا شرف حاصل رہا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اتنے بڑے آستانہ عالیہ پر خطاب کرنے کے مستحق بھی صرف آپ ہی تھے۔ معرفت اور عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی عارفانہ تقاریر پر لاکھوں کا اجتماع نعروں سے گونج رہا ہوتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب آپ کہیں خطاب فرما رہے ہوتے اور صوفیاء آپ کی تقریر پر رقص کرتے تو خوش ہو کر فرماتے: ''یہ چراغ جو جل رہا ہے اس میں تیل گولڑہ شریف کا پڑا ہوا ہے۔''

یہ فیضان گولڑہ شریف کا تھا کہ آپ جس محفل میں ہوتے سب پر چھا جاتے۔ جب آستانہ عالیہ پر خطاب فرماتے تو آپ کے سامنے اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء، مشائخ، مفتی، مفسر، محدث اور صوفی تشریف فرما ہوتے۔ قرآن و حدیث سے دلائل کا انبار لگا کر فلسفہ و منطق کی الجھی ہوئی گتھیوں کو چٹکی میں سلجھاتے تو یہ حضرات تصویر حیرت بن جاتے اور جب مخصوص انداز سے ترنم میں مثنوی شریف پڑھتے تو عوام ماہی بے آب کی طرح تڑپتے۔ مجلس سبحان اللہ اور حق ھو کے نعروں سے گونج اٹھتی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد حق کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ادب اپنے شیخ کامل کی طرح کرتے تھے۔ عقیدت و محبت کا بھی وہی عالم تھا۔ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کئی بار حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر وزیر آباد بھی تشریف لائے جبکہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ میں شمولیت بھی فرمائی۔

سلسلہ چشتیہ نظامیہ اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ:

نمبر شمار	اسمائے مبارکہ	وصال	روضہ انور
۱۔	خاتم النبیین محبوبِ خدا ابوالقاسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ

۲۔	حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	عراق
۳۔	حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	۴ محرم ۱۱۱ھ	بصرہ
۴۔	حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ صفر ۱۷۰ھ	بصرہ
۵۔	حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	۳ ربیع الاول ۱۷۰ھ	جنت المعلی مکہ
۶۔	حضرت خواجہ ابراہیم ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶ جمادی الاول ۱۸۰ھ	روم
۷۔	حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ	۲۴ شوال ۲۵۲ھ	مرعش شام
۸۔	حضرت خواجہ امین الدین ابی ھبیرہ رحمۃ اللہ علیہ	۷ شوال ۲۷۹ھ	بصرہ
۹۔	حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ	۴ محرم ۲۹۹ھ	دینور عراق
۱۰۔	حضرت خواجہ ابی اسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ربیع الثانی ۳۴۳ھ	شام
۱۱۔	حضرت خواجہ سیّد ابی احمد ابدال ابن سلطان رحمۃ اللہ علیہ	جمادی الثانی ۳۵۳ھ	چشت
۱۲۔	حضرت خواجہ سیّد ابی محمد ابن خواجہ ابی احمد رحمۃ اللہ علیہ	ربیع الثانی ۴۱۱ھ	چشت
۱۳۔	حضرت خواجہ سیّد ناصر الدین ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ	۲۶ ربیع الثانی ۴۵۹ھ	چشت
۱۴۔	حضرت خواجہ سیّد قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	رجب ۵۲۷ھ	چشت
۱۵۔	حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ رجب ۶۱۲ھ	
۱۶۔	حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	۵ شوال ۶۱۷ھ	مکہ مکرمہ
۱۷۔	حضرت خواجہ خواجگان سیّد معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	۶ رجب ۶۳۲ھ	اجمیر شریف
۱۸۔	حضرت خواجہ سیّد قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ	دہلی
۱۹۔	حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	۵ محرم ۶۵۹ھ	پاک پتن
۲۰۔	حضرت خواجہ سیّد نظام الدین محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ ربیع الثانی ۷۲۵ھ	دہلی
۲۱۔	حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ رمضان ۷۵۷ھ	دہلی
۲۲۔	حضرت خواجہ کمال الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ ذی قعدہ ۷۵۶ھ	دہلی

۲۳۔ حضرت خواجہ سراج الدین بن کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ۲۱ جمادی الاول ۷۷ھ گجرات۔ بھارت

۲۴۔ حضرت خواجہ علم الدین بن سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ ۲۶ صفر ۸۹۵ھ گجرات۔ بھارت

۲۵۔ حضرت خواجہ محمود راجن بن علم الدین رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ صفر ۹۰۰ھ گجرات۔ بھارت

۲۶۔ حضرت خواجہ جمال الدین جمن بن خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ ۲۰ ذی الحجہ ۹۰۸ھ گجرات۔ کھنبات

۲۷۔ حضرت خواجہ جمال الدین حسن محمد نوری رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ ذی قعدہ ۹۸۲ھ احمد آباد گجرات

۲۸۔ حضرت خواجہ قطب شمس الدین محمد بن حسن محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۴۱ھ احمد آباد گجرات

۲۹۔ حضرت خواجہ یحییٰ مدنی خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ صفر ۱۱۲۲ھ جنت البقیع

۳۰۔ حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ دہلی

۳۱۔ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ اورنگ آباد دکن

۳۲۔ حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ مہرولی شریف دہلی

۳۳۔ حضرت خواجہ نور محمد قبلہ عالم مہاروی رحمۃ اللہ علیہ ۳ ذی الحجہ ۱۲۰۵ھ چشتیاں بہاولپور

۳۴۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ۷ صفر ۱۲۶۷ھ تونسہ شریف

۳۵۔ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴ صفر ۱۳۰۰ھ سیال شریف

۳۶۔ حضرت خواجہ سیّد پیر مہر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ گولڑہ شریف

۳۷۔ حضرت خواجہ محمد عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۷ شعبان ۱۳۹۰ھ مہر آباد وزیر آباد

حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ امامیہ، سلسلہ قادریہ جدیہ، سلسلہ چشتیہ صابریہ اور سلسلہ رفاعیہ کے بھی خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی علمی قابلیت کے پیش نظر ابو الحقائق کے لقب سے سرفراز فرمایا وہاں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو سل علوم کی اسناد کے ساتھ ساتھ تمام سلاسل

طریقت میں اجازت بیعت و خلافت عطا فرمائی۔ علاوہ ازیں جملہ وظائف اوراد واشغال میں بھی ماذون فرمایا۔

حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جن طریقت ومعرفت کے سلاسل میں اجازت وخلافت عطا فرمائی وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے مرشد گرامی مولانا سیّد ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائے تھے۔

(۱) قادریہ برکاتیہ جدیدہ (۲) قادریہ آبائیہ قدیمہ (۳) قادریہ اہدلیہ (۴) قادریہ رزاقیہ (۵) قادریہ منوریہ (۶) چشتیہ نظامیہ قدیمہ (۷) چشتیہ جدیدہ (۸) سہروردیہ قدیمہ (۹) سہروردیہ جدیدہ (۱۰) نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ (۱۱) نقشبندیہ علائیہ علویہ (۱۲) سلسلہ بدیعیہ (۱۳) سلسلہ علویہ منامیہ

ذیل میں صرف قادریہ اور سہروردیہ سلاسل کا ذکر کیا جارہا ہے۔

شجرہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ:

نمبر شمار	اسمائے مبارکہ	وصال	روضہ انور
۱۔	سرورِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲۔	امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	عراق
۳۔	حضرت سیّد الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۰ محرم ۶۱ھ	کربلا عراق
۴۔	حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۸ محرم ۹۴ھ	مدینہ طیبہ
۵۔	حضرت سیّدنا امام باقر رحمۃ اللہ علیہ	۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ	مدینہ طیبہ
۶۔	حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	۱۵ رجب ۱۴۸ھ	مدینہ طیبہ
۷۔	حضرت سیّدنا امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ	۵ رجب ۱۸۲ھ	بغداد عراق
۸۔	حضرت سیّدنا امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ	۲۱ رمضان ۲۰۳ھ	مشہد مقدس

۹۔	حضرت سیّدنا شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	۲ محرم ۲۰۰ھ	بغداد شریف
۱۰۔	حضرت سیّدنا شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ رمضان ۲۵۳ھ	بغداد شریف
۱۱۔	حضرت سیّدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ رجب ۲۹۷ھ	بغداد شریف
۱۲۔	حضرت سیّدنا ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ	بغداد شریف
۱۳۔	حضرت سیّدنا عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶ جمادی الثانی ۴۲۵ھ	بغداد شریف
۱۴۔	حضرت سیّدنا ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	۳ شعبان ۴۴۷ھ	بغداد شریف
۱۵۔	حضرت سیّدنا ابوالحسن علی ہکاری رحمۃ اللہ علیہ	یکم محرم ۴۸۶ھ	بغداد شریف
۱۶۔	حضرت سیّدنا ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ	۷ شعبان ۵۱۳ھ	بغداد شریف
۱۷۔	حضرت سیّدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ	بغداد شریف
۱۸۔	حضرت سیّدنا عبدالرزاق قادری رحمۃ اللہ علیہ	۶ شوال ۶۲۳ھ	بغداد شریف
۱۹۔	حضرت سیّدنا ابوصالح نصر رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ رجب ۶۳۲ھ	بغداد شریف
۲۰۔	حضرت سیّدنا محی الدین ابونصر رحمۃ اللہ علیہ	۲۷ ربیع الاول ۶۵۶ھ	بغداد شریف
۲۱۔	حضرت سیّدنا سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ	۲۳ شوال ۷۳۹ھ	بغداد شریف
۲۲۔	حضرت سیّدنا سیّد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ	۱۳ رجب ۷۶۳ھ	بغداد شریف
۲۳۔	حضرت سیّدنا سیّد علی رحمۃ اللہ علیہ	۲۶ صفر ۷۸۱ھ	بغداد شریف
۲۴۔	حضرت سیّدنا سیّد احمد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ محرم ۸۵۳ھ	بغداد شریف
۲۵۔	حضرت سیّدنا بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ	دولت آباد دکن
۲۶۔	حضرت سیّدنا ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ علیہ	۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ	دہلی
۲۷۔	حضرت سیّدنا محمد بھکاری بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ	۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ	لکھنؤ
۲۸۔	حضرت سیّدنا قاضی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ	۲۱ رجب ۹۸۹ھ	لکھنؤ
۲۹۔	حضرت سیّدنا شیخ جمال الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ	یکم شوال ۱۰۴۷ھ	جہان آباد

۳۰۔	حضرت سیّدنا محمد رحمۃ اللہ علیہ	۶ شعبان ۱۰۷۱ھ	کالپی شریف
۳۱۔	حضرت سیّدنا سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۹ صفر ۱۰۸۴ھ	کالپی شریف
۳۲۔	حضرت سیّدنا فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ	کالپی شریف
۳۳۔	حضرت سیّدنا شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ	مارہرہ شریف
۳۴۔	حضرت سیّدنا شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ	۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ	مارہرہ شریف
۳۵۔	حضرت سیّدنا شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ رمضان ۱۱۹۸ھ	مارہرہ شریف
۳۶۔	حضرت سیّدنا شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ	مارہرہ شریف
۳۷۔	حضرت سیّدنا شاہ آلِ رسول رحمۃ اللہ علیہ	۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	مارہرہ شریف
۳۸۔	حضرت سیّدنا ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ	مارہرہ شریف
۳۸۔	حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ	بریلی شریف
۳۹۔	حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ	بریلی شریف
۴۰۔	حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ	۷ شعبان ۱۳۹۰ھ	وزیر آباد

سلسلہ سہروردیہ اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سیّد دوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ ابواحمد اسود دینوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد المعروف بمویہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ وجیہہ الدین ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ بہاؤ الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ،

حضرت سیّد راجو رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مخدوم شاہ بینا رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ سعد بڈھن خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ صفی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ' حضرت میر عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ اویس رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سیّد شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حجۃ الاسلام حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

جینڈر شریف حاضری:

شروع ہی سے آپ کی طبیعت مبارکہ میں عشق الٰہی کا رنگ غالب تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و عقیدت کا یہ عالم کہ ابھی آپ کی داڑھی مبارک بھی نہیں آئی تھی کہ ابتدائی طالب علمی کے زمانے سے ہی اتباعِ سنت کی نیت سے سیاہ گھنگھریالی زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ تعلیم اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ علم باطنی کی طرف توجہ دی اور عالم سلوک کی منزل کی طرف گامزن ہوئے۔ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ منزل کتابوں سے نہیں بلکہ اولیاء اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ گجرات سے وزیر آباد تشریف لائے اور یہاں آمد کے بعد کسی مردِ خدا کی تلاش میں نکل پڑے اور پیشِ نظر حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر تھا کہ قال کی بجائے حال کی طرف توجہ دو اور اس کے لئے کسی درویش کی قدم بوسی کی جائے۔

قال را بگزار و مرد حال شو
پیش مرد کاملے پا مال شو

اعلیٰ حضرت قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی ہوئی تھی۔ آپ ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء بروز منگل وصال فرما گئے

تھے۔آپ کے وصال کے بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طلب میں مزید شدت آگئی اور ہر وقت حال کی طرف توجہ رہنے لگی۔مختلف اوقات میں کئی شہروں کے سفر اختیار فرمائے۔برصغیر پاک و ہند میں واقع مزارات پر حاضری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ایک ماہ میں کئی کئی بار لاہور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے۔ملتان حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دی۔اس وقت آپ کی عمر مبارک چھبیس (۲۶) سال تھی۔زیادہ وقت خلوت میں گزرنے لگا۔جب کسی مردِ کامل کے متعلق معلوم ہوتا تشریف لے جاتے۔وزیرآباد کے مشرقی جانب حضرت سیّد احمد شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ (شہادت ۱۱۳۶ھ) کے مزارِ مبارک پر اکثر حاضری دیتے۔راتوں کو ذکر اور وظائف کا سلسلہ عروج پر ہوتا۔کئی ایک راتیں وزیرآباد کے شمال میں نالہ پلکھو کی دوسری جانب گزریں۔مجاہدات کے انہی ایام میں وزیرآباد کے سائیں فضل دین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز آپ کے سامنے اپنے شیخ کامل کا ذکر کیا۔کچھ روز بعد پھر یہی ذکر ہوا اور سائیں صاحب نے آپ سے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ جینڈ ڑ شریف چلیں۔حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔مزید چند یوم گزرے پھر سائیں فضل دین کی طرف سے اصرار بڑھنے لگا۔بالآخر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سائیں فضل دین سے جینڈ ڑ شریف جانے کی حامی بھر لی۔پھر ایک روز حسب وعدہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، سائیں فضل دین رحمۃ اللہ علیہ اور ملک عبدالرشید محلہ شیرو وزیرآباد کے ہمراہ گجرات گئے۔وہاں سے تانگے پر سوار ہو کر جینڈ ڑ شریف کی جانب روانہ ہوئے۔

اویس وقت حضرت خواجہ نوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ اویسی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا تھا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ تیرے پاس فیض حاصل کرنے علماء کرام آئیں گے۔جب ایک طویل عرصہ گزر گیا تو میں نے ایک روز آپ کے مزار پر حاضر ہو کر عرض

کیا: میری بات سمجھنے والا کوئی نہیں علماء کب آئیں گے؟ تو مجھے جواب ملا علماء ضرور آئیں گے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ہم جیند ڑ شریف پہنچے تو وہاں قوالی ہورہی تھی۔ حضرت خواجہ گوہر الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے سائیں فضل دین نے عرض کیا کہ میرے ساتھ وزیر آباد سے مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی صاحب آپ کی زیارت کے لئے آئے ہیں تو حضرت محفل سے اٹھ کر اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور سائیں فضل دین سے کہا کہ انہیں میرے پاس لے کر آؤ۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے اندر چلے گئے اور وضو کرنے لگے کہ سائیں فضل دین نے حضرت کا پیغام دیا اور واپس حضرت خواجہ جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے گئے تو حضرت خواجہ جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر سائیں فضل دین سے کہا کہ جاؤ انہیں ساتھ لے کر آؤ۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو بار سائیں فضل دین کو میرے پاس بھیجا گیا۔ میں جب وضو سے فارغ ہوا تو سائیں فضل دین میرے پاس کھڑے تھے۔ میں مسجد سے نکلا اور ان کے ساتھ حضرت خواجہ جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارک کی جانب چل پڑا۔ حضرت خواجہ جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جونہی میں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ عرصہ دراز سے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر کر رہے تھے وہ میرے پاس آ گئے ہیں۔

حضرت خواجہ گوہر الدین جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر کچھ دیر بوڑھ کے درخت کے نیچے بیٹھے رہے پھر ساتھ لے کر جہاں آپ کا مزار مبارک ہے وہاں پہنچ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

''آدھا فیض آج ملے گا باقی بعد میں عطا کروں گا۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مردِ کامل کی جستجو مجھے ہر وقت بے چین رکھتی تھی ''وصالِ حق'' کا شوق مجھے ہر وقت مضطرب رکھتا تھا حتیٰ کہ میں جیند ڑ شریف پہنچا تو سمجھ گیا کہ جس رہبر اور جس خزانے کی تلاش تھی وہ مجھے مل گیا ہے۔ پھر

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک اکثر یہاں حاضری دیتے رہے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے مزارِ مبارک کی حاضری کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا۔

حضرت اویس وقت خواجہ گوہر الدین اویسی چشتی رحمۃ اللہ علیہ

جینڈ ڑ شریف ایک چھوٹا سا گاؤں جلال پور جٹاں سے کڑیانوالہ جاتے ہوئے راستہ میں واقع ہے۔ اس کی مسافت جلال پور جٹاں سے آٹھ میل اور کڑیانوالہ سے دو میل ہے۔ اس گاؤں کی گجر قوم کے ایک درخشندہ ستارے کا اسم گرامی زبدۃ العارفین حضرت خواجہ گوہر الدین چشتی اویسی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ غالباً ۱۸۶۸ء میں آپ کی ولادت موضع جینڈ ڑ میں ہوئی۔ حضرت شاہ ظہور محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ بٹالہ شریف سیالکوٹ کی طرف سے اپنے سینکڑوں مریدوں کے ہمراہ قافلہ کی صورت میں یہاں سے گزرے۔ اپنے ضعف اور نابینا ہونے کی بنا پر پالکی میں سوار تھے۔ آپ نے پالکی رکوا دی۔ کچھ دیر ٹھہرے اور پھر سوار ہو کر چل پڑے۔ جب استفسار کیا گیا تو فرمایا:

"مجھے یہاں سے ایک مردِ خدا کی خوشبو آئی ہے اس کی تعظیم کے لئے یہاں توقف کرنا ضروری تھا۔"

بچپن میں ہی آپ کے والد ماجد وصال فرما گئے۔ آپ کے عم محترم نے آپ کی تربیت و پرورش فرمائی۔ علاقے کے دستور کے مطابق آپ کو بچپن میں زمینداری کا کام سونپ دیا گیا مگر آپ ہر وقت کسی گہری سوچ میں رہتے۔ آپ کے عم محترم کا بیان ہے کہ بچے کے حال جذب شوق اور دنیاوی ماحول سے لاتعلقی والی طبیعت دیکھ کر میں پریشان ہو جاتا اور سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ اس بچے کا کیا بنے گا؟ بچپن سے ہی خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مزارات، مساجد، نماز اور روزہ کی طرف راغب تھی۔

خاموشی، غور و فکر، شرافت، شرم و حیا، تنہا پسندی اور دنیاوی کھیل کود کی عادت نہ تھی۔ دن کو زمینداری کرنا، مویشیوں کو چرانا اور رات کو آبادی سے باہر جا کر ذکر و اذکار میں مصروف رہنا آپ کی عادت تھی۔ اکثر رات کو کسی درویش یا مزار کی حاضری کو ترجیح دیتے تھے۔

آقائے دوجہاں، سرکارِ مدینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی امی ہونے اور جملہ علوم عالمین سے واقف ہونے کی ایک زندہ دلیل حضرت خواجہ گوہر الدین اویسی رحمۃ اللہ علیہ ہر قسم کے علوم ظاہر و باطن سے نہ صرف آشنا تھے بلکہ ہزاروں علماء کرام کو علومِ باطنیہ سے منور کر دیا۔ قرآن مجید کی تلاوت، تفسیر، ترجمہ، حدیث، فقہ، تصوف کی کتابوں کا خود مطالعہ فرماتے۔ بعض اوقات پڑھوا کر سماعت فرماتے۔ درس و تدریس پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ منطق، اصول، صرف و نحو، فلسفہ و کلام کے مشکل سے مشکل مسائل کو حل فرماتے۔ علماء کرام آپ کے سامنے دو زانو ہو کر ان مسائل کو آسان فہم اور سادہ الفاظ میں سنتے بلکہ آپ کی مجلس میں آنے والے عوام و خواص پر باطنی توجہ کا اس قدر اثر ہوتا کہ دل رقت سے بھرپور اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ مجلس کا ہر فرد انگشت بدنداں اور عقل حیراں کا مصداق ہو جاتا گویا باطنی علوم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا۔

آپ خود ارشاد فرماتے ہیں مجھے بچپن سے ہی حمدیہ و نعتیہ شعر پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ جہاں کہیں سے ایسا اشعار سن پاتا ان کو یاد کر لیتا اور رات کی تنہائی میں آبادی سے دور جا کر بڑی خوش الحانی سے اشعار پڑھتا۔ جب میں نے مثنوی پڑھنی شروع کی اور ان اشعار پر پہنچا:

یاد او کن یاد او کن یاد او
در بدر میگرد و میرو کوبکو
قال را بگذار و مرد حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

اس دن سے جستجو شروع کر دی۔ جہاں کہیں مردِ کامل کی نسبت سن پاتا وہاں چلا جاتا اور جس طرح کی ریاضت و عبادت کا حکم دیتے وہی شروع کر دیتا۔ رات کو قصیدہ غوثیہ کا بلند آواز سے ورد کرتا۔ اکثر آپ حاجیوالہ میں حضرت میاں اللہ ودھایا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضری دیتے۔ کسی مجبوری کی وجہ سے آپ چند راتیں وہاں نہ جا سکے تو حضرت نے آپ کو بلایا اور فرمایا:

''اب میں اس جہاں سے کوچ کرنے والا ہوں' تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ اپنی ساری ریاضتیں فی سبیل اللہ تمہیں دے کر جا رہا ہوں میرے سب مرید میرے بعد تمہارے مرید ہوں گے۔''

آپ نے جواب میں عرض کیا:

''مجھے صرف اللہ کی محبت مطلوب ہے اور کسی چیز کی خواہش نہیں۔''

حضرت جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات بوجہ بے قراری گاؤں سے باہر چلا گیا اور ایک خشک نالہ کی ریت پر لیٹ گیا۔ جب اضطراب حد سے بڑھ گیا تو معاً میں نے آسمان سے زمین تک نور ہی نور دیکھا مگر مجھے معلوم نہ ہو سکا یہ کیا ہے؟ اسی طرح ایک رات مکان کے کمرہ میں بیٹھا عشق کی بادہ پیمائیاں کر رہا تھا۔ سب لوگ سو رہے تھے کہ اچانک کمرہ نور سے معمور ہو گیا۔ چنانچہ اس مسئلہ کے حل کے لئے حضرت خواجہ عبدالغفور اخوند بابا سیدو شریف رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص حضرت قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ آوان شریف کے پاس حاضری دی اور معاملہ عرض کیا تو آپ میرا حال و احوال دریافت کرتے رہے اور میرے اس خیال اور تجسس سے بڑے خوش ہوئے۔ فرمایا:

''تم نے بڑا اچھا راستہ اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے آج تک میں بھی محسوس کرتا رہا ہوں کہ میں کسی دریا کے عین وسط میں ایک جزیرہ پر

اکیلا کھڑا ہوں لوگ مجھے دریا کے کنارے پر کھڑے دیکھ رہے ہیں اور صرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ قاضی صاحب! اس جزیرہ پر کھڑے ہیں میرے پاس پہنچنے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ میں خوش ہوں کہ آج مجھے ایسا شخص نظر آیا ہے جو دریا عبور کر کے میرے پاس پہنچ گیا ہے اور وہ تم ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے اور اس قسم کے روحانی لمحات بکثرت وارد ہوتے رہیں گے۔"

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک موقع پر جینڈ شریف تشریف لائے اور فرمایا:

"کسی کے گھر جانا میرا طریق نہیں مگر تم میرے ہم خیال ہو اس لئے تمہاری دعوت قبول کی ہے۔"

آپ سماع کو پسند فرماتے۔ آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ نمازوں کے اوقات کے علاوہ اکثر ایسا ہوتا کہ تمام دن قوالی سنتے رہتے تھے۔ قوال کو کوئی خلاف شرع غزل یا شعر پڑھنے نہ دیتے۔ اکثر مثنوی سنتے تھے۔ اگر قوال' قوالی کے دوران راگ گانے شروع کرتے تو منع فرما دیتے۔ جو قوال آپ کی خدمت میں رہتے رفتہ رفتہ سب نمازی بن جاتے تھے۔ دورانِ قوالی وجدانی کیفیت میں آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے' سانس اکھڑ جاتا۔ بعض اوقات کھڑے ہو جاتے اور حالت وجد میں رہتے اور دیکھنے والے دھاڑیں مار کر روتے۔

سال میں دو پروگرام بڑے تزک و احتشام سے مناتے۔ ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عرس اور دوسرا عید میلاد النبی ﷺ اور ان مواقع پر آستانہ عالیہ کی رونق قابل دید ہوتی۔ ہزاروں لوگ حاضر ہوتے۔ ساری رات محفل سماع ہوتی۔ لنگر کا وسیع انتظام ہوتا۔ صبح نمازِ فجر کے بعد ختم پاک کی محفل مرکزی جامع مسجد میں منعقد ہوتی اور تبرکات تقسیم کئے جاتے۔ لنگر کے لئے کثیر رقم خرچ کرتے۔ یہ لنگر سال بھر جاری رہتا۔ گرد و نواح سے سینکڑوں غرباء اور دار العلوم کے طلبہ اس لنگر سے کھانا کھاتے۔ لنگر خانہ

کے لئے کئی بار آپ نے زمین تک فروخت کر دی۔ کوئی بھی سائل آتا اسے خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔

آپ نے گرد و نواح میں کئی ایک مساجد تعمیر کرائیں اور مختلف مزارات کی تعمیر پر بھی زرِ کثیر خرچ کیا۔ روضہ مبارک حضرت امنون علیہ السلام، حضرت موسیٰ حجازی علیہ السلام، حضرت صفدان علیہ السلام، حضرت نعماطوس علیہ السلام، حضرت طانوح علیہ السلام کو اپنے ذاتی خرچ سے تعمیر کروایا اور ان مزارات کے ساتھ مساجد اور لنگر خانے بنوائے اور آپ کا دستور تھا کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر اکثر حاضری دیتے۔ راتوں کو قیام کرتے اور اعراس مبارکہ کا خود انتظام فرماتے۔ آپ سب سے زیادہ حضرت طانوح علیہ السلام کے مزار مبارک موضع شیخ چوگانی شریف جو کہ دریائے چناب کے کنارے ایک ٹیلہ پر واقع ہے تشریف لے جاتے۔ فرماتے ابتدائی دور میں بارہ سال مسلسل اپنے گھر سے حضرت کے مزار مبارک پر ہر رات جاتا رہا اور وہاں شب بیداری کے بعد صبح گھر لوٹتا اور دن کو زمینداری کے کام کرتا تھا۔

زندگی بھر تبلیغ دین کا کام جاری رکھا۔ ہر وقت آپ کے پاس عوام کا ہجوم رہتا۔ لوگ دور دراز سے آپ کے پاس مسائل کی دریافت کے لئے آتے۔ آپ آسان الفاظ میں لوگوں کو ان کے مسائل کا حل بتاتے۔ تبلیغ دین کے لئے دارالعلوم کا قیام عمل میں لائے۔ طلبہ کے لئے کمرے تعمیر کروائے۔ جید علمائے کرام وہاں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے۔ ملک کے اندر قائم مدارس کے متعدد شیخ الحدیث اور مہتمم حضرات کو یہاں تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ملے۔ علومِ دینیہ کی کتب کا ایک وسیع ذخیرہ یہاں موجود تھا۔ تقریباً سبھی علوم کی نادر کتب بصرف زرِ کثیر خرید کر کتب خانہ میں رکھی تھیں۔ عربی و فارسی کتب کے بے شمار نادر قلمی نسخوں کی راقم الحروف نے بھی زیارت کی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دیتے اور فرماتے:

میرے پاس جو کچھ ہے حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عطا کیا ہوا ہے۔ اکثر رات کو حاضر ہوتے اور ساری رات حالت مراقبہ میں رہتے۔ عاجزی وانکساری، غریب پروری، خدمت خلق، عفو ودرگذر، ایثار وسخاوت، منکسر المزاجی، خدمت سادات کرام وعلماء کرام کے واقعات سے آپ کی زندگی بھری پڑی ہے۔ مرزائی، شیعہ اور وہابی علماء طرح طرح کے سوالات لے کر آپ کے پاس حاضر ہوتے دلیلیں پیش کرتے مگر حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے علم بحرِ بے کنار کے سامنے لاجواب ہو جاتے۔ کئی تو ایسے ہوتے جو وہاں ہی توبہ کر کے اٹھتے تھے۔

حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈڑوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حج بیت اللہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بھی تشریف لے گئے۔ اس حج کے موقع پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ (اس کی تفصیل گذر چکی ہے) حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ کے خلفاء میں صاحبزادہ میاں محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّد چمن پیر شاہ، حضرت مولانا سیّد عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شیخ الجامعہ محب النبی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ بھوئی، حضرت سائیں فضل دین رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ بمطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۵۱ء بروز بدھ کی صبح کی محفل میں آپ نے خطاب فرمایا جس میں واضح طور پر اپنے وصال کی طرف اشارے دیئے۔ بعد از تقریر آپ کی پشت میں درد شروع ہو گیا جو آہستہ آہستہ شدت اختیار کرتا گیا۔ دوسرے روز قوالی کے موقع پر بھی تشریف نہ لائے۔ دو ماہ تک بیماری کا سلسلہ چلتا رہا۔ ہر روز لوگ کثیر تعداد میں عیادت کے لئے حاضر ہوتے وہ ہمیشہ آپ کی زبان پر شکرانے کے الفاظ پاتے۔ ڈاکٹر اور حکیم علاج کرتے رہے مگر مرض بڑھتا ہی چلا گیا۔ آنے والے حضرات جب تکلیف کا ذکر کرتے تو فرماتے: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری چلاتے وقت تکلیف کو محسوس کیا مگر

رضائے الٰہی کی خاطر برداشت کیا۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے۔ وصال سے ایک روز قبل مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ واپسی کے لئے اجازت مانگی تو فرمایا: آپ ٹھہر جاتے تو اچھا تھا مگر مولانا نے جب طالب علموں کے سبق ضائع ہونے کی وجہ بیان کی تو اجازت دے دی۔ ادھر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جینڈر شریف جا رہے تھے تو راستہ میں مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ حال احوال پوچھا تو مولانا نے فرمایا: حضرت اب ٹھیک ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: واپس چلیں مجھے معلوم ہو گیا ہے آج شام تک آپ کا وصال ہو جائے گا۔ مولانا نے کہا: تم اپنا کشف رہنے دو۔ بہرحال دونوں حضرات واپس چلے گئے۔ جب حضرت صاحب کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ نے مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کی واپسی پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ سارا دن لوگ زیارت کی خاطر آپ کے کمرے میں حاضر ہوتے رہے اور حضرت انہیں وصیت فرماتے رہے۔ بعض احباب سے آپ بغلگیر ہو کر ملے کیونکہ آخری ملاقات تھی۔ چند احباب کو ان کے معاملات میں بشارتیں عطا فرمائیں۔ ایک روز قبل چوہدری خان ملک کو بلوایا اور فرمایا: میں سفر پر جا رہا ہوں مجھے آ کر مل جاؤ۔ جب حاضر ہوئے تو گلے سے لگایا اور فرمایا: یہ میری آخری ملاقات ہے لہٰذا مستری اللہ دتہ کو حکم دو کہ گجرات جائے اور راتوں رات صندوق تیار کر کے لے آئے۔ آخری روز ظہر و عصر کی نماز تیمم کر کے ادا فرمائی۔ لوگ جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔ سب کو تسلی دے کر رخصت فرماتے۔ نمازِ مغرب کے لئے لوگ مسجد میں گئے۔ آپ نے بھی نمازِ مغرب چارپائی پر ادا کی۔ دورانِ نمازِ مغرب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے حجرۂ مبارک کی طرف کشش معلوم ہوئی۔ نماز کے بعد جب میں حاضر ہوا تو حضرت شیخ کامل رحمۃ اللہ علیہ نے آخری بار حسبی اللہ کہا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اگلے روز ۳ فروری ۱۹۵۲ء بروز اتوار سارا دن خوب بارش ہوئی مگر نمازِ جنازہ میں ہزاروں لوگ

شامل ہوئے۔ علماء و مشائخ عظام کی ایک کثیر تعداد نے جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کی اور آپ کو اپنی مملوکہ زمین میں سپردِ خاک کر دیا گیا جہاں آپ کا عالیشان روضہ مبارک تعمیر ہو چکا ہے۔

آپ کے چند ایک ملفوظات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اولیاء کی مجالس یا مزارات کے قریب بیٹھنے والا رحمت الٰہی سے مستفیض ہوتا ہے خواہ اہل ہو یا نا اہل جیسا کہ بادشاہ کی سواری گزرے تو ہر کس و ناقص ان کا دیدار کرتا ہے۔

۲۔ خدا کے لئے سماع سننا یا مجلس اختیار کرنا باعث راحت روح ہے۔

۳۔ سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی جملہ موجودات کی حقیقت کو عدم جانے اور ذاتِ باری تعالٰی کو موجود اور حقیقت جانے، باقی ہر شے کو اس ذاتِ پاک سے جانے یہ علم ہے جب یہ حال بن جائے گا اس وقت توحید میں پہلا قدم ہوگا۔

۴۔ جو چیز حق کی طرف جانے سے روکے وہ ذات کا غیر ہے۔ جب تک انسان غیروں کے چکر میں پڑا رہے گا خدا تک رسائی ناممکن ہے۔

۵۔ بندے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی نقصان دہ چیز نہیں کہ وہ غیر خدا کی قید میں گرفتار ہو۔

۶۔ خوش نصیب اور سچا مومن وہ ہے جس کی دنیا بھی دین بن جائے اس کا ہر فعل حکم خداوندی کے مطابق ہو۔

۷۔ بزرگانِ دین کی یاد منانا ان کی ارواح سے تعلق پیدا ہونے کا اعلٰی وسیلہ ہے۔

۸۔ عارف کا ریا والا عمل عام لوگوں کے خلوص والے عمل سے بہتر ہے کیونکہ خدا کے لئے اور خدا کے حکم سے اپنا عمل لوگوں کے سامنے کرتے ہیں جس میں

مخلوق کی بھلائی اور فائدہ ہوتا ہے۔

۹۔ خدا کے دوستوں کی علامت یہ ہے کہ ان کا فکر خدا میں ہو۔ ان کا ذکر خدا کے لئے ہو۔ ان کا سکون و قرار خدا کے ساتھ ہو۔

۱۰۔ محبت سے مراد اطاعت الٰہی ہے۔ بہتر دل وہ ہے جس میں خدا کے سوا کسی کی فرماں روائی نہ ہو۔

۱۱۔ اگر اپنے علم کی صحت پر یقین نہیں تو وہ علم بے سود ہے کیونکہ اس پر عمل بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(نوٹ) راقم الحروف نے فیضانِ گوہر کے نام سے آپ کی سوانح حیات ۴۵۴ صفحات پر مشتمل شائع کی ہے تفصیلی حالات کے لئے اس کا مطالعہ کریں۔

سفر کلیر شریف:

حضرت خواجہ گوہر الدین جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ آپ اکثر جیند ڑ شریف حاضر ہوتے اور کئی کئی روز تک وہاں قیام فرماتے اور عارف کامل سے فیض حاصل کرتے۔ مصنف گوہر منیر نے لکھا ہے کہ

''یوں تو حضرت جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے رتبہ کا کوئی آدمی میرے خیال میں نہیں البتہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی صاحب عالم اجل ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ تصوف کے رنگ میں بھی رنگے جائیں تو ان کی ذات سے خلق خدا کو آخرت کا بڑا فائدہ ہو گا۔ چنانچہ حضرت صاحب' مولانا صاحب کو خاص طور پر تصوف کے رموز سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے اور اکثر دیر تک علیحدگی میں ان سے [illegible] پر برابر گفتگو کرتے رہتے تھے۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قبلہ عالم جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں

حاضر ہو کر اپنے قلب کو مجاہدات شاقہ اور ریاضت سے خوب چمکایا اور معارف لدنیہ و انوار العلوم باطنیہ سے اسے خوب منور کیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

''مجھے یہاں سے وہ دولت ملی ہے جو بادشاہوں کے خزانوں سے نہیں مل سکتی تھی۔ اس دولت کے حصول کے لئے میں عمر بھر سرگرداں رہا تھا۔''

حضرت قبلہ عالم جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اکثر رات کسی نہ کسی مزار پر گزارتے تھے تو حضرت شیخ القران رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ ان مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔ پھر ساری رات تنہائی میں آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی فیوض و برکات سے مستفید فرماتے۔ حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت علاؤ الدین احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خصوصی لگاؤ تھا اور ان کے مزار پر بھی حاضری دی لہٰذا حضرت کے حکم پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۰ء میں کلیر شریف گئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں کئی روز قیام پذیر رہا۔ مجھے وہاں ایک بزرگ جن کا اسم گرامی حضرت پتے شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا سے ملاقات ہوئی۔ وہ مجھے ساتھ لے کر حضرت علاؤ الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کے پاس گئے اور مجھ سے میرا مدعا معلوم کیا: میں نے عرض کیا کہ کشف قبور کا خواہش مند ہوں۔ انہوں نے مجھے مراقبہ کرنے کو کہا۔ میں کچھ دیر وہاں پر حالت مراقبہ میں بیٹھا رہا کہ کشف قبور کی دولت سے مالا مال ہو گیا اور جب حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کو بوسہ دینے لگا تو میں نے آپ کے قدموں کو دیکھا۔ میں نے اس صورتحال کو حضرت پتے شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر ظاہر کیا تو فرمانے لگے:

''جس نے حضرت علاؤ الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ کے قدم دیکھے ہیں وہ بڑے بڑے لوگوں کے سر دیکھے گا۔''

مختلف مزارات پر حاضری دینے کے بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دہلی

تشریف لائے اور حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دی اور حالت مراقبہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ واپسی پر جب جینڈر شریف حاضر ہوئے تو آپ کو دیکھ کر حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈروی رحمۃ اللہ علیہ ضعف و بڑھاپے کے باوجود کھڑے ہو گئے۔ آپ نے عرض کیا: تشریف رکھیں کیوں تکلیف فرما رہے ہیں۔ فرمانے لگے: میں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ جب میں کلیر شریف سے حاضری دے کر واپس حضرت قاضی سلطان محمود آوان شریف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تھا تو آپ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے لہٰذا میں ان کے احترام میں آپ کی تعظیم ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ آپ حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کلیر شریف کے روضہ اقدس سے ہو کر آئے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جن جملہ اولیاء کرام کی کشف قبور کے ذریعے زیارت کی تھی سب کے حلیئے تک یاد تھے۔ حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ کلیر شریف کی کوئی خاص بات بیان کریں؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دیگر تمام باتیں بتائیں مگر کشف قبور والی بات نہ بتائی۔ آپ نے کئی بار اصرار کر کے فرمایا کہ وہاں کی کوئی خاص بات بتائیں مگر میں گریز کرتا رہا حتیٰ کہ آپ کے بار بار اصرار پر بتانا پڑا کہ مجھے وہاں کشف قبور حاصل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ کچھ نہیں آپ کا دل ہی ایسا ہو جائے گا کہ بغیر کشف کے معظماتِ امور اور ضروری حوادث آپ کو معلوم ہو جائیں گے یہ کشف کی اعلیٰ قسم ہے اور یہ زائل نہ ہو گا۔ جیسا کہ کشف عیانی زائل ہو جاتا ہے اور اکابر اولیاء کرام کشف کی اس اعلیٰ قسم کو اچھا سمجھتے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جب بھی جینڈر شریف حاضری دیتے تو آپ پوچھتے خیال کا کیا حال ہے؟ کبھی پوچھتے دل کا کیا حال ہے؟ ایک روز حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ لوگ تو ایک دوسرے سے ملتے وقت بیوی بچوں، گھر والوں کا حال دریافت کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ خیال کا حال پوچھتے ہیں؟ اس پر شیخ نے فرمایا: یہ خیال ہی ہوتا ہے کہ خیال آتا ہے تو بندہ نماز پڑھتا ہے۔ خیال آنے پر ہی روزہ رکھتا ہے۔ خیال ہی کے آنے پر سفر کرتا ہے۔ خیال کے آنے پر وضو کرتا ہے، کتابیں پڑھتا ہے اس لئے یہ سارا کھیل خیال ہی کا ہے۔

گوہر منیر میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ اس کی تصحیح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی فرمائی ہے ''وزیر آباد عرسِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اختلاجِ قلب کا شدید درد ہو گیا اور غش کھا کر گر گئے۔ جب ذرا ہوش آیا تو آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ موت بالکل قریب ہے۔ جب ذرا افاقہ ہوا تو آپ نے جینڈڑ شریف حاضر ہو کر حضرت صاحب سے اس کا ذکر کیا اور دعا کی التجا کی۔ حضرت صاحب نے فرمایا: میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تھی کہ آئینہ موت نما دکھایا جائے تاکہ ان کی طبع سلیم ہو جائے ذاتی طور پر خیر ہے چنانچہ کچھ عرصہ بیماری کے بعد شفا مل گئی۔''

حضرت خواجہ جینڈڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حج کیا۔ اسی سفر کے دوران روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ نے خود حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت و اجازت بیعت عطا فرمائی تھی۔

حضرت خواجہ جینڈڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے مزارِ مبارک کی تعمیر میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حصہ لیا۔ بعد ازاں آستانہ عالیہ پر ہونے والے تمام اعراس مبارکہ میں شمولیت فرماتے اور اپنے خطابات کے ذریعہ لوگوں کو حضرت صاحب کی تعلیمات و واقعات سے مستفیض فرماتے رہے۔ حضرت مولانا محب النبی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مدت تک یہاں قیام فرمایا اور طلبہ کے لئے درس و تدریس کے فرائض سرانجام

دیتے رہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی تقاریر اور نجی محافل میں فرمایا کرتے تھے کہ میں آج جس مقام پر ہوں یہ میرے والدین کی دعاؤں' حضرت قبلہ پیر سیّدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم اور حضرت خواجہ جیند ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کی بدولت ہے۔

تجھے مہر علی نے درد کا آئین سمجھایا
تیرے دل کو عطا کی سائیں گوہر نے درخشانی

شجرہ چشتیہ جنیدیہ:

اے خداوند تو ذات کبریا کے واسطے
بخشدے مجھ کو محمد مصطفیٰ کے واسطے
معرفت کے نور سے قلب ونظر پرنور کر
بوالحسن خیبر شکن شیر خدا کے واسطے
چشمہ عین الیقین سے مجھ کو بھی سیراب کر
حضرت خواجہ حسن کان ھدا کے واسطے
شربت کوثر پلانا مصطفیٰ کے ہاتھ سے
قبلہ عالم حبیب رہنما کے واسطے
رات دن توحید کے نغمے بلند ہوتے رہیں
حضرت داؤد قطب اولیاء کے واسطے
احتیاج غیر سے مجھ کو بچانا یا خدا
حضرت معروف تاج اصفیاء کے واسطے
سرزمین طیبہ میں یارب میری تربت بنے
سری سقطی چشمہِ فیض خدا کے واسطے

بدر تابانِ طریقت صاحبِ عین الیقین
شہ جنید کعبہ اہل صفا کے واسطے

خواب میں دیدارِ احمد سے مجھے دلشاد کر
فخر عالم شبلی شمس ھدیٰ کے واسطے

آخری دم تک شریعت پر رہوں ثابت قدم
شیخ علی حصری جنیدی پیشوا کے واسطے

سوز و ساز جذبہ توحید سے سرشار کر
خواجہ بوالفضل شمس چشتیا کے واسطے

کر کرم مجھ پر طفیل خواجہ مخدوم علی
گنج بخش مظہر نور خدا کے واسطے

خاتم ملک ولایت قاسم فیضانِ حق
قبلہ حاجات گوہر بے بہا کے واسطے

دین و دنیا کا وسیلہ خواجہ عبدالغفور
گوہر یکتا فدائے مصطفیٰ کے واسطے

واقف راہ طریقت مفتی عبدالشکور
یادگار شیخ قرآں باوفا کے واسطے

وہ نوید شیخ قرآں عالم باعمل
باصفا آصف غلام مصطفیٰ کے واسطے

سفر اجمیر شریف:

انوار چشتیاں ہیں علامہ ہزاروی
سرتاج عرفاں ہیں علامہ ہزاروی

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ خطابت میں اشعار کو تکرار سے پڑھنا اور صوفیاء کرام پر وجد طاری ہو جانا کے متعلق آپ فرماتے تھے کہ

"یہ میرے اندر چشتیت کا فیضان ہے اور یہی عمل میرے لئے نجات کا ذریعہ ہوگا۔"

آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک خاص قسم کی عقیدت رکھتے تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل آپ کے عرس مبارک کی حاضری کو اپنے لئے لازم کر رکھا تھا۔ ہر سال وزیر آباد سے رجب کی ابتدائی تاریخوں میں اجمیر شریف تشریف لے جاتے اور کئی روز تک قیام پذیر رہتے۔ حضرت صوفی بابا عنایت اللہ مرحوم و مغفور بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۴۴ء میں عرس خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر میں آپ کے ساتھ اجمیر شریف حاضر ہوا تھا۔ درگاہ اجمیری میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ادب و احترام کے انداز قابل دید تھے۔ عاجزی و انکساری کی انتہا فرما دی تھی۔ کئی کئی گھنٹے حضرت کے مزارِ مبارک پر حالت مراقبہ میں گزار دیتے تھے۔ درگاہ عالیہ میں چلتے ہوئے کبھی بھی حضرت کے مزارِ مبارک کی طرف پشت نہیں کرتے تھے۔ عرس مبارک کی دیگر تقریبات پر محفل سماع کو ترجیح دیتے یہاں میں نے آپ میں ایک خاص قسم کی وجدانی کیفیت دیکھی کہ اپنی نشست پر بے حرکت بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہیں۔

عرس مبارک میں شمولیت کے لئے برصغیر پاک و ہند سے ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام اور سجادہ نشین حضرات آتے ہیں۔ علماء کرام کی ایک کثیر تعداد آپ کی آمد کی اطلاع پا کر آپ کی قیام گاہ پر ملاقات کے لئے حاضر ہوتی۔ اکثر اوقات رات کے آخری حصہ تک علماء کرام سے مختلف مسائل پر گفتگو جاری رہتی۔ اپنے قیام اجمیر شریف کے دوران اجمیر شریف اور مضافات میں آپ مختلف پروگراموں میں خطاب بھی فرماتے۔

قیام اجمیر شریف کے دوران حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ دیگر وظائف کے علاوہ ختم خواجگانِ چشت شریف ضرور پڑھتے رہے اور اس کے پڑھنے کی تاکید بھی فرماتے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا زندگی بھر یہ معمول تھا کہ نمازِ جمعہ کے بعد آپ ختم خواجگانِ چشت ضرور پڑھا کرتے۔ خواہ کیسے ہی حالات پیدا ہوئے یا وقت کی کمی آئی آپ نے اس ختم شریف کا ناغہ نہیں فرمایا۔ اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ ختم شریف جمعیت خاطر ظاہری اور باطنی کے لئے مجرب ہے۔ جس گھر میں یہ ختم شریف پڑھا جاتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے اور گھر والوں کے جملہ مصائب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل رفع فرماتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جملہ یارانِ طریقت چشتیہ اس ختم شریف کو ہر ہفتہ کسی ایک دن جمعرات' جمعہ یا پیر کو ضرور پڑھنا چاہئے اور اس کا ثواب جملہ خواجگانِ چشت کی ارواح کو بخشے ہو سکے تو کچھ صدقہ بھی کیا جائے۔

جتنا فخر کرتے رہو کم ہے چشتیو
ہاتھ آ گئی تمہارے یہ نسبت ہزاروی

سفرِ دہلی:

آپ کے سسر محترم ملک محمد حسین مرحوم و مغفور قیام پاکستان سے قبل اپنی ملازمت کے سلسلے میں بمبئی اور دہلی میں قیام پذیر رہے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ دہلی کے محلہ نواب گنج میں رہائش پذیر تھے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد شفیع کامونکی رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے بذریعہ ریل صبح نو بجے چلے اور رات نو بجے دہلی پہنچے اور چند روز تک محلہ نواب گنج میں قیام کیا۔ اس دوران آپ نے دہلی میں مختلف مزارات پر حاضری دی۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ سب سے پہلے آپ حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ اپنے زمانہ طالب علمی کے واقعات بتائے جن دنوں آپ جامع مسجد فتح پوری دہلی میں دورہ حدیث کے لئے داخل ہوئے تھے لیکن

وہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ دہلی میں سب سے زیادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دیتا تھا۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی میں یہاں چلا آتا۔ یہاں مجھے ایک خاص قسم کا سکون قلب نصیب ہوتا۔

سفر کلیر شریف سے واپسی پر بھی آپ اس مزارِ مبارک کی حاضری پر حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ نظام الدین محمد بدایونی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگانِ دین جو دہلی میں محو استراحت ہیں کہ مزارات پر بھی حاضری دی۔

مزاراتِ اولیاء اللہ پر حاضری:

تجھے ہے گوہر و محمد میاں کے جام سے نسبت
معین الدین اور داتا پیا کے نام سے نسبت
تجھے داتا سے ملتی ہے شراب ناب بطحا کی
خبر دیتا ہے تجھ کو گولڑہ یٰسین و طٰہٰ کی

اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضر ہو کر وہاں سے مستفیض ہونا باطنی علوم سے اپنے قلب کو منور کرنا علماء حق کا شیوہ رہا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء عظام کے مزارات کی حاضری کو اپنی زندگی بھر کا مشن بنائے رکھا۔ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف شیخ کامل کے روضہ انور پر اعراس مبارک کے علاوہ بھی حاضری دیتے۔ خود ارشاد فرماتے تھے کہ میرے کئی روحانی مسائل اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی حاضری سے حل ہوئے۔ آستانہ عالیہ جینڈ ڑ شریف کی حاضری کو بھی لازمی حصہ بنائے رکھا۔ قیامِ پاکستان سے قبل تو اکثر ایسا ہوتا کہ صرف جمعۃ المبارک پڑھانے کے لئے وزیرآباد تشریف لاتے بقیہ دن وہاں گزر جاتے۔ انوار و تجلیات کہ یہ مراکز درحقیقت

کعبۃ العشاق باشد ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد ایں جاشد تمام

برصغیر پاک و ہند کے بڑے بڑے اولیاء عظام کے مزارات پر آپ نے حاضری دی۔ آخری سالوں میں خصوصی طور پر حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ' عارف کھڑی شریف کے آستانہ عالیہ پر اکثر حاضری دیتے رہے۔ اپنی تقاریر میں جب آپ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پنجابی کلام پڑھتے تو علماء وصوفیاء کے ساتھ ساتھ عوام بھی عش عش کر اٹھتے تھے۔ کھڑی شریف عرس کے موقع پر ضرور حاضری دیتے اور لوگوں کو تصوف کے رموز سے آگاہ فرماتے تھے۔ محکمہ اوقاف کی طرف سے آپ کو عرس مبارک پر خطاب کی خصوصی دعوت دی جاتی۔ آپ کی حاضری سے عرس کی تقریبات کی رونق دوبالا ہو جاتی۔ اکثر اوقات عقیدت مندوں نے دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی مبارک مزارِ مبارک کی دہلیز پر رکھ کر دعائیں مانگ رہے ہوتے تھے۔ اسی طرح کی عقیدت کا اظہار حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ کامل کے دربار پر بھی دیکھنے میں آئی۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ سے منسلک ہونے کے باوجود سلسلہ نقشبندیہ کے بڑے بڑے آستانوں پر آپ کو وعظ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ دربارِ عالیہ چورہ شریف' علی پور سیّداں شریف' شرقپور شریف' ڈھانگری شریف میر پور اور دیگر آستانوں پر آپ کو اکثر دعوتِ خطاب ملتی تو آپ تشریف لے جاتے اور یوں وہاں مزارات پر حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ آپ فرماتے تھے:

''میں قیامِ پاکستان سے قبل گجرات میں قیام کے ابتدائی سال علی پور سیّداں میں حاضر ہوا اور مجھے تقریر کرنے کو کہا گیا تو میری تقریر پر عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر وجد کرنے لگا پھر ہر سال مجھے وہاں سے دعوت ملتی اور سب سے آخر میں تقریر اور اختتامی دعا کی سعادت میرے حصہ میں آتی۔''

یوں ساداتِ کرام کے اس آستانہ پر آپ کی حاضری معمول کا حصہ بن گئی۔

آپ سال میں کئی بار چورہ شریف حاضری دیتے۔ نقشبندیوں کے آستانہ پر آپ جب تصوف پر گفتگو کے دوران مسئلہ وحدت الوجود پر خطاب فرماتے تو علماء وعوام کی زبانوں پر واہ واہ' سبحان اللہ سبحان اللہ کے ساتھ ساتھ فلک شگاف نعرے لگ رہے ہوتے تھے۔ اس آستانہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد معصوم بادشاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خلافت واجازت بھی ملی۔ دربارِ عالیہ ڈھانگری میر پور شریف کے تمام اعراس مبارک کی محافل کی آپ جان ہوا کرتے تھے۔ سجادہ نشین حضرت پیر طریقت مولانا محمد فاضل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں آپ سے شرفِ تلمذ بھی حاصل تھا آپ کو الوداع کہنے کے لئے درگاہ سے باہر تشریف لاتے اور اس وقت تک ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے جب تک آپ کی سواری پہاڑوں میں نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتی۔

آپ کو سال میں کئی بار مدینۃ الاولیاء ملتان میں جانے کا اتفاق ہوتا۔ خصوصی طور پر آپ حضرت شیخ المشائخ' قدوۃ الاولیاء سیّدنا غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے۔ ملتان کے مختلف مدارس میں ہونے والی تقاریر میں آپ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ابوالفتح رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و واقعات سے لوگوں کے دلوں کو گرماتے۔ انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ میں ضرور تشریف لے جاتے تو حضرت شیخ غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دیتے۔ ایک موقع پر دار العلوم سے فارغ ہو کر مزارِ مبارک پر تشریف لائے۔ آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں ایک مرد درویش حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ جب ان کی زیارت کے لئے مزارِ مبارک کے احاطہ میں پہنچے تو حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نوافل ادا کر رہے تھے۔ وہ سلام پھیرتے پھر نیت کر کے نفل پڑھنا شروع کر دیتے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ

جلدی بھی تھی کہ ٹرین کا وقت ہونے والا تھا جس پر واپس وزیر آباد جانا تھا۔ کچھ دیر تک کھڑے رہے مگر حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ توجہ نہیں کر رہے تھے۔ نوافل پر نوافل پڑھے جا رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ کی طرف توجہ کی اور عرض لیا کہ انہیں فرمائیں میری طرف توجہ کریں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے عرض کرنے پر حضرت نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سلام پھیرا اور فرمایا: آپ نے میری شکایت حضرت سے کیوں لگائی ہے؟ آپ کی بھی ایک شکایت ہے۔ میں نے خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں دیگر انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ کے امتی محمد عبدالغفور ہزاروی نے فلاں جگہ دورانِ تقریر میرا نام لیا لیکن ساتھ علیہ السلام نہیں کہا۔ اس پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل سجدہ کیا۔ جب اٹھے تو مسکرا رہے تھے۔ فرمایا کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راضی کر لیا ہے۔

وزیر آباد میں واقع مزارات میں سے حضرت حافظ معینی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر اکثر حاضری دی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کشفِ قبور کے لئے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور، حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ گجرات اور حضرت سید احمد شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پیراں دا کوٹلہ وزیر آباد کے مزار تریاق و مجرب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی عقیدت:

تجھ پہ نظر ہے خاص داتاؒ و مہرؒ کی
جاری رہے یہ فیض تا قیامت ہزاروی

آپ کو برصغیر پاک و ہند میں سب سے زیادہ عقیدت و محبت حضرت داتا گنج

بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ تھی۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی نسبت پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔

دربار شہنشہی سے خوشتر

مردانِ خدا کا آستانہ

(اقبالؒ)

جامع مسجد غوثیہ میں ۲۰ جولائی ۱۹۶۲ء کو خطبہ جمعۃ المبارک میں ارشاد فرمایا:

''دنیا میں فیض دو طرح سے حاصل ہوتا ہے ظاہری اور باطنی۔ ظاہری کی مثال ایسے ہے جس طرح ٹیلی فون پر بات کی جاتی ہے درمیان میں تار کا واسطہ ہوتا ہے اور دوسرا ذریعہ باطنی ہے جیسے وائرلیس (موبائیل فون) سے باتیں ہوتی ہیں مگر درمیان میں تار کا واسطہ نہیں ہوتا اسی طرح ظاہری فیض یہ ہے کہ ایک مرید آگے' اس کا پیر پھر آگے' اس کا پیر علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سلسلہ جاری رہتا ہے جبکہ باطنی فیض میں بظاہر اس دنیا میں نہیں لیکن فیض حاصل ہو رہا ہے اس کو اویسیت کہا جاتا ہے۔ یہ اویسیت ہر سلسلہ میں ضرور ہے جس طرح کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ بظاہر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر نہ ہوئے لیکن بباطن بڑے مقرب اور فیضیاب تھے۔ کئی بزرگانِ دین نے سینکڑوں سال بعد بھی فیض حاصل کیا جس طرح حضرت خواجہ گوہر الدین جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے فیض لیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ میں مجھ سے دو واسطوں سے آگے ہیں۔ عمر میں نو سو سال آگئے اور درجہ میں اگر میں زمین ہوں تو وہ بالائے آسمان ہیں۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مختصر کلام میں دو عدد منقبتیں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہیں۔ کیا خوب لکھا ہے:

عاشقوں میں سب سے اونچا ہے مقام گنج بخش
رشک فردوس بریں ہے حسنِ بام گنج بخش
خشک زاہد کی سمجھ سے ہے وریٰ میرا مقام
کیونکہ ہے چشتی بہت ادنیٰ غلام گنج بخش

دوسری منقبت میں اپنی نیازمندی کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

بسے اوج و بلندی یافتم در عشق مخدومی
کہ پابوس سگانش گشتہ ام در شکل رندانہ
اگر نعلین مخدومی نہد برسر غفور عاجز
تصور میکند در دل کہ ہست ایں تاج شاہانہ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے عرسِ مبارک میں بڑے اہتمام سے شرکت فرماتے۔ جمعۃ المبارک میں آپ کے عرس مبارک کا خصوصی طور پر اعلان فرماتے اور لوگوں، مریدوں اور عقیدت مندوں کو عرس میں شمولیت کی ترغیب دلاتے۔ عرس کے ایام میں خود لاہور میں ہی قیام فرماتے جبکہ ہر سال عرس کے موقع پر آپ کا مرکزی خطاب ہوتا جس میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات وعظمت پر اظہارِ خیال فرماتے۔ جب بھی لاہور کسی کام کی غرض یا کسی جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر سلام عرض کرتے۔ تینوں مرتبہ سفر حجاز پر روانگی سے قبل حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری دی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی زیارت کو اپنے لئے اس قدر

لازم کر رکھا تھا کہ کئی سال تک صرف حاضری دربار کے لئے وزیرآباد سے لاہور جاتے اور سلام عرض کر کے واپس چلے آتے۔ اکثر اوقات طے شدہ پروگرام کے مطابق اور کبھی کبھی ہنگامی طور پر حاضری کے لئے وزیرآباد سے نکل پڑتے تھے۔ زائرین کے ہجوم کی وجہ سے اکثر آپ اپنے رومال سے چہرہ مبارک کو چھپا لیا کرتے تھے تاکہ اطمینان و سکون سے آپ کی خدمت عالیہ میں بیٹھ سکیں۔ آپ ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو بتایا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی وارفتگی و محبت حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بڑی مثالی تھی۔ بارہا ایسا ہوا کہ دربارِ عالیہ میں جب علماء کرام کے ساتھ کسی مسئلہ پر بحث ہوتی تو آپ اٹھ کر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی طرف جا کر بیٹھ جاتے اور آپ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یوں گفتگو کرتے جیسے ظاہری طور پر کی جاتی ہے پھر واپس آ کر بیان فرماتے کہ اس مسئلہ میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جواب فرمایا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو فیض سے نوازا یہی وجہ ہے کہ آپ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ عالیہ کے منظورِ نظر خطیب تھے۔ حضرت مولانا پیر محمد افضل قادری مراڑیاں گجرات کے والد ماجد حضرت پیر طریقت مولانا محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں لاہور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضر ہو کر مراقب ہوا اور عرض کیا کہ دارالعلوم مراڑیاں گجرات کے سالانہ پروگرام پر کس کو دعوتِ خطاب دوں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے خاص مولانا کو دعوت دو۔ عرض کیا کہ آپ کے خاص مولانا کون ہیں؟ فرمایا: میرے خاص الخاص مولانا ہزاروی ہیں۔ چنانچہ آپ لاہور سے سیدھا وزیرآباد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب جامع مسجد غوثیہ میں پہنچے تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ آپ خود نہیں آئے لاہور سے پوچھ کر آئے ہو۔

آپ کے دیرینہ خادم مولانا غلام حبیب نے بتایا کہ ایک موقع پر حضرت شیخ القران رحمۃ اللہ علیہ' حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کی حاضری کے لئے مجھے ساتھ لے گئے۔ جب آپ مزارِ مبارک کے احاطے میں پہنچے تو ایک شخص سر نیچے کر کے رو رہا تھا۔ آپ نے آگے بڑھ کر اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔ اس شخص نے آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھا اور عرض کیا کہ میں صبح سے اس جگہ پر بیٹھا ہوں اور دعا مانگ رہا تھا کہ آج کوئی مردِ کامل مجھے نظر آئے اور میری کمر پر ہاتھ پھیرے۔ یہ کہہ کر وہ آپ کے قدموں میں گر گیا۔

سلسلہ نقشبندیہ اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ:

سلسلہ قادریہ' چشتیہ' سہروردیہ کے علاوہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ میں بھی اجازت و خلافت ملی۔ پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی معروف درگاہ حضرت خواجہ فقیر محمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف ضلع اٹک کے سجادہ نشین حضرت خواجہ معصوم بادشاہ نقشبندی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اس سلسلہ میں خلافت عطا فرمائی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ کے دو عظیم راہنماؤں حضرت قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا تو جس طرح چشتیت و قادریت کے مجمع البحرین تھے۔ اسی طرح سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگانِ طریقت سے خصوصی لگاؤ و محبت کی بنا پر آپ چشتیت و نقشبندیت کے سنگم تھے۔

حضرت خواجہ معصوم بادشاہ نقشبندی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ المشائخ پیر خواجہ فقیر محمد فاروقی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال فرمائے

ایک صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔آپ کی ولادت باسعادت ۱۷۹۸ء میں پاکستان وافغانستان کی سرحد پر واقع تیراہ شریف میں ہوئی۔تقریباً ۱۸۲۸ء میں آپ پورہ شریف ضلع اٹک تشریف لے آئے۔آپ کی اولاد میں حضرت خواجہ معصوم بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ بن گل نبی رحمۃ اللہ علیہ بن خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت واجازت ملی۔

حضرت خواجہ معصوم بادشاہ فاروقی چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم اپنے والد ماجد حضرت سیّد بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور انہیں کے دست اقدس پر بیعت بھی ہوئے۔ جلد ہی آپ کو خرقہ خلافت واجازت سے نواز دیا گیا۔آپ ایک شعلہ بیاں مقرر تھے۔ تحریک پاکستان میں آپ نے جوش وخروش اور جذبہ جہاد کے ساتھ حصہ لیا۔تحریک کے دوران آپ نے متعدد بار قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقاتیں کیں اور ابتدائی دور میں کئی بار حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔تحریک پاکستان میں آپ کی گرمجوشی کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ عرصہ دراز تک آپ ضلع کیمبل پور(اٹک) مسلم لیگ کے صدر رہے۔آپ باوجود کمزوری و بیماری کے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم میں وہیل چیئر پر شریک محفل ہوئے تھے۔

شجرہ سلسلہ نقشبندیہ:

حضرت محبوبِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّدنا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّدنا ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّدنا ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّدنا خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سیّدنا عبدالحق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمود ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ سیّد

امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ المشائخ سیّدنا بہاؤ الدین نقشبندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سیّدنا علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سیّدنا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ ناصر الدین عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سیّدنا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ محمد باقی الرضی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ محمد حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ قطب الدین محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ سیّد جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ فیض اللہ تراہی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ گل نبی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ سیّد بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ معصوم بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف' حضرت خواجہ محمد عبدالغفور ہزاروی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد۔

حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت:

چکوال کے مضافات میں ایک گاؤں چاولی کرسال ہے وہاں حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ' حضرت پیر سیّد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ چکوال کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ استاد بھائی بھی تھے۔ آپ نے حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ سے بھوئی میں تعلیم حاصل کی ہوئی تھی جبکہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن حکیم ناظرہ پڑھا تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ چاولی کرسال تشریف لے گئے۔ رات دیر تک تصوف کے مسائل پر گفتگو جاری رہی۔ حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ آپ کی علمی قابلیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فرمانے لگے:

"میں اپنی ساٹھ (۶۰) سال کی عبادت آپ کو پیش کرتا ہوں اور جو کچھ مجھے میرے شیخ حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ نے عطا کیا ہے تمام سلاسل میں

خلافت کے ساتھ ساتھ تمام اورادووظائف کی اجازت عطا کرتا ہوں۔''

حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ بمقام چاولی (ضلع چکوال) کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی محمد شاہ تھا جو کہ حافظ قرآن بھی تھے۔ آپ ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد عثمان غنی رحمۃ اللہ علیہ کے چچا تھے۔ حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے قرآن کریم حفظ کیا۔ پھر صرف ونحو کی تعلیم حضرت مولانا امام الدین رحمۃ اللہ علیہ (کھیوال) سے حاصل کی۔ پھر آپ چاولی کرسال میں حضرت مولانا قاضی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرتے رہے۔ منطق اور فقہ کی اعلیٰ کتب پڑھنے کے لئے بھوئی (حسن ابدال) چلے گئے اور استاذ العلماء حضرت مولانا احمد دین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۹۱۲ء) کے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ نقشبندیہ کے معروف شیخ حضرت مفتی دین محمد سے بھی خلافت واجازت عطا ہوئی تھی۔ حضرت خواجہ احمد نور رحمۃ اللہ علیہ نے تجرد کی زندگی بسر کی۔ پابند صوم وصلوٰۃ اور اورادووظائف پر کاربند تھے۔ جامع شریعت وطریقت' انتہائی منکسر المزاج اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ چکوال کے مضافات میں آپ کے کمالاتِ علم وفقر کا کافی چرچا ہے۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں وصال فرمایا۔

حضرت سیّد طاہر علاؤ الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت:

سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سیّد طاہر علاؤ الدین قادری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خلافت واجازت ملی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ آپ کی دعوت پر کوئٹہ تشریف لے گئے۔ مختلف اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ اس سے قبل حضرت سیّد طاہر علاؤ الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے اکثر شہروں میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

کے مواعظ حسنہ سماعت فرما چکے تھے۔ کوئٹہ میں بھی آپ کی آمد پر بے حد مسرور ہوئے اور شاندار الفاظ میں آپ کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔

حضرت سیّد طاہر علاؤ الدین قادری بغدادی رحمۃ اللہ علیہ' حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں اور عرصہ دراز سے بغداد شریف سے نقل مکانی کر کے کوئٹہ پاکستان چلے آئے۔ آپ اپنے والد گرامی کے سب سے چھوٹے صاجزادے تھے۔ ابتدائی عمر میں ہی تقویٰ وطہارت کی طرف رجحان تھا۔ گیارہ برس کی عمر میں رات کو وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھ کر حضرت سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے اور ساری رات وہاں حالت قیام میں گزار دیتے تھے اور صبح نمازِ فجر اسی وضو سے ادا کیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ مسلسل چالیس سال تک جاری رہا۔ ۷ جون ۱۹۹۱ء کو وصال فرمایا اور منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور میں دفن ہوئے۔

خواب اور دیدار جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سفر حرمین طیبین کے دوران حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ' سرکارِ دوعالم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے حالت بیداری میں مشرف ہوئے جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ آقائے دوعالم' شفیع المذنبین' آئینہ جمال کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپ پر خاص نظر کرم تھی کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا قلب عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موجزن تھا جس کا اظہار آپ کی تقاریر سے ہوتا ہے اور ہر سننے والا بے ساختہ کہہ اٹھتا تھا۔

تیری محفل میں آ کے ہم نے یہ طرفہ سماں دیکھا
تجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ مہرباں دیکھا

آپ کی تقریر کے ہر جملے کا محور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور ہر شعر کا مرکزی خیال اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا تھا۔ آپ صرف عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہ تھے بلکہ

عشق مصطفیٰ ﷺ کی عظیم دولت کے قاسم ہونے کے اعلیٰ منصب پر سرفراز تھے۔ آپ کی شخصیت بحرِ عشق رسول ﷺ کی غواصی سے ہی ابھری۔ آپ محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو کر گھنٹوں گفتگو فرماتے تو مجمع پر سحر طاری ہو جاتا اسی لئے بابائے صحافت ہفت زباں شاعر مولانا ظفر علی خاں نے آپ کے متعلق کہا:

چشمہ ابل رہا ہے محمد ﷺ کے نور کا

آپ کی نگاہوں میں ہمیشہ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی چمک ہوتی تھی۔ آپ کی آنکھ والضحیٰ کے چہرہ انور والیل کی معطر زلفوں کی یاد میں آنسو بہانے والی تھی۔ آپ نے اپنے تمام نظریات، فلسفے اور عمل کی بنیاد حب رسول ﷺ پر رکھی تھی۔ اسی لئے اپنی مشہور پنجابی نعت میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں عرض کرتے ہیں:

میرا قبلہ توں میرا کعبہ توں میرا دین بھی توں ایمان بھی توں
میرا مطلب توں مطلوب بھی توں میرا دلبر توں جانان بھی توں

آپ نے نبی علیہ السلام کی شخصیت کی خوشبو سونگھی تھی اور انوارِ الٰہی کے جلوؤں کو بے نقاب دیکھا تھا لہٰذا گھنٹوں خطاب کے دوران سرکارِ دوعالم ﷺ کے اسم مبارک ''محمد ﷺ'' کا ذکر کرتے جاتے اور سامعین اس مدح سرائی پر حالت وجد میں رقص کرتے دکھائی دیتے تھے۔

شب کہ بخواب اندر جمال یار بود
من بخواب بخت من بیدار بود

۱۸ مئی ۱۹۶۲ء کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ جمعۃ المبارک میں ارشاد فرمایا:

''دنیا ایک سراب ہے اور سراب کی کیفیت یہ ہے کہ آدمی کو دور سے ریت کی چمک نظر آتی ہے اور اس چمک پر پانی کا دھوکہ ہوتا ہے گویا دور سے پانی نظر آتا ہے قریب جا کر دیکھیں تو ریت ہے پانی نہیں ہوتا۔ گویا سراب کی کوئی

حقیقت نہیں اسی طرح خواب کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لیکن بعض خواب ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر بیداریاں بھی قربان ہوں۔ ایسے خواب زندگی کا اصل سرمایہ ہوتے ہیں۔ مجھے عموماً جمعرات کو خواب آتے ہیں۔ چنانچہ ایک جمعرات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حضور رحمتہ للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات دورانِ نماز تلاوت فرمائیں:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

(سورۂ بنی اسرائیل ۱۷:۷۹)

نماز سے فارغ ہو کر دعا ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف آئے۔ آپ نے موزے پہن رکھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں بلند واضح نظر آ رہے تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں پاؤں پر بوسہ دیا اور یہ شعر میری زبان پر تھا:

خبرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد
سر من فدائے راھے کہ سوار خواہی آمد

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا سر اس راستہ پر قربان ہو جائے جس راستہ سے آپ سوار ہو کر آئیں گے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جان آپ پر قربان، میرا جسم آپ پر قربان، میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دائیں ہاتھ کی کلائی سے پکڑا اور فرمایا: چلو جنت میں جانا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری جنت تو آپ ہی ہیں آگے آپ کی مرضی۔"

چہرہ گلرنگ و زلف موج زن خوبی نہیں
آئیہ جنت تجری تحتہا الانہار ہے

پھر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ تقریر یہ اشعار پڑھے:

چونکہ اندر ہر دو عالم یار سے بائد مرا
با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار
عاشق یارم مرا کفر و باایماں چہ کار
تشنۂ دردم مرا باوصل و باہجراں چہ کار

جب میں نے جنت کی دیواریں دیکھیں تو عرض کیا ان دیواروں سے کیسے گزروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھ ہوتے ہوئے تمہیں دیواروں کی فکر ہے۔ پھر پتہ نہ چلا کہ کیسے گزر گئے' مجھے یاد آیا۔

چشمہ آئینہ میں کب تر ہوا پائے نگاہ
اس طرح جاتے ہیں دیکھا پاکدامن آب میں

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں میدانِ قیامت کا نفسانفسی کا عالم دیکھا۔ لوگ بڑی تکلیف میں مبتلا تھے۔ میں خود بھی حیران و پریشان تھا کہ اتنے میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امیر المومنین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں۔ مجھے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ چلو جنت میں چلیں میں آپ کے ہمراہ ہو گیا۔

۲۵ مئی ۱۹۶۲ء کو خطبہ جمعتہ المبارک میں ارشاد فرمایا:

''حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ فرماتے کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع مسجد دہلی کے حوض کے کنارے تشریف فرما ہیں اور وہاں وضو کر رہے ہیں۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں نبی کریم علیہ السلام نے بیٹھ کر وضو فرمایا تھا اس مقام پر سنگ مرمر لگا ہوا ہے اس جگہ کی اتنی قدر ہے جہاں خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تشریف فرما ہوئے تھے کہ یہ جگہ باقی تمام فرش سے خوشنما ہے۔ میں نے جا کر خود وہ جگہ دیکھی ہے۔

قیامِ پاکستان سے قبل کی بات ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں خطبہ جمعہ کے دوران نبی علیہ السلام کے چہرہ انور کا ذکر فرما رہے تھے کہ جس کی نظر حالت ایمان میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پڑی بس وہیں کی وہیں رہی۔ کوئی گیسو کے خم میں پھنس گیا' کوئی رخسار کی تعریف کرنے لگا' کوئی پیشانی مبارک کے حسن میں رطب اللسان ہے' کوئی آنکھوں کی دید کے نشے میں مست ہے' کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک بھا گئے' کسی کو لب مبارک اور کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال پر فریفتہ ہے۔

ک گیسو ہ دھن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھیٰعص ان کا ہے چہرہ نور کا
پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰؑ طور سے اترا صحیفہ نور کا

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جنہوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ چودھویں رات کے چاند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا موازنہ کرنا اور زبانِ اقدس پر یہ شعر تھا:

رندوں کے میخانے میں ہر رسم عبادت ہوتی ہے
دلبر کو بٹھا کر پیش نظر چہرے کی تلاوت ہوتی ہے

مسجد نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت سے گونجنے لگی۔ کئی لوگوں کو وجد ہو گیا اور اللہ ھو کی آوازیں آنے لگیں۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ جب آپ کی نمازِ عصر قضا ہوئی اور آپ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں محو تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کا چہرۂ انور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔

زمین پر عرشِ بالا کے نشاں معلوم ہوتے تھے
علیؓ کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے اوصاف وفضائل بیان کرتے جا رہے تھے اور بار بار یہ شعر چشتیانہ ذوق میں پڑھتے:

رندوں کے میخانے میں ہر رسم عبادت ہوتی ہے
دلبر کو بٹھا کر پیش نظر چہرے کی تلاوت ہوتی ہے

مسجد کے اندر ہر طرف خوشبو ہی خوشبو پھیل گئی۔ ایک بوڑھا شخص وجد میں رقص کرنے لگا۔ آپ بار بار ''رندوں کے میخانے میں ہر رسم عبادت ہوتی ہے'' پڑھتے جا رہے تھے۔ اس شعر کو درد' سوز' کیف' مستی میں پڑھ رہے تھے کہ خود بھی جھومنے لگے۔ اس وقت کا ذوق اور کیف قلم بیان نہیں کر سکتی۔ بوڑھا شخص حالت وجد میں اس قدر بے خود ہو کر گرا کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! دیکھو کہ سرکارِ دو عالم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے مجھے زیارت سے نواز گئے اور بابا کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔''

محفل میں پیر مغاں نے جب رخسار سے گیسو سرکائے
تو پروانے پر پروانہ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام فرید ہزاروی سابق ایم پی اے اور مولانا محمد شریف ہزاروی گوجرانوالہ نے کئی بار اس بات کو اپنے والد ماجد کے عرس مبارک پر بیان کیا کہ ہم دونوں بھائی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کوئی احسن الفاظ میں تاثر نہیں رکھتے تھے۔ ایک روز ہم دونوں اسی انداز میں گفتگو کر رہے تھے کہ ہمارے والد ماجد حضرت مولانا عبدالجلیل ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یوں گفتگو نہ کیا کرو میں نے تین بار رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور ہر بار دیکھا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نبی علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں تشریف فرما ہیں۔

نوازشات بارگاہِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ غوثیت میں کیا خوب نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے:

یا غوث معظم ، نورِ ھدی ، مختارِ نبیؐ ، مختارِ خدا
سلطان دوعالم ، قطب علیٰ ، حیراں ز جلالت ارض و سما
در صدق ہمہ صدیقؓ وشی ، در عدل و عدالت چو عمرؓ
اے کان حیا عثمانؓ منشی ، مانند علیؓ با جودوسخا
در بزم نبیؐ عالی شانی ، ستارِ عیوب مریدانی
در ملک ولایت سلطانی ، اے منبع فضل و جودوسخا
چوں پائے نبیؐ شد تاج سرت ، تاج ہمہ عالم شد قدمت
اقطابِ جہاں در پیش درت افتادہ چو پیش شاہ گدا
گرداد مسیح برمردہ رواں ، دادی تو بدین محمدؐ جاں
ہمہ عالم محی الدین گو یاں ، بر حسن و جمالت گشتہ فدا

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ آپ کے توسل سے اولیاء عظام اب بھی ظاہری و باطنی فیض حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خواب میں حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے کمال شفقت فرمائی اور مجھے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری ضرور مدد فرمائے گا۔ پھر مجھے کچھ پڑھ کر دم

بھی فرمایا۔

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی نظر کرم کی بدولت ہی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۳۵ سال دربارِ غوثیت گولڑہ شریف میں آپ کے عرس مبارک پر خطاب فرماتے رہے اور علماء وعوام کو تعلیمات وکمالات غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روشناس فرمایا۔ اتنی بڑی سعادت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے نظر کرم کی بدولت ہی حاصل رہی۔ ملک بھر میں غوث پاک کی یاد میں ہونے والے اجتماعات سے بھی آپ خطاب فرماتے۔ خصوصی طور پر اگر کہیں کوئی غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ اقدس میں بے ادبی کرتا تو علماء آپ کو دعوت دیتے۔ آپ علمی انداز میں یوں شانِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بیان فرماتے کہ مخالفین آئندہ ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ پاتے۔ راولپنڈی میں ایک مولوی نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ اقدس میں بے ادبی کرتے ہوئے نازیبا کلمات کہے۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ راجہ بازار میں ایک جلسہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ اقدس میں انعقاد پذیر تھا۔ اسی مولوی کی طرف سے آپ کے نام رقعہ آیا کہ میرے اس سوال کا جواب دیں کہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اولاد سے محروم لوگ جاتے تو اولاد کی نعمت ملتی مجھے بتائیں کتیا کس غوث یا دربار پر جاتی ہے کہ اس کے ہاں کئی بچے پیدا ہوتے ہیں؟ پہلے آپ نے علمی انداز میں اس سوال کا جواب دیا پھر مولانا اشرف علی تھانوی کا ذکر کیا کہ ان کی والدہ کی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ اس زمانہ کے مشہور مجذوب بزرگ حافظ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے سے مسئلہ حل ہو گیا۔ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ خود مولانا اشرف علی صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ جو میں اکھڑی اکھڑی مجذوبانہ باتیں کرتا ہوں یہ اس مجذوب کی دعا کا اثر ہے جس سے میں پیدا ہوا ہوں۔ پھر آپ نے مولوی کے سوال کا الزامی جواب دیا۔ اگر کتیا کسی غوث یا دربار پر گئی ہوتی تو انسان کا بچہ پیدا ہوتا تجھ سا نہ ہوتا۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شانِ اقدس میں بے ادبی و گستاخی کرنے والوں کے ساتھ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے کئی مناظرے و مباحثے بھی ہوئے۔ آپ بڑی استقامت، جرأت و بہادری کے ساتھ ہر سوال و اعتراض کا جواب دیتے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و مقام کو علمی انداز میں بیان فرماتے۔ اپنی عوامی تقاریر میں جب ترنم سے قصیدہ غوثیہ پڑھتے اور ہر شعر کی تشریح میں سیرتِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات بیان کرتے تو محفل پر وجد طاری ہوتا اور یوں لگتا کہ قدسی بھی دادِ تحسین دے رہے ہیں۔

وزیرآباد کے حکیم نظام دین سے کسی شخص نے سوال کیا کہ مجھے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کے بارے میں بتاؤ؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ان کے علمی مقام کا تو اندازہ نہیں ہے لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ بارگاہِ غوثیت میں انہیں بڑا قرب حاصل ہے۔ میں نے خواب دیکھا کہ ایک محفل میں سرکارِ بغداد غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ میں سامعین میں بیٹھا ہوا ہوں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ خطاب کے لئے تشریف لے جاتے ہیں، جس جگہ میں بیٹھا ہوا تھا وہاں میرے پاس سے گزرتے ہیں اور جا کر خطاب فرماتے ہیں۔ صبح جمعۃ المبارک تھا میں مسجد میں حاضر ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بالکل خواب کی مانند میرے پاس سے گزر کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ خطبہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا:

”میں انہاں سنگیاں نوں جاناں واں جیہڑے رات نوں غوث پاک دی محفل دے وچ سن۔“

یعنی میں ان دوستوں کو پہچانتا ہوں جو رات کو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں شریک تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت:

مولانا محمد شریف جہلمی جو عرصہ دراز تک حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں مسجد میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے آپ نے فرمایا کہ حکیم بشیر احمد کے پاس جاؤ اور مخزن المفردات کتاب لے کر آؤ۔ میں گیا مگر وہ کتاب نہ ملی۔ واپس آ کر اطلاع کرنا مقصود تھا۔ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گیا تو سامنے کمرے کا بیرونی دروازہ کھلا تھا اور ایک نورانی شکل والے حسین و جمیل بزرگ آپ کے کمرہ میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ان کی ٹانگیں دبا رہے تھے اور ساتھ ہی گفتگو کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

مولانا کے بقول میں کچھ دیر کھڑا ورطہ حیرت میں تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ حتیٰ کہ میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میں اس کپکپی کے عالم میں نیچے اتر کر مسجد سے باہر نکلا اور ریلوے اسٹیشن کی سیڑھیوں کے ساتھ لگے جنگلے کو تھام کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد میری طبیعت سنبھل گئی۔ واپس آیا تا کہ عرض کروں کہ کتاب نہیں ملی۔ جب اوپر کمرہ میں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الاولیاء کتاب ہاتھ میں لیے ہوئے ہیں اور ایک مقام پر نشانی رکھی ہوئی ہے۔ آپ نے کتاب کھول کر مجھے دی اور فرمایا کہ یہاں سے پڑھو۔ میں نے پڑھا تو ایک عالم کا ذکر تھا کہ جب وہ مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے تو ان کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔

مولانا کے بقول یہ واقعہ پڑھتے ہی میں سمجھ گیا کہ وہ نورانی بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو کچھ دیر قبل یہاں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اس جمعہ کو مردیکی (جو وزیر آباد کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں مولانا محمد شریف جمعہ پڑھاتے تھے) میں تقریر کے دوران لوگوں کو بتاؤں گا کہ میرے حضرت کے پاس حضرت خضر علیہ السلام آئے تھے۔ یہ بات میرے دل میں تھی کہ

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے فرمایا:

''خبردار! میری زندگی میں کسی سے ذکر نہیں کرنا ورنہ آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرا ہو جائے گا۔''

مولانا نے یہ واقعہ حضرت شیخ القران رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے دن جمعۃ المبارک کو مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں دورانِ تقریر پہلی دفعہ بیان کیا تھا۔

حضرت مائی صاحبہ کا اظہارِ عقیدت:

حضرت خواجہ گوہر الدین اویسی جینڈروی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ نے بیان کیا کہ ایک روز میں نے خواب دیکھا کہ جس جگہ حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے وہاں لوگوں کا بڑا ہجوم ہے۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہاں آج یہ ہجوم کیوں ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ آج یہاں وقت کے قطب ارشاد تشریف فرما ہیں لوگ ان کی زیارت کی خاطر جمع ہیں۔ مائی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سوچا میں بھی جا کر قطب ارشاد کی زیارت کرتی ہوں۔ میں مزار کی جانب چلی گئی اور لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی جب آگے بڑھی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت شیخ القرآن خواجہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہیں۔ میں لوگوں سے کہتی ہوں کہ یہ تو ہمارے اپنے مولانا ہیں۔

حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈروی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ انتہائی عبادت گزار اور شب بیدار تھیں۔ صوفی بابا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو بتایا کہ میں حضرت شیخ القراان رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جینڈر شریف حاضر ہوا تو مائی صاحبہ نے یہ خواب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا اور اختتام پر ہاتھ جوڑ کر کہا کہ ہمارا بھی خیال رکھنا۔

بعض معروف علماء وخطباء پر عنایات:

تجھے اے شیخ قرآں حق نے وہ انوار بخشے ہیں
ہزاروں کے دلوں میں بھر گئی ہے جس کی تابانی

جس ملت کے پاس جتنے اچھے علماء اور افراد ہوں گے وہ قوم وملت اسی قدر تیزی سے ترقی کرتی ہے کیونکہ یہی عمدہ واحسن افراد ملک وقوم کے مستقبل کو روشن اور چمکتا ہوا دیکھنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ پھر اپنی جہد مسلسل سے اپنی آرزوؤں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش میں زندگی بسر کر دیتے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں جہاں دیگر سینکڑوں اوصاف نظر آتے ہیں وہاں آپ کا ایک نمایاں وصف یہ تھا کہ زندگی بھر علماء وخطباء کی ایسی ٹیم تشکیل دینے میں صرف کی جو ملک وقوم کی رہنمائی کر سکے۔ چنانچہ آپ نے ہزاروں علماء تیار کیے جو آج اپنی اپنی جگہ پر ایک انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کوئی دارالعلوم کا مہتمم ہے، کوئی بانی ہے، کوئی صدر مدرس ہے، کوئی مفسر ہے، کوئی محدث ہے، کوئی شارح بخاری ومسلم ہے، کوئی شیخ الحدیث ہے، کوئی محقق ہے، کوئی فقیہ ہے، کوئی خطیب ہے اور کوئی میدانِ سیاست وخطابت کا شہسوار ہے۔

ہر دور میں کئی معروف علماء، خطباء، صوفی اور ادیب آپ کے ساتھ منسلک رہے۔ آپ کے پاس اپنے علمی، فقہی، منطقی اور صوفیانہ ومناظرانہ مسائل کے حل کے لئے تشریف لاتے۔ آپ کمال شفقت ومحبت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ان کے مسائل کو سنتے اور حل فرماتے۔ ان میں قابل ذکر حضرات خطیب اہل سنت صاحبزدہ افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی، حضرت پیر طریقت مولانا محمد فاضل ڈھانگری شریف میرپور، حضرت استاذ العلماء مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، حضرت پیر محمد عبدالصبور ہزاروی حسن ابدال، حضرت مولانا قاضی عبدالنبی کوکب لاہور، حضرت مفتی محمد شفیع کامونکی، حضرت پیر محمد سلیم نقشبندی فیصل آباد، حضرت مولانا غلام دین لاہور، حضرت مفتی ہدایت

اللہ پسروری، حضرت صاحبزادہ مبارک محی الدین گجرات، حضرت مولانا شمس الزماں قادری لاہور، حضرت مولانا محمد صدیق سالک سیالکوٹ وغیرہم شامل ہیں۔

درس و تدریس اور خطابت کے علاوہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے میدانِ سیاست میں بڑا نام پیدا کیا جس کا تفصیلی ذکر باب پنجم ملی و سیاسی خدمات میں آئے گا۔ آپ جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ سیاسی معاملات میں آپ کے مخلص ساتھیوں اور باہمی مشاورت کرنے والوں میں حضرت مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی اعظم پاکستان محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجاہد ملت سیّد محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صاحبزادہ پیر محمد فضل رسول حیدر رضوی قادری مدظلہ العالی فیصل آباد اور حضرت مفکر اسلام پیر سیّد عبدالقادر شاہ جیلانی مدظلہ العالی لندن شامل ہیں۔

سماع اور وجدانی کیفیت:

صوفیاء کرام نے سماع (قوالی) سے دل پلٹنے کا کام لیا جو حقیقی اسلامی انقلاب ہے۔ صوفیاء کرام کے اس اجتہادی کارنامے کا دوسرا نام سماع یا قوالی ہے۔ سماع سے مراد یہ ہے کہ کسی سریلی اور خوش الحان آواز میں کوئی کلام سنا جائے۔ یہ دو طرح سے ہے ایک مزامیر یعنی آلاتِ موسیقی اور دوسرا بغیر مزامیر کے۔ برصغیر کے اندر سلسلہ چشتیہ میں سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔ سہروردی سلسلہ میں بھی سماع کو پسند کیا جاتا ہے۔ قادری سلسلہ میں سماع کا اہتمام نہیں البتہ سن لیتے ہیں جبکہ نقشبندی سلسلہ میں نہ اہتمام ہے، نہ سنتے ہیں۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

''من نہ انکاری کنم نہ ایں کاری کنم۔''

یعنی میں نہ سماع سے انکار کرتا ہوں نہ یہ کام کرتا ہوں۔''

سماع بنیادی طور پر اہل درد کی دوا اور روح کی غذا ہے۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ

نے سماع کے متعلق فرمایا ہے:

سماع ای برادر بگوئیم کہ چیست؟
اگر مستمع را بدانم کہ کیست؟
گر از برج معنی بود طیر او
فرشتہ فرو ماند از سیر او
اگر مرد لھو است و بازی ولاغ
فزوں تر شود لہوش اندر دماغ

''یعنی صاحب ذوق کے لئے سماع مفید ہے وہ اسے عشق کی ان بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے کہ فرشتے بھی اس سے پیچھے رہ جاتے ہیں مگر اس کا مقصد لہو و لعب اور فریب کاری ہو تو اس کے دماغ کا شیطان قوی ہو جاتا ہے۔''

سکینۃ الاولیاء اور مہر منیر میں لکھا ہے کہ حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے سماع کے بارے میں پوچھا تو حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی یہی رباعی بیان کر دی۔

حضرت امیر حسن علا سنجری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ اس کتاب فوائد الفواد کے صفحہ ۳۶۸ پر ذیل کی حدیث درج ہے:

السماع مباح لمن کان قلبه حی و نفسه میت

''جس شخص کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو اس کے لئے سماع مباح ہے۔''

اقتباس الانوار میں ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی طور پر سماع کی اجازت حاصل کی تھی۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار دہلی میں حضرت علی بجستانی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں تشریف فرما تھے۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری

رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک محفل تھے۔ دورانِ سماع قوال نے حضرت احمد جام ژندہ پیل رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنایا اور یہ شعر پڑھا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جاں دیگر است

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ پر ایسا وجد طاری ہوا کہ بے ہوش ہوگئے۔ ہوش آنے پر دوبارہ قوال سے یہی شعر پڑھنے کی فرمائش کی۔ دوبارہ پہلے والی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی حالت میں چار شب گزر گئے حتیٰ کہ وصال فرما گئے۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کے متعلق فرمایا:

''سماع اسرار معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔''

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

''سماع تو موزوں آواز ہے وہ کیونکر حرام ہوسکتی ہے۔ پھر سماع سے دل کو تحریک ہوتی ہے اگر دل کی تحریک یادِ حق کے لئے ہو تو مستحب ہے اگر اس کا میلان فساد کی طرف ہو تو یہ حرام ہے۔'' (فوائد الفواد بیسویں مجلس)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سماع سنتے تھے اور کبھی کبھی زرد پڑ جاتے تھے۔ آنکھوں سے پانی خشک ہو جاتا اور جسم مبارک میں خون متحرک نہ رہتا۔ ایک نعرہ زور سے لگاتے اور آپ پر وجد طاری ہو جاتا۔

حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: السماع جذبۃ من الجذبات الحق.

''سماع حق کی کششتیوں میں سے ایک کشتی ہے۔''

مزید فرمایا: ''سماع و وجد عطیہ خداوندی ہے' سماع عین عنایت ربانی ہے اور مقبولیت صمدانی ہے۔''

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ خصوصی طور پر سماع کا اہتمام

فرماتے سماع کے متعلق ارشاد فرمایا: ''سماع میں راحت دل ہے یہ اہل محبت کے دل میں حرکت پیدا کرتا ہے' حرکت کے بعد حیرت اور حیرت کے بعد ذوق اور ذوق کے بعد بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔''

حضرت بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فتح کار بیشتر در تلاوت و سماع بود ''میں نے سلوک کی منزل قرآن پاک کی تلاوت اور سماع میں طے کی ہے۔''

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے سماع کو جس ضابطے اور رنگ میں ڈھالا وہ آج بھی سلسلہ چشتیہ کی سماع کی شان ہے۔

پنجاب یونیورسٹی شعبہ تاریخ کے سابق چیئرمین پروفیسر محمد اسلم مرحوم' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا نام انتہائی عقیدت و محبت سے لیا کرتے تھے اور اسی نسبت سے راقم الحروف پر ہمیشہ شفقت فرماتے تھے۔ اپنی معروف کتاب ''سلاطین دہلی و شاہانِ مغلیہ کا ذوقِ موسیقی'' میں رقمطراز ہیں:

''شاہ ولی اللہ گانے والے کی آواز سن کر بتا دیتے تھے کہ وہ کون سا راگ گا رہا ہے۔ ان کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز نے فن موسیقی پر سنگیت شتر کے عنوان سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جس کا مخطوطہ رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے۔ شاہ عبدالعزیز کو اس فن میں اتنا ذوق تھا کہ جب دہلی کے گویوں میں کسی کی ادائیگی کے مسئلے پر اختلاف ہوتا تو وہ رفع اختلاف کے لئے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔''

دارالعلوم دیوبند کے بانیوں کے معلم و مرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سماع سن لیتے تھے اسی طرح سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ سماع سنا کرتے تھے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا آدابِ سماع کے بارے میں ارشاد

سماع کے حوالے سے حتمی رائے ہے۔ فرمایا:

''سماع کی چند شرائط ہیں جب تک ضرورت نہ ہو نہ کیا جائے اور اس کو عادت میں شامل نہ کرلیا جائے۔ سماع دیر دیر کے بعد کرنا چاہئے تاکہ اس کی عظمت کم نہ ہو جائے۔ سماع کے وقت شیخ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ سماع کی جگہ عوام سے خالی ہونی چاہئے۔ قوال بھی شریعت کا احترام کرنے والے ہوں۔ دل دنیا کے مشاغل سے خالی ہو اور طبیعت لہو ولعب کے تکلف سے خالی ہو۔''

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ۲۵۳ علماء کرام کی موجودگی میں سماع پر احادیث سے استدلال پیش کئے گئے۔ ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے دف بجا کر خوشی کے گیت گائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا۔ خوش الحانی سے قرآن کریم کی قرأت سن کر جنات نے اسلام قبول کیا۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر پڑھنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکرار سے شعر پڑھنے کا ارشاد فرمایا اور چادر عطا فرمائی۔ عید کے روز انصار کی دو لڑکیوں کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اشعار گانا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منع فرمانا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دے دی۔ فرمایا: اے ابوبکر! انہیں گانے دو کیونکہ آج عید کا دن ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی ''عوارف المعارف'' میں نقل فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سماع سے انکار کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کا منکر نہیں مگر انہیں کہہ دو کہ سماع سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت سے اس کا آغاز کریں اور اس کے بعد بھی قرآن پڑھیں۔

ان دلائل کی روشنی میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ سماع کی حرمت ثابت

کرنے کی بجائے اس پاپ (POP) موسیقی کے آگے بند باندھیں جس سے تقریباً ہر گھر کی نئی نسل متاثر ہو کر تباہی کی طرف جا رہی ہے۔

سلسلہ چشتیہ سے تعلق ہونے کی بنا پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سماع کو جائز اور مباح سمجھتے تھے۔ آپ نے حضرت قبلہ عالم سیّدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ حضرت کا مسلک بھی یہی ہے کہ سماع مزامیر کے ساتھ جائز ہے۔ آپ قوالی سنتے اور آج تک آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ پر مزامیر کے ساتھ قوالی سنی جا رہی ہے بلکہ ہر روز اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے آواز میں درد، سوز اور ترنم عطا فرمایا تھا۔ ابتداء ہی سے آپ ترنم سے اشعار پڑھتے تھے۔ دورانِ تقریر جب کیف و مستی میں آپ مثنوی یا اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام جھوم جھوم کر پڑھتے تو مجمع آپ کے ساتھ جھومنے لگتا تھا۔

بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں

آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اگر آپ گھر میں اکیلے بیٹھے ہوتے یا اکیلے پیدل چل رہے ہوتے تھے۔ تو آپ کے ہونٹوں سے پرسوز اشعار پڑھنے کی آواز آ رہی ہوتی تھی۔ آپ بچپن سے ہی قوالی سنتے تھے۔ جب آپ کا تعلق آستانہ عالیہ اویسیہ جینڈڑ شریف سے ہوا تو اکثر سماع سننے لگے کیونکہ حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈڑوی رحمۃ اللہ علیہ اس کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنے کاشانہ اقدس پر سماع کا اہتمام فرماتے اور خاص خاص احباب کو اس کی دعوت دی جاتی تھی۔ محفل سماع کے سالانہ پروگرام کا سلسلہ بھی آپ کی زندگی میں جاری و ساری رہا۔

۱۹۶۹ء میں محفل سماع کا ایک عظیم الشان پروگرام جو راقم الحروف کو بھی یاد ہے سرکلر روڈ پر نصرت گرلز ہائی سکول میں رات کو منعقد ہوا تھا جس میں خصوصی طور پر سلطان العارفین محبوبِ الٰہی حضور قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین

سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سینکڑوں علماء و مشائخ تشریف لائے اور کراچی سے غلام فرید صابری قوال کی آمد پر سارا شہر اُمڈ آیا تھا۔ معروف قوالی ''تاجدارِ حرم ہو نگاہ کرم'' پر وجدانی کیفیات قابل دید تھیں۔

آپ کے سماع پر بعض علماء ظاہر اعتراض کرتے تھے۔ گوجرانوالہ کے ایک معروف عالم دین نے اعتراض کیا۔ کسی کام کی خاطر چند علماء کے ہمراہ وزیر آباد آئے۔ متعلقہ کام سے فارغ ہوئے تو آپ کی طبیعت جلال میں آگئی اور فرمایا: مولانا! آپ کو میرے قوالی سننے پر اعتراض ہے آپ کو ثبوت چاہئے تو اندر کمرے میں جائیں جو بھی کتاب اٹھا کر لائیں گے میں اس سے قوالی کے مباح ہونے کا ثبوت پیش کر دوں گا۔ مولانا خاموش بیٹھے رہے۔ حضرت نے دو تین بار فرمایا۔ بالآخر مولانا آپ سے معذرت کرتے ہوئے اٹھے کہ آئندہ کبھی اعتراض نہیں کروں گا۔

حضرت کی عادتِ مبارکہ تھی کہ قوالوں سے ہمیشہ صوفیانہ و عارفہ کلام سنتے۔ زیادہ تر مثنوی شریف یا قدیم صوفیاء کے کلام کو سننا پسند فرماتے۔ جب قوال راگ وغیرہ پر زیادہ زور دیتے تو اسے خاموش کروا دیتے۔ قوالی کے دوران آپ پر جب وجد کی کیفیت طاری ہوتی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اس وجد میں ضبط و تحمل کا اس قدر مظاہرہ فرماتے کہ اپنی جگہ سے ذرا بھر حرکت نہ فرماتے۔ اکثر ماحول سے بالکل بے خبر ہو کر زار و قطار روتے رہتے۔ آپ کی اس وجدانی کیفیت کا سامعین پر خاصا اثر ہوتا۔ کئی حالت رقص میں چلے جاتے۔ ایک بار اپنے مکان کی چھت پر عزیز قوال (منوچک) کی قوالی کے دوران ''منم عثمان ہارونی کہ یارے شیخ منصورم'' کے مصرعہ پر وجد میں اپنے مقام پر کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر تک بازو کو حرکت دیتے رہے۔ اس حالت وجدانی میں جو بھی شخص آپ کی دست بوسی کرتا تھا اس پر بھی وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

۱۲ ربیع الاول کو مسجد کے ملحقہ گراؤنڈ میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم پاک کے بعد حضرت صابر کلیر رحمۃ اللہ علیہ کے یومِ وصال کی نسبت سے قوالی کا اہتمام فرماتے رہے۔ سماع کے حوالے سے آپ کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ

''جو سماع میں نماز چھوڑ جائے وہ فقیر نہیں۔''

بیعت، تربیت طالبین اور وظائف:

راہِ سلوک میں منزلِ مقصود کو حاصل کرنے اور ریاضت و معرفت کے پوشیدہ اسرار کو جاننے کے لئے وسیلہ پکڑنا ضروری ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مولوی ہر گز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نشد

بیعت دراصل ایک عہد ہے جو مرید اپنے مرشد کامل کے ساتھ کرتا ہے۔ اپنے ہاتھ کو پیر کامل کے ہاتھ میں دے کر اقرار کرتا ہے کہ اب کسی حال میں بھی یہ رشتہ اخلاص نہیں ٹوٹے گا۔

اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کی جو اہلیت بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ

''بیعت لینے کا استحقاق اس شخص کو ہے جس کی نظر اعیان ثابتہ پر ہو یعنی بیعت لینے والے شخص کی نظر ماضی اور مستقبل کی زندگی پر ہو۔ بیعت لینے والا شخص اتنی صلاحیت و قابلیت کا مالک ہو جس کی بنا پر وہ اپنے مرید کی مصیبت کے وقت اس کے دنیاوی مسائل حل کر سکے اور آخرت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی ذمہ داری کا بوجھ بھی اٹھا سکے۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت اور بیعت لینے کی اجازت عطا فرمائی اپنے جملہ سلاسل میں اجازت کے ساتھ وظائف کی اجازت فرمائی۔ بعدازاں حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے

اجازت عطا فرمائی لیکن آپ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کے سامنے ارشاد فرمایا:

''مولانا آپ کے ہاتھ پر جو بیعت کرے گا اس کی ذمہ داری کی سفارش میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی ہے آپ بے دھڑک ہو کر بیعت کریں میں ذمہ دار ہوں۔''

سِرّ مستاں منطق الطیر است جامی لب بہند
جذبہ مستاں کس نشاید فہمد ایں اسرار را

آپ نے بیعت کا سلسلہ شروع فرمایا تو ہزاروں لوگ اس رشتہ میں آپ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ ان طالب صادق لوگوں کی تربیت کا اہتمام فرماتے۔ سارا دن مسجد میں تشریف فرما رہتے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ دور دراز کے علاقوں سے آنے والے مریدوں' عقیدت مندوں کی دلجوئی فرماتے۔ آنے والوں کے مسائل سنتے۔ ان کی ضروریات کو پورا کرتے۔ بعض حصولِ تعویذ کے لئے آتے۔ آپ کو علم طب سے بھی خاصی واقفیت تھی۔ مریض کو اس کے حال کے مطابق تعویذ یا دوائی عطا فرماتے تھے۔ خدمت خلق کا یہ سلسلہ زندگی بھر جاری رہا۔ حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

لوگوں نے اس چشمہ فیضان حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے آپ کو خوب سیراب کیا۔ کئی دنیادار آئے مگر ایسے آئے کہ پھر یہاں سے جا نہ سکے۔ حضرت کی نظر کرم نے ان کی دل کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ عوام تو جلدی قائل ہو جاتے ہیں علماء کو قائل کرنا ذرا مشکل کام ہے مگر حضرت کے سامنے علماء کرام آئے علم و عرفان کی بارش اور شریعت و طریقت کی گتھیاں سلجھتی دیکھ کر حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

نمازِ جمعۃ المبارک کے بعد ختم خواجگان چشت پڑھا جاتا پھر لوگ اپنے اپنے مسائل بیان کرتے۔ حضرت ہر ایک کو اس کی آرزو و خواہش کے مطابق فیضیاب فرماتے۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہتا۔ پند ونصائح کی باتیں ہوتی تھیں۔ آپ ہر ایک سے الگ الگ اس کا حال احوال دریافت فرماتے۔ کئی لوگ عرصہ دراز کے بعد حاضر ہوتے اور سمجھتے کہ حضرت ہمیں بھول چکے ہوں گے مگر سامنے آنے پر آپ انہیں ان کے نام سے پکارتے۔ سب کو اتباعِ شریعت کی تلقین فرماتے۔ خصوصی طور پر محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تن من دھن قربان کرنے کی ترغیب فرماتے۔ اختتامِ محفل پر سب کے لئے خصوصی دعا کرتے۔ حضرت نے زندگی بھر ہر ایک کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ ہر شخص یہی کہتا ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ میرے ساتھ شفقت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کو بیعت فرماتے تو اسے پختگی عقائد کے ساتھ ساتھ نبی علیہ السلام کی اتباع ومحبت کی تلقین فرماتے۔ فرائض کو پابندی سے ادا کرو' نماز باجماعت کا اہتمام کیا جائے اور ہر روز نماز کے بعد دس بار کلمہ طیبہ اور دس بار درود شریف پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ مختلف اوقات میں احباب کو وظائف بتائے۔ مجموعہ وظائف چشتیہ کے نام سے وظائف کا ایک مجموعہ شائع کروایا جس میں اسماء باری تعالیٰ' درود شریف مستغاث' درودِ اکسیر الاعظم سیّدنا غوث الاعظم' قصیدہ غوثیہ' دعائے حزب البحر' درود شریف جامع الحسنات' سلسلہ چشتیہ منظوم' سلسلہ قادریہ جدیہ منظوم' شجرہ چشتیہ جنیدیہ' اسماء السبع من اوراد الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ' مناجات بحضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ' ختم شریف خواجگانِ چشت' درودِ خضری' تسبیح' نادِ علی رضی اللہ عنہ اور چہل کاف شامل ہیں۔ یہ مجموعہ وظائف آج بھی دستیاب ہے۔

اکثر احباب آپ سے خط کے ذریعہ وظائف پڑھنے کی اجازت مانگتے۔ آپ ان کے حال کے مطابق انہیں اس کی اجازت عطا فرما دیتے۔ محمد یوسف شادمان مرحوم

نے وظائف کی اجازت مانگی تو اسے حزب البحر سحری کے وقت بغداد شریف کی طرف منہ کر کے ننگے سر پڑھنے کا حکم دیا۔ ساتھ فرمایا کہ اس کے اول و آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھا جائے۔ اپنے برادرِ اصغر ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو نفی اثبات ہر روز دو ہزار بار پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ علاوہ ازیں صلوٰۃ لما اغلق ہر روز سو مرتبہ پڑھنے کی اجازت دی اور اس کے متعلق فرمایا کہ یہ اکسیر اعظم ہے۔

مولانا علی احمد سندیلوی لاہور نے زمانہ طالب علمی میں کشف قبور اور وظائف کی اجازت مانگی تو ان کے خط کا جواب یوں دیا:

''عزیزم مولوی محمد علی احمد سلمہٗ المولیٰ تعالیٰ! سلام مسنون! طالب علم کو چاہئے کہ اپنے اسباق میں کوشش کرے، پورے انہماک سے مطالعہ کتب میں مشغول رہے۔ پہلے علومِ ظاہریہ کا حصول ضروری ہے۔ علم باطن کے حصول کے لئے نہ کوئی مکلف نہ شریعت مطہرہ نے قید لگائی ہے کہ جو شخص یہ حاصل نہیں کرے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا اور کشف قبور کے حصول کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ خود بخود بلا محنت انسان دیکھ لے گا کہ قبر میں کیا ہوتا ہے؟''

آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ تقریر سے قبل سب سامعین کو درودِ خضری کا ایک ایک لفظ پڑھاتے۔ سامعین ساتھ پڑھتے تھے۔ اس درود شریف کی بے حد فضیلت بیان فرماتے اور اکثر لوگوں کو تنگی رزق، مصائب و مشکلات کا حل اور سب سے بڑھ کر زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے حد مفید وظیفہ کے طور پر اس درود شریف کو کثرت سے پڑھنے کا حکم دیتے۔

کئی خاص مریدوں کو قصیدہ غوثیہ پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ۹ فروری ۱۹۶۲ء کو جمعۃ المبارک کی تقریر کے دوران خلاف شرع کام کرنے والے، جاہل پیروں کا

ذکر کرتے ہوئے ان کی خوب مذمت فرمائی۔ اس دوران ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قصیدہ غوثیہ پڑھنے سے نقصان ہوتا ہے۔ فرمایا: میں قصیدہ غوثیہ پڑھنے کی اجازت دیتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ کیسے نقصان ہوتا ہے؟ حافظ برکت علی کہاں ہیں کھڑے ہوں۔ حافظ برکت علی مسجد کے جنوبی برآمدہ میں بیٹھے تھے کھڑے ہوئے۔ فرمایا: حافظ صاحب! بتاؤ کتنے سالوں سے قصیدہ غوثیہ پڑھ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ نو سال سے پڑھ رہا ہوں۔ (حافظ برکت علی یہ قصیدہ ۲۰۰۰ء میں اپنے وصال تک پڑھتے رہے) فرمایا: انہیں اس کی اجازت میں نے دی ہے اور مجھے میرے پیر طریقت سیّدنا قبلہ پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت ہے۔ یہ کام یوں ہی نہیں چلتا کوئی ہاتھ پیچھے ہونا چاہئے۔

گرامی گوہر اولاد حیدر
ستون دین و آئین پیمبر
کلید فتح کار مشکل افتاد
قضا با گوشہ ابروئے او زاد

صاحبزادہ سیّد خورشید احمد شاہ صاحب نے گوجرانوالہ سے وظائف کے لئے خط لکھا۔ آپ نے خط کے جواب میں لکھا:

''تعویذ روانہ ہے۔ اس کو امتحان کے وقت دائیں بازو پر باندھیں۔ مشکلات کے حل کے لئے یا باسطُ یا فتاحُ یا رزاقُ یا ودودُ یا لطیف پڑھا کریں۔ یہ پانچوں پڑھ کر ایک ایک دانہ تسبیح ڈالیں اس طرح ایک سو ایک بار پڑھا کریں۔ حل المشکلات کے لئے اکسیر اعظم ہیں۔ اول و آخر گیارہ بار درود شریف پڑھا کریں۔ یہ وظائف کافی ہیں اصل بات استقلال ہے۔ ذوق اور خلوص سے دائمی طور پر کوئی اسم باری تعالیٰ بھی پڑھ لیا جائے تو کافی ہوتا ہے۔ تردد کو دل میں جگہ نہ دیں پورے یقین سے پڑھا کریں اللہ تعالیٰ سب کام

بطفیل اپنے مقبولوں کے درست کر دے گا۔"

ایک اور خط کے جواب میں انہیں لکھا:

"دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے زندہ بھی ہوتا ہے اور صحت مند بھی ہوتا ہے اور جب یہ معلوم ہو جائے کہ دل بیمار ہے تو عرفانِ نفس شروع ہو گیا اور یہی عرفانِ نفس عرفانِ الٰہی کا سبب قریب ہے۔من عرف نفسه فقد عرف ربه."

خلفاء کرام:

اولیاء اللہ کی خلافت دو طرح کی ہوتی ہے۔ خلافت خاص یعنی پیر طریقت کے وصال کے بعد جو شیخ کی مسند پر بیٹھے اور آستانہ کے نظم ونسق اور دیگر تمام معاملات کی نگرانی کرے اسے عرفِ عام میں سجادہ نشینی بھی کہا جاتا ہے۔ دوسری خلافت عام جس میں شیخ کامل اپنے حلقہ احباب میں یعنی مریدوں اور متوسلین میں سے کچھ احباب کی تربیت اس انداز سے کرے کہ وہ شیخ کامل کی ظاہری حیات طیبہ میں ہی شیخ سے اجازت و خلافت لے کر خلق خدا کی راہنمائی اور تربیت کریں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خلافت خاصہ یعنی سجادہ نشینی کے لئے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب فرمایا تھا۔ آپ کے تفصیلی حالات باب یازدھم میں آئیں گے جبکہ یہاں خلافت عامہ کا ذکر ہے۔ موجودہ صدی میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ عام طور پر ایک شیخ نے سینکڑوں خلفاء بنائے انہیں بھی خلافت عطا کر دی گئی جو صرف ایک بار ہی شیخ کی صحبت میں آئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس معاملہ میں ہر ایک کو خلافت عطا نہیں فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے خلفاء کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ جنہیں خلافت دی ہے انہوں نے ایک طویل عرصہ تک شیخ کی صحبت اختیار کی اور تصوف وسلوک کی منازل طے کرنے کے بعد اس درجہ پر فائز ہوئے۔

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد صدیق سالک مدظلہ العالی

(صدر مدرس جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ)

آپ ۱۵ اگست ۱۹۳۷ء میں سندر پور بدر شریف ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ تقسیم پاک و ہند تک آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حافظ محمد حسین قادری گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذہ سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کے والد ماجد نے جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد میں آپ کو داخل کرایا۔ یہاں آپ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی۔ ساڑھے تین سال کے قیام کے دوران آپ نے فارسی' سکندر نامہ تک' صرف فصول الکبریٰ تک' نحو کافیہ تک' فقہ کنز الدقائق تک' منطق مرقات تک پڑھیں۔ پھر جامعہ نقشبندیہ علی پور میں مولانا عبدالرشید جھنگوی مدظلہ العالی سے کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد جامعہ محمدیہ رضویہ بھکھی گجرات چلے گئے اور تمام مروجہ علوم کی تکمیل کی۔

مولانا محمد صدیق سالک کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ دورانِ تعلیم قانونچہ کھیوالی' قانونچہ گھوٹوی' شرح مائتہ عامل' شرح عبدالرسول' کافیہ' نحو میر' قصیدہ بردہ شریف کے علاوہ دیگر کئی کتب کو زبانی یاد کرلیا بلکہ ان کتب کی آپ منزل بھی کیا کرتے تھے۔

جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے کا اعلان کیا تو آپ واپس وزیر آباد چلے آئے اور یہاں مسلسل چار سال تک دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھا۔ یہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ تھی ورنہ دارالعلوم میں کثرتِ طلبہ کی وجہ سے کسی کو دوبارہ دورہ پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی کی طرف بھی توجہ دی۔ شیخ کامل کی صحبت نے آپ کی روحانی تربیت کی۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء تک زندگی کا اکثر حصہ آپ نے وزیر آباد میں گزارا۔ علماء کرام آپ کو آپ کی

کیفیت کی بنا پر ''سالک'' کہہ کر پکارنے لگے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ علماء کرام کے ایک وفد کے ہمراہ ملتان تشریف لے گئے جن میں جانشین شیخ القرآن حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی' مولانا محمد صدیق سالک' مولانا پیر محمد سلیم نقشبندی فیصل آباد' مولانا محمد فاضل فیصل آباد' مولانا محمد سلیمان راولپنڈی اور مولانا محمد بشیر پنڈی گھیپ شامل تھے۔ انوارالعلوم کے کمرہ دارالحدیث میں حضرت غزالی زماں مولانا سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیئے اور بخاری شریف کا درس شروع ہوا۔ مولانا محمد صدیق سالک نے عبارت سند و متن کے ساتھ پڑھی اور عرض کیا کہ حضرت حدیث کی سند کے شروع میں لفظ آئے ہیں ''عن عیسیٰ ابن حبان'' عیسیٰ اور حبان دو علموں کے درمیان لفظ ابن آ گیا ہے اور ابن کے ساتھ کتابت میں جو لفظ لکھا گیا ہے یہ غلط ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ دو علموں کے درمیان لفظ ابن واقع ہو پہلے علم کی صفت بنے اور دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو لفظ ابن الف (ھمزہ) قرأت و کتابت میں دونوں طرح گر جاتا ہے عیسیٰ ابن حبان میں کیوں نہیں گرا؟ اس پر حضرت کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ کوئی ضروری نہیں۔ مولانا محمد صدیق سالک نے قاعدہ کے ثبوت اور علامہ غزالی زمان رحمۃ اللہ علیہ نے قاعدہ کی نفی پر دلائل دیئے۔ حضرت کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر ان علماء کرام کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر پہلے آپ جامعہ عربیہ غوثیہ لالہ موسیٰ میں بحیثیت صدر مدرس متعین ہوئے۔ اکثر شیخ کی صحبت اور استفادہ مسائل کے سلسلہ میں وزیر آباد روزانہ آتے رہے۔ پھر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ جامعہ حنفیہ سیالکوٹ چلے جاؤ اور ساتھ فرمایا: کبھی تو یاد کرو گے کہ کسی نے مجھے یہاں مسند درس پر بٹھایا ہے کیونکہ زمیندار بہتر جانتا ہے کہ یہ بیج کہاں زیادہ پھل دے گا اور کون سی زمین

اس کے لئے موزوں و بہتر ہے؟ آپ اکثر جمعہ وزیرآباد آکر پڑھا کرتے تھے۔ تقریباً پچاس سال سے جامعہ حنفیہ دو دروازہ میں بحیثیت مدرس تدریس کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

۱۹۶۷ء میں عرسِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور خلیفہ مجاز ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ ۱۹۶۶ء میں دورہ تفسیر قرآن پڑھاتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مفتی (محمد عبدالشکور ہزاروی) اور صدیق سالک کو دورہ تفسیر قرآن پڑھانے پر معمور کردوں۔ چنانچہ حضرت مفتی عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی نے اسی سال سے اور مولانا محمد صدیق سالک نے ۱۹۷۶ء سے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانا شروع کیا اور تاحال یہ سلسلہ بغیر کسی وقفہ کے جاری ہے۔ آپ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو وصال پر غسل دینے کی سعادت بھی حاصل کی۔

حضرت مولانا عبدالستار انصاری رحمۃ اللہ علیہ حافظ آباد

آپ ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء کو بھارت کے شہر ہربان پورہ (امرتسر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ قیامِ پاکستان کے اعلان پر دیگر رشتہ داروں کے ہمراہ ہندوؤں اور سکھوں سے لڑائی ہوگئی اور مقابلہ کرتے ہوئے بحفاظت پاکستان پہنچ گئے۔ ابتداء میں سرگودھا اور بعد میں ۱۹۵۲ء سے حافظ آباد میں سکونت اختیار کی۔ یہاں حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید حضرت مولانا بشیر احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ جن کو حافظ آباد میں مرکزی حیثیت حاصل تھی کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور دینی کتب پڑھنے کا رجحان پیدا ہوا۔

۱۸ برس کی عمر میں ۱۹۵۳ء میں حافظ آباد سے پیدل چل کر گوجرانوالہ میں تحریک ختم نبوت میں گرفتاری پیش کی اور مختلف جیلوں میں اسیری کے ایام گزارے۔

۱۹۵۷ء میں حضرت مولانا بشیر احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ وزیر آباد حاضر ہوئے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور یوں شیخ طریقت سے فیض یاب ہونے لگے۔ بہت جلد آپ نے علمی دنیا میں اپنا مقام پیدا کر لیا۔ اپنے مخصوص اندازِ خطابت میں قرآنی آیات اور احادیث مفسرین و محدثین کے اقوال کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر تاریخ اور جغرافیہ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے جب عمیق نکات بیان کرتے تو لوگ عش عش کر اٹھتے۔ آپ کے بیان میں حد درجہ خود اعتمادی' جرأت واستقامت ہوتی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ خطابت کو یوں اپنایا کہ لوگ آپ کو "لسان شیخ القرآن" کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ کئی بار تقاریر میں جرأت و بے باکی سے خطاب کرنے پر سولہ ایم پی او کے تحت مقدمات بنے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۴ء سالانہ عرسِ مبارک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر اپنا خلیفہ مجاز مقرر فرمایا اور دستارِ فضیلت عطا فرمائی۔

مئی ۱۹۶۵ء سے آپ نے جامع مسجد چشتیہ قادریہ محلہ ڈھاب والا حافظ آباد میں خطابت شروع کی اور تادم واپسیں یہیں خطابت فرماتے رہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پابندی سے عرس شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا انعقاد حافظ آباد میں کرتے رہے جو تا حال جاری ہے۔

۱۹۷۰ء میں جمعیت علمائے پاکستان میں شامل ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا اور اسیری کے ایام گزارے جبکہ ۱۹۷۷ء میں تحریک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران گرفتار ہوئے۔ ڈی پی آر کے تحت گوجرانوالہ' جھنگ اور لاہور کی جیلوں میں پابند سلاسل رہے۔ مرکزی سنی کانفرنس ملتان' رائے ونڈ اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس لاہور میں اہلیانِ شہر کے بڑے بڑے قافلوں کی قیادت کرتے ہوئے شریک ہوتے رہے۔

۱۹۷۹ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔آپ کے کئی ایک مضامین اخبارات و رسائل کی زینت بنے۔حق گوئی' جرأت و استقامت' خودداری' سادگی وقناعت کا یہ پیکر حافظ آباد شہر میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن کرنے کے بعد ۱۵ اگست ۱۹۸۵ء کو شدید دل کا دورہ پڑنے پر صبح آٹھ بجے اہل خانہ' اعزاء و اقرباء کے سامنے یااللہ یارسول اللہ مدد فرمایئے' یا شیخ میری مدد فرمایئے کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔اسی شام چھ بجے آپ کی نمازِ جنازہ حضرت پیر مفتی محمد شفیع کامونکی نے پچیس ہزار سے زائد افراد کی امامت میں پڑھائی جو شہر حافظ آباد کی سب سے بڑی نمازِ جنازہ تھی جس میں ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے شمولیت اختیار کی۔آپ کو حضرت مولانا بشیر احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔آپ کے بیٹے صاحبزادہ حمید احمد انصاری آپ کے مشن کے وارث ہیں۔

عاشق تھا مصطفیٰ ﷺ کا وہ روشن ضمیر تھا
اپنی مثال آپ ہی وہ بے نظیر تھا
کیسے بیاں ہوں خوبیاں اس خوش خصال کی
عبدالستار مولوی حق کا سفیر تھا

حضرت صوفی فضل کریم چشتی رحمۃ اللہ علیہ جہلم

آپ ۱۹۱۸ء میں ''ناڑہ'' تحصیل وضلع جہلم میں سوداگر خاں کے ہاں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کے بعد ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات ہوئی اور اس پہلی ملاقات نے آپ کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ چند روز بعد وزیرآباد حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ پھر اکثر جمعتہ المبارک کو وزیرآباد حاضر ہوتے اور صحبت شیخ میں رہنے لگے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی روحانی تربیت کے بعد آپ کو ۱۹۵۷ء

میں عرسِ پاک صاحب لولاک ﷺ کے موقع پر خلافت عطا کرتے ہوئے دستارِ فضیلت عطا فرمائی۔

آپ انتہائی عبادت گزار، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے۔ عرس پاک کے موقع پر سینکڑوں احباب کے ہمراہ شرکت کرتے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سال میں کئی بار آپ کے گاؤں تشریف لے جاتے اور مختلف علاقوں میں خطاب فرماتے۔ آپ کے نام حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ایک خطوط لکھے ہیں جن میں سے چند ایک خط کتابِ ہذا کے باب ہفتم میں شامل ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر آپ ختم چہلم تک مسلسل قبر انور کے پاس بیٹھ کر تلاوت اور ذکر واذکار میں مصروف رہے تھے جبکہ تاحیات آپ کے جانشین حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے۔ مئی ۱۹۹۴ء میں وفات پائی اور اپنے گاؤں سے متصل جہاں عمر بھر بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے وہاں دفن ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا محمد شریف آپ کے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروفِ عمل ہیں۔

حضرت صوفی بابا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد

حضرت صوفی عنایت اللہ وزیر آباد میں ۱۹۲۳ء میں محمد علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور چند روز بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اجمیر شریف گئے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس میں شریک ہوئے۔ زندگی کا اکثر حصہ شیخ کی صحبت میں گزرا۔ اکثر وبیشتر جینڈ شریف حاضری کے وقت آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہوتے۔ جب قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد تشریف لائے تو آپ بھی اس جلسہ میں موجود تھے۔ انتظامی معاملات میں شیخ کامل کا ساتھ دیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے

۱۹۶۷ء میں آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اکثر نمازِ عصر کے بعد مین بازار میں واقع آپ کی دوکان پر تشریف لاتے۔ راقم الحروف کو کتاب کی تکمیل کے سلسلہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے کئی واقعات بتائے جن کے وہ عینی شاہد تھے۔

آپ متعدد بار فالج کی بیماری اور دل کی تکلیف میں مبتلا ہوئے اور ہمیشہ کہتے کہ میری زندگی کا آخری وقت آچکا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ابھی موت کے آنے کا وقت نہیں تم بابا ہوگے تمہاری بڑی لمبی عمر ہے۔ شیخ کامل کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ درست ثابت ہوئے اور آپ نے طویل عمر پائی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرمانے پر آپ نے حضرت کو غسل دینے کی سعادت بھی حاصل کی۔ راقم الحروف نے ہمیشہ آپ کو اپنے شیخ کامل کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ صوم وصلوٰۃ کی پابندی عمر بھر جاری رہی۔ آخری عمر میں عاجزی وانکساری انتہا پر تھی۔ ۱۸ مارچ ۲۰۰۳ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔ جانشین شیخ القرآن حضرت پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستان کاملے
گر تو سنگ خارا و مرمر شوی
چوں بہ صاحب دل رسی گوہر شوی

باب پنجم

ملی و سیاسی خدمات

احوال کیا بیان میں کر پاؤں آپ کے
ملّی رسوخ اور سیاسی عبور کا
فیضاؔن جن کی مدح میں بولے ظفر علی
''میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا''

(فیض رسول فیضان)

ولیم جیمز کا قول ہے:

"حقیقی قیادت وہ ہوتی ہے جو انسان کی سوچ اور عمل دونوں پر مبنی ہو اور ایسی قیادت ہی فرد و ملت کے درمیان برقی رو کی مانند ان میں رابطہ پیدا کر کے ان کی روح کو گرماتی ہے اور یہی قیادت تاریخ کا رخ موڑنے کے قابل بھی ہوتی ہے۔"

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ایک مذہبی رہنما' مدرس' محقق' مفسر' محدث' نکتہ آفرین خطیب' شاعر' روحانی راہنما' مناظر' دولتِ درد و سوز سے مالا مال صوفی تھے بلکہ میدانِ سیاست کے شہسوار' محب وطن سپاہی اور تحریک آزادی کے نڈر مجاہد تھے۔ آپ نے میدانِ سیاست میں قدم بھی اسی لئے رکھا تھا کہ یہاں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی طور پر نفاذ ہو:

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

(اقبالؒ)

بس صرف یہی ایک آرزو لے کر اس پرخار وادی میں قدم رکھا کبھی بھی حصول اقتدار کے لئے ادنی سی بھی کوشش نہ کی کیونکہ آپ جانتے تھے:

نے تخت و تاج میں ہے نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی تو یہ ایک بڑا پرفتن اور تاریک دور تھا۔ مسلمانوں کی جانب زوال و انحطاط کے سائے بڑی تیزی سے بڑھ رہے تھے۔

مسلمان غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ ہر طرف سے مسلمانوں پر ظلم وستم اور تشدد کا بازار گرم تھا۔ وہ برصغیر جس میں مسلمانوں نے فاتحانہ انداز میں قدم رکھے تھے آج یہ دھرتی مسلمانوں کے لئے تنگ ہو چکی تھی۔ برصغیر کے وہ ایوان جہاں مسلمانوں نے سات سو برس تک حکومت کی تھی آج یہ ایوان مسلمانوں کے لئے بند ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کی حالت قابل رحم تھی۔ ہندو، انگریز اور سکھ ان سے اپنے بدلے چکا رہے تھے۔ مسلمانوں کو اس مشکل بھنور سے نکالنے کے لئے قدرتِ خداوندی نے انہیں پھر اس قابل بنایا کہ وہ آزادی کی خاطر جنگ لڑ سکیں۔ انگریز تاجر بن کر آئے اور اپنی چالاکی و چالبازی سے یہاں پر قابض ہو گئے۔ مسلمانوں کو سیاسی میدان میں کچل کر رکھ دیا گیا۔ ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ تقسیم بنگال کے واقعہ نے مسلمانوں کو ایک نئی سوچ دی کہ وہ اپنی الگ سیاسی جماعت بنائیں چنانچہ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھ دی گئی۔

علماء حق کا یہ شیوہ رہا ہے کہ ہر مشکل مرحلہ پر قوم کی راہنمائی فرماتے ہیں۔ علماء سو نے ہر موقع پر مسلم لیگ اور پاکستان کی مخالفت کی مگر علمائے حق نے دونوں محاذوں پر کام کیا۔ ایک طرف لوگوں کے اندر جذبہ آزادی کو ابھارا تو دوسری طرف علماء سو کے حربوں کے سامنے بند باندھ دیا۔ علماء حق مسلم لگ کے پرچم تلے جمع ہونے لگے اور قوم نے دیکھ لیا کہ علماء حق کی شبانہ روز محنت اور جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور دنیا کے نقشہ پر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ایک نئی اسلامی ریاست ابھری جسے پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تحریک پاکستان کے لئے حضرت شیخ القران رحمۃ اللہ علیہ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ہر طرح کے مصائب و مشکلات کو برداشت کیا۔ پابند سلاسل رہے' قاتلانہ حملہ ہوا مگر پھر بھی پورے جوش وخروش سے فی سبیل اللہ پاکستان کے لئے دن

رات کام کیا۔ سوئی ہوئی قوم کو جگایا اور صحیح معنوں میں اعلیٰ قیادت کا حق ادا کر دیا۔ ایسے ہی مردِ حق کے لئے اقبالؒ نے کہا تھا:

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہمت مردانہ
یا سنجر و طغرل کا آئین جہانگیری
یا مرد قلندر کے انداز ملوکانہ
یا حیرت فارابی ' یا تاب و تب رومی
یا فکر حکیمانہ ، یا جذب کلیمانہ
یا عقل کی روباہی ، یا عشق ید اللہی
یا حیلۂ افرنگی ، یا حملۂ ترکانہ
یا شرع مسلمانی ، یا دیر کی دربانی
یا نعرہ مستانہ کعبہ ہو کہ بت خانہ
میری میں، فقیری میں، شاہی میں، غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا بے جرأت رندانہ

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سنجر و طغرل کو راہنما نہیں بنایا بلکہ مردِ حق اور قلندر کی زندگی بسر کی۔ حیرت فارابی کی بجائے دردو سوز اور کیفیت و مستی رومی کی طرف مائل رہے۔ فکر حکیمانہ کی بجائے جذب کلیمانہ' عقل کی روباہی کی بجائے عشق ید اللہی' حیلہ افرنگی کی بجائے حملہ ترکانہ' دیر کی دربانی کی بجائے شرع مسلمانی اور زندگی کے ہر موڑ پر نعرۂ حق کو بلند کرتے رہے آپ جانتے تھے کہ زندگی کی کامیابی اسی صورت میں ہے کہ اصولِ زندگی یہ ہو کہ

کچھ کام نہیں بنتا بے جرأت رندانہ

آپ کی سیاسی زندگی کا نصف حصہ مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ گزرا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ظفر علی خاں کے اس ''مقامِ آزادی'' کو خوب سمجھتے تھے:

دنیا میں ٹھکانے دو ہی تو ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تختہ جگہ آزادی کی یا تخت مقام آزادی کا

(مولانا ظفر علی خاں)

تحریک نیلی پوش (مسجد شہید گنج 35-1934ء):

لاہور ریلوے اسٹیشن کے قریب لنڈا بازار میں واقع ایک مسجد کا نام مسجد شہید گنج ہے۔ مسجد شہید گنج کو ''شاہ جہاں'' کے زمانہ میں دارا شکوہ کے خانساماں عبداللہ خاں نے بنوایا تھا۔ حکومت مغلیہ کے زوال کے وقت سکھوں کے خلاف جنگ و جدل کا سلسلہ شروع ہوا تو اس دوران دیوان لکھپت رائے نے اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لئے سکھوں کے خلاف ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں جنگ کی۔ بہت سے سکھ گرفتار کر لئے گئے۔ انہیں لاہور لا کر اس مسجد کے قریب قتل کر دیا گیا۔ اس وجہ سے سکھوں نے اس جگہ کو اپنے لئے مقدس سمجھا اور اسے شہید گنج کا نام دے دیا اور مسجد اور اس سے ملحقہ جگہ و دو کانوں پر قبضہ کر لیا۔

ایک شخص نور احمد نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ مسجد اور ملحقہ جگہ جو اس وقت گنڈا سنگھ کے قبضہ میں تھی اسے واپس مسلمانوں کو دیا جائے مگر عدالت نے سکھوں کو بے دخل نہ کیا۔ ۱۹۲۵ء میں سکھ گوردوارہ ایکٹ نافذ ہوا تو اس ایکٹ کے تحت قائم شدہ ٹربیونل کے روبرو سکھوں نے دلائل دے کر مسجد اور ملحقہ زمین کو اپنی ملکیت قرار دے دیا۔ ۱۹۲۷ء میں سیّد محسن شاہ سیکرٹری انجمن اسلامیہ پنجاب نے پھر درخواست دی کہ مسجد اور ملحقہ جائیداد وقف اسلامی ہے لہٰذا اسے واپس مسلمانوں کو دیا جائے۔ اس درخواست پر ۱۹۳۴ء میں پنجاب کی عدالت نے ملی بھگت سے فیصلہ پھر سکھوں کے حق

میں دے دیا۔ اس عدالتی فیصلہ پر سکھوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مسجد کے اندر جلسہ کیا اور تقاریر کے ذریعہ مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کر دیا۔

چنانچہ مسجد کی بازیابی کے لئے مسلمان متحد ہو گئے اور لاہور میں جلسے جلوس شروع ہو گئے۔ مولانا ظفر علی خاں نے مسلمانوں کی قیادت سنبھالی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۵ء کے شروع میں گجرات سے وزیر آباد تشریف لے آئے تو آپ نے بھی اس تحریک میں مولانا ظفر علی خاں کا بھرپور ساتھ دیا۔ ۳۰ جون ۱۹۳۵ء کو لاہور میں موچی دروازہ بیرونِ باغ میں عظیم الشان جلسہ زیرِ صدارت مولانا ظفر علی خاں منعقد ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک محفل تھے۔ اس موقع پر ایک تنظیم بنائی گئی جس کا نام ''انجمن تحفظ شہید گنج'' رکھا گیا۔

۳ جولائی کو سکھ مسجد کے احاطہ میں جمع ہو کر نعرہ بازی کرنے لگے۔ مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے۔ ہجوم مشتعل ہو گیا۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا جس سے تنازعہ بڑھتا چلا گیا۔ دیگر شہروں سے سکھ لاہور میں جمع ہونے لگے اور ۵ جولائی کو سکھوں نے مسجد کے مینار شہید کر دیئے۔ یہ سارا کھیل ایس پی پرتاب کی قیادت میں کھیلا گیا۔ مولانا ظفر علی خاں نے اس موقع پر جلوس کی قیادت کی۔ حکومت کے پشت پناہی پر سکھوں نے ۱۰ جولائی تک مکمل طور پر مسجد کو شہید کر دیا۔ اسی روز بادشاہی مسجد میں مولانا ظفر علی خاں کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس جلسہ سے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر تنظیم کا نام ''انجمن تحفظ شہید گنج'' سے بدل کر ''مجلس مرکزیہ عالیہ تحفظ اوقاف'' رکھا گیا۔

۱۴ جولائی کو باغ بیرون موچی دروازہ میں اسلامی پرچم لہرانے کی تقریب ہوئی۔ تقریباً ۶۰ ہزار مسلمانوں نے اس جلسہ میں شرکت کی۔ ایک ہزار کے قریب رضا کار نیلی قمیص پہن کر شریک جلسہ تھے۔ خود مولانا ظفر علی خاں نے بھی نیلے رنگ کی

قمیص زیب تن کی ہوئی تھی۔ چونکہ نیلی قمیص امتیازی رنگ تھا اس لئے اس تحریک کو تحریک نیلی پوش کہا جانے لگا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ اختتامِ جلسہ پر مجلس اتحادِ ملت کے قیام کا اعلان ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اس مجلس کا نائب صدر منتخب کیا گیا۔

مجلس اتحادِ ملت (1935ء):

اس تحریک مجلس اتحادِ ملت یا تحریک نیلی پوش کے روح رواں مولانا ظفر علی خاں تھے علاوہ ازیں ملک لال خاں نے بھی بھرپور کردار سرانجام دیا۔ حکومت نے مجلس اتحادملت کے صدر مولانا ظفر علی خاں کو وزیر آباد سے ملحقہ آبادی ''کرم آباد'' میں مولانا کی رہائش گاہ پر نظر بند کر دیا اور مارچ ۱۹۳۶ء کو رہا کیا گیا۔ اس دوران حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تحفظ مساجد کے مقصد کو لے کر میدانِ عمل میں نکلے اور حکومت کو اپنے مقاصد سے آگاہ کیا۔

مولانا ظفر علی خاں صدر مجلس اتحادِ ملت نے رہائی کے بعد مسجد کی بازیابی کے لئے دو سال تک کوشش جاری رکھی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جو اس مجلس کے نائب صدر تھے سرگرمِ عمل رہے۔ مختلف مقامات پر جلسے منعقد کئے اور عدالت میں پھر دعویٰ دائر کیا کہ مسجد واپس مسلمانوں کو دی جائے۔ مسلمانوں کی طرف سے ڈاکٹر شیخ احمد بیرسٹر ایٹ لا عدالت میں پیش ہوتے رہے اور یوں مقدمہ طویل ہوتا چلا گیا۔ دوسری طرف مسلم لیگ نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کی۔ ہر طرف مسلم لیگ کے چرچے ہونے لگے۔ مقبولیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ۱۹۳۸ء کے اوائل میں مجلس اتحادِ ملت کا اجلاس منعقد ہوا۔ قائدین نے باہمی رضامندی سے مسلم لیگ میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا۔

مسلم لیگ میں شمولیت (1938ء):

قائدین کے متفقہ فیصلہ کے بعد کہ مجلس اتحاد ملت کو توڑ کر مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔قرعہ فال حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں نکلا کہ آپ اس فیصلہ کا اعلان فرمائیں گے۔ چنانچہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک جلسہ عام زیرِ صدارت مولانا شوکت علی منعقد ہوا۔ اسی موقع پر یعنی ۱۸ اور ۱۹ اپریل کو کلکتہ میں ہی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس بھی تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مولانا ظفر علی خاں کے ہمراہ کلکتہ تشریف لے گئے اور آپ نے ہر دو اجلاس سے خطاب بھی فرمایا۔

مسلم لیگ میں شمولیت کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب ۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کو کلکتہ میں جلسہ اپنی روایتی شان وشوکت سے شروع ہوا۔ اسٹیج پر ملک وملت کی مایہ ناز اور قابل قدر ہستیاں تشریف فرما تھیں۔ کرسی صدارت پر حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ جیسی کوہ وقار عظیم المرتبت شخصیت جلوہ افروز تھی۔ نعروں کی گونج میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مائیک سنبھالا اور ایک دل آویز پر جوش تقریر ارشاد فرمائی اور اعلان کیا:

> ”آج سے ہم نے اتحاد ملت کو توڑ کر مسلم لیگ میں مدغم کرنے کا فیصلہ کیا ہے اب ہم مسلم لیگ کے پرچم تلے قائداعظم کی راہنمائی میں ملک وقوم کی خدمات سرانجام دیں گے۔ اس جماعت کے جیش نیلی پوش اب مسلم لیگ کے سپاہی ہوں گے۔“

آپ کی دل پذیر تقریر سن کر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ بے حد متاثر ہوئے اور قائداعظم نے ہیئر ہیئر کہا اور خوشی سے مسلسل تالیاں بجا کر آپ کو داد دی۔ حاضرین پر کیف طاری تھا اور وہ پر جوش نعرے بلند کر رہے تھے۔ بانی پاکستان حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ آپ کی باوقار شخصیت اور پرسوز تقریر سے بہت متاثر ہوئے۔ اس تقریر کا اثر تھا کہ جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

نے بابائے قوم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو وزیر آباد آنے کی دعوت دی تو قائداعظم باوجود بے پناہ مصروفیت کے انکار نہ کر سکے۔

وہ تیرا حسن خطابت وہ تیرا طرزِ کلام
اب نہیں ملتی زمانے میں کوئی ایسی مثال

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اگرچہ قائداعظم سے یہ پہلی ملاقات تھی مگر اس سے قبل جب قائداعظم ہندوستان کے حالات سے مایوس ہو کر ۱۹۳۰ء تا مارچ ۱۹۳۴ء تک برطانیہ میں مقیم رہے اس دوران مسلم رہنماؤں اور علماء و مشائخ عظام نے آپ کو واپس برصغیر لانے کے لئے کوششیں کیں تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۱۹۳۳ء کے آخر میں آپ کو خطوط لکھے اور علمائے کرام کے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

آپ ابھی کلکتہ میں ہی قیام پذیر تھے کہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو وہاں شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر پہنچی۔ آپ مولانا ظفر علی خاں کے ہمراہ کلکتہ سے لاہور تشریف لے آئے۔

بابائے صحافت مولانا ظفر علی خاں کا خراجِ عقیدت (1938ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا حج مبارک جنوری ۱۹۳۹ء میں کیا اس سفر حج کے لئے جب آپ دسمبر ۱۹۳۸ء میں وزیر آباد سے روانہ ہونے لگے تو اس وقت مولانا ظفر علی خاں نے آپ کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ مولانا ظفر علی خاں اپنی کتاب ''چمنستان'' صفحہ ۲۰۹ پر رقمطراز ہیں:

''صدر مجلس اتحاد ملت وزیر آباد مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی جب بعزم حج بیت اللہ روانہ ہوئے تو ان کے اعزاز میں رفیق عبداللطیف وزیر آبادی نے ایک پرتکلف دعوت دی جس میں دوسرے احباب کے ساتھ میں بھی شریک تھا۔ احباب کی طرف سے اس تقریب کے لئے کچھ اشعار کا تقاضہ ہوا جسے پورا کیا

گیا۔ یہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے۔

حج کو جانے والے ہیں عبدالغفور
آسماں برسا رہا ہے ان پہ نور
کس زباں سے ہو بیاں وصف آپ کا
آپ موسیٰ ہیں وزیرآباد طور
جا کے مکہ میں کھجوریں کھائیں گے
اور رہے گا ان سے حلوہ دور دور
جا رہے ہیں پینے ''بطحا'' کی شراب
جس کے اندر ہے دوعالم کا سرور
جب مواجہ کی سعادت ہو نصیب
یاد رکھیں ہم غریبوں کو ضرور
ہے بریلی ہم صفیر دیوبند
اتحاد باہمی کا ہے ظہور
کانگریس ٹکرا رہی ہے لیگ سے
آ رہا ہے عقل گاندھی میں فتور
شعر میری طرح کہہ سکتا نہیں
حقہ پینے کا نہیں جس کو شعور

مولانا ظفر علی خاں کے مندرجہ بالا اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات کے ستائیسویں سال عین حالت شباب میں سیاسی و مذہبی میدان میں کس قدر بلند رتبہ کے حامل تھے۔

قراردادِ لاہور اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ (1940ء):

قراردادِ لاہور جسے بعد میں قراردادِ پاکستان کا نام دیا گیا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور منٹو پارک (اقبال پارک) جہاں آج کل مینارِ پاکستان ہے وہاں منظور ہوئی۔ اس قرارداد کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں اور ہندوؤں میں یہ چپقلش چلی آ رہی تھی کہ یہ دو قومیں ہیں یا ایک قوم۔ ابتداء میں مسلمانوں کی یہ سوچ تھی کہ دونوں قومیں باہمی اتحاد سے برصغیر میں رہیں لیکن ہندوؤں کے رویہ نے مسلمانوں کی سوچ میں تبدیلی پیدا کر دی کہ دو قومی نظریہ کے پیش نظر یہ دو الگ قومیں کبھی اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس میں ہندوؤں کا رویہ ۱۸۹۲ء کا کونسلر ایکٹ' تقسیم بنگال کا واقعہ' مسلم لیگ کا قیام' ۱۹۰۹ء کی اصلاحات کا نفاذ' ۱۹۱۶ء کے لکھنؤ ایکٹ نے ثابت کر دیا کہ مسلم ہندو اتحاد ناممکن ہے۔ معاہدہ لکھنؤ میں ہندوؤں نے مسلمانوں کا مطالبہ جداگانہ انتخابات تسلیم کر لیا جو مسلمانوں کی ایک بہت بڑی سیاسی فتح تھی۔ بعد میں نہرو رپورٹ ۱۹۲۹ء اور پھر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ نکات سے ثابت ہو گیا کہ دونوں قوموں میں باہمی طور پر تعاون کی کوئی گنجائش نہیں چنانچہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۰ء میں اپنے مشہور خطبہ الٰہ آباد میں اس کا یہ حل دیا کہ مسلم اکثریت کے علاقوں پر مشتمل ایک مسلم ریاست بنائی جائے جس میں مسلمان آزادی سے اپنے مذہب کے اصولوں پر عمل پیرا ہوں۔ ۱۹۳۷ء کی وزارتوں میں ہندوؤں نے مسلمانوں کے تشخص کو ختم کرنے کے ہر حربے کو استعمال کیا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجتماع منٹو پارک لاہور کا اعلان کر دیا۔

اس اعلان کے ساتھ ہی برصغیر کے مسلمانوں میں ایک نیا ولولہ اور جوش پیدا ہوا اور ملک کے طول و عرض سے قائدین اور عوام لاہور پہنچنے لگے۔ حضرت شیخ القرآن

رحمۃ اللہ علیہ جن کا مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد قائدین مسلم لیگ میں شمار ہونے لگا تھا اپنے احباب، عقیدت مندوں کے ایک بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے اس عظیم الشان اجلاس میں شریک ہوئے۔ آپ کے سیاسی مقام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرسی صدارت کی پچھلی لائن میں مولانا ظفر علی خاں کے ہمراہ اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا ذکر ۱۹۶۸ء کو جمعیت علمائے پاکستان کے صدارتی انتخاب میں صدر منتخب ہونے کے بعد باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں منعقدہ عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کے دوران کیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات اس وقت منظرِ عام پر لانے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ مولانا سیّد محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر کے دوران قراردادِ لاہور کا ذکر کرتے ہوئے اس وقت اسٹیج پر موجود چند احباب کے اسماء گرامی لئے۔

مولانا محمد صادق قصوری ''اکابر تحریک پاکستان'' میں رقمطراز ہیں:

''۱۹۴۰ء کو منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو اس وقت برصغیر کے ممتاز مسلم لیگی لیڈر تشریف فرما تھے۔ اہل سنت کی نمائندگی مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے۔ اول الذکر نے خطاب بھی کیا تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ تشریف فرما تھے اس سے حضرت کے سیاسی مقام کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔''

پاکستان کانفرنس:

قراردادِ لاہور جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں منظور ہوئی ایک لاکھ سے زائد مسلمان شریک تھے۔ مولوی اے کے فضل حق بنگال نے قرارداد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ مسلمانانِ ہند کو ایک علیحدہ خودمختار مملکت دی جائے۔ مگر اس قرارداد میں کسی مقام پر

پاکستان کا نام نہیں تھا صرف ان علاقوں کی نشاندہی تک محدود رہی جن میں مسلمانانِ ہند ایک نئی علیحدہ خودمختار آزاد اسلامی ریاست کا مطالبہ کرتے تھے۔ قرارداد میں جغرافیائی حد بندی کر دی گئی لیکن سلطنت اسلامیہ کا نام نہیں بتایا گیا۔

قراردادِ لاہور کے بعد ہندو اس سے بوکھلا اٹھے۔ انہوں نے اسے قراردادِ پاکستان کا نام دے دیا۔ حالات کھل کر سامنے آ گئے۔ اب مسلمانوں کا ایک ہی مقصد تھا کہ الگ ملک پاکستان کی صورت میں حاصل کر کے دم لیں گے۔ علماء نے پاکستان کے حق میں تقاریر شروع کر دیں۔ بعض علماء جو کانگریس نواز تھے کھلے لفظوں میں پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کسی سے پیچھے نہ رہے۔ کلکتہ سے لے کر پشاور تک کا دورہ کیا۔ اجتماعات سے خطاب فرمایا اور خصوصی طور پر وزیر آباد کو مرکز بنائے رکھا۔ وزیر آباد کے مضافات میں جلسوں کا اہتمام فرماتے اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کو دعوتِ خطاب دیتے رہے۔

۱۹۴۱ء میں دوسری بار حج بیت اللہ سے واپسی پر وزیر آباد میں ''پاکستان کانفرنس'' کی تیاریاں زور و شور سے شروع کیں۔ گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ کا ادبی مجلہ مہک 1982-84 صفحہ ۴۳۸ پر کالم نگار رقمطراز ہے:

''مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی نے برصغیر پاک و ہند میں بالعموم اور پنجاب و سرحد میں بالخصوص کاروانِ آزادی کو منزل سے ہمکنار کرنے کے لئے خاص کردار ادا کیا اور ان کی راہنمایانہ خصوصیات اور قائدانہ صلاحیتوں کا اعتراف مسلم لیگ کے اکابرین کو ہی نہیں بلکہ تمام بہی خواہان اسلام کو تھا۔ گوجرانوالہ اور وزیر آباد میں نظریہ پاکستان کو مقبول و معروف بنانے کے لئے ان کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ جن دنوں اس علاقہ میں کانگریس یونینسٹ پارٹی اور ان کی ہم نوا پاکستان مخالف جماعتیں اپنے پروپیگنڈا سے

عوام پر اپنا اثر ونفوذ جما رہی تھیں انہوں نے بے پناہ ایمانی قوت سے سرشار ہو کر مخالفین کی قوت کو ختم کیا اور مسلمانانِ ضلع گوجرانوالہ کو تحریک پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے جذبے سے سرشار کر دیا۔"

مولانا محمد صادق قصوری "تحریک پاکستان اور علمائے کرام" صفحہ ۳۲۶ پر رقمطراز ہیں:

"۱۹۴۱ء میں آپ نے وزیر آباد میں "پاکستان کانفرنس" منعقد کرائی۔ یہ صوبہ پنجاب میں پہلی کانفرنس تھی جس میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی گئی۔ اس کانفرنس سے مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء تا ۱۹۷۰ء)، مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء تا ۱۹۵۶ء)، سیّد غلام مصطفیٰ خالد گیلانی (۱۹۰۷ء تا ۱۹۸۹ء)، انور غازی آبادی (۱۹۱۶ء تا ۱۹۷۹ء) اور آپ نے خطاب کیا۔ اس کانفرنس سے شہر اور گرد و نواح کے دیہاتی عوام میں پاکستان کا تخیل پیدا ہوا اور پختہ ہوا۔ کانفرنس کی کامیابی پر اس وقت کے مستند اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے اداریہ تحریر کیا۔ لوگ جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔"

قدرت نے آپ کو غیر معمولی خطیبانہ صلاحیت بخشی تھی۔ آپ نے اس تاریخی اجتماع میں تحریک پاکستان کی عظمت کو اس خوبی سے اجاگر کیا اور پاکستان کو اسلامیانِ ہند کے لئے لازم و ملزوم قرار دیتے ہوئے اس خوبصورت اور دلنشین انداز میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پیغام کو عوام تک پہنچایا کہ حاضرین جن میں بہت سی مسلمان قومی شخصیات بھی شامل تھیں دم بخود رہ گئیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ میں (1943-44ء):

۱۹۴۳ء کے آخر میں ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں مسلم لیگ کا ایک جلسہ ہو رہا تھا۔ اسٹیج پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر قائدین میں سے بابائے

صحافت مولانا ظفر علی خاں بھی تشریف فرما تھے۔ متصل گراؤنڈ میں تحریک احرار کا معرکۃ الآراء جلسہ بھی جاری تھا اور ان کے مقررین اپنی لچھے دار تقریروں سے عوام کو نظریہ پاکستان سے منتشر اور برگشتہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ احراریوں کے اجتماع میں کچھ زیادہ ہی عوام کی کشش نظر آ رہی تھی کہ ان کے محبوب مقرر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو دعوتِ خطاب ملی جو خطابت کے میدان میں ایک مقام رکھتے تھے۔ مسلم لیگ کے جلسہ سے لوگ اٹھ کر دوسری طرف جانے لگے۔ تاریخ سیالکوٹ بھی اس بات کی گواہ ہے کہ اس ضلع کو احرار کا گڑھ کہا جاتا تھا۔ ان حالات میں مسلم لیگ کے اسٹیج سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دعوتِ خطاب دی گئی۔ آپ کا خطاب فصاحت و بلاغت کا ایک ایسا سمندر تھا جس کا کوئی کنارہ ہی نہ رہا تھا۔ آپ کا نورانی' وجدانی' ایمانی خطاب جاری تھا خود بھی جھوم رہے تھے اور حاضرین کے دلوں کی دنیا بھی آباد ہو رہی تھی۔ یہ صورتحال دیکھ کر لوگ جوق در جوق احراریوں کے جلسہ گاہ سے اٹھ کر اس طرف آنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مخالف حضرات کے پنڈال میں الو بولنے لگے۔ شاعر ہفت زباں بابائے صحافت مولانا ظفر علی خاں جو خود بھی میدانِ خطابت و صحافت کے شہسوار اور جہاں دیدہ تھے۔ سینکڑوں اجتماعات میں ہزاروں مقررین کو سن چکے تھے' وفورِ جذبات سے دیوانے ہو گئے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر رکوا کر فی البدیہ ایک نظم پڑھی جس کا ایک شعر یہ ہے:

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا

پھر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری سے موازنہ کرتے ہوئے کہا:

بند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ
کیا ان سے ہو مقابلہ اس بے شعور کا
احرار کا جہاں کہیں ہوتا ہے اجتماع
ہوتا ہے ان پہ شبہ ہیوش دیوّر کا

اس منظر کو دیکھ کر بہت سے مخالفین مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور علاقہ میں احراریوں کا زور ٹوٹنے لگا۔

اپریل ۱۹۴۴ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ منعقدہ سیالکوٹ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ چنانچہ خواجہ محمد طفیل اپنی کتاب ''تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار'' میں لکھا ہے:

''اپریل ۱۹۴۴ء میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس سیالکوٹ میں منعقد ہوا جس کی صدارت سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء تا ۱۹۵۸ء) نے کی۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بنفس نفیس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ یہ کانفرنس تین دن جاری رہی۔ اس کانفرنس میں ممتاز مسلم لیگی راہنماؤں مثلاً مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء تا ۱۹۷۰ء)' نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء تا ۱۹۶۹ء)' ملک برکت علی (۱۸۸۵ء تا ۱۹۴۶ء)' مولانا بشیر احمد اخگر (۱۹۱۶ء تا ۱۹۹۴ء)' سیّد غلام مصطفیٰ شاہ گیلانی (۱۹۰۷ء تا ۱۹۸۹ء)' میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء تا ۱۹۵۲ء)' سردار محمد حسین آف گنجر کلاں (۱۹۰۴ء تا ۱۹۶۹ء)' شیخ صادق حسن امرتسری (۱۸۸۷ء تا ۱۹۵۹ء)' مجاہد ملت محمد عبدالستار خاں نیازی (۱۹۱۵ء تا ۲۰۰۱ء) کے علاوہ حضرت شیخ القرآن علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرکت کی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وزیرآباد کے تمام مسلم لیگی عہدیدار اور نیشنل گارڈ کے جوانوں نے شمولیت کی۔ حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے

استقبال کے لئے فقید المثال جلوس نکالا گیا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب حاضرین کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا تو ایک عجیب کیف و سرور کا عالم تھا اس کے بعد سیالکوٹ جو احرار کا گڑھ تھا اب مسلم لیگ کا شیدائی بن گیا۔"

عام انتخابات (1945-46ء):

جنگ عظیم دوم مئی ۱۹۴۵ء میں اتحادیوں کے حق میں فتح کی صورت میں ختم ہو گئی۔ برطانیہ میں لیبر پارٹی برسراقتدار آ گئی۔ جو ہندوستان کے مسائل یہاں کے باشندوں کی استصوابِ رائے سے حل کرنا چاہتی تھی۔ مسلم لیگ نے شملہ میں اپنی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس جو جولائی میں منعقد ہوا انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا تاکہ کانگریس کی غلط فہمی دور ہو سکے۔ چنانچہ ۲۱ اگست ۱۹۴۵ء کو لارڈ ویول نے آئندہ موسم سرما میں عام انتخابات کا اعلان کر دیا۔ ان انتخابات میں مسلم لیگ کا اکثریت سے کامیاب ہونا اتنا ہی ضروری تھا۔ جس قدر زندگی کے لئے روح کا موجود ہونا ضروری ہے۔ علماء کرام و مشائخ عظام نے مسلم لیگی رہنماؤں کا بھرپور ساتھ دیا اور آنے والے انتخابات کے لئے قریہ قریہ گلی گلی جا کر لوگوں کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالنے کی ترغیب دی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی اس معاملے میں پیش پیش رہے۔ اپنے ہر جلسہ میں خواہ وہ مذہبی نوعیت کا ہوتا مسلم لیگ کی بھرپور حمایت کے لئے لوگوں کو تیار کرتے۔ راجہ رشید محمود نے اپنی کتاب "اقبال، قائداعظم اور پاکستان" صفحہ ۱۲۹ پر لکھا ہے:

"مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے شانِ رسالت کے موضوع پر تقریر فرمائی اور آخر میں آپ نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوں، سوادِ اعظم سے الگ رہنا گمراہی ہے۔ علماء احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہیے۔"

وزیرآباد اور اس کے گردونواح میں اکثر مقامات پر آپ جلسوں میں شرکت فرماتے اور مسلم لیگی امیدوار چوہدری صلاح الدین چٹھہ احمد نگر کی حمایت میں تقاریر کرتے رہے۔ سب سے پہلے مرکزی انتخابات دسمبر ۱۹۴۵ء میں منعقد ہوئے۔ مسلم لیگ کو تمام مسلم نشستوں جن کی تعداد ۳۰ فیصد تھی پر کامیابی ملی جبکہ کانگریس کو ۲۷ میں سے ۵۷ نشستیں ملیں۔ مسلم لیگ کی سو فیصد کامیابی سے مسلم لیگی رہنماؤں کے حوصلہ بلند ہو گئے۔ پھر صوبائی انتخابات جنوری ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئے۔ سوائے صوبہ سرحد کے ہر صوبہ میں مسلم لیگ کو نمایاں کامیابی ملی۔ مسلم لیگ نے ۴۹۵ مسلم نشستوں میں سے ۴۳۰ نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔

مولانا محمد صادق قصوری "تحریک پاکستان اور علمائے کرام" صفحہ ۳۲۷ پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے عام انتخابات میں کردار کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"صوبائی انتخابات میں حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی امیدوار کی حمایت میں طوفانی دورے کئے۔ ان کے اپنے حلقہ پنجاب اسمبلی گوجرانوالہ شمال میں مسلم لیگ کے امیدوار چوہدری صلاح الدین چٹھہ آف احمد نگر تھے جبکہ یونینسٹ پارٹی کی طرف سے مشمن برج وزیرآباد کے راجہ محمد عبداللہ خاں اور ایک آزاد امیدوار محمد یار الیکشن لڑ رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگی امیدوار کی ڈٹ کر حمایت کی اور اسے کامیاب وکامران کرایا۔ مسلم لیگی امیدوار نے ۸۷۲۲ ووٹ لے کر فتح ونصرت کے شادیانے بجائے جبکہ یونینسٹ امیدوار کو ۶۳۳۲ ووٹ ملے اور نامرادی اس کا مقدر ٹھہری حالانکہ اس نے تجوریوں کے منہ کھول رکھے تھے۔ آزاد امیدوار کو صرف چار ووٹ ملے اور ضمانت ضبط ہوگئی۔"

انہی الیکشن کے ایام میں ۹ تا ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ

میں جمعیت علمائے اسلام پنجاب کی ایک تاریخ ساز کانفرنس سنوسی ہند امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ لاثانی محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۴۱ء تا ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں اکابرین اہل سنت مثلاً حضرت پیر قبلہ سیّد خواجہ غلام محی الدین شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۱ء تا ۱۹۷۴ء)' مولانا سیّد ابوالحسنات قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۶ء تا ۱۹۶۱ء)' سیّد محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۶ء تا ۱۹۴۹ء)' مولانا عبدالحامد بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۸ء تا ۱۹۷۰ء)' خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۶ء تا ۱۹۸۱ء)' پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۲۲ء تا ۱۹۶۰ء)' سیّد علی شاہ سجادہ نشین حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لاہور' پیر سیّد محمد عباس کرمانی سجادہ نشین شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ' مولانا جمال میاں فرنگی' مولانا عبدالستار خاں نیازی کے علاوہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرکت کی اور اپنے ولولہ خیز وفکر انگیز خطاب سے نوازا۔

آل انڈیا سُنی کانفرنس (1946ء):

برصغیر کے مسلمانوں کے لئے "مسلم لیگ" کا وجود کسی طور پر نعمت عظمیٰ سے کم نہ تھا پھر بھی مختلف اوقات میں مذہبی' سیاسی' تعلیمی اور اصلاحی تنظیمیں قائم ہوتی رہیں چنانچہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۵ء کو "الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ" یعنی جمہور اسلامیہ کے نام سے ایک نئی تنظیم قائم کی گئی جسے بعد میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام دیا گیا۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں چار روزہ کانفرنس مارچ ۱۹۲۵ء میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں اس تنظیم کے قیام کا اعلان فرمایا۔ صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو پہلا ناظم اعلیٰ جبکہ حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اس کے صدر منتخب ہوئے۔ جلد ہی برصغیر پاک و ہند کے گوشے گوشے میں اکابرین اہل سنت نے اس تنظیم کی شاخوں کا جال پھیلا دیا۔ علماء و مشائخ نے ایک طرف اس کی تنظیم سازی مہم جاری رکھی تو دوسری طرف ہندو اور

کانگریسی نواز علماء کی چالوں اور ناکام حربوں کا مقابلہ جاری رکھا۔ قراردادِ لاہور کی منظوری کے بعد تنظیم میں شامل علماء کرام نے مسلم لیگ کی بھرپور حمایت جاری رکھی اور قیامِ پاکستان کے لئے خانقاہوں دینی مدارس کے اندر بڑے بڑے اجلاس منعقد کئے۔ مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے خود شمالی برصغیر کا دورہ کیا اور متعدد شہروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور دیہات میں جا کر تقاریر کیں۔ تنظیم کا نیا دستور تیار کیا اور اس کا نیا نام آل انڈیا سنی کانفرنس رکھ دیا گیا۔

۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۶ء تک مختلف شہروں میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے زیر اہتمام بڑے بڑے جلسے اور کانفرنسیں منعقد ہوئیں جن میں قابل ذکر مراد آباد' بدایوں' بنارس' اجمیر شریف' کانپور وغیرہ کے اجلاس اپنی مثال آپ تھے۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑا اجتماع ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں ''فاطماں باغ'' میں منعقد ہوا۔ اس ممتاز کانفرنس میں پانچ سو مشائخ عظام' سات ہزار علمائے کرام اور ایک کروڑ سے زائد سنی عوام نے شرکت کی۔ چار روز تک جاری رہنے والی کانفرنس کے تمام اجلاس کی صدارت حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے رہے۔

کانفرنس کا مرکزی نقطہ نظر تھا کہ پاکستان ہماری زندگی ہے اسے حاصل کرنا ازحد ضروری ہے اگر اس سلسلہ میں (خدانخواستہ) مسلم لیگ مطالبہ پاکستان سے دستبردار ہو جائے تو آل انڈیا سنی کانفرنس اس مطالبہ سے دستبردار نہیں ہوگی۔ کانفرنس کی مرکزی قرارداد یہ منظور ہوئی:

> ''آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور اپنا یہ فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی

میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر اس تنظیم کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ مختلف علاقوں میں تنظیم سازی کی اور تنظیمی امور کے معاملہ میں ہر قسم کی قربانی پیش کی۔ اس کی اکثر کانفرنسوں میں شرکت فرماتے رہے اور بنارس میں ہونے والی کانفرنس میں خصوصی طور پر اپنے رفقاء' شاگردوں کے ہمراہ وزیرآباد سے بنارس تشریف لے گئے۔ اپنے مفید مشوروں سے مستفیض فرمایا اور اپنے ولولہ انگیز خطاب سے عوام اہل سنت کے دلوں کو خوب گرمایا۔ ''اکابرین تحریک پاکستان'' کے صفحہ ۱۴۹ پر لکھا ہے:

''دوسرے مقررین کے علاوہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس بے مثال تاریخی اجتماع سے خطاب فرمایا اور دورانِ تقریر حضرت محدث اعظم کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۴ء تا ۱۹۶۱ء) کے ان الفاظ کی پرزور تائید وحمایت کی کہ پاکستان ایسا ملک ہوگا جس میں کسی خاندان یا کسی خاص شخص کی حکومت نہ ہوگی بلکہ اسلام کی حکومت ہوگی اور اسلامی اصولوں کی حکومت ہوگی جس میں کسی کا استحصال نہ ہوگا۔''

کیبنٹ مشن کی آمد (1946ء):

برطانیہ میں لارڈ ایٹلی نے وزارتِ عظمیٰ پر فائز ہونے کے بعد ہندوستان کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے وزراء کا ایک تین رکنی وفد جن میں لارڈ پیتھک لارنس وزیر ہند' سرسٹیفورڈ کرپس صدر تجارت بورڈ' اے وی الیگزینڈر لارڈ آف نیوی شامل تھے کو ہندوستان بھیجا۔ وفد ۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو دہلی پہنچا جس نے وائسرائے ہند کے علاوہ گورنروں اور سیاسی پارٹیوں کے قائدین سے ملاقاتیں کیں۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے راہنماؤں کے نظریات کو معلوم کیا۔ ۳ اپریل کو گاندھی سے ملاقات پر اس

نے کانگریس کو واحد نمائندہ جماعت قرار دیا اور تقسیم ملک کے خلاف دلائل دیئے۔ ۱۴ اپریل کو قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی آپ نے الگ ملک کا مطالبہ کیا۔ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر ۱۶ مئی کو مشن نے اپنے منصوبے کا اعلان کیا کہ ملک کو تقسیم کرنا مشکل بات ہے اور اپنی طرف سے کچھ تجاویز دیں جنہیں کانگریس نے قبول کرلیا مسلم لیگ نے مسترد کر دیا۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح کے حکم پر ملک بھر کے اندر جلسے جلوسوں کا پروگرام تشکیل دیا گیا۔ مسلم لیگی رہنماؤں نے جگہ جگہ پاکستان کے حق میں تقاریر کیں۔ اس ضمن میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی گرمجوشی کے ساتھ مختلف مقامات پر اجتماعات سے خطاب کیا اور لوگوں کو اصل صورتحال سے آگاہ کیا۔

اسی سلسلہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وزیرآباد غلہ منڈی میں ''مسلم لیگ کانفرنس'' کا اہتمام مئی ۱۹۴۶ء میں کیا۔ اس کانفرنس کی صدارت نوابزادہ رشید علی خاں (۱۹۰۶ء تا ۱۹۷۴ء) صدرسٹی مسلم لیگ لاہور نے کی۔ آپ اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے دن رات کام کرتے رہے' بڑا مثالی اجتماع تھا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خطاب کیا۔ اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد سے علاقہ میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔

راقم الحروف (ایم اے اسلامیات) جامعہ پنجاب میں زیرتعلیم تھا تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر جامعہ پنجاب کی منظوری سے مقالہ لکھ رہا تھا۔ انہی ایام میں ایک روز مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر حاضر ہوا تو آپ نے اس کانفرنس کا تفصیلی ذکر کیا کہ جب ہم قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نقطہ نگاہ کی کیبنٹ مشن کی آمد پر بھرپور طریقہ سے اشاعت کر رہے تھے تو علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے غلہ منڈی کے وسیع و عریض احاطہ میں بہت بڑا عظیم اور مثالی جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وزیرآباد آمد (11 جولائی 1946ء):

غلہ منڈی وزیرآباد میں ''مسلم لیگ کانفرنس'' کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے پروگرام ترتیب دیا کہ تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے وزیرآباد میں ایک عظیم الشان کانفرنس کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ تحریری طور پر حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو وزیرآباد تشریف لانے کی دعوت دی گئی جسے آپ نے قبول کرلیا۔

جلسہ کا اہتمام مرکزی جامع مسجد غوثیہ کے شمالی جانب واقع وسیع گراؤنڈ میں کیا گیا۔ یہ گراؤنڈ جامع مسجد سے ملحقہ اور مسجد کی ملکیت ہے۔ وزیرآباد نیشنل گارڈ کے سالار لالہ نذیر احمد نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زیرنگرانی اسٹیج بنایا اور جلسہ گاہ کے چاروں جانب نیشنل گارڈ کے نوجوان پہرہ دے رہے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لئے کئی روز سے تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مسلسل کئی دنوں سے وزیرآباد سے ملحقہ علاقوں میں جا کر لوگوں کو تیار کرتے تاکہ عوام جوق در جوق اس جلسہ میں شامل ہوں۔ استقبالیہ محرابیں بنائی گئیں جن میں ایک محراب جلسہ گاہ کے مرکزی دروازے پر جبکہ دوسری محراب جی ٹی روڈ نالہ پلکھو پل کے اوپر بنائی گئی تھی۔ استقبال کے لئے لوگ دو مقامات پر جمع ہوئے۔ ایک دریائے چناب کے پل پر کیونکہ قائداعظم گجرات کی طرف سے تشریف لا رہے تھے جبکہ ہزاروں لوگ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ نالہ پلکھو پل جی ٹی روڈ پر جمع تھے جب قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کار دریائے چناب کے قریب پہنچی تو آپ کی کار میں آپ کے ایک طرف راجہ صدیق اللہ خاں اور دوسری جانب سید تصدق

حسین ننگی تلواریں لے کر بیٹھ گئے۔ گرمیوں کا موسم اور انتہائی گرم دوپہر تھی پھر بھی ہزاروں افراد اپنے محبوب قائد کی آمد پر سڑکوں پر جمع تھے۔ ''تحریک پاکستان اور علمائے کرام'' میں محمد صادق قصوری رقمطراز ہیں:

''حضرت شیخ القرآن اور ان کے ساتھیوں نے قائداعظم کو چند گھنٹے وزیرآباد ٹھہرنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کرلی۔ حضرت شیخ القرآن اور عوام کے جم غفیر نے گرم ترین دوپہر کو نالہ پلکھو پر اپنے محبوب قائد کا انتظار کیا۔ تین بجے کے قریب قائداعظم کی کار نظر آئی تو فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ قائداعظم زندہ باد' پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں نے فضا میں ایک ارتعاش پیدا کردیا۔''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سیدھا جامع مسجد غوثیہ سے ملحقہ پنڈال جلسہ گاہ میں پہنچے جبکہ محترمہ فاطمہ جناح جو آپ کے ہمراہ تشریف لائی تھیں مثمن برج میں ٹکا امتیاز اللہ خاں کی حویلی میں عورتوں کے اجتماع سے خطاب کرنے کے لئے چلی گئیں۔ جلسہ عام کے اسٹیج پر حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا ظفر علی خاں اور نوابزادہ رشید علی خاں تشریف فرما تھے۔ خطبہ استقبالیہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا اور دورانِ تقریر قائداعظم کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس دوران قائداعظم نے تالیاں بجائیں۔ کئی ایسے لوگ ابھی بقید حیات ہیں جو اس جلسہ میں موجود تھے۔ راقم الحروف کو صوفی بابا عنایت اللہ جو اس جلسہ میں موجود تھے نے بتایا کہ جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ خطاب فرمارہے تھے تو وقفہ وقفہ سے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آہستہ تالیاں بجارہے تھے تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مزاح پیدا کرتے ہوئے فرمایا: حضرت قائداعظم آپ تالیاں نہ بجائیں آپ کے ہاتھ بڑے نرم و نازک ہیں جبکہ انگلیاں تو بہت

ہی نازک ہیں اس پر قائداعظم سمیت عوام ہنس پڑے اور قائداعظم پرزور انداز سے تالیاں بجانے لگے۔

حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عوام سے آدھا گھنٹہ خطاب فرمایا۔ وزیرآباد مسلم لیگ کے نوجوانوں کو خوب داد دی اور کامیاب اجتماع پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر آپ کو مبارک باد پیش کی۔ نظریہ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے اغراض و مقاصد عوام کے سامنے پیش فرمائے۔ آپ کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور نوابزادہ رشید علی خاں نے بھی خطاب کیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ استقبالیہ کے علاوہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ دورانِ جلسہ مخلص کارکن عبدالرحمٰن قریشی صدر اصلاحی کمیٹی ہاتھ والا پنکھا ہلاتے رہے تاکہ اسٹیج پر بیٹھے لوگوں کو گرمی محسوس نہ ہو۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ خطاب کے بعد مثمن برج میں ٹکا امتیاز اللہ خاں کی حویلی میں تشریف لے گئے جہاں آپ کے اعزاز میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔ کچھ دیر قیام کے بعد عوام نے اپنے محبوب لیڈر کو فلک شگاف نعروں کے درمیان رخصت کیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وزیرآباد تشریف لانا اور جامع مسجد غوثیہ سے ملحقہ میدان میں خطاب فرمانا اس سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ بے شمار مصروفیات کے باوجود وزیرآباد تشریف لائے۔ اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد سے پاکستان دشمن عناصر میں سراسیمگی پھیل گئی۔

آزمائش کی چند گھڑیاں:

ہے جن کے فیض قدم سے بہار صحن چمن
انہی کی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ خدا کی رضا کی خاطر سرگرم عمل ہوتے ہیں تو پھر

ان کا امتحان بھی لیا جاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی ظاہری حیات پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت اور بھی واضح نظر آتی ہے خصوصاً حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کی جان کے دشمن بن گئے۔ تحریک پاکستان کے دوران حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دن رات خوب سرگرم عمل رہے۔ وہ لوگ جو قیامِ پاکستان کے مخالف تھے وہ آپ کی کارکردگی کو دیکھتے تو محو حیرت ہو جاتے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وزیرآباد تشریف لانا' آپ کا مسلم لیگی امیدوار کی حمایت کرنا اور بھرپور کامیاب ہونا' وزیرآباد سے ملک دشمن عناصر کو جب ان کے حربے ناکام ہوتے ہوئے نظر آنے لگے تو ایسے لوگوں نے آپ کو بدنام کرنے کی ایک چال چلی۔

وزیرآباد سے ایک عورت کو اس مقصد کے لئے تیار کیا گیا اور اسے کچھ رقم دی گئی کہ صبح نو' دس بجے کے قریب جب حضرت شیخ القرآن مسجد کے بالائی کمرے میں تشریف فرما ہوتے ہیں اوپر جا کر شور مچانا کہ میری عزت پر حملہ کیا گیا ہے۔ ہم لوگ نیچے سے اوپر آ جائیں گے۔ چنانچہ منصوبہ کے تحت عورت نے سیڑھیاں چڑھ کر سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر شور مچانا شروع کر دیا۔ حسن اتفاق سے مسجد سے ملحقہ سٹی تھانہ کا ایس ایچ او اس وقت آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عورت کے شور مچانے پر ایس ایچ او اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کمرے سے باہر نکلے تو عورت کو شور مچاتے ہوئے دیکھا۔ عورت یہ منظر دیکھ کر پریشان ہو گئی کہ ساری تدبیریں الٹی ہو گئی ہیں۔ جب بھاگنے لگی تو ایس ایچ او نے پکڑ لیا اور سارا معاملہ جاننے پر اپنے ساتھ تھانہ میں لے گیا۔ یہ بات سچ ہے کہ

دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست

تحریک پاکستان عروج پر ہے اور منزل جب قریب آتی نظر آنے لگی تو قائدین کی زندگیوں کو گل کرنے کی سازشیں تیار ہونے لگیں مگر

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ ایک روز آپ حسب معمول صبح کی سیر کے لئے نالہ پلکھو کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک شخص نے آپ کو للکارا۔ آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص کھیتوں میں سے نکل کر آپ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ آپ فرماتے فوراً میرے دل میں خیال گزرا کہ اگر اس کے ہاتھ میں چاقو وغیرہ ہے تو پھر میں اس پر غالب آ جاؤں گا۔ اگر پستول ہے تو معاملہ الٹ ہو گا۔ جونہی وہ شخص کھیتوں سے نکل کر سامنے آیا اور ہوا کے اندر اس نے خنجر لہرایا تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے کھیتوں سے مٹی کے ٹکڑے اٹھا کر اس کی طرف پھینکتے گئے اور خود آگے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس شخص کے شور اور للکارنے کی آواز سن کر قریبی بستی منسی پورہ کا ایک سکھ ادھر آ نکلا۔ وہ بھی اس شخص کی طرف بھاگا تو نامراد خنجر لہراتا ہوا دوبارہ کھیتوں میں روپوش ہو گیا۔ یوں یہ قاتلانہ حملہ ناکام ہو گیا کیونکہ

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

دشمنانِ تحریک پاکستان کی اس گھٹیا حرکت پر آپ پہلے سے بھی بڑھ کر زیادہ جوش و خروش سے قیامِ پاکستان کے لئے کوششیں کرنے لگے اور مخالفین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ کے عروج و کمال کو دیکھتے ہوئے کچھ لوگ تو رشک کرنے لگے اور کچھ حاسدین حسد کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیور اور خوددار طبیعت کا مالک بنایا تھا۔ آپ کبھی کسی سے مرعوب نہ ہوئے۔ مسجد کی انتظامیہ نے جب کوشش کی کہ آپ کو مسجد سے فارغ کر دیا جائے آپ نے مسجد کی تنظیم کو توڑ دیا اور بغیر کسی وظیفہ و تنخواہ کے مسجد کی خدمت کرنے لگے۔ قیامِ پاکستان سے لے کر وصال تک قطعاً

کوئی تنخواہ انتظامیہ سے نہ لی۔

ایک موقع پر چند لوگوں نے مشہور کر دیا کہ اس جمعۃ المبارک کو ہم ہزاروی صاحب کو مسجد سے فارغ کر دیں گے۔ جمعہ کے روز حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ آپ کا محبوب ترین موضوع تھا۔ مسجد غوثیہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ ملحقہ گراؤنڈ اور سٹی تھانہ کے صحن میں بھی لوگ جمع تھے۔ دورانِ تقریر ہر طرف سے نعروں کی آوازیں آنے لگیں۔ مسجد غوثیہ فلک شگاف نعروں سے گونجنے لگی۔ صوفیاء آپ کی تقریر پر رقص کرنے لگے۔ مجمع پر وجد طاری تھا۔ اچانک آپ نے تقریر ختم کرتے ہوئے فرمایا: آج کچھ احباب ایک خاص مقصد کے تحت مسجد میں جمع ہیں میں ان سے کہتا ہوں کہ کھڑے ہو کر کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیں آپ نے دو تین بار اعلان کیا تو ان احباب نے آپ سے معذرت کر لی اور آپ کی تعریف کرنے لگے۔

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد آپ کی ناموس پر ایک اور حملہ ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

''رات کو میں نے خواب دیکھا سفید رنگ کی قمیص اور تہمد باندھ رکھا ہے لیکن تہمد پر ایک جگہ خون لگا ہوا ہے۔ میں بڑا پریشان ہوا کہ یہ خون کہاں سے لگ گیا ہے؟ اتنے میں حضرت خواجہ گوہر الدین اویسی جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھتا ہوں۔ وہ آ کر میرے تہمد کو پکڑ کر دھو دیتے ہیں حتیٰ کہ خون صاف ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ مولانا فکر کی کوئی بات نہیں ہے میں نے گندگی دھو دی ہے۔''

صبح بیدار ہونے پر آپ یہ سارا معاملہ اور خواب کی تعبیر سمجھ گئے۔ دوسری جانب بعض حاسدین نے محلہ میانی کی ایک بدمعاش عورت کو رقم دے کر تیار کیا کہ تم

علامہ ہزاروی کے کمرے میں جانا اور کہنا کہ میں تعویذ لینے آئی ہوں۔ وہاں شور مچانا ساتھ ہی پولیس اسٹیشن میں کچھ پولیس والوں کو بھی رقم دے کر تیار کرلیا گیا۔ یہ لوگ آواز سنتے ہی فوراً مسجد کے بالائی حصے میں پہنچ جائیں گے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جو بذریعہ خواب معاملہ کو سمجھ گئے تھے اپنے کمرہ میں تشریف فرما ہوئے اور نظریں مسجد کے دروازے کی طرف رکھیں۔ اس وقت مسجد کی سیڑھیاں مسجد کی جنوبی دیوار کے ساتھ اوپر سے کھلی تھیں۔ جونہی ایک عورت اکیلی سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگی آپ جلدی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے چلے آئے اور عورت کو نیچے ہی روک لیا اور پوچھا کہ کیوں آئی ہو؟ جواب دیا کہ تعویذ لینے آئی ہوں۔ فرمایا: اکیلی کیوں آئی ہو ساتھ کسی کو لے کر آؤ۔ اس نے بہانے شروع کر دیئے۔ فرمایا: سچ سچ بتا تجھے کس نے بھیجا ہے؟ جب دو تین بار دبدبہ و رعب سے پوچھا اور اسے جھڑکا تو عورت بولی کہ مجھے فلاں لوگوں نے پچاس روپے کے عوض اس کام کے لئے بھیجا ہے اور ساتھ ہی معافی بھی مانگنی شروع کر دی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے کمال عفو و درگزر کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اسے معاف فرما دیا اور آئندہ ایسے کام نہ کرنے کا پختہ وعدہ لیا۔

تحریک سول نافرمانی اور گرفتاری (جنوری 1947ء):

صوبائی انتخابات میں صوبہ پنجاب میں مسلم لیگ کو مسلم نشستوں ۸۶ میں سے ۷۵ پر کامیابی حاصل ہوئی جبکہ کانگریس ۵۱، اکالی ۲۲، یونینسٹ ۲۰ اور آزاد امیدوار کامیاب ہوئے۔ یونینسٹ کے چار اور چھ آزاد امیدوار مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ یوں اصولی طور پر مسلم لیگ کو صوبہ پنجاب میں حکومت بنانی تھی مگر پنجاب کے گورنر مسٹر گلینسی نے مسلم دشمنی اور ہندو نواز ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا اور اکثریتی پارٹی کو حکومت بنانے کی دعوت دینے کی بجائے کانگریس، اکالی اور یونینسٹ پارٹی کو جوڑ کر یونینسٹ پارٹی کے خضر حیات ٹوانہ کو حکومت بنانے کی دعوت دے دی۔ چنانچہ خضر حیات نے گورنر گلینسی

کی مہربانی سے وزارت تو بنالی مگر وزارت کو کامیابی سے چلا نہ سکا اور ایک سال کے اندر وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔

خضر حیات ٹوانہ کی وزارت بنتے ہی صوبہ پنجاب میں تحریک سول نافرمانی شروع ہوگئی۔ جگہ جگہ ہنگامے ہونے لگے' جلوس نکلنے لگے' حکومت کے خلاف بڑے بڑے جلسے منعقد ہوئے۔ متعدد شہروں میں کرفیو نافذ کرنا پڑا۔ دھڑا دھڑ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔

اس تحریک کے دوران مرکزی جامع مسجد غوثیہ وزیرآباد میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ وزیرآباد شہر کے کچھ حصوں میں کرفیو لگا ہوا تھا۔ دورانِ جلسہ لوگ مسجد سے اٹھ کر اندر باہر آ جا رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے لاؤڈ سپیکر پر فرمایا کہ شہر میں کرفیو لگا ہوا ہے اور لوگ مسجد سے باہر نکل رہے ہیں۔ ہم حکام بالا سے ایس ایچ او کی شکایت کریں گے کہ وہ صحیح طور پر فرائض سرانجام نہیں دے رہا۔ اس پر ایس ایچ او تھانہ سٹی نے ایک رقعہ آپ کے نام بھیجا کہ ہم لوگوں کو آپ کا مرید سمجھ کر رعایت دے رہے ہیں اب اگر کوئی شخص مسجد سے باہر نکلا تو گولی مار دی جائے گی۔ یوں آپ نے اپنی حاضر دماغی اور بصیرت سے جلسہ جو بدنظمی کا شکار تھا بڑے احسن انداز میں کامیابی سے ہمکنار کیا۔

تحریک سول نافرمانی کا آغاز لاہور سے ہوا۔ اس تحریک کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جس قدر اس تحریک کو دبایا گیا یہ اتنی ہی تیزی سے ابھری Voice of Islam کے مطابق منگل ۲۸ جنوری کو ایک ہزار مسلمان سول نافرمانی کرتے ہوئے گرفتار ہوئے جبکہ پانچ لاکھ سے زائد افراد اس تحریک میں شامل ہوئے۔

۲۷ جنوری بروز سوموار بعد نماز مغرب جامع مسجد میں اجلاس ہوا جس میں وزیرآباد کی مقتدر شخصیات شامل ہوئیں اور فیصلہ ہوا کہ جمعہ کے روز جامع مسجد غوثیہ سے

فقید المثال جلوس حکومت کے خلاف نکالا جائے گا۔ اسی رات گرفتاریوں کا سلسلہ چل نکلا۔ چنانچہ اس رات کو ضلع گوجرانوالہ میں سب سے پہلے آپ کو ڈیفنس آف انڈیا رولز ایکٹ نمبر ۳ کے تحت گرفتار کیا گیا۔ گورنر پنجاب ڈگلس گلینسی نے آپ کو باغی قرار دیا۔ یہ رات آپ نے صدر تھانہ وزیر آباد میں گزاری۔

۲۸ جنوری کو ضلع گوجرانوالہ میں اٹھارہ افراد کو گرفتار کیا گیا جن میں وزیر آباد سے نو افراد گرفتار ہوئے جن میں مرزا بشیر احمد خاں' کامریڈ عبداللطیف' چوہدری محمد اقبال' شیخ عطاء اللہ' بابو غلام محمد' ایم سلیم چشتی صدر مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن' خان عبدالرحمٰن' شیخ محمد نعیم ایڈووکیٹ اور ذکا امتیاز اللہ شامل تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے گرفتار ہونے کی خبر علاقہ بھر میں پھیل گئی۔ علی الصبح ہزاروں کی تعداد میں لوگ صدر تھانہ وزیر آباد پہنچنا شروع ہو گئے۔ بعد نمازِ عصر آپ کو ایک جیپ میں سوار کیا گیا ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ جانے کے لئے جیپ چلی تو ہزاروں افراد سڑک پر لیٹ گئے اور نعرے بلند ہونے لگے۔ لوگ آپ کی گرفتاری پر احتجاج اور رہائی کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس پر ایس ایچ او نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ خود لوگوں کو منتشر ہونے کو کہیں بصورتِ دیگر ہمیں لاٹھی چارج کرنا پڑے گا۔ اس صورتحال پر آپ جیپ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں سے مختصر خطاب کرتے ہوئے منتشر ہونے کی اپیل کی۔ چنانچہ آپ کو یہاں سے گوجرانوالہ جیل میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ ایک ماہ تک اسیری کے ایام گوجرانوالہ جیل میں گزارے۔

آپ کے ہمراہ وزیر آباد سے گرفتار دیگر افراد کو بھی اسی جیل میں رکھا گیا۔ ایم سلیم چشتی جو آپ کے انتہائی عقیدت مند تھے دورانِ اسیری آپ کی خدمت کرتے رہے۔ اسی دوران ۴ فروری کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک موقع آیا تو جیل کے اندر ہی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے یومِ میلاد منایا اور ... احباب نے مل کر سرکارِ

دو عالم ﷺ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کیا۔

تحریک سول نافرمانی پورے صوبہ میں اس قدر تیزی سے پھیلی کہ حکومتی مشینری بوکھلا گئی۔ پرامن مظاہرین پر آنسو گیس' لاٹھی چارج ہونے لگا۔ جگہ جگہ مظاہرے ہوئے۔ پولیس کی تشدد آمیز کاروائیاں دن بدن بڑھتی گئیں۔ چنانچہ روزنامہ ڈان نے جلی حروف میں یہ خبر شائع کی۔

"Unprecedented Agitation all over Punjab."

یہ تحریک ۳۴ روز بعد کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ خضر وزارت کے خاتمہ پر ہندو سکھ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے اور جگہ جگہ فسادات شروع ہو گئے جو بالآخر قیامِ پاکستان کا سبب بنے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ماہ بعد گوجرانوالہ جیل سے رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد وزیرآباد آمد پر آپ کا اہل وزیرآباد نے فقید المثال استقبال کیا۔

قیامِ پاکستان اور مہاجرین کی آبادکاری:

آپ کی جیل سے رہائی کے وقت تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی۔ ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو برطانیہ کے وزیراعظم لارڈ ایٹلی نے اعلان کیا کہ جون ۱۹۴۸ء تک ہندوستان کو تقسیم کر دیا جائے گا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن مارچ ۱۹۴۷ء میں بحیثیت وائسرائے ہند دہلی پہنچا اور تقسیم ہند کا ایک نیا منصوبہ تیار کیا۔ بالآخر ۳ جون ۱۹۴۷ء کو ریڈیو سے خطاب کرتے ہوئے واضح کر دیا کہ یہ تقسیم جون ۱۹۴۸ء کی بجائے اسی سال کی جائے گی۔ ۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہند کا منصوبہ برطانوی پارلیمنٹ میں منظوری کے لئے بھیج دیا گیا جسے پارلیمنٹ نے ۱۸ جولائی کو منظور کر لیا اور یوں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشہ پر معرضِ وجود میں آیا۔

مارچ تا اگست ۱۹۴۷ء تک حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کے کئی ایک اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ مولانا ظفر علی خان' علامہ علاؤ الدین صدیقی سابق

وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی اور سرفراز خان نون کے ہمراہ لاہور، ٹوبہ ٹیک سنگھ، بمبئی اور کلکتہ میں مسلم لیگ کے بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کا اجتماع اپنی مثال آپ تھا۔

قیامِ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی ہندوؤں اور سکھوں نے ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا۔ وزیر آباد میں ہندوؤں کے عزائم کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خاک میں ملا دیا۔ آپ کی درخواست پر پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲ عدد رائفلیں وزیر آباد بھیج دیں۔ آئے دن ہندو اہل وزیر آباد کو تنگ کرتے۔ ایک ہندو نے مسلم عورت کے سینہ میں گولی ماردی وہ موقع پر ہی ہلاک ہوگئی۔ اس واقعہ سے شہر کے اندر خوف کی فضا پھیل گئی۔ مسلمانوں کے اندر اشتعال پیدا ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کی راہنمائی فرمائی اور دورانِ خطاب لوگوں کو خوب جوش دلایا۔ ہندو اور سکھ جو آئے دن فتنہ و فساد برپا کرتے تھے موجودہ گورنمنٹ مولانا ظفر علی خان ڈگری کالج وزیر آباد کے بالمقابل گوردوارے میں چھپ گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے نیشنل گارڈ اور مسلم لیگی نوجوانوں کے ہمراہ اس گوردوارے کا محاصرہ کر لیا اور ہندوؤں و سکھوں کو گوردوارہ خالی کرنے کا حکم دیا مگر ہندوؤں نے فائر کھول دیئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آئے ہوئے نوجوانوں نے ایک سو سے زائد مٹی کے تیل کے کنستر گوردوارے پر ڈال کر آگ لگا دی۔ آپ نے نوجوانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے فائر کھولا پھر ہر طرف سے آگ اور گولیاں برسنے لگیں۔

یہ سلسلہ جو سرِ شام شروع ہوا تھا رات گیارہ بجے تک جاری رہا۔ گوردوارے کی عمارت مکمل طور پر جل گئی جو آج تک جلی ہوئی حالت میں موجود ہے۔ اس واقعہ سے وزیر آباد میں ہندوؤں اور سکھوں کا زور ٹوٹ اور فتنہ انگیزیاں ختم ہوگئیں۔ اس روز جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لائے تو آپ کا لباس خون سے تر تھا۔

قیامِ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی ہندوستان کی طرف سے مہاجرین کی آمد شروع ہو گئی۔ یہ لوگ پاکستان کی خاطر اپنے وطن کی قربانی دے کر آ رہے تھے۔ مہاجرین کے قافلوں پر ہندوؤں اور سکھوں نے حملے شروع کر دیئے۔ گولیاں چلائیں، عورتوں اور بچوں کو اغوا کر لیا۔ بڑی بے دردی سے بچوں کے سامنے ان کے والدین کو قتل کیا جانے لگا۔ عورتوں کی عصمتوں کو تار تار کیا جانے لگا۔ ایسے دردناک واقعات رونما ہوئے کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ بے سروسامانی کے عالم میں آنے والے مہاجرین کی آبادکاری حکومت پاکستان کے لئے سب سے بڑا مسئلہ تھی۔ ان کی خوراک، رہائش، لباس اور ادویات کا انتظام کرنا حکومت کے ذمہ تھا لیکن نومولود حکومت اس عظیم بوجھ کو اٹھانے سے قاصر تھی۔ اس موقع پر اہل ثروت حضرات نے حکومت کا ساتھ دیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مہاجرین کی آبادکاری کے لئے انتھک کام کیا۔ آپ تحصیلدار اور تھانیدار کے ہمراہ شہر کا گشت لگاتے اور خالی مکانوں کو مہاجرین میں تقسیم فرماتے۔ اس قیامت صغریٰ کے موقع پر بعض لوگوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا اور اسی لوٹے ہوئے مال کی وجہ سے آج اپنی دولت پر گھمنڈ کرتے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے پرخلوص انداز سے یہ خدمت سرانجام دی اپنے بیگانے سبھی اس کے معترف ہیں۔ جمعہ کے اجتماع میں لوگوں سے چندہ کی اپیل کی جاتی۔ جمع شدہ رقم مہاجرین میں تقسیم ہوتی تھی۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ بھی دیال گڑھ ضلع گورداسپور سے ہجرت کر کے وزیر آباد آئے تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے مکان سے قریب ہی ایک مکان رہائش کے لئے دیا جہاں آپ کچھ عرصہ قیام پذیر رہے۔

قیامِ پاکستان کے دوران آپ جس پرخلوص انداز میں مہاجرین کی خدمت

میں مصروف تھے ہندوؤں اور سکھوں کی چھوڑی ہوئی اشیاء پوری دیانت داری سے مہاجرین میں تقسیم کر رہے تھے آپ کی اس امانت و دیانت کے غیر مسلم بھی معترف تھے۔ مشن بازار میں بنک جو بعد میں بنک آف بہاولپور بنا جہاں کچھ عرصہ قبل نیشنل بنک کی شاخ تھی کا سکھ منیجر بنک کے سیف کی چابیاں آپ کے پاس رکھوا گیا۔ آپ نے اسے جلدی واپس آنے کی تاکید کی مگر وہ نہ آیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایس ایچ او تھانہ سٹی نے بنک کے سیف پر قبضہ کر لیا اور آپ کے پاس آیا اور تفتیش کے بہانے آپ سے سیف کی چابیاں حاصل کر لیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ افسرانِ بالا پوچھیں کہ ایک غیر سرکاری آدمی کے پاس سیف کی چابیاں کیوں ہیں۔ اس نے سیف میں موجود تمام رقم خرد برد کر لی۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات (1948ء):

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۸ء کے آغاز میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کراچی میں بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور آپ سے مطالبہ کیا کہ ملک پاکستان کا دستور کتاب وسنت کے مطابق تیار کیا جائے اور علماء ومشائخ اہل سنت کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کے مطابق اس ملک میں فقہ حنفی کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔ دیگر اسلامی ممالک کی طرح یہاں بھی وزارتِ مذہبی امور کا الگ محکمہ قائم کیا جائے۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے علماء ومشائخ عظام کے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا جیسا کہ ان علماء نے تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا تھا۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر آپ کو بے حد دکھ ہوا۔ وصال کی خبر سنتے ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دیر تک یہی کیفیت طاری رہی۔ اکثر فرماتے تھے کہ مجھے اپنی زندگی میں رشتہ داروں کے علاوہ اگر کسی کی موت پر سب سے زیادہ رونا آیا وہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہے۔

کشمیر میں جنگ اور خدمات:

ہندوؤں اور سکھوں نے پاکستان کے قیام کو دل سے تسلیم نہ کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان دوبارہ ہندوستان میں شامل ہو جائے۔ اس مقصد کے لئے ہندوؤں نے اپنے عزائم کو پورا کرنے کے لئے شروع دن سے قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ کشمیر پر زبردستی قبضہ کر لیا اور نہتے کشمیریوں پر حملہ آور ہوئے۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے کچھ عرصہ بعد ہی کشمیر میں جنگ چھڑ گئی۔ پاکستانی عوام نے اپنے کشمیری بھائیوں کی بھرپور مالی مدد کی اور اس مشکل وقت میں اپنے کشمیری بھائیوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ہندوستان کو جب اس محاذ پر کامیابی نظر نہ آئی تو اس مسئلہ کو اقوامِ متحدہ میں لے گیا۔ چنانچہ آج تک ہندوستان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کشمیر پاکستان اور بھارت کے درمیان وجہ تنازع بنا ہوا ہے اور یہ مسئلہ دن بدن پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔

کشمیر میں جنگ چھڑنے پر علماء کرام نے بھی بھرپور طریقہ سے اپنے کشمیری بھائیوں سے تعاون کیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کی تنظیم سازی کے بعد علماء باقاعدہ طور پر جہادِ کشمیر میں شامل ہوئے۔ ملک کے طول و عرض میں علماء اہل سنت نے جہادِ کشمیر کے موضوع پر خطابات کئے اور لوگوں کو ہر حال میں جہادِ کشمیر میں بھرپور کردار ادا کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس جہاد میں عملی طور پر شرکت کی۔ کشمیری بھائیوں کی مالی امداد فرمائی۔ چندہ جمع کیا اور خود محاذ پر جا کر اسے تقسیم فرمایا۔ حضرت مولانا سیّد ابوالحسنات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جہادِ کشمیر کے لئے فعال کردار ادا کیا۔ جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے ۷ مئی ۱۹۴۸ء کو یومِ شریعت منانے کا اعلان کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ جہادِ کشمیر کے لئے چندہ جمع کیا جانے لگا۔ اس سلسلہ میں جمعیت کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا گے۔ وزیر آباد میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے موقع پر اہل کشمیر کے لئے چندہ کی اپیل کی۔ خاطر خواہ رقم جہادِ کشمیر کے لئے

جمع ہوئی۔ لاہور مسجد وزیر خاں میں مرکزی جلسہ ہوا۔ مولانا سیّد ابوالحسنات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اور صدر کشمیر سردار محمد ابراہیم نے خطاب کیا۔ اس موقع پر دس ہزار روپے جہادِ کشمیر کے لئے جمع ہوئے۔ صدر سردار محمد ابراہیم کی خواہش پر کہ مجاہدین کو جیپ کاروں کی ضرورت ہے تو دو عدد جیپ خرید کر ایک جلوس کی شکل میں لاہور سے کشمیر روانہ کی گئیں۔ متعدد علمائے کرام اس جلوس کے ہمراہ تھے۔ یہ جلوس مختلف مقامات پر قیام کے بعد وزیر آباد مرکزی جامع مسجد غوثیہ پہنچا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جو ان دنوں بیمار تھے باوجود بیماری کے اس جلوس کا استقبال کیا۔ علماء کرام و شرکائے جلوس نے نمازِ ظہر جامع مسجد غوثیہ میں ادا کی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہدین کے لئے مالی امداد قائدین کے سپرد کی۔ حضرت مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ ''تعارف جمعیت علمائے پاکستان'' صفحہ ۲۶ پر اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

> ''لاہور سے روانہ ہو کر یہ قافلہ گوجرانوالہ پہنچا۔ وہاں سے وزیر آباد میں حضرت ابوالحقائق مولانا محمد عبدالغفور صاحب نائب صدر جمعیت علمائے پاکستان سے ملے۔ ممدوح وجع المفاصل کی وجہ سے نشست برخاست میں متکلف تھے لیکن جذبات دِرونی میں بہت تندرست چنانچہ آپ نے نہایت مسرت کا مظاہرہ فرمایا۔''

۲۶ دسمبر ۱۹۴۸ء اتوار صبح دس بجے بیرونِ موچی دروازہ لاہور میں جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے جہادِ کشمیر کے لئے عظیم الشان جلسہ ہوا۔ دیگر علماء کرام کے علاوہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی اس جلسہ میں شریک ہوئے اور خطاب فرمایا۔ اس جلسہ کے موقع پر مجاہدین کشمیر کے لئے مزید چار جیپ کاریں روانہ کی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں تین ٹرک سامان جس میں زیادہ تر ادویات اور کھانے کا سامان تھا ایک قافلہ کی صورت میں لاہور سے کشمیر کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں تمام شہروں سے علماء کرام نے

اپنے اپنے شہروں کی طرف سے جمع کردہ سامان بھی دیا۔ وزیر آباد سے بھی جمعیت کے زیر اہتمام جمع شدہ امداد برائے مجاہدین کشمیر جلوس کے ہمراہ کشمیر روانہ کی گئی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد بار کشمیر کا دورہ فرمایا اور مختلف مقامات پر مجاہدین سے خطاب فرمایا۔ مجاہدین کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔ اسی دوران جب تقسیم کشمیر کا اعلان ہوا تو علمائے کرام کے درمیان تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ اس سلسلہ میں ۵ مارچ ۱۹۴۹ء بروز اتوار موچی دروازہ لاہور میں جمعیت کے زیر اہتمام کانفرنس کا اہتمام کیا گیا جس کی دو نشستیں ہوئیں اور پھر بعد میں پریس کانفرنس سے علماء کرام نے خطاب فرمایا۔ جمعیت کی اپیل پر ۱۵ اپریل ۱۹۴۹ء بروز جمعۃ المبارک یومِ کشمیر منایا گیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جمعۃ المبارک پر خطاب فرماتے ہوئے اس بات کی پرزور تردید کی کہ ہمیں کشمیر کی تقسیم کسی صورت منظور نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک قرارداد منظور کی جس کا متن حسب ذیل تھا:

''نوابزادہ لیاقت علی خاں وزیراعظم پاکستان اور ظفر اللہ خاں وفاقی وزیر پاکستان کے ان اعلانات کی پرزور تائید کرتے ہیں جو انہوں نے بارہا واضح الفاظ میں کہا کہ تقسیم کشمیر ہرگز ہرگز نہیں ہوگی۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ حصولِ کشمیر کے لئے پاکستان کا ہر مسلمان جانی و مالی قربانی کے لئے آپ کے اشارہ پر ہر وقت تیار ہے۔ آپ حضرات سے قوی امید رکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں قومی جذبات کا احترام کریں گے، کسی قسم کی کوئی لچک نہیں دکھائیں گے۔ انگریز اور ہندوؤں کے ہر حربے سے ہوشیار رہیں گے۔ اپنے دامن کو داغدار نہ ہونے دیں گے اور جذبات عامہ کو تقسیم کی ضرب کاری سے محفوظ رکھیں گے۔''

کشمیر میں ظلم و تشدد کا بازار گرم رہا۔ عوام و علماء نے اپنے اپنے مقام پر

کشمیریوں کی بھرپور مدد کی۔ کشمیر تو دو حصوں میں منقسم کر دیا گیا اور یہ معاملہ آج تک حل نہ ہو سکا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بحیثیت صدر جمعیت علمائے پاکستان بھی کشمیر کی آزادی کے لئے تشکیل پانے والی تنظیم ''المجاہد'' کی بھرپور امداد فرمائی۔ اس سلسلہ میں روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۰ فروری ۱۹۶۹ء کی اشاعت میں آپ کا ایک بیان شائع ہوا:

ایک بیان میں جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی نے کہا کہ کشمیر کے مسلمانوں کی دادرسی اور آزادی کشمیر کے لئے جمعیت نے ہر دور میں بھرپور تعاون کیا ہے۔ کشمیر کی پہلی جنگ میں عوام کے تعاون سے اس سلسلے میں عملی اقدامات کئے گئے اور مجاہدین کی عملی و مالی امداد کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت آئندہ بھی ہر ممکن حمایت و تعاون کرتی رہے گی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اب کشمیریوں کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ اپنے حقوق کے لئے خود کوشش کریں۔ انہوں نے کہا کہ ''المجاہد'' کا قیام حالات کے عین مطابق ہے اور جمعیت اس تنظیم کی مکمل حمایت کرتی ہے۔ انہوں نے پاکستانی عوام سے اپیل کی کہ وہ المجاہد کی دل کھول کر مالی امداد کریں۔''

جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل (جون 1948ء):

قیامِ پاکستان کے بعد علماء و مشائخ اہل سنت جو تحریک پاکستان میں پیش پیش تھے کہ پاس اپنا کوئی علیحدہ سیاسی پلیٹ فارم نہ تھا۔ شروع سے ہی مسلم لیگ کی تائید و حمایت کرتے رہے اور مسلم لیگ میں شامل رہے اور دوسروں کو شمولیت کی دعوت دیتے رہے۔ ۱۹۴۳ء میں جمعیت علمائے اسلام کے نام سے تنظیم قائم کی گئی۔ اس تحریک نے قیامِ پاکستان کے لئے کوششیں کیں مگر نیرنگی سیاست نے یوں نقشہ تبدیل کیا کہ وہ علماء

جو پاکستان کے مخالف تھے یعنی گاندھی پرست علماء نے اس تنظیم پر قبضہ جما لیا۔ ان حالات میں علماء و مشائخ اہل سنت یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ان کی اپنی الگ سیاسی جماعت ہو۔ چنانچہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی جگہ جمعیت علمائے پاکستان کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت غزالی زماں مولانا سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں مرکزی کردار ادا کیا اور انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر علماء و مشائخ اہل سنت کو جمع کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط لکھا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

یہ امر آپ جیسے صاحبِ بصیرت سے مخفی نہیں کہ اس دور پرآشوب کے حالات و واقعات امت مسلمہ کے لئے خطرناک سے خطرناک ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہر ایک قوم و جماعت ان ہولناکیوں کو محسوس کرتے ہوئے امن سے تحفظ اور اپنی عزت و بقا کی کوششوں میں سر دھڑ کی بازی لگا رہی ہے لیکن ہم اہل سنت نے ایسے حالات کی نزاکت کا احساس نہ کبھی پہلے کیا اور نہ آج اس کی طرف ہماری توجہ ہے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں بیداری کی لہر دوڑ گئی مگر ہم ویسے ہی خوابِ غفلت میں مدہوش ہیں۔ سوئے اتفاق سے کبھی مجتمع ہوئے بھی تو متفرق ہونے کے لئے ملے تو جدا ہونے کے واسطے۔ اس کے برعکس اغیار نے ہمیشہ موقع شناسی سے کام لیا۔ حالات کی رفتار کا گہری نظر سے اندازہ کیا اور جو قدم اٹھایا برمحل اور مقتضائے حال کے مطابق اٹھایا۔ چنانچہ ان کی وہ مشہور شخصیتیں اور جماعتیں جو اب سے تقریباً دو سال قبل تک نظریہ پاکستان اور اس کے قیام کی شدید ترین مخالفت کرتی رہیں اور آج قیامِ پاکستان کے بعد بھی ان جماعتوں کے بیشتر افراد پاکستان کی مخالفت ہی کئے جاتے ہیں۔ بایں ہمہ ان کی دورخی پالیسی اور موقع شناسی برابر کارفرما ہے۔ جب انہیں قیامِ پاکستان کا یقین ہو چلا تو انہوں نے حیرت انگیز طور پر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور کچھ ایسا اثر و رسوخ پیدا کیا کہ ان کا ہر ایک فرد ایک ہی جست

میں منصب دستور پر فائز المرام ہو کر پاکستان کی اسمبلی پر بھی چھا گیا دوسری طرف انہی جماعتوں کے پیش بنی کے ماتحت تحفظ و دفاع پاکستان اور اس کی حمایت کا ریزولیشن پاس کر کے اعلان کر دیا کہ ہمارے سابقہ اختلافات ختم ہو گئے۔ اب ہم جماعتی طور پر پاکستان کی پوری حمایت اور اس کے واسطے ہر ممکن قربانی دیں گے اور اس طرح یہ لوگ حکومت پاکستان کی نظر میں سرمہ چشم بن کر سما گئے اور اب پاکستان میں آئین شرعیہ کے نفاذ کے مطالبہ کی آوازیں بلند کر کے عامۃ المسلمین سے بھی خراجِ تحسین وعقیدت حاصل کر رہے ہیں۔ ہر چند کہ یہ مذکورہ مطالبہ نہایت مستحسن ہے لیکن اس پردہ میں ان کے وہ اغراض و مقاصد بھی کارفرما ہیں جو نہ صرف اہل سنت کے مفاد بلکہ ہمارے وجود کو فنا کر دینے والے ہیں۔

ان حالات کے باوجود ہم ہیں کہ اسی خوابِ خرگوش میں خراٹے لے رہے ہیں۔ ہمارے انتشار کا آج بھی وہی عالم ہے جو پہلے تھا نہ ہم پہلے کچھ تھے نہ آج کسی شمار میں ہیں حالانکہ بفضلہٖ تعالیٰ عامۃ المسلمین میں ہماری اکثریت ہے پھر بھی ہمارا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس سے بڑھ کر ہماری بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے۔ ادھر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم نے ہمیشہ مسلم لیگ کی حمایت کی اس کا ساتھ دیا اور قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ جانی و مالی قربانیوں میں کوئی دریغ نہ کیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اپنوں اور بیگانوں کی شدید مخالفتوں کے باوجود پاکستان میں جس کا قیام ہماری قربانیوں کا نتیجہ ہے ہمیں کوئی امتیاز و وقار حاصل نہیں۔ نہ ہماری خدمات کا کوئی نتیجہ بلکہ ہمارا مذہب و مسلک، جان و مال، عزت و آبرو سب کچھ شدید ترین خطرات میں محصور نظر آتے ہیں۔ مستقبل قریب میں جو طوفانی انقلاب رونما ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ہمارے مخالفین کی طاغوتی طاقتیں ہمیں کچلنے اور حرف غلط کی طرح مٹا دینے کے درپے نظر آتی ہیں۔ اندریں حالات بھی اگر خدانخواستہ ہمیں ہوش نہ آیا اور ہم اسی طرح غیر منظم و منتشر رہے

تو اس کا انجام ظاہر ہے۔

محترم! ہر جماعت کا وجود واثر اس کے اہم کارہائے نمایاں کی بنا پر تسلیم کیا جاتا ہے انفرادی کام کی کوئی وقعت نہیں ہوتی' نہ انفرادی زندگی وعزت کوئی زندگی و عزت ہے۔ اس لئے اب تک جو ہوا سو ہوا اس پر افسوس کا وقت نہیں رہا۔ اب اگر ہم عزت و وقار کے ساتھ زندہ رہنے اور اپنے صحیح مذہب ومسلک کی بقا کے خواہش مند ہیں تو ہمیں ''گذشتہ راصلوٰۃ آئندہ رااحتیاط'' کے پیش نظر فی الفور ضرور بالضرور ایک مرکز پر جمع اور ایسی وسیع و مستحکم تنظیم کے ساتھ منظم ہونا پڑے گا کہ ہمارا ایک فرد بھی ہم سے جدا نہ رہے اور پھر پوری قوت وصحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی فتح و نصرت کی امید پر میدانِ عمل میں نکل آئیں۔ حالات کتنے ہی بد سے بدتر سہی لیکن الحمد للہ کہ ہم اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہیں۔ ابھی ہمارا مرض قابل علاج ہے۔ آفتابِ امید کی شعاعیں چمکتی نظر آتی ہیں۔ خدا کی رحمت ہماری حرکت کی منتظر ہے۔ ہمیں کسی کو گرانا نہیں بلکہ اپنے گرے ہوؤں کو اٹھانا ہے۔ ہمارا مقصد کسی سے برسرپیکار ہونا نہیں' نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کسی مذہبی یا سیاسی جماعت سے متصادم ہوں۔ ہم تو اہل سنت کی تسبیح کے بکھرے ہوئے دانوں کو وسیع تنظیم کے مضبوط رشتہ میں پرونا اور ایک امیر اہل سنت کی قیادت میں منظم و مجتمع کر کے یہ چاہتے ہیں کہ دولت خداداد پاکستان کی ایسی صحیح دینی وملی خدمت کریں کہ وہ آئین شرعیہ کے مکمل نفاذ واجراء کے ساتھ صحیح معنوں میں اسلامی حکومت بن جائے کہ یہ مطالبہ درحقیقت انہیں اہل سنت کا حق وفرض ہے جو ہمیشہ قیامِ پاکستان کی حمایت اور اس کے لئے جدوجہد کرتے رہے ہیں۔ اس مبارک مقصد اعظم کے لئے کافی غور وخوض کے بعد جمعیت العلمائے پاکستان کی تشکیل کی گئی ہے۔ موجودہ تشکیل عارضی ہے اور اس وقت کے لئے ہے جب تک جمعیت کا مرکزی افتتاحی اجلاس منعقد ہو۔ مرکزی اجلاس میں جدید انتخاب ہو کر باضابطہ مرکزی جمعیت قائم کی

جائے گی۔

یہ اجلاس بتواریخ ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ملتان میں منعقد ہو رہا ہے جس کے لئے پاکستان کے جمہور علماء و مشائخ اہل سنت کو دعوت دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم کا سالانہ جلسہ بھی منعقد ہوگا۔ خدا کے لئے اس موقع پر ضرور بالضرور تشریف لائیے اور امت مسلمہ و حکومت اسلامیہ پاکستان کو صحیح راہ عمل پر گامزن ہونے کی تبلیغ و ہدایت فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہونے کی کوشش فرمائیے۔ جناب کی شرکت نہایت طور پر ضروری ہے۔ ازراہِ کرم جواب باصواب سے جلد از جلد مشرف فرمائیے۔ والسلام مع الاکرام۔

فقیر سیّد احمد سعید کاظمی امروہوی غفرلہ مہتمم مدرسہ عربیہ انوار العلوم

ملتان شہر کچہری روڈ (۴ مارچ ۱۹۴۸ء)

حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کے خط کے ہمراہ ایک مطبوعہ دعوت نامہ بھی تھا جو جمعیت کی مجلس استقبالیہ کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ہفتہ ۲۷ مارچ ۱۹۴۸ء کو علی الصبح مدرسہ انوار العلوم ملتان میں پہنچ گئے۔ انوار العلوم کے سالانہ جلسہ سے خطاب کے علاوہ علماء کرام کی میٹنگ میں شامل ہوئے جس میں جمعیت علمائے پاکستان کی باقاعدہ طور پر بنیاد رکھی گئی اور مرکزی انتخابات ہوئے۔ اس اجلاس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالحسنات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ ناظم حزب الاحناف لاہور، حضرت مولانا ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ لاہور، حضرت امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کراچی، حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ گجرات، حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کوٹلی

لوہاراں' حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ' حضرت مولانا خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت مولانا خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت مولانا ناصر جلالی رحمۃ اللہ علیہ کراچی' حضرت مولانا فیض الحسن درس کراچی' حضرت مولانا غلام جہانیاں ڈیرہ غازی خاں' حضرت مولانا سراج الدین بہاولپور وغیرہم شامل تھے۔

مرکزی عہدیداروں کا انتخاب ہوا۔ غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات احمد قادری لاہور کو جمعیت کا صدر بنایا گیا تو آپ نے عہدہ نہ قبول کرنے پر اصرار کیا حتیٰ کہ شدید اصرار کے ساتھ میٹنگ سے اٹھ کر دارالعلوم کے دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے تو حضرت شیخ القرآن' مولانا محمد یوسف' مولانا ناصر جلالی اور مولانا فیض الحسن درس' علامہ ابوالحسنات کے پاس گئے۔ حضرت شیخ القرآن نے آپ کو عہدہ صدارت قبول کرنے پر رضامند کر لیا۔ چنانچہ آپ واپس میٹنگ میں تشریف لائے اور علمائے کرام کے تعاون کی یقین دہانی پر جمعیت علمائے پاکستان کی صدارت کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو نائب صدر حضرت علامہ احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو مرکزی ناظم اعلیٰ جبکہ ناظم نشر و اشاعت مولانا صوفی قلندر علی صاحب کو نامزد کیا گیا۔

اپریل ۱۹۴۸ء کو لاہور مسجد وزیر خاں میں جمعیت کی تشکیل کے بعد پہلا اجلاس ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ حضرت پیر فضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ زیب آستانہ عالیہ جلالپور شریف کی قائم کردہ جمعیت المشائخ اور جمعیت علمائے پاکستان نے مشترکہ طور پر متفقہ فیصلہ سے ۷ مئی ۱۹۴۸ء کو یومِ شریعت منایا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ پاکستان کا دستور اساسی شریعت اسلامی ہو گا۔

آن پاکستان شرع مصطفیٰ ﷺ
شان پاکستان شرع مصطفیٰ ﷺ

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور میں جمعیت کو بے حد فروغ دیا۔ جہادِ کشمیر، دستور ساز اسمبلی، تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تبلیغ اشاعت دین، سیلاب زدگان کی امداد، غرضیکہ ہر موقع پر جمعیت کے پرچم کو سربلند رکھا اور ۱۹۶۱ء تک اس عہدے پر کام کرتے رہے۔ حضرت علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد علامہ مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کو مرکزی صدر جبکہ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ آلومہار شریف کو مغربی پاکستان کا صدر بنالیا گیا۔

1965ء کا صدارتی انتخاب (2 جنوری 1965ء):

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں جنرل محمد ایوب خاں نے پاکستان میں مارشل لاء نافذ کر کے اقتدار پر قبضہ کرلیا اور ۱۹۵۶ء کا آئین معطل کر کے اسمبلیاں توڑ دیں اور بعد میں صدارت کا عہدہ سنبھال لیا۔ ۱۹۶۱ء میں دستوری کمیشن بنایا گیا۔ اس کی سفارشات کی روشنی میں مرتب کردہ آئین جون ۱۹۶۲ء میں نافذ کیا گیا۔ وزیراعظم کا عہدہ ختم کر کے صدارتی نظام نافذ ہوا جس کے تحت ۲ جنوری ۱۹۶۵ء میں صدارتی انتخابات کروائے گئے۔ جنرل محمد ایوب خاں نے سیاسی پارٹیوں پر پابندی عائد کر دی تھی بعد میں یہ پابندی اٹھالی گئی اور صدر ایوب خاں نے مسلم لیگ کی صدارت بھی سنبھال لی۔ انتخابات میں ایک طرف ''کنونشن مسلم لیگ'' جو صدر ایوب کی حامی تھی دوسری طرف مسلم لیگ کونسل جس کے سربراہ خواجہ ناظم الدین تھے ان کی کوششوں سے پانچ سیاسی جماعتوں نے اتحاد کرلیا جس کا نام متحدہ حزب مخالف (COP) رکھا گیا جس میں مسلم لیگ کونسل خواجہ ناظم الدین، ولی خاں کی عوامی نیشنل پارٹی، مجیب الرحمٰن اور مولانا عبدالحمید بھاشانی کی عوامی لیگ، چوہدری محمد علی کی نظامِ اسلام پارٹی اور مولانا مودودی کی جماعت اسلامی شامل تھے ''متحدہ حزبِ مخالف'' نے صدر ایوب خاں کے خلاف مادرِ ملت فاطمہ جناح کو اپنا صدارتی امیدوار نامزد کیا۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تین بہنیں اور بھی تھیں لیکن رفاقت کے لئے انہوں نے فاطمہ جناح کو پسند کیا تھا۔ بقول فاطمہ جناح:

''میں نے قائداعظم کی قیادت میں پاکستان کے لئے ایک عام سپاہی کی طرح دوسرے مسلمانوں کے دوش بدوش کام کیا۔''

ایک موقع پر قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بہن کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا:

''تفکرات' پریشانیوں اور سخت محنت کے زمانے میں جب میں گھر آتا تو میری بہن روشنی اور امید کی کرن بن کر میرا خیر مقدم کرتی' اگر میری بہن نہ ہوتی تو میرے تفکرات کہیں زیادہ ہوتے' میری صحت کہیں زیادہ خراب ہوتی اس نے بے پروائی سے کام نہیں لیا اور کبھی شکایت نہیں کی۔''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور فاطمہ جناح کی رفاقت مثالی تھی۔ وضع قطع' بات چیت' چال ڈھال سب چیزوں میں فاطمہ جناح کے حلیہ میں ایک وقار تھا۔ ایک خوش پوشاک خاتون تھیں۔ ڈاکٹر فاطمہ جناح نے ڈینٹسٹ کی ڈگری حاصل کی سات سال تک بمبئ میں ڈینٹل کلینک میں کام کیا مگر سب کچھ چھوڑ کر قومی جدوجہد میں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیا۔ مسلم خواتین میں حصولِ پاکستان کا جوش جذبہ پیدا کیا۔ اسلامی اقدار کو مضبوط کرنے کی زبردست حامی تھیں۔ ہر سال عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے موقع پر قوم سے خطاب کے دوران اسلامی اصولوں پر چلنے کی تلقین کرتیں۔ دینی اداروں کے ساتھ نہ صرف اخلاقی بلکہ مالی تعاون کرتیں۔ مسئلہ کشمیر کے لئے آخری دم تک کوشاں رہیں۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ایک سال تک بطورِ سوگ کسی جلسہ میں شریک نہ ہوئیں۔ عملی طور پر سیاست کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ جب اسلام کے نام پر جمہوری طریقوں سے بننے والے ملک پاکستان میں مارشل لاء لگا تو پریشان ہوگئیں۔ باوجود ضعیف العمری کے جب صدارتی انتخاب کا موقع آیا تو لوگوں کے بنیادی حقوق کے لئے میدانِ عمل

میں نکل آئیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہر مسلم لیگی عالم دین نے اس موقع پر مادرِ ملت کا ساتھ دیا۔ اس وقت انتخاب کے موقع پر دو شخصیات سامنے تھیں۔ ایک صدر ایوب اور دوسری مادرِ ملت فاطمہ جناح۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ آپ ان انتخابات میں مادرِ ملت کا ساتھ کیوں دے رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک طرف صدر ایوب ہے جس نے اسلام کے اصولوں کی قطع و برید کی ہے۔ نکاح و طلاق کے حوالے سے غیر شرعی' غیر اسلامی قوانین یعنی عائلی قوانین کو عملی طور پر نافذ کیا ہے۔ محکمہ اوقاف کے حوالے سے ایسے قوانین نافذ کئے گئے ہیں جس سے علماء کرام سے ہر آئے دن زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ بر سر عام علماء کرام کی عزت و ناموس کو اچھالا جا رہا ہے اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ باوجود قوت و طاقت اور اختیار رکھنے کے اسلامی نظام کو نافذ نہیں کیا جا رہا بلکہ حیلے اور بہانے تلاش کر کے اسلامی اصولوں کو پس پشت ڈال کر اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ اپنی صدارت کے لئے غیر آئینی طریقے اپنائے ہوئے ہیں' ملکی خزانے کا بے دریغ استعمال اور رشوت و سفارش کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یوں اسلامی اور ملکی قوانین دونوں کو توڑ کر اقتدار کو طوالت دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جبکہ دوسری طرف مادرِ ملت فاطمہ جناح ہے ٹھیک ہے کہ یہ عورت ہے مگر مادرِ ملت ہے۔ ماں سے غداری نہیں کر سکتے۔ اس کے اور اس کے بھائی کے پوری قوم پر بہت عظیم احسانات ہیں۔ ان دو کے علاوہ تیسری کوئی صورت نہیں ہے۔ ان حالات میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے کہ درمیانی راہ اختیار کی جائے لہٰذا ہم نے مادرِ ملت کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر مادرِ ملت فاطمہ جناح وزیر آباد تشریف لائیں۔ آپ کے ہمراہ کے ایچ خورشید مرحوم (سابق صدر آزاد کشمیر) بھی وزیر آباد

تشریف لائے اور آپ کی رہائش گاہ پر کچھ دیر قیام کیا۔ وزیر آباد میں حضرت فاطمہ جناح کا بڑا فقید المثال استقبال کیا گیا اور وزیر آباد کچہری میں جلسہ عام سے خطاب کیا۔ اس موقع پر نوائے وقت کے کالم نگار سیّد سبط الحسن ضیغم بھی موجود تھے وہ اپنے کالم میں لکھتے ہیں:

''مادرِ ملت نے مغربی پاکستان میں انتخابی دوروں کا پروگرام بنایا تو مولانا ہزاروی' مادرِ ملت سے پہلے اس مقام پر پہنچ جاتے جہاں سے مادرِ ملت نے گزرنا ہوتا تھا۔ مادرِ ملت کے لئے انہیں تیار کرتے کہ بنیادی جمہوریت کی بحالی کے لئے ان افراد کو ووٹ دیا جائے جو مادرِ ملت کو اعلانیہ ووٹ دینے کا حلف اٹھاتے ہیں۔ مادرِ ملت کے دوسرے پروگرام کے مطابق انہیں لائکپور سے براستہ شیخوپورہ گوجرانوالہ پہنچنا تھا۔ گوجرانوالہ سے براستہ ڈسکہ سیالکوٹ سے وزیر آباد گجرات پہنچنا تھا۔ مادرِ ملت سے عقیدت اور ہزاروی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے تبلیغی دوروں کی وجہ سے راستہ سے دور دراز واقع دیہات سے بھی بچے' بوڑھے' مرد' عورتیں اپنے علاقہ سے گزرنے والی شاہراؤں پر مادرِ ملت کی آمد سے کئی کئی گھنٹے بیشتر ہی مادرِ ملت کی زیارت اور تقریر سننے کے لئے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ چکے تھے۔ اس طویل ترین علاقہ میں انتظام و انصرام ہمارے سپرد تھا۔ مولانا مرحوم بھی ہمارے ساتھ تھے اور لوگوں کا لہو گرماتے تھے۔ قدم قدم پر استقبالیہ محرابیں اور دروازے بنے ہوئے تھے۔ ہر علاقہ کے لوگوں کی خواہش ہوتی کہ مادرِ ملت ان سے ضرور خطاب کریں۔ مادرِ ملت کی گاڑی میں سردار شوکت حیات بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں زیادہ اصرار بڑھتا مولانا آگے بڑھ کر مادرِ ملت سے گذارش کرتے تو مادرِ ملت کچھ نہ کچھ ضرور کہتیں۔ یہی وجہ ہے جہاں صبح دس بجے پہنچنے کا پروگرام ہوتا وہاں مادرِ ملت پانچ بجے بمشکل پہنچ پاتیں مگر وزیر آباد میں مولانا' مادرِ ملت کے وہاں گزرنے سے بیشتر رات کو ہی پہنچ گئے اور تمام رات وزیر آباد کے قرب و جوار کے دیہات میں تقریریں کرتے رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہوسکیں۔ پروگرام

کے مطابق مادرِ ملت کو وزیر آباد سے دس بجے گزرنا تھا۔ رات انہوں نے ہیڈ مرالہ ریسٹ ہاؤس میں بسر کی۔ مجھے مولانا کہنے لگے کہ تم نے بہت سے لوگوں کو سنا ہے صبح میری بھی تقریر سننا میں بھی بہت صبح اپنے ساتھیوں کے ساتھ وزیر آباد پہنچ گیا۔ وہاں خوبصورت اسٹیج بجی ہوئی تھی کہ مولانا ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے جو واقعی فقید المثال جلوس تھا مولانا نو بجے اسٹیج پر پہنچے اور تقریر کا آغاز کیا۔ کہنے لگے جب تک مادرِ ملت فاطمہ جناح اس مقام تک نہیں پہنچیں گی یہ فقیر آمریت کے بخیے ادھیڑے گا' جمہوریت کی اہمیت بیان کرے گا اور گذشتہ چودہ صدیوں میں علماء کے طاغوت اور جبر کے خلاف جہاد پر گفتگو سنی جائے۔ یہ تقریر مسلسل تین گھنٹے جاری رہی۔ لوگ ہنس بھی رہے تھے اور رو بھی رہے تھے۔ واقعی وہ تقریر مثالی تھی۔ گذشتہ سنی تقریریں فراموش ہوتی محسوس ہونے لگیں۔ مادرِ ملت کی آمد کے بعد بھی بیس منٹ تک ان کی تقریر جاری رہی۔ خود مادرِ ملت بھی مبہوت ہو گئیں اور فرمانے لگیں کہ اسلام کی آج تک بقا انہی علماء حق کی مرہونِ منت ہے انشاء اللہ جبر اور آمریت دم توڑ جائے گی۔"

الیکشن کے دوران حکومت کی طرف سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف مراعات کی پیش کش ہوئی چونکہ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ایوب خاں کے حمایتی تھے لہٰذا صاحبزادہ صاحب اور پیر آف دیول شریف حکومت کی طرف سے آپ کے پاس گھر تشریف لائے اور حکومت کی جانب سے مال و دولت کی پیش کش کی اور کہا کہ دیگر مراعات بھی ملیں گی' بسوں کے پرمٹ و روٹ بھی دیئے جائیں گے اگر آپ مادرِ ملت کی حمایت ترک کر دیں مگر آپ نے ان تمام حکومتی پیش کشوں کو ٹھکرا دیا۔

عمر بھر سرکاری' درباری علماء و مشائخ کا طلسم آپ کو مسحور نہ کر سکا۔

محترمہ فاطمہ جناح نے صدارتی انتخابات کے لئے کراچی سے ڈھاکہ تک کا طوفانی دورہ کیا حالانکہ بڑھاپا آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا تھا مگر آپ نے ہمت نہ

ہاری۔ ۲ جنوری ۱۹۶۵ء کو ہونے والے صدارتی انتخابات میں مادرِ ملت نے کراچی، ڈھاکہ، چٹاگانگ میں صدر ایوب کو بھاری اکثریت سے شکست دے دی مگر الیکشن کمیشن نے ۸ جنوری کو صدارتی انتخاب میں ایوب خاں کی کامیابی کا سرکاری اعلان کر دیا۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ:

ستمبر ۱۹۶۵ء میں بھارت نے اچانک حملہ کر کے پاکستان پر جنگ مسلط کر دی۔ پاک فوج نے اس اہم موقع پر بھارتی فوجیوں کا جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ دشمن کو ہر محاذ پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مشکل حالات میں علماء کرام و مشائخ عظام نے بھرپور طریقہ سے پاک فوج کا ساتھ دیا۔ حضرت پیر سیّد قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافِ معمول ریڈیو پاکستان پر ایک مختصر تقریر بھی ریکارڈ کروائی جس میں عوام سے بھرپور طریقہ سے پاک فوج کے ساتھ ہمدردی و تعاون کے لئے کہا گیا۔ علاوہ ازیں آپ راولاکوٹ کے محاذ پر بھی تشریف لے گئے تاکہ مجاہدین کے حوصلے بلند ہوں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیروکاروں کو ہدایت کی کہ وہ وطن عزیز کے تحفظ کے لئے کسی قسم کی قربانی سے گریز نہ کریں۔ جمعۃ المبارک کے موقع پر اپنے خطاب میں جہاد کی عظمت پر بڑی عالمانہ و فاضلانہ تقریر کی۔ لوگوں کے اندر جذبہ جہاد کو پیدا کیا اور پاک فوج کے لئے رقم جمع کی گئی جسے پاک بھارت جنگ کے دفاعی فنڈ میں جمع کرایا گیا۔ اس جنگ کے موقع پر آپ نے حکومت سے اپیل کی کہ اب وقت آ چکا ہے کہ ملک کے اندر صحیح معنوں میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی طور پر نفاذ کیا جائے کیونکہ اس وقت پوری قوم اسلامی نظام کو بسر و چشم قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ دورانِ جنگ آپ کی گفتگو کا موضوع جہاد ہوتا۔ آپ فرماتے کہ جہاد اہل پاکستان کے لئے ضروری ہو گیا ہے۔ آپ کے خیال میں اس صورتحال میں پاکستان کے ہر شہری کے لئے فوجی تربیت حاصل کرنا لازمی ہے اور یوں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل بھی ہو سکے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ساری زندگی میدانِ جہاد میں گزاری۔ آپ کی ہدایت پر لوگ خوردونوش اور دیگر ضروری سامان لے کر وزیرآباد سے سیالکوٹ کی جانب جانے والی سڑک پر کھڑے ہو جاتے۔ وہاں سے جب فوجی قافلے گزرتے تو عوام بھرپور انداز میں جوش و جذبات کا اظہار کرتے اور پاک فوج کی خدمت کرتے۔ آپ کی زیرنگرانی شہر میں مختلف مقامات پر امدادی کیمپ بھی لگائے گئے۔

ایک روز آپ نے ''جاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہ'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ آپ کی زبان پر بار بار اس آیت کریمہ کی تلاوت جاری تھی کہ سامعین پر وجد طاری ہو گیا۔ آپ بار بار آیت کریمہ پڑھتے اور اس کی تشریح اور نکات بیان کرتے جاتے۔ پھر آیت پڑھتے اور تفسیر و تشریح بیان کرتے۔ پھر آیت کریمہ کی تلاوت کرتے۔ دوسری طرف ملک جنگ کی لپیٹ میں بھی تھا۔ سامعین پر ایسی وجدانی کیفیت طاری تھی جو لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ ہر سامع اپنے آپ کو میدانِ جہاد میں موجود پا رہا تھا۔ ایسے سچے جذبے اور علماء ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ اب اسلام اور پاکستان کے نام پر قربانیاں دینے والے علماء ناپید ہو گئے ہیں۔

جمعیت علمائے پاکستان کا صدارتی انتخاب (70-1968ء):

جمعیت علماء پاکستان کے قیام سے لے کر ۱۹۶۱ء تک بحیثیت مرکزی نائب صدر خدمات سرانجام دیں۔ مولانا ابوالحسنات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ مرکزی صدر جبکہ مغربی پاکستان کے صدر حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ آلو مہار شریف تھے۔ صدر ایوب کا دورِ حکومت تھا۔ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ حکومت کے معتمد ساتھیوں میں سے تھے۔ حکومت کی طرف سے غیراسلامی عائلی قوانین کے نفاذ سے عوام کے جذبات کو ٹھیس پہنچی۔ جمعیت اس موقع پر خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ''تذکرہ علمائے اہل

سنت و جماعت'' لاہور صفحہ ۲۱۵ رقمطراز ہیں:

''مولانا ابوالحسنات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جمعیت العلماء مغربی پاکستان کی صدارت صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ کے سپرد تھی۔ آپ اہل سنت کے مایہ ناز خطیب، بلند ہمت سیاسی رہنما اور بڑے دانشمند عالم دین تھے۔ آپ کی زندگی احرار علماء کے تعاون سے انگریز اور مرزائیت کے خلاف گزر گئی مگر صدر جمعیت علماء مغربی پاکستان بننے کے بعد آپ صدر ایوب کی حکومت کے دوران حکومت وقت کے بڑے معتمد سمجھے جانے لگے۔ ان کے اس تعاون اور اعتماد کے طریق کار کو پہلے تو علماء اہل سنت نے گوارا کر لیا مگر جب صدر ایوب کی حکومت نے عائلی قوانین جیسے احکامات نافذ کئے اور عوام کے دینی جذبات کو ٹھیس پہنچائی تو صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب ایک خاموش معاون کی حیثیت سے علماء کی صدارت فرماتے رہے۔ آپ کا یہ کردار ملک کے اکثر علماء کی رائے میں نہ صرف قابل اعتراض تھا بلکہ دینی تقاضوں سے دیدہ و دانستہ اغماض سمجھا جانے لگا۔ گو صاحبزادہ صاحب کی بعض سیاسی اور معاشرتی مجبوریاں آپ کو جرأت مندانہ اقدام سے باز رکھ رہی تھیں مگر علماء کو یہی غلط فہمی ہوئی کہ صدر کی خاموشی سنیت کی تباہی کا باعث ہے۔ چنانچہ ملک کے جید علماء کا ایک حلقہ آپ سے کھلے بندوں سخت پالیسی کا مطالبہ کرنے لگا مگر جب کچھ نہ ہوا تو علماء اہل سنت کی اکثریت جن میں مفتی محمد حسین نعیمی، صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی، قاضی عبدالنبی کوکب، علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی اور مولانا عبدالقیوم ہزاروی پیش پیش تھے نے ۱۹۶۸ء میں ایک متوازی جمعیت قائم کر لی۔''

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (ماہنامہ

عرفات مارچ ۲۰۰۰ء صفحہ ۳۰) رقمطراز ہیں:

''۱۹۶۰ء کی دھائی میں جمیعت جمود کا شکار تھی۔ کراچی میں حضرت مولانا علامہ عبدالحامد بدایونی نے تین چار افراد کو اپنے اردگرد رکھ کر اور اسی طرح پنجاب میں مولانا پیر طریقت ابوالکلام حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ نے چند افراد کو جمیعت کا نام دے رکھا تھا جبکہ اصل اجتماعی پلیٹ فارم مفقود تھا۔ ایسے حالات میں حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے چند علماء سے مشورہ فرما کر اجتماعی قوت کی بحالی کے لئے غور و کوششیں شروع کیں۔ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت صاحبزادہ محمد فضل رسول' مولانا سیّد محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اور مجھے بھی مشورہ میں شریک کیا اور فیصلہ فرمایا کہ موجودہ صورتحال کو ختم کرنے کے لئے جمیعت کی تنظیم نو کی جائے اس کے لئے پاکستان بھر کے علماء و مشائخ سے رابطہ کرنے کے لئے دورے کئے جائیں اور ۲۸ ستمبر ۱۹۶۸ء کو جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں کنونشن منعقد ہوا۔''

جمیعت کی تشکیل نو کے لئے جامعہ نعیمیہ لاہور میں جمیعت مغربی پاکستان کے انتخابات کے لئے ۲۸ ستمبر کی تاریخ مقرر ہوئی اور علماء کرام کی رکنیت سازی کی مہم شروع ہوئی۔ الیکشن کے لئے ایک بورڈ تشکیل دیا گیا۔ علماء کرام کا ایک گروہ وزیر آباد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا جس میں مولانا محمد یوسف چشتی راولپنڈی پیش پیش تھے انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ بھی انتخابات کے لئے اپنی طرف سے کاغذات داخل کروائیں مگر آپ نے اپنی تبلیغی' تدریسی اور گھریلو مصروفیات اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ظاہری شان و شوکت کے قائل نہ تھے اس قسم کی تنظیمی سرگرمیاں آپ کے مزاج کے برعکس تھیں لہٰذا آپ نے انکار کر دیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف چشتی نے راولپنڈی جا کر اپنی طرف سے آپ کا نام صوبائی صدر کے امیدوار کے لئے پیش کر

دیا۔ چنانچہ جمعیت علماء مغربی پاکستان کی صدارت کے لئے پانچ درخواستیں الیکشن بورڈ کو موصول ہوئیں۔ حضرت شیخ القرآن، حضرت مفتی محمد حسین نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور، حضرت مجاہد ملت سیّد محمود شاہ گجراتی، حضرت مولانا سیّد حامد شاہ گجراتی اور حضرت مولانا محمد نواز اویسی۔ جمعیت کی رکنیت سازی کی آخری تاریخ ۲۶ ستمبر مقرر ہوئی۔ دو ہزار سے زائد علماء کرام نے مقررہ تاریخ تک رکنیت فارم جمع کروائے۔

ان انتخابات میں حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے مرکزی کردار ادا کیا۔ علماء کرام کے قیام و طعام کا مکمل انتظام و انصرام آپ کے ذمہ تھا۔ جمعیت کے مرکزی صدر حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی بھی کراچی سے جامعہ نعیمیہ لاہور تشریف لے آئے۔ آپ کی زیرنگرانی یہ انتخابات ہوئے یوں جمعیت کے دوسرے دھڑے کا عملی طور پر وجود ختم ہوگیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ ستمبر کو وزیرآباد سے لاہور تشریف لے گئے اور سب سے پہلے مزار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دی اور علی الصبح جامعہ نعیمیہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو دوسرے دھڑے کے حامی لاہور سے علماء کرام کے گروہ کا یہ پیغام ملا کہ آج جامعہ نعیمیہ میں دال تقسیم ہوگی، الیکشن ناکام ہوں گے، کوئی بھی وہاں نہیں پہنچے گا جبکہ ہم دعائے سیفی پڑھیں گے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"الیکشن بھی ہوگا، علماء بھی آئیں گے، دال مخالفین کے ہاں پکے گی اور میں خود دعائے سیفی ہوں۔"

پنجاب بھر سے علماء کرام کے قافلے جامعہ نعیمیہ پہنچنا شروع ہو گئے۔ متعدد شہروں سے علماء کرام بسوں پر قافلوں کی صورت میں لاہور آئے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق پانچ ہزار سے زائد علماء کرام الیکشن میں ووٹ ڈالنے کے لئے لاہور پہنچے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حامی علماء اور آپ کے تلامذہ کی ایک کثیر تعداد آپ کے

حق میں نعرے لگاتے ہوئے جامعہ نعیمیہ میں داخل ہوتی رہی۔ پنڈال میں ہر طرف سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں نعروں کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر دیگر چار امیدواروں کو اپنے فیصلوں پر نظرثانی کرنی پڑی۔

تلاوتِ کلام پاک سے حضرت مولانا قاری غلام رسول نے کاروائی کا آغاز کیا۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حضرت صاحبزادہ پیر ایوب چوراہی نقشبندی سرانجام دے رہے تھے۔ آپ نے اعلان کیا کہ اب امیدوار باری باری اپنا تعارف اور عزائم بیان کرنے کے لئے اسٹیج پر تشریف لائیں گے۔ سب سے پہلے حضرت مفتی محمد حسین نعیمی کا نام پکارا گیا۔ آپ مائیک پر تشریف لائے اور علماء کرام کا جوش و خروش دیکھتے ہوئے فرمایا:

"میں حضرت شیخ القرآن کے ہوتے ہوئے کسی طرح بھی اپنے آپ کو صدارت کا اہل نہیں سمجھتا لہٰذا میں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔"

دوسرے نمبر پر حضرت مجاہد ملت صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گجراتی کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے فرمایا: "حضرت شیخ القرآن میرے استاد ہیں آج میں جو کچھ ہوں انہی کی بدولت ہوں میں صدارت کے عہدہ سے اپنا نام واپس لیتا ہوں۔"

پھر حضرت صاحبزادہ سیّد حامد علی شاہ گجراتی کو دعوت ملی۔ آپ مائیک پر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ کئی محافظ اسلحہ لئے آپ کے اردگرد کھڑے تھے۔ آپ نے بھی اپنے برادرِ مکرم کی طرح اپنا نام واپس لے لیا۔ چوتھے نمبر پر مولانا محمد نواز اویسی کو دعوت ملی جونہی آپ اٹھ کر مائیک کی طرف آنے لگے آپ کی پگڑی کھل گئی جو خاصی لمبی تھی۔ ایک ہاتھ سے پگڑی کو باندھنا شروع کیا تو وہ دوبارہ کھل گئی۔ مائیک پر آئے اور کہا کہ سب نے نام واپس لے لیا ہے کوئی تو ہو جو مقابلہ کرے۔ اس پر پنڈال اور اسٹیج پر بیٹھے علماء کرام کی طرف سے آوازیں آئیں کہ پگڑی سنبھالنا مشکل ہے صدارت کیا کریں گے؟ بہرحال علماء کرام کے اصرار پر اپنا نام واپس لے لیا۔ حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دی گئی۔ آپ نے فرمایا:

''مجھے یوں لگتا ہے کہ یہ سب میرے ساتھ سازش ہوئی ہے کیونکہ اپنی طبع کے مطابق میں اس صدارت کو پسند نہیں کرتا اس سے درس و تدریس اور معمولات و وظائف میں فرق پڑ جائے گا۔ سازش کے تحت میرا نام پہلے صدارت کے لئے دیا گیا اور پھر سب نے اپنا اپنا نام واپس لے لیا ہے اب اگر میں بھی اپنا نام واپس لے لوں تو میدان خالی ہو جائے گا اور مخالف جو آج اس جلسہ و الیکشن کی ناکامی کی خبریں اڑا رہے ہیں وہ کہیں گے کہ ان لوگوں کو کوئی امیدوار نہیں ملا لہٰذا میں نام واپس نہیں لیتا۔''

اس پر آپ بلامقابلہ جمعیت علماء مغربی پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ دیگر عہدیدار بھی اتفاقِ رائے سے منتخب ہوئے جس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) حضرت مفتی محمد حسین نعیمی، نائب صدر اول (۲) حضرت مولانا محمد اکرام راولپنڈی، نائب صدر دوم (۳) صاحبزادہ محمد ایوب چورہ شریف، جونیئر نائب صدر (۴) مولانا محمد شریف ملتان، جونیئر نائب صدر (۵) صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گجراتی، ناظم اعلیٰ (۶) علامہ عبدالنبی کوکب، نائب ناظم اعلیٰ (۷) حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی لاہور، ناظم نشر و اشاعت

نو منتخب عہدیداروں سے حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی مرکزی صدر نے حلف لیا۔

اسی روز بعد نمازِ عشاء موچی دروازہ لاہور میں جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے ایک بڑے جلسہ عام کا انعقاد کیا گیا۔ جلسہ کی صدارت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی نے کی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا:

''جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل جدید کے سلسلہ میں آج انتخابات ہوئے۔ علمائے کرام کی اکثریت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئی ہے۔ میں صدر جمعیت

علمائے مغربی پاکستان کی حیثیت سے ان علماء سے جو باقی رہ گئے ہیں اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی ہمارے پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ ہمارا اتحاد عوام کے اتحاد کا باعث ہوگا اور اگر ہمارے درمیان نفاق موجود رہا تو عوام میں بھی انتشار پیدا ہوگا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم متحد ہوں مگر ایسے اتحاد کی ضرورت ہے جس میں اسلامی روح جلوہ گر ہو کیونکہ اسلامی روح کے بغیر جو اتحاد ہوگا تو اسے اتفاق کی بجائے نفاق بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہمارے علماء کرام کا فرض ہے کہ وہ عوام کی اصلاح اور خدمت کے جذبے کو بروئے کار لائیں اور دور دراز مقامات پر جا کر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیں جہاں عیسائیت پھیل رہی ہے۔ پاکستان میں اسلامی قوانین اس طرح رائج ہونے چاہئے کہ قوم کا بچہ بچہ اسلامی کردار کا حامل ہو۔ نوجوان مجاہد ہوں۔ اسلام کا فتویٰ یہ ہے کہ اچھا کام کرنے والے سے تعاون اور برائی کرنے والے کے ساتھ عدم تعاون کرو۔"

آپ نے یقین ظاہر کیا کہ اگر علمائے کرام منظم ہو کر آئینی جدوجہد کریں تو ان کے جائز مطالبات خود بخود تسلیم کر لئے جائیں گے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جمعیت کے صدر منتخب ہونے کے بعد وزیر آباد پہنچے تو ریلوے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا گیا۔ انجمن شہریانِ وزیر آباد کی طرف سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو آپ کے اعزاز میں استقبالیہ دیا گیا۔ اس موقع پر حضرت مفتی محمد حسین نعیمی، حضرت سیّد محمود شاہ گجراتی، علامہ قاضی عبدالنبی کوکب، علامہ احمد علی قصوری، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی بھی وزیر آباد تشریف لائے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مجھے میرے والد ماجد نے وصال سے چند لمحے قبل یہ دعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کا بادشاہ بنائے۔ میں اس دعا کے متعلق اکثر سوچتا تھا کہ دعا کا

یہ حصہ تو پورا ہو گیا کہ دین کا بادشاہ بنائے' ہزاروں علماء کو مجھ سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا۔ برصغیر پاک و ہند کے اکثر شہروں میں تبلیغ دین کی خاطر جلسے کئے۔ ساری عمر دین کے لئے وقف کر رکھی ہے لیکن دعا کے اس حصہ کی سمجھ نہیں آتی تھی کہ دنیا کا بادشاہ بنائے کیونکہ حکمرانوں اور وزراء کے پاس جانا میری عادت نہیں۔ دنیاوی سیاست کو میں اچھا نہیں سمجھتا حتیٰ کہ جب جامعہ نعیمیہ میں جمعیت کا بلامقابلہ صدر بنا تو مجھے اپنے والد ماجد کی دعا ''دین و دنیا کا بادشاہ بنائے'' کی سمجھ آ گئی کہ انہوں نے اس بادشاہت کی طرف اشارہ کیا تھا۔''

آپ کے برادرِ اصغر ابوالمعانی حضرت مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ان الفاظ میں مبارکباد دی:

صدارت دین صدر الانبیاء تجھ کو مبارک ہو
علی ہجویری کا صدقہ سدا تجھ کو مبارک ہو
زبوں ہو سرنگوں پرچم لعین قرن شیطان کا
ولی گوہر کا یہ جودوسخا تجھ کو مبارک ہو
تیرے اعداء سدا برباد ہوں احباب شاد آباد
شہ مہر علی کی یہ عطا تجھ کو مبارک ہو
معین غم خوار تیرا شہ باز حضرت ثانی
غلام محی الدین کی یہ وفا تجھ کو مبارک ہو
میرے آقا نبی پر دل سے ہو شیدا فدا ہر دم
رضائے مصطفیٰ احمد رضا تجھ کو مبارک ہو

تیرا رب حافظ و ناصر نبی ہو حاضر و ناظر
غلام کمترین کی یہ دعا تجھ کو مبارک ہو

۴ جنوری ۱۹۶۹ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں جمعیت علمائے پاکستان کی مجلس عاملہ کا اجلاس زیرِصدارت حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی کراچی کو مرکزی صدارت کے عہدہ سے برطرف کر دیا گیا۔ اس مقصد کے لئے متفقہ طور پر عدم اعتماد کی ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں الزام عائد کیا گیا کہ مولانا عبدالحامد بدایونی جمعیت کی آزاد پالیسی کے برعکس سرکاری پارٹی کی مسلسل غیر مشروط حمایت کر رہے ہیں اور سرکاری پارٹی کنونشن مسلم لیگ کے جلسوں اور دوسری سرگرمیوں میں شریک ہو رہے ہیں۔ اجلاس میں یہ بھی فیصلہ ہوا کہ مرکزی صدر کے انتخاب کے لئے عنقریب مجلس عاملہ کا ایک خصوصی اجلاس بلایا جائے گا۔

اسی روز انجمن شہریانِ لاہور کی طرف سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو عصرانہ دیا گیا جس سے مجاہد ملت حضرت سیّد محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ، انجمن شہریانِ لاہور کے جنرل سیکرٹری نذر الرحمٰن نے خطاب کیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"پاکستان کے قیام کا یہ مقصد نہ تھا کہ چند گھرانے ملک کی دولت پر قابض ہو جائیں بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر شخص خوشحال ہو اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرے۔ کچھ لوگوں کی وجہ سے جمعیت علمائے پاکستان بدنام ہو گئی تھی مگر ہم نے اب انہیں اپنی جماعت سے نکال دیا ہے۔ ہم بحالی جمہوریت کے لئے میدان میں نکل آئے ہیں۔ ۱۰ جنوری کو پورے ملک میں یومِ احتجاج منایا جائے گا۔ لاہور اور راولپنڈی میں جلوس نکالے جائیں گے۔ ہم اسلامی نظام نافذ کرنے کے لئے آئین کی حدود کے اندر رہ کر اپنی

جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ہم کمیونزم اور سرمایہ داری نظام دونوں کے کٹر مخالف ہیں اور صرف اسلامی نظام کو ہی اقتصادی مشکلات کا حل سمجھتے ہیں۔''

۸ جنوری ۱۹۶۹ء کو جمعیت کی مجلس عاملہ کا خصوصی اجلاس ہوا اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا عبدالحامد بدایونی کی جگہ مرکزی صدر منتخب کر لیا گیا جبکہ آپ کی جگہ پر حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی کو مغربی پاکستان کا صدر مقرر کیا گیا۔ جمعیت کی تنظیم نو کے لئے مشرقی پاکستان میں مولانا نصر اللہ کو کنوینر اور ڈھاکہ کے مولانا نور عالم کو وہاں کا ناظم اعلیٰ جبکہ آپ کے ساتھ مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا محمد اکرام راولپنڈی مقرر ہوئے۔ یہ فیصلہ بھی ہوا کہ مشرقی پاکستان میں جمعیت کی تنظیم نو کے بعد مرکز کے لئے ناظم اعلیٰ مشرقی پاکستان سے منتخب کیا جائے گا۔ مغربی پاکستان کے لئے ناظم اعلیٰ سیّد محمود شاہ گجراتی اور نائب ناظم قاضی عبدالنبی کوکب بدستور اپنے عہدوں پر برقرار رہیں گے۔

۱۰ جنوری کو آپ کی اپیل پر جمعیت علمائے پاکستان نے ''یومِ مطالبات'' منایا۔ ملک کے مختلف شہروں میں جلسے ہوئے۔ راولپنڈی اور لاہور میں جلوس نکالے گئے۔ اس موقع پر آپ نے اپنے ایک پیغام میں کہا:

''موجودہ قومی جدوجہد میں اسلام کی سربلندی اسلامی آئین کے نفاذ اور بنیادی حقوق کی بحالی کے لئے جمعیت کے رہنما کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ جمعیت کا مقصد حصولِ اقتدار نہیں بلکہ تبدیلی نظام ہے۔''

۱۷ جنوری کو آپ کی قیادت میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے مزار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تک ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ ۲۶ جنوری باغ بیرون موچی دروازہ میں جمعیت کی عظیم الشان کانفرنس آپ کی زیر صدارت قبل از دوپہر منعقد ہوئی جس میں ایک قرارداد منظور ہوئی جس پر تمام علماء کرام نے دستخط کئے۔ اس قرارداد میں حکومت سے

دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا گیا۔

آپ کی قیادت میں علماء کرام نے محکمہ اوقاف کی ناانصافیوں، سوشلزم کے رد اور تحریک بحالی جمہوریت کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ جب اہل سنت کے مختلف گروپوں میں اتحاد کی مساعی شروع ہوئیں تو آپ نے فروری ۱۹۷۰ء میں بذریعہ اخبار صدارت سے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا۔ بعد میں آستانہ عالیہ بھور شریف ضلع میانوالی کے ایک اجتماع میں جماعتی دباؤ اور علماء و مشائخ کے اصرار پر استعفیٰ واپس لے لیا تاہم ۴ اپریل ۱۹۷۰ء کو جب حزب الاحناف لاہور میں اہل سنت و جمعیت کے تمام گروپوں کا نمائندہ اجلاس ہوا تو سب سے پہلے آپ نے مستعفی ہونے کا اعلان فرمایا۔ بعد میں باقی علماء کرام کی طرف سے اپنے اپنے گروپ ختم کرنے کا اعلان ہوا اور اہل سنت کی نمائندگی کے لئے متفقہ قیادت کا انتخاب عمل میں لایا گیا جس میں حضرت پیر طریقت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو مرکزی صدر منتخب کیا گیا اور ۱۳، ۱۴ جون ۱۹۷۰ء کو آل پاکستان سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقد ہوئی۔

تحریک بحالی جمہوریت (1968-69ء):

صدر ایوب نے آئین کے تحت صدارتی نظام نافذ کر دیا۔ صدر کو آئین کے وسیع اختیارات مل گئے۔ وزیراعظم کا عہدہ ختم کر کے قومی اسمبلی کے اختیارات محدود کر دیئے گئے ملک میں محکمہ اوقاف کی ناانصافیوں اور سوشلزم کے نعرہ نے علماء کرام کو مشتعل کر دیا۔ سیاسی جماعتوں کی طرف سے حکومت پر دباؤ ڈالا جانے لگا کہ صدارتی آئین کی جگہ پارلیمانی و جمہوری آئین نافذ کیا جائے۔ آئے دن ملک میں ہنگامے اور فتنہ و فساد بڑھنے لگا۔ چنانچہ ۱۹۶۸ء نومبر دسمبر میں حکومت کے خلاف تحریک بحالی جمہوریت کا آغاز ہو گیا اور یہ مطالبہ زور پکڑتا گیا کہ صدر استعفیٰ دے دیں اور نئے الیکشن کروائے جائیں۔ ابتدائی طور پر کونسل مسلم لیگ، جماعت اسلامی، عوامی لیگ، نظامِ اسلام پارٹی اور

ڈیموکریٹک فرنٹ پارٹی نے اتحاد کر کے حکومت کے خلاف تحریک شروع کر دی۔
جمعیت علمائے پاکستان نے اپنے پلیٹ فارم سے تحریک کا آغاز کیا۔ اس وقت حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمۃ جمعیت کے صوبائی (مغربی پاکستان) صدر تھے۔ جمعیت کی صوبائی مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں حکومت کے خلاف قراردادیں پاس ہونے لگیں۔ علماء کرام نے ''یومِ مطالبات'' منایا۔ حکومت پر دباؤ ڈالا گیا کہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے عملی کام کیا جائے۔ مختلف شہروں میں جلوس نکالے گئے۔ ایک تاریخی جلوس یومِ بدر کے روز یعنی ۱۷ رمضان المبارک ۷ دسمبر ۱۹۶۸ء کو ۳۱۳ علماء کرام نے ایوبی آمریت کے خلاف نکالا جس کو ملک بھر کے اخبارات نے خوب پذیرائی دی۔

۳۰ دسمبر ۱۹۶۸ء کو جمعیت کی مجلس عاملہ کا اجلاس جامعہ نعیمیہ میں ہوا۔ اجلاس کے بعد پریس کانفرنس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

> ''آج کے اجلاس میں ملک کی موجودہ صورتحال پر غور کیا گیا اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ اور عوام کے بنیادی حقوق کی بحالی کی جدوجہد جاری رکھنے کا عزم کیا گیا۔ اجلاس میں جمعیت کے مقاصد میں حصولِ کامیابی کے لئے مستقبل کا لائحہ عمل اختیار کرنے کے طریقوں پر گرما گرم بحث ہوئی۔ جمعیت کے رہنماؤں نے اس بارے میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ پاکستان میں اسلام کے سوا کسی دوسرے نظام کو برداشت نہیں کریں گے۔ مجلس عاملہ کے اجلاس میں جمعیت کی رابطہ کمیٹی نے تحریک بحالی جمہوریت کے قائدین نوابزادہ نصر اللہ خاں اور چوہدری محمد علی سے اپنے مذاکرات کی رپورٹ پیش کی تاہم تحریک جمہوریت کے ساتھ باقاعدہ جماعتی تعاون کا فیصلہ جمعیت کی آئندہ مجلس عاملہ کی میٹنگ میں کیا جائے گا۔''

۸ جنوری ۱۹۶۹ء کو جمعیت کے مرکزی صدر منتخب ہونے پر ''یومِ مطالبات'' ۱۰

جنوری کو منانے کی اپیل کی۔ ہنگاموں کا آغاز مغربی پاکستان سے ہوا مگر جنوری کے آغاز میں مشرقی پاکستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ۲۷ جنوری کو ملک بھر میں ہڑتال ہوئی۔ ۱۱ فروری کو جمعیت کا اجلاس حضرت صاحبزادہ پیر محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی کی زیرِ صدارت لاہور میں ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں جمعیت علمائے پاکستان نے تحریک بحالی جمہوریت میں باقاعدہ طور پر شمولیت کا اعلان کر دیا۔ جمعیت کی جانب سے حضرت قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی' صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گجراتی اور علامہ قاضی عبدالنبی کوکب نے شمولیت کے فیصلہ پر دستخط کئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک جمہوریت کے لئے جمعیت کے زیر اہتمام جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک تک نکلنے والے جلوس کی قیادت فرمائی جس میں ہزاروں لوگوں نے ایوبی آمریت کے خلاف آواز اٹھائی۔ انہی ایام میں وزیرآباد میں بھی ایک بڑا جلوس آپ کی قیادت میں نکلا جس کی تصاویر اس وقت اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے موقع پر اخبارات میں شائع ہوئیں۔

۱۴ فروری ۱۹۶۹ء کو دوبارہ ملک میں ہڑتال کا اعلان ہوا جو خاصی کامیاب رہی۔ تحریک بحالی جمہوریت کا پروگرام سیاسی نوعیت کا تھا مگر اس تحریک نے طبقاتی رنگ اختیار کر لیا۔ مزدور' کسانوں' طلبہ' وکلاء' سرکاری ملازمین غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد اس تحریک میں شامل ہوتے رہے۔ ابتداء میں حکومت نے اس تحریک کو کچلنے کی کوشش کی۔ کئی سیاسی رہنماؤں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ صدر ایوب نے سیاست دانوں کی ایک گول میز کانفرنس طلب کی جو کامیاب نہ ہوسکی۔ فوج کے اعلیٰ افسران بھی حکومت کے مخالف بن گئے جس کی تصدیق بعد کے حالات سے ہوگئی۔ چنانچہ ان حالات میں صدر ایوب خاں نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۹ء کو اقتدار بری فوج کے

کمانڈر انچیف جنرل محمد یحییٰ خاں کے سپرد کر کے خود حکومت سے الگ ہو گئے۔ یوں ملک میں مارشل لاء کے نفاذ کے ساتھ ہی صدر ایوب کا صدارتی نظام بھی اپنا وجود کھو بیٹھا۔ تحریک بحالی جمہوریت نے بظاہر کامیابی حاصل کر لی مگر حقیقی مقاصد کو نہ پا سکی اور ملک ایک نئے موڑ کی طرف چلا گیا۔

سیاست سے علیحدگی:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی زندگی سے ہی سیاسی و ملی تحریکوں کا ساتھ دیا۔ تعلیمی زندگی کے ساتھ ساتھ عملی طور پر سیاست کی پر خار وادی میں قدم رکھا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کو برصغیر واپس لانے کے لئے خطوط لکھے۔ تحریک نیلی پوش، تحریک اتحادِ ملت اور تحریک پاکستان کے لئے لازوال قربانیاں دیں۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ قاتلانہ حملہ ہوا۔ قیامِ پاکستان کے موقع پر انتھک جدوجہد جاری رکھی۔ مہاجرین کی آباکاری اور جہادِ کشمیر میں عملی طور پر حصہ لیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد سیاست کو خیرباد کہہ دیا۔ زندگی درس و تدریس اور تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دی۔ اس دوران حرمین شریفین کی طرف دو بار سفر کیا۔ ملک میں تمام بڑے بڑے مزارات پر حاضری دیتے رہے۔ مختلف مناظروں میں شمولیت کے علاوہ تبلیغی و اصلاحی سفر جاری رکھا حتیٰ کہ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت جیسی عظیم مذہبی تحریک کے دوران سات ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ جمعیت علمائے پاکستان کے نائب صدر کی حیثیت سے تنظیم کو فعال بنانے میں اہم کردار ادا کرتے رہے لیکن زیادہ تر توجہ دورہ تفسیر قرآن کریم اور دارالعلوم کے معاملات پر رہی لیکن جب صدر ایوب کا دورِ حکومت آیا تو ایک بار پھر عملی سیاست کے میدان میں قدم رکھا۔ جمعیت کے پہلے صوبائی پھر مرکزی صدر منتخب ہوئے اور تحریک بحالی جمہوریت، سوشلزم کے رد، محکمہ اوقاف کی ناانصافیوں اور غیر اسلامی عائلی قوانین کی تنسیخ کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔ تحریک بحالی جمہوریت کے

اختتام اور اہل سنت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی خاطر صدر جمعیت کے عہدہ سے استعفیٰ کے ساتھ ہی سیاست کے میدان کو خیر باد کہہ دیا۔

بحیثیت سیاستدان آپ کی سیرت پر نظر دوڑائی جائے تو آپ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی عملی تصویر تھے۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

آپ نے ساری زندگی بغیر کسی طمع و لالچ کے ملک وقوم کی خدمت کی۔ ہر مشکل وقت میں علماء کرام کی قیادت فرمائی۔ تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے زندگی میں ایک بار قائداعظم سے ہاتھ ملایا' زندگی میں ایک بار انہیں دیکھا' چند گھڑیاں ان کی مجلس میں رہے' پھر زندگی بھر ان لوگوں نے اس تعارف کو کیش کروایا۔ اس کا پورا پورا معاوضہ وصول کیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ سیاست اس سے بالکل جدا تھا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق سفر تھے کہ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ آپ کی دعوت پر وزیرآباد آئے۔ آپ نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس شفقت وقرابت کے باوجود ہمیشہ اپنے نصب العین اور مقاصد کو پیش نظر رکھا۔ کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

مہاجرین کی آمد کے وقت سیاسی وسماجی خدمات کا انداز ایسا مخلصانہ تھا کہ ہزاروں لوگوں نے غریبوں اور مہاجرین کی دولت پر ہاتھ صاف کئے کہ آج سرمایہ دار بنے ہوئے ہیں لیکن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مسلموں کے مال و دولت کی بھی حفاظت فرمائی اور اسے ان کے حق داروں تک پہنچاتے رہے۔

صدر ایوب کے دورِ حکومت میں جب بڑے بڑے علماء و سیاستدان اشاروں کنایوں میں بھی حکومت کے خلاف آواز بلند نہیں کر سکتے تھے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے یہ خصوصی امتیاز عطا فرمایا تھا کہ اپنی عام عوامی تقاریر میں صدر کا

نام لے کر اس کے ہر برے کام پر کھل کر تنقید کرتے تھے اور اکثر فرماتے:

''میں اور ایوب ایک ہی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں میں اسے خوب پہچانتا ہوں۔ اگر اس نے سیاست کرنی ہے تو وردی اتار کر میدانِ عمل میں آئے۔''

صدارتی انتخاب کے موقع پر جب صدر کی جانب سے یہ اعلان ہوا کہ یہ انتخابات خلفاء راشدین کے انتخابات ہیں تو آپ نے اس پر صدر کی خوب خبر لی اور اسے توبہ کرنے کی تلقین کی۔

اخبارات کے کالم گواہ ہیں کہ تحریک پاکستان، ختم نبوت، بحالی جمہوریت کے موقع پر آپ حق کی صدائے رعد تھے جس سے حکومتی ایوانوں میں ہلچل مچ جاتی اور عوام کے دلوں کو تازگی ایمان ملتی۔ آپ جس بھی سیاسی میدان میں جلوہ افروز ہوئے آپ کی علمی اور سیاسی بصیرت سے پورا ماحول مہک اٹھتا تھا۔ آپ کو کوئی سرمایہ دار کوئی جاگیردار کوئی حکمران خرید نہ سکا۔ البتہ جس بات کو حق سمجھا اس پر یوں ڈٹے رہے کہ ساری دنیا نے اسے سراہا۔ جس کو غلط سمجھا اس کے خلاف صف آراء ہو جاتے۔ ملک میں جمہوریت ہو، آمریت ہو یا مارشل لاء ہو نتائج کی پرواہ کیے بغیر ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا۔

میدانِ سیاست میں ہمیشہ سے اتحاد کے داعی تھے۔ آپ کے خیال میں ملکی نظم و نسق میں اہل سنت کے پیچھے رہنے کا سب سے بڑا سبب نااتفاقی تھا۔ جب محسوس کیا کہ اہل سنت اتحاد و اتفاق کی طرف بڑھ رہے ہیں تو سب سے پہلے استعفیٰ دے کر اپنے گروپ کے خاتمے کا اعلان فرمایا۔ آپ کی سیاست کا مطمع نظر اور نظریہ یہ تھا کہ ملک پاکستان میں دینی سیاست فروغ پائے۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں اسلامی نظام کا راج ہو۔ الغرض بڑے بڑے علماء آپ کی سیاسی بصیرت اور فہم و فراست کے دل و جان سے معترف تھے اسی بنا پر انہوں نے آپ کو اپنا سیاسی و مذہبی قائد تسلیم کیا تھا۔

حضرت شیخ القرآن عمۃ اللہ علیہ کی ملی و سیاسی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے میں نے

کسی مقام پر بھی عقیدت واحترام کی بنا پر مبالغہ سے کام نہیں لیا اور نہ ہی جذبات کی رو میں بہہ کر حقیقت کو بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔ اصل واقعات و معاملات کو تحریر کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے لیکن اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ ایسے عظیم سیاستدان کی سیرت کو کما حقہ تحریر نہیں کر سکا جیسا کہ اس کا حق تھا۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

باب ششم

تصانیف و مناظرے

سرمایہ ادب ہیں تصانیف آپ کی
معیارِ فتح باب ہیں ان کے مناظرے
فیضانؔ لب کشائی وہ کرتے تھے جس گھڑی
رہ جاتے تھے دلائل اعدا سبھی دھرے

(فیض رسول فیضان)

تصانیف

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی تبلیغ اسلام میں بسر ہوئی۔ قیامِ پاکستان سے قبل درس و تدریس' خطابت کے علاوہ تحریک نیلی پوش' تحریک اتحاد ملت اور تحریک پاکستان کے لئے شبانہ روز سرگرمِ عمل رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد درس و تدریس' تحریک ختم نبوت' دورہ تفسیر قرآن اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر کی حیثیت سے سیاسی' سماجی' علمی اور تحریکی و تبلیغی میدان میں زندگی بسر فرمائی۔ تصانیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے البتہ ایسے علماء کرام تیار کر گئے جنہوں نے اس میدان میں خاصی شہرت حاصل کی۔ آپ کے سینکڑوں ایسے شاگرد ہیں جن کی درجنوں کتب زیور طبع سے آراستہ ہو کر عوام و علماء سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ بہرحال آپ نے دو رسائل تحریر فرمائے اور آپ کی چند تقاریر و اقتباسات کو مرتب کر کے ایک کتاب ''سراج منیر'' آپ کی حیاتِ طیبہ میں شائع ہوئی۔ آپ ہر سال دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھاتے ہوئے علماء و طلبہ کو مختلف مسائل پر علمی نوٹس لکھواتے جن میں اصول تفسیر' تاریخ تفسیر' عظمت قرآن جیسے موضوعات کے علاوہ اختلافی مسائل پر سیر حاصل تحقیقی مضامین شامل ہیں۔ ان نوٹس کو الگ کتابی صورت میں جلد از جلد شائع کیا جائے گا۔ (انشاء اللہ العزیز) آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

ا۔ مناقب جلیلہ

گجرات میں قیام کے دوران حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو تصنیف فرمایا۔ اس کا سن تصنیف غالباً ۱۹۳۴ء ہے۔ یہ کتاب اقبال سٹیم پریس بیرون

دروازہ شاہ دولہ گجرات سے طبع ہوئی جبکہ ایم عبدالحکیم اینڈ سنز تاجران کتب مسلم بازار گجرات نے اسے طبع کروایا اور عبدالنبی نظام دین مرحوم شادیوال نے کتابت کی۔ کتاب ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ اس کے تین ابواب ہیں۔ مقدمہ میں کتاب کی غرض وغایت اور معجزہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

الباب الاول:

اس باب میں آپ نے نبی اکرم ﷺ کے چند معجزات کو تحریر فرمایا ہے۔ ہر معجزہ بیان کرتے ہوئے اس کے اصل ماخذ اور ثانوی ماخذ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر معجزہ کو پہلے اصل عربی عبارت جبکہ بعد میں ترجمہ کے ساتھ جہاں جہاں ضروری ہوا وہاں آپ نے اس کی تشریح بھی بیان کی ہے۔ اس باب میں درج ذیل معجزات ہیں۔

(۱) نبی علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا (۲) نبی کریم ﷺ کی دعا سے غروب شدہ آفتاب کا واپس آنا (۳) حضور ﷺ کی دعا سے آفتاب کا ٹھہرنا (۴) شق القمر (۵) حضور ﷺ کے اشاروں سے بتوں کا گرنا (۶) سراقہ بن مالک کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے (۷) نبی ﷺ کے قتل کے لئے ایک شخص کا آنا اور اس کا اندھا ہو جانا (۸) نبی ﷺ کی دعا سے ابوطالب کا مرض سے شفایاب ہونا (۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کی ہدایت کے لئے نبی کریم ﷺ کا دعا فرمانا اور ان کا فوراً مسلمان ہو جانا (۱۰) نبی ﷺ کی نبوت پر گوہ کا شہادت دینا (۱۱) ہرنی کا کلمہ شہادت پڑھنا (۱۲) بھیڑیئے کا کلام کرنا (۱۳) بارگاہِ رسالت میں ایک اونٹ کا دادرسی کے لئے حاضر ہونا (۱۴) حضورِ اقدس ﷺ کی دعا کی برکت سے کھانا کا زیادہ ہونا (۱۵) حضورِ اقدس ﷺ کی دعا کی برکت سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے توشہ دان میں کھجوروں کا زیادہ ہونا (۱۶) سیّد

عالم ﷺ کی برکت سے کئی آدمی دودھ کے ایک پیالہ سے سیراب ہوئے (۱۷) درخت کا کلام کرنا اور سیّد عالم ﷺ کی نبوت کی گواہی دینا (۱۸) سیّد عالم ﷺ کے فراق میں کھجور کے ستون کا رونا (۱۹) زمین کا ایک مرتد کو قبول کرنے سے انکار کرنا (۲۰) گونگے کا بولنا (۲۱) ایک جلے ہوئے بچے کا اچھا ہونا (۲۲) ایک اندھے کا حضور ﷺ کی برکت اور آپ کے وسیلہ سے بینا ہونا

الباب الثانی فی خصائصہ ﷺ

سلسلہ ممکنات میں جب کوئی بادشاہ کسی کو اپنی عنایت سے مخصوص کرتا ہے تو اسے ایک ایسی چیز عطا کرتا ہے جو کسی دوسرے کے پاس اس کی حکومت ومملکت میں نہیں ہوتی اور اسے اپنی بارگاہ میں وہ قدرومنزلت بخش دیتا ہے جس کی وجہ سے اس شخص کو سب پر تفوق حاصل ہوتا ہے اور تمام اراکین سلطنت کے نزدیک اس کی عزت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح پروردگارِ عالم نے ہمارے آقا پیغمبر محمد ﷺ کو تمام خلق سے بمزید عنایت مخصوص کر کے اپنی خاص مہربانیوں کے ساتھ مشرف کیا اور سب پیغمبروں کی صفات اس ذات بابرکات میں جمع کر کے ہزاروں کمالات کے ساتھ (کہ کسی کو حاصل نہ ہوئے) مخصوص فرمایا (اور دنیا میں جو کمال کسی کو حاصل ہوا) انہیں کے ذریعہ اور وسیلہ سے حاصل ہوا۔ (مدارج النبوۃ) شعر:

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
انہیں کا فیض ہے دنیا میں یہ وہ چوکھٹ ہے
جو کچھ کسی کو ملا ہے ملا مدینہ سے

خاصہ اول

اجتماع کمالات یعنی جناب باری تعالیٰ نے تمام وہ کمالات جو کہ اگلے نبیوں (صلوٰۃ اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم اجمعین) کو عطا کئے تھے بلکہ ان سے اعلیٰ اور افضل آں ذات جامع البرکات میں جمع فرما دیئے اور فضیلت اجتماع کی انفراد پر ظاہر یا یوں تعبیر کیجئے کہ دنیا میں جتنی شرافتیں اور جس قدر کمالات ممکنہ تھے وہ سب اصل موجودات احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تبارک وتعالیٰ نے عطا کر دیئے تھے۔ شعر:

ہر رتبہ کہ بود در امکان بر اوست ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

صاحب قصیدہ شریفہ فرماتے ہیں:

فانسب الی ذاته ما شئت من شرفٍ
وانسب الی قدره ماشئت من عظم
فان فضل رسول الله ليس له
حد فيعرب عنه ناطق بفم
خط سبز و لب لعل و رخ زیبا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مثلاً آدم علیہ السلام کو صفوت کا خلعت بخشا۔ ان الله اصطفى ادم۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مرتبہ محبوب کہ صفوت کو بھی متضمن ہے عنایات فرمایا۔ انا حبيب الله۔ (الحدیث) آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ وعلم ادم الاسماء كلها۔ (الآیۃ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی امت کے نام بتائے اور مشارق و مغارب زمین کے دکھلائے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا بتایا اور اسرار و حقائق ماکان و مایکون پر مطلع کیا۔ (مدارج النبوۃ، مواہب لدنیہ، خصائص کبریٰ، مشکوٰۃ شریف، اشعۃ اللمعات، روح البیان، عرائس البیان وغیرہ) آدم علیہ السلام کو مسجود

ملائک کیا محمد ﷺ کو محبوب خلائق کیا۔ آدم علیہ السلام کو بہشت میں رکھا۔ یا ادم اسکن انت و زوجك الجنة۔ محمد ﷺ کو عرش بریں پر بلایا اور مقامِ قرب سے مشرف فرمایا۔ فکان قاب قوسین اوادنی۔ آدم علیہ السلام کو خلافت زمین کی بخشی۔ انی جاعل فی الارض خلیفه۔ محمد ﷺ کو عالم علوی میں تصرف کی قدرت عطا کی۔ اقتربت الساعة وانشق القمر۔ ادریس علیہ السلام کو آسمان پر بلایا۔ ورفعناہ مکانا علیا۔ محمد ﷺ کو مقام قاب و قوسین اوادنی سے مشرف فرمایا۔ جہاں کسی نبی اور رسول ملک مقرب کی بھی رسائی نہیں۔
مصرعہ: بمقام کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

غنچے مَا اَوْحٰی کے جو چٹکے دَنَا کے باغ میں
بلبل سِدْرَہْ تک ان کی بو سے بھی محرم نہیں

نوح علیہ السلام کے سبب مسلمانوں کو طوفان سے نجات بخشی۔ فانجیناہ والذین معه فی الفلك۔ محمد ﷺ کے سبب سے کافروں کو عذاب سے مہلت دی۔ وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم۔

اَنْتَ فِیْھِمْ نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

یوشع علیہ السلام کی دعا سے سورج روکا۔ محمد ﷺ کی دعا سے اس کو مغرب سے لوٹایا۔ مصرعہ:

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم

ابراہیم علیہ السلام کو خلعت خلت سے مشرف فرمایا۔ واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا۔ محمد ﷺ کو جامع خلت و محبوبیت کیا۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب باری نے اپنے پیغمبر کو پیام بھیجا کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو تمہیں حبیب کیا اور تم سے بہتر کسی کو نہ پیدا کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت آسمان پر مطلع کیا۔

وکذلك نری ابراھیم ملکوت السموات۔ جس جگہ خلیل کی نظر پہنچی وہاں حبیب کا قدم پہنچا۔ ثم دنی فتدلی۔ خلیل پر ایک بار آگ گلزار کی۔ قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علے ابراھیم۔ حبیب کے واسطے بارہا آتش حرب وقتال کو بجھا دیا۔ کلما او قد وا نار اللحرب اطفأھا اللہ۔ خلیل علیہ السلام نے خدا کی قسم کھائی تاللہ لا کیدن اصنامکم۔ خدا نے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی۔ لَعَمْرُكَ الآیۃ۔ خلیل کے گھر فرشتے مہمان آئے۔ ھل اتك حدیث ضیف ابراھیم۔ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر پر واسطے نگہبانی کے فرشتے متعین ہوں گے (یعنی وقت خروج و دجال) علے ابواب المدینة ملائکة لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال (الحدیث) موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر کلام فرمایا اور اسے سب پر ظاہر فرمایا۔ فلما جاء ھا نودی ان بورك من فی النار۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلا کر اسرار و حقیقت سے خبردار کیا اور وہ راز سب سے چھپایا۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ کلیم علیہ السلام کو ید بیضا عنایت ہوا۔ حبیب کا سینہ انوار کمال معرفت سے روشن کیا۔ الم نشرح الآیۃ۔ کلیم کے لئے پتھر سے پانی جاری ہوا۔ فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا۔ حبیب کی انگلیوں سے اس قدر پانی نکلا کہ پندرہ سو آدمیوں نے اسے پیا اور وضو کیا۔ کما اخرجه الشیخان عن جابر۔ یہ معجزہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ موسویہ سے زیادہ عجیب ہے۔ پتھروں سے اکثر پانی نکلا کرتا ہے اور نہریں جاری ہوتی ہیں۔ وان منها لما یشقق فیخرج منه الماء ط وان منها لما یتفجر منه الانهار۔ اور گوشت سے اس قدر پانی جاری ہونا محالات عادیہ سے ہے۔ کلیم کے لئے عالم سفلی میں دریا پھٹ گیا۔ فاضرب لهم طریقا فی البحر یبسا الآیۃ۔ حبیب کے لئے عالم علوی میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔ کلیم کا عصا سانپ ہو گیا۔ فاذاھی حیة تسعی۔ حبیب، کے یاروں کی لاٹھیاں تاریکی میں روشن ہوئیں۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مطلب کی باتیں کرتے تھے کہ رات ہو گئی اور نہایت تاریکی

تھی۔ حضرت کے پاس سے اٹھے۔ ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی۔ جب راہ دونوں کی جدا ہوئی۔ دوسرے کی بھی لاٹھی روشن ہوگئی یہاں تک کہ دونوں صاحب لاٹھیوں کی روشنی میں اپنے اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔ یوسف علیہ السلام کو حسن بے مثال عنایت ہوا کہ ان کے عشق میں زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے۔ فلما رانینه اکبرنه وقطعن ایدیهن۔ محمد ﷺ کو وہ جمال باکمال عنایت ہوا کہ جس کی محبت میں مردانِ عرب نے سر اپنے سرِ میدان کٹا دیئے۔ شعر:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردانِ عرب

لکن الرسول والذین معه جاهدوا باموالهم وانفسهم۔ یوسف علیہ السلام کو خواب میں چاند اور سورج اور ستاروں نے سجدہ کیا۔ انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایت هم لی ساجدین۔ محمد ﷺ کو درختوں نے ظاہر میں سجدہ کیا اور اسی طرح حیوانات نے بھی۔ کما ورد فی الاخبار۔ سلیمان علیہ السلام کے لئے جن فرمانبردار ہوئے۔ ومن الجن من یعمل بین یدیه ط محمد ﷺ کی مدد کے لئے فرشتے لڑائی میں بھیجے۔ یمدد کم ربکم بخمسة الاف من الملئکة مسومین۔ سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مطیع کی۔ ولسلیمن الریح۔ محمد ﷺ کو براق تیز رفتار عطا ہوا اور خندق کی لڑائی میں ہوا آپ کی امداد کے لئے بھیجی کہ جس نے تمام لشکر کفار تہ و بالا کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں نصرت بالصباء۔ سلیمان علیہ السلام کو تمام دنیا کی سلطنت بخشی۔ محمد ﷺ نے سلطنت قبول نہ فرمائی اور بندگی اختیار کی جس کے بدلے سرداری جنت اور اہل محشر کی حاصل ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہوا۔ محمد ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے خشک لکڑی نے تلوار کا کام دیا۔ محمد بن محمد حنفی تلمیذ امام ابو محمد جلال الدین بخاری ریاض الناصحین میں لکھتے ہیں کہ ایک یہودی بارگاہِ رسالت میں ایک پتھر لایا اور کہا کہ یہ پتھر

مہتر داؤد علیہ السلام کے پتھروں سے ہے۔ آپ نے ہاتھ میں لیا موم ہو گیا۔ یہودی یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ اگر کسی پیغمبر کو ایک اسم رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے اسمائی شریفہ سے یا دو عطا کئے ہیں۔ (مثلاً اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کو علیم اور حلیم اور ابراہیم علیہ السلام کو حلیم اور نوح علیہ السلام کو شکور اور یوسف علیہ السلام کو حفیظ اور یحییٰ علیہ السلام کو بَرّ فرمایا) تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ترسٹھ اسم اپنے اسماء متبرکہ سے عنایت کئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں گویائی عطا کی ہے اور ان سے حضرت مریم علیہا السلام کی طہارت پر گواہی دلوائی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دودھ پیتے بچوں نے کلام کیا اور آپ کی محبوب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طہارت اور پاکی پر خود (رب تبارک و تعالیٰ نے) گواہی دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اندھے اچھے ہوتے تھے اور کوہڑی شفا پاتے تھے۔ ابری الاکمہ و الابرص۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاکِ پا کو یہ تاثیر بخشی کہ جو بیمار اپنے بدن پر لگاتے فوراً شفا پائے۔ سیّد سمہودی فرماتے ہیں کہ میں بچشم خود دیکھا کہ ایک کوڑھی نے مدینہ کی خاک اپنے بدن پر ملی بیماری جاتی رہی۔ شعر:

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اٹھا لائے وہ تھوڑی خاک ان کے آستانے سے

ایک صحابیہ کو مرض برص تھا آپ سے التجا کی آپ نے اپنا ہاتھ موضع برص پر لگایا فوراً آرام ہو گیا۔

مسیح کی جو زبان میں وہ تیرے ہاتھ میں ہے
بڑائی اس سے تجھے اے جان لاکھ بات میں ہے

عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردے زندہ کئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کروڑوں مردہ دل زندہ فرما دیئے۔ شعر:

جس مردے کو حضرت عیسیٰ بھی نہ جلا سکے
لے آؤ اس کو میرے پیمبر کے سامنے
آبِ دہن سے اندھوں کو بینا بنا دیا
بیمار اچھے ہو گئے پانی پلا دیا
لاکھوں برس کے مردوں کو دم میں جل دیا
عیسیٰ بھی چپ ہیں میرے مسیحا کے سامنے
عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دیئے ہیں
حضرتؐ کے معجزوں نے عیسیٰ بنا دیئے ہیں

جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زندہ کیا فوراً مر گیا جس دل کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندہ کیا اسے حیاتِ ابدی نصیب ہوئی۔ علماء کہتے ہیں کہ رونا ستون کا حضرت کی محبت میں معجزہ مسیح علیہ السلام سے کہ احیائے موتی ہے۔ عجیب تر ہے کہ لکڑی خشک نہ تو حیات کی صلاحیت بالفعل رکھتی ہے اور نہ زمانہ ماضی میں اور نہ استقلال میں اور یہ (یعنی انسان مردہ) پہلے متصف بحیاۃ تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے خفاش کی شکل بناتے پھر اس میں پھونک مارتے وہ اڑنے لگتی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بت نے کلام کیا اور آپ کی تصدیق کی۔ جواہر التفاسیر اور ریاض میں نقل ہے کہ آپ نے ایک بت پرست کو دعوت اسلام دی۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا: اگر بت تیرا مجھ سے کلام کرے تو ایمان لائے گا۔ اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں پچاس برس سے اس کی پرستش کر رہا ہوں آج تک مجھ سے کلام نہ کیا۔ آپ سے کہ آپ اس کے دشمن ہیں کیونکر کلام کرے گا؟ آپ نے بت سے فرمایا: میں کون ہوں؟ بت نے بزبانِ فصیح کہا: اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ آپ خدا کے رسول ہیں۔ بغوی نے شرح السنۃ میں اور ابن عبدالبرؒ نے استیعاب میں اور ابن جوزی نے کتاب الوفا میں نقل کیا ہے کہ ام معبد کے خیمہ میں آپ نے ایک بکری دیکھی۔ فرمایا:

اس کا کیا حال ہے؟ عرض کیا: کمزوری کے سبب بکریوں کے ساتھ نہ جا سکی۔ فرمایا: دودھ دیتی ہے؟ عرض کیا: اس میں دودھ دینے کی طاقت کہاں؟ فرمایا: اگر اجازت دو تو میں اسے دوہوں۔ عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اگر اس کا دودھ دیکھیں دوہ لیجئے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے تھنوں کو لگایا اور خدا کا نام لے کر دعا کی اسی بکری نے دوہانے کے لئے پاؤں پھیلا دیئے اور جگالی کر کے دودھ اتار لائی۔ آپ نے ایک بڑا برتن (جو ایک قوم کے پیٹ کو بھر دے) منہ تک بھر لیا یہاں تک کہ جھاگ باہر نکلی اور ام معبد نے اپنے ساتھ والوں کو سیر کر کے پلایا۔ مواہب اللدنیہ میں ہے کہ وہ بکری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہی۔ جب ان کے زمانہ میں قحط پڑا اور دودھ عالم میں عنقا ہو گیا تو وہ بکری دودھ بدستور قدیم دیتی رہی۔ شعر:

مسیح کی جو زباں میں وہ تیرے ہاتھ میں ہے
بڑائی اس سے تجھے اے جان لاکھ بات میں ہے

خاصۂ دوم

جسم مقدس سراپا اعجاز تھا۔ کتب احادیث و سیر میں بہت سے خوارق متعلق جسم مبارک مذکور ہیں ازاں جملہ آپ کے پسینہ سے مشک کی خوشبو آتی اور بالوں سے بھی خوشبو مہکتی رہتی دھو کر پانی زلف معنبر کا جس بیمار کو پلایا جاتا فوراً شفایاب ہوتا۔ خالد بن ولید کی ٹوپی میں چند موئے مبارک تھے ان کی برکت سے ہر جنگ میں فتح یاب ہوتے اسی طرح اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس آپ کا جبہ مبارکہ تھا اسے دھو کر جس بیمار کو پلاتیں فوراً اچھا ہو جاتا۔ مکھی جسم پر نہ بیٹھتی، مچھر وغیرہ موذی جانوروں نے کبھی نہ کاٹا۔ جوں آپ کے بالوں اور کپڑوں میں نہ پڑتی۔ (خصائص کبریٰ) چہرہ مبارک آپ کا اس قدر صاف تھا کہ عکس اپنا ہر شخص اس میں دیکھ لیتا۔ مثنوی شریف:

گفت من آئینہ مصقول دوست
ترکی و ہندی بہ بیند آنچہ اوست

بلکہ صفائی اس آئینہ حق نما کی یہاں تک پہنچی تھی کہ ایک شانِ پروردگار اس سے ظاہر ہوتی تھی چنانچہ من رانی قد رای الحق کاشف اس رمز کی ہے آواز آپ کے باوجود اس کے کہ تمام عالم سے اچھی تھی وہاں پہنچتی جہاں اوروں کی آواز اس کے دسویں حصہ تک نہ جاتی۔ عورتیں اپنے گھروں میں خطبہ سنتیں اور منیٰ میں لوگوں نے خطبہ اپنے اپنے منازل میں سنا اور کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کے کان میں آواز نہ پہنچی ہو اور وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ منیٰ میں خطبہ پڑھتے اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اسے تعبیر فرماتے تھے۔ شاید حضرت امیر نے اس خیال سے کہ لوگ دور تک ہیں اور اس قدر بُعد تک آواز پہنچنا خلافِ عادت ہے۔ کلماتِ شریفہ کا اعادہ کیا اور یہ امر پیچھے معلوم ہوا کہ بطریق اعجاز وخرقِ عادت آپ کی آواز دور تک پہنچی کہ سب لوگوں نے نزدیک اور دور بے تکلفی سنی۔ بغل شریف کے پسینہ سے مشک کی خوشبو آتی۔ چنانچہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ حضرت نے مجھے اپنے بدن سے لپٹا لیا تو میں نے پسینہ آپ کی بغل کا سونگھا۔ مشک کی خوشبو اس سے آتی تھی۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سامنے اور پیچھے یکساں دیکھتے تھے۔ امام زاہدی شارح قدوری اور مصنف قنیہ رسالہ ناصریہ میں اور شیخ عبدالحق مدارج میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے شانوں کے بیچ میں سوراخ سوزن کے مانند دو آنکھیں تھیں کہ ان سے دیکھتے اور کپڑا حاجب نہ ہوتا اور حق یہ ہے کہ جیسا حضرت کا دل ادراک معقولات میں احاطۂ تام رکھتا تھا۔ اسی طرح آنکھ محسوسات میں کمال رکھتی تھی کہ جہاتِ ستہ آپ کی نظر کے روبرو گویا جہت مقابل تھے۔ قوتِ سمع شریف اس قدر تھی کہ آسمانوں کی آواز بے تکلف سن لیتے۔ ایک دفعہ آپ مجمع صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ ناگاہ آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا۔ اسی وقت میں نے آسمان کے دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور یہ

دروازہ آگے کبھی نہ کھلا تھا۔ ستر ہزار فرشتے سورہ انعام کے پیچھے چلنے کے واسطے اسی دروازے سے اترے۔ مہر نبوت مثل ستارہ صبح کے روشن مقدس پشت مبارک پر چمکتی اور اس بال باحال جمع تھے۔ اس کے ظاہر میں لکھا: تَوَجَّهْ حَيْثُ شِئْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ اور باطن میں مرقوم تھا: اِنَّ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ تاریخ نیشاپوری میں لکھا ہے کہ اس میں گوشت سے مکتوب تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ اس باب میں کچھ ثابت نہ ہوا اور اس کی شکل میں روایات مختلفہ ثابت ہیں۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ مانند تکمہ پیراہن عروس اور ترمذی نے کہا: مانند بیضہ کبک کے تھی اور بعض روایات میں آیا اس پر خال تھے لیکن درحقیقت یہ اختلاف نہیں بلکہ راوی نے بقدر اپنے فہم کے تشبیہہ وتمثیل دی ہے۔ ہاں! اس میں اختلاف ہے کہ وقت ولادت کے تھی یا کہ نہ۔ روایت بزاز کی امر ثانی پر دلالت کرتی ہے اور نیز ابونعیم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ بعد ولادت کے فرشتے نے تین بار آپ کو اس پانی سے جو کہ آپ کے غسل کے لئے لایا تھا نہلایا اور پارۂ حریر سے ایک مہر کہ مانند زہرہ کے چمکتی اور بیضہ مکنونہ کی ہمشکل تھی نکال کر دوشِ مقدس پر لگائی اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ مہر نبوت آپ کے خصائص سے ہے یا کہ نہیں۔ اکثر علماء اسے آپ کے لئے خاص کہتے ہیں: ولنعم ما قیل

گرچہ شیریں دہناں بادشہانند ولے
اور سلیمان جہان است کہ خاتم با اوست

مگر مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ خاتم نبوت آپ کے کمالات و علاماتِ نبوت سے شمار کی گئی۔ اگرچہ اور پیغمبروں کے لئے بھی ثابت ہے مگر ان کے سیدھے ہاتھ میں ہوتی اور پیٹھ میں مقابل مدخل شیطان کے ہونا آپ کے خصائص سے ہے۔ اسی واسطے کتاب شعیب علیہ السلام اور اگلی کتابوں میں آپ کا وصف اس کے ساتھ وارد ہوا اور مہر

نبوت کے ثبت میں نکتہ یہ تھا کہ نوشتہ کے آخر میں واسطے مزید اعتبار کے مہر کر دیتے ہیں۔ آپ پر دفتر نبوت ورسالت ختم ہوا۔ اس لئے دانائی ما کان وما یکون کی پشت مقدس پر مہر ثابت ہوئی تاکہ معلوم ہو کہ یہ نوشتہ ابتداء سے انتہا تک خدا ہی کی جانب سے ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو خاتم النبین کہتے ہیں کہ آپ سب سے پچھلے نبی اور نبی آخرالزماں ہیں اور سلسلہ نبوت اور رسالت کو ختم کر دینے والے ہیں۔

یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم

اور آپ سند انبیاء و المرسلین ہیں۔ آپ کے سبب سے ان کی پیغمبری اور کتابوں کی تصدیق ہوئی اور اعتبار دوبالا ہوا اور ایک عالم نے امنت باللّٰہ وملنکته وکتبه ورسله پڑھا۔

آپ کے لعابِ دہن میں یہ تاثیر تھی کہ جس کھاری کنوئیں میں آپ لعابِ دہن ڈالتے شیریں ہو جاتا اور جس بچے کے منہ میں ایک قطرہ آبِ دہن شریف کا ڈالتے دن بھر دودھ نہ مانگتا۔ گویا آبِ کوثر کی تاثیر رکھتا تھا اور خیبر کے دن مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں دکھتی تھیں تھوڑا آب ذہن مبارک لگایا فوراً آرام ہوگیا۔ امام حسن پیاسے تھے زبان آپ کی چوسی فوراً پیاس جاتی رہی اور دن بھر پانی کی خواہش نہ ہوئی۔ حدیبیہ کا کنواں لشکر کی کثرت سے خالی ہوگیا آپ کو خبر ہوئی ایک کلی اس میں ڈال دی یکایک اس میں جوش آیا اور تمام لشکر نے پانی بھرا مگر پانی کم نہ ہوا اور ایک کنوئیں میں آبِ دہن ڈالا اس کے پانی سے مشک کی خوشبو آنے لگی اور انس بن مالک کا کنواں کھاری تھا ایک قطرہ لعابِ دہن کا اس میں ڈالا ایسا شیریں ہوگیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی کنواں اس سے میٹھا نہ تھا۔ اسی واسطے آپ کے دہانِ پاک کو منبع معجزات کہتے ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین

خاصہ سوم

کثرتِ اسماء کثرتِ صفات پر دال ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
اسمائی شریفہ کا متضمن مدح ہونا آپ کے خصائص شریفہ سے ہے آدمی کو چاہئے کہ ان کے معنی پر نظر کرے کہ عظمت و محبت اس جناب کی اس کے دل میں بڑھے۔ اللھم ارزقنا منا حظا وافرا ونصیبا کاملا۔ واضح ہو کہ مؤلف دلائل الخیرات نے قریب دو سو اسم کے اور بعض نے سات سو چوہتر اسم جمع کئے۔ اگر معنی و نکات سب کے تفصیل سے لکھے جائیں تو دفتر عظیم مرتب ہو لہٰذا صرف چند نفیسہ کہ اشہر اسماء شریفہ (اعنی لفظ محمد) سے متعلق ہیں لکھے جاتے ہیں۔ وباللہ استعین ھو نعم المعین

(لطیفہ اولی) یہ نام مقدس پروردگار تعالیٰ وتقدس کے نام سے ہم اشتقاق ہے۔

وشق له من اسمه ليجله

فذو العرش محمود وهذا محمد

حمد سے پانچ اسم مشتق ہیں۔ ایک محمود کہ جناب باری نے اپنے اور اپنے حبیب میں مشترکہ رکھا تاکہ آپ کی کمال محمودیت پر دلالت کرے اگرچہ دونوں محمودیتوں میں فرق ہے۔ دوسرا حمید کہ معنی فاعلیت اور مفعولیت کو جامع تھا۔ اپنے لئے جناب باری نے خاص فرمایا اس کے مقابلہ میں تین نام اپنے محبوب کو عنایت فرمائے۔ احمد، محمد، محمود، اول فاعلیت پر اور تیسرا مفعولیت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اس مضمون کی طرف اشارہ ہوا کہ اے میرے محبوب! اگر میں حمید ہوں یعنی تعریف کیا گیا تو تم احمد ہو بہت تعریف کرنے والے ہو کہ تمہارے برابر میری تعریف کوئی نہیں کر سکتا اور اگر میں حمید ہوں یعنی تعریف کرنے والا تو تم محمد ہو بکثرت اور بار بار تعریف کئے گئے کہ تمہارے برابر میں کسی کی تعریف نہیں کرتا۔ الغرض اس جناب کو حمد سے ایسی نسبت تامہ ہے کہ نہ محمودیت میں کوئی ان کا برابر اور نہ حامدیت میں کوئی ان کا ہمسر۔ اس لئے چار نام آپ

کے حمد سے مشتق ہوئے۔ حامد، محمد، محمود، احمد اور آپ کے مقام کا نام بھی محمود ہے اور آپ کے نشان کا نام بھی لواء الحمد ہے اور آپ کی کتاب بھی الحمد سے شروع ہے اور لقب آپ کی امت کا بھی اگلی کتابوں میں حمادین ہے۔ قیامت کے دن آپ جناب باری کی اس قدر حمد کریں گے کہ کسی نے نہ کی ہوگی اور آپ کی ایسی تعریف ہوگی کہ ازل سے ابد تک کسی کی نہ ہوئی، نہ ہوگی۔ عرصاتِ محشر میں تمام اگلے اور پچھلے موافق اور مخالف سب آپ کی تعریف کریں گے اس وقت یہ نسبت بخوبی ظاہر ہو جائے گی اور محمودیت اور محمدیت اور احمدیت اور حامدیت آپ کی آفتابِ محشر سے زیادہ چمکے گی۔

(لطفیہ ثانیہ) ہر چند یہ نام نامی علمی ذات ہے مگر اجمالاً جامع جمیع صفات ہے اس لئے کہ حمد حامد سے بے محمود علیہ کے واقع نہیں ہوتی اور ہر فرد کے واسطے ایک محمود بہ ضرور ہے خواہ وہی محمود علیہ ہو یا غیر اس کا۔ پس جس شخص کے لئے افراد حمد بکثرت ثابت ہیں صفات محمود بہا و محمود علیہا بھی بکثرت ہوئیں گی۔ کما لا یخفی و کیف لا وهو المحمود فی الدنیا والاخرة بالصفات الکاملة والاخلاق الفاضلة من العلم والحکمة والنبوة والرسالة والزهد والکرم والحیاء وغیرها فطابق الاسم المسمی وناسب اللفظ المعنی.

(لطیفہ ثالثہ) اس نام مبارک میں بظاہر چار حروف ہیں اور فرشتے مقرب بھی چار ہیں۔ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل علیہم السلام اور پیغمبر صاحب کتاب علاوہ نبی علیہ السلام کے چار ہیں۔ نوح، ابراہیم موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام اور آپ کے نام کہ حمد سے ماخوذ ہیں وہ بھی چار ہیں۔ حامد، محمد محمود احمد اور خلفائے راشدین بھی چار ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور عمدہ عبادات مقصودہ فعلیہ بھی چار ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور سلسلہ حضرات صوفیائے کرام کے بھی چار ہیں۔ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور مجتہد امت بھی چار ہیں۔ ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد حنبل رضی اللہ عنہم۔ عناصر بھی چار ہیں۔ پانی، مٹی آگ،

ہوا اور علتیں بھی چار ہیں۔ فاعلیہ' مادیہ' صوریہ' غائیہ۔ جہات عالم مشہورہ بھی چار ہیں۔ شرق' غرب' شمال' جنوب اوردریا بہشت کے بھی چار ہیں۔ دریائے شہد' دریائے شیر' دریائے آب' دریائے شراب اور بہشت کی نہریں بھی چار ہیں۔ زنجبیل' سلسبیل' رحیق' تسنیم۔ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے بھی چار نہریں جاری ہیں۔ نیل' فرات' سیحان' جیحان اور فرض وضو کے بھی چار ہیں۔ منہ دھونا' ہاتھ دھونا کہنیوں تک' پاؤں کا ٹخنہ تک دھونا' سر کا مسح کرنا اور روزے میں بھی چار فرض ہیں۔ نیت کرنا' جماع اور کھانے' پینے سے بچنا اور غسل مسنون بھی چار ہیں۔ غسل جمعہ' غسل احرام' غسل عیدالفطر' غسل عیدالضحیٰ اور لا الہ الا اللہ کے حصن ایمان ہے اس میں بھی چار کلمے ہیں اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مفتاح القرآن ہے اس میں بھی چار کلمے ہیں اور زکوٰۃ بھی چار قسم کے جانوروں میں ہوتی ہے۔ اونٹ' گائے' بکری' گھوڑا۔ یاد رہے کہ بھینس گائے کے حکم میں ہے اور مینڈھا بکری کے حکم میں ہے اور اٹھانے والے عرش کے بھی چار ہیں اور قرآن کریم میں بھی یہ نام مبارک چار جگہ وارد ہوا ہے۔ محمد رسول اللہ' ما کان محمد' ما محمد الا رسول' نزل علی محمد اور بنی آدم میں چار گروہ افضل ہیں۔ پیغمبر' صدیق' شہید' صالحین اور جو کلمات خدا کو بہت پیارے ہیں وہ بھی چار ہیں۔ سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ' اللہ اکبر۔ علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت سی اشیاء ہیں جو کہ اربعیت کے ساتھ موصوف ہیں تو معلوم ہوا کہ رب تبارک تعالیٰ نے چونکہ اپنے حبیب کے اسم گرامی کو چار حروف پر مشتمل فرمایا لہٰذا بہت سی اور اشیاء کو بھی اربعیت سے موصوف کر دیا تاکہ اسم محبوب سے مناسبت رہے اور اگر میم مشدد کو صرفی قواعد کے لحاظ سے دو حرف کہا جائے تو یہ نام نامی پانچ حروف پر مشتمل ہے اور ارکانِ فعلیہ نماز کے بھی پانچ ہیں۔ دو سجدے' تیسرا قیام' چوتھا رکوع' پانچواں قعدہ اور زکوٰۃ دو صد درہم میں بھی پانچ درہم ہیں اور بیس دینار میں نصف دینار کے وزن میں پانچ درہم ہوتا ہے اور فرضیت حج کی بھی پانچ امر پر موقوف ہے۔ اسلام' حریت' بلوغ'

عقل، استطاعت اور اشرف اعضاء بھی پانچ ہیں۔ سر، دل، دو آنکھیں، ناک اور سورتیں قرآن کی جن کے اول میں لفظ الحمد واقع ہے وہ بھی پانچ ہیں اور اوقات نماز بھی پانچ ہیں اور پیغمبر صاحب شرع بھی مع محمد مصطفیٰ ﷺ پانچ ہیں اور حواس ظاہرہ اور باطنہ بھی پانچ پانچ ہیں اور کلیات بھی پانچ ہیں اور اقسامِ برہان بھی پانچ ہیں۔

(لطیفہ اربعہ) خدا تعالیٰ نے جس طرح اپنے اسماء حسنیٰ سے ایک ایک اسم بعض پیغمبروں کو عنایت فرمایا اسی طرح نام نامی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے ایک ایک حرف بعض انبیاء کے ناموں میں داخل کیا۔ مثلاً میم آدم، ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ، سلیمان، مسیح، اشموئیل، اور ارمیا علیہم السلام کے نام میں اور حا نوح، صالح، یحییٰ اور اسحٰق علیہم السلام کے نام ہیں اور دال آدم، داؤد اور ادریس علیہم السلام کے نام میں داخل کیا۔

واہ چہ نام دلکشا ہست ایں کہ موسیٰؑ و مسیحؑ
افسر خود کردہ انداز میم ملک آرائے او
تا بہ میمش نام ابراہیمؑ آدمؑ شد تمام
چوں سلیمانؑ کرد اسمٰعیلؑ در دل جائے او
دال نامش کو در آخر ہود ماوائ آمدہ
سینہ ادریسؑ و آدمؑ شد مگر ما وائے او
حضرت داؤدؑ کز صیتش دو عالم پر صد است
از ہمیں یک حرف زینت یافت سر تا پائے او

(لطیفہ خامسہ) میم آپ کی محبوبیت اور محمودیت اور مصطفائیت کی طرف اور حا حامدیت اور حمایت امت کی طرف اور دال دعوتِ عامہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس قیاس پر یہ اسم شریف آپ کے دوصد تینتالین (۲۴۳) صفات کا اجمال ہے گویا ہر حرف اس کا حروفِ مقطعات کی طرف معانی متعددہ پر دال ہے۔

چہ نام است ایں کہ در دیوان ہستی
برو نگرفت نامے پیش دستی
چو نام ایں است نام آور چہ باشد
مکرم تر بود از ہر چہ باشد

یا میم اول سے باعتبار اعداد چالیس برس اور حا سے حکومت اور میم ثانی سے ملک آخرت اور دال سے دنیا مراد ہے۔ گویا اس مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ اس جناب کو چالیس برس کی عمر میں حکومت دنیا و آخرت اور ریاست دونوں جہان کی عنایت ہوئی اور عدد دونوں میموں کے اسی اور حا کے آٹھ اور دال کے چار ہیں جن کا مجموعہ بانوے ہے گویا ان بانوے اشیاء کی طرف اشارہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ نے اپنے لئے خاص فرمائیں۔ تیس پارے قرآن کریم اور تیس روزے رمضان کے اور سترہ رکعت نمازِ پنجگانہ اور دو وزیر اہل آسمان سے جبرائیل' میکائیل علیہما السلام اور دو وزیر زمین سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور چار اہل عبا علی' فاطمہ' حسن حسین رضی اللہ عنہم اور سبع مثانی یعنی سورۂ فاتحہ یا میم سے دونوں جگہ ملک اور حا باعتبار اعداد کے ہشت بہشت اور دال سے دنیا مراد ہے۔ گویا یہ اشارہ ہے کہ مالک حقیقی نے اپنے حبیب کو آٹھوں بہشت اور ملک دنیا کا مالک کیا اور میم ثانی کی توسیط اور تشدید میں بھی یہی نکتہ ہے کہ اس جناب کو دونوں عالم سے علاقہ ہے شہیدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

مگر تقدم حا کا اور تاخر دال کا صریح دال ہے اس امر پر کہ توجہ اس جناب پاک کی اس عالم کی طرف ہے۔ اگر ہدایت اہل دنیا مطلوب نہ ہوتی تو اس جہان میں قدم نہ رکھتے اور دنیا کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔

وکیف تدعوا الی الدنیا ضرورۃ من
لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

(لطیفہ سادسہ) مادۂ صورت آدم علیہ السلام یعنی مٹی ان کی چالیس روز خمیر کی گئی اور بہشت آٹھ ہیں اور مراتب حضرت اولیاء کے چالیس ہیں اور جملہ سفلیات عناصر اربعہ سے مرکب ہوتے ہیں۔ گویا اس مضمون کی طرف اشارہ ہے کہ اس اسم پاک کا مسمی باعث تخمیر آدم اور موجب رونق جنت اور مرجع ارباب ولایت اور سبب پیدائش دنیا وما فیہا ہے۔

(لطیفہ سابعہ) یہ نام ازل سے آپ کے لئے خاص ہے مگر بعض لوگوں نے یہ سنکر زمانہ نبی آخر الزماں کا قریب ہے اور ان کا نام پاک محمد ہوگا اپنی اولاد کا نام محمد رکھا اور عجائب قدرتِ الٰہیہ سے یہ کہ ان میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کا نہ کیا۔

خاصہ چہارم

محبوبیت مطلقہ کہ آپ باعتبار جملہ صفات و جہات کے ہر زمانہ میں خلائق بلکہ خود خالق کے محبوب ہیں مثلاً علم سے بہ سبب علم کے اور زاہد سے بہ سبب زہد کے حسین سے بہ سبب حسن کے اور عادل سے بہ سبب عدل کے محبت ہوتی ہے اور آپ کی جملہ صفاتِ ظاہری و باطنی واختیاری وغیر اختیاری متساویۃ الاقدام ہیں۔ حسین سے اس وقت تک محبت رہتی ہے جب تک حسن باقی رہے جب حسن جاتا رہا تو محبت جاتی رہتی ہے اور آپ کی ہر صفت کمال زوال سے منزہ و برتر ہے بلکہ یوماً فیوماً ترقی پر ہے۔ وللاخرۃ خیر لك من الاولی اور بعض اشخاص سے معاصرین محبت رکھتے ہیں نہ لاحقین اور بعض سے لاحقین محبت رکھتے ہیں نہ حاضرین مگر آپ سے ہر وقت اور ہر زمانے میں اہل ایمان کو محبت رہی اور رہے گی اور اسی طرح بعض اشخاص سے اس لئے کہ اپنے دوست ہیں محبت اور اس جہت سے کہ دشمن سے ملتے ہیں کدورت ہوتی ہے مگر آپ کی ذاتِ

پاک میں کوئی جہت منافی محبوبیت نہیں۔ بعض لوگوں سے بعض خلق کو محبت ہوتی ہے اور بعض کو نہیں مگر اس جناب سے تمام انسان فرشتے بلکہ وحوش و طیور محبت رکھتے ہیں سوا ان کے جن کو روزِ ازل میں جناب باری نے بدنصیب کیا اور لوحِ محفوظ میں جہنمی لکھ دیا ہے۔ اے عزیز! خلق کا کیا ذکر خود خالق ان سے محبت رکھتا ہے۔ غور کر کس محبت سے ان کے شہر و وطن کی قسم کھاتا ہے: لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد میں لا زائد ہے یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اس لئے کہ تو اس شہر میں رہتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نہ سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا خدا تعالیٰ نے کسی کے شہر اور عمر کی قسم کھائی ہو۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ یہ قسم ایک سر مکنون ہے کہ کوتاہ بینوں کی نظر اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ جو لوگ پاک نظر، راز و نیاز، عاشق و معشوق سے واقف ہیں کیفیت و لذت ان باتوں کی اٹھاتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں بزرگی آپ کی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ آپ کی زندگی اور شہر کی قسم کھائی۔ بعض کہتے ہیں لا نافیہ ہے یعنی اگرچہ یہ شہر کمال معظم و مکرم ہے مگر چونکہ اس کے رہنے والوں نے تجھے نکال دیا تو اب میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا ہوں۔ دانیانِ رموزِ مودت و واقفانِ اسرارِ عشق و محبت اس مقام پر ایک عجیب نقطہ بیان کرتے ہیں جس سے معنی بلا تکلف مطابق لفظ کے ہو سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ چاہنے والا اپنے محبوب کی سچی قسم کھانا بھی گوارا نہیں کرتا گویا ارشاد ہوتا ہے کہ ہم اس شہر کی قسم نہیں کھاتے اس لئے کہ تو اس میں رہتا ہے اور یہ شہر تجھ سے نسبت رکھتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو دودھ پیتے بچے کی گواہی سے اور موسیٰ علیہ السلام کو پتھر کے کپڑے لے جانے سے اور عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی گویائی بخشنے سے دشمنوں کی بدگمانی سے پاک کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اٹھا۔ خود گواہی دی اگر چاہتا تو ایک ایک درخت اور پتھر اس جنگل کا گواہی دیتا مگر منظور یہ تھا کہ اپنے پیارے کی بی بی کی طہارت

پر خود گواہی دوں۔ ہر شخص اس کی رضا چاہتا ہے اور وہ محمد ﷺ کی رضا چاہتا ہے۔

ولسوف یعطیك ربك فترضى. فلنولینك قبلة ترضها.

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

اے عزیزو! غور کرو پروردگار تقدس وتعالیٰ نے سوائے ان کے کس کی زندگی کی قسم کھائی۔ لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون. کس کی محبت اپنی محبت کے ساتھ ذکر کی اور کس کی اطاعت اپنی اطاعت سے مقرون فرمائی' کس کی بیعت کو اپنی بیعت کہا اور کس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہاں تک کہ آپ کے فرمانبرداروں کو اپنا محبوب فرمایا۔ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله. عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے رب کو دیکھتی ہوں کہ آپ کی خواہش اور مراد میں شتابی کرتا ہے یعنی وہی کرتا ہے جس میں آپ کی خوشی دیکھتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوالجواز تابعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد ﷺ سے کسی کو زیادہ بزرگ پیدا نہ کیا اور سوائے آپ کے کسی کی حیات اور عمر کی قسم نہ کھائی۔ اے عزیز! اثر اس محبت کا ہے عالم اس جناب کا شیدا ہے۔ سینکڑوں دلفگار گھربار چھوڑ کر دنیا و دولت سے منہ موڑ کر ان کے کوچہ میں آپڑے۔

کوچہ جاناں میں جانا ہو گیا

مرنے جینے کا ٹھکانہ ہو گیا

اور لاکھوں جاں نثاران کے شوق میں محمد ﷺ محمد ﷺ کہتے کہتے جان سے گزر گئے۔

دم نزع جاری ہو میری زبان پر

محمد ﷺ محمد ﷺ خدائے محمد ﷺ

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام مال و متاع آپ کی محبت میں صرف کر دیا یہاں تک کہ کوئی کپڑا گھر میں باقی نہ رہا۔ کملی میں کانٹے لگائے جب وقت جانثاری کا آیا تو گھر بار، مال و دولت، زن و فرزند، عزیز و اقارب، شہر و وطن چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو لئے۔ غارِ ثور تیرہ و تار میں بے دھڑک چلے گئے اور اسے صاف کر کے سوراخ بدن کے کپڑوں سے بند کئے، ایک سوراخ باقی رہا اس پر اپنا انگوٹھا رکھ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا۔ اس میں ایک سانپ مدت سے بہ تمنائی دیدار سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم رہتا تھا۔ ہر چند ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے پر اس نے اپنا سر رگڑا مگر آپ نے اس خیال سے کہ جان جائے مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آنے پائے پاؤں نہ ہٹایا اس نے انگوٹھے میں اس زور سے کاٹا کہ آپ کے آنسو نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مقدس پر گر پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے حال پوچھا عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن لگا دیا زہر نے کچھ اثر نہ کیا۔ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کا اثر ظاہر ہوا اور اسی صدمہ سے آپ نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو مرنے پر مستعد ہو کر مجمع کفار میں فضائل دین اسلام باعلان عام بیان کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے دن ایسے بے ہوش ہو گئے کہ دروازہ مسجد پر تلوار لے کر آ بیٹھے کہ جو شخص کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہے اسے قتل کر دوں گا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شدت غم سے اس دن زبان بند ہو گئی۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کئی دن بے حواس رہے۔ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی بے خوف و خطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور یہ خیال نہ کیا کہ کفار، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر مستعد ہیں شاید ان کے شبہ میں مجھے قتل کر ڈالیں۔

بلال رضی اللہ عنہ امیہ کے غلام تھے جب مسلمان ہوئے امیہ ان کا دشمن ہو گیا۔

دھوپ میں گرم ریت پر لٹاتا اور کانٹے بدن میں چبھوتا اور کوڑے مارتا کہ اب بھی تو کبھی محمد ﷺ کا نام لے گا؟ جب ہوش آتا تو کہتے: احدًا احدًا پھر وہ ظالم اسی طرح ان کو ایذا دیتا یہاں تک کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مول لے کر آزاد کر دیا۔ جس روز انتقال فرمانے کو تھے عورت ان کی کہنے لگی: وَاکَرْبَاہُ بڑی سختی کا وقت ہے۔ فرمایا: وَاطَرَبَاہُ بڑی خوشی کا وقت ہے کہ اب ہم محمد ﷺ اور ان کے یاروں سے ملیں گے۔

کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں میوے چنتے تھے کہ حضور ﷺ کے انتقال کی خبر پہنچی۔ جنابِ باری میں دعا کی' الٰہی! میں تیرے حبیب کے پاس سے ابھی آیا ہوں نہیں چاہتا ہوں کہ ان کے قدم دیکھ کر دوسرے کا منہ دیکھوں۔

کون نظروں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

مجھے اندھا کر دے کہ نظر میری روئے اغیار پر نہ پڑے۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور بینائی جاتی رہی۔ صاحب لباب نقل کرتے ہیں کہ ثوبان رضی اللہ عنہ غلام رسول اللہ ﷺ کے ایک روز آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رنگ ان کا متغیر تھا اور آثار رنج وغم کے چہرے سے نمایاں تھے۔ آپ ﷺ نے سبب پوچھا تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ! نہ مجھے درد ہے نہ بیماری مگر جس وقت آپ ﷺ کو نہیں دیکھتا بے تاب ہو جاتا ہوں۔ کل قیامت کے دن اگر بہشت میں جاؤں گا اپنے اعمال کے مطابق مرتبہ و مقام پاؤں گا آپ کا مقام ہم لوگوں سے بلند ہوگا وہاں کس طرح پہنچوں گا؟ یعنی جس وقت آپ ﷺ کی صورت نہ دیکھوں گا بہشت سے کیا لطف حاصل ہوگا؟ ان کی تسکین اور تسلی کے لئے آیت اتری۔ فاولٰئِکَ مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین الآیۃ

بشارت اے محبوب! مقام تہنیت ہے یہ قصہ تمہیں وصل دائمی کی خبر سناتا ہے۔

انس کی حدیث میں آیا ہے من احبنی کان معی فی الجنۃ جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ لکھا ہے کہ جنابِ سیّدہ بعد وفات حضرت کے چھ

مہینے زندہ رہیں سوائے رونے کے کچھ کام نہ تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ کے فراق میں روتے روتے انتقال کر گئیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ انصار میں ایک عورت تھی شوہر اور باپ اور بھائی اس کے جنگ احد میں شہید ہوئے جب اسے خبر پہنچی کہا: حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بخیریت ہیں۔ کہا: اب جو مصیبت ہے آسان ہے۔ جنگ احد میں جس وقت شیطان لعین نے پکارا: الا ان محمدا قد قتل خبردار ہو بے شک محمد ﷺ شہید ہوئے۔ یہ خبر سن کر مسلمان ایسے سراسیمہ اور بے حواس ہو گئے کہ آپس میں لڑنے لگے۔ انس بن نضر انصاری نے جب یہ خبر سنی بے تابانہ لشکر کفار میں گھس گئے اور ستر زخم کھا کر شہید ہو گئے۔ زخموں کی کثرت سے انس ان کی پہچانی نہ جاتی ان کی بہن نے انگلی کے نشان سے پہچانی۔ احد کی لڑائی میں عمرو بن معاذ شہید ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی ماں کی تعزیت کی۔ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! خدا نے آپ کو سلامت رکھا تو مجھے بیٹے کا کچھ غم نہیں۔ ایک عورت نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی مجھے زیارت حضور ﷺ کی قبر مبارک کی کرا دیجئے۔ آپ نے روضہ مبارک کھولا۔ اس قدر بے تاب ہوئی کہ روتے روتے دم نکل گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب آپ سے کلام کرتے تھے کہتے: بابی انت وامی یعنی ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اور بعد وفات جب آپ کا ذکر سنتے روتے اور کمال خشوع سے بدن ان کے کانپنے لگے۔ طبرسی نے مجمع البیان میں انا فتحنا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود کفار کی طرف سے سوال جواب کے واسطے آیا آپ کے یاروں کو دیکھا کہ آپ کے حکم پر دوڑتے ہیں اور آبِ وضو پر اس طرح گرتے ہیں گویا تلواروں سے کٹ کر مر جائیں گے اور آپ کلام کرتے ہیں تو خاموش ہو جاتے ہیں اور بہ سبب ادب کے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ جب اپنی قوم کے پاس گیا کہا: خدا کی قسم! میں بادشاہانِ روم وحبش و ایران کے درباروں میں

گیا مگر کسی بادشاہ کے مصاحبوں کو محمد ﷺ کے یاروں سے ادب و تعظیم میں بہتر نہ پایا۔ مالک کہتے ہیں کہ ایوب رحمۃ اللہ علیہ جب حضور ﷺ کا ذکر سنتے اس قدر روتے کہ ہم ان پر رحم کرتے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم کا یہ حال ہو جاتا گویا خون ان کے بدن کا کسی نے نچوڑ لیا اور بات نہ کر سکتے اور زہری اس قدر روتے اور بے ہوش ہو جاتے گویا ہم انہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے اور صفوان بن سلیم اس قدر روتے کہ لوگ انہیں چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور قتادہ جب حدیث سنتے بے اختیار روتے فی الواقع یہ لوگ مصداق اس حدیث شریف کے تھے کہ زیادہ چاہنے والے مجھے میری امت سے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد آئیں گے۔ ایک ان کا دوست رکھے گا کہ اپنے اہل اور مال کے بدلے مجھے دیکھے یعنی یہ آرزو کرے گا کہ جو روپے مال سب جاتا رہے مگر کسی طرح حضرت کا جمالِ مبارک نظر آ جائے۔ یہ اثر ہے اس محبوبیت مطلقہ کا فقط

خاصہ پنجم

بیضاوی کہتے ہیں شفاعت شفع سے ماخوذ ہے۔ گویا مشفوع کہ تنہا تھا اور مفرد تھا۔ شفیع نے اپنے نفس کو اس کے ساتھ ضم کر کے شفع کیا آپ فرماتے ہیں: اعطیت خمسا لم یعطھن احدٌ قبلی (الحدیث) مجھے پانچ چیزیں عنایت ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ نصرت بالرعب میسرۃ شھر مدد دیا گیا میں ساتھ رعب کے ایک مہینہ کی راہ تک وجعلت لی الارض مسجد او طھورا فایما رجل من امتی ادرکته الصلوٰۃ فلیصل اور کی گئی میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی کہ جس جگہ میرے کسی امتی کو نماز کا وقت ہو جائے پڑھ لے واحلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی اور غنیمتیں میرے لئے حلال ہوئیں کہ مجھ سے پہلے کسی کے واسطے حلال نہ ہوئیں واعطیت الشفاعۃ اور عطا کیا گیا میں شفاعت وکانَ النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس عامة اور ہر پیغمبر خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور میں سب

آدمیوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

سوال: حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن پیغمبر شفاعت کریں گے پھر علماء' پھر شہداء اور عالم سے کہا جائے گا کہ اپنے شاگردوں کی شفاعت کرو اگرچہ آسمان کے تاروں کے برابر ہوں اور ایک امتی کی شفاعت سے بنی تمیم سے زیادہ لوگ بہشت جائیں گے۔ ف: علماء کہتے ہیں وہ امتی اویس قرنی ہے اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا کہ نیک لوگ اپنے محسنوں کو جو کہ مستحق عذاب کے ہوں گے شفاعت کر کے بہشت میں لے جائیں گے اور بزار کی روایت میں ہے کہ حاجی اپنے گھر والوں سے چار سو آدمی کی شفاعت کرے گا اور اسحاق بن راہویہ نے روایت کیا کہ جس کے تین بچے مریں گے قیامت کو بہشت کے دروازہ پر ٹھہر جائیں گے۔ حکم ہوگا کہ بہشت میں جاؤ۔ عرض کریں گے کہ کیونکر جائیں کہ ہمارے ماں باپ نہیں گئے۔ دوسری یا تیسری بار حکم ہوگا تم اور تمہارے ماں باپ سب بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ روزہ اور قرآن کریم قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ سورۂ بقرہ اور آل عمران کو قیامت کے دن دو بادل کی صورت میں لائیں گے وہ اپنے پڑھنے والی کی شفاعت میں اس قدر اصرار کریں گے کہ اسے بہشت میں لے جائیں گے۔ ابن مردویہ اور اصفہانی کی روایت میں ہے کہ فرشتے کعبہ کو دلہن کی طرح سنوار کر محشر میں لے جائیں گے۔ راہ میں میری قبر (یعنی نبی علیہ السلام کی قبر) پر گزرے گا بزبانِ فصیح کہے گا کہ السلام علیک یا محمدؐ میں کہوں گا وعلیک السلام یا بیت اللہ' تیرے ساتھ میری امت نے کیا سلوک کیا اور تو اس سے کیا سلوک کرے گا؟ عرض کرے گا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کی امت سے جو میری زیارت کو آیا اس کی میں شفاعت کروں گا اور بخشواؤں گا اور جو نہ آیا اس کی آپ شفاعت کریں بخشوا لیں۔ کہتے ہیں اس دن حاجی لوگ کعبہ کے پردہ سے لپٹے ہوں گے اور اس کے ساتھ بہشت میں جائیں گے۔ الحاصل اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

خاصہ نہیں؟ جواب: شفاعت پانچ قسم کی ہے۔ ایک واسطے دفع ہوں اور شدائد موقف کے اور یہ قسم حضور کے ساتھ مختص ہے اور یہی خاصہ ہے آپ کا۔ دوسری ایک قوم کو جنت میں بے حساب داخل کرانے کے لئے۔ تیسری مستحق عذاب کو عذاب سے بچانے کے لئے۔ چوتھی دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے کے لئے۔ پانچویں رفع درجات اہل جنت کے لئے اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے چھٹی قسم یعنی تخفیف عذاب کے واسطے اور لکھی ہے اور بعض نے اور قسمیں بھی ذکر کی ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوسری اور پانچویں قسم حضور کے لئے مخصوص ہے اور اول قسم کی خصوصیت تو باتفاق علماء اور بحدیث صحیح ثابت ہے کہ جب اہل محشر درازی مصیبت سے تنگ آئیں گے اس وقت بامید شفاعت آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی خدمت میں جائیں گے لیکن

کہیں گے سب نبی اذھبوا الی غیری
میرے حضور کے لب پر انا لھا ہو گا

اور تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت نفسی نفسی پکاریں گے اور میدانِ شفاعت میں تشریف نہیں لائیں گے بلکہ اذھبوا الی غیری جواب میں فرمائیں گے۔

دعا:

جنہیں مرقد میں تا حشر امتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کرلو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

خداوند! ہمیں نزع کے وقت کلمہ شہادت سے محروم نہ رکھنا۔

اور نکیرین کے سوالات کے وقت ہماری زبان پر صحیح جواب جاری کرنا اور محشر میں لواء الحمد کے سایہ تلے ہمیں اٹھانا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں قیامت میں اپنی شفاعت سے محروم نہ کرنا۔

چو بازوئ شفاعت را کشائی بر گنہگاراں
مکن محروم عاجز را دراں آں یا رسول اللہ ﷺ

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

الباب الثالث فی مناقب الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم:

الفصل الاول فی مناقب افضل خلق اللہ بعد الانبیاء بالتحقیق ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

اسم شریف ان کا عبداللہ بن قحافہ اور کنیت ان کی ابوبکر اور لقب ان کا صدیق وعتیق تھا۔ روایت کی ابویعلی اور ابن سعد اور حکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرماتی ہیں کہ میں کوٹھڑی میں تھی ایک دن رسول اللہ ﷺ اور صحابہ صحن میں تھے اور بیچ میں پردہ پڑا ہوا تھا کہ آئے اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس کو خوشی ہو کہ دیکھے طرف عتیق من النار کے وہ دیکھے طرف ابوبکر کے۔ اس دن سے نام پڑ گیا آپ کا عتیق اور طبرانی نے روایت کی سند صحیح کے ساتھ حکیم بن سعد نے کہا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا البتہ نازل کیا اللہ تعالیٰ نے نام ابوبکر کا صدیق۔ ہر دو روایتوں سے ثابت ہوا کہ صدیق اور عتیق (دونوں لقب آپ کے) خدا اور رسولِ خدا ﷺ کی طرف سے آپ کو عنایت ہوئے ہیں تو پھر جس کو خدا تعالیٰ صدیق فرمائے اس کو منافق کہنے والا کافر نہیں تو اور کیا ہے اور جس کو نبی کریم ﷺ عتیق من النار فرما دیں اس کو جہنمی کہنے والا خود جہنمی نہیں تو اور کیا ہے۔ (ریاض النضرہ میں ہے کہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام وحی کے ساتھ مشابہ تھا کیونکہ جب آپ ملک شام میں تجارت کے لئے گئے ہیں تو وہاں آپ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا۔ شام میں بحیرا راہب بہت بڑا تعبیر دان تھا آپ نے اپنا خواب اس سے بیان کیا۔ بحیرا نے کہا: ابوبکر تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ فرمایا: مکہ کا۔ کہا: کون سے قبیلہ میں سے ہو؟ فرمایا: قریش میں سے ہوں۔ بحیرا

بولا: اے ابوبکر! اگر خدا تعالیٰ نے تمہارا خواب سچا کیا تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری ہی قوم سے ایک نبی پیدا کرے گا تم ان کی زندگی کے مبارک زمانہ میں بھی خلیفہ ہوگے اور ان کی وفات کے بعد بھی خلافت کا تاج تمہارے سر پر رکھا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر دل میں پوشیدہ رکھی اور کسی کو خبر نہ دی۔ جب آفتابِ نبوت نے فلک کمال پر طلوع کیا اور اپنی تیز اور چمکیلی کرنیں فاران کی چوٹیوں پر ڈالیں سارے مکہ میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا چرچا ہوا تو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے اس دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟ فرمایا: وہ خواب جسے تو نے ملک شام میں دیکھا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ جملہ سنتے ہی آپ کی پیشانی مبارک کو چوم لیا اور باآوازِ بلند فرمایا: اشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھد انک رسول اللّٰہ

بعض علماء نے کہا ہے کہ پانچ فضیلتیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ہیں کہ کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں۔ ایک تو ثانی اثنین فی الغار۔ دوسری ثانی اثنین فی العریش اور عریش ایک مکان سایہ دار تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنگ بدر میں بوجہ شدت گرمی آفتاب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بنایا تھا اور اصحاب تو لڑائی میں مصروف تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تنہا مسلح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے موجود تھے۔ تیسرے ثانی اثنین فی المدفون۔ چوتھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز وہی تھی جسے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے ادا فرمائی تھی۔ (نسائی شریف وطبرانی) پانچویں وہ اور ان کے والدین اور اولاد سب اصحاب تھے اور کسی صحابی میں یہ فضیلت موجود نہ ہوئی۔

ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اے خلیفۃ المسلمین! آپ مجھے دیکھ کر کیوں مسکرائے ہیں؟ فرمایا: میں نے جنابِ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تک علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کسی کے لئے صراط سے عبور کرنے کی چٹھی نہ لکھیں گے تب تک وہ صراط سے تجاوز نہ کر سکے گا۔ اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: میں نے اپنے کانوں سے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اے علی رضی اللہ عنہ! تم اسی شخص کے لئے صراط سے عبور کرنے کی چٹھی لکھو گے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے گا۔

نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص مر گیا۔ جب اس کا جنازہ تیار ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر کہہ گئے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میت پر نمازِ جنازہ پڑھنے سے باز رہے۔ اتنے میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عرض کرنے لگے کہ اے خدا کے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس پر نماز پڑھئے کیونکہ میں نے اس میں بغیر بھلائی کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بابت ابھی کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کرنے لگے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس میت پر ضرور نمازِ جنازہ پڑھئے کیونکہ صدیق کی شہادت میری گواہی پر مقدم ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دے کر فرمایا کہ اس میں لا الہ الا اللہ کندہ کروالاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی نقاش کو دے کر فرمایا کہ اس میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ کر دے۔ نقاش نے ایسا ہی کیا۔ جب انگوٹھی تیار ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو یہ عبارت کندہ پائی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر صدیق۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ! یہ کیسی زیادتی ہے؟ کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لفظ محمد رسول اللہ تو بے شک میں نے نقاش سے کہہ کر زیادہ کرایا ہے کیونکہ میرا جی نہیں چاہتا تھا کہ آپ کا اسم گرامی خدا تعالیٰ

کے اسم گرامی سے علیحدہ کروں مگر باقی عبارت کا مجھے علم نہیں نہ میں نے نقاش کو لکھنے کا حکم دیا ہے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے: اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ کی مہر پر میں نے صدیق کا نام کندہ کیا کیونکہ آپ کا نام وہ میرے نام سے جدا کرنے پر راضی نہیں تو میں کس طرح صدیق کا نام آپ کے نام سے علیحدہ اور جدا کرنے پر راضی ہوں گا۔

اگرچہ اصح روایت سے صرف اتنا ثابت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کی مہر پر صرف لفظ محمد رسول اللہ ﷺ کندہ تھا لیکن چونکہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اور مولانا عبدالرحمٰن صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ المجالس میں روایت مذکورہ کو بھی نقل کیا ہے اور باب فضائل میں احادیث یا روایات ضعیفہ میں بھی قابل اسناد ہوتی ہیں اس لئے روایت مذکورہ کو نقل کیا گیا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے دن یہود کو ایک خط بایں مضمون لکھا کہ

''اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر دو' دن رات میں پانچ نمازیں پڑھو' سال بھر میں ایک دفعہ زکوٰۃ ادا کرو اور خدا کو قرض حسنہ دو۔''

جب یہ خط ان کے پاس پہنچا تو ان میں سے ایک سرکش یہودی بولا (نعوذ باللہ) کیا خدا فقیر ہو گیا ہے جو ہم سے قرض مانگتا ہے اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے چہرہ پر تھپڑ مارا اور فرمایا: مجھے اس ذاتِ مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ہم تم میں معاہدہ نہ ہوتا تو میں اسی وقت تیری گردن الگ کر دیتا۔ ازاں بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی مگر وہ یہودی صاف انکار کر گیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی۔

لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر و نحن اغنیا

اس روایت کو صاحب روح البیان نے بھی نقل کیا ہے۔ طبری کہتے ہیں کہ یہ بڑی جچی تلی بات ہے اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ جناب نبی عربی ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو بات میرے سینے میں ڈالی وہ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں ڈال دی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب اسلامی دنیا میں داخل ہوئے تو عمر آپ کی پندرہ یا بیس سال کی تھی۔ آپ نے ایک سو بیالیس حدیثیں حضور ﷺ سے روایت کی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جناب محمد ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبان پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق رکھا۔ آپ ہی نماز میں جناب رسولِ خدا ﷺ کے خلیفہ اور جانشین تھے تو جب حضور ﷺ نے آپ کو ہمارے دین کے لئے پسند کیا تو ہم نے اپنی دنیا کے لئے آپ کو پسند کیا یعنی جب حضور ﷺ نے نماز میں جو کہ دین کا اعلیٰ رکن ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا لیا تو ہم نے آپ کو دنیاوی امور میں اپنا سردار اور خلیفہ مقرر کیا۔

تاریخ الخلفاء میں اسی روایت کے مثل ایک اور روایت بھی ہے۔ صحیحین شریفین میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بے شک زیادہ احسان کرنے والا مجھ پر آدمیوں سے، ساتھ رہنے میں اور مال خرچ کرنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں یعنی سب آدمیوں سے زیادہ مجھ پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا احسان ہے کہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ اور ہر امر میں شریک اور ندیم رہے اور انہوں نے اپنا کل مال بموجب حکم میرے اور موافق میری مرضی کے خرچ کر ڈالا۔ جب آنحضرت ﷺ جو کہ تمام مسلمانوں کے ہادی ہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسان مند ہوئے تو ان سے زیادہ کس کا مرتبہ ہو سکتا ہے جبکہ خود پیغمبر خدا ان کے شکرگزار تھے تو کل مسلمانوں کو ان کا احسان ماننا ضروری ہوا اور سب کو ان کا شکرگزار ہونا چاہئے۔

تفسیر عزیزی میں ہے سات لونڈیاں اور غلام جو اسلام لائے تھے اور اسلام

میں بڑے مضبوط ہو گئے تھے اور ان کے مالک ان کو طرح طرح کے عذاب دیتے تھے اور وہ اسلام سے منہ نہ موڑتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مالِ کثیر صرف کر کے ان کو ان کے مالکوں سے خرید لیا اور آزاد کیا یہاں تک کہ چالیس ہزار درہم جو ان کا کل مال تھا سب دین کی مدد اور حمایت میں صرف کیا فقط باقی چھ ہزار درہم تھے جو ہجرت نبی اور مسجد نبوی میں صرف کیے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چونکہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور محب جانباز تھے اور ان کو اگر ضرورت تھی تو خدائے تعالیٰ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت تھی۔

پروانے کو چراغ اور بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

اور درہم دینار کی طرف توجہ نہ تھی اسی لئے تمام مال اپنے محبوب کے ارادے کے موافق خرچ کر دیا تھا۔

(ریاض النضرہ میں ہے) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر بنیاد پر رکھا۔ پھر فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ! بھی میرے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر رکھیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر رکھیں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کی۔ ازاں بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پہلو میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک پتھر رکھیں۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ جب یہ تینوں پتھر برابر رکھے جا چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میرے بعد یہ میرے خلیفہ ہوں گے۔

اس روایت سے ترتیب خلافت بھی معلوم ہو گئی۔ بخاری اور مسلم میں حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص راہِ خدا میں کوئی دو چیزیں دے گا تو اسے جنت کے دروازوں میں پکارا جائے گا۔ اے عبداللہ! یہ دروازہ اچھا ہے کوئی کہے گا کہ یہ دروازہ اچھا ہے۔ پس اگر وہ شخص اہل الصلوٰۃ سے ہوگا تو اسے باب الصلوٰۃ سے اندر آنے کے لئے بلایا جائے گا اور اگر وہ اہل جہاد سے ہوگا تو اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صدقہ سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو اہل صیام سے ہوگا تو اسے باب الصیام سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ تو اس شخص کی بات ہوئی جو بوجہ ضرورت اسے ایک دروازے سے بلایا جائے گا کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سب سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں مجھے امید ہے اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم ان لوگوں سے ہی ہوگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک رات آسمان کی طرف نظر کی اس وقت تارے کوڑیوں کی طرح سے کھلے ہوئے تھے۔ میں نے جناب حبیب کبریا ﷺ سے کہا اے رسولِ خدا ﷺ! کیا دنیا میں کوئی ایسا ہے کہ جس کی نیکیاں تاروں کی گنتی کے مقدار ہوں؟ (فرمایا) ہاں ہے۔ میں نے عرض کیا: بھلا وہ کون شخص ہے؟ فرمایا: عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو چاہتی تھی کہ اتنی نیکیاں میرے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہوں۔ فرمایا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھ رہو گے جیسے کہ غار میں میرے ساتھ رہے ہو۔ (ترمذی) ابو یعلیٰ' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب معراج میں میں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا تو جس آسمان سے میں گزرتا تھا وہاں میں اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھتا تھا اور اس کے ساتھ ابو بکر کا نام لکھا ہوتا تھا۔ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما' انس' ابو سعید' ابو درداء رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کی

گئی ہے۔

تنبیہ

واضح ہو کہ معدن افتخار کنز الوقار شیخ المہاجرین والانصار افضل الامۃ بالتحقیق سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل وکمالات ومناقب جلیلہ لاتعداد ہیں لیکن چونکہ اس رسالہ کی بناء اختصار پر ہے اسی لئے اسی قدر پر اکتفاء کی گئی ہے۔

الفصل الثانی فی مناقب الفاروق بین الباطل والصواب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

جاننا چاہئے کہ نام آپ کا عمرؓ باپ کا نام خطاب اور والدہ ان کی ہمشیرہ ہیں ابوجہل کی یہ کافر آپ کا ماموں تھا۔ آپ بہت شریف النسب اشراف قریش سے ہیں۔ کنیت ابوحفص ہے اور لقب فاروق ہے۔ ستائیس برس کی عمر میں چھٹے سال نبوت کے اسلام لائے اور پیدائش آپ کی تین برس بعد واقعہ اصحابِ فیل کے ہوئی۔ ان کے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں ایمان لائی تھیں۔ ان کے اسلام سے پہلے اسلام مخفی تھا۔ ان کے اسلام سے مکہ معظمہ میں اسلام ظاہر ہوا اور مسلمانوں کو ان کے اسلام سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور یہ سابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ اور خلفائے راشدین سے ہیں اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ خسر ہیں اور کبریٰ صحابہ اور اجلائی زہاد سے ہیں۔

آپ کے مناقب اور فضائل کا بحر ذخار ناپیدا کنار احاطہ بیان میں نہیں آ سکتا اور نہ ہی اس احقر کا علم ان سب پر محیط ہے لیکن مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ پر عمل کرتے ہوئے بعض ان میں سے ذکر کرتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سردار ایک شخص کو بنایا جس کا نام ساریہ تھا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے ہوئے آواز دینے لگے: اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ۔

آپ نے اس فقرہ کو تین دفعہ فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد اس لشکر سے ایک ایلچی آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حال پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! پہلے ہمیں شکست ہونے لگی تھی اس اثناء میں ہم نے تین مرتبہ ایک آواز سنی کہ اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ یہ سن کر ہم نے پہاڑ کو اپنے پیچھے کیا تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔ اس روایت کو بیہقی اور ابونعیم اور ابن اعرابی نے کرامات الاولیاء میں نقل کیا ہے۔

ابی ہدبہ حمص سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو سنگسار کر دیا ہے یہ سن کر آپ نہایت غضبناک ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی مگر اس میں آپ کو سہو ہو گیا۔ سلام کے بعد آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! ان لوگوں نے مجھ پر کام ملتبس کیا ہے تو ان پر کام مشتبہ کر دے اور جلد ہی ان پر ایک ثقفی غلام کو حاکم بنا جو ان پر جاہلیت کا سا حکم کرے، نہ ان کے محسن سے نیکی قبول کرے اور نہ ان کے برے کو معاف کرے۔ (بیہقی، دلائل النبوۃ) علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ اس غلام سے آپ کا اشارہ حجاج کی طرف تھا۔ ابن لہیعہ کہتے ہیں کہ اس وقت تک حجاج کا ابھی نام ونشان بھی نہ تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جمرہ (یعنی انگارہ)۔ آپ نے پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ اس نے عرض کیا: شہاب (یعنی شعلہ کا) پھر آپ نے پوچھا: کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا: حرقہ (یعنی جلن) سے ہوں۔ آپ نے فرمایا: تمہارا وطن کون سا ہے؟ اس نے عرض کیا: حرہ (یعنی سوزش) ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جلدی سے اپنے اہل کے پاس جا کہ وہ جل گئے ہیں جب وہ گیا تو دیکھا کہ واقعی جل گئے تھے۔

اس روایت کو امام مالک نے موطا میں، یحییٰ ابن سعید سے روایت کیا ہے اور ابن کلبی نے جامع میں روایت کیا ہے اور ابوالقاسم بن بشر نے فوائد میں نقل کیا ہے۔

قیس ابن حجاج اپنے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مصر فتح ہوا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہاں کے لوگوں نے آ کر عرض کیا کہ اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے کہ جس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ جب ماہ حال کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک کنواری اور اکلوتی لڑکی کو نہایت نفیس اور عمدہ قیمتی لباس اور زیور پہنا کر دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں اور اس کے والدین کو مال وزر دے کر راضی کر لیتے ہیں۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات اسلام میں کبھی نہیں ہو گی کیونکہ اسلام جاہلیت کی رسموں کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔ لوگ یہ بات سن کر اس بات سے باز رہے مگر نیل کا پانی بہت کم ہو گیا اور لوگوں نے پھر اس رسم کو پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات دیکھی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں خط لکھا اور اس میں اس تمام قضیہ کو لکھ کر روانہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب لکھا کہ آپ نے بہت خوب کیا جو اس رسم قبیح سے انہیں روک دیا۔ اسلام بے شک جاہلیت کی رسومِ بد کو مٹاتا ہے۔ میں نے اپنے خط میں ایک رقعہ لکھا ہے اسے دریائے نیل میں ڈال دینا۔ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس وہ خط پہنچا تو آپ نے اس چھوٹے سے خط کو (جو دریائے نیل کی طرف لکھا ہوا تھا) کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ یہ خط خدا تعالیٰ کے بندے عمر امیر المومنین سے دریائے نیل مصر کی طرف ہے۔ امابعد! اے نیل اگر تو اس سے پہلے خود بخود جاری تھا تو اب جاری نہ ہو اور اگر اس سے پہلے تو خدا تعالیٰ کے حکم سے جاری تھا تو اب میں خدائے قہار سے سوال کرتا ہوں کہ تمہیں جاری کرے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس خط کو روزِ معین سے پیشتر ایک دن دریائے نیل میں ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک ہی رات میں نیل سولہ سولہ گز چڑھ آیا ہے۔ اس دن سے وہ بری رسم مصر سے جاتی رہی۔

(ابوالشیخ نے کتاب العصمت میں اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اس کو نقل کیا ہے) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہوں۔ دیکھا میں نے ایک عورت وضو کر رہی ہے اپنے محل کے دروازہ پر۔ میں نے کہا یہ کس کا محل ہے؟ کہا عمر رضی اللہ عنہ کا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اس وقت مجھے تیری غیرت کا خیال آیا تو میں چلا آیا وہاں سے ورنہ اندر اس مکان کے جاتا۔ پس روئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عرض کیا کہ آپ ہی سے غیرت کروں گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ (بخاری شریف اور مسلم شریف میں یہ روایت موجود ہے) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' اے بیٹے خطاب کے! قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں ملے گا تجھے شیطان کسی راستہ میں مگر جائے گا وہ اور راستہ سے یعنی جس راستہ میں تو چلے گا اس راستہ میں شیطان نہ چل سکے گا۔

(صحیحین شریفین میں یہ روایت موجود ہے) ایک دفعہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سوتا دیکھا اور کہا کہ اے قفل جہنم کے بیٹے اٹھ کھڑا ہو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جوں ہی یہ کلمہ سنا چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور گھر جا کر والد ماجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں عرض کرنے لگے کہ آپ کو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے قفل جہنم کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعادت مند فرزند کی یہ گفتگو سن کر کہا: عمر (رضی اللہ عنہ) کے لئے خرابی ہے اگر وہ اس کے بعد کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خسر بنا اور ایک مدت تک خدا کی عبادت کرتا رہ پھر اس کا انجام و مآل جہنم ہو۔ یہ کہہ کر کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے: مجھے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زبانی معلوم ہوا کہ تم نے مجھے ان لفظوں کے ساتھ یاد کیا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام بولے: بے شک میں نے تمہارے بیٹے کو قفل جہنم کا بیٹا کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے میرے باپ اور انہیں ان کے آباؤ

اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ پیغمبر آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک شخص ہوگا جسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہا جائے گا وہ مبارک نفس جب تک امت محمدیہ میں رہے گا تو جہنم کا دروازہ تب تک بند رہے گا گویا وہ جہنم کا قفل ہوگا جب اس کا انتقال ہو جائے گا تو جہنم کا دروازہ کھل جائے گا اور لوگ اپنی خواہشاتِ نفسانی میں مبتلا ہو کر اِدھر اُدھر پریشان اور متفرق ہو جائیں گے پھر ان میں سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس روایت کو طبرانی نے ریاض النضرہ میں نقل کیا ہے کہ جناب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی موت میرے شہر مدینہ منورہ میں ہوگی اور لوگ انہیں عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف دفن کریں گے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو مبارک ہو کہ ان کا حشر دونوں نبیوں کے بیچ میں ہوگا۔

الفصل الثالث فی مناقب جامع آیات القرآن

ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ ابن عفان

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن شمس بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی الاموی۔ کنیت آپ کی ابوعمرو' ابوعبدالاسد اور ابولیلی ہے۔ آپ عام الفیل (عام فیل اس سال کو کہتے ہیں جس سال اصحابِ فیل کعبۃ اللہ کو گرانے کے لئے آئے تھے اور ان پر عذابِ الٰہی نازل ہوا تھا جیسا کہ سورۂ فیل میں مذکور ہے) کے بعد چھ سال کو پیدا ہوئے اور ابتداء ہی میں اسلام لائے۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ منورہ

کی طرف۔ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ سے ظہورِ نبوت سے پہلے آپ نے نکاح کیا جنہوں نے غزوۂ بدر کے دن انتقال فرمایا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور انہیں کی تیمارداری کے باعث رسول اللہ ﷺ کے اذن سے جنگ بدر میں آپ شریک نہیں ہوئے لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حصہ مالِ غنیمت عطا کیا اور اجر دیا اس لئے آپ بدریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ جس وقت جنگ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر مدینہ منورہ پہنچی اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو لوگوں نے دفن کیا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا آپ سے نکاح کر دیا اور وہ ۹ھ میں فوت ہوئیں۔ علماء کہتے ہیں کہ آپ کے سوا کوئی اور ایسا شخص نہیں ہوا جس نے پیغمبر کی دو لڑکیوں سے نکاح کیا ہو اور اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ سابقین اولین اور اول المہاجرین اور عشرہ مبشرہ سے ہیں۔

(ہذا کلہ فی تاریخ الخلفاء للسیوطی) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام کپڑے سمیٹ لئے اور فرمایا کہ میں اس شخص سے کیوں حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

(بخاری شریف و مسلم شریف) مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب ہی ایک فتنہ برپا ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص چادر اپنے گرد لپیٹے ہوئے وہاں سے گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن حق پر ہوگا۔ مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں لپک کر اس شخص کی طرف بڑھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر میں نے آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھ کر عرض کیا کہ یہ شخص؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

(ترمذی شریف اور ابن ماجہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! یہ جبرائیل میرے پاس بیٹھے ہوئے خدا تعالیٰ کی طرف سے پیام دے رہے ہیں کہ تم آسمان کے رہنے والوں کے نور اور ساکنان زمین کے چراغ ہو اور جنتیوں کے چاند ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں اور ایک روایت میں تو آیا ہے کہ سو بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیتا جاتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

روایت ہے کہ بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا چھ سال کی عمر کو پہنچے تو مرغ نے آپ کی آنکھ میں ٹھونگ ماری جس کی وجہ سے آپ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں آپ انتقال کر گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) پھر جب حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ جنابِ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ)! تم روؤ مت دیکھو یہ جبرائیل علیہ السلام مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے باندھ دیا ہے تو تم ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی وہی مہر مقرر کرو جو اس کی بہن رقیہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

طبری نے اس کو نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم پر چار دن متواتر گزر گئے کہ ہمیں کھانے کی کوئی چیز نہ ملی۔ جنابِ رسولِ خدا ﷺ ہمارے پاس آ کر فرمانے لگے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تمہیں میرے بعد کھانے کے واسطے کوئی چیز ملی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ وضو فرما کر نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ میں دیکھتی ہوں کہ کبھی تو آپ اِدھر سے اُدھر تشریف لے جاتے ہیں اور کبھی اُدھر سے اِدھر تشریف لاتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں جب دن آخر ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ کر کہنے لگے جنابِ رسولِ خدا ﷺ کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔

آپ سن کر رونے لگے پھر گھر جا کر ہمارے لئے آٹا، کھجوریں بھیجیں۔ ازاں بعد آ کر کہنے لگے اس کے پکانے میں تو دیر لگے گی میں تیار کیا ہوا کھانا تمہارے لئے بھیجتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے ہمارے واسطے بھنا ہوا گوشت اور روٹی بھیجی۔ اتنے میں نبی ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے کیا تمہارے پاس کہیں سے کھانا آیا میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا آنا اور ان کی ہمدردی اور کھانے کے بھیجنے کا ذکر کیا یہ سن کر آپ ﷺ نہایت خوش ہوئے۔ گھر میں بیٹھے تک نہیں اور مسجد میں جا کر ہاتھ پھیلا کر فرمانے لگے: الٰہی ! میں عثمان (رضی اللہ عنہ) سے خوش ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ الٰہی ! میں عثمان (رضی اللہ عنہ) سے راضی ہوں تو بھی اس سے خوش ہو جا۔ تین دفعہ آپ ﷺ نے یہی الفاظ فرمائے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو اول شب سے آخر رات تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے دیکھا۔ جناب نبی ﷺ نے فرمایا: عثمان (رضی اللہ عنہ)! خدا تعالیٰ نے تمہارے اگلے پچھلے گناہ اور جو قیامت کے دن ہونے والا ہے سبھی کو بخش دیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ ایک گھر میں تشریف رکھتے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ مہاجرین کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی جن میں ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وزبیر رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے آپ ﷺ نے فرمایا: حاضرین مجلس سے ہر ایک اپنے ہم کفو کی طرف کھڑا ہو جائے یہ کہہ کر سب سے پہلے آپ ﷺ اٹھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں گلے سے لگا لیا اور فرمایا: عثمان تم دارین میں میرے دوست اور ولی ہو۔

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جیش العسرہ کے لئے لوگوں کو برانگیختہ کر رہے تھے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں سو اونٹ مع پالان

وغیرہ کے دیتا ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس لشکر کی روانگی کے لئے ترغیب دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں تین سو اونٹ مع پالان وغیرہ کے دیتا ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ منبر سے اتر آئے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اگر اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوئی نفلی عبادت نہ بھی کریں تو انہیں یہی کافی ہے۔

(ترمذی) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اہل مکہ کی طرف بطورِ ایلچی گئے ہوئے تھے۔ جب لوگوں نے بیعت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے کام گئے ہوئے ہیں یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا پس رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے ان سب کے ہاتھوں سے بہتر تھا۔

(ترمذی) روافض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنگ بدر اور بیعت رضوان سے غائب تھے۔ قارئین کو معلوم ہو چکا ہے کہ جنگ بدر میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے مگر حصہ مالِ غنیمت سے اور اجر دونوں ان کو رسول اللہ ﷺ نے عطا کئے ہیں اور بیعت رضوان میں تو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اہل مکہ کی طرف بطورِ ایلچی گئے ہوئے تھے اور انہیں کی وجہ سے بیعت رضوان متحقق ہوئی۔

(کما ثبت فی کتب التواریخ) اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے ایک ہاتھ مبارک کو دوسرے ہاتھ مبارک پر رکھنا تو سب سے بہتر ہے۔

چشم بد اندیش کہ بد کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

الفصل الرابع فی مناقب اسد اللہ الغالب مظہر العجائب والغرائب

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن قہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہیں۔ کنیت آپ کی ابوالحسن اور ابوتراب ہے اور یہ کنیت آپ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا۔ یہ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع ہی میں مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کی۔ آپ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور ازروئے مؤاخات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں سے تھے اور علمائے ربانین اور شجعان مشہورین اور زہاد مذکورین اور خطبائے معروفین سے شمار ہوتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء) آپ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں اور روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ بعض ان سے ذکر کرتا ہوں۔

(بخاری شریف اور مسلم شریف میں) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غزوۂ تبوک میں خلیفہ بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر خلیفہ بناتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس لئے چھوڑے جاتا ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے ہاں! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث شریف کو احمد اور بزار نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور طبرانی نے اسماء بنت قیس، ام سلمہ، ابن عمر، ابن عباس، جابر بن سمرہ، براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس موقع پر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ فرمانا اس لئے تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اول کلام میں فرمایا تھا (کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے) یہاں سے شبہ پڑتا تھا کہ ہارون علیہ السلام تو نبی غیر تشریعی تھے شاید کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی شان کا بھی مطلب یہی ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نبی غیر تشریعی ہیں۔ اس شبہ کو رد فرمانے کے لئے لا نبی بعدی فرمایا یعنی میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔ مرزائیوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ لا نبی بعدی کا لا وہ تیغ آبدار ہے جس نے اصطلاحی، مجازی، لغوی، مذاقی، مراقی ہر قسم کی نبوت کا سر قلم کر دیا ہے۔ اگر مرزائی یہ تاویل کریں کہ مجازی و لغوی نبی آسکتا ہے اور نفی نبی تشریعی اور حقیقی کی ہے تو پھر ہم حیران ہیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کی یہ تاویل کیوں نہیں کرتے کہ خدا کے سوا اور بہت سے مجازی خدا تسلیم کئے جاسکتے ہیں اور ان کی پرستش کی جاسکتی ہے کیونکہ لا الہ میں نفی معبودِ حقیقی کی ہے معبودِ مجازی کی نہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

بخاری شریف اور مسلم شریف میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن فرمایا: میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ اسے (یعنی خیبر کو) فتح کرے گا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوست رکھتے ہیں۔ رات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر غور و خوض کرتے رہے کہ دیکھئے کل جھنڈا کس کو عطا ہوتا ہے؟ صبح اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس بلاؤ۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھوں میں تھوک دیا اور آپ کے لئے دعا کی تو آپ کی آنکھیں بالکل اچھی ہوگئیں گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔

ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے صحابہ کے درمیان عقد مواخات کر دیا تھا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اپنے سب صحابہ میں عقد مواخات کر دیا ہے مگر مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ابونعیم دلائل میں جعفر ابن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے ماں باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دو شخصوں کا آپ فیصلہ کرنے کے لئے دیوار کے نیچے بیٹھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور! دیوار گرا چاہتی ہے۔ جواب دیا کہ تم اپنا کام کرو خدا تعالیٰ میری حفاظت کرنے والا کافی ہے۔ پھر آپ نے ان دو شخصوں کا فیصلہ کر دیا اور جب آپ وہاں سے اٹھے تو دیوار گر پڑی۔

طبرانی اوسط میں اور ابونعیم دلائل میں زاذان سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بات سنائی تو ایک شخص نے آپ کی تکذیب کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو میں تجھ پر بددعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا کیجئے۔ پس آپ نے بددعا کی تو وہ ابھی وہاں سے اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ اندھا ہو گیا۔

ازالۃ الخفا میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کربلا میں تشریف لائے اور فرمایا کہ یہاں اونٹ بیٹھیں گے اہل بیت کے اور یہاں ان کا اسباب رکھا جائے گا اور یہاں ان کا خون بہے گا۔ ایک جماعت آلِ رسول ﷺ کی قتل کی جائے گی اور روئیں گے اس پر زمین و آسمان۔

قرطبی کی تفسیر میں ہے کہ جب جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے من کنت مولاہ فعلی مولاہ اس پر نضر ابن حارث بولا کہ اے محمد ﷺ! آپ نے ہمیں خدا کی طرف ہدایت کا حکم کیا اسے ہم نے تسلیم کیا اور آپ کا کہنا قبول کر لیا۔ آپ نے ہم کو نماز کا حکم کیا اسے بھی ہم نے تسلیم کیا اور آپ نے ہمیں زکوٰۃ کا حکم کیا اسے بھی ہم نے مان لیا مگر آپ ابھی راضی نہیں ہوئے حتیٰ کہ اپنے چچا

زاد بھائی کو ہم پر فضیلت دی کیا اس کا بھی خدا نے حکم کیا ہے یا اپنی طرف سے یہ فیصلہ نافذ ہوا ہے؟ فرمایا: مجھے اس ذات مقدس کی قسم جس کے علاوہ کوئی بھی پرستش کی قابلیت نہیں رکھتا یہ خدا ہی کا حکم ہے۔ نضر ابن حارث یہ سن کر پیٹھ موڑ کر چلا اور یوں کہتا جاتا تھا کہ اے اللہ! اگر یہ حق ہے تیری جانب سے تو پتھر برسا ہم پر آسمان سے۔ اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء. جوں ہی اس کے منہ سے یہ کلمات نکلے اس پر ایک بڑا پتھر آسمان سے آپڑا اور قتل کر ڈالا۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جناب نبی ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کی رات کو نمازِ عشاء پڑھ کر سو رہتے ہیں حالانکہ وہ فضیلت اور بزرگی کی رات ہے۔ فرمایا: خدا تعالیٰ نے اس کو نیند کی وجہ سے اس پر جمعہ کی رات کو تصدق کر دیا اس کی روح سبز پرندہ بن کر آسمان کی راہوں میں چلتی ہے وہاں ایک بالشت کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں ہوتی جہاں علی کی روح سجدہ نہ کرتی ہو۔ نسفی کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے آسمان کے طریق اور راہوں کو دریافت کرو کیونکہ میں آسمانوں کی راہوں کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بشکل انسانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا اگر تم اے علی رضی اللہ عنہ اپنے اس دعویٰ یعنی آسمانوں کی راہوں کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں میں سچے ہو تو بتاؤ کہ اس وقت جبرائیل کہاں ہیں؟ آپ نے اول آسمان اور زمین کی طرف دیکھا ازاں بعد فرمایا: میں اس وقت جبرائیل کو نہ تو آسمان میں دیکھتا ہوں اور نہ زمین میں کسی اور جگہ شاید جبرائیل تو ہی ہے۔

۲۔ الدلیل القویم فی دفع الشک العظیم

یہ ایک مختصر رسالہ جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ پنجاب الیکٹرک پریس شیشیانوالہ گیٹ گجرات سے طبع ہوا۔ اس کے طابع و ناشر ملک عبدالرشید محلہ شیرو وزیرآباد ہیں۔

رسالہ موسومہ آپ نے ایک رسالہ ''فتاویٰ علمائے امت مسئلہ ظہر احتیاطی'' کے جواب میں لکھا۔ الدلیل القویم فی دفع الشک العظیم درج ذیل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم ؕ اما بعد! برادرانِ اسلام کی خدمت میں یہ بندہ ناچیز محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی واویسی عرض پرداز ہے کہ آج بروز سہ شنبہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ بمطابق یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء کو بعض احباب نے ایک رسالہ موسومہ بہ فتاویٰ علمائے امت مسئلہ ظہر احتیاطی کے متعلق مجھے دکھایا جس میں کسی صاحب نے اپنے تبحر علمی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ کہیں تو احتیاط الظہر کو فرضِ قطعی قرار دیا اور کہیں واجب کہا اور کہیں غیر منسوخ کہا اور کہیں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سرورِ انبیاء ﷺ فداہٗ ابی وامی بھی ظہر احتیاطی پڑھا کرتے تھے اور کہیں بلاسوچے سمجھے یہ بھی لکھ گئے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں چونکہ شرائط جمعہ یقیناً موجود تھیں اس لئے ظہر کی کچھ حاجت نہ تھی اور چونکہ اس رسالہ کو دیکھنے سے عوام کے عقائد کا متزلزل ہو جانا ممکن ہے اور اندیشہ ہے کہ عوام کہیں جمعہ کی فرضیت کا انکار مطلقاً نہ کر بیٹھیں اس لئے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کے متعلق چند سطور سپردِ اوراق کروں تا کہ اس کی حقیقت عوام پر واضح ہو جائے اور شک میں پڑنے سے بچ جائیں۔ وھا انا اشرع فی التحقیق وباللّٰہ التوفیق

قولہٗ بسبب اختلاف روایات قوی شک و شبہ ہوا۔ اب نہ تو اس ملک میں مصریت متحقق ہے کہ ظہر ساقط ہو اور نہ ہی شہروں اور قصبوں میں یقینی طور پر مصریت متقضی ہے کہ جمعہ فرض نہ ہو لہٰذا جمعہ اور ظہر دونوں کا ادا کرنا لازم اور ضروری ہوا۔ صفحہ ۴

اقول یہاں تو لکھ دیا کہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ جمعہ اس ملک کے شہروں اور قصبوں میں فرض نہ ہو۔ ذرا صفحہ ۶ کو ملاحظہ فرمائیں کہ (جمعہ کی فرضیت کے واسطے بادشاہ مسلمان

کا ہونا دوسری شرط ہے جہاں بادشاہ مسلمان ہو وہاں جمعہ فرض ہو گا جہاں غیر مسلم ہو وہاں باتفاق ظہر فرض ہے جمعہ فرض نہیں) اُس عبارت صفحہ ۶ سے صاف معلوم ہو گیا کہ جہاں بادشاہ غیر مسلم ہو وہاں جمعہ فرض نہیں۔ ظہر باتفاق فرض ہے لہٰذا پہلی عبارت کے اس فتویٰ کے ساتھ کہ (دونوں کا ادا کرنا لازم اور ضروری ہوا اور وہ بھی اس ملک میں) کیا اچھا تناقض ہے۔ ماشاء اللہ عبارت زیر بحث سے دونوں کا پڑھنا ضروری اور عبارت صفحہ ۶ سے باتفاق ظہر فرض ہے جمعہ فرض نہیں۔ اب ہم اوّلاً اسی مولوی سے پوچھتے ہیں کہ مسلمان آپ کے کس فتویٰ کو تسلیم کریں۔ پہلے فتویٰ کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں کو پڑھیں یا کہ دوسرے فتویٰ کو مانتے ہوئے صرف ظہر اتفاقی پڑھیں۔ ثانیاً جب بادشاہ اس ملک میں غیر مسلم ہے تو جمعہ فرض نہ ہوا اور ظہر باتفاق فرض ٹھہری تو پھر مقام تعجب ہے کہ اتفاقی ظہر کی جماعت نہیں اور جو فرض نہیں بقول آپ کے اس کے واسطے دو اذانیں' دو خطبے اور جماعت اور مجمع کثیر کس دلیل سے کیا۔ کسی کتاب میں ہے کہ جہاں ظہر باتفاق فرض ہو وہاں وقت کے ہوتے ہوئے بھی اس کی جماعت ترک کر دی جائے اور ترک بھی ایسی کہ پچاسوں سال گزرے کبھی اس کی طرف توجہ تک نہیں کی گئی۔ کیا کوئی یہ قول بھی ہے کہ جہاں جمعہ فرض نہ بھی ہو بقول آپ کے تو بھی ظہر اجماعی کی جماعت ترک کر دو۔ ثالثاً شک وشبہ کیسا یہاں تو بادشاہ غیر مسلم ہے پھر صفحہ ۶ کی عبارت کے مطابق صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ جمعہ فرض نہیں نہ پڑھا کرو اور علیٰ ہذا القیاس عیدیں بھی کیونکہ شرائط جمعہ اور عیدین ایک ہی ہیں خطبے کے سوا۔ رابعاً جب جمعہ فرض نہیں بقول آپ کے تو واجب بھی نہیں رہے گا کیونکہ فرضیت اٹھ جانے سے پہلے وجوب اٹھ جاتا ہے جب تک کہ نئی دلیل قائم نہ ہو بلکہ وجوب تو وجوب جواز بھی باقی نہیں رہتا اور نئی دلیل کا وقت حضور ﷺ کا زمانہ تھا اب آپ پر اگر کسی نئی دلیل کا الہام ہوا ہو تو مطلع فرما دیں۔

واذا عدمت صفة الوجوب للما موربه لا تبقى صفة الجواز عندنا نور الانوار باب

الامر واضح ہو کہ وجوب سے مراد فرضیت ہے اصطلاح اصولین میں اور مندرجہ ذیل عبارت اسی بات پر دلالت کرتی ہے یعنی انه اذا نسخ الوجوب الثابت بالامر فهل تبقى صفة الجواز الذى فى ضمنه ام لا فقال الشافعى رحمۃ اللہ علیہ تبقى صفت الجواز استدلالاً بصوم عاشوراء فانه قد كان فرضًا ثم نسخت فرضيته و بقى استحبابه الا ن وعندنا لا تبقى صفة الجواز........ واما صوم عاشوراء فانما يثبت جوازه الآن نبص آخر مندرجہ بالا عبارت میں صوم عاشورہ کے وجوب میں بحث ہے حالانکہ وہ فرض تھا تو معلوم ہوا کہ علمائے اصول کے نزدیک واجب کا اطلاق فرض پر بھی ہوتا ہے اور اس عبارت سے یہ بھی بخوبی معلوم ہو گیا کہ جب کسی چیز کی فرضیت اٹھ جائے تو جواز بھی باقی نہیں رہتا۔ بناءً علیہ جب جمعہ کی فرضیت منتفی ہو گئی تو بموجب عبارت صفحہ ۶ کے جواز بھی باقی نہ رہا اور جواز تک باقی نہ رہنے کی صورت میں اس کی جماعت اور اہتمام اور اتفاقی ظہر کو بلا جماعت پڑھنا کس دلیل سے ہے۔ خامسًا ذرا اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں۔ اذا خلا الزمان من سلطان ذى كفايته فالامور موكلة الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم ويصيرون ولاة عتابى. خلاصہ یہ ہے کہ جب زمانہ میں سلطان مسلم ذی کفائت نہ ہو تو جملہ امور علماء کی طرف سپرد کر دیئے جاتے ہیں اور امت پر رجوع ان کی طرف لازم ہوتا ہے اور وہی علماء عالی ہوتے ہیں۔ کیا لفظ امور سے جمعہ خارج ہے یا نہیں؟ اگر خارج ہے تو یوں کیوں نہ کہا: فالامور موكلة سوى الجمعة الى العلماء تو ثابت ہوا کہ سلطان کے نہ ہوتے ہوئے اعلم علماء بلد قائمقام سلطان ہے لہٰذا اس ملک میں جمعہ فرض ہے۔ قولہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جمعہ کی نماز پانے سے جمعہ ادا کرے اور جمعہ کی نماز فوت ہونے سے ظہر کو پڑھا جائے گا۔ صفحہ ۵ اقول اولاً اس حدیث سے آپ کو کیا فائدہ جب یہاں بادشاہ مسلم نہیں اور سوال میں بھی اس ملک (ہندوستان) کا ذکر ہے تو پھر جمعہ بقول آپ کے جائز ہی نہیں صفحہ ۶ پھر جمعہ ادا کرنے

کے کیا معنی۔ پھر تو کسی ایسی حدیث کو نقل کرتے جس کے یہ معنی ہوتے کہ جمعہ نہ پڑھے۔ ثانیاً اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب جمعہ فوت ہو جائے تو ظہر پڑھے نہ یہ کہ جب جمعہ میں شک ہو تو ظہر اور جمعہ دونوں پڑھے جیسا کہ آپ عبارت صفحہ ۴ میں فرما چکے ہیں اور اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ جب جمعہ فوت ہو جائے تو ظہر فرض ہے ضروری پڑھے اور فوت حکمی تاویل بھی بیکار ہے کیونکہ یہاں تو بقول آپ کے سلطان والی شرط قطعاً مفقود ہے اور سلطان نہ ہونے کی صورت میں جو فقہاء کا فتویٰ ہے وہاں تک آپ کے علم کی رسائی نہیں لہٰذا آپ کے نزدیک جمعہ اس ملک میں فرض نہیں۔ بناءً علیہ آپ کا مقصود ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کا مقصد تو یہ ہے کہ جمعہ کی نماز بھی باجماعت ہو اور ظہر بلا جماعت واجب ہو۔ ہاں! اس حدیث سے ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص نمازِ جمعہ پائے وہ جمعہ پڑھے ورنہ بصورتِ دیگر ظہر پڑھے۔ ھذا ھو المرام۔ ثالثاً یہاں تو یہ کہ جمعہ کی نماز فوت ہونے سے ظہر کو پڑھا جائے گا اور صفحہ ۱۷ پر ہے (اس حدیث کو صحیح مسلم نے روایت کیا جس سے صاف ثابت ہوا کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن بھی ظہر پڑھا کرتے) اب آپ کی پیش کردہ احادیث سے بھی ثابت ہوا کہ جمعہ کی نماز فوت ہونے سے ظہر کو پڑھا جائے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد بھی ظہر پڑھی جائے کیونکہ حضور ﷺ جمعہ کے دن ظہر پڑھا کرتے تھے۔ وھل ھذا الا تناقضٌ اس کے بعد مؤلف رسالہ فتویٰ علماء امت نے دلیل چہارم، پنجم میں تعدد جمعہ اور اختلاف تعریف مصر کو منشائے شک نمازِ جمعہ میں ٹھہرا کر ظہر کا وجوب ثابت کیا اور کتب فقہ کے چند حوالہ جات بے محل نقل کئے تو ہم اولاً پوچھتے ہیں کہ ظہر تو بقول آپ کے بدستور فرض ہے صفحہ ۱۳ تو اب اس کی فرضیت کس دلیل نے منسوخ کی اور جب فرضیت منسوخ ہے تو جواز کیسے باقی رہا۔ ثانیاً یہ کہ اگر اختلاف روایات موجب شک قوی ہے صفحہ ۴ تو نماز میں بھی تو اختلاف ہے تو کیا ہر نماز میں شک ہے۔ دیکھئے! امام

شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعدیل الارکان فرض ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے۔ قرأت میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عربی میں قرأت کرے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فارسی میں بھی جائز ہے اور تکبیر میں اختلاف ہے کہ کن الفاظ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ اللہ اکبر کی بجائے اگر اللہ اجل' اللہ اعظم' الرحمٰن اکبر' لا الہ الا اللہ کہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ پھر ثناء میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ سبحانك اللهم پڑھے اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یضم قوله انی وجهت وجهی الخ پھر تعوذ میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تابع قرأت ہے اور امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تابع ثناء ہے۔ پھر سجدے میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اقتصار علی الانف جائز ہے۔ وقالا لا یجوز اِلَّا من عذر پھر تشہد کے الفاظ میں تو صحابہ کے اندر اختلاف موجود ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کچھ فرماتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کچھ فرماتے ہیں۔ پھر تو قاعدے کے مطابق (بسبب اختلاف روایات قوی شک وشبہ ہوا صفحہ ۴) ہر نماز میں شک ہے۔ ظہر ہو یا عصر' مغرب ہو یا کہ عشاء' فجر ہو یا جمعہ تو کیا ہر نماز کے بعد احتیاطی پڑھی جائے گی یا نہیں۔ اگر نہیں پڑھی جائے گی تو کس دلیل سے۔

ثالثاً آپ کی احتیاطی میں بھی تو اختلاف ہے بعض اس کو منع کرتے ہیں اور بعض مستحب کہتے ہیں اور آپ اس کو واجب بتا رہے ہیں۔ نیز اس کی نیت میں اختلاف ہے' ملاحظہ ہو رسالہ فتویٰ علمائے امت صفحہ ۲۷ (اور اس کی نیت میں اختلاف ہوا بعض کہتے ہیں کہ اس دن کے ظہر کی نیت کرے اور بعض کہتے ہیں کہ آخر ظہر کی جو اس کے ذمہ ہے اور یہ بہتر ہے اور بعض کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے آخر ظہر کی نیت کی جس کا میں نے وقت پایا اور ابھی ادا نہیں کی۔ حسن کہتے ہیں کہ میرے نزدیک پسندیدہ امر

یہ ہے کہ ظہر اسی نیت سے پڑھی جائے) تو بقول آپ کے (بسبب اختلاف روایات قوی شک شبہ ہوا صفحہ۴) احتیاطی میں شک ہو گیا لہٰذا احتیاطی کے بعد ایک اور احتیاطی پڑھنی چاہئے ملاحظہ ہو دلیل چہارم و پنجم۔ پھر اس احتیاطی پر زیادتی بھی کرنی چاہئے (تھوڑی عبادت شکی سے بہت زیادہ کرنا صفحہ۸) وبعبارۃ اخریٰ پھر جب احتیاطی میں اختلاف ہے ملاحظہ ہو عبارت صفحہ ۲۷ اور اختلاف موجب شک ہے ملاحظہ ہو عبارت صفحہ۴ اور شک کی صورت میں نماز کے اندر زیادتی ضروری ہے ملاحظہ ہو دلیل پنجم صفحہ۸ لہٰذا ہر احتیاطی کے بعد ایک اور احتیاطی لازمی ہو گئی پھر اور جو احتیاطی بھی پڑھیں گے اس میں اختلاف ہے۔ فیعود الاشکال وھل ھذا لا تسلسل قولہ بموجودگی سب شرائط کے جب امام سے جمعہ کی نماز میں کچھ تاخیر ہو جائے صفحہ۱۰ اقول اولاً تاخیر کیسی جب آپ کے نزدیک نمازِ جمعہ کا وقت ہی مقرر نہیں ملاحظہ ہو رسالہ مذکورہ صفحہ۱۴ (جمعہ کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں قرآن میں یوم کا لفظ آیا ہے جو صبح سے شام تک ہے اور احادیث بھی اسی طرح مصرح اور موضح ہیں) ایضاً صفحہ۱۶ (ان احادیث سے ثابت ہوا کہ جمعہ کی نماز کا پڑھنا قبل و بعد زوالِ شام تک جائز اور درست ہے) جب نمازِ جمعہ کا وقت مقرر نہیں اور صبح سے شام تک جائز ہے تو پھر تاخیر کیسی اور تاخیر سے ظہر کے وجوب کا ثبوت کیسا؟ ثانیاً بموجودگی سب شرائط کے جمعہ قطعی فرض ہو گا اور ظہر ساقط ہو گی۔ ملاحظہ ہو رسالہ مذکورہ صفحہ۳۴ (پس جس صورت میں شرائط جمعہ یقیناً موجود ہوں گے ادائے جمعہ فرض ہو گا اور ظہر ساقط ہو گی) اور تاخیر جمعہ کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی کیونکہ بقول آپ کے صبح سے شام تک جائز اور درست ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ لوگ جمعہ کو دن میں ہی پڑھا کرتے تھے پھر تاخیر نہ ہوئی آپ کے مذہب کے مطابق لہٰذا حدیث مذکور سے آپ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ قولہ نمازِ جمعہ کو نافلہ کر دو صفحہ۱۱ اقول یہ کس لفظ حدیث کا ترجمہ ہے محض دھوکہ دینے کے واسطے جمعہ کا لفظ اپنے پاس سے بڑھا دیا اور

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کے امراء پر چونکہ مؤخر کرتے تھے وقت مختار سے نمازِ جمعہ کو یہاں تک کہ لوگ مکروہ سمجھتے تھے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱ رسالہ مذکورہ تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن صامت اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرض ظہر پہلے پڑھ لیا کرتے تھے اور جب جماعت ہوتی تو نماز نفل امام کے ساتھ پڑھ لیتے۔ یتنفلون صلوٰۃ هم معه مدونه کبرا رسالہ مذکورہ صفحہ ۱۱ اور حل بحث تو یہ ہے کہ کیا نمازِ جمعہ بروقت پڑھنے کے بعد ظہر واجب رہتی ہے یا نہیں تو اس چیز کا دلیل ششم والی حدیث اور دلیل ہفتم والی حدیث میں نام تک نہیں، نہ کہیں صحابہ نے یہ فرمایا کہ جمعہ فرض نہیں اور نہ یہ کہا کہ بروقت جمعہ پڑھا جا رہا ہو تو وہ جمعہ کو چھوڑ کر ظہر پڑھنے میں مشغول ہوتے یا پہلے پڑھ لیتے اور نہ یہ فتویٰ دیا کہ جمعہ کے بعد ظہر واجب ہے اور نہ اس چیز کا ثبوت زمانہ نبوت اور زمانہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور آئمہ مجتہدین سے ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو رسالہ صفحہ ۳۲ (حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور آئمہ اربعہ وغیرہ کے زمانہ میں بسبب پایا جانے سب شرائط کے جمعہ فرض عین تھا اس وقت ظہر پڑھنے کی کیا حاجت تھی؟) اب آپ کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن صامت کا وہ فعل جو دلیل ہفتم میں موجود ہے وہ اس بنا پر نہ تھا کہ جمیع شرائط کے ہوتے ہوئے صحابہ نے جمعہ چھوڑ کر ظہر پڑھی تاکہ آپ کا مدعا ثابت ہو جائے بلکہ وہ اس بنا پر تھا کہ امراء وقت میں اس قدر تاخیر کرتے تھے کہ لوگ مکروہ سمجھتے اس لئے وہ صحابی ظہر الگ پڑھ لیتے تھے اور محل بحث یہ نہیں اس لئے آپ کو یہ حدیث مفید نہیں۔ قولہ نمازِ ظہر کا پڑھنا ضروری لازمی اور واجب ہے صفحہ ۱۲ اقول یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ رسالہ مذکورہ کے مؤلف کے نزدیک ظہر درجہ فرضیت سے تنزل کر کے وجوب تک پہنچ چکی ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ظہر کی فرضیت کس طرح منسوخ ہوئی اور فرضیت کے منسوخ ہو جانے کے بعد وجوب کس طرح باقی رہا؟ پھر یہاں تو واجب فرمایا اور صفحہ ۱۳ پر فرماتے ہیں (جب ظہر جمعہ سے پہلے فرض ہو چکی

ہوئی تھی تو بعد جمعہ کی فرضیت کے کوئی حکم اس کی تنسیخ کا قرآن میں نہیں معلوم ہوا ظہر بدستور فرض ہے) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ظہر کی فرضیت بحال رہی ہے اور پھر صفحہ ۳۲ پر یوں لکھتے ہیں کہ (حضور ﷺ کے زمانہ میں بسبب پایا جانے سب شرائط کے جمعہ فرض عین تھا اس وقت ظہر پڑھنے کی کیا حاجت تھی؟) اب ہم پوچھتے ہیں کہ جب ظہر بدستور فرض ہے اور ایک فرض کا نزول دوسرے فرض کو جو اس سے پہلے فرض اور معمول بہ ہو چکا ہو منسوخ نہیں کرتا صفحہ ۱۳ تو پھر حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ فرضِ عین جو آپ نے نکالا ہے کیوں باجماعت نہ پڑھا گیا بلکہ اس کے پڑھنے کی کیوں حاجت نہ ہوئی؟ اب یا تو آپ حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ترکِ فرض کا الزام لگائیں گے نعوذ باللہ یا حضور ﷺ کی ذاتِ مقدس پر اس من گھڑت احتیاطی فرض پڑھنے کا دھبہ لگائیں گے اور ہر ایک بات جہنمی بننے کے واسطے کافی ہے۔ فاین المفر مگر خدا تعالیٰ جب کسی کو گمراہ کرتا ہے تو وہ صاف کھلے طور پر نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مقدس پر افتراء باندھنے سے شرم نہیں کرتا۔ صاف لکھ دیا کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن بھی ظہر پڑھا کرتے صفحہ ۱۷ اور دوسری جگہ یوں رقمطراز ہوئے کہ حضور ﷺ کو مدینہ منورہ کی مصریت میں شک تھا العیاذ باللہ جو آنحضرت ﷺ وہاں جمعہ کے دن بھی ظہر پڑھا کرتے اور اللہ تعالیٰ نے اس شک کو کیوں نہ رفع فرمایا۔ ذرا حضور ﷺ کی ذاتِ مقدس پر افتراء باندھنے سے تو شرم کرتے اور من کذب علی متعمدًا فلیتبوا مقعدہ من النار کے وعید کو کو خاطر میں لاتے۔ احتیاطی ثبوت کی فکر ہے ایمان کے چلے جانے کی کوئی فکر نہیں۔ قولہ: جب کسی عبادت کے کرنے اور نہ کرنے میں روایاتِ مختلفہ پائی جائیں تو وہ عبادت ساقط نہ ہوگی بلکہ اپنے حال پر جس طرح تھی اگر فرض ہے تو فرض، واجب ہے تو واجب، سنت ہے تو سنت، نفل ہے تو نفل قائم اور ثابت رہے گی۔ اقول سبحان اللہ یہی تو ہم کہتے ہیں کہ چونکہ جمعہ کے پڑھنے نہ پڑھنے میں بقول آپ کے شک ہے اس لئے جمعہ اپنی حالت پر ہی رہے گا یعنی

جمعہ چونکہ فرض ہے لہٰذا فرض ہی رہے گا اور جمعہ فرض ہو جانے کے بعد آپ کے قول کے مطابق بھی ظہر کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جمعہ فرض عین تھا اس وقت ظہر پڑھنے کی کیا حاجت تھی صفحہ ۳۲ اب چونکہ جمعہ کی شرائط کی تحقیق میں اختلاف روایات ہے اور اختلاف روایات موجب شک ہے لہٰذا جمعہ آپ کے قول کے مطابق بھی اپنی حالت پر ہی رہے گا۔ لان العبادۃ اذا دارت بین الثبوت والسقوط تثبت لاتسقط کفایہ جلد اول فتح القدیر اور اس جمعہ کو بہ نیت نفل پڑھنا یا نفل سمجھنا بھی باطل ہو گیا۔ ملاحظہ ہو رسالہ مذکورہ صفحہ ۱۳ اس سے جمعہ کو نفل کی نیت سے پڑھنا اور سمجھنا بھی باطل ہو گیا۔ الحمدللہ حق روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا اور مخالف کے قلم سے ثبت ہو گیا کہ جمعہ اپنی حالت پر ہی ہے یعنی فرض اور جب جمعہ فرض ہے تو ظہر کی کچھ حاجت نہیں وللہ الحمد. قولہ: معلوم ہوا کہ انہوں نے ظہر ہی پڑھی۔ اقول: کیا الہام ہوا ہے یا کسی کتاب میں ہے کہ ظہر ہی پڑھی۔ قولہ: تب ہی لوگوں نے سوال کیا۔ اقول: معلوم ہوا کہ لوگ نہ پڑھتے تھے اس لئے سوال کیا اور نہ پڑھنے والے بھی تابعی تھے تو اکثریت ادھر ہی ہوئی کہ نہ پڑھی جائے اور نہ پڑھنے والے اکثر تھے جیسا کہ لوگوں کا لفظ بتا رہا ہے پھر یہ بھی کہ ان کا وجود باشرائط کے ہونے کے بھی بفرض محال ظہر پڑھنا ثابت ہو جائے تو یہ خارج از مبحث ہے کیونکہ فقہاء تو متفق ہیں کہ جہاں شرائط موجود ہوں وہاں جمعہ فرضِ عین ہے اور ظہر ساقط ہے اور اس ساقط شدہ ظہر کا صحابی کے فعل سے (بفرضِ محال وہ ظہر بھی پڑھیں) وجوب ثابت نہیں ہو گا ورنہ اگر باوجود شرائط جمعہ کے بھی ظہر واجب ہوتی تو فقہاء ساقط نہ فرماتے۔ واجب اور بن پڑھے ساقط سبحان اللہ کیا خوب دلیل ہے؟ قولہ: فرمایا رسولِ خدا ﷺ نے من صلی یوم الجمعۃ مابین الظھر و العصر رکعتین الحدیث الی ان قال اس حدیث سے بھی ظہر کا پڑھنا ثابت ہو گیا اس لئے اگر جمعہ کے دن ظہر نہ ہوتی تو سرورِ دو عالم ﷺ مابین الظھر و العصر کی بجائے فرماتے اقول

اولاً ہاں! بے شک جمعہ کے دن ظہر نہ تھی جیسا کہ رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۵ خلاصہ صفحہ حدیث موجود ہے کہ جمعہ کی نماز پانے سے جمعہ ادا کرے اور جمعہ کی نماز فوت ہونے سے ظہر کو پڑھا جائے گا۔ اب آنکھیں کھلیں' ہوش وحواس درست ہوئے۔ ثانیاً اگر جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی حاجت حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوتی جیسا کہ آپ نے اس حدیث شریف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو یقیناً حضور ﷺ اور صحابہ اور تابعین' تبع تابعین' ائمہ مجتہدین بھی پڑھتے حالانکہ کسی نے نہیں پڑھی۔ ملاحظہ ہو رسالہ فتاویٰ علمائے امت صفحہ ۳۲ حضور سرورِ دوعالم ﷺ اور صحابہ اور آئمہ اربعہ کے زمانہ میں بسبب پائے جانے سب شرائط کے جمعہ فرضِ عین تھا اس وقت ظہر پڑھنے کی کیا حاجت تھی؟ ثالثاً آپ کے نزدیک اگر اس لفظ ظہر واقع فی الحدیث المذکور سے مراد صلوٰۃ ظہر ہے بعد صلوٰۃ الجمعہ اور وہ بھی حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک جیسا کہ من عموم پر دلالت کر رہا ہے اور جملہ اسمیہ دوام استمرار پر تو اس کی تصریح دکھایئے صرف کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا اور حدیث کی تشریح کرتے وقت ذرا خدا کا خوف اور رسول ﷺ کی شرم رکھا کیجئے۔ قولہ: اس حدیث ابن خزیمہ والی نے صاف صاف ظہر کا پڑھنا لازمی طور پر واضح کر دیا جمعہ خواہ پڑھے یا نہ۔ اقول: یہاں تو یہ ارشاد ہے کہ ظہر کا پڑھنا لازمی ہے اور جمعہ پڑھے یا نہ اور رسالہ مذکورہ صفحہ ۳۲ پر یہ ہے کہ جمعہ فرض عین تھا اس وقت ظہر پڑھنے کی کیا حاجت تھی؟ اولاً تو تناقض ظاہر ہے۔ ثانیاً کیا فرضِ عین ایسی چیز ہوا کرتی ہے خواہ پڑھے یا نہ پڑھے؟ سبحان اللہ آپ کا کیا خوب فرضِ عین ہے۔ ثالثاً بات دراصل یہ ہے کہ شارع علیہ السلام رحمت للعالمین تھے اور چونکہ مسلمانوں کا اجتماع عید کے واسطے ہو چکا تھا دوبارہ اسی دن میں اجتماع جمعہ کے واسطے ہونے کی شکل میں تکلیف ظاہر تھی اس لئے آپ نے حکم صادر فرمایا کہ آج تم چونکہ ایک دفعہ جمع ہو کر عید پڑھ چکے ہو اب گھروں میں ہی ظہر پڑھ لینا۔ ہاں! جو شخص تکلیف کو محسوس نہ کرتے ہوئے آئے

اس کا وہی حکم ہے کہ جمعہ کی نماز پانے سے جمعہ ادا کرے صفحہ۵ **رابعاً** آپ کوئی ایسی حدیث دکھاتے جس سے یہ ثابت ہوتا کہ جو لوگ اس دن جمعہ پڑھنے آئے تھے ان کو حکم دیا گیا ہو کہ ظہر بھی پڑھو کیونکہ آپ کا مسلک تو یہ ہے کہ ظہر اور جمعہ دونوں واجب ہیں ملاحظہ ہو رسالہ مذکورہ تمہید صفحہ۲ نمبر ب' جمعہ اور ظہر ہمارے علمائے کرام کے نزدیک دونوں واجب ہیں۔ **خامساً** جہاں شارع علیہ السلام رخصت فرمادیں وہ خارج از مبحث ہے۔ بحث کا موضوع عزیمت ہے نہ کہ رخصت اور یہ بھی یاد رہے کہ شارع علیہ السلام جو کسی خاص وقت میں کسی فرض کے متعلق رخصت فرمائیں تو اس فرض کی فرضیت میں ضعف نہیں آیا کرتا ورنہ ظہر کی نماز تو مسافر پر بھی دو رکعتیں ہیں اور حائضہ پر نہیں تو کیا بقول آپ کے ظہر کی فرضیت میں بھی کمی واقع ہوگئی ہے۔ قولہ: جب جمعہ کی فرضیت کو عید کی نماز جو کہ سنت ہے یا واجب (یہاں بھی شک) زائل اور باطل کر دیتی ہے تو کیا وہ ظہر کی ادائیگی کے مانع کس طرح ہو سکتی ہے صفحہ۱۸ اقول: ہم چونکہ جمعہ کو فرض سمجھتے ہیں اس لئے مؤلف رسالہ مذکورہ نے مقامِ رخصت کو لے کر جمعہ کی تردید کی اور یہ سمجھا کہ جب عید کی وجہ سے جمعہ کی ادائیگی میں لوگوں کو اختیار دیا گیا ہے تو گویا اس کے زعم باطل میں جمعہ کی فرضیت میں فرق پڑ گیا ہے مگر جواباً ہم یوں کہتے ہیں کہ ہمارے فرض جمعہ کو تو واجب عید نے مغلوب کیا اور آپ کی فرض احتیاطی ظہر کو حیض نے ساقط کر دیا کیونکہ حائضہ سے ظہر ساقط ہے اور قضا تک نہیں بالآخر وہ یہی جواب دیں گے یہ مقامِ رخصت ہے اور مقامِ رخصت اور عذر میں ظہر کیا جمعہ اور کوئی فرض بھی ہو ساقط ہو جاتا ہے تو ہم عرض کریں گے ہاں جناب والا! مقامِ رخصت میں کسی فرض کا ساقط ہونا یا مکلّف کا اس کے فعل میں مختار ہونا اس کی فرضیت میں ضعف کی دلیل نہیں۔ دیکھئے روزے میں مسافر مختار ہے' حیض والی عورت سے متاخر ہے' مریض سے متاخر ہے' حج مدیون پر نہیں' مریض پر نہیں' عورت بلامحرم پر نہیں' زکوٰۃ مدیون پر نہیں تو کیا ان فرائض کی فرضیت میں

کی واقع ہوگئی ہے یا نہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح جمعہ بھی معذوروں پر نہیں' وہ گھر میں آسانی سے چار رکعت پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ اگر وہ جمعہ کو جائیں تو پہلے جامع مسجد میں جانا اور پھر وہاں ہجوم میں جگہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہنا' پھر خطبہ سننے میں کافی وقت کا گزرنا یہ سب باتیں معذوروں کے خلاف ہیں اور ان سب باتوں کے مقابلے میں صرف چار رکعت ظہر کا گھر میں پڑھ لینا آسان ہے اس لئے شریعت نے ان کو گھر میں ظہر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ علاوہ ازیں اگر معذور جمعہ پڑھے تو فرض ادا ہو جائے گا ظہر کی اس کو حاجت نہیں۔ نتقع فرضاً ان صلاها فاقدها وان لم تجب عليه شرح وقايه و مثله في الهدايه وفتح القدير وشامی اس تقریر سے رسالہ مذکورہ کی وجہ ہفتم بھی مردود ہوگئی۔ قولہ: خطبہ لیٹے' بیٹھے اور حدث (بے وضو) کی حالت میں پڑھ لینا جائز ہے صفحہ ۱۹ اقول: بے وضو ہونے کی حالت میں کبھی آپ نے بھی خطبہ پڑھا ہے یا محض لوگوں کو فتویٰ بتا رہے ہو اور خود اس پر عامل نہیں ہو۔ لم تقولون ما لا تفعلون الآية قولہ: جمعہ کے مشکوک ہونے سے ظہر کا پڑھنا بھی مشکوک ہوگا صفحہ ۲۹ اقول: کیا خوب دل کی بات کہہ دی کہ ظہر احتیاطی بھی مشکوک ہے اور اسی صفحہ ۲۹ کی دوسری سطر میں لکھ آئے ہیں کہ نہ اصل نیت میں شک' نہ وصف میں تردد ہے اور صفحہ ۳۰ پر ہے کہ پھر شک کس بات کا' سچ ہے کہ دروغگو را حافظہ نہ باشد۔ ثانیاً صفحہ ۳۰ پر ارشاد ہوتا ہے کہ (جب اس میں (وضو) کسی وجہ کا شک ہو جائے تو رفع کے واسطے اعادہ نماز ضروری ہو گا) اب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر وضو میں شک ہو جائے تو اعادہ نماز ضروری ہے۔ بے شک ٹھیک لیکن اگر نماز میں شک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ یہی نہ کہ تھوڑی عبادت شکی سے بہت زیادہ کرنا صفحہ ۸ تو جب ظہر احتیاطی مشکوک ہے پھر اس کا بھی یہی حکم ہوگا کہ اس پر زیادتی کی جائے اور رفع شک کے واسطے اعادہ ظہر احتیاطی کا کیا جائے۔ لہٰذا احتیاطی بعد الاحتیاطی بموجب آپ کے ارشادات کے لازم آئی سبحان اللہ کیا علم و فضل ہے؟

احتیاط الظہر کو واجب کہنے والوں سے چند سوالات

ا۔ظہر بعد الجمعہ اگر وتر کی طرح واجب ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ خواص پڑھیں۔وہ بھی گھر میں خفیہ طور پر عوام نہ پڑھیں۔دیکھئے دُرِ مختار میں ہے:من لا یخاف علیہ مفسدۃ منھا فالاولیٰ ان تکون فی بیتہ خفیۃ بحر الرائق میں ہے وعلیٰ تقدیر فعلھا ممن لا یخاف علیہ مفسدۃ منھا فالاولیٰ ان تکون فی بیتہ خفیۃ مراقی الفلاح میں ہے لایفتیٰ بالاربع الالخواص ویکون فعلھم ایاھا فی منازلھم. ردّ المختار میں ہے نعم ان ادیٰ الیٰ مفسدۃ لا تفعل جھاداً. علامہ مقدسی نے فرمایا:نحق لانأمر بذلك امثال ھذاہ العوام بل ندل علیہ الخواص. خلاصہ یہ ہے کہ جہاں فرضیت جمعہ میں شک پڑنے کا اندیشہ نہ ہو وہاں خواص گھروں میں خفیہ طور پر پڑھیں اور عوام کو حکم دیویں۔پس ثابت ہوا کہ ظہر احتیاطی وتر کی طرح واجب نہیں ورنہ یہ تفریق خاص اور عام والی بے جا ہوتی اور عدم جہر کا فرق مع الوتر غلط اور باطل ٹھہرتا۔والازم باطل فاالملزوم مثلہ

۲۔مقامِ تعجب ہے کہ ظہر کو واجب اس وقت کہتے ہیں کہ جب مصریت میں شک ہو حالانکہ وجود مصر شرط ہے اور جمعہ کی فرضیت ادا مشروط اور قاعدہ یہ ہے کہ واذا وجد الشرط وجد المشروط واذا فات الشرط فات المشروط اور جب شرط (مصر) کے وجود میں شک ہے بقول ان کے مشروط (جمعہ) بھی مشکوک ہے اور یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ شک سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔لان اشك لا یثبت شئ نور الانوار اور شرح وقایہ ملاحظہ ہو۔بناءً علیہ جمعہ بحالتِ شک تو کچھ بھی نہ ہوا اور ظہر ٹھہری واجب تو لازم آیا کہ جمعہ کے دن چار نمازیں فرض ہوں۔العیاذ باللہ والازم باطل فالملزوم مثلہ. یاد رہے روزہ یومِ شک پر نماز کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔(نور الانوار باب امر ملاحظہ ہو)

۳۔ جمعہ جس کی شرائط میں شک ہونے کی وجہ سے بقول فریق مخالف مشکوک ہو گیا ہے اس کے واسطے یہ اہتمام کہ کپڑے نئے یا دھلے ہوئے بدلے جا رہے ہیں۔ خوشبو لگائی جا رہی ہیں۔ دور دور سے مسلمان چل کر جوق در جوق جامع مسجد میں جا کر جمع ہو رہے ہیں۔ ایک چھوڑ کر دو اذانیں ہیں جماعت ہے اور ظہر جو بقول فریق مخالف یقیناً واجب ہے۔ اس کے واسطے کچھ نہیں کیوں اور کس لئے اور کیا وجہ ہے؟

یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ جمعہ کے دن ظہر کی جماعت نہ کی جائے۔ اس کا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ جہاں جمعہ کی شرائط میں شک ہو وہاں جماعت نہ کرو کیونکہ ایسا کوئی جملہ اس قول میں موجود نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن سب لوگ جامع مسجد میں جمعہ جا کر پڑھیں۔ الگ الگ مساجد میں نمازِ ظہر با جماعت نہ پڑھیں اور نہ وہ لوگ جس کو جمعہ کی نماز میں کسی عذر کی وجہ سے رخصت ہے۔ نمازِ ظہر کسی دوسرے مقام پر بھی (مثلاً گھر میں مریض اور جیل میں قیدی) با جماعت نہ پڑھیں اور یہی اس قول کا مقصد سمجھ کر فقہا نے جمعہ کے دن سوائے نمازِ جمعہ کے دوسری نمازِ ظہر کی جماعت کو منع فرمایا ہے تاکہ جمعہ کی شان اور اجتماع میں فرق نہ آئے۔

۴۔ چونکہ جمعہ کی شرائط میں شک ہے بقول فریق مخالف لہٰذا ظہر واجب یا فرض ٹھہری تو ہم پوچھتے ہیں کہ عید کی شرطیں بھی وہی ہیں (سوی الخطبہ) تو کیا عید کے لئے بھی احتیاط العید نکالی جائے گی یا کہ اس کو ویسے ہی مشکوک چھوڑ دیا جائے گا۔ یاد رہے کہ اسی احتیاطی وجوبی ٹولہ کے مولویوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ عید میں شک ہے نہ پڑھو۔ عید کی شرطیں نہیں پائی جاتیں یا پائے جانے میں شک ہے۔ اس لئے اس کا پڑھنا بے کار ہے یا مشکوک ہے؟ یہ کیوں اس لئے کہ سال بھر میں دو دن تو منافع اور حصولِ زر کے ہیں اور اگر لوگوں کو یہ کہہ دیں کہ عید میں شک ہے تو کوئی عیدگاہ تک جانے کی تکلیف برداشت نہ کرتا اور ان کی آمدنی میں فرق پڑ جاتا۔ اس لئے یہ مسئلہ چھپایا اور جمعہ کی

فرضیت کے خلاف شور مچا کر لوگوں کے عقائد کو متزلزل کر ڈالا۔

یہاں تک کہ بعض تو جمعہ کی فرضیت کے مطلقاً منکر ہو گئے۔ العیاذ باللہ اور جہال پر احتیاط الظہر اور جمعہ مشکوکہ (بزعمہم) کی متعدد اور کثیر رکعات پڑھ کر یہ اثر ڈالا کہ ہم صوفی مشرب مولوی ہیں اسی لئے تو ظہر کو واجب یا فرض سمجھ کر پڑھتے ہیں مگر علمائے اہل سنت والجماعت کثرھم اللہ تعالیٰ نے عوام کو اس ورطۂ ہلاکت سے بچانے کی پوری کوشش فرمائی اور عید واجب اور یہ احتیاط الظہر نہ فرض نہ واجب نہ سنت بلکہ نوافل ہیں پڑھنے والے کو ثواب نہ پڑھنے والا گنہگار نہیں۔ یہ بھی وہاں جہاں کہ جمعہ کی فرضیت میں شک پڑنے کا اندیشہ نہ ہو اور جہاں اندیشہ ہو وہاں احتیاط الظہر کو منع فرمایا ہے۔

۵۔ظہر بعد الجمعہ کی وجوب کی شکل میں ہم پوچھتے ہیں کہ جمعہ کا کیا حال ہو گا؟ فرض ہے یا نفل ہے یا مشکوکہ ہے۔ اگر فرض ہے اور صحیح ادا ہو جاتا ہے تو اس صورت میں ظہر کی کیا حاجت اور اسی بناء پر ظہر کے وجوب کے واسطے کیا دلیل ہے؟ اور اگر ادائیگی میں شک ہے اور صحیح ادا نہیں ہوتا تو ہم پوچھتے ہیں کہ وقوع شک قبل الادا ہے یا کہ بعد الادا ہے۔ بعد ادا شک ہونا تو بدیہی البطلان ہے۔

تنبیہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آئندہ جمعہ جو آپ پڑھیں گے اگر زندہ رہے اس کی ادائیگی میں بھی تو آپ کو ابھی سے شک ہے تو شک قبل الادا ہوا اور شک قبل الادا ہونے کی صورت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب نمازی کو نماز کی صحت ادا اور عدم صحت ادا اور فرضیت اور عدم فرضیت (کیونکہ آپ کے نزدیک تو شرائط جمعہ کے وجود میں شک ہے اور یہ چیز اظہر من الشمس ہے کہ فرضیت جمعہ کا وجود شرائط پر موقوف ہے تو جب وجود شرائط میں شک ہوا تو فرضیت جمعہ میں بھی شک ہو گا) میں شک ہو تو کیا ایسی نیت سے فرض ادا ہو جاتا ہے بلکہ نماز بھی ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ اگرچہ آپ الفاظ میں تردد کو نہ آنے دیں گے لیکن دل میں تردد آپ کے مسلک کے

مطابق ضرور رہے گا جب تک کہ آپ نمازِ جمعہ کو قطعی اعتقاداً جزماً فرض یا عدم فرض تصور نہ کرلیں۔ ہاں! نماز کو روزہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ نورالانوار مبحث امر

اور اگر جمعہ نفل ہے کہ نفل کی صورت میں ظہر کا وجوب کیسا۔ نیز نفل کے لئے دو اذانیں، دو خطبے، اقامت، جماعت اور آپ کی احتیاطی ظہر واجب کے لئے کچھ بھی نہیں اور آپ کے پیش کردہ جوابات جو رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۳۱ اور صفحہ ۳۲ پر ہیں وہ جمعہ کے نفل ہونے کی صورت میں کام نہیں دے سکتے اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ جمعہ نفل بھی ہو اور فرضیت منتفی بھی ہو جائے تو بھی ظہر کی جماعت نہ کرو اور اگر آپ اپنی ضد پر اڑے رہیں اور ہٹ پر جمے رہیں اور باطل پر اصرار کرتے رہیں تو ہم یہ پوچھیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب جو آپ نے بیان کیا ہے وہ کسی فقیہ یا محدث یا مفسر یا مجتہد کے کلام سے ثابت کریں لیکن آپ اپنے اس باطل عقیدہ پر جس میں خود آپ کو بھی شک ہے کبھی کوئی قوی دلیل نہ پیش کرسکیں گے کیونکہ قرآن اور حدیث میں اور اقوال آئمہ مجتہدین میں اس چیز کا نام ونشان تک نہیں۔

والحمد للّٰہِ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبہ خیر خلقہ وآلہٖ واصحابہ اجمٰعین

فقیر ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

استفتاء

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سر منبر یہ کہتا ہے کہ احتیاط الظہر بعد الجمعہ حدیث اور قرآن کریم کی رو سے فرض ہے اور حدیث شریف میں موجود ہے اور قرآن کریم میں بھی موجود ہے کہ احتیاط الظہر فرض ہے اور فقہاء کے قول کے مطابق احتیاط الظہر واجب ہے اور عمرو کہتا ہے کہ یہ سب افترا ہے نہ قرآن کریم میں

احتیاط الظہر ہے اور نہ حدیث شریف میں موجود ہے بلکہ فقہائے کرام کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا پڑھنا موجب ثواب ہے خواص کے لئے اور نہ پڑھنے والا گنہگار نہیں۔عوام کو نہ کہا جائے تاکہ ان کو فرضیت جمعہ میں شک نہ پڑ جائے۔ایسا شخص جو افتراء باندھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابل امامت نہیں ہے جب تک توبہ نہ کرے۔ان میں کون شخص حق پر ہے بینوا توجروا

الجواب

عمرو حق پر ہے زید بے قید نہایت جری ہے۔قرآن وحدیث پر مفتری ہے۔ احتیاط الظہر کی فرضیت اس کی تراشیدہ ہے۔نئی دل سے گھڑی ہے۔ماانزل اللہ بھا من سلطن نہ قرآن میں اس کی فرضیت کا بیان نہ کہیں کسی حدیث میں اس کا نشان ما قال بہ احد ولا محمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم الی ابدالابد جمع بین الفرضین کب جائز ہے۔تفسیرات احمدیہ میں حضرت سیّدی علامہ زمن ملا احمد جیون قدس سرہٗ استاذ سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لایجوز الجمع بین الفرضین عند اھل الاسلام باتفاق اہل اسلام واجماع ائمہ کرام وعلمائے اعلام ایک وقت میں دو فرض نہیں۔کفایہ شرح ہدایہ میں فرمایا: انا اجمعنا علی ان الفرض فی ھذا الوقت احدھما لا کلاھما لانہ لم یشرع فی وقت واحد فرضان جب جمعہ فرض ہے تو ظہر فرض نہیں اور احتیاط الظہر جسے زید فرض بتلاتا ہے وہ مستحب ہے اس کے پڑھنے میں ثواب ہے نہ پڑھنے میں گناہ نہیں۔حاشیہ دُر لابن عابدین میں نہر سے ہے لا ینبغی التردوفی ند بھا علی القول بجواز التعدد خروجاً عن الخلاف پھر شرح باقانی سے علامہ شامی نے اس کے مندوب ہونے کی تصحیح نقل کی کہ فرمایا: وفی شرح الباقانی ھو الصحیح

الجواب صحیح بلا ارتیاب — فقیر مصطفےٰ رضا خاں نوری غفرلہ
فقیر قادری عبدالعزیز بجنوری عفی عنہ — بجاہ النبی ﷺ بریلی
دارالعلوم مظہر اسلام بریلی

الجواب صحیح والمجیب مصیب — الجواب صحیح
فقیر عبدالمصطفےٰ — فقیر سردار احمد
سند یافتہ جامعہ ازہر مصر حال بریلی — صدر مدرس دارالعلوم بریلی

وزیرآباد چونکہ شہر ہے اس لئے یہاں جمعہ پڑھنا فرض ہے اور ظہر مستحب — الجواب صحیح
محمد قمر الدین — فقیر امام الدین
خطیب جامع مسجد وزیرآباد — ایڈیٹر انوار الصوفیہ وخطیب
جامع مسجد صدر بازار سیالکوٹ

بے شک ہندوستان کے شہروں میں جمعہ فرض ہے اور ظہر احتیاطی نہ فرض' نہ واجب' نہ سنت بلکہ مستحب ہے — انہ لقول فصل وماھو بالھزل
فقیر سیّد احمد سعید کاظمی امروہی — العبد الاحقر محمد حسین علی پوری عفی عنہ
مہتمم مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیّداں
ضلع سیالکوٹ

صح الجواب ابوالحسنات محمد احمد — الجواب صحیح فقیر ابوالبرکات سیّد احمد غفرلہ
خطیب مسجد وزیر خاں — ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

الجواب حق محب النبی صدر مدرس نعمانیہ لاہور

۳۔ سراج منیر

یہ کتاب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی چند تقاریر پر مشتمل ہے جو آپ نے قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین کے موضوع پر ارشاد فرمائیں۔ علاوہ ازیں اس موضوع پر آپ کے درسِ قرآن کریم کو بھی اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔ کتاب ہذا میں

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے نورِ مجسم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت' بشریت کے متعلق اپنا اور اپنے اکابرین کے مسلک کو بیان فرمایا ہے۔ کتاب میں آپ نے پہلے قرآنی آیات پھر آیت کریمہ کی تفسیر مستند مفسرین کے اقوال سے بیان فرمائی ہے۔ پھر اس موضوع پر احادیث طیبہ بیان کی ہیں۔ ان کی تشریح' مفسرین ومحدثین کے اقوال سے کی گئی ہے اور آخر میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے پر دلائل دیئے ہیں۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہر بات بحوالہ بیان کی گئی ہے۔ آپ کی تقاریر و درس کو آپ کے شاگرد حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالصبور ہزاروی گکھڑ نے جمع کر کے شائع کیا ہے۔ کتاب ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کتاب کے آغاز میں آپ کی سوانح حیات بھی مختصراً شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب کے انتساب کے بارے میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

''میں اپنی زندگی کی اس علمی پیش کش کو جسے عزیز محترم پیرزادہ محمد عبدالصبور بیگ منشور باغدروی خطیب جامع مسجد عالیہ صدیقیہ گکھڑ نے میری ہدایت و منشاء کے مطابق مرتب کیا ہے۔ آفتابِ شریعت' ماہتابِ طریقت' قبلہ دین' کعبہ ایماں' سیّدی و مرشدی و مولائی شیخ المشائخ حضرت قطب عالم' مولانا الحاج السید پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ عظمت پناہ میں پیش کر کے شفاعت کا امیدوار ہوں۔''

خادم آستانہ غوثیہ گولڑہ شریف۔ فقیر محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

علمی جواہر

زمانہ طالب علمی سے ہی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی علمی فضیلت و کمال سب پر عیاں ہو گئی تھی۔ ہم درس طلبہ آپ کی ذہانت' حافظہ اور درسی کتب پر عبور اور کتب کے حواشی تک یاد ہونے پر متحیر تھے۔ آپ کی علمیت و قابلیت پر اس سے بڑھ کر بڑی سند اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے زمانے کے شیخ' محقق اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ' آپ کو زمانہ طالب علمی میں ''ابوالحقائق'' کہہ کر پکارتے تھے۔ دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے اور شروع کرنے میں اولیت پر بلاامتیاز تمام علماء و مشائخ آپ کو شیخ القرآن تسلیم کرتے ہیں۔ مسند درس پر تشریف رکھتے ہوئے آپ نے جو حقائق و معارف بیان فرمائے یعنی دورہ تفسیر قرآن مجید کے نوٹس انہیں تو الگ کتابی صورت دی جا رہی ہے ذیل میں آپ کی تقاریر اور مذاکرات سے چند علمی نکات مختصراً پیش کئے جاتے ہیں۔

ا۔ موجودات اور عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

موجودات (اشیاء' چیزیں) چار ہیں ذات' صفات' اسماء' افعال۔ ان چاروں موجودات میں ذات ہے تو پھر صفات بھی ہیں۔ ذات ہے تو اسماء بھی ہیں۔ ذات ہے تو افعال بھی ہیں کیونکہ ہر فعل فاعل کے ساتھ ہے۔ ہر اسم مسمیٰ کے ساتھ اور ہر صفت موصوف کے ساتھ ہے۔ صفات' اسماء اور افعال کا تعلق ذات کے ساتھ ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ موجود ہے تو باقی سب کچھ موجود ہے۔ تجلی افعال سے انسان پیدا ہوئے' تجلی اسماء سے سارے ولی' تجلی صفاتی سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور تجلی ذاتی سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔

۔ چونکہ ذات کا پہلا درجہ ہے لہٰذا خواہ کوئی تجلی صفاتی سے تجلی افعالی سے تجلی اسماء سے پیدا ہو وہ ذات کے نزدیک اس جیسا نہیں ہو سکتا جو تجلی ذات سے پیدا ہوا

ہے۔ ذات چونکہ مرکز ہے اسماء' صفات اور افعال کا لہٰذا جتنے اوصاف وکمالات انسانوں' ولیوں اور انبیاء کرام علیہم السلام میں ہیں وہ سب کے سب مرکز یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں کیونکہ آپ تجلیٰ ذات سے ظہور میں آئے۔ تمام کمالات واوصاف علم' زہد وتقویٰ' طاقت حسن' اختیار' الغرض جو کچھ بھی ہے سب کے سب جلوہ ذات کے سامنے ہیچ ہیں اسی لئے ساری کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیچ ہے۔

۲۔ نور خاتم المخارج:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ منہ میں جس جگہ سے لفظ نکلتا ہے اسے مخرج کہا جاتا ہے اور مخرج تین ہیں۔ اول' وسطیٰ' آخری اور نور جس مقام سے نکل رہا ہے اسے آخری مخرج کہا جاتا ہے گویا نور خاتم المخارج ہے اس کے بعد اور کوئی مخرج نہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور خاتم المخارج یعنی خاتم النبیین ہیں (چونکہ نور آخری مخرج ہے بعد میں اور کوئی مخرج نہیں لہٰذا آخری نبی ہیں بعد میں کوئی نبی نہیں آئے گا) اس نور کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ نام کے سب سے اوپر والا حرف ''م'' اور قدموں میں ''دال'' ہے اس طرح نور کے سر پر مہر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا اور م کے عدد چالیس (۴۰) ہیں اظہار نبوت کے وقت عمر مبارک چالیس (۴۰) سال اور دال کے عدد چار ہیں گویا عناصر اربعہ آگ' ہوا' پانی مٹی سے پیدا ہونے والے انسان کو فلاح و کامیاب دنیوی و اخروی دونوں کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بوسہ زن ہونا پڑے گا۔

۳۔ نفس کو قید میں رکھو:

دورانِ سفر کسی نے سوال کیا: غیر مقلد حضرات نماز کی حالت قیام میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں جبکہ احناف زیر ناف باندھتے ہیں دونوں میں سے درست طریقہ کون سا ہے عقلی دلیل چاہئے؟ فرمایا: سینہ مقام دل ہے اور ناف مقام نفس ہے۔ اصول یہ ہے کہ دل کو کھلا چھوڑ و اور نفس کو قید رکھو۔ ہم احناف دل کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں جبکہ نفس کو قید میں

رکھتے ہیں۔

۴۔ خضاب پر اعتراض:

حضرت مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو بتایا کہ ایک موقع پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ چند علماء کے ہمراہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کے احاطہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی نے خضاب پر اعتراض کیا اور عرض کیا کہ اصولی وعقلی بات بتائیں۔ فرمایا: شریعت کا اصول ہے جو چیز نافع ومفید ہو شرع نے اس سے منع نہ کیا ہو وہ چیز جائز ہے اور جو مضر نقصان دہ ہو وہ ناجائز ہے۔ خضاب چونکہ زینت ہے مضر نہیں جن کے نزدیک مضر رساں ہے وہ اسے مکروہ کہہ سکتے ہیں جو زینت سمجھ کر مفید خیال کرتے ہیں ان کے نزدیک جائز ہے کیونکہ زینت فی نفسہٖ بری چیز نہیں ہے۔

۵۔ دنیا عدم ہے تو نظر کیوں آتی ہے؟:

میر پور میں ایک موقع پر وہاں کے ڈی سی نے آپ سے سوال کیا ہزاروں علماء سے پوچھا ہے مگر دل مطمئن نہیں ہوتا کہ دنیا عدم ہے تو پھر نظر کیوں آتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: ایسا ممکن ہے ایک چیز نظر آتی ہے مگر حقیقت میں اس کا وجود نہیں مثلاً صحرا یا کلر والی زمین کو دیکھیں دور سے دریا نظر آئے گا۔ صحرا میں پانی چمکتا ہوا نظر آئے گا مگر قریب جا کر دیکھیں گے تو پانی نہ ہوگا۔ معلوم ہوا یہاں پانی عدم ہے پھر بھی نظر آ رہا ہے۔

۶۔ جنت سے نکلنے کا سبب گندم کا ایک دانہ:

محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ سکھر بذریعہ ریل جا رہا تھا۔ راستہ میں آپ وظائف پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ گندم کا ایک دانہ کھانے سے آدم وحوا جنت سے نکل گئے ہم ہزاروں من گندم کھا گئے ہیں جنت میں کیونکر جائیں گے؟ آپ وظائف پڑھتے رہے۔ محمد اعظم چشتی نے

دوبارہ یاددہانی کرائی تو فرمایا: آدم علیہ السلام نے ایک دانہ کھایا جنت سے نکالے گئے ہم گندم زیادہ کھاتے ہیں جنت میں جائیں گے کیونکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیز ایک ہے تھوڑا کھاؤ اثر اور ہے زیادہ کھاؤ تو اثر متضاد ہے اس میں حیرت کی کون سی بات ہے حکماء کہتے ہیں ایک کیلا کھانے سے قبض ہوتی ہے جبکہ زیادہ کھانے سے قبض کشاء کا معاملہ ہے۔

۷۔ جہنمی وہی ہے جو قطعی کافر ہے:

صاحبزادہ محمد طارق ہزاروی کے مطابق ایک رات حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی وزیرآباد تشریف لائے اور عرض کیا: میلسی کے ایک مولانا نے کہا ہے یزید قطعی کافر نہیں جہنمی کہہ سکتے ہیں وہاں جوابی جلسہ میں خطاب کرنا ہے اس اعتراض کا کیا جواب دوں؟ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پہلے کھانا کھالیں کوئی بڑا سوال نہیں ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے پھر سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: قطعی جہنمی وہی ہے جو قطعی کافر ہے۔

۸۔ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش:

دورانِ تقریر امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش کی مثال یوں بیان فرمائی: پچھلی امتوں کو ان کے گناہوں کی سزا دنیا میں مل جاتی تھی ان پر آسمان سے عذاب نازل ہوتے رہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا معاملہ برعکس ہے کہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ بعد میں یعنی روزِ آخرت حساب ہوگا لیکن وہاں شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معافی مل جائے گی۔ عام فہم مثال یہ ہے کہ باپ کو محلے سے خبر ملتی ہے کہ اس کے بیٹے نے فلاں شرارت کی ہے۔ باپ رات کو جب گھر آتا ہے تو غصہ میں بیوی سے معاملہ دریافت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بیٹا کدھر ہے اس کو سامنے لاؤ میں آج اسے نہیں چھوڑوں گا۔ بیوی کہتی ہے کہ بیٹا سو گیا ہے صبح ہوگی تو بات کر لینا جب صبح ہوتی ہے تو باپ کا غصہ ختم ہو

چکا ہوتا ہے اور وہ درگزر کر دیتا ہے اسی طرح امت مصطفیٰ ﷺ جب عالم برزخ سے گزر کر اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوگی تو معافی مل جائے گی۔

۹۔فروغ تجلی بسوزد پرم:

مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی اپنے رسالہ جہان رضا جولائی ۲۰۰۳ء میں رقمطراز ہیں:

''مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم، منطقی اور قادر الکلام خطیب تھے۔ وہ مجمع میں کھڑے ہوتے تو اپنی خوش بیانی اور شیریں بیانی سے مجمع پر چھا جاتے۔ دارالعلوم نظامیہ لوہاری دروازہ لاہور کی دعوت پر ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرنے آئے۔ لاہور کے علماء اور اہل علم و فضل بڑی تعداد میں جلسے میں موجود تھے۔ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب موسلا دھار بارش کی طرح چھایا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے خطاب میں حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پڑھتے ہوئے لفظ تجلّٰی بولا۔ مجمع میں سے ایک بابا اٹھا اور بلند آواز سے بولا مولانا! لفظ تجلی ہے تجلّٰی نہیں۔ مولانا رک گئے کہنے لگے: بابا! تیری تجلی اور میرا تجلّٰی اور فرمایا: ''فلما تجلّٰی'' تیری تجلی اور میرا تجلّٰی۔ پھر بولے: ''تجلّٰی تیری ذات کا سو بسو ہے'' لیکن بابا تیری تجلی اور میرا تجلّٰی۔ پھر فرمایا:

بدو گفت سالار بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی
عنانم ز صحبت چرا تافتی؟
بگفتا فرا تر مجالم نہ ماند
بماند کہ نیروے بالم نہ ماند

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ "تجلّی" بسوزد پرم

آپ نے سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ شعر ترنم سے پڑھے۔ سارا مجمع جھوم گیا پھر بابے کو کہا: بابا تیری تجلی میرا تجلّی ۔ وہ دیکھو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی روح مکان کی چھت پر کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے:

بے تجلّی مرد دانا رہ نبرد
از نکد کوب خیال خویش مرد
بے تجلّی زندگی رنجوری است
عقل مہجوری و دین مجبوری است

لیکن تیری تجلی اور میرا تجلّی ۔ پھر سنو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی روح جاتے جاتے رک گئی اور آواز آئی: "یہ بزم تجلّی ہاست بنگر؟" بابا تیری تجلی اور میرا تجلّی ۔ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس بار تجلّی کا لفظ استعمال کیا اور ہر موقع پر آیات' احادیث اور اشعار سے دلیلیں لاتے رہے۔ مجمع سرور میں ڈوبا رہا اور تجلی والا بابا خدا معلوم کدھر چلا گیا؟"

۱۰۔ بارگاہِ عشق میں عقل کا سکہ نہیں چلتا:

آپ نے حضرت غوث بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرسِ مبارک کی تقریب میں ارشاد فرمایا: امیر المومنین سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

العجز عن درك الذات ادراك حقیقت سے عجز کا اظہار کر دینا ہی حقیقت کا ادراک ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں عرفان کی تمام منازل طے کر لینے کے باوجود کہنا پڑتا ہے: ما عرفناك حق معرفتك یہ وہ منزل ہے جہاں عبودیت کی آخری حدوں کو چھو لینے کے بعد بھی کہنا پڑتا ہے کہ ما عبدناك حق عبادتك اظہار عجز و اعتراف

نادانی کے بغیر اس کوچہ سے گزرنا ممکن نہیں۔ اس راہ کے مسافر کو کہنا پڑتا ہے کہ

عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ

کیونکہ

دو عالم کی خبر رکھتا ہے دیوانہ محمد ﷺ کا

ان لوگوں کو حقیر مت سمجھو۔ رُبّ اشعث اغبر پر نظر رکھو۔ اس گروہ کی زبان الگ اصطلاحات الگ اور فلسفہ و قانون جدا ہے۔ یہاں جب کہا جاتا ہے کہ ہم نہیں ہیں تو اس وقت یہ لوگ ہوتے ہیں گویا تنزلوں میں ترقی افزادنی تدلّی کے سلسلے تھے۔ یہ لوگ ساری ساری رات عبادت میں مشغول رہتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

فرس کشتہ از بس کہ شب راندہ اند

سحر کہ خروشاں کہ واماندہ اند

یہ لوگ ساری عمر روزے رکھیں گے، صائم الدھر اور قائم اللیل ہوں گے۔ صبح کو ان کی مست انکھوں کی سرخی شب بیداری کی غمازی ہو گی لیکن پھر بھی ان سے پوچھئے تو کہیں گے کہ ما عبدناك حق عبادتك بارگاہِ عشق ہی ایک ایسا مقام ہے جہاں عقل و دانش اور منطق و فلسفہ کا سکہ نہیں چل سکتا یہاں کا قانون ہی نرالا ہے۔ ایک پنجابی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

اوتھے عقل دا سکہ نئیں چلدا

جتھے عشق نے لایا ڈیرہ اے

ایسا غوجی اور قال اقول کے چکر میں پھنسے والوں کو ایک دل باختہ فارسی شاعر نے کیا خوب بات بتائی ہے۔

مثالے را کہ در شرطیہ گفتی
بگو با منطقی کاں ہست مردود
رخ و زلفیں یارم را نظر کن
کہ شمس طالع است و لیل موجود

قضیہ شرطیہ کی رو سے منطقی یہ کہتے ہیں کہ ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود. اگر سورج نکل آئے تو دن ہو جاتا ہے لیکن عاشق کہتا ہے کہ اے منطقیو! میرے محبوب کی زلفوں نے اور رخسار نے تمہارے اس قاعدے کو جھوٹا قرار دے دیا ہے کہ سیاہ زلفوں کی رات ہوتے ہوئے رخسار کی چمک سے دن بھی موجود ہے یہاں زمان و مکان کا فلسفہ اور لیل و نہار کے مسائل صرف الفاظ ہی الفاظ رہ جاتے ہیں۔

۱۱۔ مقام فنا و بقا:

موت اللہ کے اولیاء کرام کے لئے وصالِ یار کا پیغام ہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون

''گویا جو لوگ اللہ کے راستے میں مرتے ہیں وہ زندہ ہیں۔''

اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جن بندگانِ حق کو ہم مردہ سمجھتے ہیں وہ ہم ظاہر فریب زدوں سے بھی زیادہ زندہ ہیں کیونکہ وہ نفی (موت) کے خطرے سے نکل چکے ہیں اور ہم سب نفی کی زد میں ہیں۔ ہر زندہ، ہر موجود، ہر ہست نفی کی زد میں ہے۔ ہماری مثال اس حباب کی سی ہے جو اپنے موہوم وجود کے ساتھ پانی کی سطح پر تیر رہا ہے اور ہر وقت فنا کے خطرہ میں ہے اور ان بظاہر مردہ مگر بحقیقت زندہ اولیاء کرام کی مثال اس حباب کی سی ہے جو دریا میں فنا ہو کر دریا بن گئے ہیں۔ جو نفی کی زد سے نکل کر اثبات

وجود کی خلعت حاصل کر چکا ہے۔ بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ:

چوں حباب از ذات خود وامی شود
راست می گویم کہ دریا می شود

ہر ذی حیات کی گردن موت کے جنگل میں گرفتار ہے۔ ''کل من علیھا فان''

عالم جاہل رند و زاہد اور گدا و شاہ کوئی بھی موت کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا۔ ہاں! البتہ ایک ترکیب ایسی ہے جس سے آدمی خارستان فنا سے نکل لالہ زار بقا کی سیر کر سکتا ہے اور وہ یہ ہے:

کل شئ ھالك جزوجه او
چوں ننی دروجه او ھستی مجو

''اگر ہستی اور بقا چاہتا ہے تو صبغۃ اللہ کے رنگ میں ڈوب کر وجہ اللہ میں گم ہو جا۔''

تو در وگم شو وصال ایں است و بس
تو مباشی اصلاً کمال ایں است و بس

۱۲۔ قبر میں نبی علیہ السلام کی آمد:

گوجرانوالہ چوک گوندلاں والا میں آپ خطاب فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر آپ قبر میں منکر نکیر کی طرف سے کیے جانے والے سوالات پر بحث کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کاغذ پر سوال لکھ کر دیا کہ ما کنت تقول فی حق ھذہ الرجل سے نبی علیہ السلام کی بشریت ثابت ہو رہی ہے آدمی بشر کو کہا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے قائل ہیں آپ کی بشریت نص قطعی سے ثابت ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نورانی بشر ہیں۔ بشریت ہماری جیسی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اتنی ارفع و اعلیٰ ہے کہ کسی نبی کی بشریت بھی آپ جیسی نہیں اور نورانیت اتنی اکمل و کامل کہ کسی فرشتہ

کی نورانیت بھی آپ جیسی نہیں ہے البتہ الرجل کے لفظ سے یہ ضرور ثابت ہو رہا ہے کہ رجل صرف روح یا جسم پر نہیں بولا جا سکتا جبکہ روح اور جسم کے مجموعہ کو رجل کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کے متعلق جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو آپ کا عکس نہیں دکھایا جاتا بلکہ آپ مع روح و جسم کے تشریف لاتے ہیں۔ یہاں سے ایک مسئلہ اور بھی سمجھ آ گیا ہے کہ ایک وقت میں دنیا کے مختلف حصوں میں کئی لوگ دفن ہو رہے ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں ہر قبر میں تشریف لاتے ہیں یہ حاضر و ناظر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

۱۳۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا:

منگلا کے مضافاتی گاؤں میں دورانِ وعظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کر رہے تھے کہ ایک شیعہ کی طرف سے سوال ہوا کہ حدیث شریف میں ہے ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے' حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے کیونکہ جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے لہٰذا آتے اور جاتے ہوئے دروازہ سے گزرتے تھے جو شخص کسی شہر میں داخل ہوتا ہے تو شہر کے مرکز یعنی امیر سے ایک بار ملتا ہے اور دروازے پر دربان سے دوبار ملتا ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بار تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دو بار گئے۔ بے سروپا سوال کا آپ نے الزامی جواب دیتے ہوئے فرمایا: حدیث شریف میں علم کے شہر کا ذکر ہے وہ نبی علیہ السلام اور علم کے شہر کا دروازہ حضرت علی ہیں افسوس ہے تیری ناسمجھ عقل پر کیونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اوپر سے نازل ہوتے تھے ارشادِ الٰہی ہے نزل بہ الروح الامین ''جبرئیل کلامِ الٰہی لے کر نازل ہوتے تھے'' علم کا شہر میرپور شہر نہیں کہ بس یا ٹرک پر بیٹھ کر جبرئیل آتے تھے۔ حدیث شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی علمی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ تمثیل باب

کا لفظ بولا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نہیں جاتے تھے سیدھا نبی علیہ السلام کے پاس آتے تھے۔ اگر دروازہ کہنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام بلند ہو رہا ہے تو پھر تم لوگوں کو ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام بھی بہت بلند ہے کیونکہ حدیث میں یوں ارشاد فرمایا: میں علم کا شہر ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد، عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیوار، عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت اور علی رضی اللہ عنہ دروازہ ہے۔ دروازہ بغیر بنیاد اور دیوار کے کھڑا نہیں رہ سکتا۔

۱۴۔ جہری وسرّی شہادت:

آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے اس پر مستشرقین یورپ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیشہ شہادت کی آرزو کی۔ آپ کی یہ دعا قبول نہ ہوئی جواب دیتے ہوئے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی چونکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے: واللّٰہ یعصمك من الناس

لہٰذا آپ کسی غزوہ وغیرہ میں شہید نہ ہوئے لیکن شہادت جہری وسرّی دونوں پوری ہوئی ہیں پھر اس کی تفصیل بھی ظاہر ہوئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود نور ہے آپ کائنات کی جڑ اور اصل ہیں جس طرح درخت کی ابتداء اس کے بیج سے ہوتی ہے اور درخت کی پائندگی اس کی جڑ پر ہے اسی طرح دنیا کی ہر چیز کی ابتداء اور اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور وجود پاک ہے جبکہ باقی کی تمام اشیاء اس کی فرع ہیں۔

تو اصل وجود آمدی زنخست
دگر ہرچہ موجود شد فرع تست
ترا عزّ لولاک وتمکیں بس است
ثنائے تو طٰہٰ ویٰسین بس است

حضور ﷺ میں شہادت جہری کی علامت احد میں آپ کا زخمی ہونا' خون نکلنا اور سری شہادت کی علامت' خیبر میں آپ کو زہر آلود گوشت کھلانا موجود ہے۔ چونکہ تخم اور جڑ میں جو اجمالاً ہوتا ہے وہ تفصیل سے شاخوں میں ظاہر ہوتا ہے لہٰذا شاخوں میں جہری و سرّی شہادت تفصیل کے ساتھ آئی۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں تلوار سے شہید کیا گیا اور سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر سے شہید کیا گیا۔

۱۵۔ شیعہ علماء کا سکوت:

آپ نے ۱۵ جون ۱۹۶۲ء کو دورانِ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کہ آج سے تقریباً بیس سال قبل کا واقعہ ہے کہ میں ایک گاؤں میں چند شیعہ علماء وحضرات کے مجمع میں گھر گیا۔ سب لوگ چارپائیوں پر بیٹھے تھے کہ میرے آنے پر اصحابِ ثلاثہ کا ذکر شروع کر دیا اور تذلیل اصحابِ ثلاثہ پر اتر آئے۔ میں نے کہا کہ فردوسی شاعر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ بولے کہ فردوسی بڑا پکا شیعہ تھا اس کا ہمارے مذہب میں بڑا نام اور مرتبہ ہے۔ اس پر میں نے فردوسی شاعر کے چند اشعار پڑھے۔

خرد من گیتی چو دریا نہاد
برانگیختہ فوج لذد تند باد
ہفتاد کشتی در و ساختہ
ہمہ باد بانہا بر افراختہ
میاں با یکے خوب کشتی عروس
بر آراستہ ہمچوں چشم خروس
پیمبر بدو اندروں با علیؓ
ہمہ اہل بیت نبی و وصی

اگر خلد خواہی بدیگر سرائے
بنزد نبی و وصی گر جائے
گیت زیں بد آئد گناہ من است
چنیں دان واین راہ راہ من است
بریں زادہ ام ھم بریں بگرزم
یقیں داں کہ خاک پے حیدرم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان الفاظ میں تعریف پر اور کچھ عقائد میں موافقت پر وہ سب عش عش کر اٹھے۔ سب نے میری بڑی تعریف کی اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ نہایت خوشی کا اظہار کرنے کے بعد خاموش ہوئے تو میں نے کہا: اسی فردوسی نے جو تم سب شیعوں سے بڑھ کر اپنے مذہب کا دعوے دار ہے یوں کہا ہے:

چہ گفت آں خداوند تنزیل وحی
خداوند امر و خداوند نہی
کہ خورشید بعد از رسولان مہ
نتابید برکس ز بوبکر بہ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امر و نہی کے مالک ہیں میرے بعد کسی آدمی پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر سورج نہیں چمکا یعنی میرے بعد عظمت و فضیلت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ اس پر وہ علماء جھٹ بگڑ گئے۔ ایک نے کہا کہ چھوڑ و فردوسی کوئی پیغمبر تو نہیں شاعر ہی تھا۔ میں نے کہا کہ وہ سب سے بڑا اپنے مذہب کا پکا ہے اسی نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کی ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے تم لوگ اسی کی تعریف کر رہے تھے اس معاملہ کی سمجھ نہیں آئی۔ اس پر سب نے خاموشی اختیار کر لی۔

۱۶۔لفظ ''داتا'' کی تشریح:

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ لفظ داتا پر اعتراض کرتے ہیں کہ داتا تو خدا ہے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو داتا گنج بخش نہیں کہنا چاہئے۔ فرمایا اس کا جواب سنو۔ خدا تعالیٰ کے صرف وہ نام ہیں جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں اور وہ ننانوے نام ہیں ان ناموں میں تو داتا کہیں نہیں آیا پھر داتا اللہ کا نام کیسے ہو گیا؟ ہماری عقل چونکہ اللہ جل شانہٗ کی ہستی کو نہیں سمجھ سکتی لہٰذا ہم اس کا نام بھی مقرر نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو وہ خود جانے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانیں۔ خدا کے ناموں کے بارے میں قطعی حکم ہے:

وللّٰہ الاسماء الحسنٰی فادعوہ بھا

اللہ تعالیٰ کے پیارے نام ہیں پس اس کو انہی ناموں سے پکارو۔ اب داتا خدا کا نام نہیں ہے۔ قطب الدین ایبک بادشاہ کو بھی لوگ داتا کہتے تھے۔ حفیظ جالندھری نے لکھا ہے کہ

نجس ناپاک کوچہ جس میں کوئی بھی نہیں جاتا
وہاں سو رہا ہے مسند دہلی کا لکھ داتا

لاہور کے ایک کوچہ (انارکلی سے متصل) میں اس کی قبر ہے۔ داتا کے معنی دینے والا جبکہ داتا ہندی یا سنسکرت کا لفظ ہے۔ یہ اللہ کا نام کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لئے ''خدا'' کے لفظ جو کہ فارسی زبان کا ہے پر علماء نے بڑی مشکل سے اتفاق کیا ہے کہ اللہ کو خدا کہہ لینا چاہئے۔ تو کیا ''اوم'' ہندو خدا کو کہتے ہیں یا ''گاڈ'' انگریزی میں رب کو کہتے ہیں ان ناموں سے اللہ کو پکارنے سے بندہ رب کا مقرب بن سکتا ہے ہرگز نہیں البتہ کفر سے بچ جائے گا۔ داتا تو رب کا نام ہی نہیں اس پر اعتراض کرنے والے ناواقف اور جاہل ہیں۔

۱۷۔اختیار اور علم نبی علیہ السلام پر اعتراض کا جواب:

حافظ آباد کے ایک مولانا نے دورانِ تقریر ایک واقعہ اور قرآنی آیات پڑھتے ہوئے نبی علیہ السلام کے اختیار اور علم کی نفی کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید فرمائی اور اسی واقعہ اور آیت سے اختیار و علم کا ثبوت پیش کیا۔ اعتراض کیا گیا کہ روما کے دو عیسائی پادریوں نے مدینہ منورہ میں سرنگ بنا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو چرانے کی کوشش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بادشاہ کو ان کی شکلیں دکھائیں اور معاملہ سے آگاہ کیا اگر اختیار ہوتا تو پھر کسی دوسرے سے مدد کیوں لی؟ آپ نے جواب دیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مختار ہونا اسی واقعہ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ نور الدین زنگی کو کہا گویا کہ بادشاہ آپ کے ماتحت ہے اور ماتحت کو حکم دینے سے کوئی بے اختیار نہیں ہو جاتا۔ اللہ فرشتہ کو حکم دیتا ہے روح قبض کر لو اس سے اللہ بے اختیار نہ ہوا۔ بادشاہ حکم دے کہ فلاں شخص کو گرفتار کر لیا جائے اس شہر کا ایس ایچ او اسے گرفتار کر لے تو بادشاہ بے اختیار نہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لو ان کی شکلیں بھی خواب میں دکھائیں۔ بادشاہ نے انہیں پکڑ لیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ مقام ہے کہ جس بادشاہ کو خواب میں ملے اس نے فوراً حکم کی تعمیل کر دی۔ اگر مولوی سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے اختیار ہیں تو جا کر ذرا یہ کام کر کے دکھا جنہوں نے یہ کام کیا ان کے سر تن سے جدا کر دیئے گئے تھے۔ مولوی کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا پتہ چل جائے گا۔

مولوی نے دوسری دلیل یہ دی کہ نبی کو علم نہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام ایک گاؤں سے گزرے دیکھا کہ مکانوں کی چھتیں دیواروں پر گرگئی پڑی تھیں تو خیال آیا ''قال انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا'' اللہ تعالیٰ ان کو کیسے سلامت کرے گا۔ بس آپ پر موت آئی پھر زندگی عطا کر دی گئی۔

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ

عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (القرآن الکریم ۲:۲۵۹)

"فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا؟ عرض کی: ایک دن یا اس سے بھی کم۔ (اللہ نے کہا) نہیں سو برس گزر گئے اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو خراب نہیں ہوئیں' اپنے گدھے کو دیکھو ہڈیاں تک سلامت نہیں ہم تم لوگوں کے لئے بطورِ نشانی ان ہڈیوں کو اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کو علم نہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ ہر چیز کے دو درجے ہوتے ہیں ایک درجہ اجمال دوسرا درجہ تفصیل۔ مثال ایسے جس طرح درخت کی گٹھلی جو درجہ اجمال ہے اور درخت درجہ تفصیل۔ اگر خوردبین سے دیکھا جائے تو بیج کے اندر سے ہونے والا درخت نظر آئے گا۔ سرسوں کے بیج کا مشاہدہ کر کے دیکھیں یہاں علم کی نفی نہیں ہو رہی۔ حضرت عزیر علیہ السلام کی نظر روٹی پر تھی۔ ایک دن کی روٹی باسی نہیں ہوتی لہٰذا حضرت عزیر علیہ السلام سچے اور خدا نے بھی سچ فرمایا کیونکہ ہڈیاں خاک ہو چکی تھیں سو سال گزر گئے تھے۔ خدا بھی سچا اور نبی بھی سچا یوں نہیں ہو سکتا (معاذ اللہ) کہ کوئی جھوٹ بولے خدا یا نبی۔ یہاں واقعہ کے اندر سے ہی نبی کے علم کا پتہ چل رہا ہے۔ اللہ اور نبی دونوں سچے ہیں نفی علم کی نہیں ہے۔

۱۸۔ آیت تطہیر پر ایک شبے کا ازالہ:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ
(القرآن الکریم ۳۳:۳۳)

"بے شک اللہ نے ارادہ کیا کہ دور کرے ناپاکی اہل بیت سے اور تم کو خوب پاک صاف کرے۔"

اس آیت کریمہ میں نبی علیہ السلام کے اہل بیت اطہار کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے کہ ان سے ناپاکی نجس کو دور کر دیا جائے اور خوب اچھی طرح پاک و صاف کر دیا جائے'' ''بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر پہلے سے کوئی ناپاکی ہے'' اس کا جواب یہ دیا کہ ایسا ہرگز نہیں۔ مثلاً کسی مسجد کی انتظامیہ ایک خادم کو مسجد کی صفائی کے لئے مقرر کرتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسجد ناپاک ہے یا وہاں پر کوئی گندگی پڑی ہوئی ہے۔ مسجد تو پاک و صاف ہے۔ تقرر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وقت کوئی گندگی پڑ جائے تو خادم اسے صاف کر دے گا اسی طرح اہل بیت کو پاک وطیب کرنے کے ارادے سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ وہاں کوئی گندگی یا ناپاکی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر آئندہ کوئی ناپاکی آئے تو رب نے اسے پاک وطیب کرنے کا ارادہ کرلیا ہے گویا وہاں کوئی ناپاکی و نجس نہیں ہے۔

۱۹۔ ''شاہد'' کی عمدہ تفسیر:

انا ارسلنک شاھداً و مبشراً ونذیراً

فرمایا: آیت کریمہ میں لفظ شاہد غور طلب ہے۔ اللہ نے فرمایا:

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔''

شاہد کی دو قسمیں اور دو پوزیشنیں ہیں۔ پہلی قسم شاہد کی یہ ہے کہ گواہ گواہی دیتا ہے سن کر۔ دوسری قسم یہ ہے کہ گواہ گواہی دیتا ہے دیکھ کر۔ ان دونوں قسموں میں سے اعلیٰ گواہی وہ ہے جو گواہ دیکھ کر گواہی دے رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا: نبی علیہ السلام شاہد ہیں گویا کہ معتبر گواہ ہیں، اعلیٰ گواہ ہیں یعنی دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں، یہ دیکھ کر گواہی کون دے سکتا ہے جو وہاں حاضر و ناظر ہو۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا پڑے گا کیونکہ آپ شاہد بحکم رب ہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آپ ہمارے ہر فعل کو دیکھ رہے ہیں اگر اسے نہیں مانیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد نہیں مانیں گے۔ اب دوسری

طرف آئیں کہ شاہد کی دو پوزیشنیں ہیں۔ ایک گواہ کی پوزیشن' وقت وقوعہ وہاں پر تھا اور جج گواہ کی گواہی سن کر فیصلہ دیتا ہے۔ فیصلہ اسی کی باتوں پر ہوتا ہے۔ ہم ملزم ہیں حضور ﷺ ہمارے گواہ ہیں' عینی شاہد ہیں قیامت کو اللہ کی عدالت میں گواہی دیں گے اور آپ کی گواہی پر فیصلہ ہوگا۔ اب گواہ کی دو اور پوزیشنیں ہیں' ایک گھر والوں کے نزدیک اور ایک چور کے نزدیک۔ گھر والے کہتے ہیں کہ ہمارا گواہ نیک ہے' دیانتدار اور ثقہ ہے' راست باز ہے' پرہیزگار ہے' گھر والے اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اس کی خاطر مدارت کرتے ہیں۔ چور کہتا ہے کہ یہ وہاں موجود نہ تھا' یہ سچی بات نہیں کہہ رہا' اسے علم نہیں' اسے اختیار نہیں' اسے کچھ پتہ نہیں' ہم گھر والے ہیں جو گواہ کو معتبر جانتے ہیں ان کی گواہی میں شک نہیں کرتے' صداقت وامانت پر پورا پورا اعتبار ہے۔ حضور ﷺ کو رسولوں کا سردار اور ارفع واعلیٰ مانتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے شاہد ہیں۔ جو چور ہیں وہ آپ کے رتبہ کو کم کرتے ہیں۔ صداقت وعظمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ عدالت مجرم کی ایک نہیں سنتی کیونکہ اس نے گواہ کی گواہی کو مان لیا ہے فیصلہ کے بعد چور شور مچائے کوئی نہیں سنے گا۔

۲۰۔ سراجاً منیراً کی جامع تفسیر:

ارشاد فرمایا: سراجاً منیراً کے خطاب میں کئی ایک حقیقتوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

(۱) چراغ: چراغ دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک اس کا حقیقی وجود جو عناصر اربعہ سے تیار ہوا اور دوسرا نورانی کرن جو اس کے اندر سے نکل کر ماحول کو منور کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو سراج منیر کہہ کر اس حقیقت کا انکشاف فرمایا گیا کہ آپ کی ذاتِ گرامی بھی اپنے اندر دو حقیقتوں کو لئے ہوئے ہے۔ ایک نورانی حقیقت جس کا تعلق عالم قدس سے ہے۔ دوسرا آپ کا وجود جو عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے یعنی آپ نورانیت و بے مثل بشریت کے مجمع البحرین ہیں۔ (۲) دنیا کا یہ فانی چراغ کسی بھی وقت بجھ جاتا ہے اور اس کے نور میں

کسی بھی وقت کمی آ جاتی ہے نیز چراغ کی ضرورت صرف رات کی تاریکی میں ہوتی ہے اس لئے خداوند قدوس نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو صرف چراغ نہیں۔ فرمایا: بلکہ سراج کے ساتھ صفت منیراً بیان فرما کر تمام نقائص عیوب کی نفی کر دی ہے کہ ہمارے محبوب مصطفیٰ ﷺ ایسے روشن چراغ ہیں جو ہر وقت ہر ساعت میں روشنی دینے والے اور نور بخشنے والے ہیں لحظہ لحظہ اور دم بدم اس کی تابانیوں اور ضیاپاشیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ وللاخرة خیرلك من الاولی (۳) دنیا کا چراغ تہہ خانوں' قبروں کے تاریک گوشوں اور دل کی بند کھڑکیوں کو روشن کرنے سے عاجز ہے مگر سراج منیر ﷺ نے تاریک خلوت خانوں اور پوشیدہ قبروں تک کو بقعہ نور بنا دیا اور اپنی نورانی کرنوں سے ضمائر و بصائر اور قلوب واذھان کو انوار وتجلیات کا وادی ایمن بنا دیا۔ (۴) سراج منیر سے تشبیہ دینے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح ایک چراغ سے بیک وقت ہزاروں چراغ روشن کئے جا سکتے ہیں اور پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہیں آتی۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے سراج منیر ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے بھی ہر کوئی روشنی اور نور حاصل کر سکتا ہے۔ اس مرکز انوار وتجلیات کی لازوال نورانیت و تابانی میں ذرہ بھر کمی نہ واقع ہوگی اور نہ ہو سکتی ہے۔ عالم رنگ و بو کی یہ تمام رعنائیاں اور ضیاپاشیاں اس سراج منیر ﷺ کا صدقہ ہیں اس حقیقت کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے: کل شی من نوری وانا من نور اللہ. نیز ارشاد فرمایا: الصحابی کالنجوم. (۵) شمس نہیں فرمایا حالانکہ چراغ سے اس کی روشنی زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ شمس کا نور اخذ نہیں کیا جا سکتا جبکہ چراغ کے نور سے انوارِ کثیرہ حاصل کئے جاتے ہیں۔

۲۱۔ نبی علیہ السلام کو قلم کیوں کہا گیا؟:

ایک بار ارشاد فرمایا: کائنات کی مثال ایسے ہے جیسے ایک کھیتی ہو۔ کھیتی پر کسان یا باغبان کا پورا پورا حق ہوتا ہے کہ کسی درخت کی آبیاری کرے۔ اس کی شاخیں

کاٹے، کسی پودے کو جڑ سے اکھاڑ دے، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ وہ اس کائنات کا مالک ہے۔ یفعل ما یشآء یحکم ما یرید

اور پھر فرمایا:

واذا قضا امرًا فانما یقول له کن فیکون

''اور جس چیز کا ارادہ رکھتا ہے حکم کرتا ہے تو ہو جاتا ہے۔''

خیالات وارادوں کا اظہار حکم سے ہوتا ہے اور حکم کو قلم سے لکھا جاتا ہے تو جس چیز سے حکم ظاہر ہو رہا ہے اس کو قلم کہا جاتا ہے۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعے سے اللہ کے احکام ظاہر ہوتے ہیں اس لئے حضور ﷺ کو قلم کہا گیا ہے اسی لئے رب نے قلم کی قسم کھائی ہے۔

۲۲۔ دعا:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔

(القرآن کریم ۲:۱۸۶)

اس آیت کریمہ کے تحت دعا کے حوالے سے مولانا جلال الدین قادری نے اپنی کتاب احکام القرآن جلد اول میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ تفسیر القرآن کے دوران استفادہ کردہ نکات کو یوں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں دعا اپنے مشتقات سمیت چھ معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) بلانا یا پکارنا

ارشادِ ربانی ہے:

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ج (القرآن الکریم ۱۷:۷۱)

''جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔''

وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ

(القرآن الکریم ۳: ۱۵۳)

''اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

(القرآن الکریم ۸: ۲۴)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔''

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

(القرآن الکریم ۲۴: ۶۳)

''رسول کو پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا ایک دوسرے کو تم پکارتے ہو۔''

اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ (القرآن الکریم ۶: ۴۰)

''کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔''

(۲) دعا بمعنی وعظ تذکیر

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ○

(القرآن الکریم ۷۱: ۵،۶)

''عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے نصیحت کرنے سے انہیں بھاگنا ہی پڑا۔''

(۳) دعا بمعنی استعانت

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○

(القرآن الکریم ۲:۲۳)

''اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔''

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ (القرآن الکریم ۳۲:۱۶)

''ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خوابگاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے اور ہمارے دیئے میں سے خیرات کرتے ہیں۔''

(۴) دعا بمعنی آرزو تمنا

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ؕ

(القرآن الکریم ۴۱:۳۱)

''اور اس میں تمہارے لئے وہ ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے جو تم مانگو۔''

(۵) دعا بمعنی مانگنا دعا کرنا

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ (القرآن الکریم ۳:۳۸)

''(یہاں دعا کرتے ہوئے) پکارا زکریا نے اپنے رب کو۔''

ان ربی لسمیع الدعا (القرآن الکریم ۱۴:۳۹)

''بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے۔''

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ (القرآن الکریم ۷:۵۵)

''اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ۔''

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ (القرآن الکریم ۲:۶۹)

''بولے اپنے رب سے دعا کیجئے ہمیں بتا دے اس کا رنگ کیا ہے؟''

(۶) دعا بمعنی عبادت

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (القرآن الکریم ۷۲:۱۸)

''اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔''

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القرآن الکریم ۲۸:۸۸)

''اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کی نہ پوجا کر۔''

لفظ دعا کے چھ معنی ہیں اس کا مرجع و مآل تین معنوں کی طرف ہے بلکہ دو معنوں کی طرف عبادت اور پکار۔ وجہ حصر یہ ہے کہ دعا کا صلہ الیٰ ہوگا یا نہیں اگر صلہ الیٰ ہوگا تو معنی پکار کے ہوں گے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ

(القرآن الکریم ۲:۲۲۱)

''وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے۔''

(۱) اگر صلہ الی نہ ہو تو پھر خالی نہیں' صیغہ امر ہوگا یا نہ' اگر صیغہ امر کا ہو تو اس کا فاعل مومن ہوگا یا کافر' اگر فاعل مومن ہو تو مفعول بہ اللہ ہوگا یا غیر اللہ' اگر مفعول بہ اللہ ہو تو دعا کا معنی عبادت ہوگا جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

(القرآن الکریم ۷:۵۵)

''اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔''

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۠ (القرآن الکریم ۴۰: ۶۰)

''اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہوکر۔''

(۲) اگر فاعل مومن ہو اور مفعول بہ غیر اللہ ہو تو معنی پکارنا ہوگا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۠ (القرآن الکریم ۲: ۲۶۰)

''اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا۔ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں۔ عرض کی یقین کیوں کر نہیں مگر چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے تو فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۠

(القرآن الکریم ۳۳: ۵)

''انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی

ہیں اور بشریت میں تمہارے چچازاد اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نادانستہ صادر ہوا ہاں وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(۳) اگر فاعل کافر ہو تو پھر خالی نہیں اس کا مفعول بہ اللہ ہوگا یا غیر اللہ اگر مفعول بہ اللہ ہو تو معنی عبارت کے ہوں گے اس معنی میں ارشادِ ربانی ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝

(القرآن الکریم ۱۷:۱۱۰)

''تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں اور اپنی نماز نہ بہت بلند پڑھو نہ بالکل آہستہ اور دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔''

(۴) اگر فاعل کافر ہو اور مفعول بہ غیر اللہ تو معنی پکار ہوگا ارشادِ ربانی ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(القرآن الکریم ۲:۲۳)

''اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔''

(۵) اگر صیغہ امر کا نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ معنی دعا کا مسلوب ہوگا یا نہیں یعنی سلب کے ہوں گے۔ اگر دعا کا مفہوم مسلوب ہو تو معنی عبادت ہوگا خواہ فاعل مومن ہو یا کافر اور مفعول بہ اللہ ہو یا غیر اللہ ماسوائے ایک جگہ کے کہ جہاں دعا کے دو صیغے استعمال ہوں۔ ایک مسلوب ہو اور دوسرا مسلوب نہ ہو اور مفعول بہ بھی دونوں کا

ایک ہو وہاں معنی پکار ہوگا۔ اس معنی میں ارشادِ ربانی ہے:

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُورًا كَثِيرًا ۝

(القرآن الکریم ۲۵: ۱۴)

''آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو۔''

اس آیت میں دعا کا معنی پکار ہے۔

(٦) اگر مفہوم دعا مسلوب ہو اور صیغہ امر کا نہ ہو اس وقت دعا کا معنی عبادت ہوگا۔ فاعل مومن ہو یا کافر اس معنی میں ارشادِ ربانی ہے:

وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝

(القرآن الکریم ۷۲: ۱۸)

''اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ (القرآن الکریم ۱۳: ۱۴)

''اسی کا پکارنا سچا ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر اس کی طرح جو پانی کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے۔''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ (القرآن الکریم ۴۰: ۵۰)

''انہوں نے کہا کیا تمہارے پاس رسول نشانیاں نہ لاتے تھے تو بولے کیوں

نہیں بولے تو تمہیں دعا کرو اور کافروں کی دعا نہیں مگر بھٹکتے پھرنے کو۔''

نیز ارشاد ہے:

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ○

(القرآن الکریم ۲۶: ۲۱۳)

''تو اللہ کے سوا دوسرے خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا۔''

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قف (القرآن الکریم ۲۸: ۸۸)

''اور اللہ کے سوا دوسرے خدا کو نہ پوج اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔''

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القرآن الکریم ۲۵: ۶۸)

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔''

(۷) اور اگر دعا کا مفہوم مسلوب نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کا فاعل مومن ہوگا یا کافر' اگر فاعل مومن ہو تو مفعول بہ اللہ ہوگا یا غیر اللہ' اگر فاعل مومن ہوا اور مفعول بہ اللہ ہو تو معنی عبادت کے ہوں گے۔ اس معنی میں ارشادِ ربانی ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ (القرآن الکریم ۱۸: ۲۸)

''اور اپنی جان کو ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو (عبادت کرتے ہوئے) پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں۔''

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

(القرآن الکریم ۶: ۵۲)

''اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو (عبادت کرتے ہوئے) پکارتے ہیں صبح اور شام اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔''

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ (القرآن الکریم ۳:۳۸)

"(یہاں دعا کرتے ہوئے) پکارا زکریا نے اپنے رب کو۔"

اور اسی معنی میں ارشادِ ربانی ہے:

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ؕ

(القرآن الکریم ۷۲:۱۹)

"اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کو کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ جن اس پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہو جائیں۔"

(۸) اور اگر فاعل مومن ہو اور مفعول بہ غیر اللہ ہو تو معنی پکار ہوگا۔ اس معنی میں ارشادِ ربانی ہے:

قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ

(القرآن الکریم ۲۸:۲۵)

"بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا۔"

(۹) اور اگر فاعل کافر ہو خواہ مفعول بہ اللہ ہو یا غیر اللہ تو اس کے معنی پکار کے ہی ہوں گے من دون صلہ ہو یا نہ ہو۔

۲۳۔ درودِ خضری:

جولائی ۱۹۶۲ء کو جمعۃ المبارک کے موقع پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا کہ آپ جس طرح درود پاک "صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ واصحابہ وسلم" پڑھاتے ہیں میرے پیر نے کہا ہے کہ غلط ہے کیونکہ اس میں سیدنا نہیں آتا۔

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جمعۃ المبارک کے روز کئی بار درودِ خضری پڑھاتے لوگ ساتھ ساتھ پڑھتے۔ آپ نے فرمایا: حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جمعہ کے روز

مجھ پر کثرت سے درودِ پاک پڑھو۔ کچھ دیر تک جب اتنا بڑا مجمع درودِ پاک پڑھتا ہے تو یہ کئی ہزار مرتبہ ہو جاتا ہے اس لئے درودِ پاک پڑھاتا ہوں رہا مسئلہ سیّدنا کا تو اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم بھی جاہل ہو اور تمہیں بتانے والا بھی جاہل ہے۔ دو لفظ ہیں' ایک سیّدنا اور دوسرا حبیبہ۔ سیّدنا کے معنی ہیں ہمارے سردار یعنی ہم تم جیسے لوگوں کے سردار اور حبیبہ یعنی اس کا حبیب مراد اللہ کا محبوب۔ تمام پیغمبروں میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ ہیں گویا خلیل سے حبیب کا مقام بلند ہے۔ آپ اللہ کے محبوب ہیں تو اس درودِ پاک میں حبیبہ آیا ہے لفظ حبیبہ افضل ہے سیّدنا سے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ درودِ پاک میں سیّدنا ہو درودِ ابراہیمی پڑھ کر دیکھ لو۔ تیسری بات یہ ہے کہ اسماء الٰہی کو ذوق سے پڑھنا اسم اعظم ہے اس کے ہر نام میں عزت ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا بتایا ہوا ہو کسی کے بتانے سے اثر ہوتا ہے اور بتانے والا کوئی کامل ہونا چاہئے مجھے یہ درودِ پاک اسی طرح بتایا گیا ہے اس میں اپنی طرف سے تبدیلی نہیں کرنی چاہئے۔ آپ کی مراد یہ نہ تھی کہ سیّدنا کہنا ممنوع ہے بلکہ یہ کہ مجھے اس درودِ پاک میں حبیبہ ارشاد فرمایا گیا ہے لہٰذا اسی طرح پڑھاتا ہوں اور یہ بات مسلمہ ہے کہ اوراد و وظائف میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرنا چاہئے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک عمل بتایا اس وظیفہ میں ایک مقام پر ''ونبیك الذی ارسلت'' کے الفاظ آئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اس وظیفہ کو دہرایا تو اپنی طرف سے اس مقام پر پڑھا: ورسولك الذی ارسلت تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: ونبیك الذی ارسلت پڑھو۔

پھر آپ نے بخاری شریف کی روایت بیان فرمائی کہ صحابہ نے عرض کیا سلام کا طریقہ تو معلوم ہو گیا ہے ہم درود کیسے پڑھیں؟ تو فرمایا: اللھم صلی علی محمد

وعلی آل محمد اس مقام پر بھی سیّدنا نہیں آیا اور نہ ہی خضر علیہ السلام نے سیّدنا فرمایا۔

مزید ارشاد فرمایا: یہ لوگ جاہل ہیں اور بغیر علم کے فتوے دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں لوگ بغیر علم کے فتوے دیں گے یہ دین سے بڑی دشمنی ہے۔

۲۴۔علم غیب پر اعتراضات اور جوابات:

شیخ الحدیث والتفسیر سیّد زبیر شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ چکوال کی موجودگی میں ایک مولوی نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ حدیث مبارکہ پیش کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے امتیوں کی ایک جماعت سامنے آئے گی اور میں حوضِ کوثر پر پانی پلاتا ہوں گا۔ اس جماعت کو فرشتے پیچھے دھکیلیں گے اور مجھ تک نہیں پہنچنے دیں گے تو میں عرض کروں گا یارب! اصحابی فیقول انك لاعلم بما احدثوا بعدك (بخاری) ”اے میرے رب میرے امتی ہیں۔“ اللہ فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا نئے نئے کام کئے۔ یہ حدیث مختلف طریق سے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت انس، حضرت ابو سعید خدری، حضرت سہل بن سعد، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے کم وبیش الفاظ کے ساتھ مروی ہے مگر مفہوم ایک ہی ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا امتی سمجھ کر بلائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ان کے کاموں کا علم نہیں۔ معلوم ہوا آپ کو علم غیب نہیں ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس مولوی سے فرمایا: اس کے کئی ایک جواب ہیں مگر تمہارے لئے ایک ہی جواب کافی ہے مجھے یہ بتاؤ کہ یہ واقعہ کب رونما ہوگا؟ اس نے جواب دیا کہ قیامت کے روز۔ آپ نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ حدیث پاک یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد کب بیان فرمایا؟ اس نے جواب دیا: دنیا میں اپنی حیاتِ طیبہ کے

دوران۔ آپ نے فرمایا: اگر اس واقعہ اور امتیوں کے کاموں کا حضور ﷺ کو علم نہیں تو پھر آپ ﷺ نے یہ بات دنیا میں کیسے بیان فرما دی۔ اس پر مولوی لاجواب ہو گیا۔

ایک روز دورۂ تفسیر قرآن مجید پڑھا رہے تھے کہ ایک عالم نے آپ پر سوال کیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر نبی علیہ السلام کو علم غیب تھا تو آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام کیوں آتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جبرئیل کا آپ ﷺ کے پاس آنا نفی علم غیب پر دلیل ہے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا فرمایا جبرئیل کا نبی علیہ السلام کے پاس آنا دلیل ہے ثبوت علم غیب پر کیونکہ جبرئیل نوری مخلوق ہے خلقت الملائکہ من نور (شرح عقائد) ''تمام فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں'' پس جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس بشری حالت میں آتے تو نبی علیہ السلام حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پہچان لیتے کہ یہ بظاہر بشر ہے اندر سے نور ہے۔

۲۵۔ اھدنا الصراط المستقیم کا سورۂ بقرہ سے ربط:

چند علماء کرام کی موجودگی میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے باہمی ربط پر بات چل نکلی اس دوران فرمایا: سورۂ فاتحہ کی آیت کریمہ اھدنا الصراط المستقیم کا سورۂ بقرہ سے ربط یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ ذلك الكتاب لا ريب فيه میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ سارا قرآن کریم صراطِ مستقیم ہے اور اسی صراطِ مستقیم پر چلنے کی درخواست سورۂ فاتحہ میں کی جا رہی ہے۔

علاوہ ازیں سورۂ فاتحہ میں تین گروہوں کا ذکر ہے۔ (۱) انعمت علیھم (۲) مغضوب (۳) ضالون جبکہ پورے قرآن کریم میں انہی تین گروہوں کا ذکر ہے۔ سورۂ بقرہ میں پہلے مومنوں کا ذکر پانچ آیات میں پھر دو آیات میں کفار کا ذکر اور تیرہ آیات میں منافقین کا ذکر موجود ہے۔

۲۶۔ وقت میلاد شریف کے موقع پر قیام کیوں کرتے ہیں؟

دورانِ خطاب تحریری طور پر سوال آیا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں لیکن اہل سنت خاص ولادتِ پاک کے وقت میں قیام کرتے ہیں جب ہر وقت حاضر و ناظر ہیں تو اس خاص وقت میں قیام کیوں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم حضور ﷺ کے ولادت کے وقت پر قیام اس لئے کرتے ہیں تا کہ ملائکہ کے عمل سے مشابہت ہو جائے کیونکہ ملائکہ نے آپ ﷺ کی تشریف آوری یعنی ولادت کے وقت دست بستہ ہو کر قیام کیا اور صلوٰۃ وسلام پڑھا تھا۔

۲۷۔ عدم قول عدم علم پر مستلزم نہیں:

آپ کے سامنے نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی نفی کے طور پر قرآنی آیت کریمہ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (القرآن الکریم ۶: ۵۰) "تم فرما دو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب جان لیتا ہوں۔" پیش کی گئی۔ آپ نے اس کے کئی ایک جواب ارشاد فرمائے۔

(۱) آپ ﷺ نے لااقول لکم فرمایا ہے جس کا معنی ہے میں تم سے نہیں کہتا معلوم ہوا عدم قول عدم علم سے مستلزم نہیں ہے

(۲) خطاب مشرکین سے ہے کہ میں تمہیں نہیں بتاتا کیونکہ تم میری بات پر یقین نہیں کر رہے ہو اس کے برعکس آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غیب کی خبریں دیں مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر کے موقع پر فرمایا کہ تم فلاں مقام پر مال دفن کر کے آئے ہو۔ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے پیچھے پیچھے آرہے تھے آپ ﷺ نے ان کو فرمایا: اے فضالہ! تم میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔ اسی طرح نماز کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا

کہ میں جس طرح آگے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ محدثین نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ آپ چاروں طرف برابر دیکھتے تھے۔

(۳) حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے بتانے پر ان اتبع الا ما یوحی الی اور سکھانے سے غیب کو جانتے ہیں خود بخود علم غیب رکھنے کا دعویٰ نہیں کرتے۔

(۴) لا اقول لکم سے ایک بات یہ بھی واضح ہے کہ آپ نے بطریق تواضع و انکساری کے ایسا ارشاد فرمایا لہٰذا یہ آیت کریمہ علم غیب کی نفی کسی طور پر نہیں کر رہی۔

(۵) تفسیر مدارک' روح البیان' بیضاوی شریف' خازن میں اس آیت کریمہ کے تحت جو کچھ لکھا ہے اس سے تائید ہوتی ہے کہ آپ نے دعویٰ کی نفی کی ہے علم غیب کی نفی نہیں کی ورنہ علم غیب کے ثبوت میں متعدد آیات و احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

۲۸۔ نبی علیہ السلام زندہ ہیں تو نماز جنازہ کیوں پڑھی گئی؟

محترم حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا مونکی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جیسا فقیہ عالم مناظر اور محقق نہیں دیکھا عرصہ ۳۵ سال تک آپ کی رفاقت حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہی ان کا بیان ہے کہ میں اکثر مناظروں میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ شریک ہوتا رہا حضرت مدلل اور تحقیقی جواب دے کر مخالف کو خاموش کرا دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وافر قوت فیصلہ اور معاملہ فہمی عطا کر رکھی تھی میں نے کئی ایک جید علماء پر یہ سوال کیا مگر مجھے کوئی مطمئن نہ کر سکا ایک روز میں نے یہ سوال حضرت شیخ القرآن سے کیا کہ غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر سنی حضور ﷺ کو زندہ جانتے ہیں تو آپ ﷺ کا جنازہ کیوں پڑھا گیا (اگرچہ نبی علیہ السلام اور امتی کے جنازے میں فرق ہے) حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی مختصر جواب دے کر مجھے مطمئن کر دیا فرمایا ہم سنی سرکار دوعالم نبی مکرم ﷺ کو بعد از وصال زندہ مانتے

ہیں اور یہی ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے ہمارے عقیدہ پر یہ سوال وارد ہی نہیں ہوتا جواب سن کر مفتی صاحب برجستہ پکار اٹھے بارك الله فی علمك و فهمك

۲۹۔ ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی:

ایک دفعہ آپ میر پور آزاد کشمیر کے علاقہ میں وعظ فرما رہے تھے کہ دوران تقریر آپ نے عارف کھڑی شریف حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی
مردِ نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہوے نہ کائی

ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کر دیا یہ میاں صاحب نے ویسے ہی فرما دیا ہے ورنہ قرآن وحدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں آپ نے برجستہ اس کو جواب دیا۔ سن غور سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ (القرآن الکریم ۲:۲۴۷)

''اللہ دے دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے۔''

جب ملک دے دیا تو ملک کے خزانے بھی دے دیئے تو کیا پھر چابیاں اللہ تعالیٰ اپنے پاس رکھ لیتا ہے ہرگز ایسا نہیں بلکہ چابیاں بھی دے دیتا ہے تو پھر میں کیوں نہ کہوں۔

ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی
مردِ نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہوے نہ کائی

ارے ناسمجھ سن لے خزانوں کے متعلق بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے انی اعطیت خزائن الشام ''مجھے ملک شام کے خزانے عطا کر دیئے گئے ہیں۔'' انی اعطیت خزائن الفارس ''مجھے ملک فارس (ایران) کے خزانے عطا کئے گئے ہیں۔'' انی اعطیت خزائن الیمن ''مجھے ملک یمن کے خزانے عطا کیے گئے ہیں'' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان

فرما رہے ہیں ملک شام، ایران، یمن کے خزانے مجھے عطا کئے گئے ہیں تو کیا ان خزانوں کی چابیاں پیچھے رہ گئیں ہیں ہرگز نہیں پھر میں کیوں نہ پڑھوں۔

ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی
مردِ نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہوے نہ کائی

اب پتہ چلا ہے تمہیں کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر پر قرآن وحدیث شہادت دیتے ہیں۔

۳۰۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر کی تشریح:

ایک بار آپ جلسہ میں وعظ فرما رہے تھے پر تاثیر وعظ کی وجہ سے مجلس پر کیف وسرور کی کیفیت طاری تھی آپ نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

من ز قرآں مغزِ آں برداشتم
استخواں پیش سگاں انداختم

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن سے قرآن کا مغز حاصل کر لیا ہے اور ہڈیاں میں نے کتوں کے آگے ڈال دی ہیں آپ ذوق مستی کے لہجہ میں بار بار یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ اہل مجلس وجد کی حالت میں تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا آپ جو شعر بار بار پڑھ رہے ہیں اس میں تو علماء کرام کی توہین ہے کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے ہڈیاں کتوں کے آگے ڈال دی ہیں۔ آپ نے مختصر الفاظ میں عام فہم مدلل جواب دیا فرمایا:

استخواں پیش سگاں انداختم کہہ کر علما کی توہین نہیں کی گئی بلکہ بطور تشبیہ استخواں سے مراد قرآن مجید کے الفاظ مراد لئے جا رہے ہیں پہلے مصرعہ پر غور کرو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے قرآن کا مغز یعنی معنی ومفہوم حاصل کر لئے ہیں اور ہڈیاں یعنی قرآن کے الفاظ علما کے آگے ڈال دیتے ہیں جسے ہڈیاں کہا جا رہا ہے اس سے

جانوروں کی ہڈیاں مراد نہیں بلکہ قرآن مجید کے الفاظ مراد ہیں جہاں تک سگ کا معاملہ ہے تو سن لے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سگت را کاش جامی نام بودے
کہ آمد بر زبانت گاہے گاہے

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے کہ:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

اس شعر پر اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو نبی علیہ السلام کی زیارت بحالت بیداری نصیب ہوئی ہے۔

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

اور بیدم وارثی نے کہا ہے:

سگ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدم
یہی رکھیں میری پہچان مدینے والے

۳۱۔ قوالی اگر جائز ہے تو مسجد میں کیوں نہیں سنتے:

ایک پیر صاحب وزیر آباد کے قریب بستی لویری والا میں اپنے مریدوں کے پاس تشریف لائے انہیں سماع (قوالی) سے سخت نفرت تھی دوران گفتگو پیر صاحب نے محمد یوسف گجراتی (نعت خواں) کو کہا کہ میرا ایک سوال ہے جو تم نے حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی سے کرنا ہے کہ اگر قوالی سننا جائز ہے تو پھر آپ لوگ مسجد میں قوالی

کیوں نہیں سنتے؟ میرے اس سوال کا جواب مولانا نہیں دے سکیں گے بلکہ کوئی چشتی قوالی سننے والا میرے سوال کا جواب نہیں دے سکتا محمد یوسف نے وعدہ کرلیا کہ میں ابھی وزیر آباد جا کر آپ کا سوال حضرت شیخ القرآن سے کرتا ہوں اور جواب سے آپ کو آگاہ کردوں گا محمد یوسف گجراتی جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں پہنچا اور حضرت شیخ القرآن سے عرض کیا کہ لویری والا میں سیالکوٹ سے ایک پیر صاحب سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق رکھنے والے آئے ہیں جو قوالی کو ناجائز سمجھتے ہیں اور یہ سوال کیا ہے کہ اگر قوالی سننا جائز ہے تو پھر مسجد میں قوالی کیوں نہیں سنی جاتی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ جواب دیا کہ محمد یوسف ابھی واپس لویری والا چلا جا اور پیر صاحب کو میری طرف سے جواب دے کہ ہر جائز کام مسجد میں نہیں کیا جاتا جب پیر صاحب دریافت کریں کہ کون سا جائز کام ہے جو مسجد میں نہیں کیا جاتا تو ان سے کہنا خاوند بیوی کا صحبت کرنا جائز ہے لیکن مسجد میں یہ کام نہیں کیا جاتا جب محمد یوسف نے پیر صاحب کو یہ جواب دیا تو پیر صاحب کی آنکھیں پتھرا گئیں اور زبان گنگ ہوگی۔

۳۲۔ علم حصولی اور حضوری:

ایک مرتبہ ایک مولانا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جلسہ کے واسطے تاریخ لینے کے لئے وزیر آباد تشریف لائے آپ اس وقت ریلوے روڈ پر حاجی شریف احمد کی دوکان پر تشریف رکھتے تھے مولانا نے سلام دُعا کے بعد عرض کیا کہ میں نے جلسہ کے لئے تاریخ لینی ہے دو چار روز کے بعد جلسہ کرانا مقصود تھا آپ نے جواب دیا کہ میری طبیعت ناساز ہے میں آپ کے شہر تقریر کے لئے نہیں آسکتا یہ بات سن کر مولانا آپ کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے آپ کے ساتھ بحث کرنے لگے مولویانہ رنگ میں گفتگو شروع کردی کہنے لگے جناب تو بالکل ٹھیک ٹھاک اور ہشاش بشاش ہیں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میری طبیعت ناساز ہے آپ نے جواب دیا مولوی صاحب علم کی دو

قسمیں ہیں ایک علم حصولی اور دوسرا علم حضوری تمہیں میرے متعلق علم حصولی ہے اور مجھے اپنی ذات کے متعلق علم حضوری ہے اور علم حضوری علم حصولی سے قوی بلکہ قوی تر ہوتا ہے لہٰذا میں تمہاری بات کس طرح تسلیم کرلوں مولانا آپ کا جواب باصواب مدلل سن کر ششدر اور حیران رہ گئے۔

مناظرے

جامع معقول ومنقول' ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ' واقف اسرار خفیہ وجلیہ شیخ الجامعہ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مولانا محمد عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ طالب علمی کے زمانہ میں ہی بحث ومباحثہ میں انتہائی تیز' سریع الذہن اور نہایت زیرک و ذہین و نطین تھے اور مدمقابل پر دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ساتھ سخت گرفت کرتے تھے۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

''بچپن ہی سے ان کے سر پر عقل مندی کی وجہ سے بخت کی بلندی کا ستارہ چمکتا تھا۔''

مناظرہ دہلی:

حضرت شیخ القرآن' ابوالحقائق مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جب درسِ نظامی کی آخری کتابیں پڑھتے تھے تو انہیں دنوں دہلی شہر کے اندر ایک بد بخت کذاب شخص نے اپنی ہوشیاری' چالاکی اور شعبدہ بازی کی بنا پر جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور عوام وخواص مسلمانوں کو اس نے پریشان کر دیا۔ وہ چاندنی چوک دہلی میں عوام کا مجمع لگا کر اپنی شعبدہ بازی کے جھوٹے کرشمے دکھا کر مسلمانوں کو پریشان کرتا' دشمنانِ اسلام غیر مسلموں کو خوش کرتا' غیر مسلموں سے دادِ تحسین حاصل کرتا اور اپنی شعبدہ بازی کا خوب رنگ جماتا اور کبھی کبھار وہ مسلمانوں کو مناظرہ کا چیلنج بھی کر دیتا تھا۔ چنانچہ کئی علمائے کرام کو اپنی شعبدہ بازی اور ہوشیاری و چالاکی کی وجہ سے زیر بھی کر چکا تھا۔ ایک دن حضرت

شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استادِ گرامی شیخ الجامعہ حضرت مولانا محبّ النبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں اس جھوٹے مدعی نبوت کی ناکہ بندی اور اس کو ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہوں تو استادِ گرامی نے کہا کہ محمد عبدالغفور دیکھ کہ یہ بے غیرت اپنی شعبدہ بازی اور ہوشیاری و چالاکی کی وجہ سے کئی علماء کو شکست دے چکا ہے ایسا نہ ہو کہ تجھے بھی شکست سے دوچار کر دے حاضرین مجلس کے سامنے پریشانی اور ندامت اٹھانی پڑے تو آپ نے عرض کی: استاد صاحب! آپ دعا کریں میں اپنے پیر کامل' فاتح مرزائیت' حامی سنت' قاطع بدعت' عالی مرتبت' فیض درجت' اعلیٰ حضرت گولڑوی پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر شفقت و مرحمت سے اور غوث صمدانی' قطب ربانی' شیر یزدانی' قندیل نورانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم سے اور آقائے نامدار' حبیب کردگار' محبوبِ رب غفار جناب احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر رحمت سے اور خالق شجر و حجر اور مالک بحر و بر خداوند قدوس کے فضل و کرم سے اس مدعی نبوت جھوٹے کذاب کو انشاء اللہ العزیز ذلیل و خوار کروں گا۔ بس استاد صاحب آپ دعا کریں۔ الغرض جس رات کو اس بدبخت جھوٹے مدعی نبوت نے چاندنی چوک دہلی میں اپنی شعبدہ بازی دکھانی تھی وقت مقررہ پر آپ بھی اس مجمع میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب اس بدبخت مدعی نبوت نے اپنی شعبدہ بازی اور چرب زبانی سے حاضرین مجلس کو اپنی طرف متوجہ اور مسحور کرنا شروع کر دیا اور اپنی شعبدہ بازی کے دوران یہ بھی کہہ دیا کہ گذشتہ رات مجھے مشاہدہ ہوا کہ میں چوتھے آسمان پر گزرا وہاں میں نے خوب سیر کی اور فلاں فلاں فرشتہ کے ساتھ میں نے چوتھے آسمان پر ملاقات کی تو اچانک آپ اس کی تقریر کے دوران مجمع میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور حاضرین مجمع کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ سامعین کرام آپ نے اس شخص کا مشاہدہ گذشتہ رات کا سن لیا ہے۔ گذشتہ رات جو مجھے مشاہدہ ہوا ہے کہ میں پہلے آسمان پر گیا' پھر دوسرے آسمان پر گیا' پھر تیسرے آسمان پر گیا' پھر چوتھے آسمان پر گیا حتیٰ کہ گذشتہ رات میں نے پورے سات آسمانوں کی سیر کی اور خوب سیر کی

اگر یہ شخص چوتھے آسمان پر گذشتہ رات کو گیا ہوتا تو مجھے بھی ضرور نظر آتا کیونکہ میں نے تو ہر ایک آسمان کی خوب سیر کی تھی۔ یہ جس طرح اپنے مشاہدہ میں جھوٹا ہے اسی طرح اپنے دعویٰ نبوت میں بھی جھوٹا اور کذاب ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود لوگوں پر اس کی شعبدہ بازی اور جھوٹ کو ثابت کرنا تھا۔

جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گرجدار آواز کے ساتھ یہ کہا تو حاضرین مجلس میں نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زورِ بیان کے ساتھ اس بدبخت بے غیرت کا ناطقہ بند کر دیا اور وہ مبہوت و حیران ہو کر رہ گیا اور اس کو اپنی جان کی فکر پڑ گئی حتیٰ کہ مجلس میں چپکے سے کھسک کر جان بچانا اس نے غنیمت سمجھا۔ پس آیت قرآنی اور فرمانِ ربانی: جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والا ہی ہے۔'' کا پورا پورا ظہور ہو گیا اور حاضرین مجلس میں سے مسلمانوں کے دلوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں تازہ پھولوں کی طرح مہکنے لگیں۔

پھر آپ نے دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ساتھ جھوٹے نبیوں کی خوب مٹی پلید کی اور نورِ مجسم، شفیع معظم، نبی محترم، رسولِ محتشم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور ختم نبوت کو آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے ساتھ خوب واضح کیا۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم رؤف و رحیم وذوالفضل العظیم فرماتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (القرآن الکریم ۳۳:۴۰)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں آخری نبی ہیں۔''

پھر آپ نے نبی کریم، رؤف رحیم، رسولِ عظیم، سرکارِ دوعالم ﷺ کی خاتمیت رسالت و نبوت کو اس طرح واضح کیا کہ لفظ خاتم کی تاء کو دو طرح پڑھ سکتے ہیں۔ حضرات گرامی لفظ خاتم کا معنی ہے۔ ما یختم بہ (مہر) تو اس طرح نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت بالکل واضح لفظوں میں ثابت ہوتی ہے۔ نبیین جمع نبی کی ہے تو آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے واسطے مہر یعنی آخری نبی ہیں۔ آپ کی ذاتِ گرامی اور ذاتِ مقدسہ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی کوئی نیا نبی ہوسکتا ہے۔ جو شخص آپ کی ختم نبوت کا منکر ہو وہ شخص کافر اور بے دین ہے۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ خاتم کی تاء کے نیچے زیر پڑھیں جیسا کہ قرأت مشہورہ میں پڑھا گیا ہے تو پھر یہ صیغہ اسم فاعل ہو گا جس کا معنی ہے ختم کرنے والا تو پھر آیت کا معنی اس طرح ہو گا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں جس سے صاف ظاہر اور واضح ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں تو اس طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع کثیر میں اس جھوٹے مدعی نبوت کی مٹی پلید کی اور رسولِ معظم نبی محترم کی ختم نبوت کا پرچم بلند کیا اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی صداقت و حقانیت کا خوب ڈنکا بجایا۔

مناظرہ مسجد وزیر خاں لاہور:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مناظرے کئے اور ہمیشہ فتح حاصل کی۔ انجمن حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسجد وزیر خاں میں ایک فیصلہ کن مناظرہ ۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء کو ہونا قرار پایا۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں مولانا اشرف علی تھانوی کو خط لکھا اور تمام معاملات طے کر لئے اور یہاں تک سہولت دی کسی کو اپنا وکیل بھی مقرر کر سکتے ہیں جو آپ کا قائم مقام ہو۔ حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ وقت مقررہ

سے قبل لاہور تشریف لے آئے۔ مسجد وزیر خاں میں مناظرہ کے روز کثیر تعداد میں برصغیر پاک و ہند سے علماء کرام تشریف لائے جن میں قابل ذکر اسماء گرامی حضرت مولانا سیّد علی حسین کچھوچھوی، حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی، حضرت فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاراں، حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی، حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی، حضرت مولانا حشمت علی، حضرت پیر سیّد صدر الدین سجادہ نشین موسیٰ پاک ملتان وغیرہم شامل تھے۔ غرضیکہ علماء اہل سنت کا جم غفیر تھا۔ مناظرہ کے روز حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: مولوی حشمت علی کو مناظرہ رشیدیہ کا تکرار کرایا جائے۔ چنانچہ مناظرہ کی بھرپور تیاری کی گئی مگر مولوی اشرف علی تھانوی نہ خود آئے نہ ہی اپنا وکیل بھیجا۔ بہر حال کسی کو مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

اہل سنت کی اس عظیم الشان کامیابی اور حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے حضور خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک بہت بڑے جلسے کا اہتمام کے گیا۔ دیگر علمائے کرام کے علاوہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس تاریخی اہمیت کے حامل اجتماع سے خطاب کیا اور اپنے استادِ مکرم کے حضور خراجِ عقیدت اور ہدیہ تہنیت پیش کیا۔ اس روز مسجد وزیر خاں حضرت حجۃ الاسلام زندہ باد کے نعروں سے گونجتی رہی۔ تاریخ اہل سنت کے اس عظیم الشان مناظرہ کے موقع پر جہاں مدمقابل نے نہ آنے کی جرأت کی وہاں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام اور فن مناظرہ میں بلند رتبہ کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کم عمری کے باوجود آپ فن مناظرہ میں کس قدر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اس مناظرہ کی روائیداد اکثر دورہ تفسیر قرآن مجید کے دوران طلبہ و علماء کرام کے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔ اس مناظرہ کے وقت حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ گجرات میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

رضا کے سامنے کی تاب کس میں؟

فلک، دار اس پہ تیرا ظل ہے یا غوث

مناظرہ خانقاہ ڈوگراں شیخوپورہ:

قیامِ پاکستان سے قبل بمقام خانقاہ ڈوگراں شیخوپورہ میں ایک مناظرہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور دیوبندی عالم دین مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی کے درمیان علم غیب کے موضوع پر ہوا۔ اس مناظرہ میں اہل سنت کی طرف سے اسٹیج پر مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ مناظرہ کی تشہیر کئی روز سے ہو رہی تھی لہٰذا مقررہ دن پنڈال میں سینکڑوں لوگ جمع ہو گئے۔ مسلمانوں کے علاوہ کئی غیر مسلم ہندو، سکھ اور عیسائی بھی اس منظر کو دیکھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اسٹیج پر علماء کرام تشریف فرما ہوئے تو پنڈال میں ایک سکھ کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے پکارنے لگا کہ میں ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر گواہی دیتا ہوں کہ جس مذہب میں ایسے نورانی چہروں والے علماء موجود ہیں وہ مذہب غلط نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس سکھ نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اس کے اسلام قبول کرنے سے لوگوں پر عجیب نورانی کیفیت کا نزول ہونے لگا۔ پنڈال میں ہر طرف تکبیر و رسالت کے نعرے گونجنے لگے۔ اسلام کی حقانیت اور مسلک حق اہل سنت کے چرچے ہونے لگے۔ مذکورہ نو مسلم کئی سال تک ہر جمعۃ المبارک کو خانقاہ ڈوگراں سے وزیر آباد آ کر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنتا تھا۔

مناظرہ شروع ہوا دونوں جانب سے دلائل دیئے گئے۔ اہل سنت کی طرف سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ دلائل کے انبار لگا رہے تھے۔ مولوی غلام اللہ خاں اور اس کے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی میں دلیلیں دے رہے تھے۔ اس مناظرہ کے دوران ایک موقع پر دلیل پیش کرتے ہوئے مولوی

غلام اللہ خاں نے فخر یہ انداز میں کہا کہ میں ''کٹا دیوبندی ہوں'' تو اس پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ ارشاد فرمایا کہ ''میں سنڈا بریلوی ہوں۔'' حاضرین مناظرہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی حاضر جوابی اور معاملہ فہمی پر بڑے محظوظ ہوئے۔ کافی دیر تک مناظرہ جاری رہا۔ مولوی غلام اللہ خاں نے ایک حدیث پیش کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا: آدم علیہ السلام (روزِ محشر) سبز رنگ کا لباس زیب تن کیے عرش کے وسیع میدان میں تشریف فرما ہوں گے اور ہر شخص کو دیکھ رہے ہوں گے اپنی اولاد میں سے کون جنت میں جا رہا ہے اور کون دوزخ میں جا رہا ہوگا۔ اس دوران آپ دیکھیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کو ملائکہ دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے۔ یہ منظر دیکھتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام پکاریں گے: یا احمد یا احمد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ لبیک یا ابوالبشر' آدم علیہ السلام کہیں گے کہ آپ کا یہ امتی دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے اپنے امتی کی طرف جائیں گے اور ملائکہ سے کہیں گے: اے خداوند کے قاصدو! ذرا ٹھہرو' اس شخص کو کہاں لے کر جا رہے ہو؟ ملائکہ عرض کریں گے کہ ہم ملائکہ ہیں اور خدا کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں رکھتے ہم اللہ کے حکم سے منہ نہیں موڑ سکتے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھ کر خدا سے عرض کریں گے: اے اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے میری امت کے بارے میں شرمسار نہیں کرے گا۔ عرش سے آواز آئے گی: اے فرشتو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ ملائکہ حکم کی تعمیل کریں گے۔ اس شخص کو میزان پر لایا جائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفید کاغذ کا ٹکڑا نکالیں گے اور اسے دائیں میزان کے پلڑے میں ڈال دیں گے۔ نیکیوں والا پلڑا جھک جائے گا اور برائیوں والا پلڑا کم وزن ہو جائے گا۔ پس آواز آئے گی کہ اب اس بندے کا شمار نیکوں' سعادت مندوں میں ہوگا اس کا میزان بھاری ہوگیا اسے جنت میں لے جاؤ۔ بندہ کہے گا: اے میرے رب کے فرشتو ٹھہرو میں

ان سے کچھ عرض کرلوں۔ پھر وہ شخص آپ سے عرض کرے گا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کا چہرہ انور کتنا حسین ہے' آپ کی صورت کتنی خوبصورت ہے' آپ کون ہیں؟ آپ ارشاد فرمائیں گے کہ میں تیرا نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ یہ سفید کاغذ درود شریف ہے جو مجھ پر بھیجا کرتا تھا میں نے اسے محفوظ کرلیا اس نے تجھے نفع پہنچایا تیری حاجت روائی کی جس کی تجھے ضرورت تھی۔

اس حدیث مبارکہ کو پیش کرنے کے بعد مولوی غلام اللہ خاں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کے طور پر اس سے یوں دلیل پکڑی کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوتا کہ آپ کے امتی کو دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہے تو آدم علیہ السلام آپ کو نہ بتاتے۔ آدم علیہ السلام کے بتانے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا کہ آپ کا امتی ہے اور دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں۔ میں اس حدیث کو علم غیب کے حق میں بطورِ دلیل پیش کرتا ہوں کہ عدم توجہ عدم علم کی دلیل نہیں (کسی طرف توجہ نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ اس بات کا علم ہی نہیں ہے) دوسری بات یہ کہ اس سے تو حضرت آدم علیہ السلام کے علم غیب کا بھی ثبوت مل رہا ہے کہ امتی نبی علیہ السلام کا ہے اور اسے آدم علیہ السلام بھی جانتے ہیں۔ تیسری بات یہ کہ واقعہ محشر کے روز ہونا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ کو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس واقعہ کو دنیا میں ارشاد فرمانے سے معلوم ہوا کہ آپ ساری صورتحال سے باخبر ہیں گویا یہ حدیث نبی علیہ السلام کے علم غیب پر دلیل ہے۔ جو واقعہ اس جہانِ دنیا میں نہیں بلکہ جہانِ آخرت محشر کے روز ہونا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مدمقابل کی دلیل کو اس کے خلاف دلیل قطعی کے طور پر بیان کرنے کی دیر تھی کہ پنڈال میں موجود سینکڑوں لوگوں نے حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ مولوی غلام اللہ خاں اس دلیل کے سامنے بے بس ہو کر اسٹیج کے پیچھے بنی ہوئی دیوار کو پھلانگ کر راہِ فرار اختیار کر گیا۔

کفر و باطل کی شب تاریک میں

بالیقیں نورِ سحر عبدالغفورؒ

مناظرہ لالہ موسیٰ:

مضافات لالہ موسیٰ موضع جاتریہ کلاں میں غیر مقلدوں نے اہل سنت کے خلاف اعتقادی انتشار کو ہوا دی۔ علاقہ کے سنی عوام اس صورت حال سے پریشانی کے عالم میں لالہ موسیٰ کی معروف علمی و روحانی شخصیت حضرت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور صورتحال سے آگاہ کیا۔ مسئلہ وجہ تنازع یہ تھا کہ اہل سنت غیر مقلد امام کی اقتداء میں نماز کیوں نہیں ادا کرتے؟ اس پر حضرت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی محمد عبداللہ جو کہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے مگر غیر مقلدوں کی حمایت میں پیش پیش تھے اور اس مسئلہ میں بھی غیر مقلدوں کے حامی تھے کو خط لکھا:

محرم ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۳ء

جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب

سلام مسنون! واضح ہو کہ آپ کے شاگرد رشید حافظ عبدالرحمٰن صاحب کی زبانی معلوم کردہ بے حد مسرت ہوئی کہ آپ علماء اہل سنت والجماعت کے مقابلہ میں عوام مسلم کے سامنے تشریف لا کر اپنا اسلام ثابت کرنے کے متمنی ہیں۔ یہ جذبہ نہایت قابل تعریف ہے۔ حافظ عبدالرحمٰن نے زوردارانہ طریق پر مجمع عام میں موضع جاتریہ کلاں میں آپ کی طرف سے اس کا اظہار کیا۔ لہٰذا بواپسی مطلع فرمائیں کہ کیا یہ صحیح ہے اور آپ ہمارے جلسہ میں اس مقصد کے لئے تشریف لا سکتے ہیں؟ اگر آپ کو یہ منظور ہو تو تحریر فرما دیں تا کہ اشتہار

شائع کر دیا جائے جس میں آپ کا اسم گرامی بھی درج ہو اور وہاں پر باہمی گفتگو سے اختلاف مٹا کر اتحاد و اتفاق کا موقع نصیب ہو۔''

چنانچہ مخالفین کی طرف سے جواب ملنے پر حضرت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو مناظرہ کی دعوت دی جس کا باقاعدہ طور پر اعلان اور اشتہار شائع ہوا۔ موضع جاتریہ کلاں میں وقت مقررہ پر لوگ جمع ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ مقابل علماء پوری تیاری کر کے آئے، لوگوں کے سامنے میزوں پر کتب رکھی گئیں۔ موضوع مناظرہ یہ تھا کہ اہل سنت غیر مقلد حضرات کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ غیر مقلدوں کا خیال تھا کہ مناظرہ میں علم غیب حاضر و ناظر جیسے مسائل زیر بحث آئیں گے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلا سوال یہ کیا کہ بتاؤ غیر مقلد علماء کے نزدیک اگر جسم کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہنے لگے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ جواب دیا گیا کہ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ آپ نے دوبارہ پھر یہی سوال کیا اور وہی جواب ملا۔ آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: دیکھو علماء کہہ رہے ہیں کہ ان کے نزدیک اگر جسم سے خون نکل کر بہنے لگے تو وضو نہیں ٹوٹتا، دو تین بار اس کو دہرایا۔ پھر مقابل علماء پر آپ نے سوال کیا کہ بتاؤ فقہ حنفی کے مطابق اگر جسم سے خون نکل کر بہنے لگے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ علماء نے جواب دیا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ آپ نے اس بات پر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے دو تین بار دہرایا کہ ہمارے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے ان کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا۔ پھر فرمایا: جب ہماری فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ وضو ٹوٹ گیا ہے تو پھر ایسے امام کے پیچھے ہم نماز کیوں ادا کریں جس کا خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ مسئلہ یہ ہے کہ اس کا وضو نہیں رہا۔

چونکہ کئی دنوں سے اس مسئلہ کی وجہ سے علاقہ بھر میں تنازعہ چلا آ رہا تھا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرمانے کے ساتھ ہی لوگ اٹھ کھڑے ہوئے

اور مذکورہ مولوی کی طرف بڑھے۔ مولانا اپنی لاٹھی کتب اور دیگر اشیاء وہاں پر چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسجد کے غسل خانہ میں جا چھپے۔لوگوں نے باہر سے مٹی کے ڈھیلے مارنے شروع کر دیئے۔ حضرت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو منع کیا مت ماریں کہیں مر ہی نہ جائے۔

مناظرہ گولڑہ شریف:

مارچ ۱۹۴۶ء میں کچھ لوگوں نے مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی کو آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے متصل ایک گاؤں میں تقریر کی غرض سے بلایا۔ وہاں پر مولانا مذکور نے دورانِ تقریر ''غیر اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے'' پر دلائل دیئے اور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے چند عبارتیں غلط انداز میں اپنے موضوع کے حق میں بطورِ تائید پیش کیں۔ اس پر گولڑہ شریف میں مقیم حضرت مولانا خدا بخش صاحب نے مولانا غلام اللہ خاں کو مناظرہ کا چیلنج دیا جو انہوں نے قبول کر لیا۔ دونوں جانب سے باہمی خط و کتابت کے ذریعہ مناظرہ کی تاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء بروز بدھ مقرر ہوئی اور مقام مناظرہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف باہمی رضامندی سے طے ہو گیا۔

قبلہ عالم سیّدی و مرشدی محبوبِ الٰہی حضرت سیّد غلام محی الدین شاہ گیلانی المعروف قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اس مناظرہ سے آگاہ فرمایا چنانچہ آپ دو روز قبل گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر حضرت غزالی زماں مولانا سیّد احمد سعید کاظمی ملتان، حضرت مولانا بشیر احمد کوٹلی لوہاراں، حضرت مولانا محمد دین لاہوری، حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی، حضرت مولانا عبدالرزاق واہ کینٹ، حضرت مولانا غلام ربانی چمبہ پنڈ، حضرت مولانا عبدالحق کیمل پور، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن، حضرت مولانا قاضی عبدالسبحان کھلابٹ بھی شامل تھے گولڑہ شریف آئے۔

۹ اپریل کو سب علمائے کرام آستانہ عالیہ پر پہنچ چکے تھے۔ میدانِ مناظرہ میں

مولانا غلام اللہ خاں کے کئی مناظرے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہو چکے تھے جن میں مولوی غلام اللہ خان کو شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لہٰذا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اس مناظرہ کے موقع پر انتہائی پرامید اور خوش تھے جبکہ بعض علماء کرام جن میں خصوصی طور پر مولانا قاضی عبدالسبحان کھلابٹی پریشانی کے عالم میں رات گئے تک کتب کا مطالعہ اور نشانات لگانے میں مصروف رہے۔

۱۰ اپریل کی صبح مولانا غلام اللہ خاں کی طرف سے ایک خط حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ میں فساد خطرہ کے پیش نظر نہیں آ سکتا۔ اس پر حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً لکھا کہ میری گاڑی پہ ہماری ذمہ داری میں راولپنڈی سے گولڑہ شریف لایا جائے گا اور واپس راولپنڈی چھوڑنے تک تمہاری حفاظت کی میں مکمل ذمہ داری اٹھاتا ہوں۔ اس رقعہ پر حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر بھی لکھا:

یفعل اللہ ما یشا چوں خواندہ ای
پس چرا در فکر حیراں ماندہ ای

اتنی زبردست ذمہ داری لینے کے باوجود مولانا نے مناظرہ سے راہِ فرار اختیار کر لی اور یہاں آنے سے انکار کر دیا۔ بعد میں اسے راولپنڈی شہر میں مناظرہ کرنے کا اختیار بھی دیا گیا لیکن مولانا غلام اللہ خاں مناظرہ کرنے سے انکار پر بضد رہے اور یوں یہ مناظرہ جو باہمی رضامندی سے طے ہوا تھا نہ ہو سکا۔

علماء کرام گولڑہ شریف میں مولانا غلام اللہ خاں کا انتظار کرتے رہے جب یہ طے ہو چکا کہ اب وہ کسی طور پر یہاں یا کسی اور مقام پر مناظرہ کے لئے تیار نہیں تو آستانہ عالیہ پر ایک مجلس کا اہتمام کیا گیا۔ گویا یہ علماء اہل سنت کی فاتحانہ کامیابی کو خراجِ تحسین تھا۔ مختلف علماء کرام نے اس مجلس سے خطاب کیا۔ سب سے پہلی تقریر مولانا حبیب الرحمٰن کیمل پورنے کی۔ بعد میں خطیب اہل سنت حضرت مولانا ابوالنور بشیر احمد

کوٹلی لوہاراں کا خطاب ہوا۔ دیگر علمائے کرام کے واعظ کے اختتام پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کی اور علماء کرام سے خوب داد حاصل کی۔ پھر حسب معمول قوالی ہوئی۔ کئی علمائے کرام جو قوالی سننا پسند نہیں کرتے تھے اس محفل میں شامل ہو کر قوالی سنتے رہے۔ اس پر حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا قاضی عبدالسبحان کھلابٹی کو جو قوالی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے سے فرمایا: ''مولانا آج تو آپ بھی ہم گنہگاروں میں شامل ہو گئے ہیں۔'' اس پر مولانا سے کوئی جواب نہ بن سکا۔

مناظرہ دادوالی وزیر آباد:

حضرت مفتی اعظم احمد یار خاں نعیمی گجراتی اور مولوی احمد دین گکھڑوی کے مابین ایک مناظرہ دادوالی ضلع گوجرانوالہ میں ہوا۔ اس مناظرہ کی صدارت حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ موضوع مناظرہ ''کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں؟'' تھا۔ دونوں جانب سے دلائل بیان کئے گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرہ میں مولوی احمد دین کو اس طرح شکست فاش دی کہ مولوی احمد دین پر عوام ٹوٹ پڑی۔ اس مناظرہ کے بارے میں ''حیاتِ سالک'' مصنف قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ (یہ کتاب قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ کی ان یادداشتوں اور تحریروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام بیماری کے دوران میو ہسپتال لاہور میں تحریر کیں) صفحہ ۱۰۶ پر لکھا ہے:

> ''آج ہی اپنے ایک مناظرے کی کیفیت سنائی' فرمایا: دادوالی میں میرے اور مولوی احمد دین گکھڑوی کے درمیان حاضر و ناظر کے مسئلے پر مناظرہ ہوا۔ اس مجلس مناظرہ کی صدارت حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی فرما رہے تھے۔ گفتگو شروع ہوئی تو مقابل نے ذرا بے باکی کے انداز میں کہا: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوزخ میں بھی حاضر و ناظر مانو گے؟ (استغفر اللہ) ہزاروی

صاحب حمیت دینی کے جذبہ و جلال کے ساتھ اجتماع کی طرف متوجہ ہو کر بولے: مسلمانو! دیکھو یہ مولوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہہ رہا ہے؟ بس آپ کا یہ کہنا تھا کہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور مولوی صاحب پر پل پڑے۔ اب تو مولوی صاحب بھی یہ کہتے ہوئے سنے گئے: غوث پاک کے لئے مجھے چھوڑ دو۔"

مناظرہ وزیر آباد:

تقسیم ہندو پاک سے کچھ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ جب حکومت برطانیہ کی خفیہ امداد اور پشت پناہی کی وجہ سے فرقہ مرزائیہ کے لوگ اپنے مسلک باطل کا زور شور کے ساتھ خوب پرچار کر رہے تھے تو انہی دنوں میں کچھ گھرانے وزیر آباد شہر کے اندر اور شہر کے گرد و نواح میں مذہب مرزائیت اختیار کر کے اس مذہب باطل کی تشہیر و ترویج میں ایڑی چوٹی کا خوب زور لگا رہے تھے اور آئے دن مرزائی لوگ کوئی نہ کوئی مبلغ مرزائیت کی پرچار کے لئے بلا لیا کرتے تھے تو اس کے مدمقابل وزیر آباد شہر کے علماء بھی مذہب باطل (مرزائی) کی خوب تردید کرتے رہتے تھے اور نبی کریم، رسول عظیم، نبی مکرم، رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور بزرگی و جلالیت کا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی گمراہی اور بطالت کا خوب پرچار کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ایسا ہوا کہ شہر وزیر آباد کے مرزائیوں نے ایک بڑا مبلغ قادیان ضلع گورداسپور سے بلا لیا اور مناظرہ کے لئے چیلنج کر دیا گیا تو دوسری طرف اہلیانِ شہر وزیر آباد کی طرف سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کیا گیا اور مقامِ مناظرہ کے لئے شہر کے بازار ریل گلہ کے چوک کا تعین کیا گیا۔

مناظرہ کا موضوع تھا "حیاتِ مسیح، وفاتِ مسیح اور کیا مرزا نبی ہے؟" حضرت علامہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حیاتِ مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) ثابت کرنی تھی اور مرزائی مبلغ نے وفاتِ مسیح ثابت کرنی تھی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چند آیاتِ قرآنی سے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

پر استدلال قائم کیا اور قرآنی آیات کی روشنی میں اپنے دعویٰ کو ثابت کر دیا۔

آیت نمبر ۱

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

(القرآن الکریم ۴:۱۵۹)

ہر اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لائے گا۔ قبل موتہ کی ضمیر غائب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔

آیت نمبر ۲

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (القرآن الکریم ۴:۱۵۷)

یہود کا خیال تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے تو ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ ہی انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیا لیکن ان یہود کو شبہ پڑ گیا تھا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔

آیت نمبر ۳

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (القرآن الکریم ۴:۱۵۷، ۱۵۸)

یہود نے یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی (آسمانوں کی) طرف اٹھا لیا ہے۔

پھر مرزائی مبلغ نے اپنے ٹائم کے اندر وفاتِ مسیح پر قرآن کریم کی دو آیات پڑھیں جس سے اس نے استدلال قائم کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

آیت نمبر ۱

يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ (القرآن الکریم ۳:۵۵)

"اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا

ہوں۔"

آیت نمبر۲

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (القرآن الکریم ۳:۱۴۴)

"تحقیق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے رسول فوت ہو چکے ہیں۔"

جب اس مرزائی مبلغ نے ان دو آیات سے وفاتِ مسیح پر استدلال کیا جو کہ سراسر غلط' لغو اور بیہودہ تھا تو اس پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مناظر پر گرفت کی اور اس کے استدلال کو غلط اور فاسد ثابت کر دیا کہ آیت نمبر۱ میں متوفی صیغہ اسم فاعل ہے اور اس کا مصدر مادہ توفی ہے توفی سادہ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی فوت کرنا' سلانا' کامل عمر تک پہنچانا۔ قاعدہ ہے: اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال "جہاں چند معانی کا احتمال ہو وہاں دلیل پکڑنا باطل اور فاسد ہوتا ہے۔"

لہٰذا اس آیت سے تیرا وفاتِ مسیح پر استدلال درست اور صحیح نہیں کیونکہ اس میں تین احتمال ہیں۔ مزید یہ کہ واؤ عاطفہ معطوف اور معطوف علیہ کو صرف جمع کرتی ہے ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی لہٰذا معطوف کا وجود معطوف علیہ سے پہلے بھی ہو سکتا ہے جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ (القرآن الکریم ۳:۴۳)

اس آیت کے اندر سجدہ پہلے اور رکوع بعد میں ہے حالانکہ فی الواقع رکوع پہلے ہے اور سجدہ بعد میں ہے تو پھر آیت کا ترجمہ یہ ہوا:

"اے عیسیٰ (علیہ السلام)! میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کامل عمر تک (بڑھاپے تک) پہنچانے والا ہوں۔"

مرزائی مبلغ کے استدلال کی دوسری آیت پر گرفت اس طرح کی کہ تو نے اس آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے کہ تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول فوت ہو چکے ہیں۔ یہ ترجمہ

بالکل غلط اور فاسد ہے اس میں بددیانتی اور خیانت ہے حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ محمد ﷺ سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں لہٰذا اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ خلت ماضی کا صیغہ ہے خلا یخلو خلوا کا معنی گزرنا ہے اس کا معنی فوت ہونا نہیں ہے۔ اگر تیرے دعویٰ میں صداقت ہے تو کسی لغت کی کتاب میں نکال دے کہ خلا یخلو خلوا کا معنی فوت ہونا ہے اور میں (محمد عبدالغفور ہزاروی) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ معنی نہ تو لغت کی کسی کتاب میں ہیں اور نہ ہی تو کسی کتاب سے نکال سکے گا۔ اس پر مرزائی مبلغ مبہوت و حیران ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

اس طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حیاتِ مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) کو مدلل طریقہ سے ثابت کر دیا اور مخالف کے استدلال کو واضح اور بین طریقہ سے رد کر کے اس کو مبہوت اور لاجواب ہونے پر مغلوب و مجبور کر دیا۔ پھر وہ شکست خوردہ مغلوب شرمندگی اور شرمساری کی وجہ سے کتابوں کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ اس کی شکست خوردہ حالت کو دیکھ کر مجمع کے اندر اہل حق نے نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت بلند کر دیا۔ پھر قادیانی مبلغ نے کچھ ہمت کر کے دوسرے موضوع کو چھیڑ دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر دلائل دینے شروع کر دیئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی چاہتے تھے کہ مبلغ قادیانی کی مجمع عام میں ایسی ذلت و رسوائی ہو کہ آئندہ مرزائیوں کو وزیر آباد اور اس کے گرد و نواح میں کسی قادیانی مبلغ کو مناظرہ کرنے کی ہمت نہ رہے۔ چنانچہ قادیانی مبلغ نے کہا کہ میں قرآن سے یہ ثابت کروں گا کہ نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

آیت نمبر ۱

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ

الْوَتِيْنَ (القرآن الکریم ۶۹: ۴۴ تا ۴۶)

''اور اگر وہ ہم پر ایک بات بھی بنا کر کہتے ضرور ہم ان سے بقوت بدلہ لیتے پھر ان کی رگِ دل کاٹ دیتے۔''

یعنی ہم اس کو ہلاک کر دیتے ہیں وہ طبعی موت نہیں مرتا بلکہ اس کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس بدبخت کذاب نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب دعویٰ نبوت میں سچے ہیں کیونکہ وہ طبعی موت مرے ہیں ہلاک نہیں کیے گئے۔

آیت نمبر ۲

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ

(القرآن الکریم ۴: ۶۹)

''اور جو کوئی حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا پس وہ شخص ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالحین کے ساتھ ہو گا۔''

ترجمہ کرنے کے بعد مرزائی مبلغ نے کہا: حاضرین کرام! اس میں کوئی شک نہیں کہ صالحین، شہیدوں، صدیقوں کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا جب یہ تین سلسلے قیامت تک جاری رہیں گے تو چوتھا سلسلہ نبوت بھی قیامت تک جاری رہے گا اور مرزا صاحب دعویٰ نبوت میں سچے ہیں۔

جب مرزائی مبلغ کا وقت ختم ہوا تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دلائل کا جواب دینا شروع کیا اور فرمایا کہ آیت ولو تقول علینا الآیۃ میں تقول صیغہ ماضی کا ہے اور تقول کا فاعل نبی کریم کی ذات گرامی ہے۔ تقول کا فاعل مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز نہیں۔ آیت ولو تقول علینا تیرہ سو سال پہلے کی نازل شدہ ہے اور مرزا

غلام احمد قادیانی تیرہ سو سال بعد پیدا ہوتا ہے۔ آیت ولو تقول علینا کے نزول کے وقت تو اس کا نام ونشان بھی نہ تھا لہٰذا ولو تقول کا فاعل نبی کریم کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ آیت کفارِ مکہ کے اس دعویٰ کے رد میں نازل ہوئی تھی جو کفارِ مکہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ کلام خود من گھڑت (خود گھڑ کر) لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ کے جھوٹے دعویٰ کو رد کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ ولو تقول علینا الآیۃ اگر بالفرض محمد ﷺ خود کلام کو گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کو پوری قوت سے پکڑ لیتے اور ان کی شہ رگ کو کاٹ دیتے۔ جب ہم نے ان (محمد ﷺ) پر پوری قوت کے باوجود نہ گرفت کی ہے نہ شہ رگ کاٹی ہے۔ اس آیت سے تو نبی کریم ﷺ کی نبوت کی صداقت اور قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے کی حقانیت واضح ہوتی ہے۔ اس آیت کا مصداق و فاعل مرزا غلام احمد قادیانی کو بتانا بددیانتی اور کذب بیانی ہے۔

پھر دوسری آیت فاولئك مع الذین انعم الله علیهم الآیۃ سے مبلغ قادیانی کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ صدیقین، شہداء، صالحین کا سلسلہ جاری رہنے سے سلسلہ نبوت کے جاری رہنے پر استدلال قائم کرنا صحیح اور درست نہیں بلکہ یہ تو قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ پھر آپ نے قرآنی آیت:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (القرآن الکریم ۳۳:۴۰)

"محمد (ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں کے پچھلے۔"

پڑھ کر سنائی اور چند احادیث بھی سنا دیں جن سے نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا اور مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا نبی ہونا ثابت کر دیا۔

حدیث نمبرا

انا العاقب سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ میں آخری نبی ہوں۔ عاقب کا عقب مصدر و مادہ ہے جس کا معنی ہے شئی کا پچھلا حصہ تو آپ سرکار نے واضح کیا کہ میں سلسلہ نبوت میں آخری نبی ہوں۔

حدیث نمبر۲

ختمت بی النبوۃ ''میرے ساتھ سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے۔''

حدیث نمبر۳

آپ ﷺ نے سلسلہ نبوت کو ایک مکان کے ساتھ تشبیہ دے کر اس طرح بیان کیا کہ ایک کاریگر نے ایک خوبصورت مکان بنایا جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھی تو ہر دیکھنے والے نے مکان کی تعریف کی اور کہا بس صرف ایک اینٹ کی کمی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار وہ اینٹ تو میں ہی ہوں۔ پس آپ ﷺ نے واضح کر دیا کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا' کذاب' ملعون ہے۔

حدیث نمبر۴

جب سرکارِ دوعالم ﷺ نے آخری غزوہ (غزوۂ تبوک) پر جانے کی تیاری کی تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی کو امامت کے واسطے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شیر خدا کو دیگر امور و معاملات کے واسطے مقرر کر دیا۔ جب سرکارِ دوعالم ﷺ اپنے صحابہ کے جم غفیر اور لشکر کثیر کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے چلے تو ابھی مدینہ منورہ سے تھوڑی دور ہی باہر گئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے بچوں' عورتوں' بیماروں' بوڑھوں اور پیچھے رہنے والے منافقوں میں چھوڑ آئے ہیں مجھے یہ گوارا نہیں مجھے بھی ساتھ لے چلیں

تو اس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا علی اما لا ترضٰی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ ولکن لا نبی من بعدی

''اے علی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیرا میرے نزدیک وہ مقام ہے جو ہارون نبی کا مقام تھا موسیٰ نبی کے نزدیک (کوہِ طور پر جانے کے بعد) لیکن میرے بعد کوئی (نیا) نبی نہیں۔''

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نبی بعدی کہہ کر بعد میں آنے والے ہر جھوٹے مدعی نبوت کی نفی کر دی کیونکہ اسم نکرہ جب لائے نفی کے نیچے آئے تو فائدہ نفی عام کا دیتا ہے لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت جھوٹا' کذاب' ملعون و مردود ہے۔

جب مناظر اہل سنت' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنا بیان ختم کر چکے تو مبلغ قادیان مناظر مرزائیت اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے واسطے کھڑا ہو گیا تو اس نے پھر انہیں آیات کا تکرار شروع کر دیا جن آیات کو وہ شروع مناظرہ میں پڑھ چکا تھا اور بار بار انہیں آیات کو دہراتا رہا۔ علاوہ اس کے مبلغ قادیانی نے اپنے دعویٰ نبوت کے واسطے یہ آیت بھی پڑھی:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (القرآن الکریم ۲۴:۵۵)

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان والوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ضرور بالضرور زمین کے اوپر خلیفہ بنائے گا۔''

مبلغ قادیانی نے کہا کہ اس آیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کے بعد یکے بعد دیگرے خلیفہ بنائے تو اس سے مرزا صاحب کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح مبلغ قادیانی نے آیاتِ قرآنیہ میں تحریف معنوی کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کی

نبوت ثابت کرنے کی کوشش کی۔

القصہ مبلغ قادیانی جب اپنا وقت پورا کر کے بیٹھ گیا تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے تو آپ نے باآوازِ بلند بانگ دہل اعلان کر دیا کہ

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

''حق آ گیا ہے اور باطل مٹ گیا ہے یقیناً باطل مٹنے والی شے ہے۔''

سامعین کرام اور معززین حضرات! غور سے سنیں مبلغ قادیانی نے جو آیات دوبارہ پڑھی ہیں میں ان کا مدلل اور مسکت جواب دے چکا ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی و رسول ہونا آیاتِ بینات اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ امت سے ثابت کر چکا ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا نبی ہونا بھی دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت کر چکا ہوں نیز وعد الله الذين امنوا منكم میں خلافت صحابہ کی طرف اشارہ ہے اور صحابہ ہی اس آیت کے مخاطب و مصداق اولین ہیں جیسا کہ حدیث نبویہ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

حدیث نمبر۱

الخلافة من بعدى ثلاثون سنة

''خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اڑھائی سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے، دس سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے، بارہ سال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے، پانچ سال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اور چھ ماہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے تو اس طرح خلافت کے تیس سال پورے ہوئے۔

حدیث نمبر۲

الخلافة بالمدينه والحكومة بالشام

''خلافت مدینہ میں ہوگی حکومت شام میں ہوگی۔''

تو اس طرح آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کاذبہ اور اس کے مصنوعی خلفاء کی خلافت باطلہ کا قرآن وحدیث کے دلائل نقلیہ قویہ سے رد فرما کر بطلان و کذب ثابت کر کے گرجدار آواز میں پرزور اعلان فرمایا کہ معزز سامعین حضرات! ذرا غور سے سنو کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت' نبوت کاذبہ باطلہ کا خود اس کی کتابوں سے ثابت کرتا ہوں۔ مبلغ قادیانی اور اس کے ہم خیال' ہم مشرب قادیانی مرزائی سب غور سے سن لیں اور میں کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا اور کاذب ہے اور اس کا دعویٰ نبوت بھی جھوٹ اور کذب کا پلندا ہے اس لئے کہ وہ اپنی پیشین گوئی میں بالکل جھوٹا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب میں پیشین گوئی کی تھی کہ محمدی بیگم میری نبوت پر ایمان لائے گی اور میرے ساتھ نکاح کرے گی۔ اس پیشین گوئی میں مرزا غلام احمد دو طرح سے جھوٹا اور کاذب ہے۔ نہ تو محمدی بیگم مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان لائی اور نہ ہی محمدی بیگم کا مرزا غلام احمد کے ساتھ نکاح ہوا تھا تو اس پیشین گوئی میں مرزا غلام احمد دو طرح سے جھوٹا ہے اور جو شخص جھوٹا کاذب ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا لہٰذا مرزا غلام احمد نبی نہیں بلکہ وہ جھوٹا' کاذب' مردود اور ملعون ہے۔

تو اس کے جواب میں مبلغ قادیانی نے کہہ دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں حکم میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اگر عالم دنیا میں پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی تو عالم آخرت میں پوری ہو جائے گی۔ حکم میں تبدیلی کی مثال تو قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ (القرآن الکریم ۷:۱۴۲)

''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے تیس روزے رکھنے کا حکم ہوا پھر دس روزے اور رکھنے کا حکم ہوا۔''

اگر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے واسطے روزے رکھنے میں حکم کی تبدیلی ہو سکتی ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کے واسطے بھی پیشین گوئی کے حکم میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اگر عالم دنیا میں پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی تو عالم آخرت میں یہ پیشین گوئی ضرور بالضرور پوری ہو گی۔

جب مبلغ قادیانی نے یہ جواب دیا تو اس پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مناظرانہ محققانہ گرفت کی کہ چلو تمہاری بات ہی مان لیتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی عالم آخرت میں پوری ہو گی۔ سنو ہمارے عقیدہ اہل سنت کے مطابق محمدی بیگم جنت میں جائے گی اور تمہارے عقیدہ کے مطابق محمدی بیگم دوزخ میں جائے گی کیونکہ وہ مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان نہ لائی تھی اور تمہارے عقیدہ کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی جنت میں جائے گا پھر تمہارے عقیدہ اور قول کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئی ضرور بالضرور پوری ہو گی یعنی رسم نکاح کے واسطے دوزخ میں جانے کی تیاری ہو گی چنانچہ مرزا غلام احمد کو دولہا بنایا جائے گا اور مرزا کی جماعت کے مبلغ اور غیر مبلغ سب باراتی ہوں گے پھر مرزا غلام احمد قادیانی اور سب باراتی رسم نکاح کی ادائیگی کے واسطے دوزخ میں محمدی بیگم کے پاس جائیں گے پھر اگر رسم نکاح کے بعد محمدی بیگم کے اہل خانہ کہہ دیں کہ یہ داماد بہت ہی اچھا سمجھدار ہے اس کو ہم ادھر ہی دوزخ میں رکھیں گے پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ پیشین گوئی سچ ہو گی۔ وہ بدحواس ہو کر بولا ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ شرمندگی کی وجہ سے اس کی آنکھیں پتھرا گئیں' ہونٹ خشک ہو گئے' زبان پر سکتہ طاری ہو گیا بلکہ تمام مرزائی ہکے بکے رہ گئے۔ پھر ہر طرف پوری مجلس میں نعروں کی گونج اٹھی۔ نعرہ تکبیر .... اللہ اکبر' نعرہ رسالت .... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ختم نبوت .... زندہ باد۔

اس موقع پر مرزائیوں کی ایسی مٹی پلید ہوئی کہ پھر وزیر آباد اور اس کے گرد و نواح میں مرزائیوں کو کوئی مبلغ بلانے کی ہمت نہ ہوئی۔

مناظرہ دھونکل وزیر آباد:

وزیر آباد سے چند میل دور جنوب کی طرف دھونکل نامی ایک بستی ہے جس میں اکثریت اہل سنت والجماعت حنفی مسلک کے لوگوں کی تھی اور اب بھی اکثریت اسی مسلک کی ہے اور گنتی کے کچھ گھر غیر مقلد تھے۔ غیر مقلد چونکہ ائمہ اربعہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم) میں سے ہر کسی کی تقلید کو گمراہی سمجھتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین پر تنقید اور اعتراض کرنا ان کا شیوہ اور فطرت ہے تو اس بنا پر دھونکل میں وہابی، سنی تنازعہ اور جھگڑا شروع ہو گیا۔ جب اختلاف اور جھگڑے نے شدت اختیار کی تو وہابی سنی ہر دو فریق نے مناظرہ کے واسطے اپنے اپنے مناظر صاحبان کو بلا لیا۔ دھونکل کے اہل سنت معززین نے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں گجراتی کو بلا لیا اور وہابی غیر مقلدوں نے مولوی احمد دین گکھڑوی کو بلا لیا۔ مقررتاریخ پر ہر دو مناظر دھونکل پہنچ گئے۔ اہلیانِ دھونکل کے علاوہ گردونواح کی بستیوں سے کثیر عوام و خواص لوگ ہر دو فریق کے کثیر تعداد میں مناظرے کا رنگ دیکھنے کے واسطے جمع ہو گئے جن میں اکثریت اہل سنت والجماعت کے لوگوں کی تھی۔ الغرض جب اسٹیج سج گیا اور عوام کا ہجوم جلسہ گاہ میں جمع ہو گیا تو ہر دو مناظر نے اپنے اپنے دعوے پر دلائل دینے شروع کر دیئے اور اپنے اپنے مذہب کی حقانیت وصداقت کو ثابت کرنا شروع کر دیا شروع شروع میں مناظر اہل سنت مفتی احمد یار خاں گجراتی دلائل قویہ کی وجہ سے مناظر احمد دین گکھڑوی پر غالب رہے اور مضبوط اور پختہ دلائل کی بنا پر اس کو خوب مار دی اور نہایت زچ کر دیا۔ قریب تھا کہ وہ شکست فاش کھا جائے آخر اس نے مناظرانہ چال چلتے ہوئے ہوشیاری، چالاکی سے کام لیا اور اس نے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے اور کہنا شروع کر دیا کہ یہ بہت گندا مذہب ہے اس میں فلاں فلاں گندگی ہے۔ حتیٰ کہ اس نے فقہ حنفی کی مستند کتاب ہدایہ کو فضا میں بلند کرتے ہوئے بابنگ دہل کہہ دیا کہ حاضرین مجلس یہ دیکھو

حنفیوں کی مستند اور معتبر کتاب ہدایہ ہے جس میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ حاضرین مجلس اور سامعین کرام جس مسلک اور مذہب کا یہ حال ہے ایسے گندے مذہب سے خدا کی پناہ اور العیاذ باللہ۔ الغرض اس مناظر گکھڑوی نے مذہب حق اہل سنت اور دین حنیف پر خوب کیچڑ اچھالا اور مذہب حنفی کی اور مسلک امام ابوحنیفہ کی پرزور تردید کی۔ پھر اہل سنت والجماعت کے مناظر مفتی احمد یار خاں گجراتی اپنے وقت پر اعتراضات کا جواب دینے کے واسطے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کتاب ہدایہ کو اٹھا کر بلند کیا اور مدمقابل مناظر کے اعتراضوں کا بطریق احسن علمی پیرایہ میں جواب دینا شروع کر دیا۔ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی کے جواب یقیناً علمی اور مدلل تھے لیکن چونکہ مفتی صاحب کے جوابات عام فہم نہ تھے اس لئے حاضرین محفل اور معززین جلسہ آپ کے جوابوں سے متاثر نہ ہو سکے بلکہ حاضرین اہل سنت کو مفتی احمد یار خاں کے جوابوں پر مایوسی ہوئی حالانکہ آپ کے جوابات یقیناً علمی تھے۔ پھر مناظر احمد دین گکھڑوی اپنے وقت پر کھڑا ہو گیا۔ مفتی صاحب کے جوابوں کو یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ جواب عام فہم نہیں ہیں اور غیر مؤثر ہیں کھڑا ہوتے ہی اہل مجلس پر چھا گیا اور مذہب برحق اہل سنت اور فقہ حنفی پر اس نے پرزور لفظوں میں کیچڑ اچھالنا شروع کر دیا۔ اس وقت جو اس کے منہ میں آیا اس نے کہہ دیا۔ پھر کیا ہوا بس جو غالب تھا وہ مغلوب ہو گیا اور جو مغلوب تھا وہ غالب ہو گیا اور حاضرین مجلس میں اہل سنت و جماعت کے دلوں کی تازہ کلیاں مرجھا گئیں۔ قریب تھا کہ اہل سنت شکست سے دوچار ہو جاتے بس اچانک اللہ تعالیٰ نے مذہب حق اہل سنت و جماعت کی غیبی مدد کی اور آیت جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ''حق آ گیا باطل مٹ گیا یقیناً باطل مٹنے والی شے ہے'' کا ظہور ہو گیا اور مولوی احمد دین گکھڑوی نے کہہ دیا کہ مولوی احمد یار خاں گجراتی تو میرے واسطے معمولی بات ہے اگر آج مولوی محمد عبدالغفور ہزاروی بھی ہوتا تو وہ بھی بچ کر

نہ جاتا کیونکہ آج میں نے فقہ حنفی کا صحیح آپریشن کر دیا ہے اور آج پورے کا پورا پول کھول دیا ہے۔ حسن اتفاق یہ کہ رأس المتکلمین، رئیس المناظرین، عمدۃ المحققین، سرتاج المدققین حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی بھی وزیر آباد سے دھونکل پہنچ چکے تھے اور جلسہ گاہ کی اسٹیج سے ذرا ہٹ کر علماء اور طلباء کے ہجوم میں ایک چارپائی پر بیٹھ کر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جب گکھڑوی نے حضرت مولانا ہزاروی کو للکارا اور اس نے ان کو مناظرہ کا چیلنج کر دیا تو اسی وقت فوراً ہی حضرت مولانا فیض علی فیضی سابق خطیب جامع مسجد راولپنڈی کے والد گرامی اور دیگر معزز احباب آپ کے پاس حاضر ہو گئے اور کہنے لگے کہ حضرت صاحب! اس نے تو آپ کو چیلنج کر دیا ہے جناب مسلک کی لاج رکھیں اور آج اس کی زبان کو لگام دیں۔ خیر وہ احباب منت سماجت کر کے حضرت علامہ ہزاروی کو اسٹیج پر لے گے۔ پھر کیا ہوا بس اس وقت ایک گونج اٹھی:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

ایک شور بلند ہوا کہ اب گھمسان کا معرکہ ہوگا اہل سنت کے دلوں کی مرجھائی ہوئی کلیوں میں تازگی آ گئی اور ان کے مایوس چہروں پر خوشی کی لہریں دوڑنے لگیں اور جلسہ گاہ کے منتشر اور بکھرے ہوئے عوام و خواص افراد پھر جلسہ گاہ میں جمع ہو گئے اور ہمہ تن گوش رئیس المناظرین حضرت علامہ ہزاروی کا خطاب لاجواب اور جواب باصواب سننے کے واسطے متوجہ ہو گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اسٹیج پر آتے ہی خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ مولوی احمد دین گکھڑوی نے مجھے چیلنج کر دیا ہے اور اس نے کہہ دیا ہے کہ اگر آج مولوی محمد عبدالغفور ہزاروی بھی ہوتا تو وہ بھی بچ کر نہ جاتا۔ حاضرین جلسہ سنو میں اس کے چیلنج کا جواب دینے کے واسطے اسٹیج پر آ گیا ہوں۔ اس کا یہ اعتراض ہے کہ فقہ حنفی گندی ہے کیونکہ فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا

کرتا ہے اس شخص پر حد نہیں ہے۔ حاضرین جلسہ اگر یہ مولوی خود ہی کہہ دے کہ جو شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے اس پر حد نہیں ہے تو پھر بتاؤ اس مولوی کی کیا سزا ہوگی؟ تو حاضرین جلسہ سے یہ آواز بلند ہوئی کہ جو کالے چور کی سزا ہوتی ہے وہ اس کی سزا ہو گی۔ پھر آپ نے مولوی احمد دین گکھڑوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ ماں کے ساتھ زنا کرنا حرام قطعی ہے یا کہ نہیں تو اس مولوی (احمد دین) نے کہا یقیناً حرام قطعی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اچھا یہ بھی بتا کہ جو شخص حرامِ قطعی کو حلال سمجھے تو وہ شخص مومن ہے یا کافر ہے تو اس مولوی (احمد دین) نے کہا: وہ کافر ہے آپ نے پوچھا یہ بتاؤ حد مومن کے لئے ہے یا کافر کے لئے اس نے جواب دیا حد تو مومن کے واسطے ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اچھا یہ بتا کہ جو شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے اس شخص کے واسطے حد ہے یا کہ نہیں تو فوراً وہ مولوی (احمد دین) مبہوت ہو کر بولا کہ جو شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے اس شخص پر حد نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: پکڑو اس کو یہ خود ہی اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ جو شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے اس شخص پر حد نہیں ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہ شخص (مولوی احمد دین) فقہ حنفی پر کیچڑ اچھال رہا تھا کہ فقہ حنفی گندی ہے اب یہ خود ہی کہہ رہا ہے کہ ماں کے ساتھ زنا کرنے والے پر حد نہیں ہے۔ جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ پکڑو اس کو تو اس مولوی نے بدحواس ہو کر بھاگنے کے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھا آگے آگے وہ مولوی اور اس کے پیچھے پیچھے عوام اہل سنت کا پر جوش ہجوم۔ اس نے بھاگتے بھاگتے کماد کی فصل میں پناہ لی تو عوام اہل سنت نے اس کو پکڑ کر اس کی خوب تذلیل کی اور مار پٹائی کہ اتنی دیر میں حضرت بھی وہاں پہنچ گئے تو پھر اس مولوی نے حضرت رئیس المناظرین علامہ ہزاروی کو خدا اور رسول کا واسطہ دے کر عوام اہل سنت سے اپنی جان کی خلاصی کروائی اور راہِ فرار پائی۔

مناظرہ حاصلانوالہ ضلع گجرات:

دارالعلوم حنفیہ حاصلانوالہ ضلع گجرات کے حضرت مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''نکاح صغیرہ اور ولی کی حیثیت'' پر غیر مقلد مولوی احمد دین صاحب گکھڑ کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ دونوں جانب سے باہمی شرائط کو طے کیا گیا۔ اہل سنت کی جانب سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مناظر مقرر ہوئے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر دونوں جانب سے علماء کرام حاصلانوالہ ضلع گجرات میں جمع ہوئے اور عوام کے سامنے مناظرہ ہوا جس میں مولوی احمد دین گکھڑوی کو شکست ہوئی۔ مناظرہ کی مکمل روائیداد میاں کرم الٰہی مہتمم جامعہ حنفیہ ضلع گجرات کی طرف سے سولہ صفحات پر مشتمل ایک پمفلٹ بنام ''علمائے حنفیہ کے نزدیک مسائل نکاح میں نکاحِ صغیرہ اور ولی کی حیثیت پر اچھوتا مناظرہ'' گجرات پرنٹنگ پریس تمبل بازار گجرات سے شائع ہوا جس کو ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے جس میں پہلے باہمی شرائط کا ذکر پھر مدعی کے دلائل اور بعد میں حضرت شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات اور دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس مناظرہ کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ مناظرہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وزیر آباد تشریف آوری کے بعد ہوا۔

حنفیوں کی طرف سے مناظر ابوالحقائق، شیخ القرآن حضرت مولانا محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی وزیر آباد اور غیر مقلدین کی طرف سے مولوی احمد ین گکھڑوی مناظر تھے۔ ابتدائے بحث میں شرطوں کا ذکر چھڑ گیا کیونکہ غیر مقلدین نے دو فتوے دیئے ہوئے تھے اور عرصہ دراز تک ان کے مدعی بننے سے گریز کرتے رہے اور انہوں نے اپنے ایک جلسہ میں اعلان بھی کیا کہ کوئی حنفی ان دو فتووں پر بحث کر لے۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے حنفیوں کی طرف سے چیلنج مناظرہ کے لئے ایک اشتہار بعنوان اظہارِ حقیقت شائع کیا گیا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ غیر مقلدین میں اگر جرأت مناظرہ ہے تو مدعی ہو کر میدان میں نکل آئیں۔ اس اعلان کو سن کر غیر مقلدین کے آٹھ دس آدمی

حاصلانوالہ میں آئے اور شرائط نامہ پر دستخط کرنے کے لئے کہا۔ شرائط نامہ میں لکھا گیا کہ ایک مسئلہ کے حنفی مدعی ہوں گے اور دوسرے مسئلہ کے غیر مقلدین مدعی ہوں گے۔ غیر مقلدین غیر مقلدوں کی اور مقلدین مقلدوں کی حدیث کی مسلم بین الفریقین کتابیں پیش کریں گے۔ یہ شرطیں باتفاق رائے پاس ہو کر غیر مقلدین کی طرف سے دو معتبر آدمیوں یعنی حافظ امام دین صاحب سکنہ رجوعہ جو غیر مقلدین کے اعلیٰ رکن ہیں اور مفتی صاحب جنہوں نے دونوں فتوے دیئے تھے (یعنی مولوی محمد یٰسین صاحب غیر مقلد) کے دایاں بازو ہیں فتح محمد نے اور مقلدین کی طرف سے حافظ فضل کریم اور میاں کرم الٰہی نے شرائط نامہ پر دستخط کئے۔

اس آخری شرط سے جس پر فریقین کے معتبر آدمیوں نے دستخط کئے ہوئے تھے غیر مقلدین کے اوسان خطا ہو گئے۔ ہمارے خیال میں شاید ان کے پاس حدیث کی کوئی معتبر بین الفریقین کتاب نہ تھی جس کا مصنف غیر مقلد ہو۔ آخر مناظر گاہ میں کھلے الفاظ میں غیر مقلدوں نے اعلان کیا کہ چونکہ حافظ امام دین اور فتح محمد غیر مقلد جنہوں نے شرائط پر دستخط کئے ہیں غیر معتبر اور غیر ذمہ دار ہیں اس لئے ہم ان متفقہ طے شدہ شرائط پر بحث کرنے کو تیار نہیں بلکہ ہمیں حنفیوں کے شائع شدہ اشتہار کی شرطیں منظور ہیں۔ احناف نے اس کو بھی بسروچشم قبول کر لیا۔ اشتہار کی شرطیں یہ ہیں اور بیان اس لئے کی جاتی ہیں کہ جس طرح غیر مقلدین دستخط کرنے کے بعد بھی موقع پر انکار کر گئے تھے اسی طرح شاید ان شرائط سے بھی انکار کر دیں اور کہیں کہ اس وقت مناظرہ گاہ میں ان شرائط کے اقرار کرنے والے غیر مقلد عالم بھی غیر ذمہ دار اور غیر معتبر تھے۔

شرائط: دونوں مسئلوں میں غیر مقلدین مدعی ہوں گے اور دونوں کو قرآن مجید اور حدیث شریف سے بھی ثابت کریں گے۔ دونوں صریح لفظ پیش کریں گے اور حنفی سائل ہوں گے۔

پہلا دعویٰ غیر مقلدین کا یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت اپنے کفو میں بغیر اجازت ولی نکاح کر لے تو باطل ہے۔

دوسرا دعویٰ یہ ہے کہ صغیرہ نابالغہ باکرہ کا نکاح اگر باپ نے کیا ہو تو بالغ ہو کر فاسد کر سکتی ہے۔

ناظرین کو خیال رہے کہ شرط میں طے شدہ ہے کہ صریح لفظ سے دلیل پکڑی جائے۔ طبع مستقیم و منصف مزاج کے سامنے ان کی دلیلیں لکھی جاتی ہیں جو مناظرہ گاہ میں مدعی نے بیان کی تھیں۔ اپنے دل میں اندازہ لگالیں کہ یہ دلیلیں کہاں تک مذکورہ مسئلوں کی اثبات کرتی ہیں اور ان کو مسئلہ سے کون سا تعلق ہے جو مدعی کی علمیت پر صریح ناطق ہیں کہ باوجود ایڑی چوٹی کا زور لگانے سے بھی دونوں مسئلوں کے صریح موافق دلیلیں نہیں آئیں۔ غرضیکہ مناظرہ نے وہ رنگ پکڑا جو سامعین کے دلوں میں برسوں چٹکیاں لیتا رہے گا۔ اب دلیلوں کو بعینہٖ جو اس وقت مدعی نے بیان کیں لکھی جاتی ہیں تاکہ قارئین کے سامنے مناظرہ کا نقشہ اپنی اصلی کیفیت سے اتر آئے۔

دلائل

(۱) وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط (القرآن الکریم ۳۳:۵۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کا نکاح ہبہ سے ہو جاتا ہے' دوسرا بغیر مہر اسی طرح بغیر گواہوں کے بھی نکاح ہو جاتا ہے اور ولی کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ چار چیزیں نبی علیہ السلام کا خاصہ ہیں کسی اور مومن میں نہ پائی جائیں گی کیونکہ خاصہ کی تعریف لا یوجد فی غیرہٖ ہے لہٰذا اور مومنین کا نکاح بغیر ولی کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(۲) لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا (القرآن الکریم ۲:۲۲۱)

مطلب یہ ہے کہ تم مشرکین کو نکاح کر کے نہ دو جب تک ایمان نہ لے آئیں

یہاں خطاب بھی ولیوں کو ہے اس لئے عاقلہ بالغہ بغیر اجازت ولی اپنی کفو میں بھی نکاح کرے گی تو درست نہ ہو گا۔

(۳) قَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ (القرآن الکریم ۲۸:۲۷)

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ شعیب علیہ السلام آپ کہہ رہے ہیں کہ میں تجھے (اے موسیٰ علیہ السلام) اپنی ان دولڑکیوں سے ایک لڑکی سے نکاح کر دوں گا لہٰذا ثابت ہوا کہ عاقلہ بالغہ بغیر اجازت ولی نکاح نہیں کرسکتی۔

(۴) وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ

(القرآن الکریم ۲۴:۳۲)

یہاں بھی حکم ہے کہ رنڈیوں کا نکاح کر دو اور عورتوں کو خطاب نہیں کیا۔

(۵) فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ (القرآن الکریم ۲:۲۳۲)

اس میں بھی حکم ہے کہ تم عورتوں کو مت روکو اگر وہ نکاح اپنے مردوں سے کریں۔ معلوم ہوا کہ ولیوں کو روکنے کا حق تھا اب منع کیا گیا۔

(۶) عن عائشة ان النکاح فی الجاهلیة علی اربعة انحاء فنکاح منها نکاح الناس الیوم یخطب الرجل ولیتهٗ اوا بنته فیصد قها ثم ینکحها الی اخره فلما بعث محمد بالحق هدم نکاح الجاهلیة کلهٗ الا نکاح الناس الیوم (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ باقی نکاح جن کی حدیث میں تفصیل ہے وہ یہ کہ نکاح استبضاع کا یا کچھ آدمیوں کا ایک عورت سے صحبت کرنا پھر لڑکا جننے کے بعد اس عورت کا ان تمام کو بلا کر ان میں سے ایک شخص سے لڑکے کی نسبت کر دینا اور چوتھا وہ نکاح ہے کہ ایک

عورت کے پاس جس کی مرضی چاہے جائے۔ غرضیکہ باقی تین قسم کے نکاح جو زمانہ جاہلیت میں تھے منسوخ ہو گئے اور خطبہ ایک مرد کا دوسرے مرد کو اس کی ولیہ یا لڑکی کا نکاح کر دینے کے لئے کرنا منسوخ نہ ہوا۔

(۷) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: **قال عمر رضی اللہ عنہ فلقیت ابابکر رضی اللہ عنہ فقلت ان شئت انکحتك حفصة رضی اللہ عنہا** (بخاری شریف)

یہاں بھی ولی نکاح کر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ نکاح نہیں کر سکتی اگر کرے تو باطل ہے۔

(۸) **من بریدة قال خطب ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و فاطمه رضی اللہ عنہا فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انها صغیرة ثم خطبها علی رضی اللہ عنہ فزوجها منه** (نسائی، مشکوٰۃ)

دوسرا مسئلہ:

صغیرہ نابالغہ باکرہ کا نکاح اگر پہلے باپ نے کیا ہو تو وہ بالغ ہو کر فسخ کر سکتی ہے۔ قرآن مجید سے یہ دلیل بیان کی گئی جو ہدیۂ ناظرین ہوتی ہے جس سے ادنیٰ سے ادنیٰ ترجمہ جاننے والا بھی معلوم کر لے گا کہ صریح لفظ قرآن مجید ہی دعویٰ کو باطل کر رہے ہیں۔ وھو ھذا

(۱) وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ

(القرآن الکریم ۳۰:۲۱)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صغیرہ نابالغہ کا نکاح اگر باپ نے کیا ہو تو بالغ ہو کر فسخ کر سکتی ہے۔

(۲) **عن ابن عباس قال ان جاریة بکرا انت رسول الله صلی الله علیه**

وسلم ان اباها زوجها وهی كارهة فخيرها النبی صلی الله عليه وسلم

(رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے معلوم ہو کہ چھوٹی لڑکی کا نکاح باپ نے کیا تو وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئی تو نبی علیہ السلام نے نکاح توڑ دیا اور اس کو اختیار دے دیا کہ جہاں تم چاہو نکاح کرو۔

اس مسئلہ میں مدعی غیر مقلد نے کھڑے ہوتے ہی کہا کہ میں بطورِ نقض اور معارضہ کے اپنے سائل حنفی سے پوچھتا ہوں کہ نابالغہ لڑکی جب باپ دادا کے ماسوا اور ولیوں کا نکاح بالغ ہو کر توڑ سکتی ہے تو باپ کا نکاح کیوں توڑ نہیں سکتی بلکہ میں (غیر مقلد) کہتا ہوں کہ عام عورتوں کا حکم ہے کہ جب خاوند سے ناراض ہو جائیں تو نکاح توڑ سکتی ہیں خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ' شیبہ ہو یا باکرہ کیونکہ جس طرح اقیموا الصلوٰۃ کا حکم ہر عورت چھوٹی بڑی کو شامل ہے اسی طرح نکاح توڑنے کا حکم بھی عام ہے۔ جب عام ہوا تو صغیرہ نابالغہ کو بھی شامل ہو گیا۔ مناظرہ میں مدعی غیر مقلد کی حالت تھی کہ اپنے دعویٰ کو بھی بھول کر دعویٰ کے باطل کرنے والی دلیلیں بیان کیں۔

حضرت ابوالحقائق مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی
کے بیان کردہ جوابات اور دلائل

پہلی دلیل کا جواب:

پہلے اس آیت مبارکہ کا ترجمہ جو شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم نے کیا ہے پر غور کرو پھر اصل مسئلہ ناظرین پر خود بخود واضح ہو جائے گا۔

"اور حلال کی عورت ایمان والی اگر بخش دیوے یعنی بغیر مہر کے جان اپنی واسطے نبی کے اگر ارادہ کرے نبی یہ کہ نکاح کرے اس کو خالص واسطے تیرے

یعنی واسطے اپنے سوائے مسلمانوں کے۔"

اب دیکھنے والا اگر انصاف کی نظر سے دیکھے تو معلوم ہو جائے گا کہ مدعی غیر مقلد اس آیت میں کن صریح لفظوں سے ظاہر کرتا ہے کہ بغیر ولی کے نکاح کرے تو نکاح نبی علیہ السلام کا تو ہو جاتا ہے مگر مومنوں کا نہیں ہوتا۔ اگر یہ صریح لفظ کہ اگر بغیر اجازت ولی کوئی عاقلہ بالغہ عورت نکاح کرے تو نبی علیہ السلام کا ہو جاتا ہے مگر مومنوں کا نہیں ہو سکتا۔ کسی معتبر بین الفریقین مترجم نے اس مذکورہ آیت کا لفظی ترجمہ کیا ہو تو مدعی کو پیش کرنا چاہئے لیکن مدعی غیر مقلد ایسے صریح لفظوں میں اس آیت بلکہ جمیع قرآن مجید سے کسی آیت کا ترجمہ بھی قیامت تک پیش نہ کر سکے گا۔ ھاتوا برُھانکم ان کنتم صادقین

خاصہ کی تعریف جو مدعی نے کی ہے کہ لَا یُوجد فی غیرہٖ فقط انہی لفظوں سے اس کی تعریف کس کتاب والے نے کی ہے۔ صرف اتنے ہی لفظ کسی کتاب والے نے خاصہ کی تعریف میں بیان کئے ہوں تو مدعی غیر مقلد کو میدان میں پڑھ کر سنانی چاہئے۔ لکن لم تفعلوا ولن تفعلوا الیٰ یوم القیٰمۃ

تنبیہ: اب بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ ان دونوں سوالوں کا جواب کسی غیر مقلد میں جرأت ہے تو بیان کرے۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا

تعریف کی کتنی قسمیں ہیں اور یہاں کون سی مراد ہے؟ یاد رہے کہ غیر مقلدوں سے مناظرہ میں ان تینوں سوالوں کا جواب بالکل نہیں دیا گیا جو حاضر پبلک پر اظہر من الشمس ہے۔

دوسری دلیل کا جواب:

ترجمہ اس طور پر ہے: "مت نکاح کرو شرک کرنے والوں سے یہاں تک کہ ایمان لائیں۔" یہاں صریح لفظ کون سا ہے جو دلالت کرے کہ عاقلہ بالغہ بغیر اجازت ولی نکاح کرے تو درست نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ خطاب مردوں سے ہے تو اس سے یہ

کب لازم آتا ہے کہ عورتیں مختار نہیں۔ اگر ان دونوں کے درمیان کوئی ملازمت ہے تو بیان کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ اگر ہر جگہ جمع مذکر کا صیغہ مردوں کو ہی شامل ہوتا ہے اور عورتوں کو مردوں کے ساتھ وہ حکم بالکل نہیں ہوتا ہے تو عورتوں پر نماز فرض نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اقیموا الصلوٰۃ بھی جمع مذکر ہے۔ اسی طرح اِنَّ الْمُبَذِّرِین كَانُوا اِخْوَان الشَّيٰطِيْن میں بھی تبذیر کا حکم عورتوں کو شامل نہ ہونا چاہئے کیونکہ مُبَذِّرِیْن جمع مذکر کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ عورتیں اسراف کریں تو ان کو یہ حکم نہیں لگا سکتے حالانکہ عورت کو بھی اسراف کرنا منع ہے نہ صرف مردوں کا لہٰذا اس آیت سے غیر مختار ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا۔

تیسری دلیل کا جواب:

”کہا کہ تحقیق میں چاہتا ہوں میں یہ کہ نکاح کردوں تجھ سے ایک کو دو بیٹیوں اپنی سے جو یہ ہیں اس پر کہ نوکری کرے تو میری آٹھ برس۔“

غور طلب امر یہ ہے کہ ترجمہ میں نہ تو ذکر آیا کہ عاقلہ بالغہ بغیر اجازت ولی کے نکاح کو باطل کہا گیا' نہ ہی ولی اور غیر ولی کا تذکرہ بلکہ یہاں تو صرف شعیب علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں کہ میں تجھے اے موسیٰ (علیہ السلام)! اپنی ان دولڑکیوں سے ایک کا نکاح کر دوں گا اگر تم میری نوکری کرو۔ اگر اس آیت مبارک میں کوئی لفظ دعویٰ کا اثبات کرتا ہے تو مدعی غیر مقلد کو پیش کرنا چاہئے مگر دعویٰ کی طرف دھیان رہے کیونکہ دعویٰ یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت بغیر اجازت ولی کے نکاح کرے تو باطل ہے۔ عقل سلیم وطبع مستقیم والے کو روشن ہو گیا ہو گا کہ اس آیت مبارکہ کو دعویٰ سے کہیں دور کا بھی تعلق نہیں ہاں! ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی کافی ہے۔

چوتھی دلیل کا جواب:

''اور نکاح کرو رانڈوں کو اپنے میں سے اور لائق والوں کو غلاموں اپنے میں سے اور لونڈیاں اپنی میں سے۔''

یہاں خطاب ولیوں کو اول تو ہے ہی نہیں کیونکہ تفسیر کبیر میں اس آیت کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ یایھا المومنون زوّجُوا مَن لا زوج مِن احرار رجالکم ونساء کم جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام خطاب ہے تمام مومنوں کو نہ صرف ولیوں کو۔ اگر ولیوں کا مانا جائے تو لازم آئے گا کہ رانڈ مردوں کے لئے بھی ولی ضروری ہو کیونکہ ایم جیسے عورت پر اطلاق پاتا ہے اسی طرح مردوں پر بھی جیسا کہ امرأۃ ایم من لا زوج لھا ورجل ایم من لا امرأۃ له حالانکہ اس بات کا قائل نہ کوئی حنفی ہے نہ وہابی۔

پانچویں دلیل کا جواب:

''پس مت منع کرو ان کو یہ کہ نکاح کریں خاوندوں اپنے سے جب راضی ہوں آپس میں ساتھ اچھی بات کے۔''

یہاں تو ان ینکحن جمع مونث کا صیغہ ہے جس کی فاعل عورتیں ہیں۔ اس سے تو صاف ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورتیں خود نکاح کر سکتی ہیں اگر ولی ان کو خود بخود نکاح کرنے سے روکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو فرماتا ہے: لَا تَعۡضُلُوۡا هُنَّ ''یعنی عورتوں کو مت روکو نکاح کرنے سے۔'' دوسرے یہ کہ خطاب اگر ولیوں کو مان لیا جائے تو کلام بے ربط ہو جائے گا کیونکہ آیت کے شروع میں اِذٰا طلقتم کا صیغہ ہے جس کا فاعل خاوند ہیں کیونکہ طلاق خاوند دیا کرتے ہیں نہ کہ ولی اور اذا طلقتم شرط ہے اور لا تعضلوا ھن جزا کے مخاطب بھی خاوند ہونے چاہئیں ورنہ شرط جزا بے ربط ہو جائے گی۔

کما لا یخفیٰ علی من له دنیٰ مھارۃ فی النّحو

چھٹی دلیل کا جواب:

نبی علیہ السلام نے زمانہ جاہلیت کے باقی تین نکاح ہی منسوخ کیے جن کا ذکر حدیث شریف میں پہلے گذر چکا ہے نہ کہ عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح بغیر اجازت ولی اپنی کفو میں منسوخ کیا۔ اگر عاقلہ بالغہ کے اس نکاح کی نفی ذکر ہے تو مدعی غیر مقلد کو اس حدیث سے دکھانی چاہیے لیکن ہرگز نہ دکھا سکے۔

ساتویں اور آٹھویں دلیل کا جواب:

ان دونوں حدیثوں میں صرف یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دوں؟ اسی طرح دوسری حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ کرنے کے بعد نبی علیہ السلام نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ ان الفاظ میں سے کیا کسی لفظ سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت بغیر اجازت ولی اپنی کفو میں نکاح کرے تو اس کا نکاح درست نہیں من یدعی فعلیہ البیان. اگر ان حدیثوں میں کوئی لفظ بھی ولی یا غیر ولی یا اجازت یا سوا اجازت مذکور ہو تو بخاری اور نسائی شریف سے اس حدیث میں دکھائیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ لفظ قیامت تک نہ دکھا سکیں گے۔

دوسرے مسئلہ یعنی صغیرہ نابالغہ کا نکاح جب باپ نے کیا ہو تو بالغ ہو کر فسخ کر سکتی ہے کہ دلیل پہلی جو قرآن مجید سے بیان کی گئی اس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے جس سے روزِ روشن کی طرح عقل روشن والوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ اس آیت مبارک کو دعویٰ سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں۔

"اور نشانیوں اس کی سے یہ کہ پیدا کیا واسطے تمہارے آپس تمہارے سے جوڑے تا کہ آرام پکڑو تم طرف اس کی اور کیا درمیان تمہارے پیار اور مہربانی

تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ فکر کرتی ہے۔''

اس آیت سے معمولی ترجمہ جاننے والا بھی معلوم کر سکتا ہے کہ اس آیت سے نہ صریحاً نہ ضمناً نہ التزاماً اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صغیرہ نابالغہ کا نکاح جب باپ نے کیا ہو تو بالغ ہو کر فسخ کر سکتی ہے۔ ہاں! کسی غیر مقلد کی آنکھ نے جو دماغ کی تقلید نہیں کرتی اس میں صراحتاً صغیرہ نابالغہ کا بالغ ہونے پر نکاح توڑنا دیکھ لیا ہو تو کچھ عجب نہیں کیونکہ غیر مقلدوں میں ہر چیز بھی غیر مقلد ہونی چاہئے۔ دماغ کی تقلید بھی تو شخصی تقلید ہے جو غیر مقلدین کے نزدیک حرام ہے۔

دوسری دلیل کا جواب:

ناظرین کو دلیل سن کر حیرانی ہو گی کہ یہ دلیل تو مدعی غیر مقلد کے پہلے مسئلہ یعنی عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر اجازت ولی اپنی کفو میں نہ ہونا کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا رہی ہے کیونکہ وہ لڑکی بالغہ تھی جس کا نکاح نبی علیہ السلام نے توڑ دیا تھا کیونکہ اعلیٰ ولی یعنی باپ نے اس کا نکاح بغیر رضامندی کے کر دیا تھا کیونکہ حدیث شریف میں موجود ہے وَهِيَ كَارِهَةٌ جملہ اسمیہ حال ہے مفعول کی ضمیر سے جو کہ زَوَّجَهَا میں هَا ضمیر ہے لہٰذا مفعول کی حالت نکاح کے وقت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر جاریہ باکرہ سے مراد مدعی غیر مقلد کے قول پر نابالغہ لڑکی لیا جائے تو پھر بھی اس سے دعویٰ کا اثبات نہیں ہوتا کیونکہ دعویٰ یہ ہے کہ صغیرہ نابالغہ باکرہ کا نکاح باپ نے صغیر سنی کی حالت میں کر دیا ہو تو بالغ ہو کر فسخ کر سکتی ہے اور اس پیش کردہ حدیث کے مدعی کے قول کے مطابق معنی یہ ہوں گے کہ ایک نابالغ لڑکی نبی علیہ السلام کے پاس آئی پس اس نے بیان کیا کہ میرے باپ نے میرا نکاح کیا ہے اور میں مکروہ سمجھتی ہوں پس اس لڑکی نابالغہ کو نبی علیہ السلام نے اختیار دے دیا کہ جہاں چاہو نکاح کرو۔ اس حدیث میں سے تو صرف تمہارے قول پر یہ ثابت ہوتا ہے صغیرہ نابالغہ جو باپ کے نکاح کو مکروہ سمجھتی تھی اس کا نکاح نبی علیہ السلام نے چھوٹی عمر میں یعنی

نابالغی میں توڑ دیا۔ مدعی غیر مقلد کو ذرا ہوش سے ایسی حدیث بیان کرنی چاہئے جس کا ترجمہ یہ ہو کہ صغیرہ نابالغہ باکرہ کا نکاح باپ نے کیا اور وہ بالغ ہو کر نبی علیہ السلام کے پاس آئی اور نبی علیہ السلام نے اس کو اختیار دے دیا کہ تم جہاں چاہو نکاح کرو تمہارے باپ کے نکاح کا کوئی اعتبار نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ ایسی حدیث مدعی قیامت تک نہ پیش کر سکے گا۔

میں بطورِ نقض اور معارضہ کے سائل سے پوچھتا ہوں کہ مدعی غیر مقلد کو بے ہوشی کے عالم میں زبان نہ چلانی چاہئے آیا کسی مناظرہ کی معتبر بین الفریقین کتب میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ مدعی کھڑے ہوتے ہی سائل پر نقیض اور معارضہ کر دے۔ اگر ہے تو میدان میں پیش کرنی چاہئے جس کو غیر مقلدین روزِ محشر تک نہ پیش کر سکیں گے۔ لو کان بعضھم لبعض ظھیرا

تیسرے یہ کہ عام کی دلالت خاص پر کون سی ہوتی ہے؟ اس سوال کا جواب بھی مناظرہ میں غیر مقلدین سے نہ بن پڑا۔ یہ حال تو مناظرہ میں پیش کردہ دلیل کا ہے کہ بعض دلائل مثلاً آخری حدیث پہلے دعویٰ کو باطل کر رہی ہے اور بعض دلیلیں بے محل پیش کی گئیں۔ یہ ہیں اپنے آپ کو اہل حدیث لکھنے والے اور دونوں مسئلوں میں صریح لفظ پیش کرنے والے کہ کوئی دلیل بھی ایسی نہیں پیش کر سکے جس کا صریح معنی دونوں دعووں کے مطابق ہو۔

دلائل مختصراً تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) لَا تعضُلُوا هنّ اَنْ ینکحْن اَزْواجھُنَّ (القرآن الکریم ۲:۲۳۲)

اس میں اَنْ ینْکحْنَ جمع مونث کا صیغہ ہے جو صراحت کر رہا ہے کہ نکاح کا عورت ہی فاعل ہے یہاں ولی کا ذکر تک نہیں۔ اگر کہا جائے کہ خطاب لا تعضلوا کا تو ولیوں کو ہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو خطاب خاوندوں کو ہے نہ ولیوں کو جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اگر تھوڑے عرصہ کے لئے مان بھی لیا جائے تو شرط اور جزا کے درمیان

ربط نہیں رہے گا۔

(۲) فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

(القرآن الکریم ۲: ۲۳۰)

"پس اگر طلاق دے اس کو یعنی عورت کو پس نہیں حلال واسطے اس کے بعد اس کے یہاں تک کہ نکاح کرے (عورت) زوج غیر سے۔"

یہاں بھی تنکح واحد مونث کا صیغہ ہے جس کا فاعل عورت ہے۔ معلوم ہوا اللہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ عورت نکاح کر سکتی ہے کیونکہ ولی کی اجازت کا یہاں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ من یدعی فعلیه البیان

(۳) فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(القرآن الکریم ۲: ۲۳۴)

"پس نہیں حرج تم پر بیچ اس چیز کے کریں وہ (عورتیں) نفسوں اپنوں میں بہتری سے۔"

یہاں بھی ذکر عورت کا ہے جو خود نکاح کرنے والی ہے جس سے ثابت ہوا کہ عاقلہ بالغہ عورت بغیر اجازت ولی نکاح کرے تو قرآن مجید کی رو سے صحیح ہے ناجائز نہیں۔

(۴) عن ابی هریرة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا تنکح الایم حتی یستامر ولا تنکح البکر حتی یستاذون

(بخاری شریف صفحہ ۷۷۱، مسلم شریف صفحہ ۴۵۵، ترمذی شریف صفحہ ۲۳۹، ابن ماجہ صفحہ ۱۳۶)

(۵) عن ابن عباس الایم احق بنفسها من ولیها

(ترمذی شریف صفحہ ۲۳۹، نسائی شریف صفحہ ۲۲، ابوداؤد صفحہ ۲۸۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاقلہ بالغہ اپنے ولی سے نکاح کرنے میں زیادہ حق رکھتی ہے کیونکہ ولی تو سوائے اجازت عورت کے نکاح نہیں کر سکتا مگر عورت

زیادہ حق دار نکاح میں تب ہی ہو سکتی ہے جب سوائے اجازت ولی کے نکاح بھی کرے۔ تو درست ہو جائے کیونکہ حدیث میں لفظ احقُّ اسم تفضیل ہے اگر عورت بغیر اجازت نکاح کر ہی نہ سکے تو حدیث کے بالکل مخالف ہو گا کیونکہ زیادہ حق دار ہونے کا کوئی مطلب نہ ہو گا۔

(۶) الایم اولی بامرھا (نسائی شریف)

(۷) الایم اولی بنفسھا ولیّھا والبکر یُستامر فی نفسھا

''عورت بہتر ہے اپنے نفس کے ساتھ (نکاح کرنے میں) اپنے ولی سے اور باکرہ سے نکاح کرنے میں مشورہ پوچھا جائے۔''

یعنی سوائے مشورہ کے اس کا نکاح نہ کیا جائے کیونکہ اگر سوائے مشورہ کے باکرہ بالغہ کا نکاح کیا جائے گا تو وہ باپ کا نکاح بھی توڑ دے گی جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن بریدۃ عن ابیہ قال جاء ت فتاہ الی النبی صلی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلم فقالت ان ابی زوجنی ابن اخیہ لیدفع بی خسیسۃ قال فجعل الامر الیھا فقالت قد اجزت ما صنع ابی ولکن اردت ن تعلم النساء ان لیس الی الا باء من الامر شئی (ابن ماجہ)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ ایک جوان عورت نبی علیہ السلام کے روبرو پیش ہو کر عرض کر رہی ہے کہ میرے باپ نے میرا نکاح اپنے بھائی کے بیٹے سے کر دیا ہے تاکہ اس خساسۃ یعنی فقیری میرے ساتھ اٹھائے۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اس کو اختیار دے دیا پس اس جوان عورت نے عرض کی کہ جو نکاح میرے باپ نے کیا ہے میں اس کو جائز رکھتی ہوں مگر میں نے یہ کام صرف اس لئے کیا تاکہ عورتوں کو معلوم ہو جائے کہ باپ کی طرف نکاح میں سے کوئی شے نہیں۔ معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام نے عاقلہ بالغہ کو اختیار دے دیا کہ جہاں چاہو نکاح کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتیں خود مختار

ہیں۔اسی طرح ترمذی شریف صفحہ ۱۳۵ میں بھی موجود ہے انکحی اسامۃ یعنی نکاح کرتو اے عورت اسامہ کے ساتھ۔ نبی علیہ السلام ولی کا اذن کوئی نہیں فرمارہے بلکہ عورت کوخود کہہ رہے ہیں کہ نکاح کر اسامہ کے ساتھ۔

ناظرین کو واضح ہو کہ غیر مقلدین بھی مناظرہ میں مان گئے کہ عاقلہ بالغہ عورت کی اجازت کے بغیر نکاح ولی ہرگز نہیں کرسکتا۔ جب عورت کی اجازت کے بغیر نکاح ولی نہ کرسکے تو خودمختاری اس کا نام ہے۔خودمختاری کے سر پر سینگ تو نہیں جو مدعی صاحب کونظر آ جائیں۔

دوسرے یہ کہ عاقلہ بالغہ دنیا کے کاموں مثلاً بیع وشرا یعنی خرید وفروخت اسی طرح دین کے کاموں مثلاً نماز' روزہ' زکوٰۃ میں ولی کی اجازت کے بغیر کرے تو تمام مسلمان اس کو مان لیں کہ درست ہے مگر اپنا نکاح کرنے میں اس قدر محتاج ہو کہ ولی کے سوا اپنا نکاح اپنے کفو میں بھی نہ کرسکے کہاں کا انصاف ہے بلکہ اس کی حریت کا کیا فائدہ ہے کیونکہ وہ تو ابتداء مسلمان ہونے کا اپنا نکاح اپنی کفو میں نہ کرسکے تو لونڈی اور حرہ میں کیا فرق رہا۔ جب دونوں ہی نکاح میں محتاج ہیں صغیرہ نابالغہ کے مسئلہ مین صرف یہی لکھ دینا کافی ہے کہ یہ تو ہر مسلمان کے نزدیک خواہ حنفی ہو یا غیر مقلد مسلم بات ہے کہ چھوٹی عمر میں اگر باپ نکاح کردے تو نکاح اس کا صحیح ہے جیسا کہ حدیث شریف میں موجود ہے۔ بخاری شریف مصری حاشیہ سندھی جز و۳ صفحہ ۱۶۵ وغیرہ:

عن عائشة انّ النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم تزوجها وھی بنت ست سنین وادخلت علیه وھی بنت تسع

یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح چھوٹی عمر میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے کردیا۔ اب اس نکاح کو توڑنے کے لئے کوئی دلیل شرعی ہونی چاہئے جس سے ثابت ہوا کہ صغیرہ نابالغہ کا نکاح جب باپ کردے تو وہ بالغ ہو کر فسخ کردے۔ جب

ایسی دلیل شرع میں کہیں موجود نہیں تو ماننا پڑے گا کہ باپ کا کیا ہوا نکاح نہیں ٹوٹ سکتا۔ دلیلیں تو کثیر تھیں مگر طوالت کے خوف سے نظرانداز کی جاتی ہیں عقل مند کو اشارہ کافی ہے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مناظرہ مثمن برج وزیرآباد:

مولانا اصغر علی روحی نے بمقام کٹھالہ ضلع گجرات میں جمعۃ المبارک پڑھانا شروع کر دیا۔ اہل علاقہ نے اعتراض کیا۔ مولانا اصغر علی روحی صاحب نے اس کے حق میں فتویٰ دیا۔ چنانچہ وہ لوگ وزیرآباد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور مذکورہ فتویٰ دکھایا۔ آپ نے دیہات میں جمعہ جائز نہیں کہ متعلق فتویٰ لکھ دیا۔ مولانا اصغر علی روحی نے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ آپ نے اس چیلنج کو قبول فرماتے ہوئے کہا کہ اہل علم کی مجلس میں مناظرہ ہو گا۔ چنانچہ شرائط و مقام کو طے کیا گیا۔ مثمن برج وزیرآباد میں اہل علم کی مجلس میں مناظرہ ہوا۔ مولانا اصغر علی روحی نے شرط رکھی کہ مناظرہ کی صدارت علامہ علاؤ الدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کریں گے۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین کی صدارت میں مناظرہ شروع ہوا۔ علامہ صاحب نے روحی پر ایک دو سوال کئے جن کا وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکے اس پر علامہ علاؤ الدین صدیقی صاحب نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے دیہات میں جمعہ جائز نہ ہونے پر دلیل مانگی۔ آپ نے کئی ایک دلائل پیش کئے اور پھر مولانا اصغر علی روحی پر اعتراض کیا کہ آپ مجھے بتائیں کہ جمعہ کی چھ شرائط ہیں۔ یہ شرائط جمعہ کے لئے علل ناقصہ کی حیثیت رکھتی ہیں یا علت مستقلہ کی اور اگر علل ناقصہ ہیں تو علل ناقصہ مل کر مستقلہ بن سکتی ہیں یا کہ نہیں اور علل مستقلہ کا ورود ایک معلول شخص پر جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو علی سبیل بدلیت جائز ہے یا علی سبیل اجتماع جائز ہے؟

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اس سوال کا جوب مولانا روحی صاحب نہ دے

سکے۔ علامہ علاؤ الدین صدیقی صاحب نے جب دیکھا کہ مولانا روحی بے بس نظر آ رہے ہیں تو انہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ مولانا اصغر علی روحی مجلس مناظرہ سے ناکام واپس لوٹ گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تحریک پاکستان کے دوران علامہ علاؤ الدین صدیقی نے متعدد شہروں کا دورہ کیا تھا اس مناظرہ سے قبل علامہ علاؤ الدین صدیقی صاحب' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت کے قائل تھے آج علمی مجلس مناظرہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل و براہین سن کر حیران ہو گئے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں دلائل دے رہا تھا تو صدیقی صاحب حیرانگی سے مجھے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھتے رہے اور مناظرے کے اختتام پر میری مناظرانہ علمی قابلیت پر گفتگو کی۔

مناظرہ کیرانوالہ ضلع گجرات:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مناظرہ قیام پاکستان کے بعد موضع کیرانوالہ تحصیل و ضلع گجرات میں مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی کے ساتھ ہوا۔ مناظرہ کا موضوع ''غیر اللہ سے استمداد'' تھا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے پر دلائل دینے تھے عنایت اللہ شاہ نے اس کے عدم جواز کو ثابت کرنا تھا عنایت اللہ شاہ نے اپنے دلائل بیان کئے جواباً حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی آیات سے دلائل پیش کئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ کو بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنے درباریوں سے مدد طلب کی۔

وَقَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ
(القرآن الکریم ۲۷:۳۸)

''سلیمان نے فرمایا اے درباریو تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت

میرے پاس لے آئے اس سے قبل کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہو۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مدد طلب کی۔

قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ (القرآن الکریم ۶۱:۱۴)

''عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں حواری بولے ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔''

حضرت شیخ القرآن نے دو آیات بطور دلیل پیش کیں عنایت اللہ شاہ نے استمداد غیر اللہ کی نفی پر یہ آیت پڑھی۔

ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم

آیت پڑھ کر حاضرین مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ سامعین کرام غور سے سنیں میں نے قرآن مجید سے آیت پڑھ کر سنائی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک جن کو تم پکارتے ہو سوائے اس کے وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں فادعوھم فلیستجیبولکم ان کنتم صادقین۔ پس تم ان کو پکارو پس ان کو چاہیئے کہ وہ تمہیں جواب دیں گے اگر تم سچے ہو۔ کہا کہ اللہ تعالیٰ واضح طور پر اعلان کرتا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے (انسان) ہیں پس تم ان کو پکارو پس چاہیئے کہ تم کو جواب دیں۔

اس آیت میں صاف طور پر نبیوں ولیوں کو پکارنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے یہ آیات (نبی) لوگ نبیوں ولیوں کی قبروں پر جا کر ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں اور ان کو مشکل کشا حاجت روا سمجھتے ہیں کیا وہ پکارنے والوں کو جواب دیتے ہیں ہرگز جواب نہیں دیتے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ پرزور اعلان کرتا ہے فادعوھم۔

تم ان کو پکارو فلیستجیبولکم پس ان کو چاہیئے کہ تم کو جواب دیں ان کنتم صادقین اگر تم سچے ہو۔ گرج دار بلند آواز سے کہنے لگا قرآن مجید کلام اللہ ہے جسے حاضرین کو پڑھ کر سناتا ہوں کہ کوئی نبی ولی مدد نہیں کرتا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدمقابل کا یہ آیت دلیل کے طور پر پیش کرنا کلام باری قرآن مجید میں تحریف معنوی ہے کہ بتوں والی آیت کو نبیوں ولیوں کی قبروں پر چسپاں کرتا ہے اور آیت کا معنی مطلب غلط بیان کرتا ہے افسوس صد افسوس اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ بتوں کی پوجا کرنے والوں کو شرم و عار دلاتا ہے کہ ان الذین تدعون من دون اللہ عبادامثالکم کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو یا جن کو تم پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے بندے ہیں۔ اس نے یہ آیت تو پڑھ دی ہے اور اس سے بعد والی آیت کیوں نہیں پڑھی اس کی مثال تو ایسے ہی ہے کہ لاتقربوا الصلوٰۃ پڑھے اور وانتم سکاریٰ نہ پڑھے اس نے تو یہود و نصاریٰ کی سنت ادا کر دی ہے کہ جن کے بارے میں قرآن مجید اعلان کرتا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ کہ وہ یہود و انصاری اپنا مطلب (فاسد) حاصل کرنے کے لئے اپنے کلمات میں تبدیلی کرلیا کرتے تھے وہ تحریف (تبدیلی) لفظی کرتے تھے اور اس نے تحریف معنوی کر دی ہے۔

سامعین کرام سنیں اللہ تعالیٰ خداوند قدوس اعلان فرماتا ہے اور سن لے ہر شخص اے اہل مکہ اے مشرکو۔ جن کو پکارتے ہو وہ (بت) تمہارے جیسے بندے نہیں ہیں۔ ام لھم ارجل یمشون بھا کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں ام لھم ایدیبطشون بھا کیا ان کے ایسے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں۔ ام لھم اعین یبصرون بھا کیا ان کی ایسی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں۔ ام لھم آذان یسمعون بھا کیا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں۔ اس کا جواب تو نفی میں ہے پھر

مطلب تو بالکل واضح ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اعلان فرماتا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو ان کے تو پاؤں نہیں جن سے وہ چلتے ہوں۔ ان کے تو ہاتھ ہی نہیں جن سے وہ پکڑتے ہوں۔ ان کی تو آنکھیں ہی نہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان کے تو وہ کان ہی نہیں ہیں جن سے وہ سنتے ہیں تو پھر وہ (بت) جن کو تم پکارتے ہو تمہارے جیسے بندے کس طرح ہوئے ان الذین تدعون من دون اللہ عبادا مثالکم۔ بیشک جن کی (بتوں کی) تم پوجا کرتے (پکارتے) ہو وہ تمہارے جیسے بندے نہیں ہیں ان کو پکارنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔

حضرات سامعین کرام بتوں والی آیت کو نبیوں ولیوں کی قبروں پر چسپاں کرنا بہت بڑا ظلم ہے العیاذ باللہ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ سامعین کرام! کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ کلام کا معنی اور مفہوم مابعد کلام کی وجہ سے بدل جاتا ہے اس مقام پر بھی ایسا ہی ہے ذرا غور سے سنیں قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے من شاء فلیئومن ومن یشاء فلیکفر۔ جو شخص ایمان لانا چاہتا ہے ایمان لائے اور جو شخص کفر کرنا چاہتا ہے کفر کرے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو روکا ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا۔ بے شک ہم نے کافروں کے واسطے نار (جہنم) تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں ان (کافروں) کو گھیر لیں گی۔ جو شخص یہ اعلان باری سن کر کفر کرنا چاہتا ہے تو کرے اس میں تو اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں کو ڈانٹ پلا دی ہے تو جس طرح اس مقام پر مابعد والے کلام نے ماقبل والے کلام کا معنی مطلب بدل دیا ہے تو اسی طرح زیر موضوع آیت کا مابعد والی آیت نے معنی مفہوم بدل دیا ہے۔ لہٰذا بتوں والی آیت کو نبیوں ولیوں کی قبروں پر چسپاں کرنا ظلم شدید باطل اور حق وصداقت کے بعید ہے۔

پھر مولوی عنایت اللہ شاہ نے ایک اصول بیان کیا کہ مردہ غیب ہے اور غیب مردہ ہے لہٰذا ان سے مدد نہیں طلب کی جاسکتی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا شاہ جی آپ نے اصول غلط بیان کیا ہے مردہ غیب نہیں بلکہ مردہ بعد از دفن غیب ہے جہاں تک غیب مردہ ہے کا تعلق ہے اس سے آپ ثابت کر رہے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد طلب نہیں کی جاسکتی تو پھر اس اصول کے تحت آج آپ کیرانوالہ میں موجود ہیں گجرات سے غائب ہیں پھر تو آپ کی بیوی جو گجرات میں ہے اس سے نکاح کیا جاسکتا ہے کیونکہ آپ کے بقول غائب مردہ ہے اور یقینی طور پر آپ اس وقت گجرات سے غائب ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اس عام فہم مثال سے پنڈال میں موجود لوگ نعرۂ تکبیر و رسالت لگانے لگے اور مناظرہ اختتام پذیر ہوا۔ یوں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اس مناظرہ سے فاتح ہو کر واپس تشریف لائے۔

مناظرہ راجہ بازار راولپنڈی:

مولوی غلام اللہ خاں کے ساتھ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مناظرہ علم الغیب کے موضوع پر راجہ بازار راولپنڈی میں ہوا۔ مولوی غلام اللہ خاں نے نفی علم غیب پر یہ آیت پڑھی۔

قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللّٰہ

(القرآن الکریم ۲۷: ۶۵)

آیت کا ترجمہ کیا اے پیغمبر! اعلان کر دے کہ زمین و آسمان میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے تشریح کرتے ہوئے کہا اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا نہ کوئی جن نہ فرشتہ نہ نبی نہ ولی لہٰذا یہ کفر ہے کہ اللہ کے علاوہ نبی ولی غیب جانتے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے چند تفاسیر کے حوالے سے ثابت کیا کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں علم

غیب ذاتی اور عطائی آپ نے معتبر تفاسیر کی عبارتیں پڑھ کر سنائیں مولوی غلام خان نے اعتراض کر دیا کہ حاضرین محفل میں نے یہ آیت پڑھی ہے محمد عبدالغفور ہزاروی نے تفسیروں کے حوالے دیئے ہیں قرآن مجید کی آیت کے مقابلہ میں تفسیروں کا کوئی وزن نہیں ہے میں اللہ کا کلام پیش کر رہا ہوں یہ بندوں کا کلام پیش کر رہے ہیں یہ علم ذاتی عطائی کی تفہیم خود اپنی طرف سے کر رہے ہیں میں تفسیروں کے حوالے تسلیم نہیں کرتا آیت کے مقابلہ میں قرآنی آیت پیش کریں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت پر کھڑے ہوئے کہنے لگے کہ غلام اللہ خاں نے اپنی ذلت اور شکست کا خود ہی اعتراف کر لیا اور اس نے چیلنج کر دیا ہے کہ آیت کے مقابلہ میں آیت پیش کروں۔ حاضرین و سامعین کرام میں صرف ایک آیت ہی نہیں اپنے دعویٰ پر کئی آیات پیش کرونگا۔ فقال انبئونی باسماء ھولاء جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کہا کہ ان چیزوں کے نام بتاؤ تو فرشتوں نے جواب میں کہا سبحانك لاعلم لنا الاما علمتنا کہ تیری پاک ذات ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اتنا ہی ہے جتنا علم تو نے ہم کو دیا ہے اس آیت میں فرشتوں نے عطائی علم غیب کا اعتراف کیا ہے اس آیت میں فرشتوں کے واسطے عطائی علم غیب کا ثبوت ہے یہ آیت کے مقابلہ میں آیت ہے اب دوسری آیت سن لیں آیت الکرسی میں ارشاد خداوندی ہے ولا یحیطون بشئی من علمه الا بماشاء۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اس کے بندے اس کے علم میں سے کسی شئے کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کے بندے احاطہ کر لیتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے علم غیب ثابت کیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں (نبیوں، ولیوں، فرشتوں) کو علم غیب عطا کرتا ہے یہی تو علم غیب عطائی ہے اب تیسری آیت بھی سن لیں عالم الغیب فلایظھر علی غیبه احد الا من ارتضٰی من رسول غیب کو جاننے والا خدا کسی کو اپنے غیب پر خبردار نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جس کو

برگزیدہ کرتا ہے اس کو اپنے غیب پر خبردار کرتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کے واسطے (خواہ فرشتے ہو یا انسان) علم غیب عطا کرنے کا اعلان فرمایا ہے یہی تو علم غیب عطائی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا کرتا ہے لہٰذا علم غیب کی دو قسمیں ہیں ذاتی اور عطائی۔ علم غیب ذاتی خاصہ اللہ تعالیٰ ہے اور عطائی علم غیب اپنے بندوں کو جتنا چاہے عطا کرتا ہے۔ سامعین کرام سن لیں غلام اللہ خاں نے ایک آیت پیش کی ہے اور میں نے تین آیات پیش کر دیں اب چوتھی آیت بھی سن لیں۔

وما كان الله ليطلعلكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء فآمنوا بالله ورسله۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ تم کو اپنے غیب پر مطلع کرے لیکن رسولوں میں سے جس جس کو چاہتا ہے اس کو اپنے علم غیب پر مطلع کر دیتا ہے بس اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ کہ وہ اپنے رسولوں (خواہ فرشتے ہوں یا انسان) کو علم غیب عطا کرتا ہے اور رسولوں پر ایمان لاؤ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے علم غیب رکھتے ہیں۔

آخر میں پانچویں دلیل کے طور پر سورت کہف سے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ کو پیش کر دیا اور فرمایا کہ قرآن مجید واضح اعلان کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں برگزیدہ بندوں کو امور غیبیہ کا علم عطا کرتا ہے خدا کے عطا کردہ اس علم سے مقبولوں کو امور غیبیہ کا علم ملتا ہے اسی کا نام ہی علم غیب عطائی ہے۔

باب ہفتم

مکتوبات' ملفوظات منظوم کلام

ان کی اک اک بات مخزن تھی نبی ﷺ کے پیار کا
قاصد عشق و محبت ان کا ہر مکتوب تھا
سعدی و جامی و خسرو جس کو سن کر آئیں یاد
آپ کا فیضانؔ ہر اک شعر ایسا خوب تھا

(فیض رسول فیضان)

مکتوب نگاری کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو قرآن کریم کے اندر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک خط کا ذکر ہے جو آپ نے تبلیغی مقاصد کے پیش نظر ملکہ سبا بلقیس کے نام لکھا تھا اور اس خط کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَا ذَا یَرْجِعُوْنَ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

(القرآن الکریم ۲۷: ۲۸ تا ۳۱)

"یہ میرا فرمان لے جا اور اسے اس کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے واپس آ اور دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ عورت نے کہا: اے سردارو! میری طرف ایک عزت والا نامہ گرامی ڈالا گیا ہے وہ سلیمان کی طرف سے اور بے شک اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔"

نبی اکرم ﷺ نے بھی مدنی دور کے اندر مختلف حکمرانوں کو خطوط لکھے جن کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہ تمام خطوط امراء وسلاطین کو دین اسلام کی دعوت کے لئے لکھے گئے۔ خلفاء راشدین کے خطوط سے بھی تاریخ واقف ہے۔ سلاسل چہارگانہ (چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کے علماء کرام ومشائخ عظام نے بھی مکتوب لکھے ہیں جس سے سیرت نگاروں کو ان کی سوانح حیات لکھنے میں سہولت ملی۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین مسعود

گنج شکر، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت امیر خسرو اور شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمہم اللہ کے مکتوبات دین اسلام، عرفانِ چشتیہ اور مکتوب نگاری کا ایک بہترین انمول نمونہ ہیں۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، سیّد محمد نوشہ گنج بخش قادری بخاری، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضرت قبلہ سیّد غلام محی الدین شاہ گولڑوی رحمہم اللہ، سلسلہ سہروردیہ میں قاضی حمید الدین ناگوری، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی، مولانا جلال الدین رومی، حضرت سیّد جلال الدین جہانیاں جہاں گشت رحمہم اللہ جبکہ نقشبندی سلسلہ میں خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت آدم بنوری، حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہم اللہ کے مکتوبات عوام و خواص، علماء و مشائخ کے لئے روحانی غذا کا کام دیتے ہیں۔ ان انوارِ الٰہیہ اور انوارِ قدسیہ کے مجموعوں میں سے بعض مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ ہیں، بعض فارسی زبان میں ہیں اور بعض کے اردو تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ پر پی ایچ ڈی کے مقالے بھی لکھے جا چکے ہیں۔ یہ مکتوبات تفسیر حدیث، فقہ، علومِ تصوف اور اخلاقیات سے مزین ہیں جن سے عوام و خواص رہبری اور راہنمائی کا کام لیتے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اندرون و بیرون ملک سے ہر روز خطوط ملتے جس میں لوگ اپنے مسائل بیان کرتے مثلاً جسمانی و روحانی پریشانیوں، وظائف اور تعویذات سے متعلقہ امور کے علاوہ فقہی اور تصوف کے استفسارات شامل ہوتے۔ تدریسی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود آپ آنے والے ہر خط کو پڑھتے اور بڑا تسلی بخش جواب خود تحریر فرماتے۔ آپ کا ہر خط اپنی جگہ پر ایک کتاب حکمت و دانش ہے۔ مکتوبات کا انداز عالمانہ اور عارفانہ جبکہ زبان نہایت ہی شائستہ، شیریں، مؤثر و مدلل اسلوب بیان کے ساتھ ساتھ وعظ و تلقین اور مکاتیب کی تمام خوبیوں سے مرقع ہیں۔ آپ کے مکتوبات جسے عوام اور علماء نے اپنے پاس حرزِ جاں بنا کر رکھا ہوا ہے ان میں سے جو خطوط علماء کو

لکھے اکثر تصوف سے متعلق ہیں انہیں عام لوگ نہیں سمجھ پاتے اور جو عوام الناس کو لکھے ان میں عام الفاظ میں مسائل کو بیان فرمایا ہے۔ اسرار و معرفت میں لکھے ہوئے خطوط ایک ایسا علمی خزانہ ہے جس میں جہاں عقائد' عبادات' معاملات اور اخلاقیات کا ذکر ہے وہاں علماء سو پر تنقید' غلط رسومات کا رد' عقائد کی اصلاح' تزکیہ نفس اور ذکر و اذکار کے موضوع شامل ہیں۔ راقم الحروف ایک طویل اور مسلسل کوشش کے بعد علماء اور متعلقین حضرات سے رابطہ کر کے درجنوں خطوط کی فوٹو کاپیاں یا اصل خطوط حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ ذیل میں ان خطوط کو بطور نمونہ پیش کرتا ہوں کہ آپ دور و نزدیک رہنے والوں کو اپنے مکتوبات سے کس طرح مستفیض فرماتے تا کہ مخلوقِ خدا کی رہبری و راہنمائی کے ساتھ ساتھ تبلیغی سفر بھی جاری و ساری رہے۔

(نوٹ) مکتوبات کے آخر میں ان پر ضروری حواشی کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

ا۔ صوفی محمد صدیق چشتی کو لکھا ہوا خط

بعونہ تعالیٰ

شہ جیلانیؒ مدد گارے تو باشد
معین الدینؒ غمخوار تو باشد

میرے عزیز محمد صدیق چشتی!

السلام علیکم! خدا تمہیں سلامت رکھے اور دولت معرفت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ خط پہنچا احوال مافیہا سے کاشف ہوا۔ الحمدللہ تم خیریت سے ہو۔ علم حاصل کرنا اچھا ہے غلامی اچھی نہیں[1]

بند بکسی باش آزاد اے پسر
چند باشی بند سیم و بند زر

وطن اصلی کی طرف رجوع کرنا اصل سرمایہ ہے۔[2] حب الوطن من الایمان

۔ اور کوئی کسی کا غم خوار نہیں۔ یہاں کے دوست بے وفا ہیں۔[۳] وہی دانا ہے جس نے [illegible] ف (طلاق) دے دیئے ہیں۔ اگر مقصود حاصل نہ ہو تو اس کی طلب میں رہنا سعادت نہیں ہے۔ ابا جان اگر اجازت دیں تو عید سے دو چار دن پہلے وزیر آباد آجاویں تاکید ہے۔ تمہارے ابا جان کو سلام

الراقم

تمہارا سچا خیر خواہ' دعا گو چند روزہ مسافر

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ جامع مسجد وزیر آباد

۲۔ صوفی محمد صدیق چشتی نے رمضان المبارک میں وظائف پڑھنے کے لئے خط لکھا

بعونہ تعالیٰ

میرے عزیز نجم چشتی!

السلام علیکم! ہر رات لیلۃ القدر ہے اگر خدا کی عبادت کی جائے۔ رات کو نمازِ تہجد' نفی اثبات[۴] اس کے بعد مراقبہ کافی ہے۔[۵] دعائیں بہت مانگا کرو۔ تھوڑی دیر بعد دعا مانگنا چاہئے۔ تمام رات جاگنا مشکل ہوتا ہے۔ تسبیح سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم اور درود شریف پڑھا کرو۔ دعا مندرجہ پشت ہے۔[۶] صبح کو نماز کے بعد دس مرتبہ پڑھا کرو۔ باقی بوقت ملاقات عید الفطر انشاء اللہ العزیز بیان کروں گا۔

فقط دعا گو چند روزہ مسافر

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

۳۔ محمد یوسف شادمان مرحوم نے ایک خواب دیکھا کہ بعینہٖ اس کی شکل کا آدمی خواب میں اس کے سامنے کھڑا ہے اور نام بھی یوسف بتاتا ہے خط میں خواب لکھا تو آپ نے جواب دیا

بعونہ تعالیٰ

شہ جیلانیؒ مدد گارے تو باشد
معین الدینؒ غمخوار تو باشد

مخلصی فی اللہ محمد یوسف صاحب شادمان!

السلام علیکم! خط ملا احوال مافیہا سے کاشف ہوا۔ خواب مبارک انسان کی ایک باطنی شکل بھی ہوا کرتی ہے۔ وہ گاہے بگاہے سامنے آتی ہے۔ یہ بھی سالک کا ایک مقام ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ وہ شکل صحیح ہے اور مقصد بھی صحیح ہے۔ تردد کی کوئی ضرورت نہیں اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے انشاء اللہ العزیز اپنے مقبولوں کے طفیل سب کام درست فرمائے گا۔ گھر میں خیریت ہے۔

فقط دعا گو مسافر چند روزہ
محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

۴۔ خط بنام محمد یوسف شادمان مرحوم

بعونہ تعالیٰ

شہ جیلانیؒ مدد گارے تو باشد
معین الدینؒ غمخوار تو باشد

السلام علیکم! خدا تجھے ہر میدان میں کامیاب رکھے اور اس کے سایہ میں رہو جس کا سایہ نہیں اور وہی تیرا یار ہو جس کا کوئی یار نہیں۔ حزب البحر کی ترکیب اجازت تحریر کر چکا ہوں مقصد کو سامنے رکھو۔

نے گویم کہ از عالم جدا باش
بہر جائیکہ باشی باخدا باش

بھائی اعجاز کو بہت بہت سلام۔ امید ہے کہ وہ افطار کر چکے ہوں گے بلکہ روزہ

رکھا ہی نہ ہوگا۔ اللہ کرے بھائی اعجاز بھی کسی دن روزہ رکھیں۔ انہیں میں نے خط لکھا ہے کہ میرے بھائی اعجاز! خدا تجھے سینما کے عشق سے نکال کر اپنے عاشقوں میں شامل کرے۔ آمین۔ سب کو سلام۔

الراقم

وہی تیرا سچا خیر خواہ بدنصیب

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

۵۔ بھوپال سے محمد یوسف شادمان نے خط میں بغیر داڑھی اماموں کا ذکر کیا تو آپ نے جواب دیا

بعونہ تعالیٰ

شہ جیلانیؒ مدد گارے تو باشد
معین الدینؒ غمخوار تو باشد

مخلصی فی اللہ محمد یوسف صاحب شادمان!

السلام علیکم! خدا تجھے ہر حال میں خوش وخرم رکھے۔ (آمین ثم آمین)

دولت معرفت نصیب باد

کل آں مخلصی کا ایک خط پہنچا جس کا جواب کل دے چکا ہوں۔ آج پھر دوسرا خط لکھ رہا ہوں۔ اس زمانے میں اسلام کمزور ہو چکا ہے۔ کوئی شخص احکام الٰہی کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسے حفاظ کے پیچھے نمازِ تراویح پڑھنے سے گھر میں نماز پڑھنی بہتر ہے۔ حزب البحر سحری یا صبح کے وقت بغداد شریف کی طرف منہ کر کے ننگے سر پڑھا کریں۔ اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ مستغاث ۸ بھی وظائف میں شامل رکھیں تاکید ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنا بنائے تو اس کا ہو وہ تیرا ہو تو اس سے راضی ہو وہ تجھ سے خوش ہو پھر شغل ہر دم خیالِ یار سے ۹ کا بروز سوموار رات انشاء اللہ العزیز نو صد روپے عبدالواحد مرغی بازار کے پتہ پر ارسال کروں گا جس وقت پہنچے فوراً اطلاع دینا۔ میں نے اگرچہ اعتکاف نہیں کیا مگر پھر بھی پار نہیں سکتا کیونکہ جمعۃ الوداع میں نے جموں میں پڑھانا ہے اور آج ۲۴ رمضان المبارک ہو چکا ہے اور پھر واپس عید کے روز گھر نہیں پہنچ سکتا۔ عرسِ پاک صاحب لولاک ﷺ بھی قریب ہے۔ جموں صبح جاؤں گا اور نو بجے شام انشاء اللہ العزیز واپس آ جاؤں گا۔ نا... سین کامیاب ہو گیا ہے۔

الراقم

وہی تیرا سچا ہمدرد خیر اندیش بدقسمت

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

۶۔ ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ چمبہ پنڈ کے خط کا جواب

بعونہ تعالیٰ

شہ جیلانیؒ مدد گارے تو باشد

معین الدینؒ غمخوار تو باشد

برخوردار مولوی غلام ربانی صاحب سلمہ تعالیٰ!

السلام علیکم! خط کی خواب پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ تعبیر یہ ہے کہ خدا کی جانب جانے والے چار قسم کے ہوتے ہیں۔ سالک محض، مجذوب الفلق، سالک مجذوب اور مجذوب سالک۔ جو شخص پہلے کشف کرامات دیکھے بعد میں تجلی ذات میں فنا ہو سالک ہے۔ پھر مجذوب ہوا اور اس کے برعکس مجذوب سالک ہے۔[11] اس خواب میں مجذوب سالک قسم رابع کی طرف اشارہ ہے۔ پہلے دریائے توحید سے گزرنا پڑے گا اور سیر فی اللہ

حاصل ہو گی۔ بعد میں کشف وغیرہ ہوں گے اور یہ بھی ارشاد ہے کہ گزر ہو جائے گی ناممکن نہیں اگرچہ بل کمل نہیں اور سالک مجذوب طبیعت اچھی ہوتی ہے کیونکہ اگر کشف ہو جائے تو بہت لوگ اس کشف عیاں سے پردہ میں رہ جاتے ہیں اور ذات کی طرف نہیں جاتے۔ اب اس خواب کے بعد بہت غور سے دیکھے اور مراقبہ سے معلوم ہو گا کہ اطمینان اور خدا تعالیٰ پر اعتماد پہلے کی نسبت زیادہ ہو گیا ہو گا مگر بہت غور سے معلوم ہو گا۔ طریقہ معلوم کرنے کا یہ ہے کہ پیاری چیزوں کو سامنے رکھ کر سوچے یہ شے ملے تو اچھی ہے یا کہ خدا تعالیٰ ملے تو اچھا ہے تو دل جواب دے گا بلاخوف دوزخ یا بلاخواہش جنت۔ اللہ تعالیٰ کا ملنا بہت اچھا ہے اور پہلے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی خواہش ترقی پذیر معلوم ہو گی۔ نیز کشف وجدانی [12] اس خواب کے بعد شروع ہو گیا ہو گا مگر وہ مفصل گفتگو سے سمجھ آ جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز اب وظیفہ صرف نفی اثبات لا الہ الا اللہ مع الجہر مگر جہر اتنا ہو کہ خود سن سکے۔ فقہ میں ہے: ادنی الجھر اسماع نفسہ پس اتنا جہر کافی ہے۔ جب نفی اثبات ستر ہزار (۷۰۰۰۰) سے تجاوز کرے گا تو عجب واردات دل پر وارد ہوں گے۔ بفضلہ تعالیٰ

نفی اثبات ہر روز دو ہزار (۲۰۰۰) مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ اس کے پڑھنے کے واسطے ایک جگہ بیٹھنا ضروری نہیں ہے بلکہ کام کرتے' چلتے پھرتے پڑھ لینا جائز ہے۔ الذین یذکرون اللّٰہ قیاما وقعوداً وعلی جنوبھم [13] اس کی طرف اشارہ ہے اور صلوٰۃ الفاتحہ لما اغلق [14] ایک سو مرتبہ پڑھا کریں۔ والھاد الی صراط المستقیم وعلی آلہٖ حق قدرہ و مقدارہ العظیم پڑھا کریں یعنی لفظ وعلی آلہ کا صلوٰۃ الفاتحہ میں پڑھاویں باقی سب وظائف ترک کر دیویں۔ قرآن کریم یا دلائل الخیرات ہو تو افضل ہے بس فقط اور ہر شام پر اشراق' ہر عشاء جس وقت فرصت ملے دو رکعت نفل پڑھیں اور خدا تعالیٰ سے بعد نوافل کے بیٹھ کر اسم ذات پاس انفاس [15] کرتے ہوئے دل میں یہ

سوال کریں میرے واسطے کیا حکم ہے؟ ماالحکم لی ہر مراقبہ میں یہی سوال کریں۔ پھر جدھر دل توجہ کرے۔ اگر خلافِ شریعت نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہی خدا تعالیٰ کا حکم میرے واسطے ہے مگر یہ عوام کی سمجھ سے بالا ہے۔ پھر جو حال ہو اطلاع دیویں۔[16]

والسلام فقط

فقیر ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی عفی عنہ

۷۔ برادرِ اصغر ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بعونہ تعالیٰ

عزیز القدر برخوردار مولوی غلام ربانی صاحب!

السلام علیکم! دوسری بشارت میں جو درود شریف ہے وہ وہی ہے: اللھم صل علی سیدنا وحبیبنا محمد وعلی آلہٖ صلوٰۃ تعدل جمیع صلوات اھل محبتك وسلم علی سیدنا و حبیبنا محمد وعلی آلہ سلاماً بعدل سلامتھم فقط اسی طرح پڑھا کریں تاکید ہے۔

خواب میں حضور ﷺ اس لباس وشکل میں نظر آئے ہیں۔ حضور ﷺ اول اول مختلف شکلوں اور صورتوں میں نظر آیا کریں گے اور احکام بھی فرمایا کریں گے جیسے اس دفعہ ہوا ہے۔ حال یہی بہت اچھا ہے بدحال نہیں بلکہ نیک ہے میں سمجھ رہا ہوں۔

الراقم

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیرآباد

۸۔ برادرِ اصغر ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بعونہ تعالیٰ

عزیز القدر برخوردار مولوی غلام ربانی صاحب سلمہ تعالیٰ!

السلام علیکم! خط ملا حالات سے آگاہ ہوا میں نے پہلے خط میں لکھا تھا کہ مجذوب سالک وہ ہوتا ہے کہ پہلے مجذوب ہو یعنی بلا کشف اس حد تک پہنچ جائے کہ مسائل توحید سمجھ لے اور حال درست ہو جائے اور بعد میں وہ کشف وغیرہ دیکھے اور مجذوب سالک کو جب کوئی عقدہ پیش آتا ہے تو بذریعہ خواب یا الہام [17] حل ہوتا رہتا ہے تاکہ وہ منزل سیر فی اللہ تک پہنچ جائے۔ تمہاری طبیعت مجذوب سالک ہے اس کے مطابق کام چلتا رہے گا انشاء اللہ العزیز۔ یہ عقدہ کہ حروفِ مقطعات سے کیسے استغاثہ حاصل ہوتا ہے خواب میں سمجھایا گیا ہے کہ یہ دراصل اسماء متمکنہ ہیں اور ہر اسم ایک تجلی کا مظہر ہے گویا حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ کے اسماء اور تجلیات کا واسطہ دیا گیا ہے۔ اغثنا یا رسول اللہ بحق کٓھٰیٰعٓصٓ مثلاً کہ ان کے طفیل ہماری مدد فرمایئے۔ یہ درست ہے الحمد للہ۔

باقی جزا دوم خواب کی کہ جبرائیل علیہ السلام موقع محل کے مطابق ان کو نازل کرتے رہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ موقع محل دل میں مسائل توحید کھلتے رہیں گے جلدی کرنے کی ضرورت نہیں جیسا جبرائیل علیہ السلام کا قرآن کریم اتارنا موقع بہ موقع تھا اور کبھی وحی بند بھی ہوتی تھی تو اس میں حکمت الٰہی تھی اسی طرح یہاں بھی کشف کے بند ہونے میں حکمت ہے اور یہ بھی حال ہے اپنی استعداد کے مطابق جیسا کہ وہ حال تھا نبی کی استعداد کے مطابق اور سلسلہ شروع تھا۔ یہاں بھی سلسلہ سلوک شروع ہے باقی اس خدشہ کا جواب کہ قرآن مخلوق ہوتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کو الفاظ قرآن جو کہ حادث ہیں بطورِ الہام دل میں سوچنے سے آتے تھے وہ لے کر وہی الفاظ حضور ﷺ کے پاس پہنچتے تھے۔ الفاظِ قرآن یعنی کلام لفظی حادث ہے اور کلامِ نفس قدیم ہے۔ [18] خواب میں لغزش ہوسکتی ہے مگر یہ بشارت عظمیٰ ہے اور اس میں تم کو مقطعات کے مطالب سمجھائے گئے ہیں جو کسی مولوی علم ظاہر رکھنے والے کو معلوم نہیں۔ یہ اسرارِ الٰہیہ ہوتے ہیں، بشارت

عجب ہے سالکین کو ایسی بشارات ہوتی ہیں کیونکہ ولایت خود نبوت کا ایک چشمہ ہے۔ فقط باقی حال تو اچھا ہو چکا ہے [19] کہ دل اس قابل ہو گیا ہے کہ اسرارِ الٰہیہ بذریعہ خواب معلوم ہوں۔ یہی حال ہے انشاء اللہ العزیز دوسرا خط لکھوں گا کہ کب گھر آؤں گا؟

(نوٹ): جملہ بشارات اور میرے خط ایک جگہ جمع رکھیں کبھی کسی کے کام آئیں گے انہیں ضائع نہ کرنا۔ سبحان اللہ زہے سعادت زہے نصیب

خیر اندیش

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

۹۔ برادرِ اصغر ابوالمعانی مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بعونہ تعالیٰ

برخوردار مولوی غلام ربانی صاحب سلمہ تعالیٰ!

السلام علیکم! بشارت بہت اچھی ہے (بشارت خواب یہ ہے کہ جہاں فقیر سو رہا ہے شمال جنوب میں اس جانب فقیر کے سر کی جانب چارپائی جو شرق غرب میں بچھی ہوئی ہے خواب میں فقیر نے یوں سمجھا ہے کہ اس چارپائی پر حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ارشاد فرمایا: الفاظ کی شستگی چھوڑ معنی کی تلاش کر اس میں اشارہ مراقبہ کی طرف ہے)۔ [20] مراقبہ دل سے ہوتا ہے اور دعا بھی دل میں ہوتی ہے۔

تامل در آئینہ دل کنی
صفائی بتدریج حاصل کنی

التفکر ساعة خير من الدنيا ومافيها

یہ سب اشارات مراقبہ کی طرف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ معنی کی کوشش یعنی مراقبہ کرو اور مراقبہ سے منازل طے ہوتے ہیں۔ خلوت در انجمن مراقبہ سے ہوتی ہے، مجلس میں بیٹھے ہوئے اس کی یاد رہے۔ مراقبہ کا طریقہ یہ

ہے مثلاً لطائف کے بعد اسم ذات اللہ اور ھو حسب طریقہ کرے اس کے بعد دل کی طرف [illegible] کر کے زبان تصور کر کے دل سے اللہ ھو پڑھے [21] اس کے بعد تمام کائنات کی طرف غور کرے کہ ہر چیز کی ابتداء یوں ہوئی پھر فنا ہو جاتی ہے مثلاً دن یوں شروع ہوا پھر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح رات' اسی طرح درخت یوں پیدا ہو۔ تے ہیں پھر ترقی کرتے ہیں پھر خشک ہو کر ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آدمی بھی حتیٰ کہ ہر چیز کا عدم واضح ہو جائے اور وجود صرف خدا کا رہ جائے وہی متصرف مستقل ہر قسم کی خواہشات سے پاک اور ہر تغیر سے محفوظ معلوم ہو جائے۔ پھر مراقبہ پختہ ہو جائے گا اور اسی میں منازل طے ہوتے جائیں گے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء فی الدنیا والآخرہ

فقط

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیر آباد

۱۰۔ برادرِ اصغر ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بعونہ تعالیٰ

شہ جیلانیؒ مدد گارے تو باشد
معین الدینؒ غمخوار تو باشد

برخوردار مولوی محمد غلام ربانی صاحب سلمہ تعالیٰ!

السلام علیکم! میں بخیریت ہوں بفضلہ تعالیٰ۔ مورخہ ۲۰ شعبان المعظم میں نے بفضل ایزد متعال تمام مجالس ترک کر کے چلہ شروع کر دیا ہے۔ واللہ الموفق الاتمام اگرچہ یک لخت مجالس چھوڑنا بہت مشکل ہے مگر فوائد کثیر ہیں۔ [22]

کل شب کو غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے نہایت ہی لطف سے فرمایا: بیٹا! خدا تعالیٰ تیری مدد کرے گا اور مجھ کو کچھ پڑھ کر دم کیا۔ ہر ہفتہ میں ایک خط ضرور لکھا کریں تاکہ حال معلوم ہوتا رہے اور تسلی رہے۔ صلوٰۃ الفاتحہ لما

الغلق [۲۳] کا ورد ضرور کریں اور کوئی بشارت ہو تو لکھیں۔ یہ اکسیر اعظم ہے۔ بسا اوقات یک لخت ہی تمام منازل طے ہوتے ہیں اور بہت دفعہ قرب حاصل ہوتا ہے مگر سمجھ نہیں آتی۔ صلوٰۃ الفاتحہ پڑھ کر یوں کہا کریں: هذه هديه منى الىك يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

برخوردار محبوب الرحمٰن [۲۴] کو میٹھا تیل استعمال کرائیں اور پھر کیفیت لکھیں۔

الراقم

چشتی ہزاروی عفی عنہ

۱۱۔ برادرِ اصغر ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بعونہ تعالیٰ

برخوردار مولوی غلام ربانی صاحب سلمہ!

السلام علیکم! خط ملا احوال سے اطلاع ہوئی۔ الحمدللہ علی کل حال۔ مجھے حسب دستور سابق گولڑہ شریف سے واپسی پر نزلہ کی تکلیف شروع ہوگئی تھی۔ وزیر آباد پہنچ کر خوب زور سے ہوئی مگر اب بالکل آرام ہے۔

الحمدللہ! ماشاء اللہ بشارت بہت اچھی ہے۔ هم البشرى فى الحيوة الدنيا کا پورا مصداق ہے۔ قرب کی خاص علامت ہے۔ صوفیوں کے نزدیک اس کو صحو کہتے ہیں [۲۵] کہ سالک کو اپنا مقام بھی معلوم ہو اور عقل بھی گم نہ ہو۔ مقام اس حال کو کہتے ہیں جو فوراً زائل نہ ہو بلکہ کچھ دیر رہے۔ یہاں یہی مختصر طریق مجاہدہ بسبب دوام کے مقام ہے۔ سنت مشائخ عظام کا پورا خیال رہے کہ بعد نمازِ عشاء وہ کھانا کھاتے تھے اور بہت زیادہ معدہ کو خالی نہیں کرتے تھے۔ ثلث یعنی تیسرا حصہ اگر خالی رہے تو افضل مگر یہ بھی اس واسطے جو کہ بالکل بیکار فارغ بیٹھا رہے ورنہ خود کاروباری مجاہدہ [۲۶] ہوتا ہے اور اس وقت بعد مغرب تا عشاء اور چار بجے شب تا صلوٰۃ صبح اپنا شغل رکھنا یہ کافی وافر ہے۔ یہ

اس لئے لکھا ہے کہ بشارت میں والذین جاھدوا فینا موجود ہے لہٰذا مجاہدہ مسنون مراد ہے۔کل انشاء اللہ العزیز جینڈ ڑ شریف جاؤں گا اگر مزید تشریح ہوئی تو پھر لکھوں گا۔انشاء اللہ العزیز صبح کی سنتوں اور فرض کے درمیان اکیس مرتبہ الحمد شریف پڑھ کر پانی پر دم کریں نمازِ فجر سے فارغ ہو کر سب کو پلائیں۔

فقط والسلام

محمد عبدالغفور ہزاروی

۱۲۔ برادرِ اصغر ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

بعونہ تعالیٰ

برخوردار مولوی غلام ربانی صاحب سلمہ!

ہر دو خط ملے احوال مافیہا سے مطلع ہوا۔ ماالفقر کا جواب مردہ بدست زندہ بہت خوب جواب ہے۔فتوح الغیب میں غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک شیخ کے ہاتھ میں کاالمیت فی یدالغاسل گویا انہوں نے بتایا ہے کہ فقر عدم ہونا معدوم ہونا میت ہونا اور اس میت کا پوری طرح زندہ یعنی شیخ کے ہاتھ میں مقبوض ہونا ہے۔اب میرے خیال میں مزار شریف کی صحبت بہت اکسیر ثابت ہوگی اعتکاف کامل بشارت بھی بہت اچھی ہے۔آٹا پسوانے کے لئے جانا سے مطلب نفع حاصل کرنا ہے یعنی اعتکاف نفع کرنے کے واسطے ہے اور اس میں ایک شخص کو جو ظاہری تھا اور باطنی دشمن ہے اس کو مغلوب کرنا اس سے مراد نفس ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر سخت مخالف ہے۔اس کو مارنے سے مطلب مجاہدہ بالنفس ہے اس پر ڈر کا لاحق نہ ہونا قوی اشارہ ہے کیونکہ مجاہدہ نفس میں ڈر لوگوں کا نہیں ہوتا اور وہ لوگ دیکھتے رہتے ہیں کہ اعتکاف کا وظیفہ خوانی وغیرہ سب ان کے سامنے ہوتا ہے۔

فقط والسلام

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیر آباد

۱۳۔ تحریک ختم نبوت کے دوران ۲۰ مئی ۱۹۵۳ء کو راولپنڈی جیل سے دورانِ اسیری آپ نے ایک خط ابوالمعانی حضرت مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا

محمد عبدالغفور ہزاروی نظر بند پبلک سیفٹی ایکٹ دفعہ نمبر ۳

مولوی غلام ربانی صاحب معرفت مستری گلاب صاحب آنگہ محلہ مسجد پھلاہ والی مقام و ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ ضلع ہزارہ صوبہ سرحد

حقیقی بھائی سنٹرل جیل راولپنڈی

هو المتین

۹۲

برخوردار مولوی محمد غلام ربانی صاحب سلمہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! میں بفضلہٖ تعالیٰ بالکل بخیریت ہوں۔ رمضان شریف نہایت آرام سے گزر رہا ہے۔ الحمد للہ! ویسے موسم بھی خوب ٹھنڈا ہے۔ آج چھٹا روزہ ہے۔ مجھے مزید گھی یا کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ رمضان شریف کے بعد ململ کے کرتے ضرورت ہوں گے وہ وزیر آباد خط لکھ دیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف نہیں اب کلاس بی ہے۔ باقی ہر طرح سے بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے۔ حاجی غلام رسول کو سلام مسنون۔

فقط

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ راولپنڈی ۲۰ مئی ۱۹۵۳ء

(۱۴)

هو الغفور الحميد

۹۲

۱۸ فروری ۱۹۵۵ء

مخلصی فی اللہ صوفی فضل کریم [۲۸] صاحب سلامت باد!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ! اخلاص نامہ ملا احوال و مافیہا سے مطلع ہوا۔ برخوردار محمد عبدالشکور سلمہ کی نانی کا انتقال ہو گیا تھا اس لئے حاضر نہیں ہوا۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ صحت ہے صرف کمزوری ہے باقی ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہے الحمد للہ۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ بطفیل مقبولان آں مخلص و جمیع متعلقین کو دارین میں اپنے محبوبوں کے سایہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین

مخلص احمد علی صاحب' محمد صادق صاحب' مولانا شاہ صاحب' ولی احمد صاحب' بابا جلال دین صاحب' صوفی عبدالرحمٰن صاحب و دیگر احباب کو سلام مسنون۔

دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیر آباد

(۱۵)

هو الغفور الحميد

۹۲

۱۱ اگست ۱۹۵۵ء

اے کہ فضل تو کفیل مشکلم

مخلصی فی اللہ صوفی فضل کریم صاحب سلامت باد!

سلام مسنون و دعا! خط ملا کاشف مافیہا ہوا۔ میں اگلے ہفتہ میر پور گیا تھا

واپسی پر چوہدری محمد اقبال کے پاس دو گھنٹہ ٹھہرا۔ احمد علی کے بھائی کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین۔ افسوس ہوا اللہ تعالیٰ احمد علی کو صبر کی توفیق دے۔ (آمین)

عزیزم عبدالشکور سلمہ تعالیٰ گولڑہ شریف جامعہ غوثیہ دربار عالیہ میں مقیم ہے باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ اپنے حفظ وایمان میں رکھے۔ (آمین) اور ہر مشکل سے بچائے۔ (آمین ثم آمین) سب مخلصین کو دعا وسلام۔

دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیرآباد

(۱۶)

هو الغفور الحميد

۹۲

۵ جنوری ۱۹۵۶ء

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

مخلصی فی اللہ صوفی فضل کریم صاحب سلامت باد!

سلام مسنون ودعا! اخلاص نامہ پہنچا احوال معلوم ہوا۔ ۱۴ جنوری بروز ہفتہ دو یا تین بجے تک جہلم پہنچوں گا انشاء اللہ العزیز۔ ۱۵ جنوری بروز اتوار دھریالہ جلسہ ہوگا۔ چوہدری اقبال کے پاس فاتحہ خوانی بھی کرنی ہے۔ حافظ پردیسی صاحب کو ضرور اطلاع دیویں۔ سب کو سلام مسنون اور سب کے لئے دعا۔ (آمین)

دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی وزیرآباد

(۱۷)

هو الغفور الحميد

۹۲

۱۳ مئی ۱۹۵۸ء

مکرمی ومحترمی مولانا محمد صادق صاحب [۲۹] سلامت باد!

سلام مسنون! بے شک وہابیہ' مودودیہ' اہلحدیث وغیرہ کی طرف سے ایک وفد جمعیت علماء پاکستان سے ملنے کے لئے آیا جس نے متحدہ محاذ بنانے کی درخواست کی مگر جمعیت نے ابھی تک کوئی جواب کامل یا ناقص نہیں دیا۔ ۱۹ مئی کو میٹنگ ہو رہی ہے اس میں فیصلہ ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ میری ذاتی رائے ہے کہ ان سے اتحاد سخت مضر ہے اور اس میں شک نہیں کہ ہمارے علماء محض ذاتی نفع کے لئے ان سے ایسا سلوک کرتے ہیں جو کہ شرعاً حرام ہے۔ اگر گٹھ جوڑ کرنا ضروری ہے تو کسی سیاسی پارٹی سے سیاسی گٹھ جوڑ ان کے گٹھ جوڑ سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ آگے جو ہوگا وہ آپ کے سامنے ہوگا کوئی پوشیدہ بات نہ ہوگی۔ محترم ومکرم مولانا عبداللطیف صاحب کی خدمت اقدس میں سلام مسنون و نیاز۔

فقط

آپ کا محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیر آباد

(۱۸)

هو الغفور الحميد

۹۲

۷ اپریل ۱۹۶۰ء

مکرمی مولانا محمد صادق صاحب دامت برکاتم العالیہ!

سلام مسنون! میں اور میرے مشائخ طریقت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے کیونکہ صورہ مستفسرہ میں اقتدا بمن لم یدخل فی الصلوٰۃ جو کہ مفسدہ صلوٰۃ ہے اور میرے ہاں نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال نہیں ہوتا۔ ریڈیو کی خبر شرعاً شہادت نہیں۔ رویت ہلال میں تار وغیرہ قطعاً بے کار ہیں۔[30] غیر انبیاء پر صلوٰۃ و سلام مستقلاً نہیں ہوسکتا۔ ذهب بعضهم الى كراهته وبعضهم الى تحريمه وما ذهب اليه الجمهور انه لا يجوزا ابتداء استقلالاً واما اتباعافيجوز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہی برحق ہے۔

فقط

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

(۱۹)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

۹۲

۲۴ جون ۱۹۷۰ء

عزیزم الفاضل المکرم صاحبزادہ ابوالضیاء میاں غلام محمد صاحب[31] سلامت باد!

سلام مسنون! محبت نامہ کافی دنوں سے آیا ہوا تھا میں گولڑہ شریف عرس شریف سے فارغ ہو کر بھتیجے کی شادی کے سلسلہ میں ہزارہ چلا گیا تھا۔ کل وہاں سے فارغ ہو کر واپس وزیرآباد پہنچا ہوں۔

سنی کانفرنس میں شمولیت نہیں کی۔ اخبارات میں کانفرنس کا باطن کافی سے زیادہ واضح ہو چکا ہے۔ لوگوں نے خوب تبصرے کئے ہیں جب پیر صاحب زکوڑی شریف کانفرنس کریں گے اس وقت حالات کے مطابق عمل کروں گا۔

حضرت صاحب اور تمام لنگر والوں کو سلام مسنون۔

فقط

دعاجو محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

(۲۰)

۷۸۶

۹۲

بخدمت اقدس حضرت شیخ الحدیث مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ بصیر پور!

السلام علیکم ورحمتہ و برکاتہ! عزیزان روانہ ہیں مکبر الصوت پر تقریظ کا ارشاد ان کی وساطت سے پہنچا۔ میں خود ہی مکبر الصوت کی تقریظ ہوں۔ انشاء اللہ عنقریب بہت سے علماء سے تقاریظ حاصل کر کے روانہ کروں گا۔ دورہ قرآن کی مصروفیت کی وجہ سے ابھی تک کچھ نہیں لکھا۔

فقط والسلام

نیاز اندیش و دعاجو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

(۲۱)

هوالموجود

هوالغفور

۹۲

۱۱اپریل ۱۹۵۸ء

مخلصی فی اللہ مولوی عبدالغفار صاحب سلامت باد! ۳۰۲

سلام مسنون! اخلاص نامہ پہنچا اللہ تعالیٰ شفا بخشے (آمین) مصفی خون دوا کسی

قابل حکیم سے حاصل کر کے استعمال کریں انشاء اللہ العزیز شفا ہوگی۔

عرسِ پاک صاحب لولاک ﷺ ۱۹ اور ۲۰ اکتوبر کو ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز

امید غالب ہے کہ آئندہ بدھ کو مولانا محمد سلیم صاحب کی مسجد میں تقریر ہوگی۔ انشاء اللہ

فقط دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیر آباد

۲۲۔ حضرت شیخ الحدیث محدث اعظم فیصل آبادی کے نام لکھا ہوا مکتوب

هو الغفور الحميد

۹۲

۳۰ جولائی ۱۹۶۰ء

حضرت علامہ ابوالفضل محدث اعظم پاکستان دامت برکاتہم العالیہ!

سلام مسنون! خیر و عافیت' مزاج گرامی۔ گرامی نامہ پہنچا مجھے تو پہلے ہی یقین تھا کہ یہ سازش ہے ورنہ کیسے ممکن تھا کہ جمعرات کو رسالہ شائع ہوا اور جمعہ تک وہ لودھراں پہنچا ہوگا۔ پھر وہاں سے کوئی شخص لائل پور ملتان کا دورہ کرتا ہے اور مجھے پیر کی صبح خط بھی پہنچ جاتا ہے۔ مجتہد فیہ مسائل میں احتیاط از اختلاف بہتر ہے۔ عزیزم! مولانا فضل رسول سلمہ المولیٰ تعالیٰ و مدرسین کرام وطلبہ عظام کو السلام علیکم عرض کر دیں۔

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

۵ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ

۲۳۔ ۲ مارچ ۱۹۶۹ء کو مکہ مکرمہ سے بیٹی کے نام لکھا ہوا خط

عزیزہ سلمہا اللہ تعالیٰ!

سلام مسنون! ہم آج ۲ مارچ حج سے فارغ ہو کر مکہ شریف پہنچ گئے ہیں۔ عرفات' مزدلفہ' منیٰ سے فارغ ہو گئے ہیں۔ تمہاری امی جان کا حج مکمل ہو گیا ہے۔

الحمدللہ ایک ایک سنت' واجب' فرض وقت پر ادا کر لئے ہیں۔ کئی لوگوں نے مزدلفہ کا وقوف نہیں کیا اور کئی آدمیوں نے رمی نہیں کی۔ تمہاری امی نے جمرہ عقبہ کی رمی میرے ساتھ جا کر خود کی ہے۔ جس دن جمعہ تھا اس دن یہاں گیارہ ذی الحجہ کی تاریخ تھی۔ غالباً اس دن پاکستان میں عید تھی۔ میں نے اس دن طواف فرض ادا کیا۔ میرا خیال تھا کہ اس وقت پاکستان میں ایک بجے کا وقت ہو گا۔ حطیم شریف کے سامنے نفل پڑھے اور خوب دعا کی سب کے نام لے کر دعا مانگی۔ تمہارے ماموں جان ادریس کا نام لے کر دعا کی یہاں تک کہ عارف' آصف' زبیدہ' طاہرہ' شکیلہ' عبدالشکور' طارق بلکہ بابا عنایت سائیں فضل دین' حمید چشتی' ماسٹر اللہ دتہ' سعید وکیل' چوہدری ظفر' سینکڑوں کے نام لے کر دعا کی۔ بالآخر تھک گیا تو عرض کیا کہ اے اللہ! تو سب کو جانتا ہے۔

رمی کے وقت سخت دھکے لگتے ہیں۔ حضرت صاحب گولڑہ شریف والے فرما رہے تھے کہ ہمارے سر میں روڑے لگتے رہے ہیں۔ مجھے بھی سخت روڑے لگے۔ ایک آدمی نے مجھے دل پر ایسا مکہ مارا کہ میں سمجھا کہ پسلی ٹوٹ گئی ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی ایک مکہ مارتا ہوں کہ ایک نورانی شکل والا ایک شخص آیا اس نے کہا: انت رجل عالم. میں نے کہا: ای نعم. اس نے کہا: من این یرمی. میں نے کہا: هناك. وہاں سے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پھر اس نے میرے کان سے منہ لگا کر کہا: فاصبر علی اذا هم فان ذلك هو الحج . پھر وہ ہجوم میں اس طرح چل رہا تھا کہ اسے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی روح ہے۔ عرفات میں تمہاری امی کو پہاڑی پر لے گیا۔ سخت دھوپ تھی کہ مغز گرم ہو گیا۔ خیال آیا کہ خیمہ کوئی نہیں اور تنہا دھوپ میں بیٹھنا محال ہے۔ چند منٹ بعد اللہ تعالیٰ نے بادل ہی بادل بھیج دیئے خوب ٹھنڈک ہو گئی۔ جب غروب کا وقت ہوا میں نے آخری دعا مانگی اس وقت آنسو بھی جاری تھے اور بارش کے قطرے بھی گر رہے تھے۔

فی الحال ۱۲ مارچ کو سنا ہے ہمارا جہاز جائے گا۔ سب کو سلام۔

فقط

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

(۲۴)

هوالموجود

هوالغفور

۹۲

اخلاصِ مجسم عزیزم الفاضل المکرم جمالی صاحب [۳۳] زید جمالہ!

سلام مسنون و دعا! کشف عیان' کشف وجدان۔ پہلی قسم عموماً سادہ افراد میں ہوتی ہے اور وہ اس کھیل میں خوش رہتے ہیں اور اس کو کامل تصور کرتے رہتے ہیں۔ قسم دوم اکابر اولیاء کرام میں بدرجہ اُتم پائی جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ دل ہی ایسا ہو جاتا ہے کہ جو صحیح بات ہوتی ہے وہ اس میں پیدا ہو جاتی ہے اس قسم سے آپ کو حصہ مل رہا ہے آہستہ آہستہ تمیز پیدا ہوتی جائے گی۔

تامل در آئینہ دل کنی
صفائی بتدریج حاصل کنی

اس قسم میں رحمانی' ملکانی' نفسانی' شیطانی چار صورتیں ہوتی ہیں۔ انشاء اللہ بفضل خدا آہستہ آہستہ تمیز پیدا ہوگی۔ دفعۃً بسا اوقات دماغ پر اثر پڑ جاتا ہے۔ کشف پر کوئی دینی بنیادی مسئلہ موقوف نہیں۔ دین کی بنیاد قطعیات اور احادیث صحیحہ کو اجماع پھر قیاس مجتہدین پر ہے۔ آپ عجلت سے کام نہ لیویں۔ مزار شریف پر مراقب بیٹھا کریں آہستہ آہستہ سب کچھ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

فقط دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

(۲۵)

هوالموجود

هوالغفور

۹۲

۲۴ جنوری ۱۹۶۷ء

عزیزم فاضل محقق محمد اعظم جمالی صاحب سلمہ تعالیٰ!

سلام مسنون! الحمد للہ آپ بخیریت "میکدہ" میں پہنچ گئے۔ ہم نے چونکہ چاند نہیں دیکھا تھا اور مطلع بالکل صاف تھا لہٰذا جمعہ کو عید پڑھی۔ یہاں بھی اسی طرح شور اور تنازعہ ہوا ہے۔

ہر لحظہ جمال خود نوع دگر آرائی
شور دگر انگیزی و ذوق دگر افزائی

مجھے وجع المفاصل کی تکلیف ہے اگر افاقہ ہو گیا اور حال درست ہوا تو پاک پتن شریف خود حاضری کی سعادت حاصل کروں گا۔ انشاء اللہ العزیز

عزیزم مفتی، محمد طارق، وکیل صاحب، بابا عنایت، حاجی رشید صاحب اور تمام احباب سلام عرض کرتے ہیں۔

فقط دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

(۲۶)

هوالموجود

هوالغفور

۹۲

۹ مارچ ۱۹۶۷ء

میرے جمالی صاحب شاد باد!

سلام مسنون! محبت نامہ پہنچ کر کاشف الحال ہوا۔ مقصود کشف نہ ہونا چاہئے مقصود فیض ہونا چاہئے اور وہ بغیر کشف کے حاصل ہوتا رہتا ہے اور فیض اور اکتسابِ فیض اور مفیض سے ملنا صرف اور صرف اس کی ذات سے شناسائی ہے بلکہ اسی کا ہونا اور غیریت اور ہستی موہومہ کا فنا ہونا ہے۔ اس کی شناسائی نہ ہو اور ہستی موہومہ ختم نہ ہو کشف کرامت ہو بھی تو کیا حاصل ہے؟ ۳۴ کیونکہ کشف و کرامت سب غیریت ہے بلکہ یوں ہو بقول رومی رحمۃ اللہ علیہ:

وصل در وصل است اینجا وصل نیست
عین باعین است اینجا وصل نیست

ایک علم جو کشف ہے اور ایک کشف کا علم یعنی علم العلم ہے۔ یہ کہنے سننے کی بات نہیں یہ محبت اور تعلق قلبی کی کیفیت ہے، جو خوبصورت انداز سے صفحات قلوب پر عیاں ہوتی رہتی ہے۔ انشاء اللہ العزیز پھر کسی وقت مزید کچھ عرض کروں گا۔

میں ایک ضروری کام کی وجہ سے شجاع آباد نہیں جا سکا مجھے بہت خیال رہا کہ جمالی صاحب کو تکلیف نہ ہوئی ہو مگر دل یہی کہتا ہے کہ میرا خط ان کو دیر سے پہنچا ہوگا یا کوئی اور وجہ ہوگی وہ شجاع آباد نہ جائیں گے۔ شکر ہے کہ آپ کو شجاع آباد کے سفر کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ عزیزانِ مفتی و محمد طارق کی طرف سے سلام و نیاز۔ وکیل صاحب، بابا عنایت صاحب، حاجی رشید صاحب اور سب احباب سلام عرض کرتے ہیں۔ آپ کے مولوی محمد اکرم صاحب کو سلام مسنون، مولوی ظریف اگر آئیں تو ان کو ضرور میرا سلام کہنا۔ میں نے ان کو رویا صادقہ میں آپ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دیکھا ہے۔

دعا گو دعا جو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ

(۲۷)

هوالموجود

هوالغفور الحمید

۹۲

عزیزم سیّد خورشید احمد صاحب سلامت با کرامت باد!

سلام مسنون! ضروری وظائف میں ذکر نفی اثبات لا الہ الا اللہ ہے کم از کم گیارہ سو بار پڑھا کریں جب فرصت ملے درودِ مستغاث' سلسلہ چشتیہ' دعائے حزب البحر شریف اور قرآن مجید صبح کی نماز کے بعد پڑھا کریں۔ حزب البحر شریف میں وسخرلنا هذا البحر جب پڑھیں تو اس آدمی کا تصور کر لیا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فضل و کرم ہو گا۔ اگر کوئی مشکل ہو تو اس کا تصور خیال اس لفظ کے پڑھنے کے وقت کیا کریں۔ قوتِ ارادی اور یقین سب سے بڑی دولت ہے۔ یا حی یا قیوم ایک سو ایک بار صبح کی نماز کے بعد پڑھا کریں انشاء اللہ العزیز قرض سے نجات ہو گی۔

فقط دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیرآباد

(۲۸)

هوالموجود

هوالغفور الحمید

۹۲

عزیز القدر سیّد محمد خورشید احمد صاحب سلمہ المولیٰ تعالیٰ!

سلام مسنون! اخلاص نامہ پہنچا۔ یا حی یا قیوم کثرت سے پڑھا کرو انشاء اللہ

تعالیٰ قرض بہت جلدی ختم ہو جائے گا۔ ضروری ہے کہ آئندہ اخراجات میں کفایت شعاری سے کام لو۔ غمی اور شادی کے قرضہ سے نہیں گھبرانا چاہیئے یہ ہر ایک کے ساتھ ہوتا رہتا ہے۔ عرسِ پاک صاحب لولاک ﷺ ۲۳ اکتوبر ہو گا ۲۴ اکتوبر ختم شریف ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

فقط دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی عفی عنہ وزیر آباد

(۲۹)

هوالموجود

هوالغفور الحمید

۹۲

عزیزم محمد خورشید احمد صاحب سلمہ المولیٰ تعالیٰ!

سلام مسنون! تقریر کرنے سے پیشتر کم از کم ایک گھنٹہ باوضو خاموش رہا کرو اور نیت خالص رضائے الٰہی رکھیں اور خلق خدا کی ہدایت مطلوب ہو تو تقریر مؤثر ہوتی ہے۔ ویسے وظیفہ بہترین درود شریف جو نماز میں پڑھتے ہو۔ امتحان کے لئے تعویذ ارسال ہے محنت شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا ضروری ہے وہی فضل کرنے والا ہے۔ تقریر کے وقت تصورِ شیخ رکھنا مفید ہے۔ جس شخص سے بیعت ہو اس کا تصور بے حد مفید ہوتا ہے۔ عبارت مختصر تحریر کیا کرو۔ لمبے خطوط اور القاب کو میں نہیں پڑھتا۔ ہر دلعزیزی کی کیا ضرورت ہے صرف رضائے الٰہی حصول ہر مشکل کے لئے کافی ہے۔

فقط دعا گو

محمد عبدالغفور ہزاروی

حواشی مکتوبات حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری سے جو مکتوبات مل سکے ان میں سے اکثر پاکستان اور انڈیا کے مختلف شہروں سے (قیامِ پاکستان سے قبل اور بعد) مختلف تنظیموں کے صدور و سیکرٹری صاحبان کے لکھے ہوئے ہیں جن میں سے اکثر کا تعلق مختلف اعراس' کانفرنسوں اور جلسوں میں خطاب کے لئے دعوت دی گئی ہے۔ چند ایک خطوط علماء و مشائخ عظام کے بھی جو ان حضرات نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے مثلاً سلطان العارفین محبوب الٰہی حضرت قبلہ پیر سیّد غلام محی الدین شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بابو جی کے قیامِ پاکستان سے قبل اور بعد کے لکھے ہوئے بیس خطوط (راقم الحروف) کے پاس محفوظ ہیں۔اس کے علاوہ حضرت مولانا غلام دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا بشیر احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ حافظ آباد' حضرت مولانا محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت مولانا عبدالرزاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ گوھدو واہ کینٹ' حضرت مولانا عبدالنبی محمد حسن علی قادری میلسی' حضرت صوفی فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ جہلم جبکہ متعدد علماء و مشائخ کرام کے خطوط جو حضرت کے وصال پر لکھے گئے وہ بھی راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں۔آپ کے خطوط کے حواشی درج ذیل ہیں۔

۱۔ علم حاصل کرنا اچھا ہے غلامی اچھی نہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ (القرآن الکریم ۱۱:۵۸)

''اور جنہیں علم دیا گیا ان کے لئے خاص درجات ہیں۔''

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ

(القرآن الکریم ۹:۳۹)

''کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں۔''

حدیث میں ہے کہ جو کوئی طلب علم کی راہ چلا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا

راستہ آسان کر دیتا ہے اور ملائکہ طالب علم کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

بنی آدم از علم باید کمال
نہ از حشمت و جاہ و مال و منال
چو شمع از پئے علم باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

غلامی سے متعلق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

۲۔ وطن اصلی کی طرف رجوع کرنا' اصل سرمایہ ہے۔ انسان کا اصل وطن تو آخرت ہے۔ یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے۔ ہر انسان آخرت کی طرف سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ زندگی کا اصل سرمایہ یہ ہے کہ بندہ آخرت کے لئے تیاری کرے۔ یہ دنیا تو بمطابق حدیث الدنیا مزرعة الآخرة (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) اور انسان کی اصل فنا ہے اور یہ بات تصوف میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔

زندگی کا اصل مقصد اگر حاصل نہ ہو تو یہ دنیاوی زندگی بے کار ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے انسانی زندگی کے اصل مقصود جس کو قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں: ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (القرآن)

ما خلقت الجن و الانس نحواں
جز عبادت نیست مقصود جہاں

۳۔ کوئی کسی کا غمخوار نہیں یہاں کے دوست بے وفا ہیں۔ علامہ اقبال اسی بات کو اپنی نعت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں بیان کرتے ہیں:

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی
تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ وگل ہیں ریاض ہستی میں
وفا کی جس میں ہو خوشبو وہ کلی نہیں ملتی

۴۔ نفی اثبات لا الہ کو نفی اور الا اللہ کو اثبات کہتے ہیں۔ اس واسطے اس ذکر کا نام نفی اثبات ہے۔ نفی کے وقت آنکھیں کھلی رہنی چاہئیں اور اثبات کے وقت بند۔ اسی ذکر کو چہار ضربی بھی کہا جاتا ہے۔ اس ذکر میں نو بار لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد دسویں بار محمد رسول اللہ بھی کہا جائے۔ نفی واثبات کا پاس انفاس یہ ہے کہ جب اندر سانس جائے تو لا الہ کہے جب سانس باہر آئے تو الا اللہ کہے اور اس طرح کہے کہ پاس والے کو خبر بھی نہ ہو اور ہر حصہ میں اندرو باہر سانس کے وقت نظر ناف پر رہنی چاہئے اور منہ بند ہو۔

۵۔ ''مراقبہ'' معنی ایک دوسرے کو دیکھنا اور اپنی توجہ قلبی کو رقیب (اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام) کی جانب پھیرنا بعض محققین کے نزدیک شغل اور مراقبہ میں کچھ فرق نہیں کیونکہ دونوں میں تصور خیال سے کام لیا جاتا ہے۔ اہل تصوف کی مراقبہ سے مراد وہ حالت قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس حالت سے کچھ اعمال اعضاء میں کچھ دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ ہر وقت قلب کی طرف مشغول وملتفت ومتوجہ رہنا اور دوسرا یہ کہ اسماء الٰہی میں سے کسی ایک اسم کے معنی ولفظ وقرآنی آیت کے معنی دل میں خیال ہو تصور وتوجہ ایسے کرے کہ وہی حالت رکھے' قلب پر جاری ہو جائے اور وہ خود معانی بن جائے اپنی خبر نہ ہو۔ طریقہ یہ ہے کہ ہر لمحہ آنکھ بند کر کے سر کو عجز کے گریباں میں جھکا کر خدا کی طرف متوجہ ہو اور دل کی نگہبانی کرے کہ عذر کا خیال نہ آنے دے۔

۶۔ درود شریف اور دعا: (درود شریف) صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ

واصحابہ وبارك وسلم. درودِ خضری کو آپ کثرت سے پڑھتے اور خطبہ جمعہ سے قبل متعدد بار سب سامعین و حاضرین کو پڑھاتے یہ آپ کی زندگی بھر کا معمول رہا اس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ آپ ایک ایک لفظ پڑھتے بعد میں حاضرین مل کر پڑھتے۔

(دعا)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ صلى الله تعالىٰ على سيدنا شفيعنا محمد وآله واصحابه اجمعين

(بخاری شریف باب الدعا بعد الصلوٰۃ)

۷۔ حزب البحر کی ترکیب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کردہ مجموعہ وظائف چشتیہ مع اسناد میں موجود ہے۔

۸۔ درودِ مستغاث شریف انتہائی اکسیر وظیفہ ہے اکثر بزرگانِ دین کے وظائف میں شامل رہا ہے۔آپ کے وظائف میں بھی یہ درود شریف شامل تھا۔ درود شریف اور طریقہ زکوٰۃ' درودِ مستغاث بھی مجموعہ وظائف چشتیہ میں موجود ہے۔

۹۔ ''شغل ہو ہر دم خیالِ یار سے۔'' مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں کیا خوب فرمایا ہے:

غفلت ازوے یک زماں صد مرگ داں
زندگی یاد است نزد عارفاں

''اللہ کی یاد سے غافل ایک لمحہ سو موتوں کے برابر ہے کیونکہ عارفوں کے نزدیک یادِ الٰہی ہی زندگی ہے۔''

ایں جہان و آں جہاں فانی بود
غیر یادش جملہ نادانی بود

''یہ اور وہ جہاں فانی ہیں بس اس کی یاد کے علاوہ نادانی ہی نادانی ہے۔''

یاد او سرمایہ ایماں بود
ہر گدا از یاد او سلطاں بود

''اس کی یاد سرمایہ ایماں ہے گدا اسی کی یاد سے سلطان بن جاتا ہے۔''

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

جو دم غافل سو دم کافر

''ایک لمحہ یادِ الٰہی سے غافل رہنے سے موت بہتر ہے۔''

اللہ رب العزت نے بھی کثرت سے اپنا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (القرآن ۳:۴۱)

''کثرت کے ساتھ اپنے رب کا ذکر کرو اور صبح و شام تسبیح بیان کر۔''

ذکر کن ذکرے کہ غیر از دل رود
غیر مسمی ذات حق در دل بود

(مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ)

''خدا کو یاد کر کہ غیر تیرے دل سے نکل جائے' صرف اللہ کی ذات تیرے دل میں ہو۔''

۱۰۔ حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھائی تھے۔ بڑے ہی صاحب تقویٰ و طہارت شخصیت کے مالک تھے۔ صحیح معنوں میں اسلاف کی یادگار تھے۔ آپ کا تفصیلی ذکر ''خاندانی حالات'' میں گزر چکا ہے ان خطوط سے جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو لکھے آپ کی عظمت کا بخوبی اندازہ

ہوتا ہے۔

۱۱۔ خدا کی جانب جانے والے چار قسم کے ہوتے ہیں۔ قبلہ عالم حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑی رحمۃ اللہ علیہ نے ان چار قسم کے درویشوں کا ذکر اور تشریح یوں بیان فرمائی ہے۔ مجذوب محض، زاہد خشک، مجذوب سالک اور سالک مجذوب۔ اول مجذوبان جو جاذبہ غیب کی کشش سے مغلوب حال ہو کر اوامر ونواہی سے بے خبر ہو گئے جیسے کوئی شخص بادشاہ پر عاشق ہو کر اس کے جمال کی دید میں مستغرق ہو جائے اور بارگاہِ سلطانی کے آداب کی بجا آوری کا کچھ خیال اس کے دل میں باقی نہ رہے۔ یہ منزل مسلک انبیائے کرام علیہم السلام کے عدم توارث کے باعث ناقص ہے۔ دوم زاہد خشک بلا جذب واثر جو محض زہد اور عبادت میں مصروف رہے اس شخص کی مانند ہے جو صرف آدابِ شاہانہ کی پاسداری میں مشغول ہے اور جس نے وسیلہ کو مقصود سمجھ رکھا ہے اور جو بادشاہ کے جمال جہاں آراء سے بے حظ اور بے بہرہ رہتا ہے۔ سوم قسم مجذوب سالک جس کا جذب سلوک پر مقدم ہو چکا اور چہارم قسم سالک مجذوب جس کا سلوک جذب پر مقدم ہوتا ہے۔ یہ دونوں اقسام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہ درجات مشائخ عظام کو نصیب ہوتے ہیں۔

۱۲۔ کشف وجدانی: کشف کے لغوی معنی تو پردہ اٹھ جانے کے ہیں لیکن صوفیاء کرام کی اصطلاح میں معانی غیبیہ اور امورِ حقیقیہ سے حجاب کا اٹھ جانا اور درویش وصوفی کا ان امورِ غیبیہ اور حقیقیہ کو جاننا کشف کہلاتا ہے۔ کشف کی دو قسمیں ہیں۔ کشف عیانی اور کشف وجدانی۔ ان میں سے کشف وجدانی کو ترجیح حاصل ہے۔ وجدان ایک ذریعہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے باطنی سرچشمہ سے عطا کیا ہے یہ وہبی ملکہ ہے جس میں کسب و ہنر کو کچھ دخل نہیں۔ وجدان کے ذریعہ انسان پر وہ حقیقتیں عیاں ہوتی ہیں جو عقل کے ذریعہ واضح نہیں ہوتیں۔

۱۳۔ اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ

(القرآن الکریم ۳:۱۹۱)

''جو لوگ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں۔''

لا یزال لسانك رطب من ذکر اللّٰہ (ترمذی شریف)

''تیری زبان ذکرالٰہی سے تر رہنی چاہیے۔''

آنحضور ﷺ ان اوصاف کے بہترین ترجمان ہیں کہ آپ ہر لحظہ اللہ کی یاد میں رہتے ہیں۔ کان یذکر اللّٰہ فی کل حین (ابوداؤد)

''ہر لمحہ ہر لحظہ اللہ کی یاد میں رہتے۔''

دل میں یادِ الٰہی پختہ ہو اور بغیر کسی تکلیف کے زبان سے جاری ہو یہ ذکر کا اعلیٰ درجہ ہے۔ دل یادِ الٰہی میں اس قدر مشغول ہو کہ زبان سے ذکر کی حاجت نہ رہے یہ ذکر کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اسے فنا فی اللہ کا نام دیا گیا ہے۔

ہمارا شغل ہو راتوں کو رونا یاد دلبر میں
ہماری نیند ہو محو خیال یار ہو جانا

۱۴۔ صلوٰۃ الفاتحہ لما اغلق پڑھنے کا طریقہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ وظائف چشتیہ میں موجود ہے۔

۱۵۔ اسم ذات پاس انفاس ذکر اسم ذات کا طریقہ یہ ہے کہ دو زانو بیٹھ کر سر کو دائیں کندھے کی طرف لا کر آنکھیں بند کر کے اَللّٰهُ اللّٰه کہے۔ پہلے لفظ اللہ کی حرف ہ کے اوپر پیش پڑھے اور دوسرے اللہ کی ہ کو ساکن رکھے۔ پہلے لفظ اللہ کی ضرب دل پر لگائے جو بائیں چھاتی کے نیچے واقع ہے۔ اسم ذات کا پاس انفاس یہ ہے کہ زبان تالو سے لگائے اور منہ بند کرے جب اندر کا سانس لے تو لفظ اللہ کو ادا کرے اور سانس کو اتنا روکے کہ تمام پیٹ سانس سے بھر جائے اور یہ تصور کرے کہ اللہ تمام باطن میں محیط ہے

اس کے بعد آہستہ سے سانس کو ناک کے راستے باہر لاتے ہوئے ھو کہے یعنی اندر کے سانس میں اللہ اور باہر کے سانس میں ھو۔

۱۶۔ اس خط میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے کئی مسائل کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ مثلاً نمبر ا: درویش چار قسم کے ہوتے ہیں۔ نمبر۲: سالک مجذوب کو فوقیت حاصل ہے۔ نمبر۳: کشف کی دو قسمیں اور کشف وجدانی کو ترجیح حاصل ہے۔ نمبر۴: مراقبہ اور اس کا طریقہ۔ نمبر ۵: نفی اثبات۔ نمبر ۶: جہر ادنیٰ جو کافی ہے وہی بہتر ہے۔ نمبر ۷: نفی اثبات ہر روز دو ہزار مرتبہ پڑھنا کافی ہے۔ نمبر ۸: بلاناغہ صلوٰۃ الفاتحہ پڑھنا۔ نمبر۹: موقع بہ موقع تفکر مراقبہ جو ترقی درجات کی شاہراہ ہے۔ نمبر ۱۰: اسم ذات اللہ' پاس انفاس کی اہمیت یہ روح کی غذا ہے۔ نمبر۱۱: جب صاحب دل ہو تو اپنے سے فتویٰ لے استفت قلبك. نمبر ۱۲: قرآن کریم اور دلائل الخیرات کی اہمیت۔ نمبر۱۳: نوافل تقربِ الٰہی کا سبب ہیں۔ نمبر۱۴: تصوف کی باریکیاں عوام کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔

۱۷۔ الہام کے لغوی معنی ہیں القا الشی فی القلب دل میں کسی چیز کا ڈال دینا۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: فالھمھا فجورھا و تقوٰھا ''اللہ نے انسان کو بری اور نیک دونوں باتوں کا الہام دیا۔''

الہام ایسا وجدان ہے جو نفس کو حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ مطلوب چیز کا علم ہوتا ہے۔ الہامِ نبی اور غیر نبی دونوں کو ہوتا ہے۔ عبادت و ریاضت تزکیہ نفس سے قلب پر خاص علوم بذریعہ الہام نازل ہوتے ہیں اور الہامِ الٰہی سے انسان کے علاوہ دوسری مخلوقات بھی رہنمائی حاصل کرتی ہیں جیسے قرآن مجید نے اس کی مثال دی ہے کہ شہد کی مکھیاں جو الہامِ الٰہی سے اپنا مرکز بنا کر اس میں شہد جمع کرتی ہیں۔

۱۸۔ کلام لفظی' کلام نفسی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے کلام لفظی و کلام نفسی کی نورالانوار سے خوب تشریح فرمائی ہے۔ اس کا ذکر قصیدہ بردہ میں بھی ہے۔ اہل سنت

مذہب واشاعرہ مذہب ابی منصور ماتریدی میں کلام اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ لفظی اور نفسی۔ لفظی حادث ہے باعتبار الفاظ حروف وصوت وکتابت اور باعتبار معنی بلا صوت قدیم اسے کلام نفسی کہتے ہیں اور یہ صحیح عقیدہ ہے کلام اللہ تعالیٰ:

اثنان لفظی مکتوب فی المصاحف حادث و نفسی قائم بذاتہٖ تعالیٰ قدیم لیس لحرف ولا صوت بل ھو المعنی فقط

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آیاتہ حق من الرحمن محدثۃ
قدیمۃ صفۃ الموصوف بالقدم

باعتبار تلفظ ونزول وکتابت فی المصاحف حادث ہیں اور باعتبار معنی وکلام نفسی قدیم کیونکہ وہ صفت ہیں ذاتِ پاک کی جو موصوف بالقدم ہے اور یہ امر محقق ہے کہ موصوف قدیم کی صفت بھی قدیم ہوتی ہے ورنہ قدیم محل حوادث ٹھہرے۔ تعالیٰ اللہ عما یصفون

۱۹۔ حال تو اچھا ہو چکا ہے۔ صوفیاء کرام کے ہاں دو لفظ مقام اور حال بہت زیادہ مستعمل ہیں۔ یہاں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی کشف المحجوب سے مقام اور حال کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔ حضرت کے خطوط میں اکثر مقامات پر یہ لفظ آئے ہیں۔ حال کے معنی ہیں کہ کیفیت کا حق کی طرف سے دل میں پیدا ہونا اسے بندہ اپنے کسب کے ذریعہ دفع نہیں کرسکتا اور جب وہ کیفیت جاتی ہے تو بندہ اسے اپنے کسب وتکلیف سے حاصل نہیں کرسکتا تو مقام وہ راستہ ہے جس میں طالب کوشش کرے اور اپنی سعی و جدوجہد کے ساتھ قدم رکھے اور اس کے لئے حضرت حق جل مجدہٗ نے طالب کے لئے کسب کرنے اور مجاہدہ سے تقرب حاصل کرنے کی ایک مقدار کا درجہ رکھا ہے اور حال بلا تعلق مجاہدہ بندہ کے دل میں فضل الٰہی اور لطف محض کے ساتھ ایک کیفیت کا پیدا ہونا

ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ مقام اعمال کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور حال تمام کا تمام افضال حق سے دلی طلب میں آتا ہے تو مقام مکاسب عبد سے ہوا اور حال مواہب حق سے تو صاحب مقام اپنے مجاہدہ و ریاضت کے ساتھ قائم ہوگا اور صاحب حال از خود فانی ہو کر اس حال کے ساتھ قائم ہو گا جو حق تعالیٰ اس کے دل میں پیدا فرمائے گا۔ مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اس جگہ مختلف ہیں۔ ایک جماعت تو وہ ہے جو حال کو دواما روا رکھتی ہے ایک جماعت وہ ہے جو حال کو دواما ناروا رکھتی ہے۔

۲۰۔ اس میں اشارہ مراقبہ کی طرف ہے۔ حضرت ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ خواب میں آقائے دوجہاں سرکارِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے جو آپ کو ارشاد فرمایا آپ نے وہ خواب خط میں لکھ کر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ارسال کیا جس کے جواب میں آپ نے یہ تعبیر ارشاد فرمائی۔ الفاظ کی شستگی چھوڑ اور معنی کی تلاش کر۔ نبی علیہ السلام کے اس ارشادِ مبارکہ میں مراقبہ کی تلقین کی گئی ہے۔ پھر آپ نے مراقبہ کا طریقہ بھی بیان کیا۔

۲۱۔ دل سے اللہ ھو پڑھے۔ اسم ذات پڑھنے کا ایک طریقہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بیان فرمایا ہے اور دوسرا طریقہ وہ ہے جو مجموعہ وظائف گولڑہ شریف میں درج ہے۔ ہمزہ اللہ کی ضرب ناف پر اور ہٗ کو دماغ پر ختم کرے۔ ناف کو عالم سفلی اور دماغ کو عالم علوی سمجھے یعنی دونوں عالم علوی اور سفلی میں اسی اسم پاک کے مسمیٰ یعنی ذاتِ حق جل شانہٗ کے اسماء اور صفات کا ظہور ہے۔

۲۲۔ کل شب کو حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اس خط میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چلہ اور خواب کا ذکر کیا کہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔

۲۳۔ صلوٰۃ الفاتحہ لما اغلق حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ وظائف میں موجود

ہے یہاں اسے پڑھ کر ایصالِ ثواب کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

۲۴۔ ''محبوب الرحمٰن'' حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی کے برادرِ اصغر جو چمبہ پنڈ میں قیام پذیر تھے اور صغرسنی میں ہی اپریل ۱۹۴۵ء میں وصال پا کر چمبہ پنڈ کے قبرستان میں والدہ کے قدموں کی طرف دفن ہوئے۔ محبوب الرحمٰن نے اپنی والدہ ماجدہ کے وصال کے ایک ماہ بعد دو سال چھ ماہ کی عمر میں وصال پایا۔

۲۵۔ ''صحو'' کیفیت صحو اصطلاح تصوف میں ہوشداری کو کہتے ہیں اور صاحی ہوش میں رہنے والا تصوف میں صوفی کی حالت کہ وہ اپنے احساسات میں واپس لوٹ آئے صحو کہلاتا ہے۔

۲۶۔ ''مجاہدہ'' لغوی اعتبار سے مجاہدہ کے معنی کسی کے ساتھ جنگ کرنا ہیں مگر صوفیاء کرام کی اصطلاح میں نفس امارہ کے خلاف جنگ کرنے کو مجاہدہ کہا جاتا ہے۔ نفس پر جبر کر کے اس کی خواہشات کے خلاف اسے مشقت میں ڈالنا تاکہ تزکیہ نفس ہو اور نفس اطاعت کی طرف مائل ہو مجاہدہ شریعت میں مقصود و مطلوب ہے۔ قرآن و سنت میں اس کا حکم اور سلف صالحین سے اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط (القرآن الکریم ۲۲:۷۸)

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کرنے کا حق ہے۔''

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ط (القرآن الکریم ۲۹:۶)

''اور جو شخص مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

المجاهد من جاهد نفسه فی طاعة الله (مشکوٰۃ)

''مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔''

۲۷۔ "الحمد شریف" حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد الحمد شریف کو مخصوص انداز سے پڑھتے اس کا دم اکسیر اعظم ہے۔صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ۲۱ یا ۴۱ بار تلاوت اس انداز سے کرنا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو الحمد سے ملا کر پڑھیں۔ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر تین بار مکرر پڑھنا پھر ملا کر تین بار ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھنا اور آخر میں آمین کو بھی مکرر تین بار پڑھنا۔ اول و آخر درود شریف پڑھا جائے۔ تمام حاجات کے لئے فائدہ مند ہے اور ہر زہریلے جانور کے زہر کا تریاق ہے۔

۲۸۔ صوفی فضل کریم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ تاڑہ ضلع جہلم میں قیام پذیر تھے۔ وہیں وصال پایا اور مدفون ہوئے۔

۲۹۔ امیر جماعت رضائے مصطفیٰ حضرت علامہ مولانا پیر ابوداؤد محمد صادق رضوی خطیب زینت المساجد گوجرانوالہ

۳۰۔ ریڈیو کی خبر شرعاً شہادت نہیں، رویت ہلال میں تار وغیرہ قطعاً بے کار ہیں۔ گواہ اگر قاضی کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور قاضی گواہ پر جرح کر کے اس کی تصدیق کر لیتا ہے کہ یہ کاذب ہے یا صادق اس کے بعد اب قاضی یا اس کا نائب ریڈیو، ٹی وی پر اعلان کرتا ہے کہ شرعی شہادت کے مطابق چاند نکل آیا ہے تو درست ہے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ ویسے تار، ٹی وی، ریڈیو، ٹیلی فون کے ذریعہ اگر کوئی شخص گواہی دے تو یہ گواہی درست نہیں ہے۔ حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گواہی دی کہ چاند دیکھا ہے تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہہ دیا کہ اعلان کر دو کہ کل روزہ رکھا جائے۔ (رواہ الخمسہ الاحمد) کوئی شہادت اس وقت تک معتبر نہیں جب تک گواہ قاضی کے روبرو بذاتِ خود پیش نہ ہو۔ ٹی وی، تار، ریڈیو، ٹیلی فون کی شہادت کی کوئی حیثیت نہیں۔

۳۱۔ حضرت ابوضیاء، صاحبزادہ میاں غلام محمد صاحب دربارِ عالیہ بھور ضلع میانوالی کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے دسمبر ۱۹۶۹ء میں حضرت

کے وصال سے قبل آخری دورہ تفسیر قرآن پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

۳۲۔ حضرت مولانا عبدالغفار صاحب مشہور مدرس و محقق شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ اصغر ہیں۔ آپ سے دورہ تفسیر قرآن کریم پڑھنے کا شرف ملا۔

۳۳۔ ''جمالی صاحب'' حضرت مولانا صاحبزادہ محمد اعظم فیضی شاہ جمالی مہتمم جامعہ عربیہ کاظمیہ شاہ جمالیہ اعظم المدارس جام پور ضلع راجن پور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے پاس سے حضرت کے آٹھ خطوط ملے اختصار کے پیش نظر تین خطوط درج کیے ہیں۔

۳۴۔ کشف وکرامت ہو بھی تو کیا حاصل۔ حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کشف قبور' کشف قلوب مقصودِ ولایت نہیں۔ ولایت کا مقصود عرفانِ الٰہی ہے۔ گو بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو یہ قابلیت عطا کر دیتا ہے مگر ہر وہ شخص جس کو کشف ہو ولایت کے رتبہ پر سرفراز نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ ولی کا معبود و مقصود خدا ہے اور وہ عشق الٰہی کے جذبہ میں کشف وکرامت سے بے نیاز ہوتا ہے مگر عوام اپنی بے خبری کی وجہ سے ہر شخص کو ولی سمجھ لیتے ہیں۔ جن کو کشف قلوب و قبور ہو اور شخص مذکورہ اگر اپنے کشف کو منفعت کا ذریعہ بنا لے تو بجائے قربِ الٰہی کے بعد میں گر جاتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی ولی اپنی کرامت بالارادہ بتکلف ظاہر نہیں فرماتا اور نہ انہیں ایسا کرنا زیبا ہے۔ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر ولی اپنی ولایت ظاہر کر دے اور اس سے اپنی صحت حال کا دعویٰ قائم رکھے تو نقصان نہیں لیکن اگر مظاہرہ ولایت کے لئے بلا رادہ بتکلف ظاہر کر دے تو اس سے رعونت پیدا ہوتی ہے اور یہ مضر ہے۔ واللہ تعالیٰ اَعلم

فرمودات وملفوظات
حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ فقیر وہ ہے جو طمع نہ رکھے جمع کا لالچ نہ کرے اور جو کچھ اسے ملے اسے تقسیم کر دے۔ داڑھی فقیری کی سند نہیں ہے۔ سماع میں نماز چھوڑنے والا فقیر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ کوئی جاہل ولی نہیں ہو سکتا اور اگر جاہل ولی ہو جائے تو اسی وقت عالم غیب سے عالم ہو جاتا ہے اور صحیح عالم ہی دراصل صحیح پیر ہوتے ہیں کیونکہ علم ہی تمام کمالات کی جڑ ہے جبکہ جاہل صوفی شیطان کا مذاق ہوتا ہے۔

۳۔ شیطان کے مکر سے بچو اس کے کئی ہزار مکر ہوتے ہیں میں نے بزرگوں سے سنا اور کتابوں میں پڑھا ہے اپنے نفس کو مشغول رکھ ورنہ یہ تجھے مشغول کر دے گا۔

۴۔ مجھ میں غصہ ہے نخرہ نہیں اور میں کسی کے نیک اعمال کی وجہ سے جنتی نہیں ہو سکتا۔ میرا یقین ایسا ہے جیسے میں سامنے دیکھ کر بات کر رہا ہوں لیکن افسوس میری بات سمجھنے والا کوئی نہیں۔ جس نے میری باتوں کی صداقت پوچھنی ہو تو حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے اور میں خدا سے جو مانگتا ہوں مجھے مل جاتا ہے۔

۵۔ زہد اور تصوف عشق سے علیحدہ ہیں۔ ہر عشق میں اللہ کا عشق پوشیدہ ہوتا ہے۔

۶۔ حرام کھانے والی قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی اور وہ مال قارون کی دولت ہے جس میں غریبوں کا حصہ نہیں۔

۷۔ جب کمال معرفت حاصل ہو جائے تو انسان حق الیقین کے درجے کو پا لیتا ہے۔

۸۔ دین خواہشات کا نام نہیں ہے۔

۹۔ جب کسی دوست کے سامنے جاؤ تو سفید عمامہ باندھ کر جاؤ اور جب کسی دشمن کے سامنے جاؤ تو طلائی والا چمکدار کھسہ پہن کر جاؤ۔

۱۰۔ آزادی اور آرام انسان کی جڑ کاٹ دیتے ہیں۔

۱۱۔ ہر طرف اس کا رخ ہے اور ہر رخ اس کی طرف ہے۔

۱۲۔ اگر یزید جنتی ہے تو دنیا میں کوئی جہنمی نہیں۔

۱۳۔ کثرت کو برنگ وحدت دیکھنا ہی فقر ہے اور جس کو ہر طرف ذاتِ الٰہی نظر آئے وہ فقیر ہے۔

۱۴۔ خوش قسمت ہے وہ آدمی جو اس دور میں دنیا سے ایمان سلامت لے گیا۔

۱۵۔ ہر رات لیلۃ القدر ہے اگر عبادت کی جائے۔

۱۶۔ وطن اصلی کی طرف رجوع کرنا اصل سرمایہ ہے یہاں کوئی کسی کا غمخوار نہیں یہاں کے دوست بے وفا ہیں وہی دانا ہے جس نے اس کو تین حروف (ترک) دے دیئے ہیں۔

۱۷۔ اس کے سایہ میں رہو جس کا سایہ نہیں۔

۱۸۔ امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے مگر شہید ہو کر اسلام کو ابدالآباد تک زندہ کر گئے۔

۱۹۔ موتوا قبل ان تموتوا مصائب دنیا سے تب نجات ہو گی جب آدمی مرنے سے قبل مر جائے یعنی فنا حاصل کر لے پھر بقا حاصل ہو گی۔

۲۰۔ وہ لوگ جن کا تعلق ذات سے ہوتا ہے وہ اس کے بغیر کسی کو کچھ نہیں سمجھتے وہ اسی کے ہو کے رہ جاتے ہیں حتیٰ کہ اسی کے راستے میں ختم ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی حیات دائمی ہوتی ہے جو اس کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

۲۱۔ دنیا میں عاجز، مسکین اور درماندہ لوگوں کو حقارت سے نہ دیکھو تمہیں کیا پتہ ہے کہ گرد سے کوئی سوار بھی نکل آئے انہی عاجزوں میں کوئی اللہ کا بندہ بھی چھپا بیٹھا ہو۔

۲۲۔ اللہ کے بندے ان سادہ بندوں میں ہی ہوتے ہیں کیونکہ لعل و یاقوت سادہ پتھروں میں ہی چھپے ہوتے ہیں انہی سنگریزوں میں درشاہسوار بھی پنہاں ہیں۔

۲۳۔ کامل کی ایڑیاں لگ جائیں تو زمین کی چھاتی پھاڑ کر پانی کا چشمہ نکال دے اور اگر ایک کامل کا ہاتھ دل پر لگ جائے تو کیا عرفان کی نہر جاری نہ کر دے گا؟

۲۴۔ تواضع اور ریا کا جال بچھا کر بعض پیر اور صوفی عوام کو پھنسا لیتے ہیں لمبی لمبی داڑھیاں اور لمبی لمبی تسبیحاں اور جبے پہنے یہ جاہل پیر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور علماء کو برا بھلا کہتے ہیں کیونکہ وہ خود جاہل ہوتے ہیں۔ آج کل اگر ایک ہزار پیر کو دیکھیں تو اس میں سے نو سو ننانوے جاہل ہوں گے۔

۲۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اذیتوں اور مصیبتوں سے آزماتا ہے جو جتنا مقرب ہوگا اس کو اسی قدر مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔

۲۶۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ہم آج بھی ان کے ساتھ ہیں جواب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔

۲۷۔ دورانِ تقریر قرآنی آیات پڑھتے اور ترجمہ کر رہے تھے کہ ایک بوڑھے نے پانی پینا شروع کر دیا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ جب وہ پی چکا تو فرمایا: میں اس لئے چپ ہو گیا تھا کہ بوڑھا گنہگار نہ ہو جائے کیونکہ اذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا حکم ہے کہ جب قرآن پاک پڑھا جائے تو خوب غور سے سنو کسی دوسری طرف متوجہ ہونا منع ہے۔

۲۸۔ علم کی کئی قسمیں ہیں بڑی قسمیں دو ہیں۔ علم باطن اور علم ظاہر۔ علم باطن کی

مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی گہرا حوض (چشمہ) کھدواتا ہے اور نیچے سے پانی آتا ہے اور ختم نہیں ہوتا چشمہ سے ابلتا رہتا ہے۔ وہ پانی پاک اور صاف ہوتا ہے۔ ہر دفعہ جب آپ اس سے چلو بھر کر پئیں گے تو لطف زیادہ آئے گا۔ ہر دفعہ صاف شفاف نظر آئے گا۔ یہ علم باطن ہے جو سینہ کے اندر سے آتا ہے اور علم ظاہر کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نالی کے ذریعے پانی حوض میں ڈالا جاتا ہے اگر نالی سوکھ جائے تو حوض سے بھی پانی ختم ہو جاتا ہے۔ پانی کھڑا رہے تو بدبو پیدا ہو جائے گی پتہ نہیں کہ پاک بھی ہے یا پلیدی کی آمیزش ہے۔ اگر نالی میں کتے کی لاش پڑ گئی تو یقیناً پلید۔ علم ظاہر کی یہ مثال ہے کہ پڑھ کر پڑھاؤ گے تو یاد رہے گا ورنہ ختم۔ نہ ختم ہونے والا علم، علم باطن ہے جو سینوں میں رکھا گیا ہے۔

۲۹۔ ایک شخص نے عرض کیا کیفیت دل کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک طبعی دل ہے جو بائیں پستان کے نیچے گوشت کا مخروط ٹکڑا ہوتا ہے جس کے ذریعے تمام جسم کو خون پہنچتا ہے۔ دل صوفیاء کرام کے نزدیک وہ مقام ہے جہاں سے خیالات اٹھتے ہیں یقینی طور پر آج تک کوئی نہیں بتا سکا کہ وہ کیسا ہے اور جسم کا کون سا حصہ ہے؟ انسان کی ایک ظاہری شکل ہے جسے شکل ناسوتی کہا جاتا ہے اس ناسوتی شکل میں ایک اور شکل ہے جو لطیف ہوتی ہے اور عموماً خواب میں کام کرنے والی ہوتی ہے۔ اس کو شکل ملکوتی کہتے ہیں۔ اس شکل کے اندر ایک اور شکل ہوتی ہے جو سبز، زرد، سیاہ، سفید اور نیلے جلووں پر مشتمل ہوتی ہے یہ شکل جبروتی ہوتی ہے جو محض نور ہوتا ہے اور اس کی کوئی شکل کوئی کیف کوئی مثل نہیں ہوتی اسے شکل لاہوتی کہتے ہیں اور یہ دل ہے جو بے کیف ہے اور اس بے کیف آنکھ سے ہم خدا کو دیکھ سکتے ہیں۔

۳۰۔ جس طرح شکلیں مختلف ہیں اس طرح قلوب بھی ایک طرح کے نہیں ہوتے لہٰذا فیوضات باطنہ بھی یکساں حاصل نہیں ہوتے جتنا ظرف ہوتا ہے اتنا ہی فیض حاصل ہوتا ہے کیونکہ جہاں تک نظر پہنچتی ہے وہیں تک انسان دیکھ سکتا ہے۔

۳۱۔ ایک دفعہ جمعہ کے وعظ کے دوران آپ نے لوگوں سے پوچھا: کیا خدا دیکھتا ہے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا: جی ہاں۔ آپ نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تینوں بار وہی جواب ملا: جی ہاں۔ اس پر آپ نے فرمایا: پھر بھی ہمیں برے کام کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ لوگوں نے ندامت سے گردنیں جھکا لیں۔

۳۲۔ فرمایا: لوگو حرام مت کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے حرام کھائیں اور اس پر دلیل یہ دی کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ناف کے ذریعہ بچے کے پیٹ میں خون پہنچاتا ہے منہ کے راستہ نہیں چونکہ خون پینا حرام ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ نہ چاہا کہ حرام منہ کے راستہ جائے لہٰذا ناف کے راستے خون جسم میں پہنچایا جاتا ہے۔

۳۳۔ ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا کہ چار پانچ سال مدینہ منورہ میں رہا ہوں مگر وہاں میرا دل نہیں لگا۔ آپ کی طبیعت میں جلال آ گیا فرمایا: یہاں سے چلے جاؤ تمہیں مدینہ اچھا نہیں لگا مجھے تم اچھے نہیں لگتے چنانچہ وہ شخص فوراً اٹھ کر چلا گیا۔

۳۴۔ جب بعض علماء آپ کو حکومت سے تعاون اور درباری علماء کے نقش قدم پر چلنے کے لئے کہتے تو آپ فرماتے: میرے لئے یہ سادہ لباس اور حجرہ کی چٹائی تخت سلیمان سے بہتر ہے۔ مجھے یہاں جو سکون اور لازوال مسرتیں حاصل ہیں وہ حکومت کے ایوانوں اور سرکاری درباری حاشیہ برداروں کے محلات میں کہاں؟ اور پھر یہ شعر پڑھتے۔

جو بچھ گیا ہو کوچہ دیوار یار میں
اس بوریئے پر تخت سلیمان نثار ہو

۳۵۔ کسی نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیسے مل سکتی ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سب سے حسین صورت اور سیرت نبی علیہ السلام کو عطا فرمائی پھر ہم کیوں نہ ویسی ہی صورت اور سیرت بنانے کی عملی کوشش کریں اللہ کی رضا حاصل کرنے کا سب سے عمدہ عمل اسی میں پنہاں ہے۔

۳۶۔ دنیا تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بھی دیتا ہے اور دشمنوں کو بھی البتہ دین صرف اپنے دوستوں کو دیتا ہے اور جسے دین کی سمجھ عطا ہوتی ہے وہ اللہ کا مقبول بن جاتا ہے۔

۳۷۔ جو لکڑی درخت سے کٹ جائے اس کو رسیوں سے باندھا جاتا ہے' بازار میں فروخت ہوتی ہے' آگ جلائی جاتی ہے' یہی حال اس بندے کا ہے جو دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کٹ جاتا ہے ہر جگہ ذلیل ہوتا ہے' ہر جگہ سے اسے ٹھوکریں پڑتی ہیں اور ہر وقت نقصان و خسارہ میں رہتا ہے۔

۳۸۔ غرور اور تکبر اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں فرماتا۔ شیطان اسی غرور کی بنا پر راندہ درگاہ ہوگیا۔ تکبر انسان کی نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے۔

۳۹۔ مراقبہ بغیر مجاہدہ کے مکمل نہیں ہوتا اور مجاہدہ بغیر مراقبہ کے ناقص رہتا ہے' ہر وقت دل میں یہ احساس رہنا کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے مراقبہ ہے' مراقبہ آہستہ آہستہ مشاہدہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

۴۰۔ اللہ کے مقبولوں کی یہ علامت ہے کہ ان کا ہر کام اللہ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے ہر دم اسی کا خیال' ہر لمحہ اسی کا ذکر' ہر وقت اس کی یاد اور ہر گھڑی ان کا فکر خدا میں ہو۔

۴۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اختیارات عطا فرماتا ہے۔ رب تو مردود بندوں کو بھی اختیار دے دیتا ہے۔ اس نے جب فرعون' نمرود' یزید یہ سب مردود ہیں انہیں اختیارات دیئے تو اپنے مقبولوں کو ان سے کئی ہزار گنا اچھے اختیارات عطا فرمائے ہیں۔

۴۲۔ فیض کئی طریقوں سے ملتا ہے' بعض اوقات مار کھانی پڑتی ہے' بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تب جا کر درجے بلند ہوتے ہیں پھر کوئی مقام نصیب ہوتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ تین ماہ تک حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر بیٹھے رہے اور عقدہ حل نہ ہوا۔ واپس آ رہے تھے کہ کسی مقام پر چند اشخاص بیٹھے تھے وہ تربوز کھا کر چھلکے آپ کے سر پر مارنے لگے اور آپ کا وہ عقدہ حل ہو گیا۔ کسی نے ان کو بتایا کہ یہ تو مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو انہوں نے معذرت کی۔ فرمایا: تمہارا میرے اوپر احسان ہے کہ تمہاری بدولت میرا عقدہ حل ہوا ہے۔

۴۳۔ فیض کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری و باطنی۔ ظاہری جیسے ٹیلی فون پر باتیں کرنا کہ درمیان میں تار کا واسطہ ہوتا ہے اور باطنی وائرلیس کہ تار وغیرہ نہیں ہوتی اور باتیں ہو رہی ہیں۔ اسی طرح درویش دو قسم کے ہیں۔ ایک ظاہری کہ ایک مرید آگے اس کا پیر آگے اس کا پیر علیٰ ہذا القیاس اور باطنی بظاہر وہ زندہ تو کوئی نہیں اس دنیا سے چلے گئے ہیں مگر فیض حاصل ہو رہا ہے اس کو اویسیت کہتے ہیں۔

۴۴۔ ایک طرف علم ہو اور دوسری طرف عمل تو علم عمل سے بڑھ جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو علم دیا گیا تھا فرشتوں کو علم نہیں دیا گیا ان کے پاس عمل تھا لہٰذا فرشتے لاجواب ہو گئے تھے۔

۴۵۔ فانی چیزوں سے کیا محبت کرنی ہے۔ محبت تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

پائندہ ہے۔ اگر اس کی تلاش کرو گے‘ اگر اس کی خواہش کرو گے تو وہ بھی تمہاری خواہش کرے گا۔ اگر درد ہوگا تو رحمت حق جوش میں آئے گی۔ پانی کی تلاش کم کر پیاس بڑھا تاکہ پانی خود تیرے دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے جوش مارتا ہوا آئے۔ جب دل میں درد ہوگا دوا اپنا اثر خوب دکھائے گی۔ جہاں درد ہوتا ہے وہاں دوا پہنچ جاتی ہے۔ دوا حلق سے نیچے اترتے ہی وہاں پہنچ جاتی ہے جہاں جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔

۴۶۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کے پیارے حبیب ﷺ کی پیروی کریں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کریں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کے لئے ضروری ہے کہ ان سے اس طرح محبت کرو کہ یہ محبت تمہیں انسانیت کی معراج تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ پس ضروری ہے کہ رب کے ذکر کو اس قدر کثرت سے کیا جائے کہ صبح و شام اسی کی یاد میں گزریں۔

۴۷۔ مصائب و مشکلات اللہ تعالیٰ کے بندوں پر ہی آتی ہیں۔ ہر انسان مشکل گھڑی کا سامنا کرتا ہے۔ ان تکلیف دہ اوقات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے صبر اور حق کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔

۴۸۔ ہم اپنے دل کی خواہش کے مطابق کام کرتے ہیں اور اللہ کے بندے نفس کے خلاف کام کرتے ہیں‘ نفس ہی انسان کو گمراہ کرتا ہے‘ نفس ہی انسان کو مصیبتوں میں پھنساتا ہے۔

۴۹۔ دنیا ایک سراب ہے اور سراب کی کیفیت یہ ہے کہ دور سے انسان کو ریگستان میں دوپہر کے وقت سورج کی روشنی میں ریت پر پانی چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

جب قریب جا کر دیکھتا ہے تو سوائے ریت کے کچھ نہیں ہوتا۔ گویا ریت کی چمک پر پانی کا دھوکہ ہے۔

۵۰۔ ہم بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے مگر وہاں ناز کا گزر نہیں، نیاز کا گزر ہے، وہ اپنے فضل سے ہماری نیازمندی کو قبول کرتا ہے۔

۵۱۔ فرمایا: میں ملتان کے قریب ایک گاؤں میں تقریر کر رہا تھا جب یہ شعر پڑھا:

حج کعبہ کے لئے راہ شرع دور دراز

منزلِ عشق کا بس ایک قدم کافی ہے

بار بار یہ مصرعہ پڑھا ''منزلِ عشق کا بس ایک قدم کافی ہے'' ایک صوفی کو وجد ہوا اور میرے گرد رقص کرنے لگا۔ دس بارہ سال بعد میری اس صوفی سے وہیں ملاقات ہوئی جونہی مجھ پر نظر پڑی تو کہنے لگا: ''منزلِ عشق کا بس ایک قدم کافی ہے۔'' یعنی حقیقی محبت اور خلوصِ عشق ہو تو کام بہت جلدی بن جاتا ہے۔

۵۲۔ حالتیں تین ہوتی ہیں: اول حرکت مستقیمہ یعنی سیدھی حالت نیچے سے اوپر بڑھنا جیسے ہم تم بندے نیچے سے اوپر کی طرف بڑھتے ہیں۔ دوم حرکت معکوسہ یعنی الٹی حالت مثلاً درخت کہ ان کا سر زمین میں ہوتا ہے اور شاخیں اوپر کی طرف بڑھتی ہیں اور درخت بڑا ہوتا ہے۔ سوم حرکت قوسیہ یعنی دائرہ کی شکل جیسے گھوڑے وغیرہ کا جسم ایک قوس کی شکل میں ہوتا ہے تو انسان کے لئے نماز بنائی گئی جس میں تینوں قسم کی مخلوق مثل حرکات ہیں۔ قومہ، رکوع، سجدہ۔

۵۳۔ دل میں درد ہو، ذوق ہو اور محبت ہو تو پھر خواہ انسان کہیں بھی ہو لطف آتا ہے اور اگر درد محبت ہی نہ ہو تو خواہ خانہ کعبہ میں بیٹھا ہو کوئی بات نہیں بنتی۔

۵۴۔ عاجزی سے جو کوئی اللہ کے دروازے پر جائے وہ اسے اپنی مہربانی کے دروازے سے خالی نہیں لوٹاتا۔

۵۵۔ ہر جنگل کے متعلق یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ درندوں سے خالی ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی چیتا سویا ہوا ہو اور تجھے پھاڑ ڈالے۔ اللہ کے بندوں کو ایک جیسا سمجھ کر کسی کو حقیر نہ جان یہ بظاہر کچھ ہوتے ہیں اور بباطن کچھ اور ہوتے ہیں۔

۵۶۔ اللہ کا قبضہ ہر چیز پر ہے کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ سورج، چاند، ستارے، زمین و آسمان بلکہ زیرِ زمین اور بالائے آسمان ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی کا حکم اسی کی بادشاہی ہے اس کے دربار میں اگر عبادت کے علاوہ کوئی چیز زیادہ محبوب ہے تو وہ صرف عاجزی و انکساری ہے۔

۵۷۔ اہل بیت کی محبت کے مدعی اگر اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہیں تو ان کی محبت جھوٹی اور دعویٰ غلط ہے۔

۵۸۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی دنیا بھی دین بن جائے اور اس کا ہر عمل حکم الٰہی کے مطابق ہو۔ بدنصیب ہے وہ انسان جو معرفت الٰہی کے بغیر اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

۵۹۔ دعائیں بہت زیادہ اور بار بار مانگنی چاہئیں کیونکہ باری تعالیٰ بندوں کے ساتھ ان کے وہم و گمان سے بڑھ کر برتاؤ کرتا ہے۔

۶۰۔ تصوف میں عبودیت سے بڑھ کر اور کسی چیز کو شرف حاصل نہیں اسی بنا پر نبی علیہ السلام کے افضل ترین معجزات میں سے معجزہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی افضل لقب ''عبد'' سے آپ کو شرف ملا۔

۶۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رسائی کے لئے بہترین وسیلہ درود شریف ہے۔

۶۲۔ میں نے اپنی زندگی اس کام کے لئے وقف کر رکھی ہے کہ جو کوئی بدباطن

نبی علیہ السلام کی عزت پر حملہ کرے میں اسے جواب دوں، میں نے علم پڑھا ہی اسی لئے ہے کہ حضور ﷺ کی شان بیان کروں اور کسی کو آپ ﷺ کے خلاف بات نہ کرنے دوں۔

۶۳۔ افسوس میری باتوں کو سمجھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ لوگ نفس امارہ کو خوراک فراہم کر رہے ہیں روح کی خوراک سے غافل ہیں۔

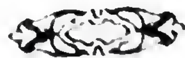
حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ساری زندگی وعظ و تلقین میں گزاری۔ ہزارہا جلسوں اور اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ ہزاروں طلبہ و علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے جو آپ کے ملفوظات و فرمودات سن کر عش عش کر اٹھتے۔ اگر انہیں مرتب کیا جائے تو دفتروں کے دفتر درکار ہیں لہٰذا ملفوظات کی اس فصل کو ۶۳ کے عدد پر ختم کرتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ ۶۳ برس ہے۔

منظوم کلام حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

(فارسی)

(۱)

اے ترک کج کلاہے' اے بے نیاز شاہے
بنواز ایں گدارا گاہے بیک نگاہے
اے پیر مے فروشے بہر دِلم شکستہ
روئے تو قبلہ گاہے کوئے تو سجدہ گاہے
بسرت کلاہ وحدت بہ برت قبائے کثرت
ترکان دو جہاں را روئے تو قبلہ گاہے
در انتظار دیدش مویم سفید گشتہ
اے کاش گاہے یابم بحریم وصل راہے
مایوس دل شکستہ وہم سوختہ جگر
سر بردرش نہادہ باحالتے تباہے
باتالہائے پُرغم چشتی چو گفت اغثنی
ازروئے مہر گفتہ دادم ترا پناہے



(۲)

برموقع حاضری مزارات حضرت پیر شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کھڑی شریف

بہ رخ مہر درخشانم تو باشی
بقد سرو خرامانم تو باشی
ز خوف راہزناں ایمن نشینم
متاع دین و ایمانم تو باشی
شوم آزاد از فکر طبیباں
طبیب و داد و درمانم تو باشی
ہمہ عمرم در ایں رفتہ کہ اے کاش
گہے شمع شبستانم تو باشی
مرابا ماہ و پیروین حاجتے نیست
تو باشی ماہ کنعانم تو باشی
ز ظلمتہائے مرقد من نہ ترسم
چو بامن مہرتابانم تو باشی
اگر یک لحظہ با چشتی نشینی
سکون دل پریشانم تو باشی



(۳)

عمرم دراین بسر شد کہ گہے تو رخ نمائی
ہر دم دراین خیالم کہ شبے بخوابم آئی

اے خسرو دو عالم تو ماہ چار دائی
از ظلمت جدائی مارا بدہ رہائی

میرم چوں در فراقت برخاکم آو بنگر
از تربتم برآید دود آتش جدائی

ژولیدہ مو پریشاں در دست کاسۂ دل
در کوچہ ات گدائی بہتر ز پادشائی

وی شب چو بردر او پردرد نالہ کردم
ازروئے مہر گفتہ چشتی بیابیائی



(۴)

در اشتیاق جاناں جانم بلب رسیدہ
یا لیتنی کہ جائے از وصل او چشیدہ

در فرقت بغرقم کوہ الم فتادہ
واحسرتا کہ مردم روئے ترانہ دیدہ

از بخت واژگونم روزم سیاہ گشتہ
بفروز ظلمتم را پردہ زرخ کشیدہ

بیکس نواز شاھا کن یک نظر بحالم
افتادہ ام بیایت خون جگر طپیدہ

بے تاب و سینہ بریاں افتاں و نیز خیزاں
دردلفگار چشتی نوک مژہ خلیدہ



(۵)

نثارت شوم قاصد کج کلاہے
بیائے براز گدائے بشاہے

اے سلطانِ خوباں دو عالم پناہے
خدارا بسوئے غریباں نگاہے

دو عارض فروزاں چو شمس الضحائے
دو زلف درازش چو مارِ سیاہے

جبینش منور چو صبح سعادت
بقد سرو سیمیں بہ رخ ہم چوں ماہے

بسر تاج وحدت بپا نعل کثرت
بہ تخت نبوت عجب بادشاہے

چہ پرسی از حال بے چارہ چشتی
سراپا خطائے ، مجسم گناہے



(٦)

از کثرت تجلی در حیرتم فتادہ
شد باختہ حواسم ہوشم بہ باد دادہ
برکندہ شوخی وے بنیاد زہد و تقویٰ
بایاد روئے خویش ساقی بیار بادہ
اے کاش گر بخلوت روزے شود میر
جاناں بزیر پایہ سر عاجزی نہادہ
خواہی کہ بنی حسنش در جلوہ ہائے کثرت
بنشیں بہ بزم رنداں باساقیان سادہ
دے شب چو بر حریمش پردرد نالہ کردم
آمد ندا بگوشم در رحمتش کشادہ
از خنجر دو ابرو وز نوک تیر مژگاں
دل مبتلائے چشتی صید زبوں فتادہ



(۷)

منقبت حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

نمک پاشیدہ شد بر زخم ما با روبرو جانہ
بخمے میکدہ پیر مغاں انداخت پیانہ
شرابے پر ز سکر و بیخودی در کاسۂ وحدت
ملون شد برنگ خون عاشق ناز مستانہ
آزاں دم شدرواں از من قرار قلب مسکیناں
دلے ما گشت مضطر ہم پریشان مثل دیوانہ
خیال سفرت اے حضرت چو آمد گفتہ ام دلبرا
بحمدِ اللہ کہ عاجز در نگاہش نیست بیگانہ
بے اوج و بلندی یافتم در عشق مخدومی
کہ پابوس سگانش گشتہ ام در شکل رندانہ
غلام او معین الدیں' فرید الدیں' نظام الدیں
ولیکن باھماں ہمدم شدم درفنِ رندانہ
اگر نعلین مخدومی نہد برسر غفورؔ عاجز
تصور می کند در دل کہ ہست ایں تاج شاہانہ



دُعا

بحق گنج بخش فیض عالم
نگاہ برمن خستہ جگر کن
بحق آں علاؤ الدین صابرؒ
عطا در دروں آہے سحر کن
بحق قطب عالم شیخ طانوخ
بر احوال خداب ما نظر کن



(اردو منظوم کلام)

(۱)

رسولِ پاک سے ہم دل لگائے بیٹھے ہیں
متاعِ ہوش و خرد کو لٹائے بیٹھے ہیں

جو ان کی راہ میں سب کچھ لٹائے بیٹھے ہیں
مقامِ قرب کے رتبے وہ پائے بیٹھے ہیں

وہ جن کے واسطے بے چین دل جگر تک تھے
وہ جن کے واسطے نالے فلک گذر تک تھے

وہ جن کے واسطے ہم دیدہ تر سحر تک تھے
زہے نصیب وہ محبوب آئے بیٹھے ہیں

ادھر بھی اک نظر لطف یا رسول اللہؐ
کھڑے ہیں در پہ یہ سب بے نوا رسول اللہؐ

ہیں ان کی کشتی کے بس ناخدا رسول اللہؐ
جو سبز روضہ پہ نظریں جمائے بیٹھے ہیں

جنہیں ازل سے عطا ہیں خدا سے پاک اصلاب
کشادہ جن پہ کئے حق نے غیب کے ابواب

ہے جن کا مثل خدائی میں جوں خدا نایاب
وہ بزم بر لبِ کوثر لگائے بیٹھے ہیں

وہ جن کے عشق کا سودا ہر ایک سر میں ہے
خوشا نصیب وہ محبوب میرے گھر میں ہے

انہیں کا جلوہ تو چشتی تری نظر میں ہے
بروزِ حشر جو بگڑی بنائے بیٹھے ہیں



(۲)

محمد مصطفےٰ اور رحمتہ للعالمین تم ہو
حبیب کبریا تم ہو امام المرسلیں تم ہو

شب اسریٰ کے دولہا رونق بزمِ جہاں تم ہو
شہنشاہِ دو عالم زینت عرش بریں تم ہو

شب دیجور میں کوہ الم جب ٹوٹ پڑتے ہیں
قرار بے قراراں مونس قلب حزیں تم ہو

غیوب کل کے دانا فخر عالم حاضر و ناظر
تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو

مکان و لامکاں میں اور میرے قلب مضطر میں
کہیں تم ہو کہیں تم ہو کہیں تم ہو کہیں تم ہو

ستارے ہیں تمامی انبیاء چرخ نبوت کے
مگر اے والیٔ ہر دو جہاں ماہِ مبیں تم ہو

کسی پر کوئی شیدا ہے کسی پر کوئی عاشق ہے
وہ صورت جو کہ بھائی ہے خدا کو وہ حسیں تم ہو

ہوا دل مطمئن اور شاد چشتی کا سنا جب سے
سہارا روزِ محشر کا شفیع المذنبیں تم ہو



(۳)

نبی آج پیدا ہوا چاہتا ہے
یہ کعبہ گھر اس کا ہوا چاہتا ہے
علم نصب ہے جس کا کعبہ کی چھت پر
بلند اس کا شہرہ ہوا چاہتا ہے
یہ رو رو کے آپس میں بت کہہ رہے ہیں
خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے
ندا آ رہی ہے کہ حق کے قمر کا
جہاں میں اجالا ہوا چاہتا ہے
خریدے گا رحمت کو عصیاں کے بدلے
خریدار پیدا ہوا چاہتا ہے
فلک کے ستارے جھکے آ رہے ہیں
کہ میلاد مولیٰ ہوا چاہتا ہے
ملائک مؤدب رہیں حکم حق سے
کہ محبوب پیدا ہوا چاہتا ہے
اٹھو بہر تعظیم اے اہل محفل
نبی جلوہ فرما ہوا چاہتا ہے



(۴)

مجھے کر دے یا رب فدائے محمد ﷺ
مجھے بخش دے تو ولائے محمد ﷺ
مجھے گرمیِ حشر کا ڈر نہیں ہے
کہ ہونگا بزیر لوائے محمد ﷺ
حرارت نہیں ہو گی محسوس مجھ کو
کہ سایہ فگن ہے قبائے محمد ﷺ
ہے رتبہ کہ آدم و من دونوں باہم
سبھی ہونگے تحتِ لوائے محمد ﷺ
سیاہی غموں کی سبھی اڑ گئی ہے
جو آئی نظر میں ضیائے محمد ﷺ
حیات ابد کا سزاوار ہے وہ
جو ہوئے دل و جان برائے محمد ﷺ
سر پل غفور رقص کرتے گزرنا
تجھے ہے سہارا دُعائے محمد ﷺ

(بتاریخ شب 29-6-1349ھ کو لکھی گئی)



(۵)

ہر بزم میں اِک جلوہ گر ہر جلوہ گر میں نور ہے
ہر مجنوں کی اِک لیلیٰ ہے ہر موسیٰ کا اِک طور ہے

ہر بت پہ اِک شیدائی ہے ہر گل پہ ہے بلبل تری
لیکن تعلق چھوڑ کر یاں ذبحہ کا دستور ہے

جلوہ ہے اس کا ہر جہت ہر نعمت اس کی ہے صفت
لیکن حیاء و کبر کے پردے میں وہ مستور ہے

جو چڑھ گیا ہے دار پر دیدار واحد کے لئے
باطن میں وہ کچھ اور ہے ظاہر میں وہ منصور ہے

ٹکڑے کباب دل کے جب میں ان کے آگے رکھ دیئے
ہنس کر یہ فرمانے لگے دعوت تری منظور ہے

ہے نالۂ منصور یا ہے نالۂ عبدالغفور
وہ حُبّ میں مجبور ہے یہ مہر کا مخمور ہے



(٦)

غزل بلا رعایت قوانین عروضی

کہا اس نے بیاں کر جلدی ان کے ہجر کا شعلہ
کہا میں نے کہ لا ادری بجز واویلہ واویلہ

کہا اس نے کہ ہے ان کی عنایت تجھ پہ بے پایاں
کہا میں نے بحمداللہ بحمداللہ بحمداللہ

کہا اس نے کہ کیوں تم نے نہیں کی عرض جانے کی
کہا میں نے کہ دل تھا خون لیکن میں نہیں بولا

کہا اس نے یہ پنجابی وظیفہ پڑھتا رہتا ہے
کہا میں نے کہ دردِ ہجر سے پڑھتا ہوں لاحولا

کہا اس نے مجھے تم کیوں بہت بیمار رہتے ہو
کہا میں نے کہ دردِ عشق سے پردرد دل میرا

کہا اس نے کہ ناداں ہے یہ پنجابی غفورؔ عاجز
کہا میں نے کتابِ عشق کو تم نے نہیں کھولا

(۷)

منقبت حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

عاشقوں میں سب سے اونچا ہے مقام گنج بخشؒ
رشک فردوس بریں ہے حسن بام گنج بخشؒ

جس کو دیکھو ان کے در پر مست اور سرشار ہے
ہے گدا اور شاہ پہ یکساں فیض عام گنج بخشؒ

ماسویٰ اللہ کی حقیقت کیا ہے ان کے سامنے
فرش سے عرش علیٰ ہے ایک گام گنج بخشؒ

ہیں معین الدینؒ، فرید الدینؒ، شمس الدینؒ سب
پینے والے بادۂ گلگوں سے جام گنج بخشؒ

پی رہے ہیں سب کے سب پیتے رہیں گے تا ابد
جرعہ جرعہ فیض من کاس الکرام گنج بخشؒ

مشکلیں حل ہو گئیں، مقصد ملا، کیف آ گیا
جب لیا مستی میں میں نے پاک نام گنج بخشؒ

خشک زاہد کی سمجھ سے ہے ورا میرا مقام
کیونکہ ہے چشتی بہت ادنیٰ غلام گنج بخشؒ



(۸)

منقبت حضرت خواجہ گوہر الدین احمد اویسی جینڈر شریف رحمۃ اللہ علیہ

زینت عاشقاں ہے گوہر دینؒ
بے نشاں کا نشاں ہے گوہر دینؒ

جس نے دیکھا ہے جلوئے بے کیف
وہ شہ عارفاں ہے گوہر دینؒ

مظہر حق حضرت ابراہیمؒ
رہبر سالکاں ہے گوہر دینؒ

جسم ہے یوسف حبیب احمد
زندگی جانِ جاں ہے گوہر دینؒ

وقت کا بایزید اور جنید
گنج بخش جہاں ہے گوہر دینؒ

بحر عرفاں کے ہیں شناور یہ
حق کا راز نہاں ہے گوہر دینؒ

درحقیقت ہے جلوہ لم یزلی
دیکھو دیکھو عیاں ہے گوہر دینؒ

ہیں یہ چشتی کے قبلہ و کعبہ
آسرا دوجہاں ہے گوہر دینؒ



پنجابی منظوم کلام

(۱)

اسی پڑھ پڑھ علم بھلا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے
اجی تھانویں اکھ لگا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

جدوں یار نے مکھ وکھایا اے بھل گئے نے رکوع تے سجود میاں
اسی اپنا آپ بھلا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

ساقی نے شراب پلائی اے اساں چھڈی سب خدائی اے
بوئے یار دے گلی پا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

اسی ساڑ مصلے بھن لوٹا کر لیا قبول ہر اِک ٹوٹا
اسی عشق دے گھاٹے کھا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

ناسوتاں وچہ ملکوتاں وچہ جبروتاں وچہ لاہوتاں وچہ
ہر طرفیں نظر دوڑا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

تشبیہ دے پینڈے طے کر کے تنزیہہ دی منزل جا پہنچے
وِچ وحدت ڈیرے لا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

کتے مسجد مندر میخانہ کتے ساغر تے کتے پیانہ
کتے ساقی بن کے آ بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

کتے شاہ تے کتے گدا بن کے کتے خواجہ مہر علی شاہؒ بن کے
اوہ لکھاں روپ وٹا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

ایتھوں وگ چل عبدالغفورؔ میاں ایتھے سب کچھ چکنا چور میاں
اسی دنیا توں چت چا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے



(۲)

میرا قبلہ توں میرا کعبہ توں میرا دین بھی توں ایمان بھی توں
میرا مطلب توں مطلوب بھی توں میرا دلبر توں جانان بھی توں

او یار کنداں والڑیا او گھوڑیاں نیناں والڑیا
میرا سوز بھی توں میرا ساز بھی توں میرا درد بھی توں درمان بھی توں

لنگھ گئی مہینے برس گئے تیری دید نوں دیدے ترس گئے
کدے ٹٹیاں دلاں ول پھیرا پا میرا چین تے اطمینان وی توں

تیرے ہجر نے مار مکایا اے ہن دم لباں تے آیا اے
کالی رات ہجر دی کر روشن میرا چن بدر تابان بھی توں

پئی کھلی اڈیکاں راہوں تے دیوے بال رکھے خانقاہواں تے
تتڑی ول موڑ مہار کدے میرا اپنی وی توں مری جان وی توں

تیرا سائل عبدالغفور وے بیکس عاجز مجبور وے
پا خیر کرم دا سائیاں وے میرا سخی حاتم ذی شان وی توں

(۳)

جیبی ہاشمی مدنی تہامی
غلام ادنیٰ اوہدے رومیؒ تے جامیؒ
معین الدینؒ، فرید الدینؒ ولی سب
سمجھدے فخر نے اوہدی غلامی
کیہ دساں شان طیبہ دی گلی دی
ہے سجدہ گاہ ارادت ہر ولی دی
سنہری جالیاں دے مڈھ کھلو کے
فرشتے دیندے رہندے نیں سلامی
فرشتے وجد دے وچ جھومدے سن
اوہدی چوکھٹ دے گرد گھومدے سن
جدوں جھولا جھلا کہندی سی شیماں
نَم نَم یا جیبی کم تنامی
ہے ساری دنیا تے فیضان اوہدا
ہے خود رحمان مدح خوان اوہدا
کرے چشتی بیاں کیہ شان اوہدا
محمدؐ پاک جس دا نام نامی



باب ہشتم

کوائفِ وصال

جیسے کھلا کوئی تر و تازہ گلاب ہو
وقتِ وصال وہ متبسم تھے اس طرح
فیضانؔ ان کے تن سے گئی روحِ پاک یوں
شوقِ لقائے یار مچلتا ہے جس طرح

(فیض رسول فیضان)

کل نفس ذائقة الموت:

ہرآں کہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

دنیا میں ابد تک سلسلہ موت وحیات جاری رہے گا۔ اللہ رب العزت کی ذات کے سوا کسی کو بقا و دوام حاصل نہیں۔ یہ دنیا و مافیہا سب کچھ فانی ہے۔

کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام

''زمین پر سب کو فنا ہے اور باقی صرف تمہارے رب کی ذات ہے جو عظمت و جلال والا ہے۔''

نبی علیہ السلام کا ارشادِ مبارک ہے:

اکثروا هازم اللذات الموت (ترمذی شریف)

''لذتوں کو ختم کرنے والی یعنی موت کو اکثر یاد کیا کرو۔''

موت موت میں فرق ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کی موت دراصل

یوصل الحبیب الی الحبیب ''دوست کا دوست سے ملنا ہے۔''

صحابی رسول' مؤذن رسول' عاشق رسول حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے آخری لمحات پر نظر ڈالیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ان لحات کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

گفت زوجہ الفراق الفراق
گفت نے نے الوفاق الوفاق

آپ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ وصال کے وقت شور مچائے کہ ہائے ہائے ہجر و فراق' جدائی کی گھڑی آپہنچی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور فرمایا کہ یوں نہ کہو یہ تو وصال' ملنے کی گھڑی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

الدنیا سجن المومن وجنة الکافر (مشکوٰۃ شریف)

''مومن کے لئے دنیا قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔''

تبھی تو کہا گیا ہے کہ کافر کی قبر دوزخ کا ایک گڑھا اور مومن کی قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کا اس جہانِ فانی سے یعنی فنا سے بقا کی طرف جانا موت نہیں بلکہ وصل محبوب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مردانِ حق کو اپنے وصل کی گھڑی کا علم ہوتا ہے۔

لوحِ محفوظ است پیش اولیاء

لٰہذا یہ لوگ وصل سے قبل ہی اپنے وصال کی خبریں دینی شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تیسرے سفرِ حجاز (مارچ ۱۹۶۹ء) سے واپسی کے بعد اکثر اپنے وصال کی طرف اشارے کرنے لگے۔ مولانا محمد شریف جہلمی اور حاجی عبدالرشید مرحوم ومغفور کی موجودگی میں اپنے حجرے میں ایک روز یوں ارشاد فرمایا:

''میرے وصال کے وقت موسم کچھ گرم ہوگا۔'' وصال سے چند ماہ قبل کراچی تشریف لے گئے اور اپنی بڑی صاحبزادی سے دورانِ گفتگو فرمایا: ''میرے وصال کے وقت موسم قدرے گرم ہوگا دفن میں جلدی کر دیں تو بہتر ہے۔''

جولائی ۱۹۷۰ء میں ایک جنازہ سے واپسی پر حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادہ مولانا عبدالصبور منشور کو فرمایا:

''دنیا فانی ہے سب نے جانا ہے عنقریب میرا وقت آ رہا ہے جنازہ کے موقع پر ہوش وحواس کو قائم رکھنا اور آنے والوں کے لئے سہولتیں پیدا کرنا ہی دانائی ہے۔''

آخری مہینوں میں ملاقات کے لئے آنے والے احباب ومریدوں سے یوں باتیں کرتے اور نصیحتیں فرماتے کہ صاف طور پر دکھائی دے رہا تھا کہ یہ الوداعی باتیں ہیں۔ ایک روز اپنی نمازِ جنازہ پڑھانے کا ذکر فرمایا کہ ''حضرت قبلہ بابوجی گولڑوی مدظلہ

العالی سے عرض کرنا کہ نمازِ جنازہ پڑھائیں انکار کی صورت میں استاد مکرم حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ اگر یہ نہ پہنچ سکیں تو پھر مفتی محمد شفیع کاموکی' مولانا محمد فاضل ڈھانگری میر پور یا مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔''

وصال سے کچھ روز قبل اپنے شاگرد مولانا محمد شریف جہلمی کو فرمانے لگے:

''میرا وقت قریب آ رہا ہے (علماء کے ایک خاص گروہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:) ماں انھاں مولویاں دے وس نہ پانا تماشہ نہ لگانا' ماں گردن توں پکڑ کے پچھے کر دیاں گا (مجھے ان علماء کے حوالے نہ کرنا کہیں تماشہ نہ بن جائے میں ان کو گردن سے پکڑ کر پیچھے کر دوں گا)۔''

وصال سے ایک روز قبل یعنی ۱۸ اکتوبر جمعرات بوقت عصر مین بازار وزیر آباد میں صوفی بابا عنایت اللہ مرحوم و مغفور کی دوکان پر تشریف فرما تھے کہ بازار میں اعلان ہو رہا تھا: ''آج شورش کاشمیری جلسہ سے خطاب کرے گا۔''

چونکہ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ وزیر آباد میں ہونے والے علماء کے خطابات پر جمعہ کے موقع پر ضرور تبصرہ فرماتے تھے اگر کسی مولوی نے عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم' شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم' اہل بیت رضی اللہ عنہم یا اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کے خلاف بات کی ہوتی تو دورانِ تقریر اس کی خوب خبر لیتے' اکثر جوابی جلسہ کا اہتمام بھی بوقت ضرورت کرتے تھے لہٰذا صوفی بابا عنایت اللہ مرحوم نے عرض کیا:

''قبلہ! کل جمعہ پر اس کی تقریر کا جواب دیں گے۔''

تو ارشاد فرمایا:

''بابا عنایت! کل ایسا واقعہ بیان ہوگا جو آج تک نہیں ہوا۔''

بابا عنایت اللہ مرحوم نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا وعظ سنتے کم و بیش ۳۵ سال گزر گئے ہیں کل کون سا نیا واقعہ بیان فرمائیں گے جو آج تک نہیں سنا؟ فرمایا:

''بابا کل آئے گی تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور آخری خطبات:

وصال سے قبل آپ نے ماہ اکتوبر میں چار مقامات پر خطاب فرمایا۔ یکم اکتوبر جمعرات علی پور سیداں نارووال سالانہ عرس مبارک کی آخری نشست میں صبح نمازِ فجر سے قبل خطاب فرمایا۔ ۱۲ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک مرکزی جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں جمعۃ المبارک کا وعظ۔ ۱۳ اکتوبر بروز ہفتہ عرس محدث اعظم مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی بعد نمازِ عشاء۔ ۱۷ اکتوبر بروز بدھ لالہ موسیٰ شہر میں جلسہ سے خطاب فرمایا۔

صبح کی سیر اور حادثہ:

آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ ہر روز صبح کی سیر کے لئے ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ اس معمول پر زندگی بھر عمل جاری رہا۔ قیامِ پاکستان سے قبل جب آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا اس وقت بھی آپ صبح کی سیر کے لئے وزیر آباد کے شمال میں نالہ پلکھو کی دوسری جانب ریلوے لائن کے قریب تھے۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ المبارک علی الصبح وضو فرمانے لگے تو صحن میں موجود پودوں کو دیکھا تو چند گملوں کو پانی دیا اور اہل خانہ کو پودوں کی دیکھ بھال کرنے کی تلقین فرمائی۔ صاحبزادہ محمد طارق ہزاروی کو گھر میں ہونے والے رنگ و روغن سے متعلق چند ہدایات دیں اور گھر سے صبح چھ بجے سے قبل سیر کے لئے نکلے۔ ابھی جی ٹی روڈ نالہ پلکھو کے پل پر آہنی جنگلے کے پاس پہنچے ہی تھے کہ ایک ٹرک گوجرانوالہ سے گجرات کی جانب جا رہا تھا (پنجاب گڈز ٹرانسپورٹ ٹرک نمبر S.A933 ڈرائیور عام دین) مخالف سمت سے آنے والی کار اور تانگہ سے ٹکرانے لگا۔ ڈرائیور کی غفلت و لاپرواہی سے ٹرک بے قابو ہو کر اپنی سمت سے ہٹ کر جنگلے سے آٹکرایا جہاں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ آپ کے جسم اطہر پر بظاہر کوئی زخم نہیں آیا سوائے اس کے کہ لب مبارک پر ایک معمولی سا زخم تھا۔ آپ کا لباس تک نہ پھٹا اور نہ

ہی اس پر کوئی خون کا داغ لگا۔ (وہاں چونگی پر جمع ہونے والے درجنوں اور ہسپتال میں سینکڑوں لوگ اس بات کے عینی شاہد ہیں)۔ عقب میں موجود چونگی پر کھڑے لوگوں نے ٹرک ڈرائیور کو پکڑ لیا۔

عفوودرگذر کی زندہ مثال:

جائے حادثہ پر لوگ جمع ہونے لگے۔ اسٹیشن اور بس سٹاپ متصل ہونے کی وجہ سے حادثہ کی خبر اردگرد پھیل گئی۔ لوگوں کے ایک گروہ نے ٹرک ڈرائیور کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جو پاس رکھی ہوئی چونگی والوں کی چارپائی پر تشریف فرما تھے جب اس منظر کو دیکھا تو ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! اس ڈرائیور کو چھوڑ دو میں نے اسے معاف کر دیا آج میرا آخری وقت آ چکا ہے۔''

اور ہاتھ کے اشاروں سے بھی لوگوں کو منع کیا کہ اسے مت مارو۔ اللہ اللہ کیا اخلاق کی بلندی ہے سبحان اللہ۔ زندگی کے آخری لمحات میں بھی سنت رسول ﷺ پر عمل ہو رہا ہے۔ عفوودرگذر کی ایسی عملی مثالیں اس دور میں کہاں ملتی ہیں؟ اس وقت حضرت کی صورت والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کی عملی تصویر، واستعینوا بالصبر کا مظہر فاعفوا واصفحوا کا عکس ولمن صبر و غفران ذلك لمن عزم الامور کی تعبیر تھی۔ اللہ رب العزت کا صفاتی نام غفور (بخشنے والا) اس کے عبد ''عبدالغفور'' نے آخری لمحات میں اپنی اس صفت کا اظہار فرما کر آنے والے انسانوں کو پیغام عفو دے کر ثابت کر دیا کہ اولیاء عام لوگ نہیں ہیں۔

اللّٰہ یجتبی الیہ من یشآء ویھدی الیہ من ینیب

''اللہ چن لیتا ہے اپنے لئے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف جو کوئی اس کی طرف رجوع کرے۔''

قربِ وصال:

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ جب کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے تو دل پر گھبراہٹ کی کیفیت اثر انداز ہوتی ہے۔ حضرت کی دلی کیفیت بھی کچھ اسی طرح کی تھی۔ پیدل چل کر جانا چاہتے تھے کہ احباب کے مشورے پر آپ کو چارپائی پر سول ہسپتال لے جایا گیا۔ جب یہ قافلہ مرکزی جامع مسجد غوثیہ کے پاس سے گزرا تو حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت مسجد کے بالائی حصہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں تھے۔ آپ بھی ساتھ روانہ ہوئے۔ سینکڑوں لوگ خبر ملتے ہی ہسپتال میں جمع ہونے لگے۔ آپ کی چارپائی کو ہسپتال کے ایک برآمدہ میں رکھ دیا گیا۔ ڈیوٹی پر متعین ڈاکٹر ضامن علی نے حضرت کا تفصیلی معائنہ کیا اور صورتحال کو تسلی بخش قرار دیا کہ کوئی خاص اندرونی یا بیرونی طور پر چوٹ نہیں لگی البتہ سکونِ قلب کے لئے ایک عدد انجکشن لگا دیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ توقف کے بعد آنکھیں کھولیں اور یہ جملہ ارشاد فرمایا:

''میں نے ڈرائیور کو معاف کر دیا ہے اسے کچھ نہ کہا جائے میرا وقت پورا ہو چکا ہے۔'' (ماں نے ڈرائیور نوں معاف کر دیتا اے اُساں کجھ نہ آکھنا ھن میرا آخری ویلا دے)

ہسپتال کے اندر برآمدوں' پارک اور باہر سرکلر روڈ پر کم وبیش ایک ہزار افراد اشکبار چہروں کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں دعائیں کر رہے تھے۔ آپ کے خاص عقیدت مند حاجی شریف احمد مرحوم ومغفور نے عرض کیا: قبلہ! یہ آپ کا وہم ہے۔ فرمایا: حاجی میں کہتا ہوں درود شریف اور کلمہ شریف پڑھو۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اردگرد

کھڑے احباب آپ کے درود شریف کو سماعت کر رہے تھے۔ چند بار درود شریف پڑھنے کے بعد حضرت نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ شریف کا ذکر کرو اور خود بھی کلمہ شریف پڑھتے رہے۔ یہ سلسلہ پندرہ منٹ تک جاری رہا۔ ہسپتال میں موجود افراد بلند آواز سے درود شریف اور کلمہ طیبہ کا ذکر کرنے لگے اور یوں فضا کلمہ طیبہ کے ذکر سے گونج اٹھی۔

اللہ اللہ کیسا منظر تھا۔ دیکھنے والے آج بھی بیان کرتے ہیں تو رقت قلبی طاری ہو جاتی ہے۔ ایک وہ جو خاموشی سے چلے جاتے ہیں اور ایک حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال فرمانا کہ خود بھی ذکر خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کر رہے ہیں اور بار بار دوسروں کو بھی ذکر کرنے کی تلقین بھی فرما رہے ہیں۔ یہ ہے اولیاء کرام کی شان' یہ وہ موت ہے جس کی ہر کوئی تمنا کرتا ہے۔ آج ہزاروں علماء لاکھوں لوگوں کے قلوب کو اپنے علم و عرفان سے منور کرنے والا لوگوں کو وصال سے قبل اسی درود شریف پڑھنے کا حکم دے رہا ہے جو ساری زندگی اس کا وظیفہ رہا ہے۔

لقائے محبوب (جمعۃ المبارک ۷ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ بمطابق 9 اکتوبر 1970ء):

سالہا باید کہ تا یک مرد پیدا مے شود
بایزیدؒ اندر خراساں یا اویسؒ اندر قرن

آج تک قرن کے اندر نہ دوبارہ اویس رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوا اور نہ ہی بسطام کے اندر کوئی دوسرا بایزید رحمۃ اللہ علیہ آیا۔ اہل ہزارہ' وزیر آباد ہمیشہ دوسرے شیخ القرآن کا انتظار ہی کرتے رہیں گے۔ تصوف کا رازی' فلسفہ کا غزالی' درد و سوز کا رومی' حسن بیان کا سعدی' عشق کا احمد رضا اور جذب و سلوک کا مہر علی آج دنیا سے اس شان سے الوداع ہو رہا ہے کہ ہر طرف کلمہ طیبہ کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ آخری بار زبانِ اقدس پر کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ آنکھیں کھول کر احباب کی طرف دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ادا فرمایا کہ روبقبلہ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قربِ حقیقی و معیت الٰہی کی پر بہار ابدی لذتوں سے

ہمکنار ہو گئے۔

صورت از بے صورتی آمد بروں
باز شد انا الیہ راجعون

(مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

یوں صبح چھ بج کر چالیس منٹ پر طلوعِ آفتاب کے وقت علم وعرفان کا ماہتاب غروب ہو گیا۔ بوقت وصال آپ کی عمر مبارک قمری لحاظ سے ۶۰ سال ۷ ماہ اور ۲۸ دن تھی جبکہ شمسی کیلنڈر کے مطابق ۵۸ سال ۱۰ ماہ اور ۸ دن بنتی ہے۔

آپ کے جسد خاکی کو سول ہسپتال سے کاشانہ اقدس محلہ درآب خاں میں پہنچایا گیا۔ وصال کی خبر پورے علاقے میں پھیل گئی۔ آپ کا سانحہ وصال قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا۔ کوئی سینہ ایسا نہ تھا جو فگار نہ ہو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اشکبار نہ ہو۔ آپ کے وصال کا اعلان ہوتے ہی وزیر آباد اور گردونواح کا علاقہ نالہ وشیون میں ڈوب گیا۔ شہر اور مضافات کے علاقوں میں تمام تعلیمی اور سرکاری ادارے بند ہو گئے اور سوگ کے لئے علاقہ بھر کے بازار دو روز کے لئے (ہڑتال) بند کر دیئے گئے۔

حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ضبط وتحمل قابل دید تھا۔ چونکہ صدمہ کسی طور پر قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا۔ ضبط غم کی وجہ سے آپ بے ہوش ہوئے۔ ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا اور اس نے انجکشن لگایا۔ نمازِ جنازہ کے تمام تر انتظامات آپ کے ذمہ تھے۔ تقریباً ملک بھر کے تمام شہروں خصوصاً پنجاب میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر علماء و مشائخ عظام' شاگردوں' عزیز واقارب اور عقیدت مندوں کو بذریعہ ٹیلی فون اور ٹیلی گرام اطلاع کر دی گئی۔ چونکہ جمعۃ المبارک کا دن تھا لہٰذا علماء کرام تک اطلاع قبل نمازِ جمعہ پہنچائی گئی۔ ہزاروں علماء نے اپنے اپنے مقامات پر خطبہ جمعۃ المبارک میں آپ کے وصال کی خبر عوام اہل سنت تک پہنچائی اور دورانِ تقریر

حضرت کے مناقب وکمالات پر خطبے ارشاد فرماتے ہوئے آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور اہل سنت کے تمام ممتاز دینی مدارس میں ہفتہ کے روز تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔

ممتاز عالم دین مولانا اورنگ زیب قادری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اس روز (ہفتہ ۱۰ اکتوبر کو) میں مولانا غلام اللہ خاں کے پاس پڑھ رہا تھا جب اخبار میں مولانا غلام اللہ خاں نے حضرت کے وصال کی خبر پڑھی تو کافی دیر تک خاموشی اختیار کی پھر دار العلوم میں تعطیل کا اعلان کر دیا یہاں تک کہ ایک روز قبل جمعہ کے خطبہ میں بھی مولانا غلام اللہ خاں نے تعزیتی کلمات کہے تھے۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آپ کے وصال کی خبر ۹'۱۰ اکتوبر کو نشر ہوتی رہی جبکہ ۱۰ اکتوبر کو تمام ملکی اخبارات میں صفحہ اول پر حضرت کی تصویر کے ساتھ بڑی نمایاں خبریں شائع ہوئیں۔ (یہ اخبارات راقم کے پاس محفوظ ہیں) علاوہ ازیں بی بی سی لندن سے ۱۰ اکتوبر کو آپ کے وصال کی خبر نشر ہوتی رہی۔

آخری دیدار:

جمعتہ المبارک کے روز وصال کے فوراً بعد آپ کو پہلا غسل دیا گیا۔ غسل دینے کی سعادت حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی' صوفی بابا عنایت اللہ' حاجی شریف احمد' صاحبزادہ محمد طارق ہزاروی نے حاصل کی۔ مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ مولانا محمد شریف خطبہ جمعہ کے لئے کھڑے ہوئے تو مسجد کے اندر موجود ہزاروں افراد کی سسکیوں اور آہوں سے فضا سوگوار ہوگئی۔ مرید' عقیدت مند اور علماء زار وقطار رو رہے تھے۔ جمعتہ المبارک دن اور رات خواتین کو زیارت کرائی گئی۔ اس دوران وزیر آباد شہر کی اکثر مساجد میں قرآن خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۰ اکتوبر ہفتہ:

جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات اہل شہر کے لئے عجیب وغریب رات تھی۔ علماء

اور عقیدت مندوں کے گروہ وزیر آباد پہنچ رہے تھے۔ ریلوے روڈ' ریل بازار' مشن بازار' مین بازار میں ہر طرف لوگ نوحہ کناں تھے۔ ہفتہ کی صبح زمانہ کے ممتاز مشائخ و علماء کے اساتذہ جن پر ملت اسلامیہ کو ناز ہے انہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دوسری بار غسل دیا۔ حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا عبدالرزاق واہ کینٹ' حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی' مولانا محمد صدیق سالک سیالکوٹ' حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالصبور اور صوفی بابا عنایت اللہ نے یہ غسل دینے کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے کفن مبارک پر کلمہ طیبہ ابوالمعانی حضرت محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے اور کفن کے اندر دیگر تبرکات کے علاوہ نقشہ نعلین مبارک بھی رکھا گیا۔ آپ کی چارپائی کو کاشانہ اقدس سے اٹھا کر ایم سی پرائمری سکول نمبر ا میں رکھ دیا گیا جس کے ایک گیٹ سے لوگ زیارت کے لئے داخل ہوتے تھے اور دوسرے سے باہر آتے تھے۔ عام زیارت کا یہ سلسلہ گیارہ بجے دن تک جاری رہا۔ نمازِ جنازہ کے لئے خاص طور پر بلدیہ وزیر آباد کی طرف سے جلوس کے راستوں کی صفائی کی گئی۔ انجمن تاجران کی طرف سے سڑکوں پر مختلف مقامات پر پانی کی سبیلیں لگائی گئیں۔

گیارہ بجے آپ کا جنازہ سکول کی عمارت سے اٹھایا گیا تو مخلوقِ خدا بے تابانہ مثل پروانہ ٹوٹ پڑی۔ عوام تو عوام رہے کم و بیش پچاس ہزار سے زائد علماء و مشائخ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ جنازہ کو کندھا دے۔ آپ کا جسد خاکی ایک لکڑی کے تابوت میں تھا۔ جنازہ کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے تا کہ ہر عقیدت مند کو کندھا دینے کی سعادت حاصل ہو۔ تحریک خاکسار کے ایک جلوس نے جنازہ کو سلامی دی۔ چونکہ کچھ عرصہ کے بعد ملک میں انتخابات ہونے والے تھے لہٰذا بازار میں سیاسی جماعتوں کے پرچم لہرا رہے تھے۔ تمام سیاسی جماعتوں نے جنازہ کے موقع پر اپنے پرچم سرنگوں کر دیئے۔ جنازہ کا جلوس جب مین بازار کی

طرف بڑھا تو تمام راستے میں دوکانوں اور مکانوں کی چھتوں پر مرد عورتیں اور بچے کھڑے تھے اور جنازہ پر گل پاشی کر رہے تھے۔

عاشق کا جنازہ ہے دھوم سے نکلے

آج ہر ایک کی زبان پر تھا: موت العَالِم موت العَالَم ہر آنکھ سوگوار تھی۔ اہل سنت کے علماء و مشائخ کا حال عجیب تھا۔ لوگوں نے دیوبندی، اہل حدیث، شیعہ حتیٰ کہ مرزائی علماء کو جنازہ کے جلوس میں روتے ہوئے دیکھا۔ بلا مبالغہ اگر اللہ رب العزت حجابات کو دور فرما دیتا تو لوگ در و دیوار کو نوحہ کناں سن سکتے تھے۔ شاگرد دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ ان کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ جگر ہلا دینے والی آہیں تھیں۔ وہ لمحے بڑے درد و الم والے تھے۔ جب مرید روتے روتے نڈھال ہو کر زمین پر گر رہے تھے۔ وہ منظر کیسے بھلایا جا سکتا ہے جب مشائخ اور اربابِ ذوق خون کے آنسو بہا رہے تھے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

نمازِ جنازہ کا طویل جلوس کہیں مشائخ قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہے ہیں، کہیں علماء درود شریف سے فضا کو منور کر رہے تھے اور کہیں عوام کلمہ طیبہ اور ذکر الٰہی کی ضربیں لگا رہے تھے جبکہ صوفیاء تصویر حیرت بنے ہوئے تھے۔ آج کون رخصت ہو رہا ہے؟

شیخ القرآن! وہ معرفت خداوندی کا مہر درخشاں تھا۔ وہ عظمت رسول کے ترانے پڑھتا تھا۔ وہ وارث حبیب خدا تھا۔ وہ عشق نبی کے باب کا عنوان تھا۔ وہ ناموسِ رسالت کا نگہبان تھا۔ وہ عظمت صحابہ کا پاسباں تھا۔ وہ اہل بیت اطہار کا ثنا خوان تھا۔ وہ شانِ اولیاء کا ترجماں تھا۔ وہ طریقت کے بوستان کا باغباں تھا۔ وہ شریعت کا واقف سرنہاں تھا۔ وہ تصوف کا امام تھا۔ وہ اقلیم منطق کا تاجدار تھا۔ وہ بزم فقر کا روح رواں تھا۔ وہ علماء کے سروں کا تاج تھا۔ وہ صوفیاء کا رہبر تھا۔ وہ طلبہ کی زندگیوں کا سرمایہ تھا۔

وہ کشتی معرفت کا ناخدا تھا۔ وہ محرم رازِ حقیقت تھا۔ وہ کاشف اسرارِ حق تھا۔ وہ شیریں بیاں رطب اللسان تھا۔ وہ عشق و معرفت کے جام لٹاتا تھا۔ وہ دورانِ وعظ صوفیاء کو رقص کراتا تھا۔ وہ مسند درس پر علم کی گتھیاں سلجھاتا تھا۔ وہ فقہی میدان کا شاہسوار تھا۔ وہ مشعل وحدت شمع عرفاں تھا۔ وہ اپنے وقت کا عیسیٰ دوراں تھا۔ وہ رشد و ہدایت کی تنویر تھا۔ وہ مہر و مروت کی منہ بولتی تصویر تھا۔ وہ گفتار و کردار کا حسین پیکر تھا۔ وہ علمی و روحانی گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ وہ جس کا خاندان خدمت دیں کے لئے وقف تھا۔ وہ جس کا آستانہ مرجع فیض تھا۔ وہ یتیموں کا غم خوار تھا۔ وہ غریبوں کا مددگار تھا۔ وہ بیواؤں کا حامی تھا۔ وہ بے سہاروں کا آسرا تھا۔ وہ گلستانِ مہریہ گولڑہ کا عظیم خطیب تھا۔ وہ حجۃ الاسلام کا ابوالحقائق تھا۔ وہ قبلہ حاجات گوہر بے بہا کا انمول خزانہ تھا۔ وہ بے ادبوں کے لئے زہر قاتل تھا۔ وہ گستاخانِ رسول کے لئے شمشیر حیدر تھا۔ غرضیکہ جب جنازہ کا جلوس جی ٹی روڈ پر پہنچا تو ایک عالم شہیر چشم و چراغ خاندانِ سعادت نے جنازہ کو تھام کر کہا: جب حیدرِ کرار مولا علی المرتضیٰ ﷛ کا جنازہ اٹھا تو صحابہ پکار اٹھے: آج اس کا جنازہ اٹھا ہے جس نے کبھی کسی میدان میں شکست نہیں کھائی۔ آج میں کہتا ہوں کہ اس کا جنازہ اٹھا ہے جس نے کسی میدانِ مناظرے میں شکست نہیں کھائی۔ پھر میں یہ لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ فن مناظرہ کا امام ابوحنیفہ تھا۔

قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کی دستار بندی:

نمازِ جنازہ کے جلوس نے ایک میل سے کم کی مسافت دو گھنٹے میں طے کی۔ جب یہ جلوس ریلوے گراؤنڈ میں پہنچا تو ریلوے گراؤنڈ پہلے سے ہی بے پناہ خلقت سے بھر چکی تھی۔ لوگوں نے ریلوے گراؤنڈ اور اس سے متصل دونوں اطراف سڑکوں، جی ٹی روڈ حتیٰ کہ ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر ۵ تک صفیں باندھ لیں۔ سینکڑوں لوگ درختوں اور پانی کی ٹینکی پر چڑھے ہوئے تھے۔ زینت القراء حضرت قاری غلام رسول رضوی کی

تلاوت کلامِ پاک اور نعت رسولِ مقبول ﷺ کے بعد لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہوا کہ حضرت قبلہ پیر طریقت، مرکز مہر و وفا سیّدنا پیر غلام محی الدین شاہ گیلانی گولڑوی مدظلہ العالی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی کی دستار بندی فرمائیں گے۔ اعلان سنتے ہی ایک بار پھر فضا میں چیخ و پکار، سسکیاں اور آہیں بلند ہوئیں۔ حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ العالی نے قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی کی رسم دستار بندی ادا فرمائی اور آپ سے یوں ارشاد فرمایا:

''اپنے والد محترم کے مشن کو جاری رکھیں میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھنا۔''

نمازِ جنازہ:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق جب حضرت قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے نمازِ جنازہ پڑھانے کی درخواست کی گئی تو ارشاد فرمایا:

''میں جانوں یا علامہ ہزاروی جانے یہ میرا اور ان کا معاملہ ہے نمازِ جنازہ مولانا محب النبی صاحب پڑھائیں۔''

چنانچہ تقریباً دو بج کر بیس منٹ پر استاذ العلماء شیخ الجامعہ حضرت مولانا محب النبی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ محتاط اندازے کے مطابق علاوہ علماء و مشائخ کے ایک لاکھ سے زائد افراد نے نمازِ جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ جی ٹی روڈ کے دونوں اطراف گجرات اور گوجرانوالہ گھنٹوں ٹریفک جام رہی اور گاڑیوں کی میل ہا میل تک قطاریں دیکھنے میں آئیں۔ روزنامہ مشرق کے مطابق ۴۵ میل تک ٹریفک جام تھی۔

نمازِ جنازہ کے بعد ریلوے گراؤنڈ میں مشائخ عظام نے حضرت قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ آخری بار زیارت کی اس کے بعد ہجوم بے قابو ہو گیا۔ لوگ

دیوانہ وار تابوت کی طرف بڑھے۔ متعدد کمزور ضعیف افراد اور بچے ہجوم میں دب کر زخمی ہو گئے۔ بے قابو ہجوم دیکھ کر حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے یوں لگ رہا تھا کہ شاید میرا بھی آج آخری وقت آ گیا ہے۔ یہاں سے جنازہ کا جلوس جی ٹی روڈ سے گزرتا ہوا (موضع بھٹی کے) مہر آباد شریف کی طرف چلا۔

مزار گوہر بار:

حضرت محدث اعظم مولانا سردار احمد رضوی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید پیر طریقت' امیر شریعت' صاحبزادہ پیر محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی جمعۃ المبارک کو ہی علماء کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ وزیر آباد پہنچ گئے۔ آپ نے نمازِ جنازہ کے لئے تمام انتظامات اپنی نگرانی میں کرائے۔ نمازِ جنازہ کے لئے کشادہ ریلوے گراؤنڈ کے انتخاب کے علاوہ حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی کے ہمراہ ''موضع بھٹی کے'' سے متصل اس جگہ پر تشریف لائے جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں ذاتی گرہ سے خرید رکھی تھی۔ چنانچہ مزارِ گوہر بار کے لئے جگہ کا انتخاب فرمایا۔

ایک روز حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ حاجی شریف احمد کے ہمراہ اس جگہ پر تشریف لائے جو اس وقت ویراں جگہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ حاجی ایک وقت آئے گا یہ جگہ خوب آباد ہو گی۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ یہاں کیا ہو گا زیادہ سے زیادہ سبزیاں' مولیاں' گاجریں کاشت ہوں گی۔ فرمایا: حاجی وقت آنے پر تو دیکھ لے گا۔

نماز جمعۃ المبارک کے بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی قبر تیار کی گئی۔ قبر تیار کرنے والوں میں صوفی محمد عبداللہ' چوہدری محمد اکبر' سلطان احمد بٹ اور احمد قاضی شامل تھے۔ ان سب کا تعلق موضع ٹھٹھہ فقیر اللہ سے ہے۔ نمازِ مغرب تک قبر تیار ہو چکی تھی اور رات بھر یہاں قرآن خوانی ہوتی رہی۔

ہفتہ ۱۰ اکتوبر بعد سہ پہر چار بجے آپ کے جسد خاکی کو جو لکڑی کے تابوت

میں تھا یہاں پہنچایا گیا۔ متعدد مشائخ اور جید علماء کرام نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد یہاں تشریف لائے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دفن کرتے وقت نورانیت اور روحانیت کا ایک عجیب سماں تھا۔ آپ کی عظمت وشان کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ زمانہ کی ممتاز شخصیات نے آپ کو لحد مبارک کے اندر اتارا۔ آپ کی لحد مبارک میں خصوصی طور پر پیر طریقت' واقف راہ شریعت قبلہ پیر سیّد علی حسین شاہ مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیّداں شریف اترے اور تابوت مبارک کو لحد میں اتارنے والوں میں شیخ الجامعہ مولانا محبّ النبی رحمۃ اللہ علیہ' ابوالمعانی حضرت مولانا غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت پیر محمد فاضل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ڈھانگری شریف میر پور شامل تھے۔

خاک تربت بھی تیری ہو جائے گی عنبر فشاں
لوحِ عشق مصطفیٰ ﷺ اس پر نصب ہونے کے بعد

دفن سے لے کر ختم چہلم تک مسلسل بغیر کسی وقفہ کے مزارِ اقدس پر قرآن خوانی ہوتی رہی۔ قبر انور پر قرآن خوانی کرنے والوں میں حضرت استاذ العلماء مولانا غلام جیلانی مانسہرہ' ابوالمعانی حضرت مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت صوفی فضل کریم جہلم اور مولانا بشیر احمد حافظ آباد وغیرہم شامل تھے۔

ختم قل ۱۱ اکتوبر بروز اتوار صبح نو بجے جامع مسجد غوثیہ میں ہوئے جس میں حضرت مجاہد ملت محمود شاہ گجراتی' صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی اور قاضی اسرار الحق راولپنڈی نے خصوصی خطاب فرمایا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا چہلم ۲۴ اور ۲۵ اکتوبر کو بر موقع سالانہ عرسِ پاک صاحب لولاک ﷺ منعقد ہوا۔ چہلم کے موقع پر حضرت پیر سیّد علی حسین شاہ لاثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت صاحبزادہ پیر سیّد نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے مزار کا سنگ

بنیاد رکھا۔ چونکہ مزار گوہر بار کی جگہ آبادی سے دور تھی لہٰذا ابتدائی دنوں میں چند روز تک سائباں نصب رہے پھر ایک کمرہ تعمیر کر دیا گیا اور ایک سال کی مختصر مدت میں پہلے سالانہ عُرس حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تک عالی شان وسیع وعریض مزارِ مبارک تعمیر ہو گیا۔ کچھ تعمیری کام چار دیواری وغیرہ ۱۹۷۹ء میں کیا گیا جبکہ روضہ انور کے بالمقابل دارالعلوم کا سنگ بنیاد ۱۴ مئی ۱۹۹۰ء میں رکھا گیا جو دو سال کے عرصہ میں اپنے تعمیری مراحل سے گزر کر مکمل ہوا۔ روضہ مبارک کے احاطہ میں مغربی سمت ۱۹۹۲ء میں ایک کشادہ برآمدہ برائے محفل سماع تعمیر ہوا۔ جنوری ۲۰۰۰ء میں مسجد مہریہ غوثیہ کی تعمیر شروع ہوئی جو دو سال میں مکمل ہو کر اپنے حسن وخوبصورتی کا دعوتِ نظارہ دے رہی ہے۔ ۲۰۰۱ء میں مزارِ مبارک اور برآمدوں پر سنگ مرمر کا کام ہوا جس سے مزارِ انور کی ظاہری دلکشی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔

بر آستان تو ہر کس رسید مطلب یافت

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ مقدسہ ظاہری و باطنی انوار وتجلیات سے معمور ہے۔ سفید گنبد کی آب وتاب جی ٹی روڈ اور بذریعہ ریل گزرنے والوں کو اصل اور حقیقی منزل کی یاد دلاتی ہے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں رات کے سناٹے میں بالکل "ہو" کا عالم ہوتا تھا۔ رات تو دور کی بات ہے دوپہر کے وقت بھی یہاں سے کوئی نہیں گزرتا تھا۔ حضرت کے تشریف لانے سے یہاں ایک کالونی مہرآباد شریف کے نام سے آباد ہے۔ سالانہ اعراس مبارکہ اور عیدین کے موقع پر ہزاروں لوگ فیض و برکات کی سعادتیں سمیٹتے ہیں جبکہ حسین وجمیل مسجد کی تعمیر سے دربارِ عالیہ کی رونق میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

سلام اے شیخ قرآں واقفِ اسرارِ عرفانی
تیری محفل میں پایا اہل دل نے کیف روحانی

علماء ومشائخ کا جمِ غفیر:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ کے موقع پر علماء ومشائخ کا اس قدر جمِ غفیر تھا کہ ایسی مثالیں علماء ومشائخ کے جنازوں پر دیکھنے میں نہیں آئیں۔ اکثر مدارس سے علماء کرام اور خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات نے جنازہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی یا تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ تمام علماء ومشائخ عظام کے ناموں کو تو یہاں لکھنا ممکن نہیں چند ایک کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت قبلہ پیر سیّد غلام محی الدین شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر سیّد غلام معین الدین گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر سیّد عبدالحق گیلانی گولڑوی، حضرت پیر سیّد نصیر الدین شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر سیّد علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیّداں نارووال، حضرت صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ آلو مہار شریف ڈسکہ، حضرت پیر قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی زیب سجادہ محدث اعظم فیصل آباد، حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا میاں غلام احمد ساطع الجمیل بغداد شریف عراق، حضرت صاحبزادہ سیّد محمد طیب شاہ چھوہر شریف، صاحبزادہ سیّد محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صاحبزادہ سیّد حاجی احمد شاہ گجرات، حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کوٹلی لوہاراں، حضرت مولانا حافظ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ جامعہ حنفیہ سیالکوٹ، حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد، حضرت صاحبزادہ فضل احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ دربار محدث اعظم فیصل آباد، حضرت صاحبزادہ حاجی فضل کریم رضوی ناظم جامعہ رضویہ فیصل آباد، حضرت مفتی اعظم محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نعیمیہ لاہور، حضرت سیّد ابوالبرکات سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ حزب الاحناف لاہور، حضرت صاحبزادہ سیّد محمود احمد رضوی حزب الاحناف لاہور، حضرت مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ لاہور، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صاحبزادہ

حامد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گجرات' مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان (آزاد کشمیر) حضرت صاحبزادہ پیر افضل قادری گجرات' حضرت شیخ الحدیث سیّد زبیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ چکوال' حضرت مولانا فیض احمد فیضی راولپنڈی' شیخ الحدیث مولانا محمد شریف ملتان' حضرت مولانا مفتی ہدایت اللہ پسروری ملتان' حضرت مولانا عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ واہ کینٹ' حضرت صاحبزادہ سیّد عابد حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیّداں' حضرت مولانا ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ' حضرت صاحبزادہ مبارک محی الدین گجرات' حضرت مولانا شریف احمد رضوی' حضرت شیخ الحدیث مولانا سیّد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھکھی شریف' حضرت سیّد مظہر قیوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھکھی شریف حضرت پیر طریقت مولانا محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ نیک آباد گجرات' حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ زیب آستانہ عالیہ سیال شریف' استاذ العلماء حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ شریف' حضرت صاحبزادہ پیر کبیر علی شاہ چورہ شریف' حضرت شیخ الحدیث محمد عبداللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ملتان' حضرت مولانا عبدالقادر ملتان' حضرت صاحبزادہ عبدالصبور باغدرہ حسن ابدال' حضرت مولانا مفتی سیّد مسعود احمد قادری ملتان' حضرت مولانا ابوالبدر شمس الزماں قادری رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت مولانا فضل عثمان مجددی لاہور' حضرت شیخ الحدیث محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت پیر صاحبزادہ میاں غلام محمد بھور میانوالی' حضرت مفتی محمد شفیع اوکاڑوی کراچی' حضرت مولانا غلام دین رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ لالہ موسیٰ' حضرت قاضی اسرار الحق حقانی راولپنڈی' حضرت علامہ الٰہی بخش ضیائی قادری رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت مولانا مفتی گل احمد عتیقی لاہور' حضرت مولانا پیر حافظ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ ڈھانگری میرپور' حضرت پیر عتیق الرحمٰن فیض پوری میرپور' حضرت مولانا محمد صادق نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جہلم' حضرت مولانا مفتی پیر ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی گوجرانوالہ' حضرت مولانا پیر سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ' حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی

گوجرانوالہ' حضرت مولانا عبدالستار انصاری رحمۃ اللہ علیہ حافظ آباد' حضرت مولانا احمد علی قصوری لاہور' حضرت قاری غلام رسول رضوی لاہور' حضرت مولانا نور احمد گورنر ہاؤس لاہور' حضرت مولانا نذیر احمد مظفر آباد' حضرت مولانا اورنگ زیب قادری رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی' حضرت مولانا ابوبکر چشتی راولپنڈی' حضرت مولانا فضل قادر راولپنڈی' حضرت مولانا محمد یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی' حضرت مولانا پیر محمد سلیم نقشبندی فیصل آباد' حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے لاہور' حضرت شیخ الحدیث محمد عبداللہ قصور' حضرت مولانا محمد صادق قصوری' مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت مولانا علی احمد سندیلوی لاہور' حضرت مولانا قاضی غلام محمود جہلم' حضرت مولانا مفتی سیّد مزمل حسین لاہور' حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سمندری' حضرت مولانا محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ ڈسکہ' مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی لاہور' حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ گجرات' حضرت مولانا محمد صدیق سالک سیالکوٹ' حضرت مولانا مقصود احمد قادری سابق خطیب داتا دربار لاہور' حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مانسہرہ' حضرت مولانا محمد شریف ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ' حضرت مولانا غلام نبی گکھڑ منڈی' حضرت مولانا قاری محمد یوسف صدیقی رحمۃ اللہ علیہ لاہور' شیخ الحدیث مولانا عبداللطیف گوجرانوالہ' حضرت مولانا سیّد یعقوب شاہ پھالیہ' حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد عبدالرشید جھنگوی' حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں' حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالکریم چشتی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ ڈوگراں' حضرت پیر محمد معصوم بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف' حضرت مولانا حکیم عبدالحی سیالکوٹ' حضرت مولانا صوفی محمد دین گوجرہ' حضرت مولانا سیّد بشیر احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ حافظ آباد' حضرت شیخ الحدیث مولانا نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بصیر پور' حضرت مولانا انوار الاسلام رحمۃ اللہ علیہ مکتبہ حامدیہ لاہور' حضرت مولانا محمد اشرف خانیوال' حضرت مولانا مفتی مزمل حسین شرقپوری' حضرت مولانا عبدالحق غورغشتوی' حضرت مولانا عبدالحق مفتاح العلوم' حضرت مولانا مفتی عبدالمالک مفتی آباد

مانسہرہ' حضرت مولانا محمد یوسف ناظم اعلیٰ جامعہ رحمانیہ ہری پور' حضرت مولانا عطا محمد خطیب رحمانیہ مسجد ہری پور' صاحبزادہ غلام نصیر سیالوی جھنگ' حضرت مولانا مفتی حبیب احمد رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ' حضرت مولانا سیّد غلام محی الدین شاہ جامعہ رضویہ راولپنڈی' حضرت مولانا سیّد حسین الدین شاہ راولپنڈی' حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ چمبہ پنڈ' علامہ علاؤ الدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی' حضرت مولانا سیّد عبدالرحمٰن شاہ حسن ابدال' حضرت مولانا قاضی محمد مظفر اقبال رضوی لاہور' حضرت مولانا سیّد خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سابق خطیب مسجد وزیر خاں لاہور' حضرت صاحبزادہ پیر ارشاد حسین نوری رحمۃ اللہ علیہ چورہ شریف ضلع اٹک' مولانا شاہ عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت پیر سیّد بشیر احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ سوھدرہ' حضرت پیر صفی اعظم چن پیر سوھدرہ' حکیم اہل سنت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الحدیث مولانا غلام محبوب سبحانی ہزاروی حسن ابدال' حضرت مولانا شبیر احمد ہاشمی پتوکی' حضرت مولانا عبدالحق بندیالوی بندیال' مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی' مولانا غلام فرید ہزاروی گوجرانوالہ' حضرت مولانا خالد حسن مجددی گوجرانوالہ' حضرت محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ حسانِ پاکستان' حضرت عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد' شاعر اسلام سردار احمد سردار رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد' ثناخوانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم محمد علی طوطی ملتان' اصغر علی اصغر فیصل آباد' صوفی محمد علی ظہوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور' حضرت صوفی خیر دین سکھر ،حضرت مولانا نور احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ پھالیہ گجرات ،مولانا محمد اسلم امیر جماعت اسلامی گوجرانوالہ' مولانا محمد رمضان وزیر آباد، مولانا عتیق الرحمٰن خطیب جامع مسجد اہل حدیث وزیر آباد اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے بیٹے (مولانا معاویہ، مولانا حسن) وغیرہم

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ جو نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے ان کے اسماء یہاں درج نہیں کیے جا رہے ان کی فہرست باب سوم میں گزر چکی ہے۔ آپ کے جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد کے بارے میں تمام اخبارات نے لکھا کہ ایک

لاکھ سے زائد جبکہ رسائل کے مطابق ڈیڑھ لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ آج اکیسویں صدی میں شرح آبادی میں اضافہ کے باوجود بڑے جید علماء و مشائخ کے جنازوں میں پندرہ بیس ہزار افراد کا بمشکل اجتماع ہوتا ہے۔ اس وقت وزیرآباد کی کل آبادی جس میں مرد، عورتیں اور بچے بھی شامل تھے چالیس ہزار بمشکل تھی۔ ان حالات میں بیرونی شہروں سے ایک لاکھ سے زائد افراد اور ہزاروں علماء کرام کا آپ کے جنازہ میں شریک ہونا آپ کی عظمت وفوقیت کی دلیل ہے۔

حضرت قبلہ بابوجی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان العارفین حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے تمام اعراسِ مبارکہ کی مجلس میں وعظ کرنے کا برابر پینتیس (۳۵) سال تک اعزاز حاصل ہوا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر جمعۃ المبارک علی الصبح گولڑہ شریف پہنچادی گئی تھی۔ آپ نے اپنے کمرہ خاص سے سب کو باہر نکال دیا اور دیر تک روتے رہے۔ جب باہر تشریف لائے تو آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔ آستانہ عالیہ پر مجلس سماع شروع ہوئی تو حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ نے محبوب قوال کو ''یوسف زلیخا'' (حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا منظوم کلام) پڑھنے کا حکم دیا جس میں ہجر وفراق کی داستان بیان کی گئی ہے۔

دورانِ محفل سماع حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ زاروقطار رو رہے تھے۔ بعض اوقات آپ کے رونے کی آواز بھی سنی گئی۔ ہفتہ کے روز آپ علی الصبح اپنے صاحبزادگان اور خدام ومحبوب قوال کے ہمراہ وزیرآباد تشریف لائے۔ حضرت قبلہ مفتی محمد

عبدالشکور ہزاروی کی دستار بندی کے وقت ارشاد فرمایا:

''اپنے والد محترم کے مشن کو جاری رکھیں میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھنا۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ خادم مولانا حاجی غلام حبیب کا بیان ہے:

''مجھے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پرملال کا علم نہ تھا۔ روایت کے مطابق مانسہرہ سے وزیرآباد واپسی پر آستانہ عالیہ گولڑہ شریف حاضر ہوا اور مزار پرانوار پر حاضری دی۔ جب حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا اعزاز ملا تو آپ نے مجھے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سناتے ہوئے ارشاد فرمایا: مفتی محمد عبدالشکور صاحب کو جا کر کہنا کہ غم نہ کریں ہم اس کے ساتھ ہیں اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھے۔''

ایک روز قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حاجی اللہ داد نے عرض کیا: مولوی صاحب! (حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) کا تو وصال ہو گیا ہے اب عرس مبارک پر تقریر کون کرے گا؟ فرمایا: ''تقریریں تو ہوتی رہیں گی مگر درد، سوز و گداز کیف و مستی والی تقریریں ختم ہو گئی ہیں۔''

اخبارات و رسائل کے اداریے:

وصال اور چہلم پر اخبارات نے رنگین ایڈیشنوں میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے مضامین اور تصاویر شائع کیں۔ خصوصی طور پر قابل ذکر مضامین ۱۵ اکتوبر روزنامہ کوہستان راولپنڈی مضمون نگار علامہ محمد اعظم سعیدی، ۱۵ اکتوبر روزنامہ ندائے ملت (ایڈیٹر مجید نظامی) مضمون نگار حمید اصغر نجیب، ۲۴ اکتوبر روزنامہ جنگ راولپنڈی طارق احسن خالد، ۲۵ اکتوبر روزنامہ امروز لاہور ایم سلیم چشتی جبکہ بعد میں روزنامہ مشرق لاہور میں ظفر اللہ نعمانی، روزنامہ جنگ راولپنڈی

شیخ طارق، نوائے وقت لاہور حمید اصغر، روزنامہ تعبیر راولپنڈی نثار ساگر، رونامہ جاوداں ایم سلیم چشتی، روزنامہ جنگ عبدالصبور بیگ منشور، روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی حافظ فضل قادر اور روزنامہ جمہور میں مضامین شائع ہوئے۔

وصال پر درج ذیل اخبارات و رسائل میں اداریے لکھے گئے۔

1. اداریہ روزنامہ نوائے وقت لاہور 11 اکتوبر 1970ء

جمعیت علمائے پاکستان کے سابق صدر اور تحریک پاکستان کے ایک سرگرم کارکن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کی اچانک وفات ایک دردناک حادثہ ہے۔ وہ علماء کے اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جو سیاسی شعور کی دولت سے بھی مالامال ہے اور اپنے معتقدات اور نظریات کے مطابق ملکی مسائل اور قومی تحریکوں میں بھرپور حصہ بھی لیتا ہے۔ مولانا ہزاروی چونکہ طویل عرصہ تک مذہب و سیاست کے میدان میں سرگرمِ عمل رہے اس لئے لامحالہ ان کے حامی اور مخالف دونوں پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے گذشتہ سال کی تحریک جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا اور ملک میں نمائندہ حکومت کے قیام کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

2. اداریہ روزنامہ جنگ راولپنڈی 11 اکتوبر 1970ء

بریلوی مکتب کے ممتاز عالم دین اور مشہور خطیب مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ جمعتہ المبارک کے روز وزیرآباد میں ایک ٹرک کی زد میں آکر شدید زخمی اور حادثہ کے صرف چند منٹ بعد زخموں کی تاب نہ لاکر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وزیرآباد میں تبلیغ اسلام کی نذر کیا اور انہوں نے تحریک قیامِ پاکستان اور دیگر قومی تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ کئی بار انہیں مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کی پاداش میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں

لیکن جس بات کو انہوں نے اپنے مسلک کے مطابق حق سمجھا اس پر وہ آخر دم تک قائم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کی ناگہانی موت پر اپنے پرائے سبھی نوحہ کناں نظر آتے ہیں اور ان کی موت کو ایک بہت بڑا المیہ قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے زندگی کے ہر مرحلہ پر اسلام کا ساتھ دینے کی بھرپور کوشش کی اور کسی قسم کی مصلحت کو اپنی راہ میں سنگ گراں نہیں بننے دیا۔ غلطیاں اور لغزشیں تو ہر انسان سے ہوتی ہیں ممکن ہے کہ بعض حلقوں کو ان سے کوئی اصولی اور ذاتی اختلاف بھی ہو۔ بہر حال اب جبکہ وہ اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھار چکے خدا سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ اپنے فضل خصوصی سے ان کی کوتاہیوں کو معاف کرے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور ان کے لواحقین و اعزہ و اقربا کے علاوہ ان کے ان گنت عقیدت مندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے تا کہ وہ اس صدمۂ عظیم کو برداشت کر سکیں۔

3. اداریہ روزنامہ کوہستان 11 اکتوبر 1970ء

وزیر آباد کے قریب یوں تو آئے دن حادثات ہوتے رہتے ہیں اور قیمتی جانیں تیز رفتاری اور موٹر ڈرائیور کی لاپرواہی کی بھینٹ چڑھتی رہتی ہیں لیکن گذشتہ روز ایک ٹرک ڈرائیور کی غفلت نے وزیر آباد کو ایک ممتاز خطیب عالم دین اور جمعیت علمائے پاکستان کے سابق صدر مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی سے محروم کر دیا۔ مولانا مرحوم نہ صرف تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے بلکہ آمریت' سوشلزم اور اسلام میں طرح طرح کی پیوندکاریوں کے بھی سختی سے مخالف تھے۔ بحالی جمہوریت کی تحریک میں انہوں نے ممتاز کردار ادا کیا۔ اس وقت وہ اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے محب اسلام عناصر میں اتحاد و تعاون کے دل سے حامی اور اس مقصد کے لئے اپنے انداز میں سرگرم عمل بھی تھے۔ آپ کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ دین میں انتہاپسندانہ گروہی اور فقہی تعصب کو بھی پسند نہیں کرتے تھے اور وزیر آباد میں ہی نہیں بلکہ پورے پنجاب میں

ایک اعتدال پسند اور مخلص اہل علم کی حیثیت سے لوگوں میں معروف و مقبول تھے۔ آپ کی وفات بالکل اچانک ہوئی۔ صبح کی سیر کرتے ہوئے اچانک ٹرک کی زد میں شدید زخمی ہو گئے اور ہسپتال میں ڈاکٹروں کی انتہائی کوشش کے باوجود جانبر نہ ہو سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

4. روزنامہ مشرق لاہور 11 اکتوبر 1970ء

ممتاز عالم دین تحریک آزادی کے نڈر مجاہد جمعیت علمائے پاکستان کے ممتاز رہنما محدث اور شیخ القرآن الحاج مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کو آج بعد نمازِ ظہر ایک لاکھ سے زائد سوگواروں کی موجودگی میں وزیر آباد میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ ریلوے گراؤنڈ میں ادا کی گئی جس میں مغربی پاکستان کے علاوہ مشرقی پاکستان سے بھی لوگوں نے خاص طور پر شرکت کی۔ مولانا کی المناک موت کے سوگ میں آج وزیر آباد' گوجرانوالہ' گجرات' سیالکوٹ اور دیگر نواحی قصبوں میں کاروبار مکمل طور پر بند رہا۔ نمازِ جنازہ کے بعد ہزاروں عقیدت مند مولانا کے دیدار کے لئے ٹوٹ پڑے اور ہجوم بے قابو ہو گیا۔ لوگ دیوانہ وار میت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ متعدد کمزور' ضعیف اور بچے ہجوم میں دب کر زخمی ہو گئے۔ ایک لڑکے کا بازو ٹوٹ گیا۔ مجلس احرار اور خاکسار تحریک کے رضا کار دستے ہجوم پر قابو پانے کے لئے موجود تھے۔ فضا آہوں' سسکیوں اور نالہ وشیون سے سوگوار تھی۔ مولانا کی وفات کی خبر جمعہ کے روز ہی ملک بھر میں پھیل گئی تھی۔ آج صبح ہی سے ہزاروں عقیدت مند وزیر آباد پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ ممتاز علماء اپنے اپنے شہروں سے وفود کی شکل میں وزیر آباد پہنچے۔ متعدد افراد بذریعہ طیارہ مشرقی پاکستان سے مولانا کے جنازہ میں شرکت کے لئے وزیر آباد آئے۔ مولانا کے سوگ میں آج دوسرے روز بھی وزیر آباد کے تمام کاروباری اور تعلیمی ادارے بند رہے۔ نمازِ جنازہ میں

ایک لاکھ سے زائد عوام کے علاوہ ہزاروں علماء نے بھی شرکت کی۔

5. روزنامہ امروز لاہور 11 اکتوبر 1970ء

تحریک پاکستان کے سرگرم رکن جید عالم دین اور جمعیت علمائے پاکستان کے سابق صدر مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کو جو گذشتہ روز ٹریفک کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئے تھے آج یہاں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ ریلوے گراؤنڈ میں پڑھائی گئی۔ بریلوی مکتب فکر کے جید عالم علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی کا جنازہ ایم سی پرائمری سکول گراؤنڈ سے اٹھایا گیا تو کوئی ایسا فرد نہ تھا جس کی آنکھ اشکبار نہ تھی۔ جنازہ کے آگے آگے لوگ نعت خوانی اور درود کا ورد کرتے جا رہے تھے۔ تمام شہر مرحوم کے سوگ میں بند رہا۔ مین بازار میں مرد اور عورتیں دیدار کی خاطر مکانوں اور دکانوں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ تمام سیاسی پارٹیوں کے جھنڈے سرنگوں کر دیئے گئے تھے۔

6. روزنامہ ندائے ملت لاہور 11 اکتوبر 1970ء

علمائے اہل سنت کے سرخیل، تحریک پاکستان کے جانباز سپاہی اور لادین عناصر کے لئے سیف بے نیام حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کو آج بروز ہفتہ تین بجے وزیرآباد کے نواحی علاقے بھٹی کے میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ میں تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ جس جس راستہ سے جنازہ گزرا اشکبار چہروں کے ساتھ مکانوں کی چھتوں سے عورتوں نے جنازہ کے جلوس پر پھولوں کی بارش کی تمام سیاسی جماعتوں نے اپنے اپنے دفاتر پر جھنڈے سرنگوں کر دیئے اور جگہ جگہ تعزیتی قراردادیں منظور ہوئیں حتیٰ کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے بھی چوراہے پر ایک بورڈ آویزاں کیا جس پر لکھا ہوا تھا کہ "مرنے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں۔" نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے کراچی سے بعض حضرات بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچے۔ لاہور اور صوبہ پنجاب کے دیگر شہروں، سرحد و آزاد کشمیر کے علاقوں سے سینکڑوں علماء خاص خاص

گاڑیوں کے ذریعے وزیرآباد پہنچے اور لاتعداد اسپیشل بسوں کے ذریعے علماء قافلہ در قافلہ وزیرآباد پہنچے۔

7. روزنامہ مساوات لاہور 10 اکتوبر 1970ء

جمعیت علمائے پاکستان کے سابق صدر الحاج مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی تحریک پاکستان کے بانیوں میں سے تھے اور مودودی ازم کے سخت مخالف تھے۔ ان کی موت کی خبر سنتے ہی لوگ دم بخود ہو کر رہ گئے۔ وہ شہر کی ہردلعزیز شخصیت تھے۔ مرحوم چھتیس (۳۶) سال سے وزیرآباد میں جامع مسجد میں خطیب کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے اور ان کی نگرانی میں وزیرآباد میں ایک تاریخی عرس بھی ہوتا تھا۔ ان کی موت کی خبر سن کر آج شہر میں تمام دکانیں' کارخانے اور سکول بند رہے۔ پیپلز پارٹی نے تمام پرچم سرنگوں کر دیئے۔ مولانا نے دورِ آمریت میں زبردست جدوجہد کی تھی۔

8. اداریہ ہفت روزہ چٹان لاہور 19 اکتوبر 1970ء

۱۹ اکتوبر کی صبح کو مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی خطیب جامع مسجد وزیرآباد ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آکر اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان سے ذاتی نیاز تو نہیں تھا بس ایک آدھ دفعہ کی سرسری ملاقات تھی وہ بھی مولانا ظفر علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ہم مولانا کے عقیدت کیش تھے اور وہ مولانا کے نیازمند۔ مولانا بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ مولانا نے ان کے متعلق چند اشعار بھی لکھے ہیں جو اس وقت حافظہ میں نہیں آرہے۔ اتحاد ملت میں وہ مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا لیگ میں شامل ہوئے تو وہ بھی مولانا کے ساتھ لیگ میں چلے گئے اور تحریک پاکستان میں خطابت کی دل نشینی سے لوگوں کو مسحور کرتے رہے۔ مر کا بریلوی مکتب فکر کے علماء میں شامل تھے لیکن ہر مسلک کے لوگوں میں ان کے لئے احترام اور

محبت کے جذبات رہے۔ مسلمانوں میں سوشلزم کے متعلق مدافعت کا جو شعور اور جذبہ ابھر کر متشکل ہوتا رہا۔ وہ بھی اس جذبہ وشعور کے ابھارنے والوں میں شریک رہے اس سلسلے میں وزیرآباد کے گردونواح کی آبادیاں ان کی شکرگزار ہیں۔

ان کی موت سے ایک جید عالم' ایک مخلص انسان' ایک اعلیٰ خطیب اور ایک مصروف دینی خدمت گزار اٹھ گیا۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لئے بہت اجر ہے۔ وہ بارگاہِ ایزدی سے اس کا بہت صلہ پائیں گے لیکن صوبہ میں ان کی موت سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ شاید پر نہ ہو سکے۔ ہمیں ان کی موت پر ان کے اعزہ' ان کے اقرباء' ان کے احباب' ان کے معتقدین حتیٰ کہ ملت سے پوری پوری ہمدردی ہے کہ وہ خدمت گزاری اور علم دین کے اس پیکر متحرک سے محروم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی ملک کے ان پرجوش اور مخلص علماء میں سے تھے جو ہر ملی تحریک میں پیش پیش رہے۔ ہمیں ان سے نیاز حاصل تھا وہ بڑے زندہ دل اور شگفتہ آدمی تھے مگر حمیت اسلامی میں شمشیر برہنہ۔ مصالح ذاتی پر مصالح قومی کو ترجیح دیتے تھے۔ فتنہ وفساد اور جنگ اقتدار سے گریزاں رہتے تھے۔ جب بھی ان کی جماعت پر غلط فضا طاری ہوئی وہ اس سے الگ ہو کر درس وتدریس میں لگ جاتے۔ اس آخری دور میں ایسے علماء کا وجود مغتنم ہے وہ بھی مغتنمات روزگار میں سے تھے خدا تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ (آمین)

9. اداریہ ماہنامہ حنفی لاہور نومبر دسمبر 1970ء

ماہنامہ حنفی لاہور جامعہ رضویہ اندرونِ لوہاری گیٹ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے موقع پر ''حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نمبر'' شائع کیا جس میں متعدد مضامین کے علاوہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام اور آپ کے وصال پر مختلف شعراء کی لکھی ہوئی منقبتیں شامل ہیں۔

آہ صد آہ! ۱۹ اکتوبر کی صبح حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی قدس سرہٗ کی وفات کی خبر دل پر بجلی کی طرح گری اور خرمن سکون و قرار کو راکھ کرتی چلی گئی۔ اس روح فرسا و جاں گداز خبر کے سنتے ہی سارا جسم لرز اٹھا۔ زلزلے کے جھٹکوں کی طرح ہر چیز ڈولتی گھومتی چکراتی اور چکرا کر گرتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ آنکھیں اشکوں کے سیلاب میں ڈوب گئیں' آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ اترتا چلا گیا۔ آنسوؤں کی جھڑی میں دل کا ہول بڑھنے لگا' کلیجے میں پنکھے لگے ہوئے محسوس ہوئے' زبان لڑکھڑانے لگی۔ آواز میں تھرتھراہٹ کی کیفیت پیدا ہوگئی اور میں بکوشش تمام ضبط غم کا چارا نہ پاکر حزن و ملال گریہ و بکا میں کھوتا چلا گیا۔

وزیرآباد جاتے ہوئے حزن و ملال کے قافلے دوپہر ہی سے رواں دیکھے گئے۔ آپ کی وفات کی خبر آپ کے صاحبزادہ پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی صاحب نے سب سے پہلے حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول صاحب کو دی۔ پھر آپ کے ذریعہ یہ خبر پورے پاکستان میں پھیلتی چلی گئی۔ سب سے پہلے حضرت قاضی صاحب موصوف ہی وزیرآباد پہنچے اور اپنے اس عظیم ساتھی' مشفق بزرگ اور بصیرت افروز رہنما کو دیکھتے ہی رو پڑے۔ آپ کے رونے سے پیدا ہونے والی چیخوں سے ہر کوئی ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کا اترا ہوا چہرہ بھیگی ہوئی آنکھیں' لرزتا کانپتا ہوا وجود' آپ کے دل کی کیفیتوں کا غماز تھا۔ آپ اپنے اس جلیل القدر ساتھی کے بچھڑنے کے غم سے نڈھال اور آپ کا دل فرطِ غم سے چور چور تھا اور اسی طرح حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت مفتی محمد عبدالشکور کی حالت اس بے پناہ صدمے سے اس قدر متاثر تھی کہ آپ کو اپنا ہوش تک نہ تھا۔ وفات کے بعد سے لے کر لحد تک اور لحد سے رسم سوم کی ادائیگی تک جملہ کام حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول ہی کے سپرد کردیئے گئے تھے۔

آپ کی نمازِ جنازہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ ڈیڑھ لاکھ انسانوں کی آہوں' سسکیوں' اشکوں اور دلدوز چیخوں میں اس بطلِ حریت کو دفنایا گیا اور اس طرح یہ عالم اسلام کا عظیم فرزند اہل سنت و جماعت کی بلند پایہ شخصیت اور وہ عاشق رسول جو سرمایہ ملت اسلام تھا' وہ جادو بیاں مقرر جس کے نام سے ہی پنڈال جھوم اٹھتے تھے' اپنی عمر کے قریباً اکسٹھ سال پورے کر کے ہم سے رخصت ہو گیا۔ آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول صاحب نے ادارہ حنفی کو ایک تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات صرف ان کے اقرباء لواحقین ہی کے لئے موجب غم نہیں بلکہ پاکستان کے کروڑوں مسلمان اس غم میں شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین) ادارہ حنفی اس غم کے اظہار سے عاجز ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان میں حضرت صاحبزادہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی اور محمد طارق صاحب و دیگر اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ شریک غم ادارہ حنفی لاہور

10. اداریہ ماہنامہ ضیائے حرم بھیرہ نومبر 1970ء ''جانکاہ سانحہ''

حضرت شیخ التفسیر والحدیث علامہ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ان چند نامور ہستیوں میں سے تھی جن پر ملک اور ملت کو بجا طور پر ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں حسن معنوی کے ساتھ جمال کی صورت سے بھی حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ ان کے پرجلال چہرہ اور باوقار شخصیت کو دیکھ کر اسلام کی عظمت کا احساس دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ ایک بہترین مدرس' شیریں بیاں خطیب اور عظیم مفکر تھے۔ ان کی یہ تینوں خوبیاں اپنے اندر انفرادیت رکھتی تھیں جن کی مثال کسی اور جگہ بمشکل نظر آتی ہے۔ اس وقت جبکہ ملت اسلامیہ پاکستانیہ اپنی زندگی کی عظیم ترین جنگ لڑ رہی ہے۔ ان کے فکر صائب مومنانہ قیادت اور ولولہ انگیز خطابت کی اشد ضرورت تھی۔ اس نازک وقت میں

ایسی ہستی کا بزم اہل سنت سے رخصت ہو جانا از حد المناک اور روح فرسا ہے۔ ادارہ ضیائے حرم بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ وہ غفور الرحیم اہل سنت کی اس مایہ ناز ہستی کو فردوسِ بریں میں جگہ عطا فرمائے اوران کے فرزندان اہل خانہ اور جملہ عقیدت مندوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل ارزانی فرمائے۔ (آمین)

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

11. اداریہ ہفت روزہ صوت الاسلام 29 اکتوبر 1970ء
(جمعیت علمائے اسلام تھانوی گروپ)

ابوالحقائق علامہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی اور حضرت مولانا غلام دین لاہوری رحمۃ اللہ علیہم کی وفات امت مسلمہ کے لئے ایک بے انتہا اندوہ گیں سانحہ ہے جس کا اظہار الفاظ و بیان میں ناممکن ہے۔

آج جبکہ ملت اسلامیہ کفر و الحاد کی مہیب قوتوں سے برسرپیکار ہے اس لئے ان دو عظیم مجاہد ساتھیوں سے محروم ہو جانا ایک ناقابل برداشت سانحہ ہے کیونکہ ان ہر دو مجاہدین کی امت کو آج پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت تھی۔

ادارہ صوت الاسلام امت کے ان دونوں نامور فرزندوں کی وفات پر انتہائی اندوہ گیں ہے اور دین کے لئے ان کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے خدائے قدوس کے حضور میں ان کی مغفرت کے لئے دعا گو ہے۔

12. اداریہ ماہنامہ فیض رضا فیصل آباد نومبر 1970ء

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز مناظر' بے مثال خطیب' جید عالم دین اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ دنیائے اہل سنت کو آپ پر بڑا ناز تھا۔ آپ کی تقریر کا ایک اپنا خاص انداز تھا۔ بڑے دلنشیں انداز میں تقریر فرماتے۔

جہاں کہیں بھی آپ کی تقریر ہوتی ہزاروں لاکھوں کا اجتماع ہوتا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے فضائل و کمالات کا ذکر اس انداز میں فرماتے کہ دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمعیں فروزاں ہو جاتیں۔ مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو ایسے مدلل انداز میں ثابت کرتے کہ مخالفین کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ آپ نے بڑے بڑے مناظرے جیتے اور عقائد اہل سنت کی خوب تبلیغ فرمائی۔

حضرت علامہ ہزاروی نے تحریک آزادی میں پر جوش حصہ لیا۔ قراردادِ لاہور کے بعد آپ نے پورے ہندوستان میں پاکستان کے حق میں تقریریں کیں۔ آپ نے وزیر آباد میں قائداعظم کو بلایا اور اپنی جامع مسجد کے قریب جلسہ کا انتظام کیا جس میں قائداعظم نے تقریر کی۔ آپ کی وجہ سے پنجاب میں مسلم لیگ کو بہت تقویت ملی۔ قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے تعمیر پاکستان اور آزادی کشمیر کے سلسلہ میں ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔

آپ ہزارہ کے رہنے والے تھے مگر ۱۹۳۵ء سے وزیر آباد میں مقیم تھے۔ ریلوے اسٹیشن کے قریب شہر کی سب سے بڑی جامع مسجد میں خطابت و درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ہر سال رمضان المبارک میں دورہ قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے جس میں بڑے بڑے فاضل و لائق فارغ التحصیل علماء بھی شامل ہوتے اور آپ سے علمی استفادہ کرتے۔ پاکستان اور بیرونِ پاکستان آپ کے ہزاروں تلامذہ و مریدین موجود ہیں۔

پچھلے دنوں حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا علامہ سیّد ابوالبرکات شاہ صاحب دامت برکاتہم اور علامہ سیّد محمود احمد رضوی کی مساعی جمیلہ سے اہل سنت و جماعت کے درمیان اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے سلسلے میں لاہور میں جو اجتماع ہوا تھا اس میں آپ نے حضرت صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ صاحب کے ساتھ جمعیت علمائے پاکستان کی

صدارت سے استعفیٰ دے دیا تھا اور اس طرح حضرت صاحبزادہ اور آپ کے ایثار و اخلاص سے جمعیت علمائے پاکستان کی گروپ بندی ختم ہوگئی اور اہل سنت و جماعت کے درمیان اتحاد و اتفاق کی راہیں ہموار ہوگئیں۔ آپ کے اس ایثار کی وجہ سے آج جمعیت علمائے پاکستان مستحکم ہوکر کامیابی کی راہوں پر گامزن ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۹ اکتوبر بروز جمعہ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد معمول کے مطابق چہل قدمی فرمانے کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ نالہ پلکھو پر گوجرانوالہ سے آنے والے پنجاب گڈز ٹرانسپورٹ کے تیز رفتار ٹرک کی زد میں آ گئے اور پل کی آہنی سلاخوں سے جاٹکرائے۔ آپ کو ہسپتال پہنچایا گیا مگر افسوس کہ کچھ دیر کے بعد اہل سنت و جماعت کو تڑپتا چھوڑ کر مالک حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے انتقال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے پاکستان میں پھیل گئی اور ہر طرف سے مشائخ عظام اور عوام اہل سنت وزیرآباد پہنچنے لگے۔ وزیرآباد کے تعلیمی کاروباری ادارے بند ہو گئے اور پاکستان بھر کے اہل سنت کے مدارس میں قرآن خوانی شروع ہوگئی۔ ہفتہ کو دو بجے بعد دوپہر آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔ نمازِ جنازہ آپ کے استاذِ مکرم استاذ العلماء علامہ محب النبی صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

13. اداریہ ماہنامہ عرفات لاہور

شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحلت فرما گئے۔ یہ خبر انتہائی دردوالم کے ساتھ سنی گئی کہ ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء ۷ شعبان المعظم بروز جمعۃ المبارک صبح بعد نمازِ فجر وزیرآباد میں تحریک آزادی کے سرگرم رکن، ملت اسلامیہ کے بطل جلیل، مسلک اہل سنت والجماعت کے مبلغ اعظم، رزم و بزم کے شاہ، فن خطابت کے امیر، محقق قرآن حضرت علامہ پیر محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی خطیب اعظم وزیرآباد رحلت فرما گئے۔ آپ صبح

سات بجے نمازِ فجر اور وظائف کے بعد سیر فرمانے نکلے کہ پیچھے سے ایک ٹرک نے ٹکر مار دی۔ آپ کو فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا مگر سنیت کا یہ چاند ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت کے پسماندگان میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے اہل سنت والجماعت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال ہے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزمِ جہاں سے
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

14. اداریہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

بحر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں غوطہ زن عبدالغفور
جن کے دلکش وعظ میں ہوتے تھے دل باغ و بہار
واہ کیا کہنا ہے اس پرکیف ساعت کا جناب
ایک مصرعے کو وہ دہراتے تھے جبکہ بار بار

امام المناظرین، رئیس المتکلمین، سیّد المدرسین حضرت شیخ القرآن، علامہ ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ صبح و شام سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ ۷ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ بمطابق ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ المبارک سیر سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ اچانک ایک ٹرک کی زد میں آ گئے۔ بعض لوگ دوڑ کر قریب پہنچے اور انہوں نے ٹرک ڈرائیور کو مارنا شروع کیا تو آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ اسے کچھ نہ کہو اور زبان سے فرمایا: میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔ جائے حادثہ سے چارپائی پر آپ کو ہسپتال لایا گیا۔ بظاہر اگرچہ کوئی خاص زخم نہیں آیا لیکن اندرونی طور پر کچھ ایسی اذیت پہنچی کہ جس کی بنا پر آپ نے فرمایا: میرا آخری وقت آ پہنچا ہے پھر خود بھی کلمہ شریف پڑھا اور حاضرین سے بھی پڑھوایا اور آپ کی روح قفس عنصری

سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی اچانک وفات کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی۔ وزیر آباد کی فضا میں اداسی چھا گئی۔ تمام پارٹیوں نے اپنے پرچم سرنگوں کر دیئے۔ شہر میں ہڑتال ہوگئی اور ہر طرف سے علماء و مشائخ، آپ کے تلامذہ و مریدین اور احباب اہل سنت کے قافلے وزیر آباد پہنچنا شروع ہو گئے۔ دوسرے دن گیارہ بجے چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے اور عاشق کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے روانہ ہوا۔ آخری دید کے مشتاق اور جنازہ کو کندھا دینے والے پروانہ وار ٹوٹ پڑے۔ جنازہ شریف پر پھول برسائے گئے۔ ہزاروں افراد نے آنسوؤں کی صورت میں اپنے عظیم دینی رہنما کو نذرانہ عقیدت پیش کیا اور وزیر آباد کی فضا بزبانِ حال پکار اٹھی:

سیونی تسی رج رج ویکھو
اج ماہی ساڈا ٹر چلیا

سوا دو بجے ریلوے گراؤنڈ میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض آپ کے استادِ محترم مولانا محب النبی صاحب مدظلہ العالی نے سرانجام دیئے اور تقریباً ایک لاکھ افراد نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی جن میں نامور علماء و مشائخ اور فضلاء و صوفیاء کی ایک بڑی تعداد شامل تھی۔ نمازِ جنازہ کے بعد وزیر آباد سے چند فرلانگ کے فاصلے پر آپ کی اپنی زمین میں آپ کو دفن کیا گیا جہاں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مزار شریف کے علاوہ ایک شاندار مسجد اور دینی درسگاہ کی تعمیر شروع ہو جائے گی۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

جانکاہ صدمہ:

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کا وصال کسی طور پر بھی قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا۔

ہر آنکھ اشکبار تھی۔ جنازہ کے جلوس میں لوگوں نے علماء کرام کو دھاڑیں مار کر روتے اور سڑک پر گرتے ہوئے دیکھا۔ خود حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ضبط وتحمل قابل دید تھا اور وہ تمام انتظامات کی نگرانی کر رہے تھے آپ دو بار بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔ نمازِ جنازہ کے بعد آخری دیدار کے موقع پر کئی افراد حالت بے ہوشی میں گر پڑے اور زخمی ہو گئے تھے۔ آج سینکڑوں جنازوں میں شرکت کرنے اور نمازِ جنازہ پڑھانے والے علماء ومشائخ کی حالت عجیب تھی۔ علماء کرام اپنے اس رہبر کے بچھڑنے پر یوں اشکبار تھے کہ ہر طرف سے آہوں اور سسکیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔

شد آسماں بگریہ و نالا زمیں بسوز
آں خیرخواہ و مونس خلق برفت
اے دردِ عشق خاک بسریز و اشکبار
اے حسن گریہ کن کہ بہار شما رفت

حضرت خطیب اہل سنت مولانا غلام دین اشرفی لاہوری کے وصال کے بارے میں ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ نے اداریہ میں یوں لکھا ہے:

شیخ القرآن حضرت علامہ ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پرملال کے صدمہ عظیم سے اہل سنت و جماعت ابھی سنبھلنے بھی نہ تھے کہ خطیب پاکستان حضرت مولانا غلام دین صاحب خطیب جامع مسجد انجن شیڈ لاہور کی ناگہانی موت نے قوم کو رلا دیا۔ آپ کی وفات کا ایک سبب آپ کے لئے حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ناقابل برداشت اچانک صدمہ تھا۔ حضرت علامہ ہزاروی اور مولانا غلام دین صاحب کے بڑے گہرے دوستانہ تعلقات تھے اور تقریباً پچیس سال دونوں حضرات نے اکٹھے سفر کیا اور دورہ تبلیغ فرمایا۔ ان تعلقات کے باعث علامہ ہزاروی کے انتقال پرملال کی اچانک خبر سے مولانا غلام دین صاحب بہت متاثر ہوئے اور کافی دیر اشکبار رہے۔ وزیر آباد پہنچ

کر جب آخری دیدار کیا تو اس وقت بھی روئے اور وہاں دو مرتبہ آپ کو دل کا دورہ پڑا اس لئے جنازہ کے بعد آپ جلدی لاہور واپس چلے گئے۔ یہ ہفتہ کا دن تھا جس کا اگلا دن اتوار چھوڑ کر پیر ۱۲ اکتوبر کو آپ کا وصال ہو گیا۔ پیر کی صبح آپ نے حضرت علامہ ہزاروی کی تعزیت کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالشکور صاحب ہزاروی کو ایک مکتوب لکھا۔ ظہر کی نماز کے وقت وضو کیا۔ دوگانہ تحیۃ الوضو ادا کیا پھر چار رکعت سنت پڑھ کر جماعت کے لئے تیار ہوئے تو آپ نے دل پر اثر محسوس کیا۔ چنانچہ ایک اور صاحب کو جماعت کے لئے اشارہ فرما کر خود مسجد کے کمرہ میں تشریف لے گئے وہاں دل کا شدید دورہ ہوا تو آپ نے باآوازِ بلند کلمہ طیبہ پڑھا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

علماء' مشائخ' دانشور اور شعراء کا خراجِ عقیدت

نوٹ:۔ علمائے کرام مشائخ عظام کے تاثرات ان کے اسمائے گرامی کے حروف تہجی کی ترتیب سے درج ذیل ہیں۔

حضرت غزالی زماں سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ملتان

آہ صد آہ! حضرت ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی وفات پا گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ محترم کی وفات کا جو صدمہ ہوا قابل بیان نہیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ غم کا ایک پہاڑ ہے جو دل پر ٹوٹ پڑا۔ مولانا (حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی) آپ کے لئے تو سب سے زیادہ یہ سانحہ رنج والم ہے اور صدمہ کا موجب ہے لیکن بجز صبر کے کیا چارہ ہے۔ ماشاء اللہ کان وما لم یشالم یکن مشیت ایزدی میں کسی کا چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ علمائے اہل سنت میں بلند پایہ عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں راسخ علم عطا فرمایا تھا وہ جس طرح معقولات میں بے مثال تھے۔ اسی طرح منقولات میں بھی بے مثل تھے۔ تدریس میں ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ مدرسین کو ان پر رشک ہوتا تھا اور تقریر میں تو میں سمجھتا ہوں کہ اپنی مثال آپ ہی تھے۔ وہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے جبل عظیم تھے۔ ان کی علمی و عملی' ملکی و ملی خدمات کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کا انداز بیان فاضلانہ بھی تھا اور عاشقانہ بھی۔ مجمع پر اس طرح چھا جاتے تھے کہ سامعین محو حیرت ہوتے تھے۔ ان کی تقریر ''ان من البیان لسحرا'' کا مصداق ہوتی تھی۔ غالباً ۱۹۴۴ء میں مدرسہ انوار العلوم کی افتتاحی تقریر تو ایسی یادگار تقریر تھی کہ علماء محو حیرت تھے۔ ممدوح اپنے علم وعمل' اخلاق و کردار کے لحاظ سے ایک عظیم ترین انسان تھے جن کی

یادوں کے نقوش لوحِ قلب پر ہمیشہ ثبت رہیں گے۔ ان کے سعادت مند لختِ جگر محترم مولانا مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی صورت و سیرت میں ان کی چمکتی ہوئی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ آمین

محترم میاں احمد سعید کرمانی سابق وفاقی وزیر پاکستان

یہ ہماری بڑی بدنصیبی ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد جہاں ہم بڑے بڑے علماء پیدا نہ کر سکے وہاں خطیب بھی پیدا نہ ہوئے۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تو قیامِ پاکستان سے قبل کے عظیم خطیب تھے۔ ہم موچی دروازہ کے باہر اکثر ان کی تقاریر سنا کرتے تھے۔ میں نے پہلی بار جب آپ کا خطاب سنا تو ایک شخص سے پوچھا یہ مقرر کون ہے؟ جواب ملا: حضرت شیخ القرآن ہیں وزیرآباد سے تشریف لائے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ خطاب کے دوران یوں لگتا کہ زبان سے الفاظ کی آبشار بہہ رہی ہو۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا بولنے کی طاقت و رفتار میں اضافہ ہوتا چلا گیا حالانکہ یہ وصف دیگر مقررین میں نہیں ملتا۔ آپ مولانا ظفر علی خاں کے ساتھی تھے جو بذاتِ خود ایک بہت بڑے خطیب تھے جن کے ہاں بارہ ماہ طغیانی رہا کرتی تھی، وہاں بند باندھنا بڑا مشکل کام تھا۔ اس ظفر علی خاں نے علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یوں کہا:

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا

علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کے دلوں کو خوب گرمایا اور انہیں عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بننا سکھایا۔

حضرت مولانا مفتی احمد عزیز اللہ صاحب دینہ

اے شہنشاہِ ولایت فخرِ سلسلہ چشتیہ شیخ القرآن و الحدیث ابوالحقائق حضرت

قبلہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ:

تیرے قدموں میں مجھے آج بھی ملتا ہے سکوں
تیری تربت سے دعاؤں کی صدا آتی ہے

انسان کو کھانے' پینے' سونے' چلنے' پھرنے کے لئے تو پیدا نہیں کیا گیا۔ اس کے ذمے کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ انہی ذمہ داریوں کو نبھانا ہی معراج انسانیت ہے۔ نبوت کی پہلی تعریف علم ہے جب کروڑوں فرشتوں کا علم خاموش ہو جاتا ہے تو پھر علم نبوت کی ابتداء ہوتی ہے اور جب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کے سر سجدے میں جاتے ہیں تو وہاں سے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء ہوتی ہے اور علم نبوت کی انتہاء کوئی تلاش نہیں کر سکتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باب العلوم ہیں۔ چشتیوں میں فیض سینہ بہ سینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہنچا ہے۔

ایک بچہ محدب شیشہ لے کر سورج کے سامنے رکھ کر کپڑے جلا رہا تھا۔ یہ بچے کا کھیل تھا میں سوچ میں پڑ گیا کہ سورج کی کرنیں کپڑے کو نہیں جلاتیں مگر اب کیوں جل گیا ہے؟ اس نتیجہ پر پہنچا کہ محدب شیشہ سورج کی کرنوں کو اپنے اندر محفوظ و جمع کرتا ہے پھر اس کے سامنے جو آتا ہے اس کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے انوارِ علم کو جمع کرتے رہے پھر ان کے سامنے جو بھی آیا اس کو علامہ' شیخ الحدیث' شیخ الفقہ اور مدرس بنا کر بھیجا۔ پچاس ہزار کے قریب علماء کو قیومِ زمانہ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے علم کے زیور سے آراستہ کیا۔ آپ رمضان المبارک کے ماہ میں علماء کرام کو قرآنی حقائق و معارف سے روشناس کرواتے۔ آج دنیا کے کسی ملک میں چلے جاؤ انگلینڈ' ناروے' امریکہ' یورپی ممالک' عرب ممالک کسی نہ کسی شہر میں آپ کو علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی علوم سے منور ہونے والا مل ہی جائے گا۔ آپ نے جو چراغ روشن کئے اس کا فائدہ صرف

وزیرآباد والوں کو ہی نہیں بلکہ روئے زمین کے گوشے گوشے میں رہنے والوں کو ہوا۔ آپ کی ذات صرف چشتیوں کے لئے سرمایہ افتخار نہیں شہنشاہ علم وعرفان جہاں جہاں سے گزرے نور برساتے گئے۔ چشتیوں' قادریوں' نقشبندیوں' سہروردیوں کا وہ کون سا عرس یا آستانہ نہیں جہاں آپ نے قرآن وحدیث کے انوار اور ظاہری وباطنی علوم کے حقائق و معارف سے عوام کو مستفیض نہ فرمایا ہو۔

غالباً آپ ڈھانگری شریف تشریف لے جا رہے تھے۔ رات میرے ہاں قیام فرمایا۔ باتوں باتوں میں میں نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت یہ تو بتائیں گورنر پنجاب سر ڈگلس نے تحریک پاکستان کے دوران آپ کو باغی قرار دیا تو آپ کو کہاں لے گئے تھے؟ فرمانے لگے: مجھے ہتھکڑیاں پہنا کر ڈپٹی کمشنر کے پاس لے گئے تھے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی عبدالغفور آپ کس حال میں ہیں؟ میں نے دونوں بازو کھڑے کر کے کہا: ڈپٹی کمشنر صاحب! یہ ہتھکڑیاں قیامت کے روز گواہی دیں گی کہ میں ڈگلس کا باغی نہیں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ یہ فقرہ سن کر میرے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی کہ کیا عالی ظرف ہیں یہ لوگ؟ کیسا عظیم مزاج پایا ہے ان لوگوں نے کہ پورے ہندوستان اور پاکستان کی فضاؤں میں آپ کا نام باغیوں کی فہرست میں لکھا گیا جو انگریز حکومت کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

عقائد سے بھی عجیب تعلق تھا ایک شخص آپ کے پاس حاضر ہوا کہ بھینس دودھ نہیں دیتی کچھ دم کر دیں۔ فرمانے لگے: جا کر بھینس کے کان میں کہہ دے کہ ہزاروی کہتا ہے دودھ دے ورنہ ذبح کر کے وہابیوں کو کھلا دوں گا۔ چنانچہ بھینس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔

پیکر صبر وتحمل ایسے کہ انہی تشریف لے گئے' کرایہ جیب میں نہیں تھا لیکن وہاں جانا ضروری تھا۔ ایک کتابوں کا بہت بڑا بنڈل تھا اور مولانا عبدالرزاق ساتھ تھے جو

سخت بیمار تھے۔ پہلے آپ مولانا کو اٹھا کر ایک مقام سے دوسری منزل تک چھوڑ آتے پھر واپس آ کر کتابوں کا بنڈل لے جاتے۔ پھر مولانا کو اگلی منزل پر چھوڑتے اور پھر آ کر کتابیں لے جاتے یوں منزل تک پہنچے۔ یہ صبر و رضا کا پیکر نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ علم سے تعلق نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ تقویٰ نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب بوالحقائق گولڑہ کے مظہر عالی
جن کے فیض کے در سے پھرا کوئی نہیں خالی

حضرت ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی

شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

حضرت شیخ القرآن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ان علماء میں شامل ہیں جو اپنی ذات میں انجمن اور ایک تحریک ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی قدس سرہٗ نے اپنی ساری زندگی دین حق کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی اور ان کی مقدس زندگی کا کوئی لمحہ اشاعت دین سے خالی نہ رہا۔ وہ نہ صرف ایک عالم باعمل بلکہ عالم گر تھے۔ ان کی زبان سے نکلی ہوئی مختصر بات بھی علمی نکات کی حامل ہوتی تھی۔ میرے والد گرامی مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی قدس سرہٗ حضرت شیخ القرآن کی خدمات کو بہت سراہتے تھے اور ان کی علمی و تدریسی خدمات کا تذکرہ بہت شاندار الفاظ میں فرماتے تھے۔ اللہ کریم حضرت کے مراتب و درجات اور بلند فرمائے۔ (آمین)

ممتاز کالم نگار سیّد اسرار بخاری لاہور

”عندلیب گلشن رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ“

یوں تو سارے علماء دین امت مسلمہ کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں لیکن چند نام ہماری تاریخ میں ایسے بھی ہیں جو بھلائے بھی نہیں بھلائے جا سکتے۔ انہی میں ایک بطل

جلیل حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کی علمیت' خطابت' دینداری' حق گوئی اور ملی خدمات اس قدر ہیں کہ آج بھی ان کی رحلت سے پیدا ہونے والا خلا جوں کا توں ہے۔

مولانا اسی قبیل کے فرد تھے جس سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق تھا۔ ان کے خطبوں میں مثنوی کا رنگ ان کے آہنگ میں ڈھلا ہوا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمان تھا۔ جن لوگوں نے ان کی خطابت کے جوہر ایک بار بھی دیکھے ہیں انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ وہ تصوف کی باریکیوں کو شریعت مطہرہ کے پیرائے میں یوں بیان کرتے تھے کہ دین متین دل میں اتر جاتا تھا۔ وہ کہنے کو تو ایک جید عالم دین تھے لیکن باطنی دنیا میں ایک باعمل وحدت الوجودی صوفی تھے۔ ان کے ہاں مطالعے کی وسعت' عقیدے کی صحت اور اظہار پر قدرت اس وافر انداز میں پائی جاتی تھی کہ مخالف بھی ان کے تبحر علمی کے سامنے سر رکھ دیتے تھے۔ مسجد وزیر خاں کا منبر و محراب آج بھی ان کے صحت مند لہجے اور روح کو سرشار کر دینے والے خطبوں کی شہادت دے رہا ہے۔ انہوں نے مسجد مذکورہ میں دین کی جو خدمت سرانجام دی اہل لاہور اس کے گواہ ہیں۔ ردِ قادیانیت کے لئے انہوں نے زندگی بھر جدوجہد کی۔ ۱۹۵۳ء کے ردِ قادیانیت تحریک کے وہ روح رواں تھے۔ ان کے خطبوں نے پورے ملک میں ناموس نبوت پر کٹ مرنے کی لہر دوڑا دی تھی۔

وہ درویش بے گلیم تھے۔ ان کے فکر اور عمل میں خانقاہ کی جولانیاں اور رومی و عطار کی سوچ کی جھلک تھی۔ ناموس رسالت کے لئے زندگی بھر آزمائشوں سے گزرتے رہے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دم بھرتے رہے۔ لاہور کی فضاؤں میں ان کے خطبوں کی گونج راہ گم کردہ لوگوں کے لئے رہنما ہے۔ مولانا مرحوم و مغفور کے فاضل فرزند مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی جو مسند تدریس پر فروکش ہیں اپنے والد کا عظیم مشن اور ورثے کو پیش کرنے کی سعی حاصل کر رہے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایڈیٹر ماہنامہ جہان رضا لاہور

فخر اہل سنت' فاضل محقق' علامہ مدقق' استاذ المعقولین والمنقولین' شیخ القرآن' ابوالحقائق' مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ قادر الکلام خطیب' شعلہ باز مقرر اور معروف مفسر قرآن تھے۔ وہ اپنی تقریر سے سامعین پر جادو کر دیتے۔ حدنگاہ تک پھیلے ہوئے عوام آپ کی پرزور خطابت کے سامنے خاموش سمندر نظر آتے۔ معاندین پر تنقید کرتے تو انہیں مبہوت کر دیتے۔ مزاح پر آتے تو سامعین کو لوٹ پوٹ کر دیتے۔ قرآن کے معنی بیان کرتے تو اہل علم سے خراج تحسین حاصل کرتے' تقریر کرتے تو دورانِ تقریر شعر بڑے مخصوص ترنم سے پڑھتے اور اسی شعر کو تقریر کا نکتہ کار بنا لیتے اور خوب داد پاتے۔

آپ خطیب اور مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست مناظر بھی تھے۔ ایک منطقی اور معقولی ہونے کی وجہ سے میدانِ مناظرہ میں اپنے مدمقابل پر حاوی رہتے۔ مولوی غلام خاں صاحب راولپنڈی کو تو میدانِ مناظرہ سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیتے۔ اپنے استاد مولانا احمد دین کے ساتھ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور تاحیات حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کی مجالس پر تقاریر فرمائیں اور حضرت صاحبزادہ سیّد غلام محی الدین گولڑوی بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی نوازشات سے مالا مال ہوتے رہے۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پنجاب بھر میں احراری مولویوں کے مقابلہ میں زبردست تقریریں کیں۔ لیاقت علی خاں سے قراردادِ مقاصد منظور کرانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ایوبی دور میں جمعیت علماء پاکستان کی تطہیر کے لئے زبردست تحریک چلائی۔ محکمہ اوقاف کی بدعنوانیوں پر سخت تنقید کرتے۔

آپ مؤثر وعظ کرنے میں اس قدر شہرت رکھتے تھے کہ جہاں تقریر کے لئے

تشریف لے جاتے اس کی خبر پر لوگ جوق در جوق جمع ہو جاتے اور مجمع ہزاروں تک جا پہنچتا۔ آپ ہر مسئلہ کو ایسی فصاحت و بلاغت اور سلاست سے بیان فرماتے کہ ہر خواندہ و ناخواندہ اور علماء محسوس کرتے کہ واقعی ان کے دل نورِ ایمان سے بھر گئے ہیں اور سب آپ کی فہم و فراست اور نکتہ آفرینی کی داد دیتے۔ ایک بار مسجد وزیر خاں میں معراج النبی ﷺ کے موضوع پر جلسہ تھا۔ محمد اعظم چشتی نے نعت پڑھی جس کا ایک مصرعہ تھا:

نظر جو شیشے پر پڑی تو یکدم پار ہو گئی

اس پر لوگوں اور علماء کی طرف سے محمد اعظم چشتی صاحب کو بڑی داد مل رہی تھی۔ جب آپ خطاب فرمانے لگے تو فرمایا: آج اعظم چشتی کو بڑی داد دے رہے تھے اس میں نظر کا کیا کمال ہے اگر نظر کا کمال ہوتا تو وہ آسمانوں اور پتھروں میں سے بھی گزر جاتی۔

باغ بیرون موچی دروازہ میں رمضان المبارک کے دوران اکثر خطاب فرمانے کے لئے تشریف لاتے۔ آپ کے خطاب کے باعث وہاں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی تھی جہاں آج کل مسلم مسجد ہے اس پارک اور بھاٹی گیٹ کے باہر متعدد بار آپ کو سننے کا موقع ملا۔ دقیق سے دقیق مسائل کو بڑے دلکش انداز میں ذہنوں میں اتار دیتے۔ دو دو گھنٹے تک خطاب فرماتے۔ اندازِ بیاں اتنا شیریں اور جداگانہ ہوتا تھا کہ اس وقت لامحالہ طور پر کہنا پڑتا:

بجلیاں چمکا رہے ہیں ہول برسانے کے بعد

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے بیان کردہ قرآنی حقائق و معارف سے لوگوں اور علماء کو آشنا کیا جائے اور یوں آپ کا فیض قیامت تک جاری و ساری رہے۔

ممتاز مفکر مسٹر ابو سعید انور سابق چیئرمین تحریک استقلال پنجاب

حضرت مولانا شیخ القرآن ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ میرے انتہائی عزیز دوست اور رفیق کار تھے۔ آپ تحریک پاکستان کے صف اول کے مجاہد تھے۔

قیامِ پاکستان کے لئے آپ نے تمام زعماء کے شانہ بشانہ کام کیا اور قیامِ پاکستان کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اپنی زندگی وقف کردی جس کے لئے پاکستان عمل میں آیا۔ اسلام اور پاکستان کے لئے آپ کی خدمت ہماری مذہبی و سیاسی تاریخ کا زریں باب ہے۔

مجھے علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تحریک بحالی جمہوریت میں بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ نے انتہائی پامردی استقامت و استقلال کے ساتھ اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے مولانا ظفرعلی خاں کے ہمراہ متحدہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں تحریکِ پاکستان کے لئے تقاریر کیں۔

آپ خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک کے سلسلہ میں جیل بھی گئے۔ آپ بلند پایہ عالم دین اور بے مثل مقرر اور اعلیٰ محقق تھے۔ پاکستان کے قیام اور اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہ کیا جاسکے گا۔

حضرت پیر اولیاء بادشاہ فاروق آستانہ عالیہ موہڑہ شریف مری

میری عمر گیارہ سال تھی جب میں نے حضرت شیخ القرآن، ابوالحقائق خواجہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بار تقریر دینہ ضلع جہلم میں سنی تھی۔ بڑا خوبصورت اجتماع تھا۔ آپ نے انتہائی نفیس لباس زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ سر پر پگڑی سجا رکھی تھی۔ آپ کے تشریف لاتے ہی جلسہ میں ایک خاص قسم کی رونق پیدا ہوگئی اور جب تقریر فرمائی تو جس طرح آپ ظاہری طور پر بڑے خوبصورت تھے اسی طرح باطنی انوار سے لوگوں کو منور کیا۔ اس تقریر میں آپ نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو موضوع بنایا تھا:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

مجھے آپ کی ایک اور تقریر راجہ بازار راولپنڈی میں سننے کا اتفاق ہوا۔ اس جیسا مدلل بیان میں نے آج تک کسی خطیب سے نہیں سنا ہے۔ تقریر کیا تھی دلائل و براہین کا انبار لگا دیا تھا۔ آپ نے کائنات ارضی کی تقسیم پر کوئی بیس یا پچیس دلائل بیان فرمائے اور ثابت کیا کہ کائنات کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں نبی دوعالم ﷺ کی ہدایت نہ پہنچی ہو۔ میں آج بھی اس تقریر کی جستجو میں ہوں کہ کاش مجھے اس تقریر کی کیسٹ مل جائے جو ایک صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ آپ کی تقریر میں درد، سوز اور کیف سبھی کچھ موجود ہوتا تھا اور بڑے نرالے انداز سے خطاب فرماتے تھے۔ مولانا غلام اللہ خاں کے ساتھ بہت سے مناظرے ہوئے جن سے ثابت ہوا کہ وہ واقعی شیخ القرآن تھے۔ آپ ایک بہترین صوفی، خطیب، فلسفی، عالم باعمل، پیر اور سب سے بڑھ کر عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ آستانہ عالیہ موہڑہ شریف سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ کی شفقتوں محبتوں کا یہ تقاضا ہے کہ ہم آپ کے حضور خراجِ عقیدت پیش کریں۔ انہی صوفیاء کرام اور اولیاء عظام نے ملت اسلامیہ کی راہنمائی فرمائی ہے۔ آج علماء ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے منبر و محراب اور خانقاہوں کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں نکل کر لوگوں کے مسائل حل کر دیں تاکہ حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و تعلیمات کو عام کیا جائے۔

حضرت پیر طریقت ایوب نوری چوراہی رحمۃ اللہ علیہ
سجادہ نشین درگاہ چورہ شریف

آسمان علم و عرفان کا نیر اعظم، بلبل ہزار داستان، حضرت شیخ القرآن، ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمارا ایک خاص تعلق تھا۔ یقین جانئے کہ آپ کے وصال پا جانے سے میرا قلب مہجور پاش پاش ہو گیا تھا۔ حضرت کی علمی سیاسی خدمات کا ذکر سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ حضرت کا نورانی چہرہ آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے اور عالم تحیر میں اپنے بزرگ گرامی قدر اور انتہائی

عظیم انسان کی خدمت میں آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر رہا ہوں۔ بے شک آپ ہزاروں عقیدت مندوں کے پیر، خطیب، بے نظیر رازی زماں، غزالی دوراں تھے۔ حضرت کی منور تربت کی مٹی کو آنکھوں سے لگا کر میرا اسلام عرض کرنا۔

مفتی اعظم مولانا تقدس علی خاں قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

پیر جو گوٹھ شریف

حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت صحبت رہی۔ تقاضائے عمر اور مسلسل علیل رہنے کی وجہ سے ضعیف ہو چکا ہوں بہت سی باتیں حافظہ میں نہیں رہیں۔ بریلی شریف میں حضرت کے ساتھ کچھ سال قیام رہا۔ مجھے آج بھی وہ منظر یاد ہے جب حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی دستار بندی فرمائی تھی اور آپ کی علمی بصیرت کی بنا پر آپ کو دار العلوم میں تدریس کے فرائض سونپ دیئے گئے تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد بھی اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی خاص طور پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر آپ ہر سال سکھر تشریف لایا کرتے تھے۔ بڑے بڑے عظیم الشان جلسوں سے حضرت خطاب فرماتے۔ عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی تقریریں سن کر لوگ وجد میں آجاتے تھے اور علماء یہ منظر دیکھ کر محو حیرت ہو جاتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سکھر کے ایک عظیم الشان جلسہ میں آپ نے میرے متعلق فرمایا تھا: ''قران السعدین'' ہو رہا ہے۔

حضرت پیر میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی

آستانہ عالیہ شرقپور شریف

حضرت شیخ القرآن، مجاہد تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت ابوالحقائق پیر محمد

عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جید عالم دین، عظیم محقق، فن خطابت کے شہنشاہ اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کی تقریر پرسوز اور پراثر ہوتی تھی۔ آپ بڑے بڑے سجادہ نشینوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے لیکن اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو تسلیم کرتے تھے۔ یہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف سے آپ کی والہانہ محبت تھی۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے عرسوں کے مواقع پر اکثر شمولیت فرمایا کرتے تھے اور مجھ سے بڑی محبت اور شفقت کا اظہار فرماتے۔ آپ مسلک اہل سنت و جماعت کے بے باک مبلغ اور علماء و مشائخ کی زینت تھے۔ آپ کی دینی، ملی اور قومی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

حضرت صاحبزادہ سیّد حامد سعید کاظمی وفاقی وزیر

آج لوگ خطابات و القابات کو اس قدر کثرت اور فراوانی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ ہر شخص کے ساتھ ایسے ایسے القاب لگا دیئے جاتے ہیں پتہ نہیں چلتا کہ یہ کون شخص ہے؟ ایک جلسہ میں اسٹیج سیکرٹری ابھی القاب کا ذکر کر رہا تھا کہ ایک مولانا تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے تو سیکرٹری نے کہا: حضرت آپ تشریف رکھیں ابھی دوسرے مولانا کی باری ہے آپ کی باری ان کے بعد آئے گی تو موصوف بولے کہ پچھلے سال تو آپ نے یہ القابات میرے نام کے ساتھ بولے تھے میں سمجھا کہ مجھے تقریر کی دعوت دی جا رہی ہے۔ آج القابات کے ہجوم میں نام گم ہو جاتا ہے ایک وہ وقت تھا کہ القابات شخصیات کے حوالے سے پہچانے جاتے تھے۔ ایک وقت تھا کہ جب شیخ القرآن کہا جاتا تھا تو ذہن میں فوراً ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا تھا۔ غزالی زماں کہنے پر والد محترم سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث بولا جاتا تو حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب پاکستان پر حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام

ذہن میں آجاتا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ آپ سے مجھے شرف ملاقات حاصل ہوئی ہو۔ میں آٹھویں کلاس میں پڑھتا تھا جب آپ کے وصال کا حادثہ رونما ہوا۔ ہمارے گھر کا ماحول بڑا افسردہ تھا۔ مجھے یہ بات بڑی اچھی طرح یاد ہے کہ والد ماجد کے چہرہ پر افسردگی اور پریشانی کے آثار تھے۔ آپ بہت زیادہ غمزدہ تھے گویا کہ ایسی کیفیت طاری تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت بڑا حادثہ ہوا ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آج اس تاریخ ساز شخصیت کا وصال ہوا ہے جن کی زیارت پر لوگ ناز کیا کریں گے اور ان کی شرف ملاقات کو فخر سے بیان کریں گے۔ کچھ عرصہ قبل میں لندن سے برمنگھم جا رہا تھا کہ گاڑی میں آپ کی ایک تقریر سننے کا موقع ملا۔ میں وہ انداز اور کیفیت تو بیان نہیں کر سکتا جو آپ کا اندازِ خطابت تھا مگر اس حوالہ سے ایک مثال جو آپ نے بیان فرمائی اس کا ذکر ضرور کرتا ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ جب آدمی کسی طوطے کو بولنا سکھاتا ہے تو وہ طوطے کے سامنے شیشہ رکھ کر خود شیشے کے پیچھے بیٹھ کر بولنا شروع کرتا ہے۔ طوطا شیشے میں اپنے جیسے ایک طوطے کو دیکھتا ہے تو وہ طوطا سمجھتا ہے کہ شیشے والا طوطا بول رہا ہے تو وہ بھی بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طوطے کا ذہن قطعاً اس طرف نہیں جاتا کہ شیشے کے پیچھے کوئی اور بول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو لباسِ بشری میں بھیجا تا کہ ہمارا ذہن بولنے والے کی طرف نہیں جائے گا۔ ہم سرکار کو دیکھیں گے اور یہی سمجھیں گے کہ سرکار بول رہے ہیں تو ہم سرکار کے لباس کو دیکھیں گے' آپ کے چہرۂ انور کو دیکھیں گے تو سرکار کو دیکھتے ہوئے ہم شریعت کے راستہ پر چلنا سیکھ جائیں گے۔ ابوجہل نے بھی سرکار کو دیکھا اور اس کے احساسات اور تھے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی سرکار کو دیکھا آپ کے جذبات واحساسات اور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھانے' بولنے کے لئے سرکارِ دوعالم ﷺ کو لباسِ بشری میں بھیجا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خوش طبعی وفراست فراموش کرنے والی نہیں ہے۔

جس طرح آپ کا لباس بڑا نفیس ہوتا تھا بڑے ہی نفاست پسند تھے۔ اس طرح آپ بڑا نفیس مزاح بھی فرماتے تھے۔ مجھے بڑے بھائی حضرت مظہر سعید صاحب نے بتایا کہ ایک جلسہ میں اسٹیج پر آپ تشریف فرما تھے اور حضرت عارف اللہ شاہ قادری راولپنڈی والے خطاب فرما رہے تھے۔ آپ کی داڑھی سفید تھی اور بڑے ترنم سے تقریر اور اشعار پڑھ رہے تھے۔ جب آپ کو دعوت خطاب ملی تو آپ نے سامعین سے فرمایا آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ میں خضاب کیوں لگاتا ہوں کیونکہ آدمی سفید داڑھی کے ساتھ ترنم سے شعر پڑھتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔

آپ کی خوش طبعی کی ایک اور بات مجھے معلوم ہے جو قبلہ والد صاحب سے سن رکھی ہے۔ حضرت شیخ القرآن علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کسی شہر خطاب کے لئے تشریف لے گئے۔ جلسہ کے آغاز پر کھانا تناول فرمانے لگے تو مرغ کا سالن بنا ہوا تھا۔ آپ مرغ کی بوٹی کو توڑتے تو توڑی نہ جاتی تھی۔ گوشت بہت زیادہ حد تک سخت تھا۔ آپ نے شوربے سے کھانا تناول فرمایا۔ جب تقریر کرنے لگے تو آپ کے سامنے کئی عمر رسیدہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ایک سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ عرض کی ساٹھ سال۔ دوسرے سے پوچھا اس نے ستر سال بتائی۔ تیسرے نے بھی ستر سال بتائی۔ ایک اور سے پوچھا اس نے ۷۲ سال بتائی۔ اس پر آپ فرمانے لگے کہ آج صاحب جلسہ نے جو مرغ ہمیں کھلایا ہے وہ ان سب سے بزرگ تھا۔

آپ بڑے ہی عدیم المثال خطیب تھے۔ دورانِ تقریر برجستہ جملے استعمال کرنے پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ آج ہم آپ کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ دورانِ تقریر ایک شعر کو تکرار سے پڑھتے اور اس میں بھی ہزاروں مسائل کو واضح کرتے۔ آپ کا علمی فیضان قیامت تک جاری رہے گا۔ ایسی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزارِ اقدس پر ہزاروں رحمتیں

نازل فرمائے۔ آمین

شاعر اسلام حضرت پروفیسر حفیظ تائب رحمۃ اللہ علیہ لاہور

مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میری ابتدائی نشوونما اس علاقے میں ہوئی جہاں پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا دریائے فیض رواں رہا۔ میرے گاؤں کا نام ''احمد نگر'' ہے جس کا ذکر میں نے اپنی ایک نعت کے مطلع میں یوں کیا ہے:

خوش ہوں کہ میری خاک ہی احمد نگر کی ہے
مجھ پہ نظر ازل سے شہ بحر و بر کی ہے

اس زمانے میں احمد نگر آنا جانا صرف وزیرآباد کے راستے سے ہوتا تھا۔ گویا وزیرآباد وہ جنکشن تھا جہاں سے ہماری ٹرین کو گزرنا پڑتا اور یوں وزیرآباد کے بے تاج بادشاہ حضرت ابوالحقائق رحمۃ اللہ علیہ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ سلامی بہرصورت دینا پڑتی تھی۔

میرے والد بزرگوار تمام امور مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ یا رائے کے مطابق سرانجام دیتے رہے اور وہ اس عہد ساز ترجمانِ حقیقت کا آج بھی غایت درجہ احترام کرتے ہیں۔ یوں مجھے حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت وراثتاً ملی اور شعور وآگہی میں اضافے کے ساتھ ساتھ اس میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ میں نے بیشتر بڑے بڑے نعت خواں اور علمائے کرام' حضرت موصوف کے سالانہ پروگرام ''عرسِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم'' میں سنے۔ سالانہ پروگرام میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ خود کم کم گفتگو فرماتے اور میری طرح ہزاروں لوگ حضرت موصوف کا خطاب سننے کے لئے ترستے رہتے۔ اس ساری تمہید سے یہ بتانا مقصود ہے کہ میرے نعتیہ ذوق کو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے مرکز سے ہی بنیادیں فراہم ہوئی ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ شاعری کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور سالانہ پروگرام میں صبح کی محفل نعت کے لئے نعت خواں بڑی تیاری کر کے آتے تھے۔ اس محفل میں محمد

اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی خوش الحانی کی بنا پر زیادہ پذیرائی نصیب ہوتی تھی۔ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اپنی تقریر کو اشعار سے آراستہ کرتے تھے اور اکثر کسی ایک شعر کو تقریر کا مرکز بنائے رکھتے تھے۔ حقائق و معارف کے بیان میں بھی لطافتوں کی امواج میں کمی نہیں آتی تھی۔ مخالفین کے رد میں تیر و نشتر سے کام لیتے تو حیران کرتے چلے جاتے۔ مجھے ان کی ایک تقریر نہیں بھولتی جو کہ انہوں نے لاہور بیڈن روڈ پر کی تھی۔ وہ تقریر شورش کاشمیری مرحوم کے رد میں تھی جو ان دنوں بریلوی مکتب فکر کے خلاف محاذ کھولے ہوئے تھے۔ اس تقریر کا آپ نے طنزیہ انداز میں آغاز کیا تھا اور بریلوی اعتقادات کی اس طرح توضیح و تشریح کی کہ یار و اغیار سبھی قائل ہو کر اٹھے تھے۔ تقریر کسی بھی قسم کی ہوتی وہ سامعین کو ساتھ بہا کر لے جانے کے فن پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ نکتہ آفرینی میں لاثانی تھے۔ ان کا اندازِ خطاب والہانہ اور عاشقانہ ہوتا تھا جو سیدھا دل میں اترتا چلا جاتا تھا۔ وہ قرآن، حدیث، فقہ، تصوف کے علم میں یکتا تھے۔ استاذ العلماء یوں تھے ہر سال رمضان المبارک میں علماء کرام کے لئے دورہ تفسیر قرآن (ریفریشر کورس) اپنی مسجد میں منعقد کرتے اور ہر عمر کے علماء فیض یاب ہوتے۔ سیاسی بصیرت کے ساتھ اپنے زمانے کے تمام تر تقاضوں سے باخبر تھے۔ خوش شکل، خوش پوش، خوش طبع، خوش کلام و خوش بیان تھے اور بقول غالب:

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

حضرت ابوالحقائق کا جو کلام دستیاب ہے اس میں فارسی، اردو اور پنجابی اشعار شامل ہیں۔ فارسی کلام میں زیادہ تر ذاتی کیفیات بیان ہوئی ہیں اور اس میں رنگ جامی کی جھلک ہے۔ اردو کی ایک نعت مولانا ظفر علی خاں کی زمین میں ہے جنہوں نے بے ساختہ اپنے آپ کو شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مرید کہا تھا۔ نعت میں روح عصر بھی اور عقائد کا برملا اظہار بھی ہے۔ دو شعر سماعت فرمائیں:

شبِ دیجور میں کوہِ الم جب ٹوٹ پڑتے ہیں
قرارِ بے قراراں، مونسِ قلبِ حزیں تم ہو
غیوب کل کے دانا، فخرِ عالم، حاضر و ناظر
تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو

دوسری اردو نعت کا مطلع ثانی مقامِ فداکاری کا مظہر ہے:

جو ان کی راہ میں سب کچھ لٹائے بیٹھے ہیں
مقامِ قرب کے رتبے وہ پائے بیٹھے ہیں

رنگ منقبت بھی ملاحظہ فرماتے چلئے جو آپ کی جذب و مستی کا آئینہ دار ہے:

مشکلیں حل ہو گئیں مقصد ملا کیف آ گیا
جب لیا مستی میں میں نے پاک نام گنج بخش

پنجابی کی تینوں نعتوں میں خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ اور پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ نمایاں ہے۔ وحدت الوجودی ترنگ غالب ہے۔ علم و فضل کی بھی نفی کرتے نظر آتے ہیں اور یہ ان کی عارفانہ مقام کی پختہ شہادت ہے:

تشبیہ دے پینڈے طے کر کے تنزیہہ دی منزل جا پہنچے
ہر طرفیں نظر دوڑا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

حضرت علامہ حافظ خان محمد قادری مہتمم جامعہ محمدیہ غوثیہ لاہور

حضرت شیخ القرآن علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ حسن میں بھی، عشق میں بھی، کلام میں بھی، بزرگوں کی نشانی، سراپا حسن و جمال، وجیہ چہرہ اور وجیہ چہرے پر حسین داڑھی، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسی رعب و دبدبہ والی مونچھیں، حسین و جمیل گھنگھریالی زلفیں، حسن علم کے پیکر، چال امیروں جیسی، طبیعت فقیروں جیسی اگر اور گہرائی میں جا کر سوچیں حصولِ علم کے لئے تگ و دو شیخ محقق جیسی، حصولِ علم کے لئے چار چار روز بھوکے رہنا

پھر بھی شکوہ نہ کرنا:

شکوہ ہے کفر اہل محبت کے واسطے
ہر دم جفائے یار میں شکرانہ چاہئے

علم و حکمت کو دیکھیں تو غزالی لگیں، دقیقہ سنجی کو دیکھیں تو رازی لگیں، اگر سیدنا قبلہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر دیکھیں تو وہ رنگ لگے کہ جوانی میں پیر کہلوائے، علم کی محفل ہو، عمل کی محفل ہو، خارزارِ سیاست ہو جس راہ سے گزرے یوں کہیں جس مقام پر گئے جس منزل سے گزرے وہ گذرگاہیں آج بھی پتہ دیتی ہیں:

جو رکے تو کوہِ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

آپ کے علم و حکمت کو، استدلال کو، شیریں کلامی کو، بذلہ سنجی کو جس سمت سے دیکھیں ایک بحرِ ذخار ہیں جس کی موجیں ہر سو نظر آتی ہیں۔ تدریس کو دیکھیں تو آج بھی ہزاروں علماء آپ کی فکر لئے پھرتے ہیں اور ایسے علماء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے جو آج اپنی جگہ ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر تقریر کی طرف دیکھیں تو فلسفہ و منطق کی الجھی ہوئی گتھیوں کو چٹکی میں سلجھانے پر آجاتے تو یوں لگتا کہ کوئی سطحی سا مسئلہ ہے۔ اگر کوئی سائل سوال کرتا تو قرآن و حدیث سے سمجھاتے کہ الفاظ تیر بن کر جگر میں اتر جاتے۔ کسی نے عورت کی حکمرانی کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: قرآنی فکر کے خلاف ہے۔ جب دلیل مانگی تو فرمایا: وزادهُ بسطة فی العلم والجسم عورت میں اگر ایک وصف ہے تو دوسرا نہیں ہے۔

لوگ کہا کرتے ہیں کہ علمی زندگی کی جمعیتیں اور سیاسی زندگی کی شورشیں یکجا نہیں ہوسکتیں میں کہتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھو تو دورہ تفسیر قرآن پاک پڑھانے بیٹھیں تو ہزاروں علماء زانوئے تلمذ تہ کرتے نظر آتے ہیں اور جب اس مردِ قلندر

نے خارزار سیاست میں قدم رکھا تو گوجرانوالہ جیل میں مقدمہ بغاوت سے لے کر تحریک ختم نبوت سنٹرل جیل راولپنڈی تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن ماتھے پر شکن تک نہیں آیا۔ شاید جگر مرادآبادی نے آپ کے متعلق ہی کہا تھا:

جگر راہِ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
جس منزل سے گزرا ہوں راہیں اب تک یاد کرتی ہیں

حضرت مولانا سیّد خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

سابق خطیب جامع مسجد وزیر خاں

حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ خطیب، عظیم محقق، اپنے دور کے عظیم صوفی تھے۔ اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں آپ کی علمی خطابت کا سکہ جما ہوا تھا بلکہ عالم اسلام کے عظیم رہنما حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

''مولانا ہزاروی تفسیر، حدیث، معقولات و منقولات کو اس طرح پیش فرماتے تھے کہ ہر سننے والا نہ صرف متاثر ہوتا بلکہ وہ تحقیق اس کے دل میں اتر جاتی۔''

حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہترین مناظر بھی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی مجالس میں مخالف سامعین بھی اعتراض کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے یہاں تک کہ مجلس احرار کے صدر سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری جو اپنی خطابت پر بہت مشہور ہیں تحریک ختم نبوت کے اجلاسوں میں انہوں نے علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل اور خطابت کا اعتراف کیا تھا۔ پاکستان کا ایسا کوئی شہر نہیں جہاں آپ کا خطاب نہ ہوا ہو۔ اہل سنت میں علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود ایک دلیل تھا۔

تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک بحالی جمہوریت اور تحریک نفاذِ

شریعت میں آپ کی خدمات عظیم ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان میں آپ کا کردار بے مثال ہے۔ ۱۹۴۸ء میں ملتان میں مدرسہ انوار العلوم کے سالانہ جلسہ میں جمعیت علماء پاکستان معرضِ وجود میں آئی تو میرے والد ماجد علامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کو صدر اور علامہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو نائب صدر منتخب کیا گیا تھا۔

علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ علامہ موصوف سے ہر معاملہ میں مشورہ فرماتے تھے۔ اہل سنت کی تنظیم، حقوق کے تحفظ اور مختلف فتن کے انسداد کے لئے مشترکہ مشاورت سے تبلیغی دورے فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت کم ایسی مجالس اور کانفرنسیں ہوں گی جن میں دنیائے اہل سنت کی یہ دو عظیم شخصیتیں موجود نہ ہوں۔ آپ کے وصال سے دنیائے اہل سنت میں اتنا بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جو آج تک پر نہیں ہو سکا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو آپ کا مشن جاری رکھنے کی توفیق دے۔ (آمین)

حضرت صاحبزادہ سیّد خورشید احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مرزا غالب نے تو نجانے کس کے بچھڑنے پر کہا تھا:

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

لیکن ہم یہ ان مردانِ حق کی جدائی پر کہنے میں حق بجانب ہیں جو لوگ اس زمین کا نمک تھے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کی آنکھیں بند ہوتے ہی جذب و مستی کے بازار بند ہو گئے۔ جن کے بچھڑنے سے فقر و درویشی کے کوچے اجڑ گئے۔ وہ کیا چل بسے کہ تہذیبی روایات رخصت ہو گئیں۔ وہ چشم عالم سے کیا چھپے آفتابِ علم کو گرہن لگ گیا۔ ادھر انہوں نے آخری ہچکی لی ادھر شوکت علم کا دم لبوں پر آ گیا۔ ایک طرف ان کا جنازہ اٹھا دوسری طرف ملک سخن کا پرچم سرنگوں ہو گیا۔ ان کے جسد خاکی پر کفن کیا پڑا

کہ رنگ چمن پھیکا پڑ گیا۔

بھیڑ میں دنیا کی جانے وہ کہاں گم ہو گئے
کچھ فرشتے بھی رہا کرتے تھے انسانوں کے ساتھ

ذرا دیکھئے تو قبلہ کاظمی صاحب ہم میں نہیں رہے جنہیں ایک بار امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دیکھ لیتے تو سو باران کے بوسے لیتے۔ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ رخصت ہوئے جو تبحر علم اور مزاج کا حسیں سنگم تھے۔ مولانا عبد الحامد رحمۃ اللہ علیہ بھی اب نہیں ہیں جن کی شستہ اور نستعلیق شخصیت کا نقش بھلائے نہیں بھولتا۔ فقیہ اعظم مولانا نور اللہ رحمۃ اللہ علیہ آسودہ خاک ہو گئے جنہوں نے بصیر پور کے جنگل میں منگل کا سماں پیدا کر دیا تھا۔ سیّد ابوالبرکات قادری رحمۃ اللہ علیہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے جن کی سادگی پر شہزادگی نچھاور ہوئی جاتی تھی۔ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ بچھڑ گئے جن کی خطابت کی موجوں میں ایک دنیا بہہ جاتی تھی۔ مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی آج نہیں ہیں جن کی آواز کی گونج سے طوفانوں کے دل دہل جاتے تھے۔ عارف اللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے کیا اٹھے کہ ٹمٹماتے چراغ بھی گل کر گئے۔ مولانا حامد علی خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی راہی ملک عدم ہو گئے کہ کسی تاجدار اور کجکلاہ میں وہ پھبن کہاں جو اس بے تاج بادشاہ میں بانکپن تھا کس کس کا نام لیا جائے۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

اسی قافلہ عشق و شوق اور کاروانِ جذب و ذوق کے ایک ہمراہی حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اہل دنیا سے روٹھ کر کیا گئے قرارِ دل و جان لوٹ کو لے گئے۔ اللہ نے انہیں اتنی خوبیاں دے رکھی تھیں کہ ایک خوبی ہی انہیں زندہ جاوید رکھنے کو کافی ہے کہ وہ شیخ القرآن تھے' ابوالحقائق کا لقب پایا تھا' پیکر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے' عاشق مثنوی تھے اور بستانِ خطابت کے بلبل خوش نوا تھے۔

جن لوگوں نے ان سے دورہ تفسیر قرآن پڑھا ہے ان سے پوچھ لیجئے وہ بول اٹھیں گے کہ محض قرآن پڑھانا ہر ایک کو آتا ہے مگر اس کو دل میں اتارنا مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کا خاصہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے والہانہ عشق اور محبت کا یہ عالم تھا کہ جس طرح لوہا بھٹی میں جا کر پگھل جاتا ہے اس طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر بات کرتے ہوئے پانی میں بتاشے کی مانند گھل جاتے تھے۔ رہی سامعین کی حالت تو ماہی بے آب کا محاورہ ان کی تقریر کے دوران سمجھ میں آتا تھا۔ مرغ بسمل کیا تڑپتا ہوگا جس طرح لوگ ان کے جلسوں میں پھڑکتے تھے۔ کبھی کبھار تو ایک شعر ہی تقریر کا محور بن جاتا تھا اور پھر سماں بندھ جاتا۔ ایک بار انہوں نے یہ شعر اس درد' اس کرب' اس لے' اس ادا' اس سوز' اس انداز' اس لہجے اور اس شانِ بے خودی سے پڑھا کہ سامعین میں سے ایک شخص دل تھام کر اپنی جان ہار بیٹھا:

رندوں کے میخانے میں ہر رسم عبادت ہوتی ہے
دلبر کو بٹھا کر پیش نظر چہرے کی تلاوت ہوتی ہے

جب ہزارہ کے ٹھیٹھ لہجے میں گویا ہوتے اور انداز بدل بدل کر بات آگے بڑھاتے تو پورے مجمع کا دل لبھاتے اور لوگ کہنے پر مجبور ہو جاتے:

ہک لکھ ڈیند میں ڈو لکھ ڈیساں
ہک واری چا بول

ان کے اندازِ خطابت میں کوئی بات تو تھی کہ برصغیر پاک و ہند کے ہفت زباں شاعر' قبیلہ صحافت کے حاتم طائی' میدانِ خطابت کے شہسوار' لشکر زبان و ادب کے کماندار اور اقلیم سخن کے تاجدار مولانا ظفر علی خاں ایک بار آپ کی تقریر سن کر برجستہ کہہ اٹھے:

بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

جن لوگوں کو مولانا مرحوم کی صحبت نصیب ہوئی وہ بتاتے ہیں کہ آپ نمازِ عصر

کے بعد مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا با قاعدہ درس دیا کرتے تھے۔ جس ذوق اور محویت سے مثنوی کے شعر پڑھتے اگر کبھی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ درس سننے کا اتفاق ہوتا تو یقیناً فرماتے کہ اگرچہ مثنوی لکھی تو میں نے ہے لیکن سننے کا مزہ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے آتا ہے۔ کبھی کبھار میں یہ سوچتا ہوں کہ خطابت پیغمبرانہ آہنگ تھا مگر بدقسمتی سے آج اس پر تاجرانہ رنگ غالب آ گیا ہے۔ بولنے کا مقصد روح کے تار ہلانا ہوتا تھا مگر آج صرف دل جلانا رہ گیا ہے۔ اللہ والوں کی خطابت سے دل کا بند دریچہ کھلتا تھا مگر آج فقط ذہنوں میں زہر گھلتا ہے۔ کل تک خطابت الفاظ کے موتی لٹانے کا نام تھا آج محض پیسہ کمانے کا کام رہ گیا ہے۔ اگلے زمانے کے واعظ زبان سے لعل و گہر بکھیرتے تھے دورِ حاضر کے مقرر دوسروں کے بخیے ادھیڑتے ہیں۔ پہلے ایک ایک حرف کی رکھوالی کی جاتی تھی آج بس لفظوں کی جگالی کی جاتی ہے۔ بھلے وقتوں میں وعظ سن کر دل دہل جاتا تھا ان دنوں رہا سہا خوف خدا بھی نکل جاتا ہے۔

مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایسے خطیب تھے کہ جب رونق افروز منبر ہوتے تو دل ''تھرتھر'' جاتے مگر آج تو محراب تھرتھر کانپتے ہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ایک مرد بزرگ شاندار فانوس لے کر گلی کوچہ و بازار گھومتے اور ندا دیتے پھرتے کہ کوئی مجھ سے یہ فانوس لے لے اور مجھے پرانا مٹی کا دیا دے دے کہ اس فانوس سے دنوں کے اجالے میں راستہ بجھائی نہیں دیتا جبکہ پرانے چراغ سے رات کے گھپ اندھیرے میں منزل صاف دکھائی دیتی ہے۔ آج کے عہد کی بھی کچھ یہی حالت بن گئی ہے کہ تقریروں کی فراوانی نے دل کی شادمانی چھین لی ہے۔ انسانوں کے ہجوم میں آدم زاد گم ہو کر رہ گیا ہے۔ نظاروں کی ارزانی میں آنکھوں کی ویرانی ہے۔ تیز روشنیوں نے سینے تاریک کر دیئے ہیں۔ کتابوں کے انبار سے روح کا آزار بڑھ گیا ہے۔ آج ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ شعلہ نوا ہے جبکہ ضرورت ہے کوئی خوش نوا' خوش نفس اور خوش ادا ہو۔

یہ کیا بات ہوئی محمود غزنوی نے سومنات کا بت توڑا مگر ہم ایک دوسرے کا سر پھوڑ رہے ہیں۔ ہمارے بڑوں نے دل جوڑے تھے ہم گردنیں مروڑ رہے ہیں۔ وہ درد و سوز بانٹتے تھے ہم نفرتوں کے زخم چاٹتے ہیں۔ وہ اِک نگاہ سے غلام کرتے تھے ہم بروئے اہل نظر سلام کرتے ہیں۔ آج پھر ایک مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت ہے جس کی بات میں وہ لطف و سرور ہو کہ مولانا ظفر علی خاں کی روح بول اٹھے۔

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد ﷺ کے نور کا

حضرت علامہ سیّد ذاکر حسین شاہ راولپنڈی

حضرت امام ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ وہ بے مثل مناظر، عدیم المثل متکلم، ماہر فن مفسر، مایہ افتخار محدث، عظیم المرتبت، جامع العلوم اور مایہ ناز صوفی تھے۔ آپ کی ظاہری نفاست کی معترف ہر چشم بینا تھی تو آپ کی باطنی نفاست ہر صاحب دل کی بصیرت پر عیاں تھی۔ نگاہِ مہر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سراپا مہر بنا دیا تھا اور دنیائے علم وفن میں وہ مہر بن کر چمکے۔ دوستوں کے دوست تھے جو مشکل کشائی کی رعنائیوں کو اپنے حلقہ احباب پر نچھاور کرتے رہتے۔ طبیعت کا بانکپن ہر انداز سے جھلکتا تھا۔ مختصر، برمحل، برجستہ جملے استعمال کرنے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ بسا اوقات آپ کا ایک جملہ ایک کتاب پر بھاری ہوتا مگر اس کی بندش اتنی حسین ہوتی کہ اس میں کوئی مشکل نہ ہوتی اور عوام کے دلوں میں اتر جاتا اور خواص اس سے اپنے انداز سے لطف اندوز ہوتے۔

ایک محفل میں کھانا تناول فرما رہے تھے۔ داعی نے برتن میں ایک بالکل چھوٹی چھوٹی بوٹی کا بندوبست ہی کیا تھا۔ آپ بار بار مجھے مخاطب ہو کر فرماتے کہ شاہ جی! آج منگل ہے۔ داعی فقرہ کا مطلب نہیں سمجھ رہا تھا اور تائید کر رہا تھا کہ جی حضور! آج منگل ہی ہے آپ اسے فرما رہے تھے نہیں بھائی! شاہ صاحب کو بتا رہا ہوں کہ آج

منگل ہے۔

میں نے آپ کے وصال پر اپنے جذبات کا اظہار چند اشعار میں کیا تھا اگرچہ میں روایتی شاعر نہیں ہوں مگر حضرت امام ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی طبعی اور علمی لطافتوں کا یہ مجھ پر قرض تھا۔

حضرت علامہ سیّد ریاض حسین شاہ راولپنڈی
ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان

استادِ مکرم حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اظہارِ خیال کرنے کا شرف بلاشک وشبہ انہی لوگوں کا حصہ ہے جو آپ کے ہم عصر تھے یا آپ سے پڑھے ہوئے اور آپ کے جلسوں میں شریک ہوئے۔ میرا سرمایہ حیات وہی ڈیڑھ ماہ ہے جو میں نے حضرت کی خدمت میں گزارا۔ شیخ الجامعہ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زیرِ تعلیم تھا کالج کی تعلیم حاصل کی اس دوران زیادہ عرصہ عیسائیوں کے درمیان گزرا تھا۔ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ پر وزیرآباد جا کر دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھا۔ آپ نے ایک عدد رقعہ میرے متعلق لکھا اور مجھے حکم دیا کہ وزیرآباد چلے جاؤ اور علامہ ہزاروی کو یہ رقعہ دینا وہ تمہیں اپنے مدرسہ میں داخل کرلیں گے۔ وزیرآباد مسجد غوثیہ میں پہنچا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اوپر اپنے کمرے میں چارپائی پر تشریف فرماتھے۔ میں ننگے سر تھا۔ یہ وہ دور تھا جب بڑے بڑے علماء اور فضلاء آپ کے پاس درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد دورہ قرآن پاک پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ کتب تو میں نے پڑھ رکھی تھیں جوانی کا عالم تھا تو ظاہری لباس سے معلوم نہیں ہوتا تھا کہ میں درسِ نظامی پڑھا ہوا ہوں۔ کمرے میں داخل ہوکر رقعہ میں نے آپ کے پاس پڑے ہوئے تکیہ کے ساتھ چارپائی پر رکھ دیا اور خود نیچے بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا: کیسے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ دورہ تفسیر قرآن پڑھنے کے لئے آیا ہوں۔

میری طرف غور سے دیکھا' بالوں کی بناوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمانے لگے: ٹیڑھے چیر نکالتے ہیں اور آ جاتے ہیں دورہ پڑھنے کے لئے۔ آپ تھوڑے سے غصہ میں آئے اور میں نے محسوس کیا کہ مجھے داخلہ نہیں ملے گا یہاں تو بڑے بڑے علماء کے بولنے کی جگہ نہیں۔ خاموشی سے اٹھا اور نیچے اتر کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑا۔ میرے آنے کے بعد شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس پڑے ہوئے رقعہ کو دیکھا کھول کر پڑھا مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا کہ بڑا ذہین اور فاضل طالب علم ہے کتب پر خاص دسترس رکھتا ہے اور اس کا نام سیّد ریاض حسین شاہ ہے۔ آپ نے فوراً ایک طالب علم کو میرے پیچھے بھیجا جو مجھے اسٹیشن کے پاس مل گیا مجھے حضرت کے پاس چلنے کو کہا۔ اب جب میں دوبارہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا انداز بدل چکا تھا۔ انتہائی محبت بھرے انداز سے گلے لگایا اور فرمایا: تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ تم سیّد زادے ہو تم کو داخلہ بھی ملے گا اور خصوصی توجہ بھی۔ دورانِ تعلیم آپ نوٹس لکھواتے تھے۔ میری لکھائی زیادہ خوبصورت نہ تھی' اختتام پر آپ نے ایک طالب علم کی ڈیوٹی لگائی کہ سیّد ریاض شاہ کو تمام نوٹس لکھ کر دو پھر تمہیں سند دی جائے گی۔ آج مجھے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی وہ شفقت محبت یاد آتی ہے۔ میں نے بڑے بڑے لوگوں کو دیکھا' پیرانِ عظام سے ملا ہوں' علماء کی چٹائیوں پر بیٹھا ہوں مگر ان میں ایک بھی حضرت جیسا نہیں ہے۔

طلبہ سے اس قدر محبت کرنے والے استاد آج کہاں ہیں؟ ایک طالب علم کپڑے دھو رہا تھا پاس ایک پولیس آفیسر وضو کر رہا تھا۔ حسن اتفاق سے کپڑوں کے چند چھینٹے اڑ کر پولیس افسر پر جا پڑے اس نے طالب علم کو تھپڑ مار دیا۔ حضرت یہ منظر دیکھ رہے تھے آپ نے جا کر پولیس افسر کو اسی طرح تھپڑ مارتے ہوئے فرمایا: جنت کے مسافر کو مارتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی اور جمعہ کے موقع پر آپ نے سامعین و

حاضرین کے سامنے اس پولیس آفیسر کی مذمت کی اور تبادلہ کی دعا مانگی۔ چنانچہ اگلے جمعہ سے قبل اس آفیسر کا تبادلہ ہو گیا۔

آج بڑی بڑی جماعتیں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کا دعویٰ کرتی ہیں ایسے دور میں علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بہت یاد آتے ہیں اور بہت یاد آتے ہیں جنہوں نے حالات کی سختیاں دیکھیں' قربانیاں دیں' تحریکوں کو پروان چڑھایا' امراء نے ان کو ذاتی مفاد کی خاطر استعمال کرنے کی کوشش کی مگر آپ فرمایا کرتے تھے:

''جھوک جلوا سکتا ہوں تڑوا سکتا ہوں مگر مدینہ والے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے وفائی نہیں کر سکتا۔''

حقیقت یہ ہے کہ آج کے دور کا نام محمد عبدالغفور ہونا چاہئے۔ آپ کی ذات' آپ کے نام اور کردار نے اہل سنت کو اتحاد کا درس دیا ہے۔ آپ کے خطاب کا انداز بڑا والہانہ تھا۔ جب تقریر فرماتے تو لوگ مسحور ہو کر آپ کی تقریر پر رقص کرنے لگتے۔ آپ کی گفتگو اور تقریر کا انداز اب مقررین میں نہیں ملتا۔ ہمیشہ آپ اپنے مضمون کے ساتھ مخلص ہوتے۔ آپ کے انداز خطاب میں کیف' لذت' مستی سبھی کچھ تھا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیتے تو تمام سامعین رقص کر رہے ہوتے۔ لوگوں کی آرزو ہوتی کہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان بن جائیں اور مدینہ والے کی مدح سرائی کرتے رہیں۔ آپ نے عرفانِ الٰہی کے جلوے بے نقاب دیکھے تھے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی خوشبو سونگھی تھی۔ آپ نے قادیانیت کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ ختم نبوت کے پرچم کو بلند کیا۔ حالات کی مایوسیوں سے بددل ہو کر گھر بیٹھ جانا شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے خلاف تھا۔ آپ نے زندگی بھر عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جہاد کیا آج پھر اس چیز کی ضرورت ہے۔

شیخ الحدیث ابوالظفر پیر سیّد زبیر شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ چکوال

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ عشق رسول ﷺ کے مجسم شکل تھے۔ آپ جس طرح میدانِ تقریر کے شہسوار تھے اسی طرح معیارِ تدریس میں بھی لاجواب تھے۔ پھر علمی اصطلاحات تقریر میں استعمال کرنا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا ہی حصہ تھا۔ اس مختصر تحریر میں آپ کے کمالات علمی، روحانی اور فیوض و برکات، ظاہری و باطنی کا احاطہ ناممکن ہے۔ راولپنڈی میں ایک جلسہ میں تقریر ارشاد فرما رہے تھے کہ کسی منکر حیات النبی ﷺ نے سوال کیا کہ انك میت وانهم میتون سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اب بھی میت ہیں۔ جواب میں فرمایا: یہ قضیہ مطلقہ عامہ ہے دائمہ مطلقہ نہیں سائل کا مدعا ثابت نہیں ہوتا نیز ہماری موت کو قرآن مجید نے علیحدہ ذکر کیا اور حضور ﷺ کے وصال کا ذکر علیحدہ فرمایا پس ثابت ہوا کہ آپ کا انتقال ایک آن کے لئے تھا اب بھی زندہ ہیں جیسے پہلے تھے۔

فقیر نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی قریب سے دیکھا ہے جبکہ ایک سال رمضان شریف میں آپ کی معیت میں دورہ تفسیر قرآن مجید وزیر آباد میں پڑھانے کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔ ایک دن کسی نے مسلم شریف کی مشہور حدیث کے متعلق سوال کیا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے جائیں گے میں عرض کروں گا کہ اے میرے مالک! یہ تو میرے امتی ہیں۔ جواب میں کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا نئی باتیں نکالیں۔ علم غیب کی نفی پر مخالفین کے اعتراض پر آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس کے کئی جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ جو واقعہ آپ دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ قیامت میں یوں کہوں گا اور جواب میں یوں کہا جائے گا جب علم نہیں تھا تو جو واقعہ قیامت میں پیش آنا ہے دنیا میں کیسے بیان فرما دیا۔ ایسا لطیف جواب حضرت صاحب ہی کا حصہ تھا۔

معروف کالم نگار سیّد سبط الحسن ضیغم روزنامہ نوائے وقت لاہور

ہر دھرتی کا جغرافیہ حدود اربعہ آب و ہوا پانی اور مٹی کا اپنا اور الگ الگ تشخص اور فیضان ہے۔ ہزارہ ڈویژن بھی انہی جغرافیائی وحدتوں میں ایک نمایاں اکائی ہے جہاں جید ترین علماء، طبیبوں، شعراء اور جنگ حریت کے مجاہدین نے جنم لیا۔ اس دھرتی کے فرزندوں نے پورے پاک و ہند پر اپنے اثرات مرتب کئے۔ حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہری پور کے نزدیک ایک گاؤں چمبہ پنڈ میں پیدا ہوئے اور اکتوبر ۱۹۷۰ء کو وزیر آباد میں سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ ہزاروں لوگوں نے ان کے جنازہ میں شرکت کر کے ان سے والہانہ عقیدت کا اظہار کیا۔ وہیں اب آپ کا مزار زیارت گاہ کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ متحدہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں باقاعدہ شریک ہوئے، جیل جانا پڑتا تو خوشی سے جاتے۔ یہی افتادطبع انہیں حلقہ مولانا ظفر علی خاں میں لے گئی اور ان کی معیت میں برما تک تبلیغی اور سیاسی دورے کئے۔ تحریک نیلی پوش اور اتحاد ملت میں بھی شریک رہے۔ انہی کی تحریک پر اتحادِ ملت کو بالآخر مسلم لیگ میں شامل کر دیا گیا۔ مولانا، مجلس احرار الاسلام کے مقررین کی طرح اپنے سامعین پر اپنی جادو بیانی سے سحر کر دیتے مگر ان کے تحریک کشمیر، مسجد شہید گنج اور تحریک ختم نبوت میں ہمنوا اور ہم سفر ہونے کے باوجود متحدہ ہندوستان کے حوالے سے مسلمانوں کی قومی تحریک کے مؤید و حامی تھے۔ چنانچہ مولانا کو یہ فخر حاصل ہے کہ مشہور آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منٹو پارک ۱۹۴۰ء میں نہ صرف شامل ہوئے بلکہ مولانا ظفر علی خاں کی پچھلی نشست پر انہیں جگہ دی گئی جو یقیناً اعزاز ہے۔ مولانا کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ قائداعظم مرحوم آپ ہی کی دعوت پر وزیر آباد تشریف لے گئے اور وہاں جلسہ عام میں خطاب کیا جس کے نتیجہ میں قوم پرست سیاست پر اوس پڑ گئی اور ان کا تمام اثر زائل ہو گیا۔

اگست ۱۹۴۷ء میں مولانا غیر مسلم آبادی کے انخلاء میں غیر معمولی سرگرم رہے بلکہ مہاجرین کی طرح دن رات ایک کر کے وزیر آباد اور اس کے گردونواح میں انہیں بسانے کی خدمات بھی سرانجام دیں۔ آپ کے اصل جوہر قیامِ پاکستان کے بعد خاص طور پر ایوبی آمریت کے زمانہ میں کھلے جو اتفاق سے ان کا ہم وطن ہی تھا۔ ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کے نام سے مولانا عبدالحامد بدایونی اور ان کی کوشش سے بریلوی علماء کی الگ تنظیم معرضِ وجود میں لائی گئی۔ ایوب نے محکمہ اوقاف کے حوالے سے علماء حضرات کو ہم سفر بنانے کے لئے وقف کا رائٹرز گلڈ بنایا تو سب سے زیادہ مخالفت مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے کی مگر اس سے بھی اہم وہ کردار ہے جو مادرِ ملت کی حمایت اور تائید میں ادا کیا گیا۔ ۱۹۶۴ء میں جمعیت علماء کے صدر صاحبزادہ سیّد فیض الحسن مرحوم تھے۔ صدارتی انتخاب کے آغاز میں ہی انہوں نے جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے ایوب کی حمایت اور مادرِ ملت مرحومہ کی مخالفت میں قراردادیں پاس کیں اور ایوب کی حمایت اور مادرِ ملت کی مخالفت میں دورے شروع کر دیئے۔ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طوفانی دورے شروع کر دیئے تا کہ ایوب کے خلاف ہونے والے اجتماع کو کامیاب بنایا جا سکے۔ مقامی مشترکہ متحدہ حزب اختلاف کی نمائندگی چوہدری محمد احسن علیگ مرحوم نے کی لیکن آج جو لوگ بھارت میں بیان دیتے ہیں کہ وہ متحدہ حزبِ اختلاف کے عہدیدار تھے ایوب خان کی حمایت کے لئے بنیادی جمہوریتوں کے الیکشنوں میں حصہ لینے کے باوجود ایک درجن ووٹ بھی نہ لے سکے ان میں سے کوئی فرد بھی اجلاس کے نزدیک نہ پھٹکا کیونکہ ایوب کا راج ہو گورنر امیر محمد خان رئیس کالا باغ ہو اور میٹنگ میں مادرِ ملت کی حمایت میں اور ایوب خاں مخالفت میں گرما گرم تقریریں ہو رہی ہوں وہاں مروجہ صفات کا حامل ہی کوئی فرد شمولیت کر سکتا ہے ان صفات سے عاری شخص نہیں۔ یہ اجلاس مسلسل پانچ گھنٹے جاری رہا۔ جمعیت علماء پاکستان کی ایوب کی حمایت اور مادرِ ملت کی مخالفت میں منظور کی جانے

والی قراردادوں کی مذمت کرتے ہوئے اس جمعیت سے بیزاری اور علیحدگی کی قرارداد منظور کی گئی اور اس کے بعد نئی تشکیل کردہ جمعیت کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم صدر اور سیّد محمود شاہ مرحوم کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اس اجلاس میں ملک بھر میں مادرِ ملت کی حمایت کے لئے جلسے کرنے کا طویل پروگرام تشکیل دیا گیا اور وہیں سے دوروں کا آغاز ہوا۔ مادرِ ملت نے مغربی پاکستان میں انتخابی دوروں کا پروگرام بنایا تو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مادرِ ملت سے پہلے اس مقام پر پہنچ جاتے جہاں سے مادرِ ملت نے گزرنا ہوتا۔ مادرِ ملت کے لئے انہیں تیار کرتے کہ بنیادی جمہوریت کی بحالی کے لئے ان افراد کو ووٹ دیا جائے جو مادرِ ملت کو اعلانیہ ووٹ دینے کا حلف اٹھاتے ہیں۔ مادرِ ملت کے دوسرے پروگرام کے مطابق انہیں لائل پور سے براستہ شیخوپورہ گوجرانوالہ پہنچنا تھا۔ گوجرانوالہ سے براستہ ڈسکہ سیالکوٹ سے وزیرآباد گجرات پہنچنا تھا۔ مادرِ ملت سے عقیدت اور ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کے تبلیغی دوروں کی وجہ سے راستہ سے دور دراز واقع دیہات سے بھی بچے' بوڑھے' مرد' عورتیں اپنے علاقہ سے گزرنے والی شاہراہ پر مادرِ ملت کی آمد سے کئی کئی گھنٹے بیشتر ہی مادرِ ملت کی زیارت اور تقریر سننے کے لئے ٹھٹھ لگ چکے تھے۔ اس طویل ترین علاقہ میں انتظام و انصرام ہمارے سپرد تھا۔ مولانا مرحوم بھی ہمارے ہمراہ تھے اور لوگوں کا لہو گرماتے تھے۔ قدم قدم پر استقبالیہ محرابیں اور دروازے بنے ہوئے تھے۔ ہر علاقہ کے لوگوں کی خواہش ہوتی کہ مادرِ ملت ان سے ضرور خطاب کریں۔ مادرِ ملت کی گاڑی میں سردار شوکت حیات بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں زیادہ اصرار بڑھتا مولانا آگے بڑھ کر مادرِ ملت سے گذارش کرتے تو مادرِ ملت کچھ نہ کچھ ضرور کہتیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں دس بجے صبح پہنچنے کا پروگرام ہوتا وہاں مادرِ ملت پانچ بجے شام مشکل سے پہنچتیں مگر وزیرآباد میں مولانا' مادرِ ملت کے وہاں سے گزرنے سے بیشتر رات ہی کو پہنچ گئے اور وزیرآباد کے قرب وجوار کے

دیہات میں رات بھر تقریریں کرتے رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہوسکیں۔ پروگرام کے مطابق مادرِ ملت کو وزیرآباد سے دس بجے کے قریب گزرنا تھا۔ رات انہوں نے ہیڈمرالہ کے ریسٹ ہاؤس میں بسر کی۔ رات مجھے مولانا صاحب کہنے لگے کہ تم نے بہت سے لوگوں کو سنا ہے صبح میری تقریر بھی سننا۔ میں بھی بہت صبح اپنے ساتھیوں کے ساتھ وزیرآباد پہنچ گیا۔ وہاں خوبصورت اسٹیج بجی ہوئی تھی کہ مولانا ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے پہنچے جو واقعی فقید المثال جلوس تھا۔ مولانا اسٹیج پر پہنچے اور نو بجے تقریر کا آغاز کیا۔ کہنے لگے: جب تک مادرِ ملت فاطمہ جناح اس مقام تک نہیں پہنچیں گی یہ فقیر آمریت کے بخیے ادھیڑے گا۔ جمہوریت کی اہمیت بیان کرے گا اور گذشتہ چودہ صدیوں میں علماء کے طاغوت اور جبر کے خلاف جہاد پر گفتگو سنی جائے۔ یہ تقریر مسلسل تین گھنٹے جاری رہی۔ لوگ ہنس بھی رہے تھے اور رو بھی رہے تھے۔ واقعی وہ تقریر مثالی تھی گذشتہ سنی تقریریں فراموش ہوتی محسوس ہونے لگیں۔ مادرِ ملت کی آمد کے بعد بھی بیس منٹ تک ان کی تقریر جاری رہی۔ خود مادرِ ملت بھی مبہوت ہوگئیں اور فرمانے لگیں کہ اسلام کی آج تک بقا انہی علماءِ حق کے مرہونِ منت ہے انشاء اللہ جبر اور آمریت دم توڑ جائے گی۔ پاکستان زندہ باد

حضرت مخدوم سجاد حسین قریشی

سابق گورنر پنجاب وسجادہ نشین درگاہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ

شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک رحلت کی خبر پڑھ کر نہایت ہی افسوس اور قلق ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شیخ القرآن پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ انہوں نے اسلام اور قوم کی جو درخشاں اور قابل قدر خدمات سرانجام دیں وہ رہتی دنیا تک فراموش نہ ہوسکیں گی۔ میری مخلصانہ دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین

حضرت صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری سابق ایم پی اے

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مخمور ہو کر شیخ القرآن و شیخ الحدیث محقق زماں علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کی خدمت کی۔ پاکستان کے گوشے گوشے میں حضرت کا فیض پھیلا ہوا ہے۔ آپ عاشق رسول تھے' صاحب درد تھے' صاحب فراست تھے' صاحب علم تھے اور صاحب عمل تھے۔

لوگ کہتے ہیں کہ وہ عالم دین تھے' شیخ القرآن تھے' محقق تھے' میں کہتا ہوں کہ وہ ایک ولی کامل تھے ان کے علم اور ولایت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ بیعت و ارادت گولڑہ شریف تھی شرقپور تشریف لاتے تو آپ کا والہانہ خطاب ہوتا تو یوں لگتا کہ آپ چشتیت و نقشبندیت کا سنگم ہیں۔

اپنے علم اور عمل کے لحاظ سے علماء کرام کی اس صف بندی میں شامل تھے جو ملک و قوم کی تقدیر بدلنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ آپ نے قیامِ پاکستان کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور قیامِ پاکستان کے بعد خاموشی اختیار نہ کی بلکہ یہاں نفاذِ اسلام کے لئے جدوجہد جاری رکھی۔ آپ کا اندازِ بیان اتنا فصیح و بلیغ تھا کہ اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن قادری

آستانہ دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ شیخ القرآن' ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ملت اسلامیہ پاکستان کے عظیم محسن تھے۔ ان جیسا حق گو خطیب قریب قریب نظر نہیں آتا۔ جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار دل رکھنے والے علامہ ہزاروی کی نشست و برخاست کا خلاصہ ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تھا۔ وہ مبالغہ آرائی سے کوسوں دور تھے۔ تحریک پاکستان میں ان کی

خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر پاکستان بنایا اور تحریک ختم نبوت کے دوران قوم کی صحیح راہنمائی فرمائی۔ علامہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اسلام کی عظیم یادگار اور ان کے عالی افکار کے وارث تھے۔ ہمارے علماء اور سیاستدان علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بے لوث خدمت کا جذبہ لے کر میدانِ عمل میں اتریں اور قوم کی رہبری کا فریضہ سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ علامہ ہزاروی کے درجات بلند کرے اور حضرت علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کے ذریعے ان کا فیض جاری فرمائے۔ آمین

حضرت شیخ الفقہ مولانا شمس الزماں قادری رحمۃ اللہ علیہ

غوث العلوم سمن آباد لاہور

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر دارالعلوم میں ۹ اور ۱۰ اکتوبر کو تعطیل رہی آپ کا انتقال انتہائی المیہ ہے اس وقت جبکہ کئی ایک نظریات اسلام کے خلاف موجود ہیں ایسے وقت میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اشد ضرورت تھی۔ آپ کی شخصیت' وجاہت روحانیت' غیر اسلامی نظریات کے لئے مجسمہ ڈھال تھی اور آپ کے دلائل قاہرہ مخالفین کے لئے براہین قاطعہ تھے۔ آپ کشتۂ الفت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

پیر طریقت' رہبر شریعت' منبع علم و حکمت' راز دارِ حقیقت' حضرت شیخ القرآن' ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی تقریر دل پذیر بندہ نے ۱۹۴۸ء میں ''پیر محل'' میں سنی جب بندہ طالب علم تھا۔ آپ علم کا بحر ذخار تھے اور حقائق کا دریائے بے کنار تھے۔ آپ کی تقریر میں کئی مرتبہ دیکھا کہ لوگ وجد کرتے اور بے خود ہو جاتے تھے۔ حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مسلسل ہر سال تادم زیست غوث العلوم میں سالانہ جلسہ پر تشریف لاتے تھے۔ آپ ہر سال رمضان المبارک میں لوہاری دروازے کے باہر اور

بیرونِ موچی گیٹ میں تشریف لاتے اور خطاب فرمایا کرتے تھے۔ کچھ اور علماء بھی ہوتے مگر لوگ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائی تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت نے ایک مرتبہ **ھوالاول والاخر والظاھر والباطن** کی وضاحت فرمائی کہ خدا بھی اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اول، آخر، ظاہر، باطن ہیں۔ اس طرح کا سماں طاری ہوا کہ لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے اور علماء کرام میں مولانا مہر دین مرحوم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی کا حال دیکھنے والا تھا اور مولانا غلام دین مرحوم رحمۃ اللہ علیہ بھی ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے اور ہمارے جیسے نوجوان نڈھال ہو گئے تھے۔ یہ پراثر تقریر اور حقائق سے بھرپور گفتگو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا حصہ تھا۔ آپ نے بہت سے خطوط بندہ کو لکھے مگر محرومیٔ قسمت وہ محفوظ نہ رکھ سکا۔

حضرت صاحبزادہ پیر طیب الرحمٰن چھوہروی جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور

حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کے وصال سے گہرا رنج و غم ہوا ہے۔ تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت کے سرگرم رکن علامہ ہزاروی کا اس نازک دور میں جب کہ باطل تمام تر فتنہ سامانیوں کے ساتھ حق کے مقابلے میں آ چکا ہے رخصت ہو جانا ملک و ملت کے لئے عظیم ترین سانحہ ہے۔ یہ ایسا خلا ہے جو کبھی پر نہ ہو سکے گا۔ دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ میں سالانہ امتحانات کے بعد آپ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی گئی اور ایک تعزیتی اجلاس میں آپ کی علمی خدمات کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا گیا۔

محترم جناب ضیاء شاہد چیف ایڈیٹر روزنامہ خبریں

میں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو پڑھا اور سنا ہے اس میں مجھے یہ بات بہت خوبصورت لگی کہ صحافت میں مولانا ظفر علی خان کا نام بہت بلند ہے انہوں نے آپ کے متعلق اشعار کہے ہیں۔ آپ کی زندگی کے متعلق جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے

میں نے دیکھا ہے کہ آپ ایک مذہبی سکالر اور شیخ القرآن تو تھے ہی اس کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے نامور کارکن بھی تھے اور آپ کی ایسی شخصیت تھی کہ قائداعظم نے بھی آپ کی تقریر سن کر آپ کو بہت سراہا تھا اور آپ کی دعوت پر وزیرآباد تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو وزیرآباد تک محدود نہ رکھا بلکہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں نوجوانوں کو جمع کر کے باقاعدہ ہندوؤں اور سکھوں کے خلاف جہاد کیا تو یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ اتنی بڑی شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کیا جائے۔

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک خواہ سوشلزم ہو، کمیونزم ہو، آمریت ہو، جمہوریت کے خلاف اقدامات ہوں یا دین کے خلاف سازشیں ہوں جس طرح پوری زندگی آپ نے پاکستان کے لئے وقف کی آج کے مذہبی سکالر اور اسلام کا نام لینے والے ہر فرد کے لئے لازم ہے جس بات کو وہ حق سمجھتا ہے اس کے لئے میدانِ عمل میں نکلے۔ میں واضح طور پر کہتا ہوں جوں جوں دین کا رشتہ کمزور ہوگا چاروں صوبوں کے درمیان نفاق بڑھتا جائے گا۔ علماء حجروں سے باہر نکلیں اور مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کھل کر برائی کی طاقتوں کے خلاف جہاد کریں۔

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری سابق صدر انجمن طلباء اسلام

تاریخ اسلام کی چودہ صدیوں پر نظر ڈالیں تو جگہ جگہ، موڑ موڑ، گام گام، راہ راہ، علم وحکمت کے بلند مینار نظر آتے ہیں۔ اگر آپ ان کو مصور کی نگاہ سے دیکھیں تو انہوں نے اپنے دور میں اپنے ماحول کو بقعہ نور بنائے رکھا اور آج تک ان سے فیض حاصل کرنے والے اکتسابِ فیض کر رہے ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اسی روشن سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ کا ذکر کر کے میں اپنے لئے خوش بختیوں اور سعادتوں کو خرید رہا ہوں۔ ایک بڑے انسان کے حضور خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے کچھ لوگ مل کر بیٹھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس تاریخ ساز شخصیت کے قد میں

نہیں بلکہ اپنے وقار میں اضافہ کرتے ہیں۔ آج بہت سے لوگ زندہ ہیں جنہوں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا جمال دیکھ رکھا ہے۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کسی اہل دل اور صاحب بصیرت کے ایمان کی آب و تاب کو دیکھنا ہو تو وہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت کا جمال دیکھے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دیں گے کہ ہر وقت آپ کی نگاہوں میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک ہوتی تھی۔ آپ کی آنکھ چشمہ مازاغ البصر اور والضحیٰ کے چہرہ انور کی یاد میں آنسو بہانے والی آنکھ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ حضور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر مرعوب ہو جایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے سارے فلسفے اور عمل کی بنیاد آقائے نامدار کی محبت پر رکھی اور فرمایا:

میرا قبلہ توں میرا کعبہ توں میرا دین بھی توں ایمان بھی توں
میرا مطلب توں مطلوب بھی توں میرا دلبر توں جانان بھی توں

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے علم قرآن سے معرفت کے نور بکھیرے۔ لوگ آپ کے ہاتھ چومتے اپنے دامن کو پھیلاتے۔ آپ ان سے فرماتے کہ آؤ میرے محبوب کو دیکھو۔ آپ نے اپنی شخصیت کی بجائے لوگوں کو نبی علیہ السلام کی طرف لے گئے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب حسن ناز کرتا ہو' چہرہ پہ والضحیٰ کے جلوے چمکتے ہوں' جب آنکھوں میں مازاغ کی سرگیں تجلیاں ہوں' جب واللیل کی زلفوں میں خوشبوئیں بکھری ہوں' جب زمین و آسمان ان کے نظارے کو بار بار چومتے ہوں' جب نسیم سحر ان کی اداؤں کا طواف کرتی ہو' جب فرشتہ اذن مانگنے کے لئے کھڑا ہو' جب افضل البشر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوں کہ اگر سجدے کی اجازت ہوتی تو میں آپ کو سجدہ کرتا' جب یہ کیفیت ہو تو پھر ساری محبتوں' الفتوں اور چاہتوں کا مرکز کیوں نہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہو۔

جس ٹرک کے حادثہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ وصال سے قبل آپ نے اس ٹرک ڈرائیور کو معاف کر دیا۔ آج کے نفسانفسی اور دہکتی ہوئی آگ کے دور میں اس رویہ کو اپنانے کی ضرورت ہے کہ برداشت اور معاف کرنے کا انداز اختیار کیا جائے۔

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (ستارہ امتیاز) پنجاب یونیورسٹی لاہور

جو قومیں علم اور علماء کی قدر کرتی ہیں ان قوموں پر کبھی زوال نہیں آتا اور ہمیشہ روئے زمین پر رفعت وعظمت کی طرف رواں دواں رہتی ہیں۔ اہل علم کی عزت افزائی اور قدردانی اہل ایمان واسلام کا خاصا ہے۔ اگر ہم اپنے ان علماء کی قدر کریں جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام اور اہل اسلام کے لئے وقف کیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی خوشی کی بات ہے۔ ہمارے دوستوں میں یہ احساس بڑے خوبصورت انداز میں پیدا ہوا ہے کہ اپنا سلسلہ روایت زندہ رکھا جائے۔ ماضی کی روشنی میں مستقبل کی طرف گامزن ہونے کے لئے اپنے اسلاف بزرگوں کی یاد تازہ رکھنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

حضرت شیخ القرآن علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ان علماء میں سے ہیں جنہوں نے اسلام بالعموم ملت پاکستان کی شاندار خدمت کی۔ میں نے علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے چند ایک خطاب سنے ہیں جو بات آج بھی میرے ذہن موجود ہے وہ یہ کہ آپ ہمیشہ لوگوں کے ایمان اور دلوں کو گرمانے کے لئے قرآن کریم سے دلائل پیش کرتے تھے۔ آپ کا استدلال کا طریقہ ایسا ہوتا تھا کہ جو کوئی بھی آپ کی محفل میں بیٹھتا قائل ہو کر واپس جاتا۔ انہیں بلاشک وشبہ شیخ القرآن کا لقب زیب دیتا تھا۔ یہ فضیلت کیا کم ہے کہ آج ہم انہیں اس نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ صاحب طریقت تھے اور دینی مسائل پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج ہم ان کے منصب کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ مجھے خوشی ہے کہ حضرت کے پوتے

عزیزم پروفیسر محمد آصف ہزاروی اس ضمن میں گرانقدر کام کر رہے ہیں۔ علم کی عظمت اور قدر اہل اسلام سے زیادہ کون کر سکتا ہے کہ جن کی کتاب کے نزول کے وقت اقراء کا حکم ملا۔ ابتدائی آیات میں علم و اہل علم کی قدر اور انسان کی کرامت کو واضح کیا گیا۔ مقصود یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غارِ حرا سے علم کی روشنی پھوٹنے سے قبل جو تاریکی تھی وہ چھٹ جائے گی اب اجالا ہو جائے گا۔ اشارہ اس طرف ہے انسانیت اگر محترم ہے تو علم کی وجہ سے ہے اس لحاظ سے وہ علماء جو علم کی روشنی عام کر رہے ہیں وہ امت کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر سابق جنرل سیکرٹری جمعیت اہلحدیث

مجھے مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے براہ راست ملنے کے مواقع میسر نہیں آئے لیکن اپنے زمانہ طالب علمی میں گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں ان کی متعدد تقاریر سننے کا اتفاق ہوا۔ آپ کی تقریر سے متعلق میرے ذہن میں جو بات محفوظ رہی ہے وہ یہ کہ تصوف کے خاص مکتبہ فکر وحدۃ الوجود سے تعلق رکھنے کی بنیاد پر اپنی عام تقاریر میں اس مضمون کو عام اور آسان پیرا میں بیان کرتے تھے جس کو سننے والوں میں اکتاہٹ اور بوریت پیدا نہ ہوتی تھی بلکہ وہ اس فلسفیانہ اور صوفیانہ مضمون کو خوبصورت لہجہ میں بڑی دلچسپی کے ساتھ بیان کرتے اور تشبیہات و استعارات سے مزین کر کے اس میں مزید نکھار پیدا کرتے۔ اتنے پیچیدہ اور اہم موضوع کو اس قدر روانی سے عام اجتماع میں بیان کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ آپ کی تقریر عموماً ایک شعر کے گرد گھومتی تھی۔ آپ اپنی خوبصورت آواز اور اسلوب کی خوبی کی بنیاد پر اشعار کا تکرار فرماتے تھے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی تقاریر سے علوم عقلیہ و نقلیہ سے گہری واقفیت کا اندازہ ہوتا تھا۔

حضرت مولانا عبدالحق ظفر چشتی رحمۃ اللہ علیہ لاہور

انہیں دیکھا، تصدق کر دیا دل
کسی کو کیا، میری آنکھیں میرا دل

اگر کسی نے چاند نہ دیکھا ہو تو وہ اتنا مان لے کہ ایک خلق خدا نے چاند کو دیکھا ہے۔ یہ ۱۹۶۰ء کی بات ہے جب میں نے انہیں تھوڑا سا قریب ہو کر دیکھا۔ میں نے انہیں دیکھا تو وہ مردِ کامل چاند سا لگا۔ میری روح مستعد ہو گئی اور میرا وہی حال ہوا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد ہزاروں حسین وجمیل سامنے آئے، دل کسی کی طرف متوجہ ہی نہ ہوا۔ اس دن احساس ہوا کہ محبوب کی دید نہ ہو تو اس سے اندھا ہونا زیادہ بہتر ہے۔ پہلے اندھا ہی تو تھا بلکہ حاسدوں کی حسد کی آگ اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ اس آگ کے دھوئیں کے مرغولوں میں مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ جب دن کا وجود بھی محتاجِ دلیل ہو جائے تو کوئی بات بھی بھلی نہیں لگتی لیکن بھلا کرے ایک کرم فرما سیّد بادشاہ کا ہزاروں رحمتوں کا نزول ہو اس پر جو اب "کہروڑ پکا" میں اپنے مزار میں محو استراحت ہے وہ میرے لئے موصل الی المطلوب بنا۔ ان کے ایمان پر دورہ تفسیر قرآن میں شامل ہونے کی اجازت ملنے پر وزیر آباد حاضرِ خدمت اقدس ہوا۔ وہ نقشہ آج بھی میری آنکھوں، میری روح اور میرے انگ انگ میں سمایا ہوا ہے۔ علم کی دولت کسی نیچ کو مل جائے تو وہ متکبر ومغرور ہو جاتا ہے اور اگر کسی شریف النفس کی جھولی میں آ گرے تو وہ فرطِ مسرت سے مزید عجز وانکساری کا پیکر بن جاتا ہے۔ میری پہلی نظر نے یہی نظارہ دیکھا کہ علم وفضل، تقویٰ وطہارت، خطابت وامامت، فہم وفراست، زہد وورع، بصیرت وبصارت کا امام جس کمرے میں تشریف فرما ہے اس کمرے میں ایک خوبصورت بڑا سا فریم آویزاں ہے اور اس پر بہادر شاہ ظفر کا ایک شعر صاحب خانہ کی کیفیات دردِ دل کا عکاس ہے۔

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں' نہ کسی کے دل کا قرار ہوں

جو کسی کے کام نہ آ سکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں

اس کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس کے حضور کچھ نذر کروں لیکن میرے پاس ہے ہی کیا جوان کی نذر کیا جائے سوائے اس کے کہ اس خوش خصال واحوال اور صاحب قال و حال کا ذکر کروں تا کہ زمین و آسمان ہنس پڑیں اور عقل و روح کی آنکھ سوگنا ہو جائیں۔ وہ خوش خصال ایسا کہ برصغیر میں ہزاروں حاسدوں کے حسد کی آگ میں بجھے ہوئے لوگ اس کے سامنے آتے ہی عقیدت و احترام سے اٹھ کھڑے ہوتے۔ وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی وراثت علمی کا وارث جب مسند دعوت و ارشاد پر بیٹھتا تو بڑے بڑے علماء وفضلاء داد دیئے بغیر نہ رہتے۔ غزالی زماں حضرت سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا سیّد ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ ہوں' شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ اور ایسی بے شمار نابغہ روزگار شخصیتیں ان کا دل سے احترام کرتیں۔ علم و معرفت کے اسرار و رموز اور تصوف کے سربستہ راز عام فہم زبان میں یوں بیان کر جاتے کہ عامۃ الناس بھی محظوظ ہوتے اور خاصانِ علم و معرفت تو جھوم جھوم جاتے۔ پنجابی میں اکثر اور اردو میں کبھی کبھی تقریر فرماتے۔ تقریر کا محور کسی معروف صاحب درد شاعر کا شعر ہوتا۔ محبت رسول ﷺ سے سرشار گھنٹوں گفتگو فرماتے' مجمع پر سحر طاری ہو جاتا۔

وہ کیا سہانا سماں تھا کہ رمضان المبارک میں ہر روز موچی اور لوہاری دروازہ کے باہر باغ میں علماء کرام تقاریر فرمایا کرتے اور اتوار کے روز تعطیل عام ہونے کی وجہ سے لوگوں کا ایک جم غفیر ہوتا۔ پھر اس روز کسی بہت معروف اور جید عالم دین کو خصوصاً دعوت دی جاتی۔ ایسی ہی سہانی اتوار تھی کہ شیخ القرآن ابوالحقائق حضرت پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کا شہرہ پورے لاہور میں ہوا۔ لوگ جوق در جوق پنڈال میں جمع

ہوئے۔ آپ اسٹیج پر تشریف لائے۔ سبحان اللہ کیا شان تھی۔ زلف و کاکل کے دائرے کے اوپر سفید دستار مبارک کا تاج' عقابی نگاہوں کی حد نگاہ تک سامعین پر گرفت' انتہائی خوبصورت نکھرتا چہرہ تصنع اور ریا کی گرد سے مکمل صاف' جوانِ رعنا کثیر علماء وفضلاء کے جھرمٹ میں باوقار چال کے ساتھ چلتا حسن و جمال کا پیکر جمیل' شانوں پر کاڑھے ہوئے سفید رومال کی سج دھج کے ساتھ اسٹیج پر تشریف لانے والا' منتظر نگاہوں کا محبوب جلوہ گر ہوا۔ فضا نعرہ تکبیر و رسالت سے جھوم اٹھی۔ لحن داؤدی کی لذت سے بھری ہوئی آواز میں خطبہ مسنونہ کانوں میں رس گھولنے لگا۔ خطبہ کے بعد گونج دار آواز میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پڑھا:

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں' نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

حاضرین کو احساس ہو گیا کہ آج فن خطابت کا شاہکار' خطبہ **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** کی کمال فصاحت و بلاغت کے گرد ھالہ بنائے گا۔ خطیب خطابِ الٰہی کے حضور' دورِ حاضر کا خطیب' شہیر نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرے گا اور عاشقانِ ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشام جانِ ایمان میں خوشبوؤں کے خُلّے بکھیرے گا۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ ہر شخص روزہ دار' پاک صاف ماحول' داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دامن کی چھاؤں اور درود وسلام کی مہکار میں مہکی ہوئی فضاء میں سائیں گوہر رحمۃ اللہ علیہ کا تراشیدہ گوہر' پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مہر کا مرکز' اللہ تعالیٰ کے محبوب کی فصاحت کے ذکر سے علم وفضل کے موتی بکھیرنے لگا۔ ہر ادا کا ذکر اور ہر بات کا تذکرہ سنتے حاضرین جھوم جھوم جاتے۔ نہ جانے بولنے والوں نے بادلوں کے کانوں میں یہ کیا کہہ دیا کہ وہ ساری فضا پہ کالی گھٹا کی صورت میں چھا گئے اور بھری ہوئی مشک کی طرح آنکھوں سے مینہ برسانے لگے۔ حاضرین میں ہلچل پیدا ہوئی تو خطیب ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے

فرمایا: یاد رکھو میرے اور تمہارے آقا ﷺ کے ذکر سے مسرور رحمت کی برسات ہونے لگی ہے۔ آج یہ برسات بھی نظارہ کر لے کہ ساری کائنات کے محبوب کے ذکر کے سحر میں مخلوقِ خدا یوں بیٹھی ہے جیسے

کوئی جانے منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

بس یہ فرمانا تھا کہ واقعی ان گنہگار آنکھوں نے دیکھا کہ دنیا پہ سحر چھا گیا' بادل برستا رہا اور جان جاناں کے ذکر جمیل سے سرشار مخلوق خدا بھی اپنی آنکھوں کے موتیوں سے قیمتی اشکوں کی برسات برساتی رہی۔ جب یہ سارے موتی بہتے بہتے ایک دھارے کی شکل اختیار کر گئے تو آپ نے وما علینا الا البلاغ کا آخری جملہ ارشاد فرما کر عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کو درود وسلام پیش کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ درود وسلام کے بعد دعا ہوئی اور یوں یہ لمحہ دنیائے عشق و مستی کے ایک نئے باب کا اضافہ فرما کر تاریخ میں امر ہو گیا۔

بولو! کچھ کہو! کوئی ایسا خطیب' کوئی ایسا مقرر' کوئی ایسا مبلغ نظر میں ہے۔ وہ خطیب ہی نہیں تھا وہ شیخ القرآن بھی تھا' وہ ابوالحقائق تھا' وہ پیر بھی تھا' وہ فقیر بھی تھا' وہ محبت رسول ﷺ کا پیکر جمیل بھی تھا' وہ تخلیق پاکستان کے مسافروں میں السابقون الاولون کا تاج پہننے والا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنوں' میرے کانوں کی سماعت اور میری آنکھوں کے نور میں سمانے والا کل بھی میری محبت کا مرکز تھا آج بھی ہے۔

کروڑوں رحمتوں کا سایہ اسے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین

دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
اپنے دونوں ہاتھ نکلے کام کے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

حضرت شیخ القرآن' ابوالحقائق علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سحر بیان خطیب' قادرالکلام مقرر' بے باک عالم دین' قرآن وحدیث اور علومِ دینیہ کے متبحر فاضل تھے۔ علمی اور تحقیقی گفتگو کے ساتھ خوش بیانی بہت کم کسی شخصیت میں جمع ہوتی ہے لیکن علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ دونوں وصف بدرجہ اُتم موجود تھے۔ بڑے بڑے علماء ان کے خطابات دم بخود ہو کر سنتے اور عوام الناس ہمہ تن گوش ہوتے تھے۔ ان کی طبیعت میں بلا کا سوز وگداز تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا انہیں مشکل سے مشکل مسائل نہایت عام فہم انداز میں بیان کرنے کا کامل ملکہ حاصل ہوتا تھا۔ موری دروازہ لاہور کے بیرونی باغ میں رمضان المبارک کے ہر اتوار کو آپ کا خطاب ہوتا تھا۔ میری طرح دوسرے سینکڑوں افراد کھڑے کھڑے آپ کا طویل خطاب سنتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا: ہم کہتے ہیں یہ درخت ہے' یہ لاؤڈ اسپیکر ہے' یہ مائیکروفون ہے۔ یہ تو درخت ہوا' یہ لاؤڈ اسپیکر ہوا اور یہ ہے کیا ہے؟ پھر اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: یہ ہے ہی تو ہے اور ہے کیا؟ مسئلہ وحدۃ الوجود اس عام فہم انداز میں بیان کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ صوفیو! ذرا غور سے سنو میں کیا کہہ گیا ہوں؟

اللہ تعالیٰ نے انہیں وجاہت اور محبوبیت کا بڑا وافر حصہ عطا فرمایا تھا اسی لئے احباب ان کی سخت سے سخت باتیں بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر جاتے تھے۔ اس کے برعکس بعض اوقات تواضع کا اظہار بھی بڑے دلکش پیرائے میں کر جاتے تھے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اجلاس میں ایک صاحب نے پرشکوہ الفاظ کے ساتھ آپ کا تعارف کرایا تو آپ نے خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا: میں بڑا تو نہیں ہوں لیکن کَبَّرَنِیْ

مَوْتُ الْکُبَرَاءِ بڑے لوگ دنیا سے چلے گئے تو لوگوں نے ہمیں بڑا سمجھ لیا۔ اس میں لطافت یہ تھی کہ یہ نہیں فرمایا کہ ہم بڑے بن گئے ہیں بلکہ فرمایا کہ لوگوں نے ہمیں بڑا سمجھ لیا۔

حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ غضب کا تھا۔ درس و تدریس کا سلسلہ ایک عرصہ سے ترک کیا ہوا تھا۔ اس کے باوجود منطق و فلسفہ کی اصطلاحات نوکِ زبان پر رہتی تھیں۔ ایک دفعہ معراج شریف کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے قبض زمان اور بسط زمان پر گفتگو کر رہے تھے کسی نے پرچہ بھیج کر پوچھا کہ یہ کس نے لکھا ہے؟ علامہ ہزاروی نے تفسیر کبیر کا حوالہ دیا اور ساتھ چند اور کتب سے بھی تفصیلی حوالے دیئے۔ راقم الحروف کو بہت دفعہ آپ کی تقریر سننے کے مواقع ملے اور ہر دفعہ عقیدت و محبت کو جلا ملی۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

- انسان آئینہ خریدتے وقت آئینے کو دیکھتا ہے پھر بار بار آئینے کو دیکھتا ہے اور گھر آ کر بھی آئینے کو دیکھتا ہے اس میں اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے آپ کو دیکھا اور شب معراج آپ کو اپنے پاس بلا کر دیکھا کہ اس آئینہ میں اپنا جمال دیکھا۔
- انسان زمین پر کھڑا ہوتا ہے اور اس کا علم عرشِ مجید تک پہنچتا ہے۔ جس ذاتِ اقدس کے قدم عرشِ مجید پر پہنچے ان کے علم کی رسائی کہاں تک ہوگی؟
- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں اور نور بھی' عرش سے آگے جانا آپ کی بشریت مبارکہ کا اعجاز ہے اور کھانا پینا' ازواج و دیگر تعلقات نورانیت کا معجزہ ہیں۔
- ایک دفعہ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تقریر کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد معراج پر گفتگو شروع کی لیکن پھر محدث اعظم کا ذکر شروع کر دیا۔ اجلاس کے بعد کمرے میں جا کر بیٹھے تو فرمانے لگے

کہ لوگ کہتے ہیں کہ یکسوئی حاصل نہیں ہوتی لیکن مجھے دوسوئی نہیں حاصل ہوتی۔ معراج شریف کا تذکرہ شروع کیا۔ ذہن پھر محدث اعظم کی طرف چلا گیا۔ اسی مجلس میں ایک قوال آ گیا اسے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ اس نے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی ایک غزل سنائی جس کا ایک مصرعہ تھا:

تن پیر گشت و آرزوئے دل جواں ہنوز

بار بار یہ مصرعہ سنا اور خود بھی اشکبار آنکھوں کے ساتھ پڑھتے رہے، مجلس پر عجیب کیف چھایا ہوا تھا۔

○ فرمایا: ایک مجذوب "پتے شاہ" کے ذریعے مجھے کشف قبور حاصل ہوا حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا تو مجھے ان کی قبر کو بوسہ دیتے وقت ان کے پاؤں دکھائی دیئے۔ حضرت پتے شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا جس نے حضرت صابر رحمۃ اللہ علیہ کے قدم دیکھے ہیں وہ بڑوں بڑوں کے سر دیکھے گا اور واقعی مجھے کئی بزرگوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔
کلیر شریف سے واپسی پر جینڈڑ شریف حاضر ہوا تو حضرت خواجہ گوہر دین رحمۃ اللہ علیہ نے سفر کے حالات اور مشاہدات کے بارے میں دریافت کیا میں نے دوسری باتیں تو بتا دیں لیکن کشف والا معاملہ گول کر گیا۔ حضرت سائیں گوہر دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کرید کرید کر پوچھا کچھ اور بتاؤ؟ تو بالآخر میں نے کشف کے بارے میں بھی بتا دیا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اور سچ مچ میرے پاس کچھ نہ رہا۔ ان سے تو کچھ نہ کہا البتہ ان کے حجام سے جو حضرت سے کسی قدر بے تکلف تھا کہلوا دیا کہ آپ حضرت صاحب خود تو کچھ دیتے نہیں جو دوسروں نے دیا تھا وہ بھی سلب کر لیا۔ جب حضرت صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو فرمایا: مولانا! آپ کا دل ہی ایسا ہو

جائے گا کہ تمام امور و حوادثات بغیر کشف کے اس پر عیاں ہو جایا کریں گے اور یہ کشف کی اعلیٰ قسم ہے۔ پھر خود ہی علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ہم اہل سنت و جماعت کو کشف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارا سماع موتی پر عقیدہ ہے جو کچھ کہنا ہو حاضر ہو کر کہہ دیا۔

علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ عموماً کسی شعر یا مصرعے کو بطور موضوع منتخب کر لیتے تھے اور پوری تقریر میں اس شعر کو بار بار پڑھتے تھے جس سے سامعین کو ہر دفعہ نیا لطف حاصل ہوتا تھا۔ کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: دوسرے علمائے کرام قرآن پاک کی دوسری سورتوں کی تفسیر ہیں اور میں سورۂ الرحمٰن کی تفسیر ہوں۔

جب آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا راقم اس وقت جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں مدرس تھا۔ شہادت کی خبر سن کر شدید صدمہ ہوا۔ اسی وقت حضرت پیر طریقت صاحبزادہ طیب الرحمٰن مدظلہ العالی کے ہمراہ روانہ ہو کر وزیر آباد پہنچا اور نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ راقم اگرچہ شعر و سخن کا ذوق نہیں رکھتا لیکن اس موقع پر جذبات نے اشعار کی صورت اختیار کر لی جو انہی دنوں حضرت علامہ مولانا عبدالحق غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''عقد الجید'' کے آخر میں شائع کر دیئے گئے تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن اشرفی مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ ملاقاتیں تو نہیں ہو سکیں چند بار خطاب سننے کا موقع ملتا رہا ہے۔ ایک دفعہ موچی دروازہ کے باہر باغ میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہونے والے جلسہ میں شرکت کی۔ وہاں پر حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب دل پذیر سنا بہت متاثر ہوا اور بڑی لذت آئی جو بیان سے باہر ہے۔ مجھے آج بھی ان کا یہ فقرہ یاد ہے۔ فرمایا: ''ہم ان کے ساتھ ہیں جو آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔'' اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی قبر کو منور فرمائے اور ہم

سارے حنفیوں کو ایک اور نیک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی صدر جمعیت علماء پاکستان

حضرت مولانا شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا تعلق تین حیثیت سے تھا۔ اول تحریک پاکستان، دوم تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء، سوم جمعیت علماء پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کے لئے میں نے ان کے ساتھ مل کر کام کیا۔

تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت نے بھرپور حصہ لیا خاص طور پر ۱۹۴۰ء کے قومی انتخابات میں مختلف سلاسل چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے سجادگان نے قائداعظم کے مطالبہ پاکستان کی حمایت کی اس موقع پر آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر بابو جی غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں دارالسلام پاکستان کے قیام کے لئے جدوجہد کی چونکہ حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم و مغفور اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ تھے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اس لئے انہوں نے اپنے پیرخانے کی ذمہ داری کو نہایت ہی احسن طریقہ اور جوش و خروش کے ساتھ نبھایا۔ ملک کے طول و عرض میں ...ورے کئے، پاکستان کے لئے ملک بھر میں جو کانفرنسیں منعقد ہوئیں آپ ان میں ہماری جمعیت کے ساتھ شرکت کرتے تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ۱۹۴۰ء منٹو پارک میں قراردادِ لاہور جس کو بعد میں قراردادِ پاکستان کا نام دیا گیا۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے احباب و اقرباء، ارادت مندوں اور برادرانِ طریقت کے عظیم لشکر کے ساتھ شریک ہوئے۔ میں نے بحیثیت صدر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن آل انڈیا مسلم لیگ کی کانوکیشن کمیٹی میں خلافت پاکستان کی سکیم پیش کی تھی جس میں خلاف علی منہاج النبوت کا جامع پروگرام بنا دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم و مغفور نے ہماری سکیم کا دلچسپی سے

مطالعہ کیا اور ہمیں ہر ممکن حمایت کا یقین دلایا اس لئے میرے ساتھ ان کا ایک خصوصی برادرانہ اور مخلصانہ تعلق تھا۔

علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان کو ملک بھر میں کامیاب بنانے کے ساتھ ساتھ وزیرآباد کو خصوصی طور پر مرکز دعوت وارشاد بنایا اور کئی پبلک جلسوں کا اہتمام کیا۔ مجھے یاد ہے کہ کیبنٹ مشن کے ارکان کی آمد کے موقع پر جب ہم قائداعظم کے نقطہ نگاہ کی بھرپور اشاعت کر رہے تھے تو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے غلہ منڈی وزیرآباد کے وسیع وعریض احاطہ میں ایک بہت بڑا عظیم اور مثالی جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔

آپ ۲۶، ۲۷، ۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس میں شریک ہوئے خطاب فرمایا اور قیامِ پاکستان کے بعد اہل سنت کی نمائندہ تنظیم جمعیت علماء پاکستان کے تاسیسی اجلاس میں شریک ہوئے اور تاحیات جمعیت علماء پاکستان کے مقاصد مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نفاذِ اسلام کے لئے مصروف عمل رہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و اخلاص کا اعتراف بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے بھی کیا تھا۔ وہ آپ کی دعوت پر وزیرآباد تشریف لے گئے تھے اور آپ کی جامع مسجد سے ملحقہ گراؤنڈ میں خطاب فرمایا۔ آپ نے قیامِ پاکستان کے لئے قربانیاں دیں اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ ایک بے مثال خطیب اور سچے عاشق رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ہر ملکی وملی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں حضور خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کو کتابِ الٰہی کے احکام و فرامین کی قطعیت اور ختمیت کو ماخذ آئین و قانون بنانے کے ساتھ ساتھ ختمیت احکامِ رسالت کو دوسرا ماخذ قانون تسلیم کروانے کے لئے انگریز کے خودساختہ امیر کی اطاعت کو مسترد کرنے اور تمام اہل اسلام کو جمع کرنے کی تحریک شروع کی تو علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک کے مطالبات منوانے کے لئے ملک بھر کا دورہ کیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت

کیں۔اس تحریک کے دوران خصوصی طور پر میری ذات کے ساتھ محبت کی وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جب مجھے سزائے موت ہوئی تو آپ نے سجادہ نشین گولڑہ شریف اور حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ تونسہ شریف کو مل کر اس مقصد کے لئے تیار کیا کہ وہ حکومت وقت کو مجبور کریں کہ وہ میری سزا کی منسوخی کا اعلان کرے۔میری رہائی کے لئے آپ نے ہر ممکن قربانی کا اعلان کیا۔ مجھے مولانا مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا تھا کہ ان کی تحریک پر علماء ومشائخ نے کمانڈرانچیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور حکومت کے عمائدین پر دباؤ ڈالا گیا۔ بیرونِ ملک مختلف سربراہانِ ممالک کو ٹیلی گرام دیئے گئے ان کی مداخلت اور مختلف جرنیلوں کے دباؤ پر میری سزا کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ موت کے ظالم ہاتھ نے ان کو ہم سے چھین لیا ورنہ وہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو حکومت کی جانب سے ہمارے مطالبات کی آئینی منظوری کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے جس کے لئے پہلے ۱۹۵۳ء پھر ۱۹۷۴ء میں تحریک چلائی گئی تھی۔

جمعیت علماء پاکستان کے اہم عہدوں پر آپ نے کام کیا۔ مرکزی صدر منتخب ہوئے اور پھر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد ہونے پر آپ نے اہل سنت کے اتحاد کی خاطر رضا کارانہ طور پر استعفیٰ دے دیا اس کے باوجود آپ کا مقام ومرتبہ بلند و بالا رہا۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ صدر منتخب ہونے کے بعد آپ سے ہر طرح کا مشورہ کرتے۔۱۹۷۰ء میں مجھے جمعیت علمائے پاکستان پنجاب کا کنوینئر پھر صدر منتخب کیا گیا تو میں نے حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم ومغفور کے خلف الرشید مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کو مجلس عاملہ اور شوریٰ کا رکن مقرر کیا تاکہ وہ اپنے والد ماجد کے کارناموں کے تسلسل کو قائم رکھ سکیں۔

دیگر خدمات کے علاوہ مولانا ایک زبردست عالم اجل اور معلم علوم الٰہیات تھے ان کے دورہ تفسیر قرآن مجید میں ہر سال ملک بھر سے علماء وطلبہ شامل ہوتے تھے۔

مولانا مرحوم اپنے درس کے ضروری اشارات و نوٹس لکھواتے تھے آج بھی ان نوٹس کو ایک زبردست علمی و تحقیقی حیثیت حاصل ہے۔ درس و تدریس کے علاوہ آپ کی فصاحت و بلاغت اور شہرہ آفاق خطابت کے نقوش آج تک علماء و محققین کے قلوب میں ثبت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں خطابت کا وہ ملکہ عطا کیا تھا کہ وہ علمی حقائق کو علماء میں اس طرح سمو دیتے تھے کہ علم الیقین، حق الیقین اور عین الیقین کے مراحل طے کرتے تھے۔ آج تک عرس مبارک آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ بھور شریف میں ان کی تقریر دل پذیر کا نقشہ یاد ہے جس میں انہیں نے نفس امارہ کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کو ختم کرنے کے لئے نورِ ایمان و ایقان کی ضرورت پر دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے تھے۔ آج ہمیں پھر علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے وہ تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کی عملی اور مجسم تصویر تھے:

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ قرآن و سنت کی بالادستی چاہتے تھے جس کے لئے آپ نے زندگی بھر جدوجہد کی۔ آپ کے متعلق تو حضرت پیر سیدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف نے بڑا عالم دین بننے کی پیشین گوئی کی تھی اور خصوصی دعاؤں سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات و مراتب بلند فرمائے۔ (آمین) آپ کے وصال کے بعد مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی اپنے والد ماجد کے جانشین بنے ان کی تقریر میں والد محترم کا سا رنگ اور شکل و شباہت، گفتگو، چال ڈھال میں وہی نقشہ موجود ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں والد ماجد کا صحیح مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

مولانا محمد عبدالشکور رضوی شاہدرہ لاہور

آج کوئی عالم دین اپنے آپ کو مولوی کہلانے کے لئے تیار نہیں۔ حقیقت یہ

ہے کہ حضرت شیخ القرآن استاذ العلماء قبلہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ساری زندگی میں فخریہ طور پر ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں مولوی ہوں اور نبی علیہ السلام کا گدا ہوں اور ان کے دین کی خدمت کر رہا ہوں۔ آپ علماء کرام کے لئے ایک نمونہ اور مشعل راہ چھوڑ گئے ہیں۔ آپ ہمیشہ علماء کو درس دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ دنیا میں زندگی اس طرح گزارو کہ دنیا سے جاتے وقت لوگ کہہ اٹھیں کہ واقعی دنیا سے عالم دین چلا گیا ہے۔ آپ نے وزیرآباد کو محبت کا مرکز اور اہل سنت کے لئے نمونہ بنا دیا۔ آج بھی جب وزیرآباد سے گزریں تو کانوں میں یہ صدائیں گونجتی ہیں کہ یہ وہ شہر ہے جہاں ایک عاشق رسول ﷺ نے زندگی گزاری ہے۔ وزیرآباد کی فضائیں اور ہوائیں گواہ ہیں کہ دورہ تفسیر قرآن پاک پڑھانے کا زمانہ آتا تو ملک بھر سے بڑے بڑے علماء اور مشائخ داخلہ لینے کے لئے آپ کے پاس تشریف لاتے اب پاکستان میں اس طرح کا دورہ قرآن پاک کہیں نہیں ملتا جب عشق مصطفیٰ ﷺ کے چشمے جاری ہوتے' قرآن پاک سے شانِ مصطفیٰ ﷺ پر دلائل کے انبار لگاتے تو علماء حیران ہو جاتے۔ فرماتے میں تمہیں وہ حوالے لکھوا رہا ہوں جس کا فائدہ تمہاری پشتوں کو بھی ہوگا۔ آج بڑے بڑے بے مثال مدرس اور خطیب موجود ہیں مگر ان میں ایک بھی آپ جیسا نہیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو علم کا چراغ میں نے جلایا ہے اس میں تیل گولڑہ شریف کا پڑا ہوا ہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر عبدالصبور ہزاروی منشور

آستانہ عالیہ سالک آباد حسن ابدال

میرے استادِ محترم اور مخدوم مکرم سید المحققین' زبدۃ العارفین' استاد العلماء' حجۃ الکاملین' علامہ شیخ القرآن' ابوالحقائق حضرت پیر محمد عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ'

العزیز کی پُروقار شخصیت ایک جامع اور منفرد حیثیت کی حامل' نور و بصیرت اور علم وعمل کا حسین شاہکار تھی۔ آپ بڑے معاملہ فہم' دوراندیش' ذہین وفطین تھے۔ آپ طبعی طور پر وجیہ' نفاست پسند' خوش گفتار اور خوش پوش بزرگ تھے۔ یہ انفرادیت آپ کو علماء کرام اور مشائخ عظام میں ہمیشہ ممتاز رکھتی تھی۔ آپ ذکر وفکر حق گوئی بے باکی' تدریس وخطابت اور رشد وہدایت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے' اپنے وقت کے بے مثال شعلہ نوا خطیب اور بے نظیر نکتہ آفریں محقق تھے۔ عشق الٰہی کی سرشاریوں' بارگاہِ رسالت ﷺ کی سرمستیوں نے ان کی سیرت وکردار میں سورج کی تابناکی اور نگاہوں میں جلالِ خداوندی کی جھلک پیدا کر دی تھی۔ تبلیغ دین' فقہ کی تعلیم وتدریس' مسلک اہل سنت کی پاسبانی اور اصلاحِ معاشرہ کی تحریک میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ سیاسی فضاؤں سے سماجی ماحول تک دین حق کی شمع روشن کیں عشق رسول ﷺ کے نغمے گونجے اور بزرگانِ دین سے عقیدت کے پھول کھلے۔ اس نیازمندی میں خلوص وعقیدت کا درجہ اس قدر بلند رہا کہ بدترین دشمن بھی آج تک شیخ محقق اور استادِ مکرم کی مخلصانہ اور فقیرانہ خدمات کے منکر ہونے کی جرأت نہیں کر سکے۔

برگزیدہ دوراں' قطب زماں' رازی وقت' حضرت اقدس قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کی عظیم شخصیات میں سے تھے۔ بندہ مومن کی نمایاں خصوصیات' حق گوئی وبے باکی' صداقت شعاری' ان کے کردار کے اجزائے ترکیبی تھے۔ آپ نے زندگی بھر کسی مادی فائدے کے لئے یا دنیاوی طمع ومنافع کی خاطر حق وصداقت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ سیاست ہو یا مذہب دونوں میں بے حد نڈر اور بے باک حق گو تھے۔ زندگی کے آخری لمحات تک سیّد دوعالم ﷺ صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور سرکار غوثِ اعظم کی محبت لازوال اور عشق بے مثال کی دولت سے مالامال رہے۔ عشق رسول ﷺ اور محبت اہل بیت کے ضمن میں فخریہ فرماتے تھے میری آرزو ہے کہ کارکنانِ قضا وقدر کی

طرف سے مجھے اہل بیت کا میراثی کہہ کر پکارا جائے۔ میرے لئے اس سے بڑا اعزاز اور کوئی نہ ہوگا۔ پھر شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی الہامی اور مقبول رباعی جھوم جھوم کر ترنم سے پڑھتے:

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامان آلِ رسول

وعظ و تقریر کے دوران شعر خوانی اور والہانہ ترنم ریزی آپ کا خاصہ اور محبوب انداز تھا۔ سننے والوں پر بھی ایک کیفیت طاری ہو جاتی لیکن خود شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی کیفیت الفاظ میں مقید نہیں ہو سکتی اور فرماتے کہ شعر کا تکرار میرے اندر چشتیت کا فیضان ہے اور یہی میرا عمل نجات ہے۔ خطابت کا انداز انوکھا اور دل پذیر تھا۔ ہر جملے کا محور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اور ہر شعر کا مرکزی خیال اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تھا۔ آپ زندگی بھر سرکاری درباری مشائخ و علماء کے طلسم سے مسحور نہ ہو سکے۔ کچھ ابن الوقت لوگ جب قبلہ عالم کو حکومت وقت سے تعاون اور سرکاری و درباری مشائخ و علماء کے نقش قدم پر چلنے کا مشورہ دیتے تو آپ مسکرا کر قلندرانہ انداز میں فرماتے: یہ ٹھیک ہے۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا

فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

لیکن میرے لئے یہ سادہ لباس اور حجرہ کی چٹائی تخت سلیمان سے بہتر ہے۔

جو بچھ گیا ہو کوچہ دیوار یار میں

اس بوریئے پر تخت سلیمان نثار ہیں

طریقت و معرفت کا بیان ہو یا نزاعی مسائل کا ذکر آپ کی نقطہ آفرینی ہمیشہ قابل داد ہوتی تھی۔ یومِ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں ایک جلسہ میں فرمایا: ہم ان کو مانتے ہیں جو زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی رہے اور اب بھی ان کے ساتھ ہیں۔

علماء و مشائخ عظام بالعموم گولڑہ شریف، جینڈ ڑ شریف، علی پور شریف، شرقپور شریف بالخصوص آپ کے طرزِ بیان حسن اور دادِ فکر کے شیدائی تھے۔ دربارِ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف میں ۳۵ سال تک وعظ کہنے کا اعزاز شرف آپ کا ہی حصہ ہے۔ بڑے اشتیاق و عقیدت سے جینڈ ڑ شریف حاضر ہوتے اور وہاں کی تقریبات میں شامل ہوتے۔ فرماتے: مجھے یہاں سے وہ دولت اور نعمت حاصل ہوئی جو بادشاہوں کے خزانوں میں سے نہیں ملتی اور جس کے لئے میں زندگی بھر سرگرداں اور متلاشی رہا۔ گو آج قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ ہم میں جلوہ گر نہیں لیکن ان کے فیوض و برکات کا چشمہ آج بھی جاری و ساری ہے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی خطیب اعظم گوجرانوالہ

خزینہ علم و عرفاں استاذ العلماء و مشائخ رئیس الفلاسفہ شیخ القرآن ابوالحقائق خواجہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض جس طرح آپ کی زندگی میں جاری و ساری رہا آج بھی جاری ہے۔ آپ کے پروردہ ہزاروں مدرسین علماء خطباء شیخ الحدیث دنیا بھر میں دین متین کی خدمت پر مامور ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں آپ جیسا مدرس نہیں دیکھا کہ جس کے سامنے بڑے بڑے علماء گھٹنے ٹیکنے میں فخر محسوس کرتے ہوں۔ آج ہماری جماعت میں آپ جیسا کوئی مدرس نہیں جو بیک وقت عالم باعمل، محقق واعظ، پیر، مفتی، محدث، مفسر، شاعر، ادیب، فقیہ، منتظم، سیاستدان اور سب سے بڑھ کر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ آپ کا وجود ہماری جماعت کے لئے ایک سند کی حیثیت رکھتا تھا۔ جامع مسجد غوثیہ کے درودیوار گواہ ہیں یہاں ہزاروں علماء نے آ کر وعظ کئے مگر علامہ ہزاروی جیسا وعظ کسی نے نہیں کیا۔ جو سوز و کیف آپ کی تقریر میں ہوتا تھا اس کی نظیر اب ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ میں نے آپ جیسا حسین عالم نہیں دیکھا۔ سفید شلوار قمیص میں ملبوس سر پر خوبصورت پگڑی سجا کر جلسوں میں رونق افروز ہوتے تھے تو علماء دیکھتے ہی پکار اٹھتے تھے کہ واقعی سلسلہ چشتیہ کا بدر تاباں طلوع ہوا ہے۔ دبدبہ اور رعب اس قدر تھا کہ

میں نے دیکھا بڑی بڑی عظمتوں والے علماء بڑے بڑے مناصب کے حامل مشائخ آپ کے سامنے ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ خطاب فرماتے تو علماء کا جم غفیر ہوتا تھا سب پر چھا جاتے۔ ایک بار گوجرانوالہ میں خطاب فرما رہے تھے اور قبر کے اندر کئے جانے والے سوالات کا ذکر ہو رہا تھا۔ ایک شخص نے چٹ دی جس پر لکھا تھا کہ قبر کے سوال میں ما کنت تقول فی حق ھذا الرجل کے سوال میں آپ لوگوں کا موقف ہے کہ نبی علیہ السلام تشریف لاتے ہیں یہاں تو لفظ رجل آیا ہے؟ آپ نے کمال فراست سے فوراً فرمایا کہ رجل کا لفظ بھی ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے کہ رجل روح اور جسم دونوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قبر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ نہیں یا روحانی طور پر نہیں بلکہ روحانی وجسمانی یعنی مع روح وجسم کے تشریف لاتے ہیں۔

علماء سمجھتے ہیں کہ آپ صرف ایک مدرس، محقق، مدقق، فقیہ، خطیب تھے لیکن میں کہتا ہوں کہ وہ ایک ولی کامل تھے۔ میں آپ کی کرامت کا چشم دید گواہ ہوں۔ آستانہ عالیہ کیلیانوالہ شریف کا سالانہ عرس تھا۔ بڑے بڑے علماء ومشائخ اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ حضرت خطاب فرما رہے تھے کہ دورانِ تقریر بارش کے آثار ظاہر ہوئے۔ چاروں طرف بادلوں کی گرج چمک کی وجہ سے سب پریشان ہو گئے۔ منتظمین بے چین تھے۔ چند قطرے بارش کے گرے بھی، لوگوں نے اٹھنے کی کوشش کی تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب بیٹھ جاؤ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ بارش نہیں ہوگی۔ یہ بادل تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک سننے آئے ہیں۔ آپ نے جس اطمینان اور سکون بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا علماء حیران ہو گئے۔ آج آپ نے کتنی بڑی بات کہہ دی ہے، بارش تو بس شروع ہونے والی ہے لیکن دیکھنے والے حیران وششدر تھے۔ آپ کا خطاب جاری رہا بادل گرجتے رہے دو گھنٹے سے زائد خطاب فرمایا مگر دورانِ خطاب بارش نہ ہوئی۔

گم گشتگان راہِ ہدایت اور کج راہوں کو راہِ راست پر لانا آپ کی حیات

مبارکہ کا عظیم مشن تھا۔ متعدد بار دیکھا کہ آپ کی تقریر سن کر اجتماعِ عام میں لوگ کھڑے ہو کر اپنے مسلک سے تائب ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ جن احباب نے آپ سے اکتسابِ علم کیا وہ تو آپ کی عظمت و رفعت کے معترف ہیں ہی دیگر مسالک کے اہلِ علم کو بھی آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے دیکھا ہے۔

حضرت مولانا عبدالغفار صابری

برادر مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہور

از پئے سردار احمد بازوے بالضرور
یک نگاہ لطف فرما سیّدی عبدالغفور

میں نے استادِ مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا آپ نے مجھے خصوصی طور پر فرمایا کہ وزیر آباد چلے جاؤ۔ چنانچہ میں آپ کے حکم پر وزیر آباد حاضر ہوا اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھا۔

ایک روز دورانِ تدریس حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دورہ تفسیر قرآن مجید کے آغاز کے بارے میں فرمایا کہ میں دورہ حدیث کی غرض سے دہلی گیا لیکن طبیعت مطمئن نہ ہوئی۔ ایک روز مولانا سردار احمد صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے بریلی شریف جانے کا مشورہ دیا چنانچہ میں نے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ ایک روز استادِ گرامی نے طلبہ سے کہا کہ ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی کو بلا کر لاؤ۔ جب میں استادِ محترم کے پاس حاضر ہوا تو فرمایا: تو ابوالحقائق ہے۔ (چنانچہ یہ کنیت مجھے استادِ گرامی نے عطا کی) میں اجمیر دارالخیر گیا وہاں مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں ایک طالب علم علاقہ پنجاب ضلع گورداسپور کا رہنے والا ہے اس کا نام سردار احمد ہے تم اور وہ دونوں جوہر قابل ہو میں امید کرتا ہوں کہ جب اپنے اپنے

علاقے میں جاؤ گے تو دین کی خوب خدمت کرو گے۔ چنانچہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ مولانا سردار احمد صاحب نے تو دورہ حدیث شروع کر کے استادِ گرامی کا فرمان پورا کر دیا ہے لیکن میں نے کچھ نہیں کیا اس پر آپ نے اپنے مخصوص انداز میں یہ شعر پڑھا:

ماو مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق
او بصحرا رفت مادر کوچہ ہا رسوا شدیم

فرمایا: جب میں نے دورہ تفسیر قرآن پڑھانے کا اعلان کیا تو پہلی ملاقات محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ڈنگہ گجرات کے ایک جلسہ میں ہوئی۔ آپ نے مجھے گلے لگا لیا اور فرمایا: مولانا! حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان اب پورا ہو چکا ہے جو طالب علم مجھ سے دورہ حدیث پڑھے گا وہ آپ سے دورہ تفسیر القرآن مجید پڑھے گا۔

حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ دونوں کو حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت ملی تھی اس لحاظ سے دونوں آپس میں استاد اور پیر بھائی تھے اور ایک دوسرے سے بہت محبت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ پکی ماڑی فیصل آباد کے دربارِ اقدس سے متصل مسجد میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کے بعد دعا فرمائی کہ الٰہی! اس صاحب مزار کا صدقہ اور ایک ولی کامل جو شہر میں بیٹھا ہے اس کے ماتھے کے نورانی محراب کا صدقہ ہم پر کرم فرما۔ حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے محبت بھرے لہجے میں ہزاروی صاحب کے بارے میں فرمایا: ہزاروی صاحب! موجی مولانا ہیں بعض اوقات ایسی بات کر جاتے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے اور پھر اس طرح دامن بچا کر نکل جاتے ہیں کہ عقل اور بھی حیران ہو جاتی ہے۔

حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر رسم قل خوانی پر حضرت شیخ القرآن

رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر میں فرمایا: پاکستان کے اس حصہ (مغربی پاکستان) میں بریلی کے پڑھے ہوئے تین عالم آئے ہیں۔ ایک محدث اعظمؒ دوسرا اشارہ اپنی طرف اور تیسرے مولانا غلام جان صاحب لاہور والے باقی کوئی امروہے کا پڑھا ہوا ہے' کوئی مرادآباد کا تو کوئی دہلی کا۔ فرمایا: میری جماعت میں اور بھی شیخ الحدیث ہیں کئی حضرات کے نام لئے لیکن فرمایا کہ جو مقناطیسی قوت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں تھی وہ کہیں نہیں ہے۔ ایک بار مولانا محمد سلیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد جھال خانوآنہ والا میں تقریر کرتے ہوئے صاحبزادہ محمد فضل رسول صاحب اور ان کے بھائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں ان کی عزت اس لئے کرتا ہوں کہ وکان ابوھما صٰلحًا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ۱۹۳۴ء میں جب مسجد وزیر خاں میں دیوبندیوں سے حفظ الایمان کی عبارت پر مناظرہ ہوا' مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کو آنا تھا مگر نہ آئے۔ اہل سنت کی طرف سے مولانا حشمت علی خاں مناظر طے پائے۔ اس موقع پر حضرت صدر الشریعہ نے مجھے (شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو) فرمایا کہ مولوی حشمت علی کو مناظرہ رشیدیہ کا تکرار کراؤ اور ساتھ فرمایا کہ اگر آج مولانا سردار احمد یہاں ہوتے تو میں یہ تکرار کرانے کے لئے ان سے کہتا۔ ان واقعات سے ان بزرگوں کے مقام کا پتہ چلتا ہے کہ استاد کی نظر میں ان کا مرتبہ کتنا بلند تھا اور باہمی طور پر ایک دوسرے سے کس قدر محبت کرتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تو بیک وقت مفسر قرآن' مناظر' مفکر' مدبر' مقرر' صوفی' خوش اخلاق' خوش مزاج اور تمام صفاتِ حسنہ بدرجہ اتم آپ میں موجود تھیں۔ جب بھی دیکھا آپ خوش نظر آئے اور ہمیشہ خوش آوازی کو پسند فرمایا۔

جناب قاضی عبدالمصطفیٰ کامل روزنامہ نوائے وقت لاہور

شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ان نادرروزگار شخصیتوں میں سے تھے جو کسی قوم میں صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ آپ بلند پایہ خطیب تھے۔ زبان

میں بلا کا جادو اور لہجے میں شہد کی سی شیرینی تھی۔ ان کی تقریر عشق مصطفیٰ ﷺ کے سوز میں ڈوبی ہوئی ہوتی۔ دورانِ تقریر پورے مجمع پر ایک ایسا سحر طاری کر دیتے کہ ہر نفس ان کے آگے مسحر معلوم ہوتا۔ ان کو سامعین کے جذبات پر اس طرح قابو تھا کہ وہ انہیں موضوع کی مناسبت سے بیک وقت ہنسا بھی لیتے اور رلا بھی لیتے۔ ان کی تقریر کے دوران سامعین کو بور ہونے کا موقع کبھی نہ آتا بلکہ لطف و کیف کا ایسا سماں بندھ جاتا تھا کہ وہ گھنٹوں بولتے رہتے اور سننے والے وجد کرتے رہتے۔ آپ کی تقریر کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ افسانوی قصے کہانیوں کی بجائے قرآن و حدیث کی بات کرتے رہتے۔ اسوۂ رسول ﷺ پیش کرتے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات حالاتِ زندگی سناتے یا آئمہ کرام اور بزرگانِ دین کی تبلیغی کاوشوں سے مثالیں پیش کرتے۔ تصوف کی طرف آپ کا رجحان نمایاں تھا اور یہ پہلو آپ کی تقریروں میں بھی جھلکتا تھا۔ سلوک کی راہ میں پہلا درس توجہ کا ایک نقطے پر مرکوز ہوتا ہے اور علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سامعین کی توجہ دورانِ تقریر ہمیشہ ایک مرکز پر باندھے رکھتے یوں ان کی تقریر سننے والے غیر شعوری طور پر سکونِ قلب اور ایک روحانی کیف اور شگفتگی لے کر واپس آتے۔ مثلاً اپنی تقریر کے دوران ایک شعر کو ساری تقریر کا مرکز بنا لیتے اور مضمون کی مختلف وسعتوں اور جہتوں میں گھومتے ہوئے بار بار اس شعر پر آتے اور ہر بار جب وہ شعر پڑھتے تو خود بھی وجد میں بے خود سے معلوم ہوتے اور سارا مجمع بھی کیف و سرور کی فضا سے لبریز ہوتا۔ ہر بار جب آپ شعر پڑھتے یہی کیفیت پیدا ہوتی۔ تقریر میں قرآنی آیات پڑھنے کا انداز منفرد اور نہایت دلکش تھا۔ الغرض وہ ایک صاحب طرز جادو بیاں خطیب تھے۔

علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہتے ملک کی سیاسی صورتحال قومی مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار مجلسی گفتگوؤں میں بھی اور عوامی اجتماعات میں بھی کیا کرتے تھے۔ نئی معلومات حاصل کرنے اور وقت کے نئے

تقاضوں کے چیلنج قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ مسائل اور نظریات پر تازہ لٹریچر کا مطالعہ بھی کرتے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ وزیر آباد میں اپنے مکان پر چند خصوصی احباب کو دورانِ گفتگو بتایا کہ میں نے سوشلزم کے موضوع پر تمام ضروری لٹریچر کا مطالعہ کرلیا ہے۔ آخری دو سال آپ کی تقریر سننے والے اور بیانات پڑھنے والوں کو اس بات کا اندازہ ہوگا کہ سوشلزم کے رد میں آپ کی گفتگو کتنی مؤثر اور جامع ہوتی تھی۔ آپ کو کئی سوشلسٹ مولویوں اور لیڈروں نے بڑی بڑی پیش کش کیں لیکن آپ کا یہی جواب ہوتا کہ وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہیں چھوڑ سکتے۔ غالباً اکتوبر نومبر ۱۹۶۹ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں احباب کی ایک مجلس میں فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ سوشلزم اور اسلام کی موجودہ کش مکش میں سوشلزم تو ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا لیکن ان کے کچھ عرصہ بعد یہ فتنہ نئے حربوں کے ساتھ شدت سے سر اٹھائے گا اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اب چند برس بیٹھ کر ایسے ٹھوس عالم تیار کر جاؤں جو کم از کم آئندہ پچاس برس تک سوشلزم کے خلاف نبرد آزما سکیں اور ملک کو سوشلزم سے بچا سکیں۔ آپ محکمہ اوقاف کے سخت خلاف تھے اور اس کی موجودہ ہیئت کو نص قطعی کے خلاف سمجھتے تھے۔ اپنی نجی مجلسوں میں کہا کرتے تھے کہ ایوب خاں نے محکمہ اوقاف قائم کر کے سوشلزم کی طرف پہلا قدم اٹھایا ہے اور دین کو قومیانے اور سرکاری بنانے کی سازش ہے۔ خصوصاً جب سے اس محکمہ کی سربراہی پر یادش بخیر مسعود کھدر پوش صاحب براجمان ہوئے۔ آپ بہت مضطرب تھے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علمائے حق پر محکمہ اوقاف کی زیادتیاں بڑھتی گئیں اور علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں میں بھی محکمہ اوقاف پر تنقید شدت اختیار کر گئی۔ آپ کی تقریر کا ایک جملہ تاریخی محاورہ بن گیا تھا۔ آپ نے کہا تھا: محکمہ اوقاف کو شریعت کے مطابق موڑ دو یا پھر اسے توڑ دو۔

حضرت مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ لاہور

حضرت مولانا ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ملت اسلامیہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ آپ کے وصال پا جانے سے سنیوں کا قافلہ یتیم ہوگیا ہے۔ آپ ایک متبحر عالم، تحریک پاکستان کے نڈر مجاہد اور لاثانی خطیب تھے۔ قائداعظم اور لیاقت علی خاں کے ہمراہ پاکستان کے قیام کے لئے جدوجہد اور ساری عمر تبلیغ و وعظ کرتے رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں ایوب اور سوشلزم کے خلاف خلوص اور جذبہ کے ساتھ علماء حق کی قیادت سنبھالی اور جو ولولہ انگیز تقریریں کیں ان کی یاد برسوں ہمارے دلوں کو گرماتی رہے گی۔ اس دور میں جبکہ لادینی تحریکیں سر اٹھا رہی ہیں قوم کو آپ کی رہنمائی کی سخت ضرورت تھی۔

حضرت مفتی عبدالواحد عباسی سکندری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ قادریہ سکندریہ سکھر سندھ

مجاہد تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت ابوالحقائق علامہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی قادری گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ آپ اہل سنت کی عظیم الشان علمی شخصیت اور ملی اکابرین میں سرفہرست ہیں۔ جہاں تک حضرت سے میری پہلی ملاقات کا تعلق ہے وہ ۱۹۶۰ء میں شہر سکھر باب الاسلام سندھ میں ہوئی۔ اس وقت میں عربی کا ابتدائی طالب علم تھا۔ آپ کی شخصیت کا چرچا سن کر آپ کی تقریر سننے کے لئے حاضر ہوا۔ جیسا نام سنا اس سے کہیں زیادہ پایا۔ آپ کی تقریر دو حصوں پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ پہلا حصہ خالص علم کے لئے علمی تحقیقات مثلاً نحو، منطق اور فلسفہ و تصوف اور علم الکلام کے نکات پر مشتمل ہوتا تھا اور دوسرا حصہ جذب، ذوق، محبت، عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور وجدانی کیفیت سے بھرا ہوا ہوتا یہاں تک کہ مرد، عورت، چھوٹا، بڑا تقریر سن کر جھوم اٹھتا۔ آپ اپنی تقریر میں ترنم کے ساتھ اشعار پڑھتے اور فرماتے کہ اب میں ہجے کرتا ہوں تاکہ چھوٹا اور

بڑا محظوظ ہو اور سب کو سمجھ آ جائے۔

ایک مرتبہ آپ کے خطاب سے پہلے ضلع سکھر کے اے ڈی ایم جو مکتبہ فکر دیو بند سے تعلق رکھتے تھے مخالفوں کے ایماء پر آپ کی تقریر سے پہلے لمبی چوڑی تمہید باندھ کر نماز، روزہ اور اصلاحِ احوال کے بہانے حضرت کا وقت ضائع کرنے لگا۔ جب آپ خطاب فرمانے لگے تو اس افسر پر ایسے برسے کہ شرم کے مارے افسر نے سر جھکا لیا اور آپ کی تقریر ختم ہونے پر معذرت مانگ کر آپ کا مرید ہو گیا۔ سکھر میں آپ کا خطاب تین تین چار چار روز مسلسل جاری رہتا تھا۔ الغرض علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سکھر والوں کے محبوب ترین خطیب اور انقلاب برپا کرنے والے فاضل تھے۔

صاحبزادہ پیر عتیق الرحمٰن فیض پوری آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف میر پور

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمارا کئی طرح کا تعلق ہے۔ میرے لئے یہ تعلق حرفِ آخر ہے کہ جب آپ قیامِ پاکستان سے قبل گجرات شہر میں درس و تدریس کے فرائض ادا کر رہے تھے تو میرے والد گرامی قدر نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے تھے۔ میرے والد ماجد حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ان کی درخواست پر آپ اکثر و بیشتر اور ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۰ء تک مسلسل سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ڈھانگری شریف تشریف لاتے رہے۔ استاد آج بھی بہت ہیں اللہ تعالیٰ سب اہل نظر واساتذہ کرام کو زندہ وسلامت رکھے۔ میرے والد شاگرد ہونے کے ناطے سے اپنے استادِ مکرم کا اس قدر ادب و احترام کرتے۔ عرس مبارک کے اختتام پر آپ کو الوداع کہنے کے لئے باہر کافی دور تک ساتھ ساتھ چلتے اور اس وقت تک واپس تشریف نہ لاتے جب تک آپ کی سواری نظر آتی رہتی۔ مجھے بڑی اچھی طرح سے یاد ہے کہ ایک مقام پر جلسہ ہو رہا تھا میرے والد مکرم تشریف فرما تھے۔ ایک مقرر تقریر کر رہے تھے دورانِ گفتگو اس مقرر نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا اس نے آپ کے نام

کے ساتھ حضرت اور صاحب کے الفاظ بھی بولے تھے۔ میرے والد ماجد نے اسی وقت فرمایا جو حضرت کا تعارف ان کی شایانِ شان نہیں کراتا وہ میرے سامنے نہ بیٹھے اٹھ کر میری مجلس سے نکل جائے۔

آپ وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جن کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے والے نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام میں موجود ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تقریر ایک کمال وفن ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہے نواز دیتا ہے۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کمال سے خوب نوازا۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کا خطاب سنا کرتا تھا۔ آپ کے خطاب کو سننے کے لئے علماء بھی آتے اور عوام بھی جوق در جوق آتے۔ جس نے ایک بار آپ کا خطاب سن لیا وہ مرتے دم اسے یاد کرتا ہے۔ ہندوستان میں بڑے بڑے مقرر گزرے ہیں آج بھی ان کا بڑا شور ہے لیکن مولانا ظفر علی خاں نے اس شعر کے بعد

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمدؐ کے نور کا

بڑے تدبر، تفکر اور سوچ کے بعد یہ بھی کہا تھا:

بند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ
کیا ان سے ہو مقابلہ اس بے شعور کا

آپ چشتی ہیں لیکن آپ کے پاس چاروں سلاسل ہیں۔ میں بجا طور پر یہ کہتا ہوں کہ آپ اس شخصیت کے مالک تھے کہ جس اسٹیج پر تشریف لے جاتے خواہ چشتیوں کا ہو نقشبندیوں کا، سہروردیوں یا قادریوں کا ہو ہر ایک آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور آپ کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش کرتا تھا۔ ایک بات آپ کے اندر بڑی نمایاں تھی کہ آپ اپنی نسبت اور عقیدہ کا بھرپور طور پر اظہار فرماتے تھے۔ آپ کے یہ الفاظ میں نے کئی بار سنے فرماتے تھے: یہ کمال تاجدار گولڑہ اور مجدد بریلوی کا ہے۔

اگست ۱۹۶۴ء میں میرے جدامجد کے چہلم کے موقع پر آپ نے جو تقریر ارشاد فرمائی اس وقت سے لے کر آج تک ہمارے خاندان کے تمام احباب کو آپ کی تقریر کا ایک ایک جملہ یاد ہے اس روز آپ کے خطاب فرمانے کا انداز بڑا ہی منفرد اور جامع تھا۔ ہمارے اسٹیج پر دو تقاریر نمایاں ہوا کرتی تھیں۔ ایک مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ دوسری اور آخری تقریر آپ ارشاد فرماتے تھے مجھے آج بھی وہ گفتگو یاد ہے جو ان دنوں بزرگوں کے درمیان اسٹیج پر خطاب سے قبل ہوئی تھی وہ سارے مناظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ مسلک اور عقائد اہل سنت کی جس انداز سے اشاعت فرماتے وہ انہی کا حصہ ہے۔ آج جتنے بھی اہل علم اور اہل نظر ہیں تبلیغ دین، اشاعت علم واسلام کے لئے انہیں اس اخلاص اور عاجزی وانکساری کا اظہار کرنا چاہئے جو آپ کے اندر پایا جاتا تھا۔

جہلم میں مہاجرین کی بستی میں سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب جن کا وصال ۱۹۹۳ء میں ہوا مجھے خود انہوں نے یہ واقعہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ہزارہ کی زبان میں سنایا تھا اس بستی میں شاہ صاحب نے جلسہ کا اہتمام فرمایا، حضرت نے خطاب فرمانا تھا۔ آپ حسب وعدہ جہلم بس سٹاپ پر پہنچ گئے مگر شاہ صاحب کی طرف سے وعدہ کے مطابق لینے کے لئے کوئی بھی وقت مقررہ پر وہاں موجود نہ تھا۔ آپ انتظار کرتے رہے، کافی تاخیر سے سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب کے بھائی سیّد عبداللہ آزاد جو آزاد کشمیر کے وزیر بھی رہ چکے ہیں بس سٹاپ پر پہنچے تو حضرت نے فرمایا: بھائی تم لوگ وقت مقررہ پر یہاں نہیں آئے، میں خاصی دیر سے انتظار کر رہا تھا اب میں واپس جاؤں گا۔ سیّد عبداللہ شاہ صاحب واپس آئے اور معاملہ سے سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب کو آگاہ کیا تو انہوں نے کہا میں جا کر لے آتا ہوں۔ عبداللہ شاہ صاحب نے کہا کہ وہ اب نہیں آئیں گے۔ سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب نے کہا کہ میں ضرور لے کر آؤں گا۔ چنانچہ وہ فوراً بس سٹاپ پر

آئے تو دیکھا کہ آپ بس پر سوار ہو رہے ہیں۔ (اس دور میں گھنٹوں بعد بسیں آتی تھیں)
سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب نے عرض کیا: حضرت میں آپ کو لینے کے لئے آیا ہوں۔
فرمانے لگے جو پہلے آئے کیا وہ بے وقوف تھے جو اب تم آئے ہو۔ حبیب اللہ شاہ
صاحب نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بات ہے آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں گے۔
فرمانے لگے: کیا بات ہے؟ تو سیّد حبیب اللہ شاہ صاحب نے کہا کہ میں سیّد ہوں آپ
کو میرے ساتھ ضرور جانا پڑے گا۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ میں سیّد ہوں آپ نے اپنے
کندھوں پر پڑے ہوئے رومال کے دونوں کونے پکڑے اور فرمایا: اچھا سیّد! اگر یہ بات
ہے تو مجھے یہاں سے پکڑ کر لے چل۔ چنانچہ آپ نے وہاں جلسہ سے خطاب فرمایا۔

میرپور کے مضافات میں ایک جلسہ میں اسٹیج پر دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔
ایک پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے۔ میرے والد ماجد کرسی کی بجائے
اسٹیج پر بیٹھ گئے۔ حضرت نے کئی بار میرے والد سے کہا کہ کرسی پر بیٹھیں مگر والد ماجد'
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے احترام میں آپ کے برابر رکھی ہوئی کرسی پر نہ بیٹھے۔ اسی طرح ایک اور
موقع پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ خطاب فرما رہے تھے میرے والد ماجد حضرت کا اس قدر
ادب کرتے تھے کہ اسٹیج پر پہنچتے ہی ایک جائے نماز اٹھائی اور اس کرسی پر بچھائی جس پر
بیٹھ کر آپ نے خطاب فرمانا تھا۔

فخر اپنی نیازمندی پر
ناز ان کی نوازشوں پر تھا

حضرت مولانا علی احمد سندیلوی جامعہ ہجویریہ لاہور

ملت اسلام نے بخشے ہمیں وہ دیدہ ور
جن کی خاک پا کے آگے گرد ہیں شمس و قمر
سرمہ چشم یقیں ہے ان کے پاؤں کا غبار

چومتے ہیں ان کی خاک رہ گذر کو تاجدار

سرزمین برصغیر نے بڑے بڑے اکابر علماء وصلحاء اور دانشوران امت کو پیدا کیا جن کی علمی دینی اصلاحی اور تبلیغی خدمات تاریخ برصغیر کے زریں ابواب میں رہتی دنیا تک ان کی عظیم الشان خدمات کی یاد دلاتی رہیں گی اور آنے والی نسلیں بجا طور ان پر فخر کریں گی۔ انہی نمایاں علماء امت میں حضرت شیخ المشائخ' استاذ الاساتذہ' امام المتکلمین' شیخ القرآن' ابوالحقائق علامہ مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ میرے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ ایسے جلیل القدر عالم دین کے بارے میں لکھوں جس کو اللہ تعالیٰ نے قلعہ اسلام کا محافظ بنایا تھا۔ جس کی ذات سے حق وصداقت کو فتح ونصرت حاصل ہوئی۔ جس کی عالمانہ بصیرت سے شکوک وشبہات کا ازالہ ہوا اور جس نے اسلام کی وکالت وحمایت کا فرض ان حالات میں انجام دیا جس وقت اس طرح کا کام اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ چودھویں صدی کی ان اہم شخصیتوں میں سے ہیں جن کی علمی اور فکری محاذ پر ولولہ انگیز فتوحات کو تاریخ ساز کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ آپ اپنے عہد کے ایک متبحر عالم دین' ایک ممتاز محدث اور بے مثال مناظر تھے۔ آپ کا دور غیر معمولی عصری تقاضوں کے بڑے انسانوں کا دور تھا۔ ان بڑے انسانوں کے درمیان آپ خود ایک بہت بڑے انسان تھے۔ آپ کے علمی مطالعہ میں جو وسعت اور خدمت دین کا جذبہ تھا اس میں بالیدگی وقوت تھی۔ کتب کے متون وحواشی ان کے متعلق علمی مباحث پر جو ذہنی دسترس اور جرح وتعدیل کے علمی ضابطوں اور تحقیقی اصولوں پر جو بصیرت آپ کو حاصل تھی وہ ہر دور میں صرف خواص کا حصہ رہی ہے۔ بلاشبہ آپ کا شمار انہی خاصانِ امت میں ہوتا ہے۔

راقم الحروف کو ۱۹۶۵ء میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسبَ فیوض و

برکات کا موقع ملا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت تو پہلے بھی کئی مرتبہ کی تھی مگر آپ کی ہمہ گیر اور جامع العلوم شخصیت کے گہرے اثرات آپ کے درس میں شامل ہونے پر قلب صمیم پر مرتب ہوئے۔

آپ خوش پوشاک اور نظیف الطبع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال سے بہرہ وافر آپ کو عطا فرمایا تھا۔ اپنے بارعب چہرہ مبارک اور باوقار شخصیت کے ساتھ مجلس درس میں تشریف لاتے اور سکون و اطمینان کے ساتھ اپنی نشست پر رونق افروز ہو جاتے درس قرآن کریم کا آغاز فرماتے تو کان علی روسهم الطیر کا منظر قابل دید ہوتا تھا۔ سب حاضرین آپ کی تقریر کی طرف ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ دورانِ درس طلبہ جس قدر بھی سوالات کرتے آپ ان کے تسلی بخش جواب عنایت فرماتے۔ ان میں سے کچھ سوال موضوع سے غیر متعلق بھی ہوتے۔ مگر آپ خندہ پیشانی سے ان کے بھی جواب دیتے۔ مقصد یہ ہوتا کہ طلبہ کو مسائل کما حقہ ذہن نشین ہو جائیں اور کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے لیکن اگر کوئی طالب علم آپ کا امتحان لینے کے لئے سوال کرتا بالخصوص جب ایسا طالب علم غلط حوالہ دیتا تو اس کی خوب گت بناتے۔ آپ کو علومِ اسلامیہ کی امہات کتب کے علاوہ تصوف و معقولات کی کتب کے حواشی تک یاد تھے۔ ایک دن دورانِ درس ایک طالب علم غلام رسول نے آپ سے ایک سوال کیا: آپ نے پوچھا یہ بات کہاں لکھی ہوئی ہے؟ تو اس نے کہا کہ مسلم الثبوت کے فلاں صفحہ کے حاشئے پر۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں نہیں لکھی ہوئی اور کتاب منگوا کر دکھا بھی دیا وہاں قطعاً اس طرف اشارہ تک نہ تھا۔

آپ کی مجلس درس کا رنگ علمی و تحقیقی ہوتا۔ سائل کے سوال کا مدلل و شافی جواب دیتے اور مطمئن فرماتے۔ اگر سوال جاندار ہوتا تو طالب علم کی تحسین فرماتے اور ایسا جواب دیتے کہ بحث و تحقیق کے بعد بہت سے گوشے واضح اور منقح ہو کر سامنے آ جاتے۔ طلبہ سے بے تکلفانہ خطاب فرماتے اور بحکم حدیث انما انا لکم مثل الوالد

لولدہ انتہائی شفقت و محبت سے پیش آتے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ ایک مشفق باپ اپنی اولاد سے گفتگو کر رہا ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تبحر کی بنا پر درسِ قرآن کریم صرف علومِ قرآن تک ہی محدود نہ ہوتا بلکہ ضمناً لطیف نسبتوں کے ساتھ ہر علم و فن کی بحث ہوتی۔ اگر معنی و بلاغت کی بحث کرتے تو محسوس ہوتا کہ علم معانی کا یہ مسئلہ واضع نے اسی آیت کے لئے وضع کیا ہے۔ معقولات کی بحث چل نکلتی اور آپ کسی معقولی مسئلہ کا رد فرماتے تو اندازہ ہوتا کہ گویا یہ آیت معقولات کے اس مسئلہ کی تردید کے لئے قلب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ غرض نقلی و روایتی فنون میں نقل و عقل دونوں کی بحثیں ہوتیں کہ تحقیق و تفسیر کے علاوہ فنی مسئلہ بھی فی نفسہٖ پوری وضاحت سے واضح ہو کر سامنے آ جاتا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جس طرح امام العلماء تھے امام الصوفیاء بھی تھے۔ مسائل تصوف میں آپ کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ لوگوں کو صوفیانہ موشگافیوں میں نہیں الجھاتے تھے بلکہ عام فہم انداز میں تصوف کا مشکل ترین مسئلہ ان پڑھوں تک کو سمجھا دیتے۔

آپ ایک جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا بچپن معصوم تھا' جوانی محفوظ تھی' بڑھاپا عبادت و ریاضت کا شباب تھا۔ زندگی کا سفر مثل آفتاب تھا۔ آپ کا عزم مثل کوہسار تھا' نطق گہربار تھا' کلام باوقار تھا' علم بحر بے کنار تھا' عمل گلشن بہار تھا' کردار غیرت و حیا کا آئینہ دار تھا۔ آپ کے چہرے پر وجاہت تھی' اداؤں میں متانت تھی' فطرت میں شجاعت تھی' ہاتھوں میں سخاوت تھی' ارادوں میں استقامت تھی' مزاج میں لطافت تھی۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اخلاق و اوصاف کا ایک گلدستہ تھے جس میں نظافت و نفاست کی کلیاں تھیں۔ نجابت و شرافت کے پھول تھے' خندہ ہنی اور خوش مزاجی کے گلاب تھے' طبیعت میں وفا تھی' لبوں پر ہر کسی کے لئے دعا تھی' آنکھوں میں حیا تھی' چشم بینا رکھنے والوں نے ان کی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت دیکھی' امام

مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ادب واحترام' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت' امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی مناظرانہ صلاحیت اور جرجانی رحمۃ اللہ علیہ وزمخشری رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت نظری دیکھی اور دیکھنے والے پکار اٹھے:

ولیس علی اللّٰہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی واحد

آخر کچھ تو اوصاف حمیدہ تھے ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں جن کو دیکھ کر تاجدارِ صحافت مولانا ظفر علی خاں وجد میں پکار اٹھے:

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا

چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا

شہزادہ محدث اعظم حضرت غازی محمد فضل احمد صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ شیخ القرآن ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی قدس سرہٗ دنیائے الفت ومحبت کا اوج بن کر اہل سنت و جماعت پر چھائے اور فریضہ عشق ومحبت ادا کرنے کے لئے سراپا آرزوئے تبلیغ بن کر اٹھے۔ نسیم خوشگوار کی طرح شہر شہر' قریہ قریہ' گاؤں گاؤں' گلی گلی' کوچہ کوچہ پھرے اور خوشبو کی طرح پھیلے۔ آنکھوں میں بسے' دلوں میں سمائے' خوابیدہ زندگی کو جگا کر دل کی پیاس بجھی نہ تھی کہ ایک اور آگ لگا کر لبوں کو تھرتھراتے چھوڑ کر نگاہ ملاتے ہی رخصت ہو گئے۔ آپ کی یادیں ہیں اور دل بے تاب ہے اور آپ کا وہ مسکراتا ہوا چہرہ لبوں پر موج تبسم نگاہوں میں جلوؤں کی دنیا یاد آ کر دل کی تسکیں لوٹ کر اور بے قراریاں بخش رہا ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ہر ہر ادا دنیائے شوق کی پیامبر تھی۔ آپ صرف عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ تھے بلکہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم دولت کے قاسم ہونے کے اعلیٰ منصب سے مشرف تھے۔ آپ کی شخصیت بحر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غواصی سے

ہی ابھری اور دنیائے عقیدت میں محبت کے لولوئے لالہ تقسیم کر کر کے مرجع خواص و عام بن گئی۔

جو محبت کے موتی آپ کے مقدس ہاتھوں میں دیکھے گئے سچے تھے یا جھوٹے پرکھنے کے لئے بڑے بڑے جوہری آئے' ہاتھوں میں لیا' ادھر سے الٹا ادھر کو پلٹا' ہر طرح دیکھا' ہر لحاظ سے جانچا' نگاہیں جھکا کر آپ کے مقدس ہاتھوں کو چومتے ہوئے موتیوں کی اصلیت کا اقرار کیا۔ شے کمیاب تھی بلکہ نایاب دلوں کی دھڑکنیں بھیک کا دامن بن کر پھیل گئیں۔ ایمان کے تقاضے دست طلب بن کر دراز ہوئے۔ جو نقاد بن کر اکڑے ہوئے آئے وہ سوالی بن کر جھکے اور آپ ایسے بحر جود وسخا سے عشق و محبت کے چمکتے ہوئے موتیوں کے ہار لے کر دہلیز آستان چومتے ہوئے دوسروں کو تقسیم کرنے کے لئے چل دیئے۔

میرے پیارے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ آپ کی عظیم شخصیت میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم رچ بس چکا تھا۔ آپ کے ہر ہر انداز میں عشق ومحبت کی کیفیتوں نے ایک نفیس سوز وگداز بھر دیا تھا اس لئے آپ کی ہر ہر بات عشق کا اظہار' محبت کی پھوار بن کر برستا' مرجھائے دلوں کو سرسبز وشاداب کرتا' مردہ دلوں کو زندگی بخشتا اور ہر قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا۔

محقق العصر مفتی غلام سرور قادری بانی جامعہ رضویہ لاہور

حضرت شیخ القرآن' ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں ایک مثالی عالم' فاضل محدث اور مفسر قرآن تھے۔ رموزِ شریعت اور اسرارِ معرفت سے نہ صرف واقف بلکہ ماہر تھے۔ قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے میرا تعارف ۱۹۵۸ء سے ہے جب میں سکھر میں ایک دینی درسگاہ میں زیر تعلیم تھا۔ میں نے پہلی مرتبہ آپ کا خطاب سنا۔ بہت سے علماء نے تقاریر کیں۔ جلسہ میں تمام مکاتب فکر کے علماء وطلباء حاضر تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب آخری مقرر نے تقریر ختم کی تو محسوس ہو رہا تھا کہ لوگ اب زیادہ دیر نہیں بیٹھیں

گے۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا۔ آپ نے تقریر شروع فرمائی۔ آپ کی تقریر میں ایسی تاثیر تھی، آواز میں ایسی کشش تھی، نگاہ میں ایسا اثر تھا اور الفاظ میں ایسی کیفیت تھی کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے خطبہ کے بعد وعظ شروع فرمایا تو صرف یہ کہ جو اٹھ کر جانے لگے تھے وہ واپس بیٹھ گئے بلکہ ایسا لگا کہ بہت لوگ چھپے بیٹھے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ آپ کی تقریر شروع ہو تو پنڈال میں آ جائیں۔ قبلہ ہزاروی صاحب کی تقریر شروع ہوتے ہی حد نگاہ تک لوگ ہی لوگ نظر آنے لگے اور آپ نے تقریباً رات دو بجے تک خطاب فرمایا۔ لوگ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ آپ نے ایک شعر پڑھا پھر قرآنی آیات و احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں حضور ﷺ کی شان بیان کی۔ میں نے یہ منظر دیکھا کہ لوگوں پر ایسی کیفیت طاری تھی کہ کئی لوگ کھڑے ہو کر حالت وجد میں محو رقص تھے۔ کوئی اِدھر وجد کر رہا تھا کوئی اُدھر وجد کر رہا تھا اور حضرت جھوم جھوم کر شعر پڑھ رہے تھے۔ میں نے اس طرح کا وعظ اپنی زندگی میں پہلی بار سنا اور آج تک نہیں بھول سکا۔ آپ کی تقریر کا اصل نقطہ نظر عشق رسول ﷺ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ جو آپ کا مخالف ہوتا وہ بھی آپ کی تقریر سن کر قائل ہو جاتا۔ جہاں کہیں حضرت کا خطاب ہوتا تھا میں کوشش کر کے وہاں پہنچتا اور آپ کا خطاب سنا کرتا تھا۔

ایک بار میں نے عرض کیا حضرت مجھے نصیحت کریں۔ فرمایا: میری تقاریر طلبہ کے لئے نصیحت ہی ہوا کرتی ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تقریر با قاعدہ دلائل سے کیا کرو۔ چنانچہ آج تک میں اس نصیحت پر عمل پیرا ہوں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو علم طریقت و شریعت دونوں میں بکمال وصف حاصل تھا اس لئے کہ آپ نے حضرت قبلہ عالم پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ چشتیت و قادریت کا مجمع البحرین تھے۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا یوں محسوس کرتا کہ آپ شریعت و طریقت کا بحر رواں ہیں۔ آج

ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کے خطبات اور قرآنی تفاسیر کو منظر عام پر لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت صاحبزادہ غلام قطب الدین فریدی

گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں

مجھے خوشی ہوئی ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ان کے فیوض و برکات سے عوام کو روشناس کروانے کی خوبصورت کوشش کر رہی ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا کہ لوگوں نے اپنے اسلاف کی سوانح اور کاوشوں کو بھلا دیا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ انہوں نے اسلاف کے طرز پر تعلیم حاصل کی۔ آج کے دور میں ایسے طلبہ نہیں ملتے جو چار چار روز تک بھوکے رہ کر علم حاصل کرتے ہوں۔ آپ نے انتہائی قلیل وقت میں تعلیم کی منازل طے کر کے گولڑہ شریف سے نسبت حاصل کر لی اور اہل سنت کے مرکزی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ جید علماء کرام کو آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستی مادر زمانہ بار بار پیدا نہیں کرتی۔ یہ اعزاز شاید ہی کسی کو ملا ہو کہ تعلیم سے فراغت کے وقت استاد نے ''ابوالحقائق'' کے لقب اور خلافت سے نوازا ہو۔ آپ ایک جید عالم، مدرس، منطقی، محقق، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک عظیم شاعر بھی تھے۔ آپ نے اردو، پنجابی اور فارسی میں اشعار کہے۔ ایک فارسی شعر میں اپنی زندگی کا مقصد یوں بیان کرتے ہیں:

عمرم دریں بسر شد کہ گہے تو رخ نمائی
ہر دم دریں خیالم کہ شبے بخوابم آئی

حضرت پیر ابوالضیاء میاں غلام محمد دربارِ عالیہ بھور شریف میانوالی

بندہ ناچیز نے دسمبر ۱۹۶۹ء رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ میں دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھا، جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد حاضر ہو کر قبلہ شیخ القرآن ابوالحقائق علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی عِشِیّہ کی خدمتِ بابرکت میں باریابی اور سعادت نصیب ہوئی۔ اس سال حاضر طلبہ کی خاصی تعداد تھی ایک سو کے لگ بھگ طلبہ پاکستان کے کونے کونے سے بلکہ مشرقی پاکستان (سقوطِ ڈھاکہ سے پہلے کا واقعہ ہے) سے بھی طالب علم دورہ شریف میں شامل ہوئے۔ سند فراغت یعنی جمعتہ الوداع سے ایک جمعہ پہلے استاذی قبلہ نے اپنے وعظ سحر بیاں میں ارشاد فرمایا کہ چند طلبہ بنگال چاٹگانگ سے دورہ پڑھنے آئے ہیں انہوں نے سند فراغت حاصل کر کے واپس بنگال جانا ہے۔ بائی ایئر ٹکٹ اور ان کے زادِ سفر کی ضرورت ہے۔ بس یہی فرمانا تھا کہ نوٹوں کی بارش ہونے لگی۔ جب شمار کرنے کی باری آئی تو بائی ایئر ٹکٹوں سے کہیں زیادہ رقم جمع ہوئی۔ یہ تمام رقم بنگال کے طلبہ کے حوالے کر دی۔ اس وقت آپ کی موجودگی میں رمضان المبارک میں جمعہ کا اجتماع دیدنی منظر ہوا کرتا تھا۔ مسجد کا صحن بھر جاتا' مسجد کے اطراف حتیٰ کہ تھانہ کا صحن بھی بھر جاتا۔ آپ کا اندازِ بیاں نرالا ہوا کرتا تھا سامعین پر رقت طاری رہتی تھی۔

دن کو دورہ قرآن پاک میں جو حقائق و معارف اور دقائق کے خزانے انڈیلے جاتے تھے کہ ہر ایک طالب علم اپنے ظرف کے مطابق حصہ پاتا۔ تین چار گھنٹوں کا یہ پیریڈ استاذی قبلہ کی سحر بیانی اور وہ پیارا پیارا انداز دل نواز خدا گواہ ہے کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ چند منٹ میں ختم ہو گیا ہے۔ یہ طلب رہ جاتی کہ ابھی یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر ارشاد ہوا کرتا کہ روزانہ کی تقریر کے تفسیری فوائد و نکات از بر کر کے اپنی کاپیوں پر صاف لکھے جائیں اور میں خود کاپیاں ملاحظہ کروں گا۔ خوشخطی بھی ملحوظِ خاطر ہوا کرتی تھی۔ خدا کے فضل سے اس فقیر کا خط بھی قدرے اچھا تھا سیاہ روشنائی اور موقع موقع سرخ روشنائی

کے امتزاج سے مزید نکھار آ جاتا تھا۔

روزانہ سحری کرنے کے بعد قبلہ استاذی رحمۃ اللہ علیہ گھر سے تشریف لا کر دار العلوم میں بالائی منزل پر اپنے حجرہ میں رونق افروز ہوتے۔ بندہ بھی اس موقع کو غنیمت جان کر نمازِ فجر تک آپ کی خدمت میں رہ کر ارشاداتِ عالیہ سے فیضیاب ہوتا۔ ایک صبح حاضری کے وقت ہاتھ میں دورہ کی کاپی موجود تھی مجھ سے مخاطب ہوتے تو اس پیارے انداز سے فرماتے کہ صاحبزادہ! اس وقت بھی فرمانے لگے صاحبزادہ! کاپی دکھا کیا کچھ لکھا ہے؟ کاپی حاضر خدمت کی ورق گردانی کے بعد آپ کی ایک پنجابی کی مشہور نعت جو وہاں کے طلبہ سے سنی تھی وہ بھی دورہ کی کاپی میں لکھ لی تھی۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ باری تعالیٰ کے فضل سے جس طرح دوسرے فنون میں حد درجہ کمال کی بلندیوں کو چھو چکے تھے اس طرح فن شاعری میں بھی کمال درجہ ملکہ حاصل تھا۔ فرمانے لگے: یہ نعت کس نے لکھ کر دی ہے؟ عرض کیا کہ ایک طالب علم سے حاصل ہوئی ہے۔ فرمانے لگے: اس نعت کا خصوصی شعر جو نچوڑ ہے وہ رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کی کہ اگر وہ بھی لکھا جائے تو مزید لطف ہوگا۔ ارشاد فرمایا: میں خود لکھ دیتا ہوں جو آج تک میری کاپی میں درج ہے۔

پئی کھلی اڈیکاں راہواں تے دیوے بال رکھے خانقاہواں تے
تیری ول موڑ مہار کدے میرا اپنن بھی توں میری جان بھی توں

سند فراغت حاصل کرنے کے بعد پھر ملاقات کے لئے دل بے تاب تھا۔ چند ماہ بعد پھر حاضری ہوئی۔ دربار شریف کا سالانہ عرس مبارک بھی قریب تھا۔ دعوت پیش کی تو بخوشی قبول فرما کر ڈائری منگائی جو تاریخوں کا پوچھا تو فرمانے لگے: کیا عرس کی تاریخ تبدیل نہیں ہو سکتی؟ کیونکہ عرس پاک پر بارش ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور! قمری تاریخ کے مطابق عرس ہو رہا ہے۔ ڈائری میں تاریخ نوٹ فرما لی۔ جب بھور شریف تشریف آوری فرمائی رات عشاء کی نماز کے بعد آپ کا خطاب تھا۔ کافی علماء و

مشائخ کی جماعت اسٹیج پر موجود تھی جس میں خصوصی طور پر جگر گوشہ شیخ الحدیث جناب صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی رونق افروز تھے۔ جب آپ کا بیان شروع ہوا تو اسی دوران بارش بھی ہونے لگی۔ اس بات کو یاد دلا کر فرمایا کہ میں نے تو اپنے یار صاحبزادہ کو کہا تھا کہ بارش آئے گی۔ اللہ اللہ یہ ہیں خاصانِ خدا جن کو آنے والے حالات سے بھی مطلع فرما دیا جاتا ہے۔

بندگانِ خاص علام الغیوب

در جہان جاں جواسیس القلوب

ایک دفعہ صرف میں اور استاذی قبلہ اپنے حجرۂ خاص جس میں جائے نمازیں بچھی ہوئی تھیں مجھ سے فرمانے لگے: صاحبزادہ! میں اس حجرہ میں دروازے بند کر کے تنہائی میں نماز ادا کرتا ہوں اور جب میری نماز ہوتی ہے تو حجابات اٹھ جاتے ہیں اور درودیوار سے باہر بھی مجھ پر عیاں ہو جاتا ہے' لوگوں کے ہجوم میں اپنی نماز نماز ہی نہیں سمجھتا اور آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں ادا فرماتے اور سنتیں ونوافل اسی حجرہ میں تنہائی میں ادا فرماتے۔ یہ ہے اللہ والوں کے خشوع وخضوع کا مقام۔

ایک بار مجھے فرمانے لگے کہ دربار عالیہ گولڑہ شریف حاضر ہو کر حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا تو عرض گزار ہوا کہ حضور! وحدت الوجود کیا ہے اور وحدت الشہود کسے کہتے ہیں؟ بس یہی کہنا تھا کہ حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ تو میرا امتحان لینا چاہتا ہے تو تو بڑا عالم ہے۔ واللہ! میرا تو کوئی امتحان لینے والا خیال نہ تھا کہ پیرومرشد کے بارے میں ایسا خیال بھی کرتا یا سوچتا' مقصد صرف وضاحت اور پوشیدہ نکات کو جاننا تھا۔ اس صورتحال میں پریشان ہو گیا اور سیدھا قبلہ عالم تاجدارِ گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پرانوار پر حاضر ہو کر سب عرض کر دیا اور سرنگوں بیٹھا ہوا تھا کہ عجیب کیفیت طاری ہونے لگی۔ دل کو سکون واطمینان آنے لگا اور اپنے کانوں سے یہ ارشادِ

عالیہ سنا کہ پھر اس کے پاس جاؤ۔ اب جو وہاں حاضر ہوا تو وہاں کا سماں ہی اور تھا۔ ادھر سے تار مل چکی تھی مسرت اور خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے بڑی شفقت فرمائی اور پہلے جو کچھ فرمایا تھا اس کا ازالہ اور مہربانی اور دلجوئی کی حد نہ چھوڑی۔ اپنے سینے سے لگایا اور ایسے ایسے حقائق و معارف سے آگاہ فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ وہ بڑا ہی عجیب وقت تھا۔

آپ کا مجھ پر خاص کرم تھا جہاں کہیں وعظ کے لئے تشریف لے جاتے واپس آنے پر مجھے وہاں کی خاص خاص باتیں بتاتے ہنسی مزاح بھی فرماتے تھے۔ آپ کا ایسا کرم کہ جس کمرہ میں ہم چار ساتھی رہتے تھے دو بار تشریف لائے حالانکہ ساتھی بتاتے تھے کہ طلبہ کے کمروں میں جانے کی عادتِ مبارکہ نہ تھی۔ ایک بار تشریف لائے تو ہم کھانا کھا رہے تھے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گئے اور چند لقمے تناول فرمائے۔ ایک بار اپنے ایک خاص خادم محمد عالم کو فرمایا کہ صاحبزادہ کو سوا روپیہ دے دو آج غوث الوریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف ہے یہ سوا روپیہ میری طرف سے شامل کر لیں اور خود بھی گیارہویں شریف کا اہتمام کیا۔ حسب الارشاد شام کے وقت بازار سے مٹھائی لا کر ایصالِ ثواب کے بعد تقسیم فرمائی۔

ایک رات ہم کمرہ میں محو مطالعہ تھے کہ رات دس بجے ایک شخص وارد ہوا۔ بڑی لمبی اور گھنی داڑھی‘ سر کے بال لمبے اور گھنے بکھرے ہوئے‘ ٹوپی عمامہ کا انداز بھی جداگانہ‘ پرہیبت شکل‘ قد کاٹھ کا بڑا آدمی اندر آتے ہی کہا: بھور شریف کا صاحبزادہ کہاں ہے؟ ساتھیوں نے بتایا کہ یہ بیٹھا ہے۔ وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: کشمیر سے قبلہ ہزاروی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو آپ نے فرمایا: فلاں کمرے میں بھور کا صاحبزادہ ہے اسے جا کر آپ بیتی سناؤں۔ چنانچہ اس نے ایک عجیب انداز سے آپ بیتی سنائی۔ وادیوں‘ پہاڑوں اور جنات کی طویل داستان سنائی حتیٰ کہ رات کا ایک بج گیا۔ صبح

آپ قبلہ نے ہم سے پوچھا ہم نے عرض کیا آپ کے حکم کی تعمیل میں پورا قصہ سنا ہے۔ آپ تبسم فرما رہے تھے اور سر ہلاتے جاتے' بڑی موج میں تھے واللہ اعلم رات کو قصہ سنانے والا کون اور اس میں کیا راز پوشیدہ تھا۔ ہم پر آپ کی بڑی شفقتیں تھیں' ہماری قسمت میں بس یہی تھا کہ دورہ شریف کا آخری سال نصیب ہوا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ علم و رُشد کا یہ آفتاب اپنی تابانیوں کے ساتھ کائنات کی وسعتوں کو سمیٹ کر ہم سے چھپ جائے گا۔ آپ کے وصال کے وقت اتفاقاً میں راولپنڈی میں تھا۔ صبح اخبار کے پہلے صفحہ پر آپ کا فوٹو اور ساتھ ہی اس جاں گداز صدمہ کی خبر دل و دماغ کو ماؤف کر گئی۔ سیدھا وزیر آباد پہنچا تو خلقت کا سیلاب تھا۔ اس ہجوم میں آخری دیدار کرنا بھی مشکل تھا۔ جناب صاحبزادہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ سے عرض کیا تو فرمانے لگے کہ جس گراؤنڈ میں جنازہ پڑھا جانا ہے وہاں پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کریں کیونکہ حضرت قبلہ بابو جی گولڑوی صاحب مدظلہ نے دیدار کرنا ہے ان کے ہمراہ زیارت کر لینا۔ چنانچہ مقدر میں دیدار لکھا تھا حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو ان کے ساتھ دیدار کر لیا۔ ایک بات قابل ذکر ہے کہ جب قبلہ بابو جی صاحب تشریف لائے لوگوں کی طرف سے آواز بلند ہوئی کہ آپ ہزاروی صاحب کا جنازہ پڑھائیں تو آپ نے فرمایا: جنازہ علامہ محب النبی صاحب پڑھائیں گے میں جانوں اور علامہ ہزاروی جانیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت پیر طریقت غلام محی الدین صدیقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نیریاں شریف

حضرت علامہ ابوالحقائق شیخ القرآن امام اہل سنت پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات مبارک کا جب غمزدہ اور قلب کو زخمی کر دینے والی اطلاع سنی تو سخت دکھ ہوا۔ ان کے ساتھ اگرچہ ظاہری ملاقات نہیں ہوئی مگر میں ان کی سیرت وصورت اور کمالِ علمی سے بہت ہی واقف ہوں۔ میرا بیٹا علاؤ الدین صدیقی آپ کی ذات سے

فیضیاب تھا۔ آپ اہل سنت کے روحانی دینی پیشوا تھے۔ کوئی ماں ایسا فردِ کامل دنیائے اسلام کو عشق و مستی کا درس دینے والا نہیں جنے گی۔ حضرت موصوف صرف عالم محقق نہ تھے بلکہ وہ اعلیٰ درجے کے عارف اور اس زمانہ کے ولی کامل تھے۔ اللہ تعالیٰ اس آستانے کو تا قیامت آباد رکھے۔ (آمین)

حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم رضوی فیصل آباد

صدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان

حضرت علامہ شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مقتدر عالم باعمل، تصوف کے بے تاج بادشاہ اور روحانیت کے روح رواں تھے۔ ان کی شخصیت، مقام اپنے دور کی کارکردگی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ جتنا قریبی تعلق آپ کا ہمارے خاندان کے ساتھ تھا شاید کسی اور کے ساتھ نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے انتہائی قریب سے آپ کو دیکھا ہے۔

اکتوبر ۱۹۴۶ء کو تحریک پاکستان زوروں پر تھی اس وقت مسلم لیگ کے اندر بہت سے معاملات چل رہے تھے ان حالات میں محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے قائداعظم سے کہا تھا کہ جنابِ قائداعظم! آپ کو ہم نے قائد تسلیم کیا ہے ہم اعتراف کرتے ہیں کہ تحریک کو پروان چڑھانے کے لئے آپ نے جو کردار سرانجام دیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن ہم آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے مقاصد کو لے کر آپ کے ساتھ چل رہے ہیں کہ قیامِ پاکستان کے بعد اس ملک کا قانون حنفی ہوگا اور مکمل طور پر نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہوگا۔

تحریک پاکستان کے لئے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اتنی گرانقدر ہیں کہ اس دور میں جب حضرت قائداعظم محمد علی جناح برصغیر کے حالات سے مایوس ہوکر برطانیہ چلے گئے تو قائداعظم کو واپس برصغیر لانے کے لئے جو کوششیں علماء اور

سیاستدانوں کی طرف سے ہوئیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر نمایاں کردار ادا کیا اور قائداعظم کو ایک خط لکھا جس میں علماء و مشائخ کی طرف سے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔ چنانچہ اکابرین کی یہ کوششیں کامیاب ہوئیں اور قائداعظم نے واپس تشریف لا کر اس تحریک میں نئی جان ڈال دی۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب سوشلزم کا سیلاب عروج پر تھا کوئی شخص دم مارنے کی جرأت نہ رکھتا تھا مجھے وہ دن بھی یاد ہے کہ جب ۱۹۷۰ء میں مولانا عبدالحمید بھاشانی نے ڈھاکہ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آ کر "کسان کانفرنس" منعقد کی اور اپنے نظریات پیش کئے اور کہا کہ اسلام صرف عبادات کا نام ہے اسلام معاشی، معاشرتی اور تمدنی مسائل کا حل پیش نہیں کرتا تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے وہاں پر جواباً کانفرنس کی اور تین گھنٹے دس منٹ تک خطاب فرمایا اور ثابت کیا کہ قیامت تک کے تمام مسائل کا حل قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ اس وقت بھٹو نے سوشلزم کا نعرہ لگایا تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اس فکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جب تک محمد عبدالغفور ہزاروی موجود ہے سوشلزم نہیں آ سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آج ملک کے حالات اپنے داخلی و خارجی مسائل کی بنا پر پھر ان شخصیات کو ڈھونڈ رہے ہیں جو میدانِ عمل میں اتریں اور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ کردار کو نشانِ راہ بنائیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی رضوی بہاولپور

محسن اہل سنت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے فقیر ۱۹۴۴ء میں خانپور ضلع رحیم یار خاں کے سالانہ جلسہ میں پہلی بار مشرف ہوا۔ اس وقت فقیر کی عمر ۱۲ سال تھی اور حفظ قرآن کا متعلم تھا۔ تین روزہ جلسہ میں درجنوں علماء کرام کی تقاریر ہوئیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا سحر انگیز بیان جلسہ میں نمایاں رہا۔ اس کے بعد نہ صرف جلسہ مذکورہ کی علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب زینت ہوتے بلکہ ہر جلسہ کے روح رواں سمجھے جاتے۔

۱۹۵۱ء میں فقیر دورہ حدیث شریف پڑھنے کے لئے لائلپور (فیصل آباد) حاضر ہوا۔ جب علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے دورہ تفسیر کا آغاز فرمایا تو اس کارنامے کو حضور سیّدی علامہ محمد سردار احمد قدس سرہٗ خوب سراہتے تھے بلکہ اپنے تلامذہ کو اس میں شمولیت کی ترغیب دلاتے۔ فقیر بذاتِ خود تو آپ کے ہاں دورہ تفسیر پڑھنے کے لئے حاضر نہ ہوسکا لیکن اپنے ذی استعداد تلامذہ کو ہر سال آپ کے ہاں بھیجتا رہا اور حق یہ ہے کہ اہل سنت کے اس کارنامہ کی اولیت علامہ ہزاروی قدس سرہٗ کو حاصل ہے۔ اب جہاں جہاں دورہ تفسیر اہل سنت پڑھایا جارہا ہے اس کا اجر و ثواب حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مل رہا ہے اس لئے کہ اس شعبہ میں اولیت آپ کو حاصل ہے۔

۱۹۶۱ء میں فقیر نے دورہ تفسیر کا آغاز کیا تو آپ نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ ۱۹۶۳ء دارالعلوم جامعہ اویسیہ رضویہ کا سنگ بنیاد رکھا آپ کو دعوت بھجوائی مگر نامعلوم کیوں تشریف نہ لائے۔ فقیر نے ان کے استغنا کا تصور کیا لیکن رہا نہ گیا۔ ۱۹۶۴ء میں خود درِ اقدس پر حاضری دی جمعہ کا دن تھا آپ جامع مسجد کے بالائی حجرہ میں اوراد و وظائف میں مشغول تھے۔ فقیر نے بہاولپور تشریف آوری کا عرض کیا تو فرمایا کہ انشاء اللہ حاضر ہوں گا اور ساتھ ہی فرمایا کہ جوانی میں شوق تھا کہ دور و نزدیک ہر جلسہ میں شمولیت کرتا اور بہاولپور ۱۹۶۲ء تک تو ہر سال جاتا رہا اب بڑھاپا مہمان ہے اس لئے کہیں آنے جانے کو جی نہیں چاہتا بالخصوص دور کے سفر سے تو اب دل بھر گیا ہے لیکن زندگی نے وفا کی تو ضرور آؤں گا لیکن افسوس کہ میری یہ آرزو پوری نہ ہوسکی اور آپ جلد ہم سے رخصت ہو گئے۔ البتہ آپ کی روحانیت فقیر کی اب بھی حامی و ناصر ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بطفیل حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے طفیل ہمیں بھی دین کی زیادہ خدمت کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

محترم جناب پیرزادہ فیض القادری لاہور

حضرت شیخ القرآن ولایت کا بانکپن، شریعت مصطفیٰ ﷺ کا حسن، خطابت کا تاجدار، علماء کا امام، عشاق رسول ﷺ کے بے مثال رہبر تھے۔ آپ کی رفاقت پر بڑا ناز ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے جب علماء مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ پاکستان کے مذہبی و سیاسی جماعتوں کے صدور کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جب میں مروں تو جماعت کی صدارت کا لفظ میری قبر پر لکھا ہو۔ جب پورے ملک میں بھاشانی نے گھیراؤ جلاؤ کی تحریک چلا رکھی تھی ڈھاکہ سے لے کر خیبر تک عوام میں خوف و ہراس پایا جاتا تھا۔ حزب الاحناف لاہور میں جمعیت علماء پاکستان کے تینوں گروپوں کا اجلاس ہوا وہاں یہ بات چل نکلی کہ وقتی طور پر اپنا اپنا گروہ ختم کر دیا جائے تو قبلہ ہزاروی صاحب مجھے فرمانے لگے: صاحبزادہ صاحب! یہ لوگ جو مرضی کریں میں نبی اکرم ﷺ کی امت کو منتشر نہیں دیکھنا چاہتا۔ آپ اسے خواہ میری کمزوری سمجھیں میں اتحاد اہل سنت کے لئے سب سے پہلے اپنے اس گروہ کے خاتمہ کا اعلان کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس وقت جو عظیم قربانی وایثار کا مظاہرہ فرمایا اس کی بدولت علماء اہل سنت میں اتحاد قائم ہو گیا۔

آپ کا وجود علماء میں اتحاد کی علامت تھا۔ جب سوشلزم کی آندھی چلی تو اس کے خلاف علم جہاد بلند کیا، قادیانیت کی وبا پھیلی تو اس کی بیخ کنی کی۔ مجھے آپ کی آخری تقریر جو لاہور میں ارشاد فرمائی اس کے یہ الفاظ آج تک یاد ہیں، فرمایا: کون کہتا ہے کہ سوشلزم آ رہا ہے جب تک محمد عبدالغفور ہزاروی زندہ ہے سوشلزم اس ملک کی تقدیر نہیں بن سکتا، سوشلزم میری لاش سے گزر کر آئے گا۔ پاکستان ہمارے علماء ومشائخ کی محنتوں کا ثمر ہے۔ یہ کتنا بڑا افراڈ ہے کہ آج تاریخ پاکستان میں ان لوگوں کے نام تک نہیں ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دیں۔ آج ہم شرمندہ ہیں کہ مجاہدین تحریک پاکستان کے یوم نہیں مناتے اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے۔

حضرت الشاہ قمر رضا خاں بریلوی

(نبیرہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہو کر دستارِ فضیلت حاصل کی تھی۔ جدامجد حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی سند میں ابوالحقائق کا لقب آپ کو عطا کیا تھا۔ آپ اس دور کی ایک نابغہ روزگار شخصیت' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے پیکر تھے۔ آپ کا سن وصال ''مصور حامد رضا'' ۱۳۹۰ھ سے نکلتا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے مدارج بلند فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

محترم ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی لاہور

ہری پور ہزارہ کی سرسبز پہاڑیوں کے جلوے' صف باندھے دونوں جانب ہرے ہرے درخت' نیل گوں آکاش' ہر سو خوشبودار جھاڑیاں اور پھول' اجنبی راستے' بل کھاتی پگڈنڈیاں' خاموش ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی بستیاں پھر ان بستیوں میں چمبہ پنڈ وہ گاؤں ہے جو روحانیت کے علمبردار کی آماجگاہ ہے۔ اس خوشبودار مٹی سے روحانیت کا وہ پھول کھلا جس نے ہر سو فضا کو معطر کر دیا۔ علوم کے بحر و بر' عدیم المثال عارف کامل' میدانِ خطابت کے شہسوار' آسمان علم و معرفت کے مہر درخشاں' آفتابِ ولایت کے نیر تاباں' مجاہد تحریک پاکستان و تحریک ختم نبوت حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک فقید المثال شخصیت تھے جنھوں نے پاکیزہ دارالعلوم بریلی شریف اور غوث زماں حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا۔ وہ عظیم ہستی جن سے بابائے صحافت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ مبلغ اسلام جس نے غیر اسلامی قوانین کے خلاف آواز اٹھائی اور سوشلزم کے خلاف جدوجہد کی اور حق گو اور بے باک مقرر'

شعلہ بیاں خطیب جنہیں گورنر ڈگلس نے باغی قرار دے کر جیل میں ڈال دیا تھا۔

مہتاب دین و ملت' آفتاب علم و حکمت' ترجمان اہل سنت حضرت پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ باطل کی شب تاریک میں نورِ سحر تھے۔آپ کا اور دیگر اکابرین اہل سنت کا بنایا ہوا پاکستان آج مسائل کا شکار ہے۔قتل و غارت کے مہیب سائے' خون کی ارزانی' دین سے دوری' سماجی برائیاں' ثقافتی یلغار' تخریب کاری' لسانی بنیادوں پر منافرت' الغرض کشمیر میں قتل و غارت اور بوسنیا میں بہنوں کی عصمت دری سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کس قدر کمزور ہو چکا ہے۔آج ضروری ہے کہ ہماری صفوں میں اتحاد ہو اور ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ ہو جس کے لئے شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی جدوجہد کی۔وہ ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اس میں فقہ اسلامی کا نفاذ ہو۔ضرورت اس بات کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام رائج اور فکر شیخ القرآن کو عام کیا جائے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ محبّ اللہ نوری بصیر پور اوکاڑہ

حضرت شیخ القرآن قدس سرہ العزیز ہمارے اعاظم علماء میں سے تھے جنہوں نے تقریر و تدریس کے ذریعے بے پناہ علمی و ملکی و ملی خدمات سرانجام دیں۔آپ کی قدآور شخصیت اور علمی وجاہت کے سبھی معترف تھے۔آپ جمود و تعطل سے نفور اور اجتہاد کے قائل تھے اور اس سلسلے میں کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔آپ علمائے حق کے قدردان تھے۔دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرماتے۔قبلہ والد صاحب کا آپ کے ساتھ خصوصی تعلق اور انس تھا چنانچہ دارالعلوم بصیر پور کے طلبہ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر قرآن مجید کے لئے حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔اللہ تعالیٰ اہل سنت کے عظیم قدآور شخصیت اور ملت اسلامیہ کے جلیل القدر عالم کے مشن کے فروغ کے لئے ہمت و توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

صاحبزادہ پروفیسر محفوظ الرحمٰن نعیمی جامعہ نعیمیہ لاہور

قرآن مجید نے منصب نبوت کے چار فرائض بیان کئے ہیں:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتك ویعلمھم الکتب والحکمہ ویزکیھم (القرآن الکریم ۲:۱۲۹)

اول تلاوت قرآن مجید' دوم کتاب کی تعلیم' سوم حکمت و دانائی کی باتیں اور چہارم تزکیہ نفس۔ حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق حضور قبلہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ان چاروں فرائض کو پورا کیا۔ جب وہ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو ایسا انداز ہوتا کہ سامعین پر وجد طاری ہو جاتا۔ جب وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہوئے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے بیٹھتے تو ایسا لگتا کہ ان کی زبان سے علم و دانائی کے موتی نکل رہے ہیں اور جب تزکیہ نفس اور تصوف کی گتھیوں کو سلجھاتے تو کوئی ایسا مسئلہ نہ رہ جاتا جو سلجھ نہ جاتا۔

جب کسی قوم کی قسمت جاگتی ہے تو اس کو ایسے باصلاحیت افراد دے دیئے جاتے ہیں جو ہر مقام ہر موڑ پر رہنمائی کرتے ہیں۔ جب قسمت گردش میں آتی ہے تو ایسے افراد چھین لئے جاتے ہیں۔ حضرت محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر میدان میں مذہب کا میدان' سیاست کا میدان' علم کا میدان' تقویٰ کا میدان' تزکیہ نفس کا میدان' جہاد کا میدان غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ اور گوشے میں عوام کی قیادت کی۔ آپ کی شخصیت سے امت مسلمہ کو بے شمار فوائد ملے اور جب ایسے افراد چلے جاتے ہیں تو قحط الرجال کی کیفیت ہو جاتی ہے جو آج ہم محسوس کر رہے ہیں۔ آپ علم اور فن کے اعتبار سے شریعت وطریقت کے لحاظ سے جو اعلیٰ معیار ہونا چاہئے تھا اس پر فائز تھے۔ شریعت و طریقت کے اعتبار سے جہاں ایمان علماء سے ملتا ہے اور حفاظت اولیاء کرتے ہیں وہاں علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے عوام کو ایمان بھی عطا فرمایا اور ان کے ایمان کی حفاظت کے

طریقے بھی انہیں سکھائے۔ اکثر علماء جزوی طور پر کسی علم میں کمال رکھتے ہیں، کوئی عالم صرف علم تفسیر میں کمال رکھتا ہے، کوئی علم حدیث میں، کوئی علم تقریر میں، کوئی علم مناظرہ میں، کوئی علم کلام میں، کوئی علم منطق میں، کوئی علم فلسفہ میں اور کوئی علم صرف ونحو میں کمال رکھتا ہے مگر وہ تمام علوم کلی طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمادیئے تھے۔

آپ کی تقریر سننے والے جانتے ہیں کہ آپ کی تقریر میں رازی کا فلسفہ بھی ہوتا تھا۔ علامہ رازی اگرچہ بظاہر وصال فرماگئے ہیں لیکن ان کا وجود معدوم نہیں ہوا۔ وجود اپنی جگہ پر قائم ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ پارہ اگر زمین پر گر جائے تو وہ ریزہ ریزہ یعنی منتشر ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کو جمع کیا جائے تو پارہ دوبارہ اپنی اصلی حالت اور خالص صورت میں ہمارے سامنے آجاتا ہے جو صاحب نظر اور صاحب دل ہیں وہ اس پارے سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں انہیں علماء کرام اور اولیاء عظام کی زندگیاں آج بھی محفوظ ہیں۔ عوام ان سے آج بھی اکتسابِ فیض کر سکتے ہیں۔ آج علماء اہل سنت کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے اکتسابِ فیض اور ان کے نقش قدم پر چل کر عوام اہل سنت کی قیادت کرنی چاہیے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد احمد صدیقی آزاد کشمیر

استاذی المحترم، بحرالعلوم، استاذ المناطقہ، ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ ایک متبحر عالم دین، ایک نڈر خطیب اور ایک کامیاب مناظر تھے۔ راقم جب ۱۹۶۸ء میں وزیرآباد دورہ تفسیر قرآن کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ہر آنے والے طالب علم سے استفسار فرماتے تھے کہ آپ کون سی کتابیں پڑھتے ہو؟ ملاحسن سے اوپر کی کتابیں پڑھنے والے منطقی معقولی طلبہ پر بہت خوش ہوتے تھے۔ ہمارے درمیان میں جو فوقانی کتابیں پڑھنے والے طلبہ تھے وہ قبلہ ہزاروی صاحب کے دائیں یا بائیں بیٹھتے

تھے اور چھوٹی کتابیں پڑھنے والے سامنے بیٹھتے تھے اور یہ اس لئے ہوا کہ ہم میں سے ہر طالب علم ڈرتا تھا کہ کہیں قبلہ استاذی مکرم کوئی ایسا سوال نہ کر دیں جس کا جواب ہمیں نہ آتا ہو اس طرح ہماری رسوائی ہو گی۔ یہ علامہ ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھی کہ آپ نے ہمارے خیالات کو نورِ فراست سے محسوس کر لیا تھا۔ فرمایا: میں خوب سمجھتا ہوں کہ بڑے طلبہ دائیں یا بائیں کیوں بیٹھے ہیں اور چھوٹے میرے سامنے کیوں' کیونکہ آپ کو صرف کی تعلیلیں اور صیغے نہیں آتے' میں چھوٹوں سے کہوں گا وہ تم سے صیغے پوچھیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس روز مجھے علامہ ابوالحقائق کی فراست کا یقین آ گیا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد ایک طالب علم مدرسہ سے بھاگ گیا۔ جب آپ نے دوسرے طلبہ سے پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے' کچھ انجلائی سی کیفیت طاری ہوئی اور ایک طالب علم سے فرمایا کہ جاؤ وہ طالب علم ریل کے ڈبے میں بیٹھا مجھے دکھائی دیا گیا ہے اسے پکڑ لاؤ۔ چنانچہ طالب علم مذکور گیا تو وہ ریل کے ڈبے میں موجود تھا اسے پکڑ کر لے آئے۔ اس واقعہ کے بعد راقم کو مزید یقین آ گیا کہ ''قلندر ہر چہ گوید دید گوید'' والی مثال سچی ہے۔

ایک خاص بات جو حضرت علامہ کی شخصیت کو نمایاں کرتی ہے وہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیرومرشد کے ساتھ والہانہ عقیدت اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے ساتھ محبت۔ چنانچہ ایک روز لاہور سے ایک نعت خواں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ نعت سناؤ؟ انہوں نے نعت شریف پڑھنی شروع کی تو حضرت نے اپنا سر جھکا لیا اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ نعت شریف کے بعد فرمائش کی یہ شعر سنائیں:

دیوا میں پئی بالدی خانقاہاں تے
آوندا دیکھاں ڈھول انہاں راہاں تے

جب یہ شعر پڑھا گیا تو حضرت کو وجد آ گیا۔ فرمایا اس شعر کی تکرار کرو چنانچہ

انہوں نے یہ شعر بار بار پڑھا۔ ہم سب دیکھ رہے تھے کہ آپ جھوم رہے تھے اور محظوظ ہورہے تھے۔

حضرت ابوالحقائق رحمۃ اللہ علیہ کی ہیبت علمی کا یہ عالم تھا کہ بڑے سے بڑا عالم بھی آپ کی مجلس میں دم نہیں مار سکتا تھا۔ ایک مرتبہ علمی مسئلہ پر بحث شروع ہوئی تو آپ نے حلقہ درس میں بیٹھے ہوئے علماء سے سوال کیا تو اس کا جواب کسی کو نہ آیا پھر خود بہترین مدلل جواب دیا جس پر ہم دم بخود رہ گئے۔ پھر آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کہ مولویو! میرے جیسا استاد نہیں ملے گا جو منبر پر بیٹھے تو مقرر، مسند پر بیٹھے تو مدرس اور کھڑا ہو جائے تو مناظر اور تم مجھے سمجھتے ہو گے کہ یہ صرف تقریر کرتا ہے۔

ایک روز دورانِ تدریس آپ نے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے۔ جب لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ اس پر مولوی صاحب مناظرہ کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے کہا کہ اہل علم کی مجلس میں مناظرہ کروں گا۔ چنانچہ ایک مجلس مناظرہ اہل علم کی منعقد ہوئی اور صدر مناظرہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے وائس چانسلر علامہ علاؤ الدین صدیقی تھے۔ انہوں نے مولوی صاحب پر ایک سوال کیا مگر وہ جواب نہ دے سکے۔ علامہ علاؤ الدین صاحب نے مجھ سے پوچھا تو میں کھڑا ہو گیا اور ان کے سوال کے جواب میں پوری تقریر کی اور کھڑے کھڑے مولوی صاحب پر اعتراض کیا کہ آپ یہ بتائیں کہ جمعہ کی چھ شرائط جمعہ کے لئے علل ناقصہ کی حیثیت رکھتی ہیں یا علت مستقلہ کی اور اگر علل ناقصہ ہیں تو علل ناقصہ مل کر مستقلہ بن سکتی ہے یا کہ نہیں اور علل مستقلہ کا ورود ایک معلول شخص پر جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو علی سبیل بدلیت جائز ہے یا علی سبیل اجتماع جائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں یہ سوال کر رہا تھا تو وائس چانسلر صاحب حیرت سے مجھے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف جواب

نہ دے سکے اور صدر مجلس وائس چانسلر صاحب میری تقریر سن کر محظوظ و متاثر ہوئے اور مولانا موصوف مجلس سے ناکام واپس چلے گئے۔ الغرض علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ علم کے ایک سمندر تھے اور آپ کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ تمام کتب درسیہ آپ کو یاد تھیں اور آپ زبانی عبارتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

آپ کی علمی ہیبت کا ایک واقعہ عرض کروں کہ ایک مرتبہ حکومت وقت کے خلاف وکلاء نے جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا وہ آپ کو قیادت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت ہم سبق پڑھ رہے تھے۔ تقریباً دس بجے کا وقت تھا دو تین وکیل حلقہ درس میں داخل ہوئے تو آپ نہایت برہم ہوئے اور فرمایا کہ پیچھے جا کر ان علماء کے جوتوں میں بیٹھ جاؤ تمہیں معلوم نہیں کہ درس ہو رہا ہے اور اتنی بھی تمیز نہیں کہ علماء کے دائرے کو توڑ کر اندر آ رہے ہو۔ وکلاء نے اس بے ادبی پر ہم سب کے سامنے آپ سے معذرت چاہی۔

حضرت پیر سیّد محمد اعظم شاہ صاحب

دربارِ عالیہ خواجہ محمد فاضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ ٹیکسلا

حضرت علامہ شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم اور محقق تھے۔ کتب تفاسیر اور احادیث سے جن دلائل قاہرہ و باہرہ سے مسئلہ توحید و رسالت پر بیان کیا آپ ہی کا حق تھا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ پر جس قدر آپ کو عبور حاصل تھا میں نے اپنی زندگی میں کسی اور کو ایسا محقق عالم نہیں دیکھا۔ ایک بار آپ ''گوھدو'' تشریف لائے وہاں پر معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر خطاب فرمایا دور و نزدیک سے ہزاروں کی تعداد میں علماء و عوام حاضر ہوئے۔ دوران تقریر صلح حدیبیہ کا واقعہ بھی بیان فرمایا۔ میں نے لوگوں کو آپ کی تقریر پر رقص کرتے ہوئے دیکھا کہ خطاب کے بعد آپ گڑھی افغاناں

حضرت سیّد خواجہ فاضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لائے۔ مقامی علماء نے میرے ساتھ تلخ کلامی کرتے ہوئے کہا کہ آج تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نبی علیہ السلام کو ''عبد'' تسلیم کرلیا ہے۔ اس پر انہوں نے مولانا غلام اللہ خاں کو گڑھی افغاناں میں جلسہ پر بلایا۔ اس نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا۔ اس جلسہ کے جواب میں ہم نے بھی گڑھی افغاناں میں ایک عظیم الشان پروگرام ترتیب دیا اور آپ کو دعوت دی جو آپ نے قبول کر لی اور تشریف لائے۔ آپ نے بڑے مدلل انداز میں مولانا غلام اللہ خاں کے اعتراضات کا جواب دیا کہ حدیث کی سند اگر صحیح نہیں ہے تو اس موضوع پر مجھ سے مناظرہ کرے اور واضح طور پر چیلنج کیا کہ مناظرہ کی تاریخ طے کرلیں مگر مخالفین نے مناظرہ کی بجائے خاموشی اختیار کرلی۔ مجھے آج بھی آپ کے وہ الفاظ یاد ہیں جو آپ نے اعلانیہ طور پر فرمائے تھے کہ مولوی بتائے اگر اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو اپنے نور سے پیدا نہیں فرمایا تو اور کون سی چیز تھی جس سے آپ کو پیدا فرمایا۔

ایک مرتبہ واہ فیکٹری انوار چوک میں آپ کا خطاب تھا۔ پہلے حضرت علامہ محمد دین بدھوی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کیا۔ موضوع توحید تھا۔ حضرت علامہ محمد دین بدھوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر میں خود حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کرایا کہ علماء ان کو بڑے بڑے القابات سے یاد کرتے ہیں مگر میں تو انہیں اپنا عزیز ہی کہوں گا۔ میرا ان کے ساتھ کئی طرح کا تعلق ہے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص انداز میں خطبہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا لوگ آج دراصل علامہ محمد دین بدھوی جیسے بلند پایہ عالم دین کی تقریر کو سمجھ ہی نہیں سکے پھر اس پر آپ نے توحید جیسے مشکل موضوع پر ایسی والہانہ اور عاشقانہ تقریر فرمائی کہ میں نے اسٹیج پر بیٹھے علماء کو وجد کرتے ہوئے دیکھا۔ دورانِ تقریر آپ نے ان اشعار کا تکرار کیا۔

عشق مولی نے کم از لیلی بود
کوئے گشتش بہر او اولی بود
گفت مشق نام لیلی میکنم
خاطر خود را تسلی میدہم

تقریر کے دوران اس قدر کیف و سرور اور سوز و گداز تھا کہ مجمع عام میں لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے تھے اور میں خود بھی بے انتہا کیف میں تھا۔ ایسی تقاریر کرنے والے اب کوئی نہیں رہے۔ عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی تقریریں کرنے والے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو آج بھی زمانہ یاد کرتا ہے۔ میں نے جب آپ کے دورہ تفسیر قرآن مجید کے دوران لکھوائے گئے نوٹس اور عظمت قرآن پر لکھوائے گئے۔ دلائل و ماخذ دیکھے تو فرطِ محبت سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ آپ کس بلند پایہ اور عظیم رتبہ کے مالک تھے۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسا عظیم محقق اب دنیا میں کوئی نہیں ہے وہ بلاشک وشبہ ملک المدرسین والمحققین تھے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ آپ کے درجات بلند اور مزار پرانوار پر تجلیات کی بارش فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا محمد بخش مسلم (بی اے) رحمۃ اللہ علیہ لاہور

پیشوائے اہل سنت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی محتاجِ تعارف نہیں یہ جامع علوم وفنون شخصیت ہزاروں لاکھوں میں سے ایک تھی۔ وہ اپنی خوبیوں' جولانیوں' رعنائیوں کے لحاظ سے ممتاز' یکتا' منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ میں ان کا ایک نیازمند اور مداح ہوں۔ وہ میرے محسن تھے' کرم فرما تھے' شفیق رفیق تھے' ان کی تمام عمر قرآن مجید' احادیث رسولِ حمید صلی اللہ علیہ وسلم' علومِ عقلیہ' ادبیہ' تصوف' شریعت اور فقہ کی خدمت میں بسر ہوئی اور تمام عمر انہوں نے ان معارف وحقائق کو پڑھنے پڑھانے اور ان کو پھیلانے میں بسر کی' آپ کہہ سکتے تھے:

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

میں ان گنت تبلیغی، دینی اور ادبی محفلوں میں ان کے ساتھ گیا۔ میں نے بالعموم یہی کیفیت دیکھی کہ ان کے آنے اور ان کے خیر مقدم کرنے پر یہی کہا جاتا تھا:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

وہ صاحب قال و حال تھے، ظاہری اور باطنی علوم و معارف سے باخبر اور آگاہ تھے۔ آپ بڑے محب پاکستان تھے۔ جہاد حصولِ پاکستان میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہر ملی وقومی تحریک میں بڑی تندہی اور جوش و خروش سے کام کیا۔ آپ اعلیٰ پائے کے محقق تھے اور بہت بڑے مناظر، مفسر، محدث، فقیہ، شاعر، سیاسی مفکر اور مدبر تھے۔

حضرت مفتی اعظم مولانا محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کے وصال پر انتہائی رنج والم ہوا ہے۔ آپ کے وصال سے سیاست کے میدان میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کی تلافی مشکل ہے۔ آپ نے قیامِ پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور اہل سنت کی نمائندگی کی۔ آج ان برے حالات میں بھی اہل سنت کی نگاہیں آپ پر لگی ہوئی تھیں۔

عمدۃ الواصلین، زبدۃ العارفین، شیخ القرآن، پیر طریقت علامہ الحاج محمد عبدالغفور صاحب ہزاری قدس سرہ الشکور اپنے عصر کے عظیم رہنما، بہترین خطیب اور بے نظیر استاذ، بے مثال مبلغ اور جامع و کامل پیشوا اور اہل سنت و جماعت کی قابل فخر شخصیت کے حامل تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کی تبلیغ، مسلمانوں کی فلاح و بہبود، دین متین کے غلبے اور مسلک حقہ اہل سنت کے فروغ کے لئے وقف تھا۔ شریعت و طریقت کے تمام پہلوؤں پر کامل عبور رکھتے تھے۔ ان جیسی ہمہ صفات خوبیوں اور کمالات کی حامل شخصیت کبھی کبھی عالم وجود میں آتی ہے۔

حضرت مفتی محمد حسین قادری صدر جمعیت علماء پاکستان سکھر

حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر سکھر میں ایک جلسہ عام میں تعزیتی قرارداد کے ذریعے انتہائی رنج و الم کا اظہار کیا گیا۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ دین اسلام کی جنگ لڑتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ آپ کی شہادت سے ملک میں اہل سنت کے حلقوں میں صف ماتم بچھ گئی ہے اور ملت اسلامیہ کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ آپ کا شمار ملک کے مایہ ناز جید علماء و مشائخ میں ہوتا تھا جنہوں نے پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں صرف کر دیں۔

محترم حاجی محمد حنیف طیب سابق وفاقی وزیر پاکستان

حضرت علامہ شیخ القرآن برصغیر کے ممتاز عالم بے بدل، منفرد مقرر، شیخ کامل اور تحریک پاکستان کے رہنماؤں میں شامل تھے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی کامیابی اور تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات ہماری قومی تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے قیامِ پاکستان کے لئے جو خدمات سرانجام دیں ظفر علی خاں کا ایک شعر اس سلسلے میں تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا

دینی خدمات کے لئے مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ پورے ملک میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ لوگ آپ کو شیخ القرآن کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے مشاہیر کی یاد منانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مفتی محمد خان قادری امیر عالمی دعوت اسلامیہ

حضرت شیخ العلام شیخ القرآن ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی

زیارت کا شرف مجھے حاصل ہے اور آپ کے خطابات مبارکہ سننے کا بھی۔ آپ کی تقاریر کے نقوش آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ سب سے پہلی چیز جو قبلہ ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اہل علم سے ممتاز کرتی ہے کہ آپ صرف پڑھے ہوئے نہ تھے بلکہ منجھے ہوئے تھے پڑھ جانا اور چیز ہے اور اس میں مہارت تامہ حاصل کرنا اور چیز ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کوئی خطیب عالم نہیں دیکھا جس نے لفظ محمد ﷺ پر تقریر کی ہو اور عوام پر رقت طاری ہو گئی ہو۔ میرے دیکھنے والوں میں صرف واحد شخص حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو صاحب معرفت تھے۔ ذوق سے اسم محمد ﷺ آدھا آدھا گھنٹہ پڑھتے رہتے اور لوگ رقت انگیز مناظر میں علامہ ہزاروی صاحب کا خطاب سنتے رہتے۔ آپ خوش لباس بھی تھے اور خوددار قسم کے عالم تھے۔ آپ جس شہر میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لے جاتے وہاں تمام علماء حاضر ہوتے۔ جب بدعقیدہ لوگ کسی شہر میں جلسہ کرتے تو وہاں کے عوام آپ کو خطاب کے لئے بلاتے آپ اس انداز سے خطاب فرماتے کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتے۔ آپ نے عالم اسلام کے اندر قرآنی حقائق کو عام کیا طلبہ نہیں بلکہ علماء آپ سے قرآنی حقائق سیکھتے۔ اگرچہ آپ نے بہت زیادہ کتب تصنیف نہیں فرمائیں مگر ایسے افراد تیار کئے جو لاکھوں مصنفین پر بھاری ہیں کیونکہ اس دور کی ضرورت افراد تیار کرنا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بریلی شریف نے بہت کم علماء تیار کئے ہیں۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ ہم ہر قسم کا مال تیار نہیں کرتے۔ بریلی شریف نے علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء تیار کئے جو ہزاروں علماء پر بھاری تھے۔ آپ ظاہری و باطنی علوم کے عارف کامل تھے۔ ہزاروں علماء آپ سے فیضیاب ہوئے۔

خودداری' عزت نفس اور علم کی قدر و منزلت آپ کا خاصہ تھا۔ نڈر بے باک اور جرأت مندی کے پیکر تھے' فرزانگی کے ساتھ ساتھ دیوانگی کا رنگ غالب تھا۔ آپ نہایت خوبصورت عالم تھے۔ جب عمامہ پہن کر سٹیج پر جلوہ افروز ہوتے تو بارات کا دولہا

محسوس ہوتے۔ آپ کی علمی وجاہت کا یہ عالم تھا کہ اس دور کے تمام اہل علم آپ کی تقلید کو بھی اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ تصوف کے دقیق مسائل کو نہایت ہی آسان اور حسین انداز میں سمجھانا انہی کا حصہ تھا۔ آپ قوم کے صرف مذہبی رہنما ہی نہ تھے بلکہ قوم کی سیاسی اور ملی رہنمائی بھی فرماتے تھے۔

حضرت علامہ عبدالنبی محمد خدا بخش اظہر ملتان

حضرت شیخ القرآن، ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ آپ مجھ پر خصوصی شفقت فرماتے۔ ایک بار دارالعلوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ملتان تشریف لائے ہوئے تھے جب آپ کو ہمارے دارالعلوم کے پروگرام کا علم ہوا تو نوازش فرماتے ہوئے ہمارے ہاں تشریف لے آئے۔ جلسہ جاری تھا اسٹیج پر غزالی زماں حضرت مولانا سیّد احمد سعید کاظمی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے رات کو ایسا خطاب فرمایا کہ علماء حیران ہو گئے۔ علماء کو یہ کہتے سنا گیا کہ ایسا خطاب زندگی میں پہلی بار سنا ہے۔ آپ کی زبان سے نکلنے والے ایک ایک لفظ کو علماء اپنی ڈائریوں میں محفوظ کر رہے تھے ایسے مناظر دوبارہ دیکھنے میں نہیں آئے۔

قبلہ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ علم کے سمندر، تقویٰ کے پہاڑ اور عشق و محبت کے پیکر، حسین و جمیل، جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے اور پروانے تھے اور یقیناً یہ شعر ان پر صادق آتا ہے:

ہر کہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سامان اوست
بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

حضرت پیر طریقت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمدیہ جھنگ

حضرت علامہ شیخ القرآن پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال سے نہایت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مرحوم نے علم دین کی اشاعت وتبلیغ دین کی بہت بڑی خدمت کی ہے رب تعالیٰ منظور فرمائے۔ موجودہ نازک دور میں ان کی ضرورت تھی لیکن مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ حضرت مرحوم کے لئے کل شام کو جامعہ میں ایصالِ ثواب کیا گیا اللہ کریم منظور فرمائے۔

مذہبی سکالر جناب ملک محمد شہباز وزیر آباد

اللہ تعالیٰ کا اس امت پر احسانِ عظیم ہے کہ اس ذات پاک نے سلسلہ نبوت و رسالت کے اختتام کے بعد اولیاء اللہ کے ذریعے انسانیت کی رہنمائی اور ملت اسلامیہ کی ہدایت اور پاسبانی کا سلسلہ جاری رکھا۔ اولیاء اللہ نے وہی کام کیا جو انبیاء نے کیا تھا۔ انہی نفوسِ قدسیہ کے ذریعہ اسلام کا پیغام ریگزاروں' مرغزاروں' میدانوں' بیابانوں اور صحراؤں میں بسنے والے انسانوں تک پہنچا۔

انہی ہستیوں میں ایک نام منہاج المتقین' سلطان السالکین علامہ زمان شیخ القرآن خواجہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ انہوں نے اپنی حیات دینِ اسلام کی اشاعت' احیائے سنت سرکارِ مدینہ کی محبت اور مخلوق خدا کی خدمت کے لئے وقف کیے رکھی۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں ، میں اسی لئے نمازی

آپ نے یہ کام اتنے موثر اور دل نشین انداز میں سرانجام دیئے کہ برصغیر کی سرزمین پر آپ کی حکایتِ تسلیم و رضا اور داستان مہر و وفا رقم ہے۔

عرب کا مشہور شاعر فرزوق اپنے حریف شاعر جریر سے کہتا کہ تو اپنے بزرگوں کی بڑی تعریف وتوصیف کرتا ہے۔

اُولٰئِکَ اٰبائی فجئنِی بمثلھم

اِذَا جَمَعَتَنَا یا جریر المجامع

لیکن جب ہم کسی محفل میں اکٹھے ہوں تو میرے بزرگوں کی کوئی مثل، نظیر یا کوئی مثال مجھے دکھانا۔

حضرت شیخ القرآن ایسے مرددرویش تھے جو اپنی آستین اور آستانہ میں ید بیضا رکھتے تھے ان کا جسم مجاہدہ میں اور قلب مشاہدہ میں محو رہتا آپ علومِ ظاہری میں یکتائے زمانہ، زبان ولسان میں دسترس فاضلانہ اور زہد وتقویٰ میں جذبِ کلیمانہ رکھتے تھے۔

آپ صاحبِ اسرار بھی تھے اور صاحبِ راز بھی، اہل حال بھی تھے اور صاحبِ کمال بھی، صاحبِ دل بھی تھے اور اہل نظر ونگاہ بھی، اہل خبر بھی تھے اور اہل خیر بھی۔ آپ بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں افق علم وعرفان پر شریعت، طریقت، حقیقت اور روحانیت کے مہر منیر بن کر جلوہ گر ہوئے۔

آپ بستانِ خطابت کے بلبل خوش نوا اور زبان و بیان کے ابوالکلام تھے۔ شان رسالت محبتِ اہل بیت اور تصوف معرفت کے موضوعات پر آپ کا محبت بھرا انداز کہ از دل خیز د بر دل ریزدُ کے مصداق تھا۔ حق گوئی شگفتہ بیانی بے باکی اور حاضر جوابی آپ کے فن خطابت کے اجلے اور نکھرے اوصاف تھے جب بولتے تو موتی رولتے اور دلوں کے دروازے کھولتے تھے۔ بقول غالب

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا

آپ کے وجود میں سچائیاں، رعنائیاں اور گہرائیاں وجد کرتی تھیں دعوت و ارشاد میں عشق رسول ﷺ اور حُبِ آل بتول علیہا السلام کو تقریر کا مرکز ومحور بنا کر سامعین کو

مخمور و مسرور کر دیتے تھے۔ حضور علیہ السلام کے خصائل و شمائل اور حسن و جمال کا ذکر ایسے کرتے جیسے آپ حضور علیہ السلام کو دیکھتے جاتے ہیں اور بیان کرتے جاتے ہیں۔

در ضمیرش گرمیِ عشقِ رسول ﷺ
در خمیرش حُب اولادِ بتولؓ

عورتوں کا حسن چہروں میں اور مردوں کا حسن زبان میں ہوتا ہے لیکن اللہ نے آپ کو بدن اور بیان و زباں دونوں طرح کے حسن سے نواز رکھا تھا۔ مولانا ظفر علی خاں جو برصغیر کے عظیم شاعر اور شعلہ نوا مقرر تھے حضرت شیخ القرآن کے حسن خطابت سے متاثر ہو کر کہا تھا۔

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد ﷺ کے نور کا

اس وقت پاکستان میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص ۸۰ فیصد علماء و خطباء براہ راست یا بالواسطہ آپ سے فیض اور تعلیم یافتہ ہیں۔

کوئی پھول بن گیا ہے کوئی چاند کوئی تارا
جو چراغ بجھ گئے تھے تیری انجمن میں جل کر

قرآن پڑھانا تو ہر ایک کو آتا ہے مگر دل میں اتارنا حضرت شیخ القرآن کا خاصہ تھا۔ حضرت خواجہ گوہر الدین جینڈ روی فرماتے تھے۔ آدھی بات میں کرتا ہوں باقی پوری بات شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی کرتے ہیں۔

غلامِ نرگسِ مستِ تو تاجداراں اند
خرابِ بادۂ لعلِ تو ہشیاراں اند

اے دوست بڑے بڑے تاجدار تیری مست نرگسِ نگاہ کے غلام ہیں بڑے بڑے صاحب ہوش بھی آپ کی عمدہ شراب سے مخمور و سرمست ہیں۔

راقم الحروف کی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے محبت وعقیدت کا سلسلہ ۱۹۶۰ء سے شروع ہوا وزیر آباد میں ۱۹۶۸ء میں انجمن طلباء اسلام کا قیام حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کے ملحقہ بڑآمدے میں منعقدہ اجلاس میں ہوا۔ جس کا پہلا ناظم راقم الحروف کو منتخب کیا گیا۔

نازم بچشم خود کہ جمالِ تو دیدہ ست
افتم بپائے خود کہ درکویت رسیدہ ست

مجھے اپنی آنکھ پر ناز ہے جس نے تیرا جمال دیکھا اور میں اپنے پاؤں پر نثار ہوں جو تیرے کوچے تک پہنچا ہے۔

۱۹۳۵ء میں اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں عرس پاک کی محفل میں آپ کو خطاب کرنے کا شرف حاصل ہوا اور ۱۹۷۰ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے وصال پر قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا سوز وکیف اور مستی والی تقریریں ختم ہوگئیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں اللہ والوں کی کمی نہ تھی لیکن آپ نے ایک ہی کو چنا، ایک ہی کو جانا ایک ہی کو مانا، ایک ہی کو پہچانا۔

کیا ہے کسی سے کام، تمہیں دیکھنے کے بعد
سب کو کیا سلام تمہیں دیکھنے کے بعد

حضرت شیخ القرآن جب حضرت سائیں فضل دین رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی کی وساطت سے مردِ کامل، امیر عارفاں حضرت گوہر دین رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں آئے تو پہلی ہی نگاہ میں حضرت خواجہ گوہر الدین نے پہچان لیا کہ شاہین زیرِ دام آگیا ہے۔ خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہی آپ کو میدان طریقت کا شاہسوار اور شاہراہِ حقیقت کا راہی بنایا۔

میری اڑان میں شامل ہے تربیت تیری

۱۹۶۲ء کے تاریخی صدارتی انتخابات میں آپ نے محترمہ فاطمہ جناح کی

حمایت کا اعلان کیا۔ ۱۹۶۸ء میں آپ کو جمعیت علمائے پاکستان کا صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے جمعیت علمائے پاکستان کے منشور میں تین باتوں کو بڑی اہمیت دی۔ اسلام برحق سوشلزم کفر اور مزدور کی حمایت فرض ۲۰۱۰ء میں تحریک ایوانِ کارکنان کے ایک جلسہ میں آپ کی تحریک پاکستان کے دوران ملّی و سیاسی خدمات کی بنا پر آپ کو گولڈ میڈل دیا۔ یہ گولڈ میڈل میاں محمد شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب سے ان کے ہونہار پوتے پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی نے وصول کیا۔

وہ لوگ جن سے تیری بزم میں تھے ہنگامے
گئے تو کیا تیری بزم خیال سے بھی گئے

۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء (۷ شعبان المعظم) فجر کی نماز کے بعد آپ حسب معمول سیر کے لیے نکلے تو ٹرک کے حادثہ میں زخمی ہوئے۔ ہسپتال میں لوگوں کو درود شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی اور خود با آواز بلند کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ جو بھی انسان پیدا ہوا ہے وہ موت کی لذت ضرور چکھے گا بقا اور پائندگی صرف خدا کی ذات کے لیے مخصوص ہے۔

ہر کے آمد بر جہاں ، اہل فنا خواہد بود
آنکہ پائندہ و باقیست ، خدا خواہد بود

جو بھی اس دنیا میں آیا ہے وہ فنا ہو جائے گا صرف خدا کی ذات باقی و پائندہ ہے۔

ہزاروں افراد نے دیکھا کہ وصال کے وقت آپ کے چہرہ پر سکینت اور مسکراہٹ تھی لیکن حاضرین اور متعلقین کا سینہ فگار اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔ کم و بیش ایک لاکھ افراد نے حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔

قبائے نور سے سج کر، لہو سے باوضو ہو کر
وہ پہنچے بارگاہ رب میں کتنے سرخرو ہو کر

آپ کا عرس مبارک ۷۔۸ شعبان کو بڑے عقیدت و احترام اور تزک و احتشام سے آستانہ عالیہ مہر آباد شریف وزیر آباد انعقاد پذیر ہوتا ہے۔ زندگی میں حضرت شیخ القرآن کا قلب زندہ تھا۔ آج آپ کی قبر بھی زندہ ہے۔

موت کے پردے سے کم ہوتی نہیں تابندگی
اس طرف بھی زندگی ہے اس طرف بھی زندگی

حضرت شیخ القرآن کے وصال کے بعد حضرت قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے صاحبزادے مفتی عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی فرمائی اور یوں حضرت شیخ القرآن کے وصال کے بعد آپ کو جانشین شیخ القرآن بننے کا اعزاز اور شرف حاصل ہوا۔

غنچہ شوق لگا ہے کھلنے
پھر تجھے یاد کیا ہے دل نے

آپ نے چالیس سال اس مسند پر فائز رہ کر بے شمار ملی، مذہبی اور سیاسی خدمات سرانجام دیں۔ حضرت شیخ القرآن کا علم وصفا کا چراغ چند ماہ وسال سے ٹمٹما رہا تھا ویسے بھی دنیا اہل دل سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ پھر زندگی کا ساتھی بھی اگر بچھڑ جائے تو زندہ بچنے والا مر مر کے ہی جیا کرتا ہے۔ آخر آپ مورخہ ۲۲ اپریل ۲۰۱۰ء دل کے آپریشن کے دوران وصال فرما گئے۔ پاکستان بھر سے آپ کے عقیدت مند آپ کے جنازہ میں جامہ دراں، چشم چکاں اور دل خوں رواں شریک ہوئے آپ کا جنازہ بھی وزیر آباد کی تاریخ کا بہت بڑا جنازہ تھا۔

جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم
خواص پہنچے ، عوام پہنچے

شائستگی، شرافت، مروّت، علم، حلم اور محبت و شفقت کا ایک پیکر تھا جو رخصت

ہو گیا۔

بروزِ مرگ چوں تابوتِ من رواں باشد
گماں مبرکہ مزا فکر ایں و آں باشد

دنیا سے الوداع ہونے سے پہلے حضرت قبلہ مفتی صاحب نے پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف کی صورت میں ایک ایسا چراغ روشن کیا ہے جس سے دنیائے چشت اہل بہشت میں چراغاں ہوگا۔ ہیرے کی کان سے ہیرے ہی نکلتے ہیں۔ اس ہیرے اور گوہر کو اعراس گولڑہ شریف کا مستقل خطیب بھی مقرر کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں دین و دنیا کا بادشاہ بنائے۔ آصف بن برخیا کی فضیلت و کرامت اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شکوہِ بیاں سے بہرہ ور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس آستانہ کو سلامت اور مرکز مہر و وفا بنائے۔

از صد سخنِ پیرم، یک نقطہ مرا یاد ست
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد

مجھے اپنے مرشد کی سو باتوں میں ایک بات یاد ہے کہ جب تک یہ میکدہ آباد ہے دنیا قائم رہے گی۔

حضرت علامہ پیر ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان گوجرانوالہ

شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ عظیم المرتبت علمی و روحانی شخصیت تھے اور آپ کی تقریری، تدریسی و تبلیغی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا بالخصوص جبکہ گستاخانِ شانِ رسالت قرآن پاک کے نام کی آڑ میں تحریف قرآن کے ذریعے الحاد و بے دینی پھیلا رہے تھے آپ کا دورہ تفسیر قرآن کا کارنامہ بہت اہمیت کا

حامل تھا جس کے ذریعے آپ نے قرآن پاک کی صحیح ترجمانی کا آغاز فرما کر شانِ رسالت و ولایت کا تحفظ اور مذہب حق اہل سنت کا خوب دفاع فرمایا۔ آپ کی یہ خدمت قرآنی اس قدر مقبول ہوئی کہ پھر بکثرت مقامات پر دورہ تفسیر قرآن شروع ہو گیا مگر اس میں اولیت کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

جب آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دورہ تفسیر قرآن کے آغاز کا اظہار فرمایا تو حضرت شیخ الحدیث بہت خوش ہوئے اور کامیابی کے لئے دعا فرمائی اور تعاون کیا۔ خدا تعالیٰ آپ کی علمی، دینی، تبلیغی و روحانی خدمات پر بہترین جزا عطا فرمائے اور آپ کا ذوق و جذبہ آپ کی اولاد میں بھی جاری و ساری رکھے۔ (آمین)

حضرت میاں محمد صادق قصوری برج کلاں قصور

میں نے پہلی بار حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی وزیرآبادی کا خطاب سنا جب آپ قصور ریلوے اسٹیشن کی وسیع و عریض گراؤنڈ میں شب کو خطاب فرمانے کے لئے تشریف لائے۔ اس خطاب کا شہرہ تذکرہ مہینوں تک قصور شہر اور اطراف و اکناف میں رہا۔ ۱۹۶۱ء میں میرے دل میں عالم دین بننے کا شوق غالب ہوا تو میں نے حضرت شیخ القرآن قدس سرہٗ کی خدمت میں داخلہ کے لئے عریضہ لکھا۔ حضرت والا مرتبت نے جواب میں تحریر فرمایا فوراً پہنچ جاؤ تمہیں ہر سہولت فراہم کی جائے گی۔ اسے میری بدقسمتی کہئے کہ جب میں وزیرآباد پہنچا تو آپ مدرسہ انوار العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ پر تشریف لے گئے تھے۔ میں واپس چلا گیا اور علمی استفادہ نہ کر سکا جس کا تا حال افسوس ہے لیکن حضرت سے عقیدت و محبت کا سلسلہ دراز اور پائیدار ہوتا چلا گیا جو بفضل خدا اب بھی قائم دائم ہے۔

۱۹۶۲ء اکتوبر سرگودھا میں اہل سنت کا سالانہ جلسہ ہوا۔ اسٹیج پر نامور ہستیوں

مثلاً مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ' مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ' پیر سیّد ولایت شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ' سیّد محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ' پیر صاحب دیول شریف بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا پنجابی زبان میں خطاب ہوا۔ خطاب کیا تھا فصاحت و بلاغت کا ایک سمندر تھا جس کا کوئی کنارہ ہی نہ تھا۔ موضوع تھا ''مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' حضرت شیخ القرآن خود بھی جھوم رہے تھے اور ہزاروں کا مجمع بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھا۔ آسمان سے نور کی بارش ہو رہی تھی۔ حاضرین کے دلوں کی دنیا آباد ہو رہی تھی اور آنکھوں سے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو چھلک رہے تھے۔ آج جب اس اجتماع کا تصور کرتا ہوں تو ایک روحانی سکون حاصل ہوتا ہے اور زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلتے ہیں: اے کاش! گھڑی کی سوئیاں رک جاتیں اور وقت کا پہیہ جام ہو جاتا اور حضرت شیخ القرآن کا نورانی' وجدانی' ایمانی خطاب جاری رہتا اور عمر اسی طرح ہی تمام ہو جاتی۔

ایک دفعہ لالہ موسیٰ ضلع گجرات میں شیعہ عالم کفایت حسین کا خطاب ہوا شہر میں ہر سو اس خطاب کے چرچے ہوئے تو حضرت مولانا غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اثر کو زائل کرنے کے لئے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو خطاب کی دعوت دی۔ لالہ موسیٰ میں جلسہ کا تاریخی انتظام کیا گیا۔ رات کو حضرت نے مخصوص عالمانہ خطاب سے جلسہ لوٹ لیا۔ آپ نے حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کچھ اس انداز سے بکھیری کہ لالہ موسیٰ شہر تو کجا اطراف کی آبادیاں بھی معطر و مطہر ہو گئیں۔

حضرت شیخ القرآن کی شخصیت اپنوں کے لئے ابر رحمت اور اغیار کے لئے ننگی تلوار تھی۔ وہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیامبر اور مئے مدینہ کے ساقی تھے۔ ان کے ہنسانے سے دنیا ہنستی تھی اور رلانے سے روتی تھی۔ لوگوں کے دلوں کی دھڑکن تھے اسٹیج پر آئے تو شرابِ معرفت کے ساغر لنڈھائے' دلوں کے طاؤس رنگ لائے' سامعین نے اشک

بہائے اور سننے والے حب رسول ﷺ سے اپنی جھولیاں بھر کر لائے۔ آپ کی باتوں میں گلوں کی سی خوشبو تھی۔ فصاحت و بلاغت کے اس طرح دریا بہاتے کہ سامعین عش عش کر اٹھتے۔ مذہب کے میدان میں رأس العلماء تھے اور سیاست کی پرخار وادی میں قدم رکھا تو مولانا ظفر علی خاں جیسے سیاست دان پکار اٹھے:

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا

وہ کون سی خوبی ہے وہ کون سی صفت ہے وہ کون سا علم ہے جس کو میرے ممدوح سے متعلق ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو علم و فضل کی بنا پر فضیلت حاصل ہوتی ہے مگر میرے حضرت وہ ہستی ہیں کہ جن کی وجہ سے علم و فضل کو فضیلت حاصل ہے۔ میرے حضرت بیک وقت مولوی' صوفی' پیر' عالم' فاضل' ادیب' خطیب' مناظر' مفکر' شاعر' مقرر' مفسر' مدرس اور بلند پایہ سیاستدان تھے قحط الرجال کے اس دور میں ایسے کاملین کہاں نظر آتے ہیں۔

جس طرح مولانا میر حسن کی نظر کرم سے محمد اقبال' علامہ اقبال بن گئے اسی طرح حضرت حجۃ الاسلام کی نظر کیمیا نے آپ کو علامہ سے شیخ القرآن بنا دیا۔ حضرت کی صحبت کیمیا گر میں آپ کے جوہر خفتہ بیدار ہوئے۔ آپ نے ذہانت و قابلیت کے ایسے کرتب دکھائے کہ فارغ التحصیل ہونے پر معلمی کے عہدہ پر فائز کر دیئے گئے۔ آپ دقیق سے دقیق اور مشکل سے مشکل مسائل کو آن کی آن میں بڑے حکیمانہ اور احسن طریقے سے حل فرما دیتے اسی بنا پر آپ کو ابوالحقائق جیسے جلیل القدر لقب سے نوازا گیا۔ شاید کوئی معترض اس کو مبالغہ آرائی یا حسن عقیدت سمجھے مگر میں حلفیہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے حضرت شیخ القرآن کو سنا ان کو میری تصدیق کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ وہ مسجد' وہ میدان اور وہ جگہ جہاں جہاں حضرت کا خطاب ہوا آج بھی گواہ ہے کہ حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ جیسی فصاحت و بلاغت اس دور میں کہاں؟ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی طرح جھوم جھوم کر آقائے دوعالم تاجدار مدنی سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اب سنانے والا کوئی نہیں ہے۔ آپ کو باطنی علوم کے علاوہ علومِ مناظرہ پر بھی دسترس حاصل تھی۔ اوائل عمر میں چوٹی کے مناظر تھے بڑے بڑے فضلاء آپ کا نام سن کر ہی کانپ اٹھتے تھے۔

حضرت کی زندگی بہت سادہ مگر پروقار تھی۔ سفید شلوار قمیص اور سفید پگڑی ان کا لباس تھا۔ شانوں پر پھولدار رومال رکھتے تھے۔ پاؤں میں طلائی کھسہ کبھی کبھی گرگابی کا بھی استعمال کر لیتے۔ خوراک انتہائی سادہ اور مختصر تھی' خشک روٹی شوربے میں ڈبو کر کھاتے۔ سر کے بال شانوں تک' داڑھی گھنگھریالی اور زلفوں کو سنوار کر رکھتے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور خوبصورت' قد میانہ' چال بادشاہوں جیسی' ڈھال فقیروں جیسی تھی' غرور وتکبر کا تو ان میں شائبہ تک نہیں پایا جاتا تھا۔ محبت و انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ہر شخص پہلی ہی ملاقات میں گرویدہ ہو جاتا تھا۔ ایسے اللہ والے صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور ایک تاریک دنیا کو روشن کرنے کے بعد اپنی یادیں چھوڑ جاتے ہیں جو ان کو تا قیامت زندہ وتابندہ رکھتی ہیں۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس کہ تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

آپ کے وصال پر اپنے تو اپنے غیروں کو بھی میں نے رشک کرتے ہوئے دیکھا۔ بقول میر:

سامنے اس کے نہ کہتے تھے اب جو کہتے ہیں
لذت عشق بھی گئی میرؔ کے مر جانے سے

آپ کی شہادت پر میں کئی دنوں تک روتا اور آنسوؤں سے منہ دھوتا رہا۔ آج بھی

میرے پاس ان دنوں کے اخبارات موجود ہیں جو میرے لئے بہت ہی قیمتی سرمایہ ہیں۔

حضرت مولانا محمد صدیق سالک صدر مدرس

جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ

۱۹۵۰ء میں جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد میں داخلہ لیا تو حضرت پیر کامل علامہ زماں محقق دوراں شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت اور روحانیت سے بہت متاثر ہوا۔ ساڑھے تین سال کا عرصہ آپ کے زیر سایہ گزرا۔ پھر مختلف مدارس میں درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کی کمی شدت سے محسوس کرتے ہوئے مجھے میرا بلند بخت دوبارہ ۱۹۵۸ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آیا آپ کی روحانیت سے میں پہلے ہی بہت متاثر تھا۔ جب میں آپ کے دارالعلوم میں زیر تعلیم تھا۔ جس وقت بھی اپنے شیخ کامل کو دیکھتا تو مجھ پر خوف طاری ہو جاتا' بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ یہ حضرت کا وہ روحانی رعب تھا جو مجھ جیسے گنہگار پر طاری ہو جاتا تھا۔ جب آپ تحریک ختم نبوت کے دوران راولپنڈی جیل سے رہا ہو کر واپس وزیر آباد تشریف لائے تو جمعۃ المبارک کے موقع پر آپ نے ایک قیدی کا واقعہ بیان فرمایا جس کو جیل میں پھانسی دی گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن تھا اور اس کی زبان پر یہ مصرع تھا:

مکی مدنی والیا سائیاں وے گل لالے او گنہگاراں نوں

حضرت نے جب اس مصرع کو دہرایا اور چشتیانہ ذوق کے ساتھ بار بار پڑھا تو مجلس کے اندر یک لخت چیخ وپکار شروع ہوگئی اور سامعین پر وجد طاری ہوگیا۔

محفل میں پیرمغاں نے جب رخسار سے گیسو سرکائے
تو پروانے پر پروانہ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

مجھ مسکین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور دل زار وقطار روتا رہا۔ آج بھی جب وہ منظر آنکھوں کے سامنے گزرتا ہے تو عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

شیخ زماں قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جس کارنامے نے میرے دل پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں وہ یہ کہ آپ تاجدار مدنی آقائے نامدار حبیب کردگار احمد مختار جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالانہ عرس مبارک "عرسِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم" منایا کرتے تھے جو پرکیف، پرنور، پرذوق اور پرسرور ہونے کے لحاظ سے بے مثل و بے نظیر تھا۔ جب حضرت عرس مبارک کی آخری نشست میں دعا کے واسطے کھڑے ہوتے تو اس وقت مجلس کے اوپر عجیب وجد وسرور، آہ وفغاں طاری ہو جاتی تھی۔ ۱۹۵۳ء کا ایک واقعہ ہے کہ جب آپ حالت وجد میں آ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو

ز مہجوری برآمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

دہرانے لگے تو پھر کیا تھا بس ہر طرف چیخ و پکار تھی پتھر سے پتھر دل والا بھی زار وقطار رو رہا تھا اس وقت کی اپنی کیفیت بیان سے باہر ہے بس آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔

۱۹۵۸ء میں حضرت شیخ القرآن نے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے کا اعلان کیا تو میں نے بھی دیگر علمائے کرم کے ساتھ حضرت کی زبان ترجمان سے مستفید ہونے کے واسطے جامعہ نظامیہ غوثیہ میں داخلہ لیا۔ بڑے بڑے ماہر خطباء مدرسین اور ذہین محنتی طلبہ پاکستان کے دونوں حصوں سے بلکہ بیرونی ممالک سے بھی حضرت کی تفسیر سحر بیان سے مستفیض ہونے کے واسطے ڈیڑھ سو سے بھی زائد طلبہ شریک درس ہوئے جب حضرت قرآن مجید کے عجیب وغریب نکتے بیان کرتے تو حاضرین و سامعین پر عجیب کیف و سرور طاری ہو جاتا تھا۔ قرآن کریم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے جب قرآنی آیات کا

باہمی ربط بیان کرتے تو علماء عش عش کر اٹھتے۔ ایک روز سورۂ بقرہ کی دو آیات زیر بحث تھیں ان کا باہمی ربط بیاں کرتے ہوئے فرمایا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ○ (القرآن الکریم ۲:۲۶۱، ۲۶۰)

”اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب دکھا دے تو مجھے کیونکر مردے زندہ کرے گا۔ فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں۔ عرض کی یقین تو ہے مگر چاہتا ہوں کہ دل کو اطمینان آ جائے۔ تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ مائل کر لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے ہوئے اور جان رکھو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے پھر ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اس طرح ہے جیسا ایک دانہ سے سات خوشے نکلتے ہیں اور ہر خوشہ میں سو دانہ اللہ اس سے بھی بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔ اللہ وسعت والا علم والا ہے۔“

پہلی آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے (کبوتر، مور، کوا، مرغ) پکڑے ان کو اپنے ساتھ مانوس کیا پھر ذبح فرمایا۔ ہر ایک کے چار ٹکڑے کئے اور چار پہاڑوں پر رکھ دیئے۔ ایک پہاڑ پر چار سر، دوسرے پر چار دھڑ، تیسرے پر آٹھ ٹانگیں اور چوتھے پہاڑ پر آٹھ پر رکھ دیئے اور پہاڑوں کے درمیان

کھڑے ہو کر پرندوں کو آواز دی۔ جب مرغ کو آواز دی تو اس کا سر دھڑ ٹانگیں اور پر چل کر آئے اور آپ کے سامنے مرغ بن کر بولنے لگا۔ اسی طرح کوا' مور اور کبوتر نے کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ منظر آنکھوں سے دیکھ کر اطمینانِ قلب حاصل کیا اس کے بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مراد طالب صادق انسان ہے۔ مطلب یہ کہ اے انسان! اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھوں کے سامنے تیری مردہ روح زندہ ہو جائے اور تجھے مشاہدہ اور اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے تو اپنی مردہ روح کی چار صفات ذمیمہ کو مٹا دے جو پرندوں سے مراد ہیں یعنی مرغ سے مراد شہوت' مور سے فخر' کبوتر سے غفلت اور کوے سے لالچ مراد ہے۔ جب تو ان بری صفات کو مٹا دے گا تو تجھے اطمینانِ قلب حاصل ہو گا اس کے بعد آپ نے دوسری آیت کریمہ کے بارے میں فرمایا کہ اس آیت کا پہلی آیت کے ساتھ ربط یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرندوں پر اللہ کے حکم کے مطابق فنا ڈالی پھر انہی کے اندر اعلیٰ اور عمدہ زندگی کا مشاہدہ کر لیا یعنی دوسرے الفاظ میں اس طرح ان پرندوں والی صفات انسان اپنے اندر سے ختم کر دے اور اس طرح جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مالوں کو خرچ اور فنا کر دیتے ہیں وہ بھی اپنے مالوں کے اندر اعلیٰ اور عمدہ ترقی و برکت کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ پہلی آیت میں اطمینانِ قلب کے لئے صفاتِ ذمیمہ فخر شہوت لالچ اور غفلت کو فنا کر دے تو انسان کے اندر اعلیٰ صفات پیدا ہوتی ہیں اور دوسری آیت میں جو شخص اپنے مال کو خدا کی راہ میں فنا کر دے تو اس کو دنیا کے مال سے بہتر مال ملے گا پھر جو لوگ اللہ کی راہ میں جان قربان کرتے ہیں ان کو اعلیٰ پاکیزہ جانیں ملتی ہیں جیسی اس قاعدے کے اصول کے تحت جو مال قربان کرتے ہیں انہیں اعلیٰ و عمدہ مال ملتا ہے۔

دورہ تفسیر قرآن مجید کے ساتھ ساتھ آپ نے تصوف کی بنیادی کتاب لوائح

جامی از مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا درس بھی شروع کر دیا مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ میں نے حضرت کی زبان سے نکلنے والے ایک ایک لفظ کو لکھا۔ ۱۹۵۸ء سے لے کر مسلسل چار سال تک مجھے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھنے کا شرف حاصل ہوا یہ حضرت کی خصوصی توجہ اور شفقت تھی ورنہ دو سال سے زائد کسی کو داخلہ لینے کی اجازت نہ تھی۔ دوسرے سال دورہ قرآن مجید کے ساتھ مثنوی شریف بھی شروع کر دی اس کی تقریر لکھنے پر بھی مامور کیا گیا۔ ۱۹۶۱ء میں حضرت شیخ القرآن کے حکم پر تقریباً ایک درجن علماء جن میں صاحبزادہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی' مولانا حافظ محمد عالم سیالکوٹ' مولانا محمد بشیر پنڈی گھیپ' مولانا محمد سلیمان وغیرہ کے علاوہ میں بھی شامل تھا۔ سب آپ کے ساتھ ملتان گئے اور شیخ الحدیث غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بخاری شریف کی عبارت پڑھنے کا مجھے حکم ملا۔ ہم سب کی دستار بندی آپ کے توسط سے کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ بعد میں حضرت غوث العالمین شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ سبحان اللہ حاضری کے وقت عجیب سماں تھا۔ کیف ہی کیف تھا۔ مزار پر انوار پر انوار وتجلیات کی بارش ہو رہی تھی۔ دعا کے بعد حضرت شیخ کامل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نورِ نظر حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی' مولانا محمد سلیم نقشبندی فیصل آبادی اور مجھے بارگاہِ غوث العالمین میں حاضری کے لئے پیش کیا۔ جب قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی صاحب واپس لوٹے تو آپ کی زبان پر یہ شعر تھا:

کن بدیں گونہ تصور دم بدم

من نیم یار است از سر تا قدم

میری زبان پر یہ مصرع تھا۔ فقر خواہی او بصحبت قائم است' پوری رباعی یوں ہے:

صرف خواہی او بفعلے حاصل است

علم خواہی او بقول حاصل است

فقر خواہی او بصحبت قائم است
نے زبانت کار می آید نے دست

مجھے یہ شرف بھی حضرت شیخ کامل رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ سے ملا کہ ۱۹۶۷ء میں صوفی بابا عنایت اللہ اور میری دستار بندی ''عرسِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم'' کے موقع پر ہوئی اور یوں خلیفہ مجاز ہونے کا شرف ملا۔ غالباً ۱۹۶۶ء کی بات ہے ایک روز شیخ کامل نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ مفتی (محمد عبدالشکور) اور مولوی محمد صدیق کو دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے پر مامور کر دوں چنانچہ حضرت کا ارشادِ عالیہ یوں پورا ہوا کہ مفتی صاحب نے آپ کی حیات میں ہی اور میں ۱۹۷۶ء سے تاحال دارالعلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیرآباد میں دورہ تفسیر قرآن پاک پڑھانے پر مامور ہوں اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ یہ بھی میرے شیخ کامل کی کرامت ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء نے آپ کو شیخ القرآن تسلیم کیا۔ اگر آپ کو علماء نے شیخ القرآن کہا تو صوفیاء نے شیخ العرفان بھی مانا۔ محمد اعظم چشتی کا شعر ہے:

زمانے میں بہت چرچا ہے ان کے علم وعرفان کا
دکھاتے ہیں یہ اہل دل کو رستہ کوئے جاناں کا

حضرت مولانا محمد صدیق ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

برصغیر پاک و ہند انگریزوں کے غاصبانہ قبضے سے آزاد کرانے اور ملت اسلامیہ برصغیر کو ایک آزاد خطے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کی سعادت سے بہرہ ور کرنے کے لئے جن قابل قدر شخصیات نے جدوجہد کی تاریخ اسلام ان کی خدمات کو کبھی نہیں بھول سکتی اور حقیقت یہ ہے کہ تاریخ پاکستان کے حوالے سے جب کسی شخصیت کا ذکر آتا ہے تو جذبہ امتنان وتشکر کا پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے اس لئے ان شخصیات نے اپنی بے مثال قربانیوں کے ذریعے مسلمانانِ پاکستان

کو انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات دلا کر آزادی کا پروانہ عطا کیا۔ ان عظیم شخصیات میں سے ایک بہت بڑا نام حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے ایک بے باک نڈر سپاہی ہی نہ تھے آپ علم و فضل کے بحر بیکراں' میدانِ تدریس کے شاہسوار اور فن خطابت میں یگانہ روزگار تھے۔ گویا آپ ایک جامع شخصیت کے مالک تھے۔ تحریک پاکستان کے ضمن میں پشاور سے کلکتہ تک پیغامِ حق پہنچایا اور پابند سلاسل رہے لیکن پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لرزش نہ آئی۔ تحریک پاکستان کے دوران ایک بار قاتلانہ حملہ بھی ہوا مگر بال بال بچ گئے۔ آج علامہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ان کی زندگی بھر کی اسلام اور دین کے لئے خدمات ہمارے لئے ہمیشہ مشعل راہ کا کام دیتی رہیں گی۔ آپ کی جدوجہد قربانیاں اور مذہب سے لگن خصوصاً نوجوانوں کے لئے تقلید کا باعث بنتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مزارِ مبارک پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری امیر ادارہ منہاج القرآن

مجھے اپنے زمانہ طالب علمی کے دوران چند بار حضرت علامہ شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا اور کئی بار آپ کے خطابات سننے کا موقع ملا۔ آپ اکثر جھنگ میں تبلیغی دورہ پر آتے تو میں آپ کا خطاب سننے کے لئے جایا کرتا تھا۔

علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پائے کے محقق' محدث' مفسر' صوفی' مدرس' سیاستدان اور دل پذیر خطیب تھے۔ دنیا میں بڑے بڑے مقرر گزرے ہیں مگر علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز سب سے انوکھا' منفرد اور مختلف تھا۔ آپ دورانِ خطاب ایک شعر کے گرد گھومتے تھے' اس شعر کو اپنی تقریر کا مرکز بنا لیتے اور اس ایک شعر پر گھنٹوں خطاب کیا کرتے تھے۔ آپ ترنم کے ساتھ شعر پڑھتے اور محفل کے اندر اس قسم کا ذوق پیدا کر

دیتے کہ لوگ جھومنے لگتے اور ایک عجیب و غریب کیف و سرور سامعین پر چھا جاتا۔ اگر کوئی نو وارد آپ کی تقریر سنتا تو وہ اس سے یہ تاثر ہرگز نہ لیتا کہ آپ صرف اور صرف اشعار کے بل بوتے پر خطاب فرما رہے ہیں۔

علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی جن خوبیوں کی وجہ سے دنیائے اہل سنت میں آپ کو ایک خاص منفرد مقام ملا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ علماء یا صرف مدرس ہوتے یا صرف خطیب ہوتے یا صرف سیاستدان ہوتے یا صرف حسن کے مالک ہوتے مگر علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ تمام خوبیاں بیک وقت پائی جاتی تھیں۔ آپ جس محفل میں ہوتے بڑے سے بڑے علماء آپ کے سامنے کھل کر بات نہ کر سکتے تھے۔ آپ کو حسن ملا تو بے نظیر' خطابت ملی تو بے مثال' فن تدریس ملا تو لاثانی اور سیاست میں اس طرح گہری نظر رکھتے تھے کہ جب سیاست کے میدان میں قدم رکھا تو بڑے سے بڑے سیاستدان ہیچ نظر آئے۔

علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان مشائخ عظام میں ہوتا ہے جنہوں نے حصولِ پاکستان کی تحریک میں نمایاں کردار انجام دیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شرکت کی اور مطالبہ پاکستان کی حمایت میں زبردست خطاب کیا اور بالآخر آپ کی یہ کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ حضرت شیخ القرآن کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ نے پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد گوشہ نشینی اختیار نہ کی بلکہ پہلے سے زیادہ سرگرم نظر آنے لگے اور پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے دن رات جوش و خروش سے کام کیا۔ آپ کا شمار ۱۹۵۳ء میں چلنے والی تحریک ختم نبوت کے ہراول دستہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے جو لازوال کردار سرانجام دیا وہ زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے اس پر مزید اضافہ یہ ہوا کہ آپ کا روحانی تعلق آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے جا ملا۔ آپ کے پیر و

مرشد حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت نے آپ کے اندر پائے جانے والے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تصوف و فلسفہ کو مزید جلا بخشی۔ آپ کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کا شمار ان عظیم علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے ملک میں سب سے پہلے دورہ قرآن مجید کا آغاز کیا۔ اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو قرآن مجید کے علوم میں کس قدر مہارت حاصل تھی اور قرآنی تعلیمات سے آپ کی محبت کا یہ تقاضا تھا کہ آپ نے اس کلاس کا اجراء کیا تو پھر ملک بھر سے علماء و طلبہ نے آپ کے علمی خزانے سے استفادہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی آپ کے تلامذہ' ارادت مندوں' عقیدت مندوں اور مریدوں کی تعداد ہزاروں تک ہے۔

میرے والد ماجد حضرت فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص تعلق تھا۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جھنگ میں ایک موقع پر خطاب کرنے کے لئے آئے تو علماء کی ایک محفل میں میرے والد ماجد نے اپنی ایک خواب کا تذکرہ کیا جو میرے متعلق تھی تو علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خواب کی جو تعبیر بتائی وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی اور آج میں اپنے حالات پر نظر ڈالتا ہوں اور غور کرتا ہوں کہ جو علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا بالکل ویسا ہی ہو رہا ہے۔ اس واقعہ سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ آپ نہ صرف ایک کتابی عالم تھے بلکہ تعبیر الرویا کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔

آپ کی خوبیوں میں سے ایک اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی کی تربیت اس انداز سے کر دی کہ وہ آج اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے پسماندگان' ارادت مندوں' تلامذہ' عقیدت مندوں اور مریدوں کو آپ کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مفتی محمد عبدالقیوم خان ہزاروی ادارہ منہاج القرآن لاہور

شیخ القرآن ابوالحقائق علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ان نادر روزگار ہستیوں میں سے ایک تھے جو بلامبالغہ صدیوں کے بعد جنم لیتی ہیں۔ قدرت نے آپ کو گوناگوں فضائل و شمائل سے نوازا تھا۔ میں نے غالباً ۱۹۵۶ء میں پہلی بار جہلم شہر میں آپ کی تقریر سنی۔ پہلی ہی دید شنید نے انکا گرویدہ کر دیا تھا۔ قدرت نے وجاہت شخصی و علمی سے خوب خوب نوازا تھا۔ فہم و فراست کی دولت سے مالا مال فرمایا' علم و عمل جرأت و بے باکی سے سرفراز تھے۔ حق گوئی و شجاعت میں اپنی مثال آپ تھے۔

تحریک پاکستان کے خلاف ہندو کی عیاری کے ساتھ ساتھ ہندو سیٹھوں کی دولت بھی کرشمے دکھا رہی تھی۔ بڑے بڑے مذہبی لیڈر اس چمک سے مسحور ہو گئے۔ زبانیں پاکستان کے خلاف زہر اگلنے والی مشینیں' گالم گلوچ' تہمت طرازیاں' الزام تراشیاں اور فتویٰ بازیاں سبھی عروج پر تھیں۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ علمائے حق کے ساتھ باطل کے ان بدتمیز طوفانوں کے آگے حق و صداقت کی چٹان بن گئے' طوفان کے رخ مڑ گئے' آندھیاں ختم ہو گئیں' باطل کے گرد و غبار نیست و نابود ہو گئے اور آزادی کا کارواں باوقار انداز سے منزلِ مقصود کی طرف بڑھنے لگا۔

علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اس طبقہ علماء و مشائخ کے سرخیل تھے جنہوں نے پاکستان کے قیام کے لئے انتھک محنت اور کوشش کی۔ آپ نے کانگریس اور احرار کی عیاریوں سے عوام کو آگاہ کیا۔ تحریک کے دوران سیالکوٹ میں مسلم لیگ اور کانگریس و احرار کے جلسے بیک وقت آمنے سامنے منعقد ہوئے۔ ایک طرف عطاء اللہ شاہ بخاری اپنی شعلہ نوائی میں مصروف تھے' تقاریر ہو رہی تھیں۔ ادھر مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو تقریر کے لئے کہا گیا۔ آپ نے پاکستان کے حق میں پرزور' پرمغز اور مدلل تقریر کی تو چشم فلک نے کچھ اور ہی منظر دیکھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا شاہ جی کا مجمع

کھسک کھسک کر ہزاروی صاحب کی طرف آتا گیا۔ جس شخص کو اپنی جادو بیانی اور بذلہ سنجی پر ناز تھا مبہوت تکتا رہ گیا اور اس کے سامنے سے حاضرین اٹھ کر عاشق رسول ابوالحقائق علامہ ہزاروی کے سامعین میں شامل ہوتے گئے حتیٰ کہ مجاہدین اسلام کے جلسہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی اور صدر جلسہ مولانا ظفر علی خاں نے جب اس شعلہ نوائی کا یہ حشر دیکھا تو اعترافِ حقیقت کیا:

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا
بند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ
کیا ان سے ہو مقابلہ اس بے شعور کا

علامہ شیخ القرآن گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ قابل ترین مدرس' شعلہ نوا خطیب' کامیاب ترین مناظر' تحریک آزادی کے نڈر سپاہی' میدانِ سیاست کے شہسوار' محدث' مفسر' فقیہ' ادیب' شاعر' نکتہ سنج' جرأت و جسارت کا نشان' دولت درد و سوز سے مالا مال' صوفی اور مشفق و مہربان مربی تھے۔ دینی مدارس اور دیگر تقریبات میں آپ کی تقریر عموماً سب سے آخر میں ہوتی تھی۔ آپ کے نام پر مجمع ساری ساری رات بیٹھا رہتا جب تک تقریر ہوتی رہتی مکمل سکون طاری رہتا۔ کبھی کبھی مخالفین چٹ بھیج کر مختلف سوالات کرتے اور آپ ان کے مسکت جواب ارشاد فرماتے۔ لوگوں کا مطالبہ ہوتا کہ ہمیں عشق و محبت میں ڈوبی تقریر سنائیں۔ سوز و مستی کی کیفیت طاری ہو جاتی' خود روتے اور دوسروں کو بھی رلاتے' بات سے بات نکالتے۔ دورانِ تقریر برموقع محل عربی' فارسی' پنجابی' پوٹھوہاری اور ہندی کے موزوں ترین اشعار کا تکرار اس انداز سے کرتے کہ مجمع کیف و سرور کے سمندر میں غرق ہو جاتا۔ کسی پر طنز و تعریض کرتے تو مزہ ہی آ جاتا۔ آپ کو جاہل پیروں اور ان پڑھ واعظین پر بڑا غصہ آتا تھا اور ان کی خوب خبر لیتے۔ فرماتے کہ

ہم عمر بھر علم پڑھ پڑھ کر، نمازیں پڑھ پڑھ کر، نیکی کا وعظ کر کے، دین حق کی حمایت میں تدریس اور مناظرے کر کے پھر بھی مولوی کے مولوی؟ اور یہ لوگ نہ طالب ہوئے، نہ عالم، نہ عابد وزاہد، نہ دنیا کا علم، نہ دین کا، نہ ریاضت، نہ علم نہ عمل پھر بھی کچھ علامہ کچھ شیخ المشائخ۔ آپ عمر بھر جہالت، بدعقیدگی، بدعملی، بے علمی، منافقت اور گناہوں کے خلاف جہاد فرماتے ہوئے حادثہ میں کلمہ پڑھتے ہوئے ٹرک والے کو اللہ و رسول ﷺ کے نام پر معاف فرما کر اسی بانکپن کے ساتھ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے جیسے دنیا میں ہوتے تھے۔

اُستاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

منبع العلوم، کاشف الاسرار، راس الاذکیا، ابوالحقائق، علامہ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں۔ بعض شخصیات زمان ومکان کی حدود اور جسم کے اطراف میں مقید ہونے کے باوجود اپنی جامعیت اور بلند کمالات کی وجہ سے ادراک و احساس کے دائرہ سے باہر ہوتی ہیں بلکہ خیال کی سریع اور بلند پرواز بھی ان حضرات کے تشخص تک رسائی سے عاجز رہتی ہے۔ حضور ابوالحقائق رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسی شخصیات میں سے تھے ان کے کسی ایک کمال کی بلندی کی طرف جب عقل پرواز کرتی ہے تو وہ راستہ میں تھک ہار کر رہ جاتی ہے اور اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے پکار اٹھتی ہے کہ

قد طلبنا فلم نجد لك فی السود مثلا

ہم آپ کی سیادت کا راستہ ہی نہ پا سکے تو تلاش کیا کریں۔ غرضیکہ آپ کی جامعیت اور وسعت کے ادراک سے عجز ہی آپ کی معرفت اور پہچان ہے۔

یہ سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نوازتا ہے تو اپنی شان عطا سے نوازتا ہے اور

ہر پہلو سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علامہ ابوالحقائق رحمۃ اللہ علیہ کو اس شان سے نوازا کہ جسمانی و روحانی، ظاہری و باطنی، علمی اور وجدانی ہر پہلو سے محاسن کے ساتھ نوازا اور بے مثال نوازا۔ آپ علوم کے ایسے بحر زخار تھے جس کی گہرائی اور وسعت لامحدود تھی۔ اس سمندر بے کنار سے علوم کے طوفان اٹھتے پھیلتے تو نظر آتے مگر اس میں باہر سے دریا گرتے ہوئے نظر نہ آتے۔ تیس سے زائد علوم آپ کی جنبش لب سے وجود پاتے یعنی ابوالحقائق علوم سے اپنی بات نہ بناتے بلکہ اپنی بات سے علوم کو وجود عطا کرتے۔ آپ کو فراست مومنانہ میں یکتائی حاصل تھی جس کی بنا پر مشکل ترین مسائل بھی آپ کے ہاں بدیہات کی صورت اختیار کر لیتے تھے چنانچہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہرین اساتذہ آپ کی برجستہ گفتگو سے کتب فنون کے مشکل مقامات کو حل کر لیا کرتے تھے اور آپ کے بیان سے عوام بھی ادق سے ادق مسائل کو بدیہی انداز میں سمجھ پاتے تھے۔ آپ کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ حاضرین میں سے بلاتخصیص بڑے بڑے علماء و مشائخ آپ کی تقریر سے دم بخود ہو کر رہ جاتے۔ اس جلالت شان کے باوجود عجز وانکساری کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ہمیشہ بڑوں کی بجائے چھوٹوں اور خاصوں کی بجائے عوام کو اپنے گلے لگایا اور اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ ایوب خان کے آخری دور میں جب بھٹو نے سوشلزم کا نعرہ لگایا تو چند علماء نے ''جمعیت علمائے اسلام'' کے پلیٹ فارم سے مفتی محمود صاحب کی قیادت میں بھٹو کی تائید میں جلسے شروع کر دیئے تو علماء اہل سنت نے سوشلزم کے مقابلہ کے لئے ''جمعیت علماء پاکستان'' کی صدارت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کی جس کو آپ نے بصد اصرار منظور فرمالیا اور قائد منتخب ہو جانے کے بعد آپ نے پورے ملک میں پیپلز پارٹی اور کانگریسی علماء کا تعاقب شروع کر دیا۔ آپ کی للکار سے یہ علماء پسپائی پر مجبور ہو گئے۔ مفتی محمود صاحب نے اپنے چند علماء کے ہمراہ حضرت علامہ ہزاروی صاحب سے ملاقات کے خواہاں ہوئے مگر حضرت علامہ ہزاروی صاحب نے ملاقات سے انکار فرمایا

اور ایک مرتبہ انہیں جواب دیا کہ اگر آپ ملاقات پر مصر ہیں تو لاہور میں میرے احباب مولانا عبدالنبی کوکب' مولانا محمد عبدالقیوم ہزاروی وغیرہ سے مل کر ان کو مطمئن کریں تو پھر ان کے کہنے پر میں ملاقات کے لئے غور کروں گا چنانچہ مفتی محمود اور مولانا محمد علی جالندھری چند علماء کے ہمراہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں آکر ان علماء سے ملے لیکن مفتی محمود کا وفد ان علماء کو مطمئن نہ کر سکا اور مایوس واپس لوٹ گیا۔ اس واقعہ سے جہاں علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصاغر پر بھرپور اعتماد کیا اور انہیں آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا وہاں ان علماء کو ان کی حیثیت کا احساس دلا کر اپنی فراست کا مظاہرہ کیا۔

جمعیت علماء پاکستان جو صدارت کی رسہ کشی میں مبتلا تھی۔ علامہ ہزاروی پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی حکمت اور فراست سے جمعیت کو اس رسہ کشی سے آزاد کیا اور اپنی بھرپور مساعی سے جمعیت کو بام عروج پہنچایا اور اس کو عوام کے تعاون سے خانہ ساز حضرات کی یرغمالی سے نجات دلائی۔ اس مرحلہ پر آپ نے ایک بار پھر فراست کا لوہا منوایا کہ جمعیت کو جمہوری سیاست سے روشناس کرانے کے لئے اچانک استعفیٰ دے کر نئے انتخاب کے لئے مجلس بنا دی۔ کاش آج پھر کوئی ہزاروی صاحب جیسا صاحب بصیرت میدان میں آکر جمعیت کو دوبارہ آزاد کراتا اور حضرت علامہ ابوالحقائق مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ سنت کو زندہ کرتا۔

حضرت پیر سیّد محمد فاروق القادری شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں

مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں نے واقف راز حقیقت ابوالحقائق علامہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی یادگار تقریریں سنیں۔ دلوں کے مضراب چھیڑنے' ان میں خشیت الٰہی اور انابت الی اللہ پیدا کرنے اور سخت سے سخت دلوں کو موم بنا کر پگھلانے والے واعظین نہیں' جید علماء کی اگر کوئی فہرست انتہائی باریک بینی سے بنائی جائے تو علامہ ہزاروی اس میں سرفہرست ہوں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ فلسفیانہ مباحث اور عقلی

موشگافیاں دماغی عیاشی کے لئے بلاشبہ بہتر سامان ثابت ہوتی رہی ہیں مگر بیمار دلوں' غافل روحوں اور بے چین دماغوں کو جس چیز نے تازہ زندگی' تازگی اور سکون عطا کیا ہے وہ رواں آنسوؤں کے ساتھ گداز قلب ایسی آواز ہے جو انبیاء و رسل اور تاریخ کا رخ موڑنے والے تمام جلیل القدر لوگوں کا ورثہ ہے۔

بلاشبہ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اسی قافلے کے فرد فرید بلکہ تتمہ تھے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ ہجر و فراق' درد و غم اور محبت و کیف کی جو صدا ہر دور میں راہِ خداوندی کے لئے تازہ دم نئے قافلے تیار کرتی رہی ہے اس بشنواز نے چوں حکایت میکند والی درد بھری آواز کے آخری حدی خواں علامہ ہزاروی تھے۔

میں نے چار چار پانچ گھنٹے کے خطاب میں دیکھا کہ لوگوں کے آنسو رواں ہیں' کسی کو تن من کا ہوش ہے اور نہ وقت کا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے جونہی آپ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے براق پر سواری کی منظر کشی کی۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر چست کیا:

قضا گیرد قدر گیرد ازل گیرد ابد گیرد
رکابش را عنانش را' عنانش را رکابش را

تو مجمع آہ و بکا کی تصویر بن گیا۔ میرے نزدیک آپ کی سب سے بڑی انفرادیت یہ تھی کہ جید عالم ہونے کے ناطے مشکل سے مشکل مسائل یعنی وحدت الوجود' حقیقت انسان ایسے موضوعات میں ایسی چاشنی' پرکاری اور کیف بھر دیتے کہ خواص تو اپنی جگہ عوام بھی آنسوؤں کی جھڑیوں سے اپنے گناہوں کے دفتر دھو کر اس محفل سے اٹھتے۔ ایک خاص بات جو میں نے آپ کے بیان میں محسوس کی وہ یہ ہے کہ درد و کیف کی یہ خصوصی فضا کسی وقتی صورتحال کا نتیجہ نہیں بلکہ شروع سے آخر تک آپ کی تقریر میں یہ کیفیت موجود رہتی جونہی آپ کی تقریر کا اعلان ہوتا۔ عشق و محبت اور درد و کیف کی

خصوصی فضا قائم ہو جاتی۔ بسا اوقات آپ کی تقریر کا مرکز ومحور قرآن مجید کی کوئی آیت یا مثنوی یا کوئی شعر ہوتا ہر بات گھوم کر اپنے اصل نقطے پر واپس آتی۔ مجھے ایک ایسی محفل میں آپ کا بار بار دہرایا ہوا شعر آج تک نہیں بھولتا۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند و خم طرہ یارے گیرند

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری فیاضی سے وسیع علم' زبان و بیان پر قدرت' وجیہ شکل وصورت' خوبصورت آواز' مقبولیت وشہرت' مرجعیت ومحبوبیت سے نوازا تھا۔ آپ حکمرانوں کی دہلیزوں سے ہمیشہ دور رہے' کلمہ حق کہنے میں کبھی کوئی مصلحت آڑے نہ آئی' کردار کی بلندی نے شخصیت کو دوبالا کر دیا تھا۔

تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت میں آپ کا کردار مثالی رہا۔ جمعیت علمائے پاکستان کی قیادت آپ نے اس وقت سنبھالی جب جمعیت کا رخ جابر حکمرانوں کے اقتدار کو سہارا دینے کی طرف موڑنے کی کوششیں شروع ہونے لگیں۔ ان ساری خوبیوں کے باوصف آپ دراصل اس بیمار قوم کے ایسے طبیب تھے جنہوں نے اس کی دوا اور شفا صرف اور صرف دامانِ نبوی ﷺ سے وابستگی میں سمجھا عمر بھر اس کی ترویج و تبلیغ کرتے رہے۔ خدا بخشے مولانا ظفر علی خاں کو کس قدر سچی اور حقیقت پر مبنی بات ان کے منہ سے نکلی:

چشمہ ابل رہا ہے محمد ﷺ کے نور کا

حضرت پیر جسٹس محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ شریف

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی ان نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ایک ہیں جنہیں مبدأ فیاض نے گوناگوں صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا تھا وہ بیک وقت ایک بے نظیر مدرس بھی تھے اور بے مثال خطیب بھی تھے اور ان کی خطابت کا دائرہ

زندگی کے سارے گوشوں کو احاطہ کیے ہوئے تھا۔ جب وہ عقائد اور اخلاق پر اظہارِ خیال کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ دلائل و براہین کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے اور جب ان کے خطاب کا موضوع ملکی سیاست ہوتا تو اس کے بارے میں ان کے افکار سن کر حیرت ہوتی کہ سیاسی مسائل میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کتنا فراواں فہم و دوررس نگاہ عطا فرمائی ہے۔

جس اجتماع میں بھی خطاب فرماتے ان کے سامعین میں سے شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب ہو جو اپنے دامن طلب کو گلہائے مراد سے بھر کر نہ اٹھا ہو آپ کی ذات ان چند نامور ہستیوں میں سے تھی جن پر ملک اور ملت کو بجا طور پر ناز تھا۔

حضرت مولانا سیّد محمد متین ہاشمی سابق ڈائریکٹر دیال سنگھ ٹرسٹ

کمالات کی دو قسمیں ہیں۔ کسبی اور وہبی۔ وہبی کمالات صرف صاحب کمال کے باطن میں روزِ ازل ہی سے ودیعت کر دیئے جاتے ہیں۔ ان کی حیثیت ایک بیج کی سی ہوتی ہے جس میں پورا درخت پوشیدہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ میرے ناچیز خیال میں ثانی الذکر صاحب کمال و اہل دانش میں سے تھے۔ خطابت ایسی کہ سامعین مسحور، تدریس ایسی کہ از دل خیزد و بر دل ریزد والی کیفیت، قلب زندہ، مجلس و مزکی، فیض حاصل کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں، ایسی ہمہ جہت، گوناگوں اور بوقلموں شخصیت عرصہ کے بعد جنم لیتی ہے اور جب حیاتِ عنصری سے رخ موڑتی ہے تو ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما کی صورت میں غفر اللہ لہ وجعل الجنۃ مثواہ وصل اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ واجمعین

حضرت علامہ سیّد محمد محفوظ الحق شاہ جامع مسجد غلہ منڈی بورے والا

بحر العلوم، استاذ العلماء امام الافاضل، شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حقائق و معارف کا بحر ناپیدا کنار تھے۔ جامعیت و مرکزیت میں

اپنی مثال آپ تھے۔ آپ عدیم المثال مدرس' باکمال مفسر' صاحب جمال محدث' بالغ النظر' مفتی' کامل الادراک عارف اور جامع الاوصاف عالم ربانی تھے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ مسند تدریس کی زینت علمائے کرام صرف تدریس تک محدود رہتے ہیں۔ محافل وعظ و خطاب سے مشرف نہیں فرماتے جبکہ میدانِ خطابت کی رونق اربابِ علم تدریس نہیں کر سکتے کیونکہ دونوں قسم کی ذمہ داریاں نبھانا مشکل کام ہے۔ خطابت کے لئے طوفانی دورے اور ان کے تقاضوں کی تکمیل' مسند تدریس پر جم کر بیٹھنے اور یکسوئی کے ساتھ متعلقین کو پڑھانے کے بالکل خلاف ہے کیونکہ وہاں پر روز نئے سفر کا آغاز جبکہ ایک صحیح مدرس اور ذمہ دار معلم کے لئے جائے تدریس سے لمحہ بھر کے لئے غائب ہونا خارج از امکان ہے۔ نیز جلسوں کی ہنگامہ آرائیاں برداشت کرنا ایک حجرہ نشیں معلم کے لئے بہت مشکل ہے کیونکہ وہ تو سکون و اطمینان کو شرط تعلیم قرار دیتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے لیکن ممدوح مکرم حضرت شیخ القرآن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ان نفوس قدسیہ میں سے تھے جنہیں قدرت نے بیک وقت دونوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ اگر آپ علوم وفنون کا ہمالیہ تھے تو میدانِ خطابت کے شہسوار بھی تھے آپ فی الحقیقت ایک جادو بیاں اور قادرالکلام خطیب تھے۔ آپ کے خطاب میں جہاں اندازِ خطاب کی ندرت ہوتی تھی وہاں معارف وحقائق کا ایک مواج سمندر بھی متلاطم ہوتا کتاب وسنت کے جواہر' تصوف کے اسرار و رموز' کلام کی گتھیاں سلجھانے کے لئے ماہرانہ نکات' سامعین کو کیف و سرور کے جہان میں مستغرق کر دیتے تھے اور پھر جب آپ اپنے ذوق میں عشق سیّدنا عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو کر مثنوی شریف' امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی عاشق و مخلص شاعر کے صرف ایک ہی شعر کی تکرار فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ قدسی بھی دادِ تحسین دے رہے ہیں بلکہ پوری کائنات آپ کے ذوق کی موافقت میں وجد کر رہی ہے۔ واللہ یہ تکلف نہ ہوتا بلکہ حقیقت ہی حقیقت کیونکہ جب

آپ ذوق کی اس بلندی پر پہنچتے تو دیکھنے والے دیکھتے کہ آپ آنکھیں بند کئے بحر ذوق میں شناوری کر رہے ہوتے اور سامعین و حاضرین کی طرف سے بالکل بے نیاز ہوتے بارہا آپ کی حقیقت افروز اور ذوق آور اندازِ بیاں سے متاثر ہو کر مجمع میں لوگ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔

اور جب خطاب ان ہنگامہ آرائیوں میں عشق سیّد عالم ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کے بعد آپ دورۃ القرآن الکریم پڑھانے بیٹھتے تو علوم وفنون کے دریا بہا دیتے آپ کے جواہر علم وفضل سے آراستہ و پیراستہ ہزاروں تلامذہ جو کہ ماشاء اللہ جہان علم و فنون کی آبرو ہیں آج بھی ملت اسلامیہ کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔

آپ نے اس مفروضہ کو غلط ثابت کر دیا کہ معقولی حضرات مزاج کی درشتی کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ امام المعقولین ہونے کے باوجود آپ کے مزاج کی نفاست اور لطافت کا ایک جہان معترف بلکہ چشم دید گواہ ہے اور اس پر مستزاد رنگ نزاکت کی بدولت کبھی بڑی بڑی قد آور شخصیات کو آپ کی زجر و توبیخ کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن مجال ہے کہ کبھی کسی نے بغض وکینہ کی گرہ باندھی بلکہ آپ کی ماہرانہ نصیحت کی روشنی میں آئندہ اصلاح کی کوشش کرتے اور حتی الامکان گزشتہ بے اعتدالی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہتے۔ اصل میں یہ اہل اللہ کی نگاہِ کرم کی برکت تھی جس سے آپ مستفیض و مستنیر ہوئے خصوصاً حجۃ الاسلام امام الاعلام حضور شاہزادہ امام اہل سنت مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام العارفین، مقدام الکاملین، شیخ المحققین، حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ نے نوازا اور خوب نوازا۔ بقول ڈاکٹر اقبال:

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتاب دیں از نظر

علومِ دینیہ میں آپ کی مہارت عظمتِ حبیب رب العالمین ﷺ اور عزت

صلحاء و اولیاء امت کے ایمانی اور روحانی موضوعات پر آپ کی پر مغز خطابت کے علاوہ قدرت نے آپ کو ملت اسلامیہ کو درپیش مسائل کے حل کے لئے بے پناہ بصیرت اور قائدانہ صلاحیت سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ تحریک پاکستان' قراردادِ پاکستان اور بنارس آل انڈیا سنی کانفرنس' مہاجرین کی آبادکاری اور دیگر ملکی' ملی' انفرادی اور اجتماعی مسائل کے حل میں آپ کی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا آج بھی مانا جاتا ہے فی الحقیقت ایسی عبقری شخصیات صدیوں بعد نظر آتی ہیں۔

حضرت علامہ مفتی محمد مختار احمد درانی مہتمم مدرسہ سراج العلوم خانپور

پیر طریقت' کاشف اسرارِ حقیقت' وحید العصر' علامۃ الدہر' سیّد المتصوفین' عمدۃ المحققین' حضرت قبلہ مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علماء ربانین کی صف میں سیّد العلماء' کاملین کی صف میں سیّد الکاملین' عارفین کی صف میں سیّد العارفین' متصوفین کی صف میں سیّد المتصوفین تھے۔ خطباء کی صف میں سحر بیاں پر ذوق خطیب تھے۔ ایک ہی شعر پر تحقیق و ذوق کے انداز میں گھنٹوں خطاب فرماتے تھے۔ ہزاروں کا اجتماع وجد و ذوق میں مسحور ہو جاتا تھا۔ سامعین کی زبان پر فلک شگاف نعرے جاری رہتے تھے گویا آپ کو تصرف علی القلوب کا مقام حاصل تھا۔ کشف القلوب بھی تھا کہ معترضین کے اندرونی اعتراضات پر مطلع ہو کر کشف شبہ فرماتے تھے خصوصاً مختلف فیہ مسائل حاضر و ناظر' نور' علم غیب' ندا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم' استمداد' قیام و صلوٰۃ وسلام' ایصالِ ثواب' نذر الاولیاء و دیگر مسائل پر تحقیقی خطاب فرماتے تھے کہ معترض کو گنجائش اعتراض نہیں ہوتی تھی۔ دورہ تفسیر قرآن میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ منتہی قابل ترین' منطقی' فلسفی' طلبہ کرام آپ سے علمی استفادہ کرتے تھے۔ مطمئن کرنا آپ کا کمال تھا۔ وجدانی کیفیت پیدا کرنا بھی آپ کا خاصہ اور کمال تھا۔ آپ خانپور سالانہ جلسہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرور شرکت فرماتے تھے۔ آپ کا خطاب مثالی'

وجدانی' روحانی ہوتا تھا۔ آپ جلسہ کے روح رواں تھے۔ آج تک سامعین کی قوتِ سامعہ میں حضرت کی سوز بھری آواز گونج رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے مزارِ پُر انوار پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے' آمین۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے صاحبزادگان تمام آل واولاد کی عمر دراز فرمائے اور اس مردِ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے ہم اہل سنت کو قیامِ قیامت تک مستفیض فرمائے۔ (آمین)

محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

۱۹۵۵ء میں حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بار حیدرآباد سندھ میں تقریر سنی جو سوز اور عشق و مستی سے معمور تھی۔ موزوں اور دل آویز اشعار نے تقریر کو جاں نواز اور روح پرور بنا دیا تھا۔ اس کے بعد دوسری بار ملتان میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ علم کے بحر ذخار تھے۔ مشکل ترین مسائل کو آسان الفاظ میں بیان کرنا آپ ہی کا خاصہ تھا۔ اندازِ خطاب اتنا والہانہ تھا کہ سیدھا دل میں اترتا چلا جاتا تھا۔ آپ کی ظاہری و باطنی نفاست ہر صاحب دل کی بصیرت پر عیاں تھی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت پیر سیّد ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

حضرت شیخ القرآن کا ہر سانس ذکر خدا اور ہر لمحہ زیست اشاعت دین متین کے لئے وقف تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا جب تبلیغی معراج کا زمانہ تھا اس وقت میں زیادہ عمر کا نہ تھا۔ طالب علمی کا دور تھا لیکن فہم وادراک اس قدر ضرور تھا کہ خطابات سے نہ صرف محظوظ ہو سکتا تھا بلکہ علمی نکات اور القائی کیفیات کو ذہن میں محفوظ کر سکتا تھا۔ میں نے حضرت کی تقریباً دس تقاریر سماعت کی تھیں۔ حضرت کے سینہ میں علم کا جو

سمندر جوش مار رہا تھا اس کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ حضرت کی یہ دس تقاریر صرف ایک شعر کی تشریح میں ہیں وہ شعر نعت مبارکہ کا تھا:

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِعرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

ہر تقریر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ سے کم نہ تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ایک شعر پر اس قدر موشگافی کرنا اور پھر ہر تقریر دوسری تقریر سے مختلف ہوتی تھی۔ تقریر جس انداز میں فرماتے معلوم ہوتا تھا کہ محبت رسول ﷺ سے سرشار اور جھوم جھوم کر اس محبت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ایک بہترین خطیب تھے بلکہ محقق، مفسر اور شارح تھے۔ حضرت میں ایک خوبی جو بہت نمایاں تھی وہ یہ کہ اپنے علم پر اس قدر بھروسہ اور اعتماد تھا کہ کسی سے مرعوب نہ ہوتے بلکہ مدمقابل کو سنجیدگی سے ماننے پر مجبور کر دیتے۔

حضرت کے زمانے میں آج کل کی طرح کم مائیگی علم کا زمانہ نہ تھا بلکہ بڑے بڑے علم کے پہاڑ ہمالیاتی انداز میں موجود تھے پھر ان سب کے سامنے اپنے علم و فہم اور انداز کے مطابق ان علماء سے داد حاصل کرنا معمولی بات نہ تھی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی وہ تھی کہ جب اسٹیج پر پہنچ جاتے تو عوام و خواص کے چہرے مسرت سے کھل جاتے تھے اور حضرت جب خطاب کے لئے اپنے مخصوص انداز میں کھڑے ہوتے تو علماء و طلبہ قلم کاغذ نکال لیا کرتے تھے۔ سامعین سنبھل کر بیٹھ جایا کرتے تھے اور محفل پر مکمل سکوت طاری ہو جاتا تھا۔

کچھوچھہ شریف کی علمی شخصیات میں سب سے نمایاں مقام حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی کو حاصل ہوا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اس دور کی علمی شخصیت تھے۔ ایک مرتبہ میں اپنے والد شاہ سیّد طاہر اشرف جیلانی (خلد مکانی) اور حضرت سیّد

محمد اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی کے ساتھ اسٹیج پر موجود تھا۔ علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ جلسہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں منعقد ہوا تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اس موضوع پر تقریر فرما رہے تھے کہ درمیان میں کوئی مزاح کی بات کی جس پر حضرت کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت معراج رات کو ہوئی تھی (جلسہ دن کو ہو رہا ہے) تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ لاؤڈ اسپیکر میں کہا: دیکھو لوگو! کاظمی شاہ بھی بھول کا شکار ہو گیا کہتا ہے کہ معراج رات کو ہوئی تھی لیکن اس کو یاد نہیں کہ معراج کا ذکر دن میں کیا گیا تھا۔ حضرت نے اپنے انداز میں ایسے بیان فرمایا کہ سب نے حضرت کی حاضر جوابی پر دادِ تحسین دی اور کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود بلند آواز میں کہا۔ سبحان اللہ

پیر سیّد محمد مظہر قیوم شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ بھکھی شریف

حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ان افراد میں سے تھے جن میں اللہ تعالیٰ کئی صفات مجتمع کر دیتا ہے۔ آپ بیک وقت باعمل عالم' بے مثال مقرر' بہترین مدرس' مقتدر سیاستدان اور پیر کامل تھے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس زمانہ میں مسلمہ ہے بلکہ یوں کہئے کہ جس طرح حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان نے علم حدیث کی خدمت کی۔ اسی طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے علم قرآن کی خدمت کی حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ایک بے مثال مقرر بھی تھے۔ ایک آیت کریمہ یا حدیث شریف پر گھنٹوں تقریر فرماتے تھے اور سامعین عش عش کرتے رہتے تھے۔

مولانا محمد یحییٰ شرقپوری جمعیت اہلحدیث پاکستان

ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی مرحوم نہ صرف پنجاب بلکہ

پاکستان کے دوسرے علاقوں میں بھی اپنی فصاحت‘ نکتہ آفرینی اور علمیت کی وجہ سے ایک وسیع حلقہ احباب رکھتے تھے ان کا خطاب اپنی شعلہ بیانی اور اثر آفرینی کی وجہ سے بے مثل ہوتا تھا۔ ان کا شمار گنتی کے ان چند بلند پایہ خطباء میں ہوتا ہے جو اپنے سامعین کے چہروں سے ان کی اندرونی سوچ اور کیفیات کا اندازہ کر کے جملوں کی بناوٹ اور سجاوٹ پر عبور رکھتے تھے اور اس طرح تمام سامعین ان کی تقریر کے دوران شروع سے لے کر آخر تک ہمہ تن گوش بیٹھے رہتے۔ انہوں نے تمام عمر فروعی اور مسلکی اختلاف کو کبھی بھی اس نقطہ پر نہیں آنے دیا جہاں فریقین کے آمنے سامنے آ جانے سے امن و امان کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا۔ اختلاف میں برداشت‘ شائستگی اور احترام شخصی ان کا شعار تھا۔ افسوس کہ یہ سب کچھ فی زمانہ عنقا ہوتا جا رہا ہے۔ فروعی اختلافات کو ذاتی دشمنی کا رنگ دے دیا جاتا ہے۔ وہ زندگی چند طے شدہ ضوابط کے تحت گزارنے کے قائل تھے بطورِ مثال اتنا ہی کافی ہے کہ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو معمول کے مطابق صبح کی سیر پر گئے ہوئے تھے۔ خدا کرے کہ آج بھی لوگوں میں اس دور کی وسیع القلبی‘ رواداری اور احترام باہمی عود کر آئے کہ ٹوٹتے بکھرتے مسلم معاشرہ کو ایسے جذبوں کی سخت ضرورت ہے۔ (آمین ثم آمین)

شارح بخاری حضرت مولانا سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

حزب الاحناف لاہور

جامع معقول و منقول‘ حاوی فروع و اصول شیخ القرآن حضرت علامہ ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی چشتی نظامی قادری رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کے اپنی شان کے واحد مفسر‘ محدث‘ خطیب اور علم و فضل کے روشن چراغ تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی کتاب و سنت کی تعلیم و تدریس‘ ملک و ملت کی صحیح رہنمائی اور مسلک حقہ اہل

سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت میں صرف فرمائی۔ اہل سنت میں دورہ تفسیر القرآن کی بنیاد سب سے پہلے انہوں نے ہی رکھی۔ قرآن مجید کے احکام و مسائل اور معارف سے طلبہ کی ایک کثیر تعداد کے قلوب کو روشن و مستنیر فرمایا۔ وہ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد تھے۔ ان کے دینی و ملی کارناموں کے بیان و اظہار کے لئے دفتر درکار ہے۔ حضرت علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنے والد مکرم حضرت علامہ سیّدی ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کئی مقامات پر مختلف جلسوں میں مجھے شمولیت کا شرف حاصل ہوا ہے اور بہت دفعہ بالمشافہ گفتگو کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے بڑا پیارا مزاج پایا تھا۔ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی بات کو بڑے غور سے سنتے پھر متانت و دلائل اور عمدہ وقار سے اس کا جواب دیتے۔ دینی معاملات میں جواب دینا استفسارات کو حل کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے عالم باعمل تھے' محقق بھی تھے' ابوالحقائق تھے۔ میرا دل کہتا ہے کہ لفظ ''تھے'' جھوٹا ہے تھے نہیں بلکہ ہیں مفکر ہیں' محقق ہیں' محدث ہیں' مفسر بھی ہیں' صرف خطیب اعظم نہیں بلکہ خطابت کے بادشاہ بھی ہیں' ادیب بھی ہیں' سیاستدان بھی' وہ اقلیم علم وفضل کے بادشاہ' شریعت وطریقت کے حسین امتزاج کا دل آویز نمونہ ہیں' علم وعرفاں کی ایک ایسی شمع جس میں دھواں نہیں ہے اور علوم عالیہ اسلامیہ کے ایک ایسا گلستان جس میں کانٹے نہیں' علم وفضل کے بادشاہ تو ہیں ہی میں جو سمجھتا ہوں کہ وہ صرف اور صرف سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مجھے ان کی بہت سی باتیں یاد ہیں ایک دو میں عرض کئے دیتا ہوں۔ یہ اس دور کی بات ہے جب بڑے بڑے علماء کرام موجود تھے۔ اس دور میں اگر کوئی خطیب یا مقرر کوئی نکتہ بیان کرتا تو لوگ اس سے دلیل مانگتے تھے اور اگر کوئی بغیر دلیل کے بات کرتا تو رقعے آنا شروع ہو جاتے پھر ان کا جواب دینا پڑتا۔ فیصل آباد کے قریب ایک بہت بڑا جلسہ تھا میں خود بھی وہاں موجود تھا۔ بہت سے مخالف لوگ بھی آپ کی تقریر سننے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپ نے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

لبریز تقریر فرمائی۔ آپ بیان فرمار ہے تھے کہ جنت کے دروازوں پر' جنت کے درخت کے پتوں پر' حوروں اور غلمانوں کی آنکھوں اور پیشانیوں غرضیکہ ہر چیز پر حضور ﷺ کا نام مبارک محمد ﷺ لکھا ہوا ہے۔ بڑا وجد آفریں خطاب تھا ہر طرف سے نعروں کی گونج بلند ہو رہی تھی کسی شخص نے ایک چٹ بھیج دی حضرت جنت کی ہر چیز پر ایک نام نہیں دو نام لکھے ہوئے ہیں۔ اگر وہاں محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا ہے تو ساتھ لا الہ الا اللہ بھی لکھا ہوا ہے یہ ایک نام نہیں بلکہ دو نام ہیں کیا جنت دونوں کی ملکیت ہے؟ کیا ایک چیز کے دو مالک ہیں؟ اللہ مالک ہوگا یا مصطفیٰ ﷺ مالک ہوں گے؟ اصل مالک کون ہے؟ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا پیارا عالمانہ اور محققانہ جواب دیا۔ فرمایا: تم نے جو اس بات کو متنازعہ بنا دیا ہے یہاں پر تنازعے والی کوئی بات نہیں کہ مالک کون ہے؟ خلق اور ملک کی بات ہے اگر کوئی یہ پوچھے کہ جنت کا بنانے والا کون ہے؟ تو جواب ہوگا لا الہ الا اللہ۔ اللہ خالق کائنات ہے ہر چیز کا بنانے والا رب ہے اور اگر کوئی یہ پوچھے کہ رب نے کائنات کو بنا کر کس کی مِلک میں دے دیا ہے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

آپ مدرس وخطیب تو تھے ہی لیکن اول وآخر عاشق رسول ﷺ ہیں۔ ہماری طرح بے عمل نہیں جو کہتے کر کے دکھاتے تھے اور ڈنکے کی چوٹ پر بات کرتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ متقی تھے۔ الذین امنوا و کانوا یتقون تقویٰ کی وجہ سے آپ کی جبین مبارک روشن تھی۔ متعدد بار حزب الاحناف کے سالانہ جلسوں میں خطاب فرمانے کے لئے تشریف لائے۔ دارالعلوم کے اجلاس میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض میں سرانجام دیا کرتا تھا۔ آپ کے عشق مصطفیٰ ﷺ کا یہ عالم تھا کہ مجھے فرماتے کہ میرے نام کے ساتھ کوئی القاب مولوی' مولانا' علامہ لگاؤ یا نہ لگاؤ مگر میرا نام محمد عبدالغفور ضرور پکارنا۔ وہ ہر لمحہ ہر مقام ہر جگہ ہر موقع پر حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے ساتھ اپنی نسبت کو قائم رکھتے تھے عملی طور پر بھی' باطنی روحانی اور اعتقادی طور پر تو تھی ہی ایک اور بات کہ

وہ کبھی بھی بے وضو خطاب نہ فرماتے تھے ایسی نابغہ روزگار عبقری شخصیات اب کہاں؟

کھاریاں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب پر جلسہ ہو رہا تھا۔ آپ تقریر کے لئے تشریف لے گئے۔ میں نے تقریر خود سنی وہاں موجود تھا سنی سنائی بات نہیں کر رہا۔ آپ نے فضائل صحابہ میں قرآنی آیات واحادیث کے انبار لگا دیئے۔ بڑی مدلل اور محققانہ تقریر تھی ہر بات پر قرآنی آیات واحادیث پیش فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر ایک نوجوان کھڑا ہو گیا۔ عرض کرنے لگا قرآنی آیات واحایث سر آنکھوں پر ان کی محبت و اہمیت سے انکار نہیں۔ آپ کے منطقی و فلسفی دلائل ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ آپ عام فہم اور موٹی بات کریں جو ہماری سمجھ میں بھی آ جائے۔ آپ نے بڑے پیارے انداز میں پھر خطاب فرمایا کہ میں کیا بیان کروں؟ وہ کیا سہانا منظر تھا اور کیا اندازِ خطاب تھا۔ آپ بڑے خوشگوار موڈ میں تھے۔ فرمانے لگے: اچھا پھر سن' مسلم شریف کی حدیث ہے جس نے اپنے ماں باپ کو شفقت و محبت بھری عقیدت کی نظر سے دیکھا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے حج مبرور کا ثواب عطا فرمائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر بار بار دیکھے گا تو کیا ہر بار حج مبرور کا ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر' ہاں! ہر بار ثواب ملے گا۔ آپ نے اپنے والہانہ مخصوص انداز میں حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا: جب عام آدمی کا یہ عالم ہے کہ یہ باپ کو دیکھے تو حج مبرور کا ثواب ملے گا تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہر وقت مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہتے تھے انہوں نے ایک بار نہیں سینکڑوں' ہزاروں' لاکھوں بار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اسلام میں صحابہ کا تقدس اور اہمیت کس قدر ہے کسی کے بیان سے باہر ہے۔ انہوں نے اس کو دیکھا ہے جس نے خدا کو بے حجاب و بے نقاب دیکھا ہے۔ یہ شرف صرف اور صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے۔

آپ کی تقریریں دلائل و حقائق پر مبنی تھیں کہ ایک شعر کو مرکز بنا کر خطاب

فرماتے کہ ہر طرف لطف' ذوق و شوق اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ آج ڈھونڈنے سے بھی اقلیم علم و فضل کا ایسا بادشاہ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ بطفیل حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درجات بلند فرمائے اور مزارِ مبارک پر رحمتیں نازل فرمائے اور اہل سنت کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

پیر طریقت حضرت مولانا حافظ مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی

مولانا مرحوم و مغفور کی وفات کی خبر نے زندہ درگور کر دیا ہے۔ نہ دل پر قابو ہے نہ دماغ پر' یہ خط بھی نیم شعوری حالت میں لکھ رہا ہوں۔

حضرت مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرے تعلقات کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ جوانی مناظروں اور ہنگاموں میں رقص کناں گزری۔ ہجرت کے بعد میں اخبار نویس بن گیا لیکن یہ تعلق بدستور قائم رہا۔ آپ کے وصال سے چند روز پہلے گجرات میں صاحبزادہ مبارک محی الدین صاحب کی مسجد میں مولانا سے ملاقات ہوئی تھی۔ تقریر سنی' محبت کی باتیں ہوئیں لیکن کیا معلوم تھا کہ آخری ملاقات ہے۔ اب احناف میں ایسا مجاہد کوئی نہیں رہا۔ یہ خلا اب پر نہ ہو گا کیونکہ سنیوں کے غازی نے ابدی نیند اختیار کر لی ہے۔ خطابت سوگوار ہے کہ فصاحت مر گئی۔ عشق نوحہ کناں ہے کہ زمزمہ خواں نہ رہا۔ اے عشق! آ با ہم مل کر روئیں تیرا میرا انیس جاتا رہا ہے۔ اب زندگی بھر دل کو تسلی میسر نہ ہو گی۔ ابدی زندگی میں ہم جب پھر ملیں گے تو دل ٹھہرے گا۔ اگلے جہاں میں ملنے کا تصور اب میرے لئے اور بھی حسین ہو گیا ہے کہ وہاں مرحوم جیسے میرے دوست پہنچ گئے ہیں۔

محترم جناب معراج خالد ملک سابق نگران وزیر اعظم پاکستان

تحریک پاکستان کی کامیابی اور بانی پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے تقدس ماب جذبوں کو تقویت دینے میں حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور

ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے راہنمایانِ قوم' مشائخ ملت کی جدوجہد کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایک حق گو' بے باک اور مخلص عالم دین تھے۔ جہاں ان کے خطابات کی گرج سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہو جاتا تھا وہاں آپ کے خطابات اہل محبت کے لئے حرزِ جان ہوتے تھے۔ ان کی باتوں میں خلوص اور محبت کا دریا موجزن ہوتا تھا۔ وہ ایک متوازن شخصیت کے مالک تھے۔ اگر آج بھی علماء و مشائخ ان کے کردار کو پیش نظر رکھ کر تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ملک میں امن وسکون پھر سے لوٹ آئے اور فرقہ واریت ختم ہو جائے۔ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہی فکری ونظری اور روحانی رہنمائی کی بنیاد تھا۔ آج بھی اس چیز کی ضرورت ہے کہ ہر قسم کے تفرقے سے جان چھڑا کر ہم ان سے اپنا تعلق پیدا کریں۔ علامہ ہزاروی کی ایک خوبی ان کا جمہوریت پسند ہونا بھی ہے۔ انہوں نے اپنے انتقال سے کچھ عرصہ قبل تحریک بحالی جمہوریت میں جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے مثالی کردار ادا کیا۔ بانی پاکستان کے ساتھ آپ کے تعلقات جذبہ حب الوطنی کا بین ثبوت ہیں۔ علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی' ملی' سماجی' سیاسی اور قومی خدمات کو ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ وہ یقیناً ایک ہمہ جہت شخصیت کے حامل قومی رہنما تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو روشن اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگوں کی یاد کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات کو اپنانے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

حضرت علامہ مولانا مقصود احمد قادری

سابق خطیب دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

میرے استادِ مکرم پیر طریقت' شہبازِ خطابت' مفسر قرآن' شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہترین خطیب بھی تھے' محقق بھی تھے' مدرس اور

مدقق بھی تھے' درس نظامی کی معروف کتب پر نہ صرف عبور حاصل تھا بلکہ ان کے متون اور شروح سے بھی باخبر تھے۔ مجھے ۱۹۶۴ء میں جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد میں آپ سے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھنے کا موقع ملا اور سالانہ امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔ میں نے آپ سے علم تفسیر اور اصولِ تفسیر کے موضوع پر سیر حاصل معلومات حاصل کیں۔ آپ کو علم تفسیر میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ دورہ تفسیر کے دوران ایک روز **ومن یوت الحکمۃ فقد** اوتی خیراً کثیراً کے اس قضیہ شرطیہ کے مقدم اور تالی میں تلازم پر گفتگو ہوئی۔ آپ نے فلسفہ و منطق کی کتب متداولہ کے حوالہ جات پیش فرمائے جو کہ آپ کو ازبر یاد تھے۔ چنانچہ راقم اس نتیجہ پر پہنچا کہ آپ نہ صرف یہ کہ اپنے دور کے امام تفسیر ہیں بلکہ آپ علومِ عقلیہ میں بھی کامل دسترس رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں دورہ تفسیر قرآن مجید کے دوران آپ نے جن مسائل پر گفتگو فرمائی اور حوالہ جات تحریر کرائے ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ ہی اس دور کی وہ نابغہ روزگار ہستی کہ جنہیں درسِ نظامی میں شامل تمام علوم پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ آپ نے دورہ تفسیر قرآن مجید کے دوران ہمیشہ راقم سے شفقت فرمائی اور فراغت پر مجھے نصیحت فرمائی کہ میرے اس مشن کو جاری رکھنا۔ چنانچہ آپ کے ارشادِ عالی کے مطابق عرصۂ دراز سے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ دورہ تفسیر قرآن پڑھاتے ہوئے آپ نے ایسے ایسے اشکال حل فرمائے جو آج تک ہم نے کسی عالم سے نہیں سنے۔ آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک روز دورانِ تدریس سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا میں نے ایک عبارت کا حوالہ دیا آپ نے نہ صرف اس عبارت کو درست ارشاد فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ یہ عبارت متن میں نہیں حاشیہ میں لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ اسی وقت کتاب منگوا کر دکھا بھی دیا۔ آج ایسے عظیم مدرس ڈھونڈ نے سے بھی نہیں ملتے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ خطابت ایسی تھی کہ اب ان جیسا ایک بھی خطیب نظر نہیں آتا۔ ہمارے آج کے خطیب تدریس کی نعمت سے محروم، حدیث و فقہ کے

علم سے نا آشنا ہیں اللہ انہیں علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور آپ کی قبر انور پر انوار و تجلیات کی بارش فرمائے۔ (آمین)

حضرت ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

مخدوم ملت' ترجمان اہل سنت' شیخ القرآن حضرت مولانا پیر محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کا تاثر پہلی ملاقات میں مجھ پر یوں ہوا کہ ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے غازی کشمیر حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں علماء کرام کی ایک میٹنگ بلائی۔ مجھے بھی اس میں حاضری کا موقع ملا۔ علماء کرام کافی تعداد میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک حسین چہرہ خوش پوش عالم دین سر پر عمامہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رکھے ہوئے تشریف لائے۔ اکابرین محفل سمیت سبھی نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ مصافحہ و معانقہ ہوا اس عظیم اعزاز پر میں نے آنے والے کا تعارف چاہا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی ہیں۔ آپ کی علمی ہیبت سے تو میں بہت پہلے ہی متعارف تھا لیکن آپ کی شخصیت کا یہ پہلا تاثر تھا یعنی پہلی ملاقات تھی۔ اختتام پر کھانے کے دوران حضرت شیخ ابن عربی کی بات چل نکلی تو میں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا ان کا احترام اپنی جگہ پر ہے مگر حضرت کی اس عبارت سے بہت لوگ بہکے ہیں۔

الحمد للہ الذی او جد الاشیاء وھو عینھا

تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً فرمایا کہ اس میں کون سی پیچیدہ بات ہے۔ شیخ ابن عربی نے وھو عینھا فرمایا ہے وھی عینہ تو نہیں فرمایا اعتراض والی کون سی بات ہے اور پھر یہی جواب حضرت شیخ ابن عربی نے خود ایک صاحب کشف کو فرمایا تھا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شخصیت کا یہ مجھ پر دوسرا تاثر تھا۔ پھر میں نے جب بھی ساہیوال آنے کی درخواست کی تو تشریف لاتے رہے۔ پوری زندگی جامعہ

سے پیار فرمایا اور ہمیشہ ہمدردی اور محبت کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر انور کو مزید نور سے بھر دے اور ان کی برکات اولاد پسماندگان اور خدام کا ہمیشہ ساتھ دیں۔

محترم جناب نذیر احمد غازی سابق اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

میں بہت کم عمر یعنی پانچویں کلاس کا طالب علم تھا جب پہلی مرتبہ حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق قبلہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنی اور وہ نقش آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ اس تقریر کے بعد اتنی کم عمری میں پھر کبھی کوئی ایسا موقع نہ آیا کہ حضرت شیخ القرآن لاہور خطاب کے لئے تشریف لائے ہوں اور میں آپ کا خطاب سننے نہ گیا ہوں بلکہ مجھے وہ باتیں بھی یاد ہیں جو آپ تقریر سے قبل علماء کرام کی محافل میں فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی شخصیت میں چھوٹوں کے لئے جو شفقت اور سراپا محبت و رحمت پائی جاتی تھی وہ حرف حرف مجھے یاد ہے۔ آپ کی تقریر سے قبل اگر کوئی کم علم وکم عمر غیر معروف عالم تقریر فرماتا تو آپ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اگر کوئی بڑا عالم دورانِ تقریر نخوت یا تکبر کا مظاہرہ کرتا تو آپ کا ردعمل مختلف ہوتا۔

جب تحریک ختم نبوت چلی تو علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ پس زنداں چلے گئے اور کوئی آپ کو خرید سکا نہ جھکا سکا لیکن جب آج ختم نبوت کا مسئلہ اٹھتا ہے تو ہمارے علماء اس مسئلہ کو نظر انداز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ہمارا شعبہ ہی نہیں ہے۔ اگر آج علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو رب کعبہ کی قسم یہ کبھی نہ ہوسکتا۔ اگر وزیر آباد سے پیدل چل کر لاہور ہائی کورٹ میں آنا پڑتا تو آپ آ جاتے۔ آپ کی غیرتِ ایمانی' جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب لوگ جانتے ہیں کہ جب ایک شخص نے قربانی کے مسئلہ کے خلاف بات کی میں خود اس بات کا گواہ ہوں کہ آپ نے اپنی داڑھی مبارک حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے راستہ کی سیڑھیوں میں رکھ دی اور عرض کیا کہ اے داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ گواہ رہنا میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے خلاف ایک بات بھی برداشت

نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کے خلاف بھرپور تحریک چلائی جو قربانی کے مسئلہ پر امت میں اختلاف ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مجھے آپ کی وہ آخری تقریر بھی یاد ہے جو لاہور میں ارشاد فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا: کون کہتا ہے سوشلزم آ رہا ہے جب تک محمد عبدالغفور ہزاروی زندہ ہے سوشلزم اس ملک کی تقدیر نہیں بن سکتا سوشلزم میری لاش سے گزر کر آئے گا۔ آج افسوس کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہو یا ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا علماء کی اکثریت خاموش ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں نے حضرت قبلہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں دیکھا ان کے متعلق یہ کہوں گا:

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں ایسے بھی تھے

محترم جناب نوابزادہ نصر اللہ خاں صدر پاکستان جمہوری پارٹی

حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آج سے ۳۵ سال قبل (۱۹۶۹ء) لاہور میں خطاب کرنے کے مواقع نصیب ہوئے جب دورِ آمریت میں جمہوری تحریک کے دوران مجھے مولانا مرحوم کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے انتہائی پامردی اور استقامت کے ساتھ بحالی جمہوریت کی تاریخی جدوجہد میں نمایاں حصہ لیا۔ جہاں وہ ایک عالم باعمل تھے وہاں انہوں نے تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں بھی مثالی کردار ادا کیا۔ میں نے اس دوران یہ دیکھا کہ ان کا اندازِ خطابت بڑا منفرد اور دلنشیں ہوتا تھا کسی نے کیا خوب کہا ہے:

دیکھنا تقریر کی لذت جو اس نے کہا
میں نے یہ سمجھا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

تحریک پاکستان کے دوران حضرت شیخ القرآن نے اتحاد بین المسلمین کے لئے کام کیا۔ تمام فرقوں کو اکٹھا کیا اس وقت جو حالات ہمارے ملک میں پیدا ہو گئے

ہیں اگر یہ حالات اس وقت ہوتے تو پاکستان کبھی نہ بنتا۔ اس وقت اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کیا گیا اور یہ ملک انہی علمائے حق کے پرخلوص جذبوں کے باعث معرضِ وجود میں آیا جن کا کردار آج پھر یاد آ رہا ہے۔

جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا

ان حالات میں ہمیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جیسے علماء یاد آ رہے ہیں۔ جس ولولہ، جوش، خلوص اور محبت کا مظاہرہ انہوں نے کیا اسے اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیات پوری قوم کی محسن ہیں۔ ان جیسے مجاہدین اسلام کی جدوجہد کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ زندہ قومیں اپنے اسلاف کو یاد رکھتی ہیں اور ان کے تجربات سے سبق حاصل کرتی ہیں۔

جناب پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف

شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

یہ سحر آفرین آواز حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جنہیں قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی قدس سرہ العزیز سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ گرامی حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۳ء ساکن موضع بھوئی) کے خاندان سے ان کی رشتہ داری تھی۔ تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت میں اپنی شعلہ نوائی سے امت کے دل گرمائے اور ایسی لافانی خدمات سرانجام دیں جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ شاید اس لئے بعض ذہن انہیں صرف ایک جادو بیاں مقرر یا خطیب کی حیثیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ دوسرے فنون کی طرح خطابت بھی ایک عظیم فن ہے۔ آج کل مروجہ خطابت کے لئے علم کا ہونا شرط نہیں بلکہ خطیب کا محض زورِ بیان ہی کافی ہے اس لئے راقم الحروف کے نزدیک علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسی جامع علوم و فنون شخصیت کو محض ولولہ انگیز خطیب یا ایک نامور مقرر کہہ کر گزر جانا سراسر

ناانصافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک وجیہ اور طرحدار انسان ہونے کے علاوہ ایک جید عالم، علم تفسیر و حدیث کے ماہر غیر معمولی مناظر و منطقی اور جامع معقول و منقول شخصیت تھے۔ حاضر جوابی، شگفتہ بیانی، طنز ملیح، لحن داؤدی اور حق گوئی و بے باکی اس مردِ مومن کا طرۂ امتیاز تھا۔ بعض اوقات تو علم سے بیدل اور ظاہری چمک و دمک رکھنے والے مولویوں، نام نہاد دانشوروں، شاعروں، ادیبوں، مفاد پرستوں، سیاستدان، جعلی صوفیوں اور جاہل پیروں کو برسر منبر جھاڑ پلا دیتے تھے۔ مشتاقانِ علم و فن اربابِ کمال کی سرگرانی غیض و غضب، استغنا و زود رنجی جیسے ناقابل برداشت جذبات کو ان کے ادائے ناز سمجھ کر بہ طیب خاطر قبول کر لیتے ہیں۔ راقم الحروف نے اس موضوع پر یوں اظہارِ خیال کیا ہے:

اِک ادا ہے اور کچھ بھی نہیں
یہ جفائیں یہ جور کچھ بھی نہیں

لیکن ایسا کرنے کے لئے بڑا حوصلہ مقام ہنر و علم و عرفان چاہئے۔ کار ہر دیوانہ نیست والی بات ہے۔

پھر اس قسم کا اظہارِ ناز بھی تو اصحاب کمال کو زیب دیتا ہے۔ ہر ایرے غیرے کی ناز برداریاں کون سہتا ہے جبکہ نفس پرستی کے اس دور میں اہل کمال کے ناز بھی بہت کم اٹھائے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اظہارِ ناز کے لئے اہلیت و کمال کو ہی معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا:

ناز را روئے بباید ہمچو ورد
چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

''اترانے اور ناز فرمانے کے لئے پھول جیسا چہرہ بھی چاہئے۔ اے مخاطب! اگر تیرے پاس قابل ناز صفات اور کمالات نہیں تو پھر خواہ مخواہ یہ شتر غمزے نہ

کیا کر اس لئے تیری ان بے روح اداؤں کو کوئی سلیم العقل قبول نہیں کرے گا
اگر ناز و ادا کے اظہار اور بازارِ حیات میں اپنی قیمت کا اندازہ لگانے کا اتنا ہی
شوق ہے تو پہلے پھول جیسی صفات اور پھول جیسا چہرہ لا۔''

الغرض کہ علامہ ہزاروی مرحوم اپنے روئے ورد اور اپنی عملی وجاہت کی وجہ سے بجا طور پر ادائے ناز و ادا کا حق رکھتے تھے لیکن حق گو اور بیباک طبیعت کے باوجود اہل درد و محبت درویش منش، صحیح العقیدہ لوگوں سے ان کی محبت و نیازمندی بھی مسلمہ تھی البتہ کٹ حجت لوگوں اور کج معترضین کے ساتھ ان کا رویہ ادا سے کج ادائی تک مسافت چشم زدن میں طے کر جاتا تھا۔ میرا یہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ علماء میں بہت کم حضرات سخن فہم ہوتے ہیں مگر مجھے اعتراف و اظہار میں کوئی تامل نہیں کہ غزالی دوراں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۸۵ء) کی طرح علامہ ہزاروی بھی سخن فہمی میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ راقم الحروف پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میرے ساتھ میرے ہم درس محترم مولوی ممتاز احمد صاحب چشتی، استادِ محترم فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منطق کی کتاب قاضی مبارک اور حمد اللہ کے سبق پڑھ رہے تھے کہ علامہ ہزاروی ان سے ملنے تشریف لائے اس لئے کہ یہ دونوں حضرات پیر بھائی ہونے کے علاوہ استاد بھائی بھی تھے۔ جب استادِ محترم ان سے ملاقات کے لئے احتراماً کھڑے ہوئے تو ہم بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ علامہ ہزاروی نے پیر خانے کی نسبت سے پہلے میری دست بوسی کی پھر منطق کا ایک سوال کیا اور جواب پا کر چار آنے بطورِ انعام دیئے۔ میں نے سنبھال کر رکھ لئے کہ یہ ایک جید عالم کا نذرانہ علمی تھا نہ کہ نذرانہ پیری۔

اسے میری کور ذوقی سمجھے یا بالغ نظری کہ میں عام مقررین کی تقاریر بہت کم سنتا ہوں اس لئے کہ یہ تقاریر عموماً اس جدت و ندرت اور نکتہ آفرینی سے عاری ہوتی ہیں جو

مقرر کے وسیع و عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہوتا ہے البتہ اس کے برعکس گھسے پٹے مضامین کا اعادہ ہوتا ہے لیکن علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو سن کر کبھی یہ تاثر پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ملک کے نامور اور درویش سیرت ادیب، محترم عزیز ملک صاحب نے بیان کیا۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کی ملک گیر تحریک چل رہی تھی تو راولپنڈی میں ایک جلوس کے اختتام پر لیاقت باغ میں حضرت قبلہ بابوجی قدس سرہ العزیز اور علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ مجمع ایک لاکھ سے کچھ ہی کم ہوگا مولانا مرحوم نے جب اپنے مخصوص سحر انگیز بیان میں متنبی قادیان کے دجل وفریب کے بخیئے ادھیڑے تو ان کی تقریر کے خاتمہ پر بقیہ علماء نے یہ کہہ کر اختتامِ جلسہ کا اعلان کر دیا کہ علامہ ہزاروی کے بعد کون سی میخ رہ گئی ہے جو متنبی قادیان کے تابوت میں پیوست کی جائے مختصر یہ کہ خطابت کیا تھی: وان من البیان لسحراً کی تفسیر ناطق بقول راقم الحروف:

تمام میکدہ سیراب کر دیا جس نے
وہ چشم یار تھی جام شراب تھا کیا تھا؟

علامہ ہزاروی نے ایک بار بیان کیا کہ میں اپنے زمانہ طالب علمی میں جب حضرت گولڑوی قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کی کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں مولوی بن جاؤں اور یہ فقرہ دو تین بار دہرایا اس پر حضرت نے مسکرا کر فرمایا: اچھا جاؤ تم مولوی ہو تم مولوی ہو تم مولوی ہو۔ شیخ کامل کی ایک جنبش لب نے ان کی مولویت کو وہ مقام بخشا بقول مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی، مولانا ظفر علی خاں مرحوم (۱۹۵۶ء) جیسے برصغیر کے شعلہ نوا خطیب و شاعر نے ان کے زورِ بیاں اور علمی تبحر کا لوہا تسلیم کرتے ہوئے ایک طویل نظم میں ہدیہ تبرک پیش کیا جس کا مطلع تھا:

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا

صاحبزادہ نورالمصطفیٰ رضوی ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں شیخوپورہ

۱۹۸۵ء میں مجھے جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف جانے کا اتفاق ہوا وہاں بہت سے علماء اور بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہاں پر ایک عمر رسیدہ بزرگ سے ملاقات کے دوران حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہو گیا انہوں نے بتایا کہ اس دارالعلوم سے دو شخصیات کے چلے جانے کا بہت دکھ ہوا اور آج بھی ہے کہ کاش! یہ حضرات اسی دارالعلوم کی زینت بنے رہتے۔ ایک حضرت شیخ الحدیث محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ۔

قیامِ پاکستان سے قبل حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام اللہ خاں کے درمیان خانقاہ ڈوگراں میں مناظرہ ہوا جب مناظرہ شروع ہونے لگا تو وہاں سینکڑوں لوگ موجود تھے جن میں کئی غیر مسلم بھی تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جب بطورِ صدر مجلس اسٹیج پر رونق افروز ہوئے تو آپ کو دیکھتے ہی ایک سکھ نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس چیز نے متاثر کیا ہے اس نے بتایا کہ جونہی میری نظر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے نورانی چہرے پر پڑی تو میرے دل نے گواہی دی کہ جس مذہب کے پیروکار ایسی نورانی شکلوں والے ہیں وہ مذہب غلط نہیں ہو سکتا۔

حاجی محمد حسین صاحب جو کہ بقید حیات ہیں انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ سکھ نو مسلم اس مناظرہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی پر بے حد متاثر ہوا اور میرے ساتھ کئی سال تک مسلسل وزیر آباد جا کر جمعہ ادا کرتا اور آپ کی تقریر سنا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر دینی و دنیوی نعمت سے نوازا ہوا تھا۔ جہاں آپ علم و

فضل سے مالا مال تھے وہاں حضرت گولڑوی قبلہ عالم سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی آپ پر خصوصی نگاہِ کرم تھی۔ آپ محبت و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر تھے۔ تمام علوم خواہ وہ عقلی ہیں یا نقلی سب کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ میں دیکھتے تھے اور جب ان موضوعات پر خطاب فرماتے عوام تو بڑی دور کی بات ہے علماء و مشائخ بھی وجد کرتے تھے۔ سیّد عباس علی شاہ صاحب فاروق آباد کا بیان ہے کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ (فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں) خطاب فرما رہے تھے صدارت محدث اعظم حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر وجد کی ایسی کیفیت پیدا ہو گئی کہ طوطی پاکستان حضرت صوفی محمد علی ملتانی نعرہ لگانے لگے تو ان کی زبان سے نعرہ تکبیر کی بجائے نعرہ تقدیر نکل گیا اس پر محدث اعظم جو حالت وجد میں تھے جواب میں ارشاد فرمایا: واہ رے تقدیر۔ پھر فرمایا: دوبارہ یہی نعرہ لگاؤ۔ نعرۂ تقدیر پھر اسی طرح سب سامعین و حاضرین نے یہی جواب دیا۔ پھر تیسری بار محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی نعرہ لگوایا اس موقع پر علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جو معارف و نکات بیان فرمائے اور جو رنگ باندھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔

حضرت علامہ مفتی ہدایت اللہ پسروری
بانی دار العلوم ہدایت القرآن ممتاز آباد ملتان

علم و عرفان کے بحر زخار قبلہ عالم سیّدی ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم و جلیل شخصیت علمی و فکری، سیاسی اور روحانی افق پر مہر منیر کی طرح درخشندہ و تابندہ رہی ہے۔ قسام ازل نے آپ کو ظاہری و باطنی بے پناہ کمالات اور عظمتوں سے نوازا تھا۔ آپ اپنے دور کے عارف کامل، محدث، مفسر قرآن، فقیہ مناظر، شعلہ نوا خطیب اور نکتہ آفریں مقرر تھے۔ آپ کی محفل پاک میں بیک وقت حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کا سوز و گداز، حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کی کیف و مستی، حضرت غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا تصوف، رازی رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفہ، سرکار

گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی عکس اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا عشق سب کچھ موجود تھا۔ مجھے حضرت قبلہ سیّدی شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کی بارگاہِ اقدس میں دو مرتبہ دورہ قرآن پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کی عظمت' شفقت اور جلالت روحانی اور علمی کا نقش جمیل لوحِ قلب پر آج تک ثبت ہے اور تا دمِ واپسیں ثبت رہے گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و روحانی فیض کو تا ابد جاری و ساری رکھے۔ (آمین) اور حضرت قبلہ عالم سیّدی شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید حضرت قبلہ پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ذریعہ سرچشمہ علم وعرفان قائم ودائم رہے۔ آمین ثم آمین

منظوم خراجِ عقیدت

صوفی اصغر علی اصغر فیصل آباد

انوارِ چشتیاں ہیں علامہ ہزاروی
سرتاجِ عارفاں ہیں علامہ ہزاروی
عظمت ہے جیسے دوستو تاروں میں چاند کی
ولیوں کے درمیاں ہیں علامہ ہزاروی
مانے نہ مانے کوئی ہمیں اس سے کیا غرض
اپنی تو جانِ جاں ہیں علامہ ہزاروی
میری نگاہیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں آج بھی
بتلاؤ تو کہاں ہیں علامہ ہزاروی
سرکار گولڑہ کا جنہیں فیض خاص تھا
سر بستہ راز داں ہیں علامہ ہزاروی
تقریر جن کی سنتے تھے محبوبِ کبریا
دلدار دو جہاں ہیں علامہ ہزاروی
اصغر قصیدہ گو ہوں میں عبدالغفور کا
مجھ پر تو مہرباں ہیں علامہ ہزاروی

صوفی اصغر علی اصغر

اکمل کامل مکمل کمال فاضل مرد اج کیہڑا وچ جہان ٹریا
اہل سنت و جماعت دا فخر ہے سی عدم ول اَج شیخ القرآن ٹریا

تاج عالماں دا گولا گولڑے دا ساڈے واسطے سارا جہان ٹریا
گوہر دین دا چمکدا دمکدا سی شہنشاہ تصوف ذی شان ٹریا

پیر عبدالغفور ہزارویؒ جی بڑا داغ جدائی دا لا گئے ہو
مفتی عبدالشکور غریب تائیں کڈھا غم دا پہاڑ چکا گئے ہو

قسم رب دی نت نئیں جمدیاں نے تیرے جیہے عالم ماواں جگ اُتے
غم اجے گجرات دا بُھلیا نئیں تیل پا دتیوئی بلدی اگ اُتے

موت ملک الموت نے چھری چلا دتی اہل سنت و جماعت دی رگ اُتے
تاج شاہاں دے ہوندے قربان رہے چشتی پیر دی دیکھ لئیں پگ اُتے

اجڑ گئی بہار سب چشتیاں دی چشتی یار سارے پریشان پھردے
روضے والیا پردہ اٹھا کے دیکھ روندے اَج نیں تیرے مہمان پھردے

قاضی فضل رسول نوں پُچھ دیکھو جھدے پر پرواز ہزاروی سن
ابن شیخ الحدیث دا دل روندا جھدے ناز نیاز ہزاروی سن

ایم سلیم چشتی وزیر آباد

خدا کا بندہ ہوں میں اور غلام مصطفیٰ بھی ہوں
میں خادم ہوں صحابہ کا محب مرتضیٰ بھی ہوں

گداگر ہوں میں سارے اولیا کے آستانوں کا
میں بلبل ہوں محمد مصطفیٰ کے گلستانوں کا

خصوصاً سلسلہ چشت سے وابستگی میری
حضور گولڑہ سے خاص کر دل بستگی میری

جناب بوالحقائق گولڑہ کے مظہر عالی
کہ جن کے فیض کے در سے پھرا کوئی نہیں خالی

منور جن کی پیشانی ہے نور گوہر دیںؒ سے
ملی لاہوت تک پرواز ان کو سرور دیںؐ سے

انہوں نے گوہر دیںؒ سے یہ سارا فیض پایا ہے
کہ ان کی ذات پر مہر علیؒ کا دست و سایہ ہے

انہی کے فیض سے یاں رونق بزم شریعت ہے
انہی کے لطف سے جاری یہاں فیض طریقت ہے

یہ واقف ہیں گزرگاہِ حقیقت معرفت کے بھی
دکھا سکتے ہیں بندوں کو یہ رستے عبدیت کے بھی

یہ چشمہ ہیں محمد مصطفٰے کے نور انور کا
یہ رستہ جانتے ہیں دوستو قربِ پیمبر کا

یہ تیرے فیض ہی سے پھوٹتے ہیں چشمے قرآں کے
توسل سے تیرے کھلتے ہیں دل میں پھول ایماں کے

زمانہ فی البدیہ کیوں نہ تجھے شیخ القرآن کہہ دے
تیرے طرزِ تکلم سے تجھے جادو بیاں کہہ دے

ثنا خوانیٔ احمد سے تیری واقف زمانہ ہے
تیرا شرف تلمذ اہل عرفاں کا خزانہ ہے

زمانے کو مقامِ مصطفٰے کے راز بتلائے
نکات دین احمد تو نے دنیا بھر کو سکھلائے

خدا قائم رکھے اب سایۂ عبدالغفور ہم پر
کہ جس کے فیض سے راضی ہوا ربِ غفور ہم پر

سلیمؔ بے نوا بھی ہے گدا اس آستانے کا
بھرو سائل کے دامن کو کہ ہے مارا زمانے کا

(یہ منقبت دورۂ تفسیر قرآن مجید کے فارغ التحصیل علماء کرام کی دستار بندی جلسہ دستارِ فضیلت جمعۃ الوداع ۱۹۶۰ء کے موقع پر پڑھی گئی)

پروفیسر تجمل سلیمی گورنمنٹ اسلامیہ کالج سیالکوٹ

عشق نبی کے باب کا عنواں ہزارویؒ
ناموسِ مصطفےٰ کا نگہباں ہزارویؒ

غواص بحر عظمت قرآں ہزارویؒ
شیخ زماں و رازیٔ دوراں ہزارویؒ

اقلیم ذوق و شوق کے سلطاں ہزارویؒ
اہل جنوں کے درد کا درماں ہزارویؒ

کس طرح دیکھتے درِ سلطاں ہزارویؒ
تھے ریزہ خوار خواجۂ گیہاں ہزارویؒ

ہیں دل کی وادیوں میں خراماں ہزارویؒ
گرچہ نظر سے ہو گئے پنہاں ہزارویؒ

پڑھتے ہوئے درود رسالتمآب ﷺ پر
راہِ نبی پہ ہو گئے قرباں ہزارویؒ

مرد خدا کی موت کا منظر عجیب تھا
گریاں تھی قوم اور تھے خنداں ہزارویؒ

اپنے خلوص عشق سے فیض وجود سے
خود بن گئے ہیں مظہر یزداں ہزارویؒ

جس سے ملے گا منزل مقصود کا سراغ
وہ شمع کر گئے ہیں فروزاں ہزارویؒ

دل اہل درد و سوز کے مسرور ہو گئے
کچھ اس طرح ہوئے تھے غزل خواں ہزارویؒ

سونا پڑا ہے آج تصوف کا میکدہ
لائیں کہاں سے ساقیٔ ذیشاں ہزارویؒ

خود سوئے کردگار تعجل چلے گئے
ہم کو پلا کے بادۂ عرفاں ہزارویؒ

مولانا سیّد ذاکر حسین شاہ راولپنڈی

بلاغت کی وہ جاں تھا اور شہپارہ فصاحت کا
مجسم اک شرافت اور پتلا تھا نفاست کا

نگاہِ انتخاب اس پر پڑی تھی مہرؒ انور کی
تو چرچا ہو گیا تھا اس کی عظمت کا امامت کا

وہ سینہ تان کر ٹکرا گیا اسلام دشمن سے
کہ تھا بیڑہ اٹھایا اس نے ملت کی حفاظت کا

حیات مستعار اس کی سراسر مسکراہٹ تھی
کہ ملنا تھا اسے درجہ ولایت کی شہادت کا

وہ ہر میدان میں چھایا رہا ماحول پر اپنے
کہ گر سیکھا ہوا تھا اس نے اسلامی شجاعت کا

وہ ٹکراتا رہا باطل سے ساری زندگی ذاکر
کہ بننا تھا اسے حقدار احمد کی شفاعت کا

شاعر ساغر بکنوری

چل بسا اِک غازئ حق و صداقت چل بسا
مردِ حر پروانہ شمع رسالت چل بسا

جس کی ہیبت سے تھے لرزاں دشمنانِ مصطفےٰ
آہ صد افسوس شیر اہل سنت چل بسا

کون سلجھائے گا عقدے دوستو الجھے ہوئے
بوالحقائق کاشف سِرّ حقیقت چل بسا

ماہتاب برج معنی نیّرِ چرخ علوم
بحر فضل و نازش زورِ خطابت چل بسا

حامی رشد و ہدایت ، ماحی الحاد و کفر
دافع شر' قاطع ظلمات بدعت چل بسا

اے وزیرآباد والو دیکھ لو جی کھول کر
بزم سے دولہا بسوئے خاک تربت چل بسا

علم کے پیاسو سنو عرفان کے تشنہ لبو
آج گنج معرفت بحر طریقت چل بسا

جس کی ساری داستاں تھی قصۂ صبر و رضا
حکم ملتے ہی بصد احساس فرحت چل بسا

اے شہنشاہِ رسالت اے حبیب عرش حق
تیرا عاشق تیری خاطر سوئے تربت چل بسا

عازم خلد بریں سائرؔ ہوئے عبدالغفور
مغفرت بولی بہ زیر ابر رحمت چل بسا

حکیم سرور سہارنپوری

آج بے نور ہوئی محفل علم و حکمت
اٹھ گیا واقف اسرار کتاب و سنت
ذہن میں آیا ہے یہ مصرعہ تاریخ وفات
''اہل سنت کا امام آج ہوا ہے رخصت''

(۱۹۷۰ء)

سفیر احمد سفیر ہری پور ہزارہ

کوچہ کوچہ مہک اٹھا تجھ سے مہرآباد کا
شاد تیری یاد سے ہوتا ہے دل ناشاد کا
علم و عرفاں کا یہاں ہے بحر ناپیدا کنار
وصف کس سے ہو بیاں اس مسند ارشاد کا
تیری جرأت تیرے عزم و حوصلہ پر ہیں نثار
قیس کی وارفتگی بھی عشق بھی فرہاد کا
تو ہے شمشیر برہنہ بہر زندیقانِ نجد
نطق قاطع ہے ترا ہر کفر کا الحاد کا
تیری مرقد پر یہ سارا مہر علی کا فیض ہے
خواجہ ہجویری کا اور ہندالولی کا فیض ہے
بوالحقائق کے لقب سے ہے ملقب تیری ذات
فیض یہ حب نبی حبّ علی کا فیض ہے
لحن داوٗدی ہے تیرا فقرِ اَسَدُ اللهی ہے
ضربِ باطل پر تیری ضربِ کلیم اللهی ہے
رومی عصر و غزالی زماں عبدالغفور
ماحی بدعت فنا فی الشافع یومِ نشور
عندلیب باغ ختم المرسلیں پائندہ باد
عاشق زارِ شفیع المذنبیں پائندہ باد

مولانا سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی

زہے مولوی پیر عبدالغفور
کہ روشن بد از چہرہ اش لمعہ نور

بمعقول و منقول فردِ زماں
فیوضاتِ او منتشر در جہاں

ہزاراں خلائق نمودہ ہجوم
شدہ فارغ ازوے ز درس علوم

بعلم و عمل کامل وقت بود
بتوحید اہل وجود و شہود

ز دنیا رواں سوئے فردوس شد
دراں جملہ افلاک پابوس شد

بتاریخ آں فاضل راست گو
ز ''مغفور ناجی'' وصالش بجو
(۱۳۹۰ھ)

شرافت سن عیسوی گو ضرور
بخوانی ''کرم پیشہ عبدالغفور''
(۱۹۷۰ء)

حضرت مولانا صابر براری کراچی

"ہادی ملک علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی"

(۱۹۷۰ء)

ہو گئے ہیں آج مولانا شہید
اہل حق ہیں ان کے غم میں چور چور

باالیقیں تھے واعظ شعلہ بیاں
شیخ قرآن حضرت عبدالغفور

رہبر تحریک پاکستان تھے
تھی سیاست میں بھی شہرت دور دور

ہو عطا یا رب انہیں روزِ جزا
دید روئے شافع یوم النشور

فکر ہے صاؔبر اگر تاریخ کی
کہئے "ماہتاب فلک عبدالغفور"

(۱۹۷۰ء)

شاعر صبا متھراوی

"علامہ عبدالغفور کی جلوہ افزا آرام گاہ"

(۱۹۷۰ء)

عالم پاک ہادی و شیخ قرآن
عابد و زاہد و صالح نظر عبدالغفور

دفعۃً کر گئے اس عالم فانی سے سفر
جس طرح بوئے چمن سے شعاع پرنور

پیکر زہد و ریاضت ہوا دنیا سے وداع
جلوۂ دین و دیانت ہوا ہم سے مستور

ملہم غیب نے برجستہ کہا مجھ سے صبا
کہہ دے تاریخ اجل "طالب ایزد مغفور"

(۱۳۹۰ھ)

طارق سلطانپوری حسن ابدال ضلع اٹک

بلند اس کا مقام علم لاریب
تھی خاصانِ خدا سے اس کی نسبت

جو ہیں مہر علیؒ فخر زمانہ
وہ مولانا کے ہیں شیخ طریقت

مثال ذرہؑ اسعد تمام عمر
رہا وارفتہؑ مہر ہدایت

بریلی میں بھی وقت اس نے گزارا
لیا فیض امام اہل سنتؒ

بریلی سے بھی اس کا خاص رشتہ
خصوصی گولڑہ سے بھی ارادت

کمالات علم و تحقیق و ادب کے
کئے تھے خوب اسے حق نے ودیعت

شریعت کے حقائق کا وہ محرم
وہ رمز آگاہ احوالِ طریقت

جگایا خوابِ غفلت سے چمن کو
نوا پرداز گلزارِ خطابت

نقیب کاروانِ حریت تھا
بہ اخلاص اس نے کی ملت کی خدمت

لیا ملکی سیاست میں بھی حصہ
مگر دینی تھا مقصودِ سیاست

ہو پاکستان میں تنفیذِ اسلام
رہا کوشاں وہ مردِ پاک طینت

جو گستاخانِ احمدؐ ہیں کب ان میں
تھی اس کے سامنے آنے کی جرأت

ادب نا آشنایانِ نبی کے
تعاقب میں رہا وہ باسعادت

رہیں دینی مجالس اس سے بازیب
وہ تھا تزئین محفل ہائے ملت

وزیرآباد میں ہے اس کا مرقد
زیارت گاہ اربابِ محبت

مزار اس کا ہو یا رب مہبطِ نور
الٰہی ہو گلستاں اس کی تربت

ہوا ہے "مفخر ملت" برآمد
۱۳۹۰ھ
سن ہجری میں اس کا سالِ رحلت

بہ سال عیسوی، اس کا سن وصل
کہا ہے "بے بدل شیخ خطابت"
(۱۹۷۰ء)

طارق سلطانپوری حسن ابدال

علم و دانش ، معرفت کا نور تھا عبدالغفور
گھپ اندھیروں میں چراغِ طور تھا عبدالغفور

اُس کے رخ پر جلوۂ مہر علی تھا ضوفگن
دل میں تھا حُبِّ محمد ﷺ کا سمندر موج زن

پیکر حق آگہی ، احمد رضا کا فیض یاب
منفرد اُس کا بیان اُس کی خطابت لاجواب

مرد حُر تھا اور میرِ لشکر احرار تھا
دست اہل حق میں وہ شمشیر جوہر دار تھا

اِک مجاہد کی طرح اُس نے گزاری زندگی
استقامت کا نمونہ اُس کی پیاری زندگی

بزم دیں کی تمکنت ، شان دیار حق تھا وہ
نازش علم و تدبر ، "افتخارِ حق" تھا وہ

۱۳۹۰ھ

طارق سلطانپوری حسن ابدال

دارِ فنا سے عازمِ خلد بریں ہوئے
محبوب اہل حق و صداقت ہزارویؒ

وہ پیکر تدبر و تحقیق و علم و فن
تھے صاحب محاسن و افضال واقعی

تبلیغ خیر میں بسر ان کی ہوئی حیات
دین حنیف کی بڑی خدمت انہوں نے کی

پھیلائی آں جناب نے خاص اہتمام سے
آفاق میں کلامِ مقدس کی روشنی

رکھتے تھے بے مثال خطابت میں مرتبہ
وہ سربراہ قافلۂ علم و آگہی

فیض رضاؒ سے بھی انہیں حصہ ہوا نصیب
تنویر فقر مہر علیؒ بھی انہیں ملی

دیکھا جو اس نے ان کی خطابت کا طمطراق
بے ساختہ پکار اٹھا یوں ظفر علی

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا محمدؐ کے نور کا

مولانا طالب حسین فیض پوری میرپور

اے طریقت کے راہنما و شریعت کے چراغ
اے منبع قرآن، فقہ و حدیث محمدی کے چراغ

اے میرے مرشد کے معلم و راہبر
اے فخر اہل سنت کے جلوہ گر

عاشقان تو ہر طرف حیران و پریشان ہیں
عندلب و قمری باغ میں بآشیاں بے جان ہیں

بابائے صحافت مولانا ظفر علی خاں وزیر آباد

(۲۷ دسمبر ۱۹۳۸ء کو حضرت شیخ القرآن کی حج پر روانگی کے موقع پر کہے گئے اشعار)

حج کو جانے والے ہیں عبدالغفور
آسماں برسا رہا ہے ان پہ نور

کس زباں سے ہو بیاں وصف آپ کا
آپ موسیٰ ہیں وزیرآباد طور

جا کے مکہ میں کھجوریں کھائیں گے
اور رہے گا ان سے حلوہ دور دور

جا رہے ہیں پینے بطحا کی شراب
جس کے اندر ہے دوعالم کا سُرور

جب مواجہ کی سعادت ہو نصیب
یاد رکھیں ہم غریبوں کو ضرور

ہے بریلی ہم صفیر دیوبند
اتحاد باہمی کا ہے ظہور

کانگرس ٹکرا رہی ہے لیگ سے
آ رہا ہے عقل گاندھی میں فتور

شعر میری طرح کہہ سکتا نہیں
حقہ پینے کا نہیں جس کو شعور

☆☆☆

کانپتے تھے اس کی ہیبت سے زمین و آسماں
جب وہ نکلا اپنے گھر سے باندھ کر سر پہ کفن

شیخ کی تہمد نے گاندھی کی لنگوٹی سے کہا
میں پرستارِ خدا ہوں تو پرستارِ وطن

میں آج سے مرید ہوں عبدالغفور کا
چشمہ ابل رہا ہے محمدؐ کے نور کا

بند اس کے سامنے ہے بخاری کا ناطقہ
کیا ان سے ہو مقابلہ اس بے شعور کا

احرار کا جہاں کہیں ہوتا ہے اجتماع
ہوتا ہے ان پہ شبہ ہیوش دیور کا

ڈاکٹر خواجہ عابد حسین نظامی

اہل دل صاف نظر عبدالغفور
صوفیٔ والا گہر عبدالغفور

باعمل عالم فقیہ نامور
بھولے بھٹکوں کے خضر عبدالغفور

کفر و باطل کی شب تاریک میں
بالیقیں نورِ سحر عبدالغفور

عمر بھر لوگوں کو دکھلاتا رہا
اہل حق کی رہگذر عبدالغفور

تو کہ ہے مہر علیؒ سے فیضیاب
مجھ پہ بھی ایک نظر عبدالغفور

سیّد عارف مہجور رضوی گجرات

"سایۂ ایزد شیخ القرآن"

(۱۳۹۰ھ)

"جلال الدین مولانا محمد عبدالغفور"

(۱۹۷۰ء)

اٹھا دہر سے اک خطیب زماں
بجا آج ماتم میں ہیں صبح و شام

سراپا الم منطق و فلسفہ
بنی غم کدہ بزم علم کلام

فصاحت بیانی ہے گریہ کناں
مقدر بلاغت کا ہیں غم کے جام

قیادت کی عظمت ہے محو الم
بجا تھا وہ اِک اہل حق کا امام

وہ سرتاج علم و فضیلت بجا
وہ شمشیر حق برملا ' بے نیام

رہا وقف وہ دین حق کے لئے
کیا عام اس نے نبی کا پیام

سیاسی و ملی ہو یا مذہبی
ملا اس کو ہر بزم میں احترام

زمانے کو اس کی جدائی کے بعد
کہاں کوئی اس سا ملا خوش کلام

سن وصل مہجورؔ کہہ برملا
''ابوالحقائق ' ختم کلام''

(۱۳۹۰ھ)

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مولوی پیر طریقت محی الدین
ترجمانِ اہل سنت بالیقین

شیخ قرآن مولانا عبدالغفور
ہو گئے رخصت الی دار السرور

آفتابِ علم و حکمت اٹھ گیا
ماہتابِ دین ملت اٹھ گیا

وعظ و تقریر ان کی کوثر سلسبیل
باکمال و بے مثال و بے مثیل

تجھ سا بحر علم نکتہ داں کہاں؟
تجھ سا اب قرآن و سنت داں کہاں؟

فیض شاہ مہرؒ کا مظہر ہے تو
قسمت امت کا اک اختر ہے تو

حجۃ الاسلام کا پروردہ تو
علم و فن اور دین میں سر کردہ تو

دشمنانِ دین پر اک وار تو
حضرت فاروقؓ کی تلوار تو

سورۂ رحمٰن کی تنویر تو
رحمت رحمٰن کی تصویر تو

دین و ملت کی تیری خدمات کو
علم و عرفاں کی تیری برسات کو

اس جہاں میں ہے کوئی جھٹلا سکے
یا ترا ہم سر کوئی دکھلا سکے

تو ہے ناموسِ نبوت کا نقیب
یہ شرف تجھ کو رہا بے شک نصیب

قاری ابوالحفیظ عبدالرحمٰن چشتی منڈی پھلروان

شرح حدیث آپ پر موقوف ہے لاریب
رشک ثریا حجرہ ہے شیخ القرآن کا
غوّاص بحر فقر و تصوف ہیں بے مثال
کشف الدجے جمال ہے شیخ القرآن کا
علامہ ہزاروی چشتی و مرشدی
ڈنکا بجے چودھار میں شیخ القرآن کا
عبدالشکور مفتی و طارق کے سر پہ ہو
تا دیر ظل عاطفت شیخ القرآن کا
پھولیں پھلیں جہان میں یہ صاحبزادگاں
گلزار بار ور رہے شیخ القرآن کا
اپنے ہی پیر ہوتے ہیں ہر ایک کو پسند
واصف قلم رحمانی ہے شیخ القرآن کا

○

بوالحقائق شیخ قرآن میرے پیر
زمرۂ صلحا میں جب شامل ہوئے
فی البدیہ ہاتف نے مجھ سے یوں کہا
"رحمت غفار ما" داخل ہوئے
(۱۹۷۰ء)

"ان کل نفس ذائقة الموت"
(۱۹۷۰ء)

حضرت مولانا پیر عبد الصبور منشورؔ ہزاروی

سلام اے شیخ قرآں واقف اسرار عرفانی
تیری محفل میں پایا اہل دل نے کیف روحانی

تجھے اللہ نے قرآن کے اسرار بخشے ہیں
تیرے دل کی گواہی ہے تیرے چہرے کی تابانی

تیری جلوت تیری خلوت سراپا محفل عرفاں
تیری حکمت تیری دانش مکمل فکر یزدانی

تجھے اے شیخ قرآں حق نے وہ انوار بخشے ہیں
ہزاروں کے دلوں میں بھر گئی ہے جن کی تابانی

کئی ناقص ہوئے کامل تیری محفل میں آنے سے
سعادت چشم و دل کی ہے ترے ہی در کی دربانی

مقامِ مصطفیٰ کو اس طرح روشن کیا تو نے
کہ گستاخوں کو خیرہ کر رہی ہے جسکی تابانی

تری محفل میں آ کے ہم نے یہ طرفہ سماں دیکھا
رسول اللہ کو تجھ پہ ہمیشہ مہرباں دیکھا

تجھے ہے گوہر و محمد میاں کے جام سے نسبت
معین الدین اور داتا پیا کے نام سے نسبت

تجھے داتا سے ملتی ہے شراب ناب بطحا کی
خبر دیتا ہے تجھ کو گولڑہ یٰسین وطہٰ کی

تجھے مہر علیؒ نے درد کا آئین سمجھایا
تیرے دل کو عطا کی سائیں گوہر نے درخشانی

لیا منشورؔ نے جب تھام دامن شیخ قرآں کا
میسر آ گیا پھر اس کے دل کو لطفِ ایمانی

حضرت مولانا پیر عبدالصبور بیگ منشورؔ ہزاروی

یہ کون اٹھ کے بزمِ جہاں سے نکل گیا
انوارِ گولڑہ کا نشیمن بدل گیا
گوہرؒ کی انجمن ہے الم سے دھواں دھواں
یا رب مدد کہ غم سے کلیجہ پگھل گیا
اس نے نکات سنت قرآں کے حل کیے
سنت کی آبرو کا سفینہ سنبھل گیا
عبدالشکور و طارق و ادریس کی نہ پوچھ
ان کے چمن بہار جوبن میں جل گیا
رخصت کچھ اس طرح سے ہوا جانِ انجمن
انداز انجمن کا سراسر بدل گیا
سوز و گداز بزم سے یکبار اٹھ گئے
حامد رضاؔ کی آنکھ کا چشمہ ابل گیا
اِک دردِ مستقل میں ہوئیں غرق خلوتیں
منشورؔ ایک اور ہی سانچے میں ڈھل گیا

پیر سیّد فضل شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

پیر عبدالغفور چھڈ دارِ فانی ٹر جانب خلد گلزار گئے نیں
موت عالم دی عالَم دی موت ہووے ساری کر دنیا سوگوار گئے نیں

خوش کلام، خوش خو، خوش خلق ہر دم خوش بخوش ہر حال وِچ رہن والے
خوش نما، خوش پوش، خوش شکل سوہنے، سوہنا اپنا وقت گزار گئے نیں

کُھلے ہتھ دل کھول کے ہر پاسے پئے درس تدریس دے دان کیتے
اَن گنت شاگرداں دے سراں اُتے ہتھیں اپنی رکھ دستار گئے نیں

پِیر پانا تے رہ گیا کسے پاسے خزاں جھاتیاں وی اودھر پائیاں نیں
اپنے مکتبِ فکر دا وِچ دنیا چھڈ گلشن اوہ سدا بہار گئے نئیں

اِک واعظ تے ناصح دی شکل اندر رہے برسدے ابر نیساں بن کے
موتی لوک چھپا کے رکھدے نیں پر او محفلاں وِچ کھلار گئے نیں

فاضل فیض سی جینڈڑ تے گولڑے دا پیر عبدالغفور ہزاروی نوں
بہہ کے بحر چناب دے دندیاں تے کئی ڈبیاں سنکتاں تار گئے نیں

سانوں کس ہن مثنوی معنوی دے معنے کر کے شرح سمجھاونے نیں
جامی، رازی، عطار دا کس کر نائے جویں کر اوہ ذکر اذکار گئے نیں

دسیاں شیخ القرآن نے طالباں نوں رمزاں کھول قرآن مجید دیاں
ایویں ابوالحقائق تے نہیں سن اوہ گلاں گجھیاں کر آشکار گئے نیں

جتھے مسلک حقہ تے حرف آیا اوتھے پہنچ گئے آخری حرف بن کے
یاداں مٹھیاں گئے نیں چھڈ پچھے، اگا اپنا فضل سنوار گئے نیں

حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر رحمۃ اللہ علیہ مارشیس افریقہ

تیرہ سو نوے تھی ہجری ساتویں شعبان کی
صبح کی پُرنور ساعت جمعہ کا روز کمال
جانے والے تجھ پہ ہوں خالق کی سو سو رحمتیں
ہو مبارک تجھ کو تیرا "ماہ و تاریخ وصال"

(۱۳۹۰ھ)

پروفیسر فیض رسول فیضان

شیخ القرآن حضرت قبلہ ہزاروی
تبلیغ دین حق کا حوالہ ہزاروی
مداح غوث و خواجہ و داتا ہزاروی
ممدوح شیخ و صوفی و ملا ہزاروی
عاشق تھے وہ جناب رسالت مآب ﷺ کے
تھے اولیا کے والہ و شیدا ہزاروی
وہ تھے ابوالحقائق و محبوب عارفاں
عرفان و معرفت کا نگینہ ہزاروی
مانی ظفر علی نے بھی ہے جس کی منزلت
تقریر کا وہ کوہ ہمالہ ہزاروی
نازاں وزیرآباد ہے ان کے وجود پر
ہیں فخر انتسابِ معلّٰی ہزاروی
عبدالشکور مظہر عبدالغفور ہیں
دے کر گئے ہیں خوب ہی ورثہ ہزاروی
آصف کا عشق ان کی حیات و صفات سے
کہتا ہے عبقریٔ زمانہ ہزاروی
اس دیس کی بنا میں بھی شامل ہے ان کا خون
فیضان ہشت پہلو تھے ہیرا ہزاروی

محمد اقبال صابر سیالوی گجرات

شیخ قرآن کا ہے ذکر بپا آج کی رات
بوالحقائق کی ہے توصیف وثنا آج کی رات

پرتو مہر علیؒ غوث جلی کا ہے ذکر
عرس ہے جس کا سر بزم بپا آج کی رات

عمر بھر عشق رسالت سے جو مخمور رہا
ہو گا اس بزم میں وہ جلوہ نما آج کی رات

آج اقبالؔ عقیدت کو نچھاور کر لو
مفتی دین کا ارشاد ہوا آج کی رات

چشتیہ بزم پہ ہے فضل خدا آج کی رات
نسبت خاص سے محفل ہے بپا آج کی رات

میری تقدیر کی بن آئے گی آج ان کے طفیل
بن گئی ان کی ثنا میری غذا آج کی رات

ذکر ہے کن کا بھلا وِردِ زباں آج کی رات
جن کی خاطر یہ ہوئی بزم بپا آج کی رات

بزمِ حاضر کی بھی بر آئیں مرادیں ساری
عام ہے فیض و کرم، جود و سخا آج کی رات

عشق و مستی سے در و بام بھی ہیں رقص کناں
چشتیہ بزم ہے توصیف سرا آج کی رات

آج اظہارِ عقیدت کی سعادت پا کر
ایک صابؔر بھی ہوا بخت رسا آج کی رات

محمد اشرف نقیبی وزیرآباد

دریائے ذوق و شوق کا دھارا ہزارویؒ
اہل وفا کی آنکھ کا تارا ہزارویؒ

حضرت کے انتخاب پہ علماء نے یوں کہا
کیا خوب راہنما ہے ہمارا ہزارویؒ

بزمِ جہاں میں روشنی پھیلی ہوئی ہے یوں
ہے چاند گولڑہ تو ستارہ ہزارویؒ

ہوتا تھا سن کے بند مخالف کا ناطقہ
کرتے تھے وعظ ایسا کرارا ہزارویؒ

دل میں اتارتا تھا وہ عشق نبی کا نور
روشن تھا روشنی کا منارہ ہزارویؒ

اہل نظر کو دے گیا وہ ذوق باکمال
تھا صوفیوں کو جان سے پیارا ہزارویؒ

مٹتا نہیں ہے نقش دل بے قرار سے
اشرفؔ تھا میری آنکھ کا تارا ہزارویؒ

مولانا محمد عارف سیالوی گجرات

صاحب ایمان و عرفاں مولوی عبدالغفورؒ
بوالحقائق مردِ میداں مولوی عبدالغفورؒ

بوالحقائق فی الحقیقت مولوی عبدالغفورؒ
جامع شرع و طریقت مولوی عبدالغفورؒ

شیخ قرآن و حدیث و اہل منطق را امام
پیکر جذب و محبت مولوی عبدالغفورؒ

رازدارِ عشق و مستی نکتہ سنج معرفت
اہل ہمت بامروت مولوی عبدالغفورؒ

گوئے سبقت برد در میدانِ علم و معرفت
واقف رمز حقیقت مولوی عبدالغفورؒ

زینت محراب و منبر زیبِ بزم اہل دل
خوب خُلق و خوب خِلقت مولوی عبدالغفورؒ

یافت از مہر علیؒ و یافت از گوہر دینؒ
اہل الفت را امامت مولوی عبدالغفورؒ

حق بیان، بیباک، حق گو، حق طلب، حق شناس
بوالحقائق بالفضیلت مولوی عبدالغفورؒ

رفت از دنیائے فانی منزلِ عقبیٰ گزید
مردِ میدانِ عزیمت مولوی عبدالغفورؒ

ذکر توحید و رسالت وقت آخر برلبش
داد برایماں شہادت مولوی عبدالغفورؒ

برسرِ منبر چوں بینی مفتی عبدالشکور
بالیقیں گوئی کہ ہمت ''او'' مولوی عبدالغفورؒ

چوں بمیرد او کہ زوماند چنیں خلف الرشید
زندہ ہست و زندہ ماند مولوی عبدالغفورؒ

بے خزاں ماند الٰہی ایں گلستاں پُر بہار
فیض یابد یک جہاں از مولوی عبدالغفورؒ

شاد و خرم باد و باید ہر چہ خواہد خاطرش
دائماً در دارِ جنت مولوی عبدالغفورؒ

عارف خستہ چہ جوئی اندریں فانی سراء
رفت زیں عالم بہ جنت مولوی عبدالغفورؒ

از میانِ مصرعہ ثانی چوں بجو سن وصال
آشنائے "سِرّ خلقت" مولوی عبدالغفورؒ
(۱۳۹۰ھ)

شاعر اہل سنت محمد علی ظہوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ

لا ریب وہ نقیب تھا ذکر حضور کا
چرچا جہاں میں کیوں نہ ہو عبدالغفور کا

ایسا خطیب جس پہ خطابت کو ناز تھا
وہ پیکر حسین تھا فکر و شعور کا

تھا امتزاج علم و عمل اس کی ذات میں
چشمہ ابل رہا ہے محمد کے نور کا

حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

بوالحقائق مولانا عبدالغفور
علمہ مشہور کاالبحر الجور

واقف الاسرار ذوالفضل الکبیر
کاشف الانوار کالبدر المنیر

ترجمان و شیخ قرآں پیر ما
بوالحقائق کان عرفاں مقتداء

شیخ تفسیر و حدیث مصطفٰے
محرم اسرارِ حریم کبریا

از شریعت وز طریقت راہنما
عارف سرّ حقیقت کبریا

بلبل باغ رسالت گل فشاں
شاہباز و نغمہ ساز و خوش بیاں

مدح خوان غوث اعظم ہر زماں
شہرہ آفاق گشتہ در جہاں

پنڈ چمبہ در ہزارہ مولدش
ھست از اشراف و اعیاں گوہرش

فہم رازی چوں غزالی سینہ اش
سوز جامی ذوق رومی در دلش

شد وزیرآباد زو چوں کوہ طور
منبع انوارِ قرآں فی الظہور

سنی و حنفی بداں حق مذہبش
داں فنا چشتی نظامی مشربش

اے غلام بے نوا بس کن دعا
بر در درگاہِ حق کن التجا

حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

(سلام بحضور شیخ القرآن بطرز شاہ نامہ اسلام)

سلام اے شیخ قرآن واقف اسرار ربانی
سلام اے شاہ باز کاشف الاستار قرآنی
تیرا سینہ خزینہ معدن انوار قرآن ہے
زبان ہے ترجمان اس کی بیان ہے شمع نورانی
تیری معجز بیانی کے بہت اعجاز ہیں روشن
بیان کس کی زبان سے ہو سکے وہ ذوقِ روحانی
تیری محفل میں فاضل اور فقیہ بے تاب دیکھے
ہر اِک اِک کی زبان پر ہے تیری مدح و ثنا خوانی
بیان میں تیرے وہ تاثیر اور اکسیر دیکھی ہے
صدا سننے والے کی ہے بیشک قولِ رحمانی
پیارے مصطفیٰ کی شان کی جب مدح کرتے ہیں
سماع پُر کیف سے پاتی ہے محفل لطف یزدانی
پیارا شیخ جب کرتا ہے رد فرقہ باطل کا
مخالف خیرد پھرتا ہے ہمراہ مکر شیطانی
تیرے سر پر ہے سایہ مہر علیؒ شہ غوث اعظمؒ کا
حمایت مصطفیٰؐ کی کرتی ہے تیری نگہبانی
غلام کمترین تجھ کو مبارک صد مبارک ہو
تجھے نسبت ہے ان سے ان کو نسبت شاہ گیلانی

حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ القرآن منبع عرفاں چلے بسے
معجز بیان رازیٔ دوراں چل بسے

سوزوگداز رومی و جامی کی یادگار
سعدی و قدسی ' غزالیٔ ذیشان چل بسے

وہ ابوالکلام مولانا عبدالغفور آہ
وہ خوش بیان ' منبع فیضان چل بسے

وہ پیر ابوالحقائق ' ملک سخن کے شاہ
جادو بیان ' سحر اللسان چل بسے

شہر وزیرآباد کا اب کچھ نہ حال پوچھ
جب سے وہ بانیٔ دورۂ قرآن چل بسے

وہ عاشق رسول وہ شیدا شہید حق
ذیشان عمر بھر رہے ذیشان چل بسے

لخت جگر تھے مولانا عبدالحمیدؒ کے
گوہر کے لعل ' لعل بدخشان چل بسے

شاہ مہر علیؒ کے باغ کے بلبل تھے نغمہ ساز
بادِ خزاں اجل سے وہ ذیشان چل بسے

باغبان باغ مفتی و طارق سب اہل بیت
والی ولی تھے معدن احسان چل بسے

کانٹا ہے ان کے پھول کا ادنیٰ غلام یہ
فرقت کا داغ دے کے وہ دل و جان چل بسے

ساقی نہیں نہ جام ہے میخانہ ہے کھلا
فرقت کی آگ لگا کے وہ مہمان چل بسے

یا رب یہ چشمہ فیض کا باقی رہے سدا
گرچہ وہ شیخ کامل انسان چل بسے

جان جہاں ہیں سرورِ محبوبِ کبریا
صد آہ رب کی شان وہ برہان چل بسے

صدیقؓ و عمرؓ ہادی عثمانؓ علیؓ کو دیکھ کر
سب اپنے اپنے دور میں ذیشان چل بسے

صبر آزما ہے واقعہ ہاں کربلا کو دیکھ
سب کچھ لٹا لٹا کے وہ ذیشان چل بسے

ماتم کدہ ہے عالم فانی یہ سر بہ سر
عبرت سے دیکھ ناطق قرآن چل بسے

ادنیٰ غلام دیکھ اور سن دل کے کان سے
فانی ہے یہ جہاں سبھی ذی جان چل بسے

حضرت مولانا ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ القرآن دا ماتم جس نے ویکھیا نور ستارا
سچ ہے کہندا عکس نہ اس دا ویکھیا سنیا یارا
مٹھڑے بول سجن دی صورت کیوں کر سجناں بولاں
حال تے قال دا فرق بتھیرا کیوں کر پردہ کھولاں
شیخ القرآن دی سحر بیانی دل دے وِچ گھر کر دی
جیویں تیر نگاہ مرداندی یا تاثیر زہر دی
علم تصوف مشکل مسئلے جدوں شرح کریندے
ہر طالب دے دل دے اندر واہ واہ خوب بٹھیندے
شیخ القرآن دی عجب بیانی کیوں کر دساں تینوں
مٹھے بول تے لذت والے کدے نہ بھل دے مینوں
مولانا ظفر علیٰ خاں سن کے وجد کریندا کہندا
تو ہے چشمہ نور نبیؐ دا میں مرید ہاں تیندا
شیخ القرآن جدوں وی بولے مدح نبی دی کردا
سننے والے عاشق ہوندے رنگ نبی دا بھردا
اس گل پاک محمد اُتے بلبلاں کئی ہزاراں
اپنیاں اپنیاں بولیاں بولن جیویں بدل بہاراں
شیخ القرآن نبی دی بلبل نغمے خوب سنائے
اپنی باری سجن پیارے عقدے کھول بتائے

شیخ القرآن دے وصل تھیں پہلے وچ اخباراں آیا
شیخ القرآن نوں اہل مدینہ طیبہ وچہ بلایا
شیخ القرآن جدوں پھر پہنچے نغمے خوب سنائے
سننے والے وجد کریندے جلسے خوب سجائے
شیخ القرآن دا وصف سخاوت سن ساواں تینوں
سب نوں سوہنڑیں راضی کیتا بہتا دتا مینوں
عاشق زاد نبی دے سجناں بخشش ویکھ نرالی
قاتل صاحب ٹرک دے تائیں بخشیا ہو خوش حالی
اللہ اللہ کردیاں ہویاں جام شہادت پیتا
ایڈا فضل خدا نے دیکھو کس انسان تے کیتا
سجن پیارے ٹرے اساں نوں لا کے داغ جدایاں
نہ او جام نہ ساقی دلبر درداں مار مکایاں
ہجر فراق سجن دے اندر روواں تے کرلاواں
تانگھ سجن دی رہندی مینوں مت ہن درشن پاواں
غلام ربانی درد نہانی شیخ القرآن دی کہانی
کر دعا رب دانا بینا ایہو حکم ربانی

حضرت مولانا محمد صدیق سالک مدظلہ العالی سیالکوٹ

علم کے مہر درخشاں چل دیئے فقر کے خورشید تاباں چل دیئے
صدق کے گنج فراواں چل دیئے مخزن علم و عرفاں چل دیئے
پیر کامل حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

راہنمائے سالکاں تھے چل دیئے ہادی گم گشتگاں تھے چل دیئے
رہبر حق طالباں تھے چل دیئے مرشد و پیر مغاں تھے چل دیئے
پیر کامل حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

نام نامی ان کا ہے عبدالغفور جانشین ان کے بنے عبدالشکور
چرچا ان کے علم کا ہے دور دور دے کر ان کو داغ ہجراں چل دیئے
پیر کامل حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

سالکؔ خستہ پہ ہے ان کا کرم ان کی شاگردی میں ہے ثابت قدم
اور دل میں ان کی الفت دم بدم دے کر ان کو درد و درماں چل دیئے
پیر کامل حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

حکیم محمد مظفر رئیس چک عمر لالہ موسیٰ

"وحید غفار ستار"
(۱۹۷۰ء)

مردِ کامل شیخ قرآں مولوی عبدالغفور — کرد رحلت جانب حق نزد پلکھو بر چناب
"واصل حق تاجدار اہل سنت" کن رقم — گفت ہاتف با مظفر سال وصلش اے جناب
(۱۳۹۰ھ)

تھے مفسر محدث مفتی و ادیب — معتقد رو رہے ہیں جنہیں نزد و دور
اے مظفر تو کر سال رحلت رقم — "رہنمائے جہاں پیر عبدالغفور"
(۱۹۷۰ء)

حضرت علامہ پیر عبدالغفور
زائر مکہ مدینہ جبل نور

ہاتھ میں تسبیح زباں پر نام "ھو"
چل پڑے گل گشت کو بہر سرور

اِک ترک نے آ دیا پیغام یہ
یاد کرتے ہیں تمہیں ربِ غفور

آپ بھی فی الفور حاضر ہو گئے
اے مظفرؔ چھوڑ کر سارے امور

نزد پلکھو بن گیا پھر کربلا
شور و غوغا بڑھ گیا نزدیک و دور

چل دیئے طارق پیارا چھوڑ کر
چاہ غم میں جا پڑا عبدالشکور

زینت محراب و منبر چل دیا
ہو گئی ویراں خطابت بالضرور

رو رہے ہیں اہل سنت رات دن
اڑ گیا اِک بلبل باغ حضورؐ

عالم و فاضل محقق بے ریا
نام آور از ہزارہ تا قصور

شیخ قرآں یاد کرتے ہیں تجھے
گولڑہ ، گجرات ، چمبہ ، کان پور

ہے یہ فرمان نبی بالکل صحیح
موت عالم موت عالم ہے ضرور

از پئے مہر علیؒ احمد رضاؒ
آپ کو جنت ملیں حور و قصور

آپ کی اولاد کو رب خوش رکھے
ہے مظفر کی دعا تا نفخ صور

ساتویں شعبان کی دن تھا جمعہ
جب خدا سے جا ملے صدر الصدور

سال رحلت از سر افسوس ہے
کہ ہوا جنت مقام عبدالغفورؒ

محمد منور چشتی جہلم

زیبا ہے تجھ کو عظمت و شوکت ہزاروی
کرتی ہے فخر تجھ پہ یہ ملت ہزاروی

تجھ پہ نگاہِ خاص ہے داتاؒ و مہرؒ کی
جاری ہو فیض تا بہ قیامت ہزاروی

پیغام مصطفےٰ کا پھیلایا گلی گلی
ہے یاد سب کو تیری خطابت ہزاروی

جتنا بھی فخر کرتے رہو کم ہے چشتیو
ہاتھ آ گئی تمہارے یہ نسبت ہزاروی

چھائی ہیں پھر اداسیاں دین متین پر
پھر پڑ گئی ہے تیری ضرورت ہزاروی

مجھ کو بھی رکھ غلامی میں بوساطت فضل کریم
منوؔر کو بخش اپنی محبت ہزاروی

اہلحدیث‘ دیوبندی اور شیعہ علماء کے تعزیتی بیانات

۱۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی‘ امیر جماعت اسلامی پاکستان:

”مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کی اچانک وفات پر گہرا رنج وغم ہوا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔“

۲۔ مولانا محمد چراغ صدر جمعیت اتحاد العلماء پاکستان:

”وصال کی خبر میرے لئے زبردست سانحہ ہے پاکستان کے کروڑوں مسلمان اس غم میں برابر شریک ہیں۔“

۳۔ مولانا گلزار احمد مظاہری‘ ناظم جمعیت علمائے اسلام:

”آپ کی موت اسلامیانِ پاکستان کے لئے زبردست حادثہ ہے۔“

۴۔ جناب محمد شوکت‘ پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی:

”بجا طور پر علامہ ہزاروی کو پاکستان کا ایک ستون کہا جا سکتا ہے‘ ممتاز عالم دین تھے قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں بے لوث تعاون کیا اور حق کا ساتھ دیا۔“

۵۔ جناب عبدالحمید کھوکھر‘ رکن مجلس شوریٰ جماعت اسلامی‘ سابق ایم این اے:

”محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا زخم کبھی نہیں بھر سکتا۔“

۶۔ مولانا عبدالحمید خان‘ امیر جماعت اسلامی صوبہ بلوچستان:

''آپ کی دینی، ملی وسیاسی خدمات قابلِ تحسین ہیں علماء کے مشن کو جاری رکھیں اور پاکستان کو صحیح اسلامی ریاست بنا کر دم لیں۔''

۷۔ مولانا محمد یوسف انور، جمعیت اہلحدیث فیصل آباد:

''ہر محاذ پر ساری زندگی علمائے حق کے دوش بدوش کفر والحاد کے خلاف علم جہاد بلند رکھا۔''

۸۔ مولانا محمد علی مظاہری، امیر جماعت اسلامی میانوالی:

''ہمیشہ حق و باطل کی جنگ میں حق کا ساتھ دیا اور اشتراکیت کے خلاف جہاد کیا۔''

۹۔ مولانا محمد عبید اللہ انور، جمعیت علمائے اسلام (ہزاروی گروپ):

''علامہ ہزاروی کا جینا اور مرنا اسلام کے لئے تھا۔''

۱۰۔ مولانا محمد اجمل خاں، جمعیت علمائے اسلام:

''علامہ ہزاروی کا وصال جمعیت علمائے پاکستان کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔''

۱۱۔ مولانا محمد ابراہیم، جمعیت علمائے اسلام:

''وصال پر زبردست دکھ پہنچا۔''

۱۲۔ میجر جنرل (ر) سرفراز خان، نائب صدر پاکستان جمہوری پارٹی:

''مرحوم جمہوریت کے لئے دردمند دل رکھتے تھے، مولانا مردِ حق تھے تحریک پاکستان و جمہوریت میں گرم جوشی سے حصہ لیا۔''

۱۳۔ مولانا احتشام الحق تھانوی، کراچی:

''غیر متزلزل عزم اور بے مثال جرأت کے ساتھ ساتھ ہمیشہ مصائب کا مقابلہ کیا بالآخر آزادی کی تحریک میں جان ڈال دی۔ دینی تحریکوں میں منفرد حیثیت کے

مالک تھے۔ اس پر آشوب دور میں مولانا کی وفات ناقابل تلافی نقصان ہے۔''

۱۴۔ مولانا فضل حق' ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان:

''استحکامِ پاکستان اور نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لئے جس طرح جدوجہد کر رہے تھے وہ ملک کی دینی وسیاسی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے۔ ایک عالم دین کی حیثیت سے انہوں نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔''

۱۵۔ مولانا مظفر علی شمسی' جنرل سیکرٹری تحفظ حقوق شیعہ پاکستان:

''آپ جیسا عاشق رسول ﷺ اور اہل بیت اطہار کوئی نہیں تھا بہت سی خوبیوں کے مالک تھے' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ اور اعلیٰ مقام دے۔''

۱۶۔ مولانا عبدالرشید' بانی ناظم اعلیٰ مرکز جمعیت علمائے اسلام صوبہ پنجاب:

''موجودہ دور میں جس پامردی وحق گوئی سے لادین عناصر کے خلاف اعلانِ جہاد کیا ہے وہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔''

۱۷۔ مولانا فتح محمد' امیر جماعت اسلامی راولپنڈی ڈویژن:

''ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے بھرپور جدوجہد کر رہے تھے' تحریک پاکستان میں بہترین کردار ادا کیا۔''

۱۸۔ مولانا قاضی سعید احمد' سیکرٹری جنرل اسلامی فکری محاذ راولپنڈی:

''مولانا ہزاروی نے اپنی زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھی۔''

۱۹۔ مولانا گلزار احمد چوہدری' جماعت اسلامی لالہ موسیٰ:

''ملک کے مقتدر عالم دین کے وصال پر گہرا رنج ہوا۔ آپ کا وجود سوشلسٹ عناصر کے لئے دردِ سر تھا۔''

۲۰۔ مولانا زاہد الراشدی، گوجرانوالہ:

"علامہ ہزاروی جیسے علماء صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں وصال پر گہرا رنج و دکھ ہوا۔"

۲۱۔ صاحبزادہ غلام نصیر، جمعیت اہلحدیث فیصل آباد:

"ملک میں موجود نظریاتی کش مکش کے خاتمہ اور اسلامی آئین کے نفاذ کے لیے آپ کی مساعی مثالی اور ناقابل فراموش ہیں۔"

۲۲۔ چوہدری لال دین سلیم، امیر جماعت اسلامی ضلع فیصل آباد:

"آپ نے ایوب کے اشاروں پر چلنے سے انکار کر دیا اور اس عزم کو ثابت کر دیا اگر علماء کرام اسلام کے جھنڈے کو سربلند کرنے کا ارادہ کرلیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نہیں روک سکتی۔"

۲۳۔ مولانا عبدالرشید ارشد، ناظم جماعت اسلامی فیصل آباد:

"اس پرآشوب اور ہنگامہ خیز دور میں مولانا جیسے جید اور وسیع النظر عالم کی سخت ضرورت تھی۔ مولانا اپنی طبیعت اور نیک خصلت کی بنا پر علماء کے ہر حلقہ میں نہایت مقبول تھے۔"

۲۴۔ شورش کاشمیری عبدالکریم، ہفت روزہ چٹان لاہور:

"وہ بڑے زندہ دل اور شگفتہ آدمی تھے مگر حمیتِ اسلامی میں شمشیر برہنہ۔"

۲۵۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر، جمعیت اہلحدیث پاکستان:

"آپ کی تقاریر سے علومِ عقلیہ ونقلیہ سے گہری واقفیت کا اندازہ ہوتا تھا۔"

۲۶۔ مولانا عبدالرحمٰن اشرفی، جامعہ اشرفیہ لاہور:

"اللہ تعالیٰ مولانا کی قبر کو منور فرمائے۔ (آمین)"

۲۷۔ محمد یحییٰ، سابق مرکزی امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان:

"اختلاف میں برداشت، شائستگی اور احترامِ شخصی ان کا شعار تھا۔"

۲۸۔ مولانا عتیق الرحمٰن' خطیب مرکزی جامع مسجد اہلحدیث وزیر آباد:

''مجاہدانہ طبیعت کے مالک تھے' مسلکی اور سیاسی نقطہ نظر پر مضبوطی سے کاربند رہے۔''

۲۹۔ مولانا محمد رمضان' خطیب مسجد حنفیہ مین بازار وزیر آباد:

''انقلابی اور سیاسی شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ دنیائے علم و فضل میں بلند مقام رکھتے تھے۔''

۳۰۔ مولانا غلام اللہ خاں' راولپنڈی:

''ہزار اختلاف کے باوجود بریلوی مکتب فکر میں' میں نے ایسا عالم کوئی نہیں دیکھا' خدا انہیں جنت الفردوس عطا کرے۔ (آمین)''

بعد از وصال بعض کوائف

تازگی ہے عمل خیر میں یہ بعد وفات
لوگ اب بھی تیرے جینے کا گمان کرتے ہیں

اِنّ اولیاء اللّٰہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار

(الحدیث، تفسیر کبیر)

''اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ اس دار سے دارِ آخرت کو منتقل ہو جاتے ہیں۔''

وصال کے بعد اللہ کے مقبول بندے مرتے نہیں بلکہ زندہ ہوتے ہیں۔ اسلامی علمی ذخیرہ کو دیکھا جائے ہزاروں شواہد ملیں گے کہ انبیاء علیہم السلام، صحابہ واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم، اولیاء کرام رحمہم اللہ اپنے اپنے مزارات میں زندہ ہیں۔ شہداء کرام کی بعد از وصال زندگی پر قرآنی نص موجود ہے جنہوں نے میدانِ جہاد میں تلوار سے جہاد کیا پھر وہ لوگ جنہوں نے افضل ترین جہاد نفس کے خلاف کیا وہ کیونکر زندہ نہیں ہو سکتے۔ قبر سے تلاوتِ قرآن کریم کی آواز آنا بعد از وصال زندگی کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ مومن کو جب دفن کرنے والے دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں تو صاحب قبران کے جوتوں کی آواز تک سنتا ہے۔ انه لیسمع قرع نعالهم (بخاری شریف)

مزاراتِ مقدسہ پر حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرنا اس کی ہزار ہا مثالیں تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے صالح اور ائمہ کرام نے اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی اور وہ کچھ حاصل کیا جو ظاہراً حاصل نہ کر سکتے تھے۔ اولیاء کرام عالم برزخ میں جا کر بھی اس جہان والوں کی مدد فرماتے ہیں اور کبھی کبھی حالت بیداری

میں بھی اپنی زیارت سے مشرف فرما جاتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ''ازالۃ الخفاء'' میں لکھا ہے کہ

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم محراب سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوئے۔ ایک عورت نے کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور اٹھائی اور پوچھا: علی (رضی اللہ عنہ)! کھجور کھاؤ گے۔ عرض کیا: ہاں۔ آپ نے پھر کھجور میرے منہ میں ڈال دی۔ میری آنکھ کھل گئی۔ وضو کر کے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور ہے آپ کے پیچھے نماز پڑھی' آپ بھی محراب کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ایک عورت کھجوروں کا طباق لے کر آئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک کھجور اٹھائی اور میرے منہ میں رکھ دی۔ دوسری اٹھائی اور میرے منہ میں رکھ دی۔ میں نے چاہا کہ اور کھجوریں کھاؤں۔ آپ نے فرمایا: برادر من! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ عطا فرماتے تو میں بھی عطا کرتا۔ میں نے تعجب کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے خواب سے مطلع کر دیا جو آج ہی دیکھا تھا۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: مومن نورِ ایمان سے دیکھتا ہے۔ عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا ہے میں نے ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور کھجور کھانے کی وہی لذت پائی ہے جو رات کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے پائی تھی۔''

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''لمعات'' کے لمعہ نمبر ۱۱ میں رقمطراز ہیں:

''اور امت کے اولیاء عظام میں سے راہِ جذب کی تکمیل کے بعد جس شخص نے کامل و مکمل طور پر اس نسبت اویسیہ کی اصل کی طرف رجوع کر کے وہاں

کامل استقامت سے قدم رکھا وہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آنجناب اپنی قبر شریف میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔''

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''بستان العارفین'' میں نقل کیا ہے کہ ان کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے درس سے واپس آ رہا تھا اور زبان پر حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی تھی:

جز یار دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است

جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوی لوحِ دل از نقش غیر حق

چوتھا مصرعہ میں بھول گیا' بار بار تین مصرعے پڑ رہا تھا لمبی سی گلی تھی اچانک ایک شخص سیاہ وسپید بالوں والا فقیر منش میرے سامنے آیا اور کہا:

علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است

میں نے کہا: جزاک اللہ' نوازش آپ نے میرے دل کی حسرت پوری کر دی۔ میں نے پان کی ڈبیہ کھول کر پیش کی تو جواب ملا کہ میں نہیں کھاتا۔ میں نے عرض کیا کہ شریعت کی رو سے یا طریقت کی رو سے پرہیز کرتے ہیں مجھے بھی کچھ بیان فرمائیں۔ جواب ملا کہ ایسی کوئی وجہ نہیں بہر حال میں نہیں کھاتا۔ میں جلدی میں ہوں انہوں نے ایک قدم اٹھایا تو لمبی گلی کے آخری سرے پر قدم رکھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی روحِ مجسم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے نام سے تو مطلع کر دیں تاکہ فاتحہ پڑھوں۔ فرمایا: سعدی ہمیں فقیر است (سعدی یہی فقیر ہے۔)

بحث سے حاصل ہوا کہ اولیاء کرام بعد از وصال تصرف فرماتے ہیں اپنے مزارات میں زندہ ہیں اور کبھی کبھی حالت بیداری میں بھی اپنی زیارت سے مشرف کر

جاتے ہیں۔ اُس جہان میں جا کر بھی اس جہان والوں کی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ الجامعہ محب النبی رحمۃ اللہ علیہ:

استاذ العلماء حضرت مولانا محب النبی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھی تھے جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو فرمانے لگے کہ ''جب میں نمازِ جنازہ پڑھا رہا تھا تو دو دفعہ میرے کان میں آواز آئی کہ ہم نے علامہ ہزاروی کو بخش دیا ہے' ہم نے علامہ ہزاروی کو بخش دیا ہے اور تیسری دفعہ یہ آواز آئی کہ ان کے طفیل آپ کی بھی بخشش کر دی گئی ہے۔''

بعد دفن آپ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر مراقب ہوئے' کچھ دیر کے بعد اٹھے اور قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی صاحب سے فرمانے لگے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو عالم برزخ میں متقدمین اولیاء عظام میں شامل کر دیا گیا ہے۔

حضرت پیر محمد سلیم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت قبلہ پیر سیّد علی حسین شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب شاگرد خطیب جامع مسجد جھال خانوآنہ والا فیصل آباد نے عرس حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے کچھ دنوں کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ایک شیشہ کے کمرے میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے کمرہ کا شیشے سے بنا ہوا دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا اور عرض کیا کہ کئی روز سے ان دو مسائل کو حل کر رہا ہوں ان کا حل نہیں مل رہا لہٰذا آپ کے پاس چلا آیا ہوں۔ آپ نے میرے مسائل سنے اور جواب عنایت فرمایا۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ حضرت کا تو وصال ہو چکا ہے۔ جب میں نے عرض کیا تو جواب دیا کہ آج کل میرا یہاں قیام ہے جس کو چاہتا ہوں یہاں بلا لیتا ہوں اور جتنی دیر چاہتا ہوں

اپنے پاس بٹھاتا ہوں اور پھر واپس بھیج دیتا ہوں۔

در راہِ عشق مرحلہ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

رات کی تاریکی میں صاحبزادوں کی رہنمائی:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال شعبان المعظم میں ہوا' رمضان گزرا' عید الفطر کا چاند نظر آنے پر والدہ ماجدہ نے قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی اور صاحبزادہ محمد طارق ہزاروی کو چادریں دیں کہ جا کر قبر انور پر چڑھا آؤ۔ رات کا وقت تھا اس وقت مزار کے قرب و جوار میں بجلی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ دونوں صاحبزادگان چادریں لے کر جب جی ٹی روڈ پار کر کے مزار کی طرف بڑھنے لگے اس وقت ابھی مزارِ مبارک ایک کمرہ کی صورت میں تھا اور اس کمرہ کے سامنے خادم مزار کے لئے ایک کمرہ تھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے کوئی شخص لالٹین لئے کھڑا ہے۔ جوں جوں صاحبزادگان آگے بڑھتے گئے لالٹین پیچھے ہوتی گئی حتیٰ کہ جب مزار کے کمرہ کے پاس پہنچے تو لالٹین اندر کمرہ میں چلی گئی۔ دونوں نے مزار کے اندر جا کر دیکھا کہ لالٹین پڑی ہوئی ہے اور وہاں کوئی شخص نہیں ہے۔ اس وقت دربار پر خادم کی ڈیوٹی صوفی روح الامین گولڑوی دے رہے تھے۔ ان کے کمرہ کی طرف چلے گئے تو دروازہ بند تھا اور صوفی روح الامین سو رہے تھے۔ اس سے متعدد سوال کئے کہ تم لالٹین لے کر کھڑے تھے انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں تو کب کا دروازہ بند کر کے سو گیا تھا۔ یہ کون تھا جس نے اس رات کی تاریکی میں صاحبزادوں کی آمد پر روشنی کا اہتمام کیا ہوا تھا؟

حضرت صوفی فیض احمد چشتی:

صوفی فیض احمد چشتی وزیرآباد کی ایک انتہائی متقی و پرہیزگار شخصیت تھے۔

ریلوے روڈ پر آپ کا کاروبار تھا۔ قائم اللیل' صائم النہار اوصاف کے مالک تھے۔ فرض نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں بھی قضا نہیں کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کے وصال سے چند دن بعد خواب دیکھا کہ آپ مسجد نبوی ﷺ میں روضہ رسول ﷺ کے پاس تشریف فرما ہیں' بڑا خوبصورت نفیس لباس زیب تن ہے اور بڑے ہی خوشگوار ماحول میں تبسم فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے وزیر آباد نہیں چلنا تو فرمایا کہ اب میں نے یہاں ہی رہنا ہے "زیر سایہ دیوار کوئے جاناں" جگہ مل گئی ہے۔

حضرت صوفی غلام احمد خانپور نے بیان کیا کہ مجھے خواب میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں اپنے بیٹے ہزاروی سے بہت خوش ہوں انہوں نے میرے دین کی خوب خدمت کی ہے۔"

اعلیٰ حضرت گولڑوی کے عرس مبارک میں شمولیت:

حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضرت کے وصال کے بعد جب اعلیٰ حضرت قبلہ عالم سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس آیا تو میں نے خواب دیکھا کہ گولڑہ شریف سرائے نمبر ۲ کے کمرہ نمبر ۶ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور بالکل اسی طرح تیار تھے جیسے آپ اپنی ظاہری زندگی میں عرس مبارک پر تشریف لاتے تھے۔ کمرہ میں آنے کے بعد سر سے پگڑی اتار کر حافظ عبدالرحمٰن مرحوم کو دیتے ہوئے فرمایا اسے سنبھال کر رکھو۔ پھر خود ایک چادر اوڑھ لی اور محفل میں تشریف لے گئے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ساتھ چلنے لگا آپ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے عقب میں بیٹھے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ

نے تقریر نہیں کرنی؟ مجھے فرمایا کہ جب تک میری ڈیوٹی تھی میں تقریر کرتا رہا آج چونکہ میرے پیر کا عرس ہے اس لئے عرس میں شمولیت کے لئے آیا ہوں۔

حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں شمولیت:

مولانا قاری محمد عظیم قادری گجراتی مرحوم کا بیان ہے کہ جس روز حضرت پیر سیّد غلام محی الدین شاہ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال (۲۲ جون ۱۹۷۴ء کو) ہوا تو میں نے خواب دیکھا کہ حضرت قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے ساتھ شیخ القرآن حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر سیّد ولایت شاہ صاحب گجراتی رحمۃ اللہ علیہ چل رہے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ آپ لوگ تو ظاہری طور پر دنیا سے چلے گئے ہیں یہاں کیسے تو جواب دیا کہ اپنے پیر کے صاحبزادہ کا جنازہ پڑھنے آیا ہوں اور پیر ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس جنازہ میں محمود شاہ (آپ کے صاحبزادے جو ان دنوں جیل میں تھے) نے آنا تھا وہ جیل میں ہے اس کی جگہ میں شریک ہو رہا ہوں۔

مفتی محمد عبدالشکور کی بیعت میری بیعت ہے:

دیکھا گیا نہ ان سے کسی کا غم فراق
وہ آئے اور خواب میں جلوہ دکھا گئے

صوفی محمد عبداللہ ٹھٹھہ فقیر اللہ وزیر آباد کی روایت کے مطابق حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرما جانے کے بعد دل میں بڑا افسوس تھا کہ کاش آپ کی بیعت کر لیتا اور اب اکثر سوچتا تھا کہ اب کس کے ہاتھ پر بیعت کروں کہ ایک رات خواب دیکھا، حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نظر آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جس نے مفتی کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

حالت بیداری میں زیارت:

عاشقوں کو اب بھی ملتے ہیں وہ اکثر بے نقاب
چشم بینا کے لئے ہرگز نہیں کوئی حجاب

مولانا محمد شریف جہلمی کی روایت کے مطابق حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد عیدالفطر کے روز مسجد اعواناں وزیرآباد میں نمازِ عید پڑھانے کے بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر سلام عرض کرنے کے لئے حاضری دی جب روضہ مبارک کے قریب پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں میں حیران و ششدر رہ گیا کہ حضرت کا تو وصال ہو چکا ہے آپ قبر مبارک سے باہر کیسے تشریف لے آئے ہیں؟ میں نے دوڑنا شروع کر دیا تاکہ دست بوسی کروں۔ میں جب قریب پہنچا اور سلام عرض کیا اور دست بوسی کے بعد بھی دیکھا تو مجھے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ہی نظر آئے۔ جب قدموں کی طرف جھکنے لگا تو دیکھتا ہوں کہ سامنے حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کھڑے ہیں۔

باب نہم

کرامات

کون سی فیضانؔ لکھوں کون سی میں چھوڑ دوں
اک سے اک معجزہ نما ہے ہر کرامت آپ کی
عمر بھر عشقِ رسالت پر رہے ثابت قدم
سوچئے تو ہے یہ زندہ تر کرامت آپ کی

(فیض رسول فیضان)

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۗ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۗ (القرآن الکریم ۱۰: ۶۲ تا ۶۴)

ان آیاتِ مبارکہ میں تین مضامین کا بیان ہے۔ اول مقامِ ولی، دوم پہچانِ ولی اور سوم انجامِ ولی۔

۱۔ مقامِ ولی:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون

''خبردار! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔''

تمام اہل محبت اس بات پر متفق ہیں کہ مردِ خدا کی صحبت نفلی عبادات اور مجاہدہ و چلہ سے زیادہ اہم ہے کیونکہ انسان اولیاء اللہ کی صحبت سے بہت جلد وہ مقام حاصل کر لیتا ہے جو کئی سالوں کی عبادت اور زہد سے ملتا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حدیث شریف میں ہے کہ

هم القوم لا یشقی بهم جلیسهم (مشکوۃ شریف)

یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدبخت نہ ہوگا۔

آنچہ زر می شود از پرتو آں قلب سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبت درویشاں است

ابوداؤد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

قال رسول الله ﷺ ان من عباد الله لا ناساماهم بانبياء ولا شهداء يغبطهم الانبياء والشهداء يوم القيامة بمكانهم من الله قالوا يا رسول الله تخبرنا من هم؟ قال هم قوم تحابوا بر روح الله على غير ارحا بينهم ولا اموال يتعاطونها فوالله ان وجوهم نور وانهم لعلى نور لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون اذا حزن الناس وقرء هذه الاية الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں' نہ شہید ہیں لیکن قیامت کے دن قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں بتائیے کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں' نہ ان میں کوئی رشتہ ہے اور نہ ہی مالی منفعت۔ بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔''

۲۔ پہچان ولی:

الذین امنوا و کانوا یتقون

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے۔''

یعنی ولی کی پہچان قرآن کریم نے یہ بیان فرمائی کہ وہ صاحب ایمان ہوں

گے اور متقی و پرہیزگار۔ دوسرے الفاظ میں عالم باعمل ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسالت مآب ﷺ سے ایک بار پوچھا کہ من اولیاء اللہ (اولیاء اللہ کون ہیں؟) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا رؤوا ذکر للہ۔ (یعنی جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ یاد آ جائے)

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا

او نشیند در حضور اولیاء

یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ میں زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا صرف اور صرف مومن بندے کے دل میں سماتا ہوں۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اپنی اکثر تقاریر میں اولیاء اللہ کی پہچان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ولی جاہل نہیں ہو سکتا اور اگر جاہل ہے تو کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔

۳۔ انجام ولی:

لهم البشری فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة

''انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں۔''

حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد وہ خوشخبری ہے جو پرہیزگاروں' ایمانداروں کو قرآن کریم میں جابجا دی گئی ہے۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیا کی بشارت تو وہ ہے جو ملائکہ وقت موت سناتے ہیں اور آخرت کی بشارت وہ ہے جو مومن کو جان نکلنے کے بعد سنائی جاتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔ ایک دوسرے مقام پر قرآن کریم نے اولیاء اللہ کے انجام کو یوں بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ؕ (القرآن الکریم ۴۱: ۳۰ تا ۳۱)

"بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب تو اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کا مژدہ سنو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی اور آخرت میں اور تمہارے لئے وہاں ہر شے موجود ہوگی جس کو تمہارا جی چاہے اور جو تم وہاں مانگو تمہارے لئے موجود ہے۔"

اولیاء کرام جس منصب اور مرتبہ وعظمت پر وہ فائز ہیں ایک حدیث قدسی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب

"جو میرے کسی ولی کا دشمن ہوگا میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔"

اسی لئے جس شخص نے اولیاء اللہ سے دشمنی کی وہ اس دنیا میں تباہ و برباد ہو گیا۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
با دردکشاں ہر کہ در افتاد" بر افتاد

الولایت عبارت عن القرب ولایت اس چیز کا نام ہے کہ بندہ جب ایمان و ایقان کی لذت وحلاوت محسوس کرتا ہے تو وہ صحیح معنوں میں توحید کا متوالا اور شمع رسالت کا پروانہ بن کر فضائل اخلاق سے اپنے دامن کو پاک' منزہ کر کے رضائے الٰہی کی خاطر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور عبادت کا مقصد دوزخ سے نجات' جنت کی نعمتوں کا حصول نہیں ہوتا اس کے پیش نظر کوئی خوف' طمع و لالچ نہیں بلکہ رضا الٰہی مطلوب و مقصود ہو جیسا کہ حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا یہ ارشاد مبارک اس حقیقت کو عیاں کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں گویا ہوئیں:

اللھم ان کنت اعبدك خوفًا من نارك فالقنی فیھا وان کنت اعبدك طمعا فی جنتك فاحرمنیھا وان کنت اعبدك لوجھك الکریم فلا تحرمنی من رویته

''اے اللہ! اگر میں تیری عبادت دوزخ کے خوف سے کرتی ہوں تو مجھے اس میں ڈال دے اور اگر جنت کے لالچ کی وجہ سے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے اس جنت سے محروم کر دے اور اگر میں صرف اور صرف تیری ذات کے لئے عبادت کرتی ہوں تو اے میرے رب! مجھے اپنے شرف دیدار سے محروم نہ رکھنا۔''

جب صورت حال یہ ہو تو پھر بندہ کو وہ خصوصی مقام و قرب حاصل ہوتا ہے جسے ولایت کہا جاتا ہے اور بندہ اپنے آقا و مولا کا محبوب بن کر لوگوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں ایک حدیث مبارکہ مروی ہے:

لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به

''میرا بندہ نفلی عبادات سے میرے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔''

جب مقبولانِ بارگاہ الٰہی اس منصب پر فائز ہوتے ہیں تو ان سے اس طرح خوارقِ عادات کا ظہور ہوتا ہے جس کو عرفِ عام میں کرامت کہا جاتا ہے۔ اس موضوع پر علم عقائد و کلام کی اکثر کتب میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے' کوئی ذی شعور اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

ذیل میں کرامت کی تعریف اور قرآن وحدیث سے مختصراً ثبوت بیان کئے جاتے ہیں۔

عارف ربانی الشیخ محمد آفندی ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ شامی نے اپنے رسالہ "إجابة الغوث بيان حال النقباء والنجباء والابدال والاوتاد والغوث" میں کرامت کے بارے میں یوں لکھا ہے:

الکرامة هي ظهور امر خارق للعادة على يد عبد ظاهر الصلاح ملتزم لمتابعة نبي من الانبياء مقترنا بصحيح الاعتقاد والعمل الصالح غير مقارن لدعوى النبوة

"خارقِ عادت کا ظہور اس شخص سے جس کا ظاہر صلاح پر مبنی ہو انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام کی پیروی کرنے والا ہو عقائد صحیح ہوں عمل صالح اور نبوت کا دعویٰ کرنے والا نہ ہو کرامت کہلاتا ہے۔"

علامہ شہاب الدین احمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ "اثباتِ کرامات اولیاء" میں رقمطراز ہیں:

"کرامات جمع کرامت کی ہے ایسی خرقِ عادت کا نام ہے جو نبوت اور قبل از زمانہ نبوت سے نہ تعلق رکھے اور ایسے شخص سے ظاہر ہو جس کا ظاہر صلاح سے مزین ہو اور وہ کسی نبی کی پیروی کرنے والا اور اس کی شریعت کا پابند ہو اس کا اعتقاد صحیح اور نیک اعمال کا حامل ہو۔"

اولیاء کرام سے کرامات کا ظہور عقلاً اور نقلاً جائز ہے جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام سے معجزات کا ظہور اسی طرح قدرتِ الٰہیہ کی بدولت مقبولانِ بارگاہ الٰہی سے کرامات کا واقع ہونا امر ممکن ہے اور قرآن کریم اس پر شاہد ہے۔ سورۃ الکہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے موجود ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام جو کہ نبی نہیں ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے کیسے عجائبات دیکھے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی آصف بن برخیا کی کرامت کا تفصیلی ذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے کہ پلک جھپکنے سے قبل

تخت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کر دیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ تخت دیکھا تو فرمایا: ھذا من فضل ربی اس دعویٰ کا حضرت سلیمان علیہ السلام نے انکار نہ فرمایا بلکہ کرامت آصف بن برخیا دیکھ کر خوش ہوئے۔ تخت ملک سبا سے طرفۃ العین میں حاضر کر دینا آصف بن برخیا کی کرامت ہے۔

قرآن مجید نے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ (القرآن الکریم ۳:۳۷)

"جب زکریا نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو مریم کے پاس نیا رزق پاتے تو پوچھا کہ اے مریم! تیرے پاس کہاں سے آیا ہے؟ (مریم نے) جواب دیا کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے۔"

حضرت مریم علیہا السلام پیغمبر نہ تھیں اور گرمی کے پھل سردی میں اور سرد موسم کے پھل گرمیوں میں ان کے پاس دیکھے گئے یہ آپ کی کرامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا:

وَهُزِّيْٓ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝

(القرآن الکریم ۱۹:۲۵)

"اے مریم! اس خشک کھجور کو ہلاؤ یہ تجھ پر تروتازہ پھل گرائے گی۔"

معلوم ہوا کہ آپ کی کرامت سے خشک کھجور کا درخت میوے سے بھر گیا۔ فوراً پھل گرانے لگا۔ تفاسیر میں لکھا ہے کہ اس وقت کھجوروں میں تروتازہ پھل آنے کا موسم نہ تھا۔ اصحاب کہف کے کتے کا ان سے ہم کلام ہونا اور اس غار میں اصحابِ کہف کا ایک مدت تک سونا ان کا کروٹیں بدلنا دائیں بائیں پلٹنا قرآن کریم سے ثابت ہے یہ تمام باتیں خارقِ عادت میں سے ہیں۔

احادیث مبارکہ سے بھی کرامات کا پتہ چلتا ہے۔ صحیحین کے مطابق جریج راہب کا قصہ' ایک شیر خوار بچے کا بولنا میرا باپ فلاں چرواہا ہے' غار والوں کا قصہ کہ ان کے اعمالِ صالحہ یاد کرنے سے غار کے منہ سے چٹان الگ ہوگئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علا بن الحضرمی کو کسی غزوہ کے لئے بھیجا راستہ میں دریا تھا۔ آپ نے سطح آب پر قدم رکھا دعا مانگی اور پانی پر چل کر دریا پار کر گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو یا ساریۃ الجبل مدینہ طیبہ سے فرمانا اور ہزاروں میل دوران کا یہ آواز سننا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کے سامنے پانی کا پیالہ سبحان اللہ پڑھنے لگا۔ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے تسبیح سنی۔ اسی طرح دیگر کئی واقعات احادیث صحیحہ میں موجود ہیں جن سے کرامات کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ''کشف المحجوب شریف'' میں لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ مدبرانِ ملک اور احوالِ عالم کے خبردار اور تمام عالم کے والی ہوتے ہیں اور نظامِ عالم میں ان کا تصرف ہوتا ہے۔''

حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''ہر ولی کی کرامت اس کے پیغمبر کے معجزات میں شمار کی جاتی ہے۔''

اور کرامت کی کئی قسمیں ہیں کبھی اس طرح کہ اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور کبھی فاقہ میں کھانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بغیر ظاہری اسباب کے مل جاتا ہے' کبھی پیاس میں پانی مل جاتا ہے اور کبھی تھوڑی دیر میں بہت زیادہ مسافت طے ہو جاتی ہے' کبھی کسی دشمن سے نجات اور کبھی غیب سے آوازیں سنتے ہیں اور دیگر اس قسم کے افعال جو عادت کے خلاف ہوں سرزد ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۲۹۳ دفتر اول میں کرامت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

''خوارق کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول علوم و معارف الٰہیہ میں جو ذات و صفات و افعال واجب تعالیٰ سے متعلق اور نظر عقلی کے طریقہ سے الگ اور عرف عادت جاریہ کے خلاف ہیں اسی قسم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ممتاز فرمایا۔ قسم دوم کشف صور مخلوقات اور اشیائے غائبہ کی خبر دینا ہے جو عالم کون سے متعلق ہیں۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز اویس وقت حضرت خواجہ گوہر الدین جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے اسی موضوع کرامات و کشف پر گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت نے فرمایا:

''فیض دو قسم کا ہوتا ہے ایک یہ کہ شیخ کی صحبت اور توجہ سے مرید کو عرفانِ الٰہی حاصل ہو جس طرح سلف صالحین اور اولیاء کرام کو حاصل ہوتا رہا ہے یہ درجہ بجز طلب صادق' ازل سعید اور مرشد کامل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ دوسرا فیض دنیاوی حاجت' مریدوں کی کثرت' مال کی فراوانی ہے اور یہ درجہ بھی پیر کامل چاہے تو دلوا سکتا ہے اور اسے منسوخ بھی کروا سکتا ہے۔ پہلی قسم کا فیض مقصودِ اصلی اعلیٰ وارفع ہے جبکہ کشف قبور' کشف قلوب مقصود ولایت نہیں۔ ولایت کا مقصود عرفانِ الٰہی ہے گو بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ قابلیت بھی عطا کر دیتا ہے مگر ہر وہ شخص جس کو کشف ہو ولایت کے رتبہ پر فائز نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ ولی کا مقصود بھی خدا ہے اور معبود بھی اور وہ عشق الٰہی کے جذبے میں کشف و کرامات سے بے نیاز ہوتا ہے مگر عوام اپنی بے خبری کی وجہ سے ہر شخص کو ولی سمجھ لیتے ہیں جن کو کشف قلوب و قبور حاصل ہو اور شخص مذکورہ اگر اپنے کشف کو منفعت کا ذریعہ بنا لے تو بجائے قربِ الٰہی کے بعد میں گر جاتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتے ہیں۔''

انبیائے کرام علیہم السلام معجزہ کے اظہار پر مامور لیکن اولیاء کرام رحمہم اللہ کرامت کے اخفاء پر مجبور ہوتے ہیں۔ بعض اوقات انتہائی شدت جذبہ' خودفراموشی کے لمحات میں اولیاء اللہ رحمہم اللہ سے کرامت غیرارادی طور پر ظہور پذیر ہوتی ہے۔ انسان کامل سے کرامت کا قصداً اظہار نقص اور کم ظرفی کا ثبوت ہے۔ حالت مستی کا وجدان میں بے اختیار اس کا اظہار کمالِ استغراق کی دلیل ہے۔ دراصل اہل اللہ کا دل نورِ حق کا تجلی راز ہوتا ہے اور اس میں کرامت کی کرنیں ہر لمحہ موجود ہوتی ہیں۔ ان کے قول وفعل' نشست و برخاست اور روزمرہ کے معمولات اور ایک ایک ادا میں رشد و ہدایت کا اشارہ چھپا ہوتا ہے کیونکہ ان کی زندگی کے شب و روز سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی سے مزین ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر لمحہ ان بزرگانِ دین کا چشم بینا رکھنے والوں کے لئے کرامت ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا شہرہ سن کر ایک شخص آپ کا مرید ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوتا ہے لیکن اس کا مقصد کرامت دیکھ کر بیعت ہونا تھا۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد واپس مایوس جانے لگا تو حضرت نے آنے کی غرض پوچھی تو عرض کیا کہ آپ کی شہرت سن کر آیا تھا مگر بیعت سے قبل کرامت کا دیکھنا ضروری سمجھتا ہوں لیکن اس کا چونکہ اظہار نہیں ہوا لہٰذا مرید ہوئے بغیر واپس جا رہا ہوں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ کیا اس مدت کے دوران تو نے مجھ سے کوئی کام خلافِ سنت دیکھا ہے؟ وہ شخص بولا کہ نہیں۔ فرمایا: پابندی سنت سے بڑھ کر کون سی کرامت ہو سکتی ہے۔ یہ الفاظ سننے کی دیر تھی کہ وہ شخص آپ کے دست اقدس پر بیعت ہو گیا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کافی دیر کے بعد اٹھ کر جانے لگا تو آپ نے پوچھا کہ اے آنے والے تو نے کوئی گفتگو نہیں کی؟ آنے کی غرض و غایت نہیں بتائی؟ عرض کیا کہ حضرت مرید ہونا چاہتا تھا لیکن کوئی کرامت نہیں دیکھی اس لئے واپس جا رہا ہوں۔ فرمایا: اچھا یہ بات ہے تو چھینک مار۔ اس نے

عرض کی کہ اس وقت قدرت نہیں رکھتا کہ چھینک ماروں۔ فرمایا: جس طرح تو اس وقت قدرت نہیں رکھتا کہ چھینک مارے اسی طرح اہل اللہ مجبور من جانب اللہ ہوتے ہیں ہر وقت کرامت کا ظہور ان سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس شخص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

تذکرۃ الاولیاء میں شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے کہ ولی کامل کون ہے؟ "ایں راہ کس باید کہ کتاب بدست راست گرفتہ باشد وسنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بروست چپ، ذر روشنائی ایں دو شمع میرود۔" یعنی یہ راستہ تو وہی شخص پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں کتاب اور بائیں ہاتھ میں سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور ان دونوں شمعوں کی روشنی میں وہ قدم بڑھاتا جائے۔

حضرت شیخ القرآن، ابوالحقائق پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی پر نظر ڈالیں ایک طرف قرآن حکیم کی درس و تدریس میں ساری زندگی گزار دی کہ انوارِ قرآن سے منور ہونے کے لئے آپ کی مجلس میں صرف طلبہ یا عوام حاضر نہ ہوئے بلکہ اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء و مشائخ آئے۔ دوسری طرف عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ جب اس موضوع پر خطاب فرماتے تو محسوس ہوتا تھا کہ قدسی بھی دادِ تحسین دے رہے ہیں اور عوام کے ساتھ ساتھ علماء و مشائخ کرام بھی ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔ جس ولی کامل کی سیرت سے اس وقت زبان قلم سے کرامات کا ظہور مقصود ہے وہ ایمان و عمل، فکر و نظر، عظمت و رفعت، زہد و تقویٰ، فصاحت و بلاغت، استقامت و عزیمت، شجاعت و جرأت، تدریس و خطابت، مقبولیت و شہرت اور مرجعیت و محبوبیت کے اعتبار سے یقیناً ابوالحقائق اور شیخ القرآن تھے۔ آپ فنافی الرسول کی منزل پر فائز اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کے مظہر تھے۔ جب صورتحال یہ ہوتی ہے کہ

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

تو پھر شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوبصورت انداز سے اس حقیقت کی عکاسی کی ہے:

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں' کار کشا' کار ساز
خاکی و نوری نہاد' بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی' اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل' اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب' اس کی نگہ دلنواز
نرم دم گفتگو' گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو' پاک دل و پاکباز
نقطہ پرکار حق' مرد خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام' وہم و طلسم و مجاز
عقل کی منزل ہے وہ' عشق کا حاصل ہے وہ
حلقہ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ

اولیاء کرام کی کرامات و حالات بیان کرنے کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ لکھنے والے کو اپنی عقیدت اور اخلاص و محبت کے اظہار کا موقع مل جاتا ہے اور دوسرے یہ کہ حالات و واقعات محفوظ ہو جاتے ہیں جس سے آنے والی نسلیں اپنے اکابرین کے حالات پڑھ کر اپنے دلوں کے اندر ایک خاص ولولہ پاتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ بزرگانِ دین علماء و مشائخ عظام کے حالات و کرامات مریدوں' عقیدت مندوں کے لئے تقویت قلب اور استقامت و ثابت قدمی کے لئے مشعل راہ کا کام دیتے ہیں۔ سرتاج الاولیاء حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی

لئے ارشاد فرمایا:

الحکایات جند من جنود اللّٰہ تعالٰی تقوی بھا قلوب العارفین قیل له نھل فی ذالك شاھدًا فقال رضی اللّٰہ تعالٰی عنه نعم قوله تعالٰی: وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ

(القرآن الکریم ۱۱:۱۲۰)

''اولیاء اللہ کی حکایات اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں جس کی بدولت مریدوں کے دل قوت پذیر ہوتے ہیں اس پر کسی نے دلیل مانگی تو فرمایا' ہاں! قرآن حکیم میں ارشاد ہے: اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھیرائیں۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا نصب العین اسلامی زندگی کو عملی صورت میں پیش کرنا تھا۔ ایمان پر استقامت' احیائے سنت اور تزکیہ نفس جیسے مقاصد کے حصول کے لئے زندگی بھر کوشش جاری رکھی۔ ہزاروں تشنگانِ معرفت آپ سے سیراب ہوئے۔ آپ کے زیر سایہ آنے والے بذاتِ خود مشائخ عظام' صاحب کرامت بن گئے۔ آپ کے فیض کے حصول کے لئے آنے والے حضرات کے ہر قول فعل میں کرامت پاتے تھے کیونکہ آپ کی ذات ''ینظر بنور اللّٰہ'' کی مظہر تھی۔ آپ کی ایک ایک کرامت خود کئی کرامات کی جامع ہے۔ ایک ہی کرامت میں کشف' دفع بلا و امراض اور مستقبل کی خبر پائی جاتی ہے۔

ہمارے ہاں یہ بہت بڑی بدقسمتی رہی ہے کہ اولیاء عظام اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو صرف خوارق عادت اور کرامتوں کے حوالوں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ بات کوئی نہیں سوچتا کہ شریعت کے سانچے میں ڈھل کر پوری زندگی گزار دینا ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اس سے بڑی کرامت اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ کی زندگی سراپا شریعت

مطہرہ کی مظہر تھی۔ عمر بھر علماء کرام کے دلوں کو قرآن پاک کے رموز و انوار سے منور کرتے رہے۔ ''قرآن پڑھانا اور بات ہے علماء کو قرآن سکھانا اور بات ہے۔'' گویا اتنی جامع حیثیات شخصیت اور اتنے علوم وفنون میں کامل تھے کہ عقل محو حیرت ہو جاتی ہے تو وجدان وجد کرنے لگتا ہے یہی آپ کی زندگی کی سب سے بڑی کرامت ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے وصال کے بعد کسی ولی کامل نے خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ وصال کے بعد کیا حالات گزرے ہیں؟ جواب دیا کہ دنیا میں علماء موت سے ڈراتے تھے کہ بڑی سخت چیز ہے میں تو فقہ کا ایک مسئلہ سوچ رہا تھا کہ سوچتے سوچتے یہاں آ گیا ہوں کچھ خبر نہیں کہ موت کیسے آئی؟ دوسرا یہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے اور فرمایا: اے محمد (رحمۃ اللہ علیہ)! اگر تجھے بخشنا نہ ہوتا تو تیرے سینے میں اپنا علم کیوں ڈالتا؟ گویا عالم ربانی ہونا ہی بخشش کے لئے کافی ہے۔ واقعہ سے مقصود یہ ہے کہ اصل کرامت یہی ہے کہ خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ(الحدیث)

مشہور مقولہ ہے کہ ''درخت کا بہترین تعارف اس کے اپنے پھل ہیں۔'' آپ کے حلقہ درس و تدریس اور ارادت و افادت، علمی تربیت حاصل کرنے والے ہزاروں علماء کرام ہیں جنہیں آپ سے شرفِ تلمذ رہا اور لاکھوں ایسے ہیں جو اس چشمہ فیض سے مشرف ہوئے۔ آج بھی آپ کے تربیت یافتہ سینکڑوں ایسے ہیں جو اپنے اپنے مقام پر مفتی، شیخ الحدیث اور سجادہ نشین کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔

عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں؟

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت درہم و دینار نہیں ہیں۔ فرمایا:

نحن معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث علماء ہیں العلماء ورثۃ الانبیاء

عالم دین اتباعِ مصطفیٰ ﷺ میں جب منازل طے کرتا ہے تو وہ قربِ خداوندی حاصل کر لیتا ہے۔ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم پہلے خود اس چشمہ فیضان سے سیراب ہوتے ہیں پھر دوسروں کو جام بھر بھر کر پلاتے ہیں۔ اتباعِ رسولِ مکرم ﷺ سے جس طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہوئے اس طرح خرقِ عادت میں بھی متابعت حبیب خدا ﷺ سے سرفراز فرمائے گئے۔ صحاح ستہ اور دیگر احادیث کی کتب آپ ﷺ کے معجزہ ''کثرتِ طعام'' سے بھری پڑی ہیں کہ تھوڑے سے کھانے سے سینکڑوں لوگوں کا پیٹ بھر گیا' کم دودھ سے درجنوں سیراب ہو گئے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں تفصیل سے واقعہ بیان فرمایا کہ ایک قافلہ ریگستان میں پانی نہ ہونے کی بدولت موت و حیات کی کشمکش میں تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے دستگیری فرمائی اور ایک حبشی اپنے اونٹ پر مالک کے لئے مشک میں پانی لے کر جا رہا تھا اس کے بارے میں مطلع فرمایا۔ جب اسے لایا گیا سب نے آپ کے حکم سے پانی پیا' جانوروں کو پلایا مگر مشک میں سے پانی تھوڑا تو کجا ایک قطرہ بھی کم نہ ہوا۔ وہ حبشی اسلام قبول کر لیتا ہے۔ آپ نے اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو اتنا حسین ہو گیا کہ اپنی شناخت کرانا بھی مشکل ہو گیا۔

(۱)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مرید محمد یوسف شادمان مرحوم نے آپ کی دعوت کی۔ تین آدمیوں کا کھانا پکایا۔ جب آپ کے پاس حاضر ہوئے تو بارہ افراد آپ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ نے سب کو فرمایا کہ آؤ چلیں آج دعوت ہے۔ تمام افراد آپ کے ہمراہ چل پڑے۔ محمد یوسف شادمان پریشان ہو گئے کہ کھانا تو بہت کم ہے۔ آپ نے اتقوا بفراسة المومن فانه ینظر بنور الله کے تحت پریشانی کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں کھانا کم نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا سب نے پیٹ بھر کر کھانا

کھایا۔ ان کے بقول ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی وہ بچا ہوا کھانا ہم سب اہل خانہ نے تین وقت کھایا۔

اے غلام بے نوا تو ایک نہیں ان کا گدا
فیض یاب ہوتے ہیں ان سے شاہ و گدا

(۲)

مولوی نذیر احمد سیالکوٹی نے بھی اسی طرح کی کرامت بیان کی ہے کہ حضرت مولانا ابوالنور بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کوٹلی لوہاراں والے وزیرآباد تشریف لائے۔ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا۔ عرض کی حضرت آج آپ دونوں میرے گھر کھانا کھائیں۔ آپ نے دعوت قبول فرمالی۔ میں نے دو آدمیوں کا کھانا تیار کروایا۔ غربت و تنگدستی کا عالم تھا تھوڑا سا کھانا تھا۔ جب مسجد حاضر ہوا کہ حضرت میرے گھر کھانا کھانے کے لئے چلیں تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جو احباب آپ کے پاس حاضر تھے انہیں اور مدرسہ کے چند طلبہ کو بھی ساتھ لے لیا۔ میں پریشان ہو گیا کھانا تو دو حضرات کا ہے تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے تسلی دی' فرمایا کہ کھانے میں بہت برکت ہوگی گھبراؤ نہیں۔ آپ کے فرمانے سے مجھے تسلی ہوگئی کہ اب کھانا کم نہیں پڑے گا۔

جو بھی تیرے فقیر ہوتے ہیں
آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

میرے گھر حضرت کے ساتھ پندرہ آدمی تھے۔ دو آدمیوں کے لئے بنا ہوا کھانا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ سب کو فرماتے جاتے کھاؤ پیٹ بھر کر کھاؤ۔ پھر اس کھانے میں اتنی برکت پڑی کہ سب کھا کر چلے گئے بچا ہوا کھانا میرے گھر والوں نے کھایا۔

میں جاں بلب تھا ایسے میں آ کر کوئی طبیب:

مصیبت زدہ دکھ درد کے مارے لوگ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے پاس حاضر ہوتے ہیں مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ طرزِ عمل تھا وہ شفا کے حصول کے لئے دربارِ رسالت ﷺ پر حاضری دیتے۔ آنے والے مریضوں کو کبھی تو سرکارِ دوعالم ﷺ دست اقدس پھیر کر اور کبھی لعابِ دہن شریف لگا کر مرض کو دفع کر دیتے تھے۔

نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانہ میں
اٹھا لے جائے تھوڑی خاک ان کے آستانہ سے

(۱)

وزیرآباد کے صوفی بابا عنایت اللہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ بھی ہیں انہوں نے بتایا کہ مجھ پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور قرین قیاس تھا کہ اب بچنے کی کوئی امید نہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو میری اس بیماری کی اطلاع ملی تو آپ میرے گھر تشریف لائے اور میرے منہ میں کوئی چیز ڈالی فرمایا: اس کو کھا لو اور چند دن بعد آنے والا جمعہ مرکزی جامع مسجد میں میرے پاس آ کر پڑھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ میں اسی روز صحت یاب ہو گیا اور آنے والے جمعۃ المبارک کو آپ کے پاس حاضر ہوا یوں لگتا تھا کہ مجھ پر کبھی فالج نہیں ہوا۔

(۲)

محمد یوسف طور ریلوے روڈ وزیرآباد بتاتے ہیں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ایک روز حمام میں غسل کر رہے تھے میرے سر میں شدید درد تھا۔ میں بھی پریشانی کے عالم میں سر کو تھامے اس حمام میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ غسل فرما کر باہر نکلے۔ مجھے پریشانی کے عالم میں دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا کہ حضرت سر میں درد ہے۔ آپ نے

نظر بھر کر میری طرف دیکھا اور دائیں ہاتھ سے اپنی گیلی زلفوں کو جھاڑا تو پانی کے قطرے میرے سر پر پڑے فرمانے لگے: اب سر میں درد کبھی بھی نہ ہوگا اور نہ تیرے گھر والوں کو سردرد کی شکایت ہوگی۔ آپ کے بیٹے نے بتایا کہ حضرت کے وصال کو چالیس سال گزر گئے ہیں لیکن ہمارے گھر والوں میں سے کسی کو سردرد کی شکایت نہیں ہوئی۔

میں جاں بلب تھا ایسے میں آ کر کوئی طبیب
آنکھوں سے کچھ پلا کے شفا دے گیا مجھے

گفتہ او گفتہ اللہ بود:

اللھم حوالینا لا علینا "یا اللہ! بارش ہمارے اردگرد برسے ہمارے اوپر نہ برسے۔" یہ الفاظ سرورِ دو عالم ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمائے۔ جب ایک ہفتہ سے مسلسل بارش ہو رہی تھی کہ جمعہ کے روز آپ خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ موسلا دھار بارش سے مکان گرنے لگے ہیں تو آپ نے اپنی انگشت مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور جس طرف اشارہ کرتے جاتے بادل چھٹتا جا رہا تھا اور کئی روز تک مدینہ پاک کے اردگرد بارش ہوتی رہی شہر میں ایک بوند بھی نہ پڑی۔ سبحان اللہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا آسمانوں پر تصرف فرمانے کا کیا پیارا انداز ہے۔

(۱)

نبی علیہ السلام کے غلام حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خرقِ عادت جس کو درجنوں علماء و مشائخ عظام اور ہزاروں لوگوں نے دیکھا جبکہ حضرت مولانا محمد عبدالعزیز چشتی گوجرانوالہ نے اس واقعہ کو متعدد بار وزیر آباد میں خطاب کے دوران بیان کیا ہے۔ کئی علماء اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔ آستانہ عالیہ کیلیانوالہ شریف کا سالانہ عرس مبارک تھا خود پیر صاحب کے علاوہ جید علماء کرام سٹیج پر موجود تھے۔ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ پیر سیّد عظمت علی شاہ صاحب، مولانا حافظ سعید صاحب علی پور اور مولانا عبدالعزیز

چشتی گوجرانوالہ وغیرہم کی موجودگی میں حضرت شیخ القرآن عِلیہ خطاب فرما رہے تھے کہ دورانِ تقریر بارش کے آثار ظاہر ہوئے' چاروں طرف سے اٹھنے والی گھٹائیں اور بادلوں کی گرج چمک کی وجہ سے سامعین' منتظمین اور علماء مضطرب اور بے چین ہو گئے۔ چند قطرے بارش کے گرے تو لوگوں نے اٹھنے کی کوشش کی تو حضرت شیخ القرآن عِلیہ نے فرمایا: سب بیٹھ جاؤ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ بارش نہیں ہوگی۔ یہ بادل تو سرکارِ دوعالم ﷺ کا ذکر سننے آئے ہیں۔ طمانیت اور سکون بھرے لہجہ میں آپ کا یہ ارشاد سن کر لوگ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ علماء اور مشائخ ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے کہ حضرت نے اتنی بڑی بات کہہ دی ہے کہ دورانِ تقریر بارش نہیں ہوگی۔ دیکھنے والے حیران اور سمجھنے والے ششدر تھے۔ محفل پر عجیب کیفیت طاری تھی' بادلوں کی گرج چمک اور عاشق رسول ﷺ کی عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی تقریر۔

نہ درون سینہ گنجی نہ برون سینہ آئی

ہمہ جلوہ خدائی ہمہ شانِ کبریائی

مولانا عبدالعزیز چشتی صاحب نے بیان کیا کہ ایسا سماں میں نے زندگی بھر کبھی نہیں دیکھا۔ بادلوں پر تصرف کرنے کے اس مظاہرہ پر علماء نے اپنی انگلیاں منہ میں دبائی ہوئی تھیں اور سب حیران تھے کہ دیکھو آج بارش ہوتی ہے کہ نہیں لیکن وہی ہوا دو گھنٹے سے زائد آپ نے خطاب فرمایا۔ محفل پوری شان و شوکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی تو پھر بارش شروع ہوئی۔ سچ کہا ہے کسی نے

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

(۲)

وزیر آباد کے لوگ گواہ ہیں کہ اکثر ایسا ہوا جمعہ کے موقع پر جب آپ بارش کے لئے دعا مانگتے تو نمازِ جمعہ کے بعد بارش ضرور ہوتی۔ ایک بار آپ لاہور حضرت داتا

گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری کے لئے تشریف لے گئے چند مرید بھی ساتھ تھے۔ ریلوے اسٹیشن سے تانگہ پر سوار ہوئے۔ گرمیوں کا موسم تھا اور شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ تانگہ والے نے عرض کیا کہ بارش نہیں ہو رہی مولانا آپ ہی دعا کریں۔ آپ نے اسی وقت ہاتھ اٹھالئے اور بارش کے لئے دعا مانگنے لگے۔ ادھر آپ نے دعا ختم کی اور ادھر بادلوں کی گھٹائیں چاروں جانب سے آنے لگیں۔ آپ بمشکل حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک تک پہنچے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی کیونکہ دعا جب دعا کرنے والے کے حکم سے کی جاتی ہے تو پھر اس کے عدم قبول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا است
فانی است و گفتہ او گفتہ خدا است

قلندر ہر چہ گوید دیدہ مے گوید:

محمد یوسف شادمان مرحوم کے بقول میں ہمیشہ اس جستجو میں رہا کہ مجھے کوئی مردِ حق ملے جس کے ہاتھ پر میں بیعت کروں کیونکہ اس کے بغیر منزل کا حصول اور محبوبِ رب تک رسائی ممکن نہیں۔ چنانچہ میں نے اس مقصد کے حصول کے لئے کئی آستانوں پر حاضری دی۔

ہے جستجو کہ خوب سے خوب تر کہاں
اب ٹھہرتی ہے دیکھیے جا کر نظر کہاں

اس جستجو میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی اور وہاں مراقبہ کیا اور یوں عرض کیا کہ حضرت رہبر کی تلاش میں ہوں، طبیعت کو سکون نہیں ملتا آپ ارشاد فرمائیں کہ میں کس کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ اس پر مجھے ارشاد فرمایا گیا کہ مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ میں واپس

وزیرآباد آیا اور بیعت کی غرض سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ پوچھا کس لئے آئے ہو؟ عرض کیا: بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے: کہیں اور سے بھی پوچھ لو خود نہیں آئے ہو بھیجے گئے ہو۔ اس پر آپ نے مجھے بیعت کرلیا۔

پکڑ کے ہاتھ نوازش سے عین شفقت سے
مجھے غلاموں میں اپنے ملا لیا اس نے

دامن دل میکشد سوئے کسے:

مولانا محمد شریف جہلمی کے بقول ایک مرتبہ آپ ہمارے گاؤں ناڑہ (جہلم کی مغربی جانب دورافتادہ گاؤں کا نام) تشریف لائے۔ رات کو چک دولت خاں میں خطاب فرمایا۔ صبح آپ کا خطاب بمقام پنن وال تھا۔ گرمیوں کا موسم اور رات کو خوب بارش ہوئی تھی۔ صبح سواری کا انتظام نہ ہو سکا۔ آپ چک دولت خاں سے پنن وال پیدل تشریف لے گئے۔ چند عقیدت مند بھی ہمراہ تھے۔ مولانا محمد شریف بتاتے ہیں کہ جونہی آپ مسجد پنن وال کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ باوجود پیدل چل کر آنے کے ایک دم آپ کی طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی اور آپ کی زبان پر یہ شعر تھا:

در مشامم میرسد بوئے کسے
دامن دل میکشد سوئے کسے

آپ نے فرمایا: مولوی شریف مولانا غلام نبی کو بلا کر لاؤ۔ جب مولانا آئے تو آپ نے پوچھا: اس کمرے میں قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی حضور سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ٹھہرے تھے تو مولانا غلام نبی صاحب نے جواب دیا کہ ہاں! ایک بار آپ اس گاؤں تشریف لائے تھے تو اس حجرے میں قیام کیا تھا۔ فرمانے لگے: میں نے جونہی اس کمرے میں قدم رکھا تو مجھے اپنے پیر کی خوشبو آئی تجھ سے تصدیق کرنا چاہتا تھا۔

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

روم را در آتش تبریز سوز:

ارشادِ ربانی ہے: وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (القرآن الکریم ۳۱:۱۵)

''اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔''

یعنی جو خدا سے ملنا چاہتا ہے وہ اللہ والوں کے پیچھے چلے۔ کتاب وسنت کے انوار سے روشن ہونے کے لئے دل ونگاہ کو پاک وصاف کر کے کسی مردِ کامل کے آستاں پر بوسہ دے کیونکہ اس کے بغیر منزلِ مقصود پر نہیں پہنچا جا سکتا۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستان کاملے
شمع خود را ہمچو رومی بر فروز
روم را در آتش تبریز سوز

لسان شیخ القرآن حضرت مولانا محمد عبدالستار انصاری چشتی حافظ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنا بچپن امرتسر میں گزار کر قیامِ پاکستان کے بعد حافظ آباد چلے آئے۔ سکول کی ابتدائی تعلیم حاصل کر رکھی تھی لیکن درسِ نظامی کی کتب باقاعدہ طور پر نہیں پڑھیں، مذہب کی طرف بچپن سے ہی رجحان تھا، حافظ آباد آنے کے کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل ہوئی۔ آپ کے نظر کرم نے ایک عام آدمی کو عالم دین بنا دیا۔ یہ آپ کی دعا کا ہی اثر تھا کہ مولانا عبدالستار انصاری مرحوم نے جو عربی وفارسی کی کتب پر دسترس نہ رکھتے تھے۔ پنجاب کے نامور علماء میں شمار ہونے لگا۔ ایک بہترین خطیب کی حیثیت سے اپنا لوہا منوایا۔ ملک میں چلنے والی ہر اسلامی تحریک میں صف اول کے رہنما ثابت ہوئے۔ شیخ کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ تعلیمی وادبی میدان کے شہسوار بن

گئے علمی و ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ مولانا عبدالستار انصاری رحمۃ اللہ علیہ پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر نظر کرم تھی کہ انہیں خلافت سے بھی نوازا اور آپ کی خطابت میں شیخ کا اس قدر اثر کہ لوگ آپ کو ''لسان شیخ القرآن'' کے لقب سے یاد کرنے لگے۔

نہ علم و فضل میں نہ جبہ و کلاہ میں ہے
جو بات اہل محبت کی اِک نگاہ میں ہے

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے:

میاں محمد عنایت ساکن کوٹ دتہ نزد جاکے چٹھہ وزیرآباد حال مقیم الہ آباد وزیرآباد کی قلمی یادداشت میرے پاس محفوظ ہے۔ لکھا ہے کہ اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ وہ دلوں کے حال کو بھی جانتے ہیں۔ عرس پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر چند دوست جاکے چٹھہ سے عرس مبارک میں شرکت کے لئے وزیرآباد آرہے تھے۔ راستہ میں دورانِ سفر میں نے دیگر دوستوں سے کہا: آج مجھے بھوک بہت زیادہ لگی ہوئی ہے پتہ نہیں لنگر ملتا ہے کہ نہیں ملتا۔ جب ہم مرکزی جامع مسجد غوثیہ میں پہنچے تو ایک آدمی سے پوچھا کہ لنگر کہاں تقسیم ہورہا ہے؟ جواب ملا اوپر چلے جائیں ہم سب دوست اوپر گئے اور لنگر کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ جب ہمیں لنگر ملا تو حضرت قبلہ عالم پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں تسبیح لئے چہل قدمی کررہے تھے۔ چلتے ہوئے میرے پاس آئے اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کر لنگر تقسیم کرنے والوں کو فرمایا:

''اس جوان کو بھوک زیادہ لگی ہے اسے کھانا زیادہ دینا ہے۔''

کشادہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیازمند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

بحر و بر در گوشہ داماں اوست:

یہ اٹل حقیقت ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہو جاتے ہیں پھر کائنات کی ہر چیز ان کی فرمانبرداری کرتی ہے۔

(۱)

ایک مرتبہ ایک مرید نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا میں اپنی بھینس کی خدمت تو بہت کرتا ہوں مگر وہ دودھ نہیں دیتی اس پر آپ نے اسے فرمایا کہ تم بھینس کے کان میں جا کر کہنا کہ ہزاروی نے کہا ہے کہ تو اتنی خدمت کے باوجود دودھ نہیں دیتی اب اگر تو نے دودھ نہ دیا تو تم کو ذبح کر کے چودھویں صدی کے دیوبندی اور غیر مقلد مولویوں کو کھلا دوں گا۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اس پر بھینس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔

(۲)

مولانا محمد شریف جہلمی کے مطابق ایک موقع پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ خطاب فرمانے ناڑہ تشریف لائے۔ وزیر آباد واپسی کے لئے روانہ ہونے لگے تو ویگن نہ ملی تو آپ سنگھوئی تک پیدل آئے' وہاں سے تانگے پر سوار ہو کر جہلم پہنچے۔ رات دیر ہو چکی تھی لہٰذا حافظ عبدالرحمٰن کے گھر قیام کیا۔ علی الصبح چار بجے سب لوگ آپ کو الوداع کہنے کے لئے ریلوے اسٹیشن کی طرف آپ کے ساتھ جا رہے تھے کہ خیبر میل میں سوار ہونا مقصود تھا۔ دیکھا تو گاڑی اسٹیشن پر پہنچ چکی ہے۔ جلدی چلتے ہوئے آپ کا پاؤں ریلوے سگنل کی تار کے ساتھ اٹک گیا جس پر آپ گرنے لگے تو مولوی محمد شریف اور مستری محمد شریف نے آپ کو پکڑ لیا اور آپ گرنے سے بچ گئے۔ اس پر آپ نے فرمایا:

یااللہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ کل ویگن نہیں ملی، آج گاڑی بھی نکلی جا رہی ہے اور اب گرنے لگا تھا۔ گاڑی اسٹیشن سے چل پڑی آپ نے محمد شریف سے فرمایا کہ ٹکٹ لے کر آؤ۔ سب نے عرض کیا کہ گاڑی تو چل پڑی ہے۔ فرمایا: میں کہتا ہوں کہ ٹکٹ لے کر آؤ۔ محمد شریف کے بیان کے مطابق جب میں ٹکٹ گھر پہنچا تو متعلقہ آدمی نے ٹکٹ دینے سے انکار کر دیا کہ اب تو گاڑی چلی گئی ہے ٹکٹ کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا کہ ٹکٹ دیں میرے پیر صاحب کا حکم ہے کہ ٹکٹ لایا جائے۔ جب وہ ٹکٹ لے کر آپ کے پاس پہنچے تو سب دیکھ کر حیران ہو گئے کہ گاڑی پلیٹ فارم سے کچھ فاصلہ طے کر کے رک گئی اور واپس پلیٹ فارم کی طرف آئی کیونکہ ڈاک کا ایک تھیلا لایا جا رہا تھا کہ یہ گاڑی میں رکھنا بھول گئے تھے۔ آپ نے گاڑی پر سوار ہوتے ہوئے فرمایا کہ بزرگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے بعد میں کوئی بہانہ بن جاتا ہے کہ اس وجہ سے یہ کام یوں ہو گیا ہے گاڑی کو واپس آنا ہی تھا۔

آستاں تو آید ہر کس رسید مطلب یافت:

(۱)

صوفی محمد مشتاق احمد محلہ شیر و وزیر آباد بیان کرتے ہیں کہ میری اولاد نہیں تھی۔ ایک روز خیال آیا کہ حضرت شیخ القرآن عِشائیہ سے عرض کرنا چاہئے۔ جمعہ کا دن تھا میں آپ کے پاس مسجد میں حاضر ہوا۔ آپ چارپائی پر بیٹھے سیب کھا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میری اولاد نہیں ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد کی دولت سے مالا مال کرے۔ میرے عرض کرنے کی دیر تھی آپ نے نصف کھایا ہوا سیب مجھے دیا اور فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور جا کر اپنی بیوی کو کھلا دے اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرمائے گا۔ صوفی مشتاق احمد کے بیان کے مطابق میں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی سال اولاد

دی۔

(۲)

صوفی فضل کریم مرحوم نے بتایا کہ میرے چچا زاد بھائی کے ہاں چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ایک موقع پر سردیوں کا موسم تھا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ موضع ناڑہ ضلع جہلم تشریف لائے اور ان کے گھر رات کو قیام فرمایا۔ سحری کے وقت میں اس کمرے میں داخل ہوا جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قیام تھا آپ کو وضو کرایا اور عرض کی کہ حضرت میرے اس بھائی کے ہاں نرینہ اولاد نہیں تو آپ نے فرمایا: اچھا لڑکا ہوگا' لڑکا ہوگا' لڑکا ہوگا پھر لڑکا ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس بھائی کو چار بیٹے عطا کیے۔

(۳)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر خطاب کے لئے تشریف لے گئے۔ رات کو ایک ہوٹل میں قیام فرمایا۔ آپ کے ہمراہ مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ آپ نے مولانا محمد بخش مسلم سے فرمایا کہ آج محفل میں دیکھا ہے کہ حضرت مخدوم سجاد حسین قریشی بہت رو رہے تھے۔ حضرت محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ مخدوم سجاد حسین قریشی کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر مخدوم صاحب محسوس نہ فرمائیں تو میں تعویذ لکھ کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اگلے روز حضرت مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا ذکر مخدوم صاحب سے کیا تو انہوں نے رضامندی کا اظہار فرمایا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وزیرآباد سے تعویذ بذریعہ خط ارسال کیا کہ مخدوم سجاد حسین قریشی کی اہلیہ اس تعویذ کو اپنے سر کے چند بالوں میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھیں۔ اللہ رب العزت نے بطفیل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بیٹا عطا فرمایا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ایک موقع پر سکھر سے واپس

وزیرآباد بذریعہ ریل آرہے تھے کہ حضرت مخدوم صاحب کو اس کا علم ہوا تو اپنے خادموں کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھانا اور تحائف دے کر بھیجا جو ملتان ریلوے اسٹیشن پر آپ سے ملے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت مخدوم سجاد حسین قریشی لاہور ہسپتال میں زیرعلاج تھے، حضرت شیخ القرآن آپ کی عیادت کے لئے لاہور گئے۔ حضرت شیخ القرآن نے بتایا کہ میرے ہسپتال پہنچنے پر حضرت مخدوم صاحب نے خادم سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو لے کر آؤ۔ اس وقت آپ کے بیٹے مخدوم شاہ محمود قریشی بعمر ۴ سال کے تھے۔ انہیں لایا گیا تو حضرت مخدوم سجاد حسین قریشی نے اپنے بیٹے سے کہا کہ سائیں (حضرت شیخ القرآن) کو سلام کرو اور گھٹنوں کو ہاتھ لگاؤ پھر مخدوم سجاد حسین قریشی نے بیٹے کے دونوں ہاتھ پکڑ کر آپ کے گھٹنوں پر رکھ دیئے اور عرض کیا کہ اب اس بیٹے کے لئے دعا بھی آپ کریں۔

منبع جود وسخا کان کرم:

حدیث قدسی ہے کہ انا عند منکسرۃ القلوب اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں اور اعلانِ نبوی ﷺ ہے: انا ولی من لا ولی له ''میں اس کا مددگار ہوں جس کا کوئی مدد کرنے والا نہیں۔'' صحیح بخاری کی روایت ہے: هل تنصرون و ترزقون الا بضعفاء کم ''اللہ کی طرف سے جو تمہاری مدد اور تمہیں جو رزق ملتا ہے وہ سب کمزور اور غرباء کی بدولت ہے۔'' اکثر آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے: اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین ''اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھنا مسکین کی حالت میں دنیا سے جاؤں اور مساکین کی جماعت میں میرا حشر فرمانا۔''

جس کو حقارت سے دنیا نے دیکھا اور منہ پھیر لیا
اس کو بھی سینے سے لگایا میرے کملی والے نے

(۱)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ غرباء و مساکین کا بڑا خیال فرمایا کرتے تھے۔ دروازے پر آنے والے سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ ایک روز مسجد کے بیت الخلاء کی صفائی کرنے والا آپ کے پاس حاضر ہوا اور دروازے سے باہر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اسے اندر آنے کو فرمایا مگر اس نے عاجزی کا اظہار کیا۔ آپ نے بار بار اسے اندر آنے کا فرمایا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو آپ کھڑے ہو گئے اور اسے گلے سے لگا لیا۔ اپنے پاس سے اسے پیسے دیئے پھر مولانا محمد شریف جہلمی سے فرمایا: اسے حاجی شریف احمد کے پاس لے جاؤ اور اس کی تنخواہ لے کر دو۔ اس کے بعد آپ دوسرے کمرے میں چلے گئے اور کم و بیش دو گھنٹے تک روتے رہے پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا: معلوم ہے کہ میں نے اسے گلے کیوں لگایا۔ جب یہ میرے سامنے آیا اس نے سوچا کہ میں گنہگار ہوں اور اتنے بڑے عالم دین کے کمرے کے اندر کیسے جاؤں؟ مجھے اس کی یہ تواضع و عاجزی پسند آئی اس لئے اس کو گلے لگایا کیونکہ یہ عاجزی و انکساری ہی ہماری زندگی کا سرمایہ حیات ہے۔

انیس عمر بسر کر دو خاکساری میں
کہیں نہ یہ کہ غلام ابوتراب رضی اللہ عنہ نہ تھا

(۲)

مولوی نذیر احمد سیالکوٹی نے راقم الحروف کو بتایا کہ میری تنگدستی اور غربت کی بنا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے انتہائی شفقت اور کرم کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اکثر اوقات تقاریر کے لئے جب آپ سکھر، کراچی، کوئٹہ تشریف لے جاتے تو مجھے اپنے ساتھ رکھتے اور ہمیشہ میری دلجوئی فرماتے۔ ایک مرتبہ عید کے موقع پر حضرت شیخ القرآن بیمار ہو گئے نمازِ عید کے خطبہ کے لئے حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی صاحب کی ڈیوٹی لگائی گئی۔

میں وزیرآباد ریلوے اسٹیشن مسجد میں نمازِ عید پڑھانے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن بھی آ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت آپ یہاں تشریف لے آئے ہیں آج تو لوگ مجھے نذرانہ بھی کم دیں گے؟ آپ نے فرمایا: مولوی نذیر احمد! آج تجھے پہلے کی نسبت زیادہ پیسے ملیں گے نماز پڑھاؤ۔ حضرت کے حکم پر میں نے نماز پڑھائی۔ فراغت پر میں دیکھ کر حیران رہ گیا لوگوں نے مجھے گذشتہ سالوں کی نسبت کئی گنا زیادہ پیسے دیئے۔ پھر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے پاس سے مجھے پیسے دیئے۔

السلام اے شیخ قرآن محترم
منبع جود و سخا کان کرم

پیر کامل صورت ظلِ الہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ (القرآن الکریم ۱۸:۲۸)

”اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں انہیں چھوڑ کر کسی اور پر نہ پڑیں۔“

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے:

بجز روئے تو گر دیدست چشم
نمی بینم ازیں افزوں گنا ہے

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

آنکھیں بے کار ہیں دیکھیں جو نہ صورت تیری
دل وہ کیا دل ہے نہ ہو جس میں محبت تیری

صاحبزادہ نور المصطفیٰ رضوی خانقاہ ڈوگراں شیخوپورہ نے عرس شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۹۹ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے قیامِ پاکستان سے قبل خانقاہ ڈوگراں میں ہونے والے مناظرے کا ذکر کیا جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا غلام اللہ خاں کے ساتھ ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ مقررہ وقت پر جب مناظرہ شروع ہونے لگا تو سینکڑوں لوگ وہاں موجود تھے۔ ان میں کئی غیر مسلم بھی تھے۔ جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صدر مجلس بھی تھے سٹیج پر رونق افروز ہوئے تو آپ کو دیکھتے ہی ایک سکھ نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس چیز نے متاثر کیا تو اس نے بتایا کہ جونہی حضرت شیخ القرآن کے نورانی چہرہ پر میری نظر پڑی میرے دل نے گواہی دی کہ جس مذہب کے پیروکار ایسی نورانی شکلوں والے ہیں وہ مذہب غلط نہیں ہوسکتا۔

پیر کامل صورت ظل الہ
یعنی دید پیر دید کبریا

مولانا رضوی صاحب نے مزید بتایا کہ وہ نومسلم اس مناظرہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی پر بھی آپ سے بے حد متاثر ہوا اور خانقاہ ڈوگراں کے شہری حاجی محمد حسین جو کہ بقید حیات ہیں ان کے ہمراہ کئی سال تک ہر جمعہ کو وزیر آباد آ کر آپ کی تقاریر سنتا اور صحبت سے فیضیاب ہوتا رہا۔ بقول شاعر:

دیکھی ہے جب سے اس رخ پرنور کی جھلک
جچتی نہیں کسی کی صورت نگاہ میں

بندگانِ خاص علام الغیوب:

(۱)

مولانا فتح الٰہی سندھو وزیر آبادی جو کہ مسلکاً اہل حدیث تھے اکثر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوتے متعدد بار مختلف مسائل پر آپ کے ساتھ بحث بھی

کرتے رہتے تھے ان کی معاشی حالت بہتر نہ تھی۔ ایک روز اپنے بیٹے فاروق احمد سندھو کو لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دعا کریں بیٹا بے روزگار ہے۔ آپ نے فرمایا: پنسل لے کر آؤ۔ جب پنسل لا کر آپ کو دی گئی تو آپ نے کچھ پڑھ کر پنسل پر پھونک ماری اور فرمایا کہ فاروق احمد اس پنسل سے لکھا کرو اور ایجنٹی یعنی مال دوسرے شہروں میں سپلائی کیا کرو بہت برکت ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تھوڑے ہی عرصہ میں کاروبار پھیلنا شروع ہوگیا اور رفتہ رفتہ کارخانوں کے مالک بن گئے۔

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(۲)

الحاج ملک عبدالمجید سانگلہ ہل والے جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں ان کے بقول جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ آخری حج کے لئے جا رہے تھے۔ میں نے اپنی معاشی حالت جو قدرے بہتر نہ تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا حضرت میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں بھی حج کی سعادت حاصل کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اب وقت آرہا ہے کہ تو ہر سال حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کیا کرے گا۔

یوں مسکرائے جاں سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا حرف بہ حرف سچ نکلا ملک عبدالمجید صاحب جو ایک دکاندار تھے رفتہ رفتہ کارخانوں کے مالک بن گئے' بیٹا ایم پی اے بنا اور حج کی سعادت اس انداز سے حاصل ہوئی کہ پھر ہر سال حج کرنے لگے اور سالہا سال سے

ایک سال میں دو تین مرتبہ عمرے کی سعادت بھی نصیب ہو رہی ہے۔

(۳)

ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ کو ایک پروگرام میں شرکت کے لئے راقم الحروف کو سانگلہ ہل جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں استاذ العلماء مولانا ذوالفقار صاحب جو حضرت محدث اعظم مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی کے داماد ہیں نے مجھے بتایا کہ جب میں وزیر آباد پڑھتا تھا ایک روز کسی کام کے لئے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دی۔ فرمایا: ادھر آ مولوی عنایت اللہ کے جانشین۔ مجھے حضرت کے ان الفاظ پر بڑا تعجب ہوا کہ میں اتنے بڑے مناظر اور عالم دین مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل والوں کا جانشین کیسے ہو سکتا ہوں جبکہ ان کے اپنے صاحبزادے بھی موجود ہیں لیکن جب مولانا عنایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ان کی مسجد میں مجھے بطورِ خطیب اور دار العلوم کی ذمہ داریاں سونپی گئیں تو مجھے خیال آیا واقعی اللہ والوں کی نظر لوحِ محفوظ پر ہوتی ہیں اور ان کی زبان سے نکلنے والی ہر بات پوری ہوتی ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(۴)

مستری محمد اشرف جو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں نے بتایا کہ ایک روز اپنے پیر کامل کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے ہو؟ عرض کیا: زیارت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمانے لگے: بات کرو کیا مقصد ہے؟ اس پر عرض کیا کہ میرے لئے دعا کریں گھریلو حالات کا آپ کو علم ہے۔ فرمانے لگے: کیا چاہتے ہو؟ اس پر عرض کیا: کویت جانے کا ارادہ ہے۔ آپ کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے پھر فرمایا: میری طرف دیکھو چمبہ گاؤں چھوڑ کر وزیر آباد آ گیا ہوں جب دل کرتا ہے لاہور حضرت

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتا ہوں اور جب مرضی ہوتی ہے گولڑہ شریف حاضر ہو جاتا ہوں باہر جا کر کیا کرو گے؟ دوبارہ عرض کی کہ حضرت مجبوری ہے۔ اس پر مرشد کامل قبلہ عالم نے چہرہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور پھر مجھے فرمایا: فکر نہ کرو کویت یہاں ہی بن جائے گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ آپ کا فرمان یوں پورا ہوا کہ میرے دو بیٹے کویت چلے گئے اور دن بدن معاشی حالت اچھی ہوتی گئی اور واقعی وزیر آباد میرے لئے کویت بن گیا۔

(۵)

۲ فروری ۱۹۵۲ء بروز ہفتہ حضرت اویس وقت قبلہ خواجہ گوہر دین جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ راقم الحروف سے صوفی بابا عنایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔ ان کے مطابق نمازِ جمعہ کے بعد حسب دستور مرکزی جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد کے بالائی کمرے میں ختم خواجگان پڑھا گیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بابا عنایت اللہ سے فرمایا: حضرت صاحب جینڈ ڑ شریف والے بیمار ہیں۔ بابا عنایت اللہ صاحب نے عرض کیا کہ جی حضور۔ کچھ دیر تک آپ گفتگو فرماتے رہے پھر دوبارہ فرمایا کہ حضرت صاحب بیمار ہیں اور آخری بار فرمایا کہ ہمیں جینڈ ڑ شریف چلنا چاہیے۔ دوسرے روز آپ صوفی بابا عنایت اللہ کو ساتھ لے کر گجرات پہنچے تو جینڈ ڑ شریف جانے کے لئے آخری بس جا چکی تھی۔ عصر کا وقت قریب تھا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس میں بھی ایک مصلحت ہے جس کا ظہور آگے چل کر ہونا ہے۔ آپ تانگہ میں سوار ہو کر جینڈ ڑ شریف کی طرف چل پڑے۔ ادھر شیخ الجامعہ حضرت مولانا محب النبی جو دو روز قبل حضرت کی عیادت کے لئے جینڈ ڑ شریف آئے ہوئے تھے انہوں نے حضرت جینڈ ڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ ٹھہر جاتے تو اچھا تھا مگر مولانا محب النبی نے عرض کیا کہ طالب علموں کا حرج ہو گا صبح پڑھانا ہے۔ آپ

نے جانے کی اجازت دے دی۔ مولانا محبّ النبی جیندڑ شریف سے چل کر موضع معین الدین پور تک پہنچے تھے کہ حضرت شیخ القرآن سے ملاقات ہوگئی۔ یہی وہ مصلحت تھی جس کا ذکر آپ نے پہلے فرمایا تھا۔ حضرت شیخ القرآن نے مولانا محبّ النبی سے عرض کیا کہ حضرت صاحب کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے۔ اس پر حضرت شیخ القرآن نے عرض کیا آپ واپس چلیں مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ کا آخری وقت ہے شام تک وصال فرمائیں گے اور کل جنازہ ہوگا۔ اس پر مولانا محبّ النبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنا کشف رہنے دو وہ بالکل ٹھیک ہیں میں ابھی انہیں دیکھ کر آیا ہوں۔ الغرض بحث شروع ہوگئی مولانا محبّ النبی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ موت کا انتظار حرام ہے تو آپ نے عرض کیا کہ میں نے جو کہا ہے وہی سچ ہے۔ الغرض حضرت مولانا محبّ النبی مدظلہ العالی کو لے کر حضرت شیخ القرآن جیندڑ شریف پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے پوچھا کہ مولوی صاحب آگئے ہیں؟ تو عرض کی گئی جی ہاں پہنچ چکے ہیں۔ دونوں حضرات حضرت خواجہ گوہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت شیخ القرآن نے عرض کیا کہ میں مولانا محبّ النبی صاحب کو بھی لے آیا ہوں۔ اس پر آپ بے حد خوش ہوئے اور خادموں سے فرمایا کہ ان کے کھانے اور ٹھہرنے کا انتظام کیا جائے۔ کھانے کے بعد نمازِ مغرب ادا کرنے لگے۔ حضرت جیندڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے لٹا دیں۔ ادھر ابھی سنتیں ادا کرنا باقی تھیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی یادداشت میں لکھا ہے کہ مجھے حجرہ شریف کی طرف ایک زبردست کشش محسوس ہوئی تو فوراً دوڑ کر سب سے پہلے حجرہ میں داخل ہوا۔ پیچھے پیچھے بابا عنایت اللہ بھی داخل ہوئے ان کے بقول میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صاحب کے قدموں کی طرف ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور حضرت خواجہ گوہر دین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حسبی اللہ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر

گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بندگانِ خاص علام الغیوب
در جہان جاں جواسیس القلوب

لگی نالوں ٹٹ چنگی بے قدراں دی یاری:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد جامع معقول و منقول استاذ العلماء؛ رأس المتکلمین، حضرت مولانا عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ چمبہ گاؤں میں گیارہ ربیع الاول کو محفل میلاد بڑی دھوم دھام سے منایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھی برابر چلتا رہا اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بھی انتہائی ذوق وشوق اور احتشام سے نبی علیہ السلام کی محفل میلاد منعقد کرتے رہے۔ پھر آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان کے قریب مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی مگر چمبہ پنڈ کے بعض امراء اور کوٹ نجیب اللہ کے کچھ لوگوں کو جن میں بعض دیگر مسلک سے تعلق رکھنے والے بھی تھے رات کو آئے اور مسجد کی بنیادوں کو اکھیڑ کر چلے گئے۔ اس پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے چمبہ پنڈ کے اس رئیس کو جو پیش پیش تھا کے ق فرمایا کہ "اس نے مسجد کے ایرے پٹھے نیں خدا اس کا بوٹا پٹھے گا۔" (مسجد کی بنیادیں اکھاڑنے والے کی خدا نسل ختم کر دے گا) چنانچہ سب لوگ گواہ ہیں اور راقم الحروف نے بھی دیکھا کہ وہ شخص دنیا سے چلا گیا اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں لوگوں کی بلاوجہ مخالفت کو دیکھتے ہوئے وزیرآباد میں ۱۹۳۸ء سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں دوروزہ سالانہ محفل شروع کر دی اور چمبہ پنڈ میں ہونے والی آخری محفل میں ارشاد فرمایا کہ اب یہ محفل وزیرآباد میں ہوتی رہے گی اور وہاں کے لوگوں کے طرزِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

لگی نالوں ٹٹ چنگی بے قدراں دی یاری
بھلا ہویا لڑ نیڑیوں ٹٹیا عمر نہ گزری ساری

ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی:

(۱)

تحریک پاکستان کے دوران لوگوں کو چینی اور مٹی کے تیل کی ترسیل تحصیلدار کے ذریعہ ہوتی تھی۔ وزیر آباد میں متعین تحصیلدار اکثر اس معاملہ میں خرد برد کرتا رہتا تھا اس کی وجہ سے امیر لوگوں کو تو چینی اور مٹی کا تیل میسر آ جاتا تھا لیکن عام لوگ ترستے رہتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے اجتماع میں اس کی تبدیلی کے لئے دعا مانگی اور فرمایا کہ یہ آئندہ جمعہ سے قبل ہی تبدیل ہو جائے گا۔ چنانچہ اگلے جمعہ کے آنے سے پہلے ہی اس کا تبادلہ ہو گیا۔

نے تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

(۲)

اکتوبر ۱۹۹۶ء میں حضرت شیخ القرآن کانفرنس لاہور کے انعقاد کے موقع پر میں مفکر اہل سنت حضرت مولانا سیّد ریاض حسین شاہ کے پاس کانفرنس کی دعوت دینے حاضر ہوا۔ آپ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ تفسیر قرآن پاک پڑھنے کے دوران کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک روز درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا کہ مدرسہ کا ایک طالب علم مسجد کی وضو والی جگہ پر کپڑے دھو رہا تھا اور قریب ہی ایک پولیس افسر سٹی تھانہ وزیر آباد وضو کر رہا تھا کہ اس پر چند قطرے پانی کے کپڑوں سے اڑ کر پڑے تو پولیس افسر نے اس طالب علم کو مارنا شروع کر دیا۔ اس پر حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے پولیس والے کو ایک تھپڑ مارتے ہوئے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ جنت کے پرندے کو مارا ہے۔ پھر آپ نے اس کی تبدیلی (ٹرانسفر) کے لئے دعا مانگی ہفتہ نہ گزرا کہ اس کی تبدیلی ہوگئی تھی۔

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰھی

کنت بصره الذی یبصر به:

کنت بصره الذی یبصر به اور ینظر بنور الله کی مظہر ذات کا یہ خاصہ ہے کہ خدا کا نور جلال اس کا بصر بن جاتا ہے پھر وہ مستقبل کی پیشین گوئیاں بھی کرتا ہے اور دور و نزدیک، مشرق و مغرب اور تحت و بالا سب کو اسی نور سے دیکھتا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ایک جلسہ میں شمولیت کے لئے سکھر تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ حاجی حاکم علی صاحب بھی تھے۔ آپ نے اختتام جلسہ پر نوافل ادا کرنے شروع کر دئے۔ حاجی حاکم علی صاحب نے عرض کیا کہ دوسرے مولانا جنہوں نے تقریر کی تھی وہ نہ جانے اس وقت کیا کر رہے ہوں گے؟ حضرت شیخ القرآن نے حاجی حاکم علی صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ عورتوں کی تصاویر دیکھ اور سگریٹ بھی پی رہا ہوگا۔ حاجی حاکم علی صاحب کہنے لگے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ اتنا بڑا عالم دین اور یہ کام کر رہا ہوگا ذرا جا کر دیکھوں تو سہی کیا ایسا ہی ہے؟ چنانچہ جب دوسرے کمرے میں جا کر دیکھا تو حیران ہو گیا واقعی مولانا کے ایک ہاتھ میں سگریٹ تھا اور دوسرے ہاتھ میں خواتین کی تصاویر تھیں جنہیں وہ دیکھ رہے تھے۔

ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور:

(۱)

مولانا شریف احمد جہلمی کے بقول میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بس پر سفر کر رہا تھا۔ کھڑی شریف جانے کا پروگرام تھا سرائے عالمگیر سے بس تبدیل کی تو ایک مولانا بشیر احمد بس پر سوار ہوئے تو قبلہ حضرت شیخ القرآن کے ساتھ مصافحہ ہوا اور ساتھ بیٹھ گئے۔ دورانِ سفر حج مبارک کی باتیں شروع ہوگئیں ان مولانا صاحب نے آپ کو حج کرنے کی مبارکباد دی اور حرمین شریفین میں اکٹھے رہنے کا ذکر کیا۔ یہ باتیں سن کر میں بڑا حیران و پریشان ہوا کہ اس سال تو آپ نے حج کے لئے درخواست دی تو تھی مگر منظور نہ ہوئی لہٰذا امسال تو آپ نے حج ادا نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا کہ قبلہ یہ کیا بات ہے؟ آپ تو اس مرتبہ حج پر نہیں گئے تھے اس پر آپ نے مجھے فرمایا خاموش رہو راز کی بات ہے۔

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ
ہر لحظہ ہے سالک کا ''زماں'' اور ''مکاں'' اور

(۲)

حاجی شریف احمد، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری کے لئے سرہند جانے لگے تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حاجی صاحب مجھے بھی ساتھ لے چلو تو حاجی شریف احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ آپ کا بھی کرایہ ادا کروں اس پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا حاجی صاحب یہ بات ہے تو پھر ہم تم سے پہلے وہاں پہنچیں گے۔ حاجی شریف احمد صاب کہتے ہیں کہ جب میں لدھیانہ اسٹیشن پر گاڑی سے اترا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ وہاں موجود ہیں۔ میری آپ سے ملاقات ہوئی واپسی پر حاجی شریف احمد صاحب

نے وزیرآباد آکر لوگوں سے اس ملاقات کا ذکر کیا تو سب بضد تھے کہ آپ تو وزیرآباد میں ہی مقیم رہے ہیں روزانہ ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں لیکن حاجی شریف احمد صاحب بار بار یہی کہتے میں نہیں مانتا کیونکہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات لدھیانہ اسٹیشن پر ہوئی ہے۔

دست پیر از غائباں کوتاہ نیست

دست او جز قبضہ اللہ نیست

(۳)

ایک بار ایک وفد عراق سے آپ کے پاس حاضر ہوا انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو ہم نے کئی بار نجف شریف اور کربلا شریف میں دیکھا ہے اور ملاقات بھی ہوتی رہی ہے جبکہ آپ نے کبھی بھی ملک عراق کا سفر نہیں کیا۔

لجپال پریت نوں توڑ دے نئیں:

صوفی فضل کریم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ایک بار وزیرآباد حاضر ہوا کرایہ کے علاوہ صرف ایک روپیہ نذرانہ کا میرے پاس تھا مگر راستہ میں شدت پیاس نے برا حال کر دیا۔ میں نے اس ایک روپیہ میں سے لسی کا ایک گلاس پی لیا۔ وزیرآباد حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر خدمت ہوا تو ایک روپیہ جو کرایہ کیلئے رکھا تھا آپ کو بطورِ نذرانہ پیش کیا تو اس پر شیخ کامل نے فرمایا کہ یہ روپیہ اپنے پاس رکھ لو واپسی کا کرایہ کہاں سے ادا کرو گے اور پھر اگر پیاس لگ گئی تو لسی کہاں سے پیو گے؟

لجپال پریت نوں توڑ دے نئیں

جدھی بانہہ پھڑ دے پھر چھوڑ دے نئیں

صوفی صاحب ہی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ایک بار "تاڑہ" تشریف لائے چند احباب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ راستہ میں حضرت صاحب کو پیشاب

کی حاجت ہوئی۔ پیشاب کرنے کے بعد قریب ہی ایک چھوٹے سے تالاب کے پانی سے ہاتھ دھونے لگے تو ارشاد فرمایا کسی کے پاس صابن ہے؟ عرض کیا گیا نہیں۔ آپ نے سامنے پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے پتھر کی طرف اشارہ کیا فرمایا یہی پکڑا دو۔ جب آپ نے پتھر پکڑ کر ہاتھوں سے رگڑا تو اس سے صابن کی جھاگ پیدا ہوگئی اس پر سب ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔ مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب دینہ والوں نے اس پتھر کو اپنے پاس محفوظ کرلیا۔

صوفی فضل کریم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ایک دوست سے کوٹ مانگا کہ عرس پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کے لئے وزیرآباد جانا ہے وہاں سردی ہوگی۔ وزیرآباد حاضر ہوا وضو کرنے کے لئے کوٹ اتارا تو بعد میں وہاں سے اٹھانا بھول گیا۔ کچھ دیر بعد خیال آیا کوٹ پاس نہیں ہے۔ دوبارہ وضو والی جگہ پر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مرشد کامل کوٹ کے پاس کھڑے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے: جب پیر کے پاس جاؤ تو بے پرواہ نہ ہو جایا کرو۔ میں حضرت کی اس بات پر بڑا شرمندہ ہوا کیونکہ غلطی مجھ سے ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اوپر کمرے میں جا کر دوستوں کو یہ بات بتائی تو میری حیرت کی حد نہ رہی انہوں نے بتایا کہ حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تو حجرہ سے باہر نہیں نکلے نیچے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واقعی پیر کامل وہی ہے جو ہر لحاظ سے مریدوں کی تربیت کرتا ہے۔ حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

تیری نگاہ سے پتھر کے دل پگھل جائیں:

تحریک پاکستان کے آخری مراحل میں ۴۵-۱۹۴۴ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ آپ تحریک کی کامیابی کے لئے دن

رات کوشش کر رہے تھے۔ ان حالات میں آپ کے حاسدوں کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ آپ اپنے عظیم مقصد کے حصول کے لئے کامیابی و کامرانی کی منازل طے کریں اور دوسرا آپ اپنی غیور طبیعت اور آزاد طبع کے باعث کسی بڑے سے بڑے آدمی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ نڈر اور بیباک اس قدر تھے کہ ہر وقت ہر جگہ حق بات کہی کبھی کسی جابر کے سامنے نہ جھکے۔ آپ کے اس طرزِ عمل کو دیکھ کر حاسدین آپ کے خلاف منصوبے بناتے رہتے تھے۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

چنانچہ آپ کو مرکزی جامع مسجد غوثیہ کی خطابت سے بے دخل کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا اور پروگرام کے مطابق چند لوگ جمعہ کے روز مسجد میں جمع ہوئے لیکن جب آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ایسا لاثانی خطبہ ارشاد فرمایا کہ مسجد کے در و دیوار نعروں سے گونج اٹھے۔ آپ نے متعدد بار ارشاد فرمایا: آج جو لوگ اپنے مذموم مقاصد کی خاطر اکٹھے ہوئے ہیں کھڑے ہو کر بات کریں لیکن آپ کے خداداد رعب و دبدبہ اور ہیبت کے سامنے کسی کو جرأت نہ ہوئی اور لوگ یہ کہتے ہوئے چلے گئے یہاں کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ انہی دنوں آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا مگر آپ بال بال بچ گئے۔

تیری نگاہ سے پتھر کے دل پگھل جائیں
جو آنکھ اٹھائے تو شام و سحر بدل جائیں

مسجد کا انتظام ایک انجمن کے سپرد تھا آپ نے اپنی آزاد منش طبیعت کے پیش نظر انجمن کی ماتحتی میں کام کرنا گوارا نہ کیا۔ آخری دم تک بلا تنخواہ مسجد کی خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے اس طرزِ عمل سے مخالفین اپنے عزائم میں ناکام ہو گئے۔ وزیر آباد اور مضافات کے لوگوں نے آپ کی حمایت میں شہر میں جلوس نکالا اور

اس کے بعد کسی کو آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

انہی دنوں کی بات ہے کہ لوگ حیران تھے کہ آپ بلا تنخواہ کام کرتے ہیں آپ کا گزارہ کیسے ہوتا ہے؟ آپ فرماتے مجھے جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرا مالک مجھے دے دیتا ہے۔ مسجد انتظامیہ نے ایک آدمی کو آپ کے ساتھ لگا دیا کہ دیکھو آپ کو پیسے کیسے ملتے ہیں؟ وہ شخص صبح آپ کے پاس حاضر ہوا آپ نے فرمایا: آج مجھے پچاس روپے کی ضرورت ہے سارا دن وہ شخص آپ کے ساتھ رہا پچھلے پہر آپ سیر کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ واپس جب شام کو تھانہ وزیر آباد کے پاس سے گزرے تو آپ کو ایک شخص ملا اس نے آپ کے ہاتھ میں کچھ دیا۔ آپ نے اسی طرح وہ ہاتھ اس آدمی کی طرف بڑھایا اور فرمایا پیسے گن لو جب اس نے پیسے گنے تو وہ واقعی پچاس روپے تھے۔

کلام اولیاء اللہ قضا کا تیر ہوتا ہے:

محلہ میانی وزیر آباد کی ایک عورت جس کا نام حاکم بی بی تھا وہ اکثر آپ کو برا بھلا کہتی رہتی تھی۔ متعدد بار ایسا ہوتا کہ آپ کو گزرتے ہوئے دیکھتی تو گالیاں دینا شروع کر دیتی تھی لیکن حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہتے اور درگزر فرماتے لیکن ارشادِ خداوندی (حدیث قدسی) ''ولی کے دشمنوں سے اعلانِ جنگ ہے۔'' جو لوگ ان سے دشمنی لیتے ہیں وہ دوسروں کے لئے نشانِ عبرت بن جاتے ہیں' زندگی میں اللہ کے نیک بندوں کے لئے منہ سے مغلظات' گالیاں نکالتے رہتے ہیں جس سے ان کا سارا بدن غلاظت کا ڈھیر بن جاتا ہے۔

ایک روز اس حاکم بی بی نے گلے میں ڈھولک باندھ کر آپ کو خوب گالیاں دیں۔ کسی طالب علم نے آپ کو اس صورتحال سے آگاہ کیا تو آپ جلال میں آ گئے اور

فرمایا: یہ عورت منہ کے راستے پاخانہ کرے گی۔

کلامِ اولیاء اللہ قضا کا تیر ہوتا ہے
نکل جاتا ہے جب منہ سے تو فوراً پار ہوتا ہے

آپ کے ارشاد کی حقانیت کو لوگوں نے یوں دیکھا کہ اس عورت کو ہیضہ ہو گیا۔ مسلسل کئی روز تک قے اس انداز سے کرتی رہی کہ کوئی اس کے پاس کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اور اسی حالت میں مر گئی۔

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی:

انبیاء و رسل کے سلسلہ کے اختتام پر کارہائے نبوت کا بوجھ نائبین مصطفیٰ ﷺ علماء و اولیاء نے بڑی خوش اسلوبی سے اٹھایا۔ معاشرہ میں پائی جانے والی خرابیوں کی نشاندہی اور لوگوں کو برے اخلاق سے بچنے کی تلقین کی۔ سوئی اور غفلت میں پڑی ہوئی قوم کو نغمہ توحید سنا کران کے اعمال کی اصلاح کر کے انہیں صراطِ مستقیم پر چلنے کا عادی بنانے کے لئے علماء اولیاء نے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی ہیں۔

(۱)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ ہزاروں لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرمائی۔ اس کام کے لئے تبلیغی فرائض ادا کرنے کے لئے ایک طرف تو دارالعلوم کا قیام اور درس و تدریس کا سلسلہ زندگی بھر جاری رکھا اور دوسرے اپنی عام عوامی تقاریر کا موضوع و مقصد بھی یہ ہوتا کہ لوگوں کے عقائد و اعمال درست ہوں اس کے لئے ایسا پرتاثیر انداز اختیار فرمایا کہ جس پر ایک نظر ڈال دیتے اس کی دل کی دنیا بدل کر رکھ دیتے۔ ایک بار جمعہ کے اجتماع میں فرمایا: اے لوگو! بتاؤ کیا خدا دیکھتا ہے؟ سب نے بلند آواز سے کہا: جی ہاں۔ آپ نے تین بار یہ الفاظ دہرائے تینوں بار یہی جواب ملنے پر فرمایا: پھر بھی ہمیں برے کام کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

اس پر لوگوں نے ندامت سے گردنیں جھکا لیں۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ لوگو! حرام مت کھاؤ کیونکہ اللہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے حرام کھائیں۔ اس پر دلیل دی کہ جب تم ماں کے پیٹ میں ہوتے ہو تو اللہ تعالیٰ ناف کے ذریعے تمہارے بدن میں خون پہنچاتا ہے منہ کے راستہ نہیں چونکہ خون پینا حرام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ وہ حرام تمہارے منہ میں جائے لہٰذا ناف کے ذریعہ خون پہنچایا جاتا ہے

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

(۲)

یہ منظر متعدد بار دیکھا گیا کہ آپ خطاب فرمارہے ہوتے لوگ کھڑے ہو کر اپنی سابقہ زندگی کے غلط عقائد و اعمال سے برأت کا اعلان کرتے مولانا عبدالعزیز چشتی صاحب گوجرانوالہ نے بتایا کہ مظفر گڑھ میں آپ خطاب فرمارہے تھے کہ دورانِ تقریر ایک شخص مجمع عام سے کھڑا ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگا کہ میں مسلکاً دیوبندی ہوں آج آپ کی تقریر کا دل پر اس قدر اثر ہوا ہے کہ میں اس مسلک سے تائب ہوتا ہوں۔

مدینے کے گدا دیکھے ہیں دنیا کے امام اکثر
بدل دیتے ہیں تقدیریں محمد کے غلام اکثر

(۳)

حضرت پیر مفتی محمد رفیق قادری بانی و مہتمم جامعہ انوارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سکھر نے راقم الحروف کے نام ایک خط میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر سکھر میں خطاب فرمارہے تھے انگریزوں کی ایک کمپنی کے چیف کیمسٹ ممتاز صاحب جو میرے دوست تھے انہوں نے فرنچ کٹ داڑھی اور ٹوپ اسکرڈ ٹائپ نیکر

پہن رکھی تھی۔ وہ بھی جلسہ میں حاضر ہوئے۔ آپ کی تقریر کا ممتاز صاحب پر اس قدر اثر ہوا کہ اس دن سے انہوں نے بڑی بڑی زلفیں اور سنت کے مطابق داڑھی رکھ کر صحیح متقی مومن ہوگئے اور کہتے میری زندگی اب تک بے سود تھی اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے میں نے گذشتہ اعمال سے توبہ کرلی ہے چنانچہ اب وہ پابند صوم وصلوٰۃ اور شریعت ہے۔

(۴)

مولانا ابوزاہد محمد عبدالواحد عباسی سکندری مہتمم تعلیم القرآن قادریہ سکندریہ سکھر سندھ کے بقول: قبلہ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ خطاب فرمانے کے لئے سکھر تشریف لائے مخالفوں کے ایماء پر ضلع سکھر کے اے ڈی ایم جو مکتبہ فکر دیو بند سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی تقریر سے قبل لمبی چوڑی تمہید باندھ کر حیلے بہانے سے آپ کا وقت ضائع کرنے لگا۔ جب آپ خطاب فرمانے لگے تو آپ اس افسر پر ایسے برسے کہ شرم کے مارے افسر نے سر جھکا لیا اور آپ کی تقریر ختم ہونے پر معذرت کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اسی سے ملتا ہوا ایک واقعہ کوئٹہ میں بھی رونما ہوا۔

لوحِ محفوظ است پیش اولیاء:

اولیاء اللہ کا یہ مقام ہے کہ ان کی نظریں لوحِ محفوظ پر ہوتی ہیں اس لئے ماضی اور مستقبل ان کے لئے برابر ہیں۔ کنت بصرہ الذی یبصربہ کے مصداق نورِ خدا سے دیکھتے ہیں لہٰذا کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہوتی۔

لوحِ محفوظ است پیش اولیاء

از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

(۱)

راقم الحروف کے نام خط میں حضرت پیر ابوالضیاء میاں غلام محمد نقشبندی مدظلہ

العالی دربارِ عالیہ بھور شریف میانوالی رقمطراز ہیں کہ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد پھر ملاقات کے لئے دل بے تاب تھا۔ چند ماہ بعد دوبارہ حاضری ہوئی دربارِ عالیہ بھور شریف کا سالانہ عرس مبارک بھی قریب تھا دعوت پیش کی تو آپ نے بخوشی قبول فرما کر ڈائری منگائی تاریخ نوٹ کرتے ہوئے فرمایا کیا عرس کی تاریخ تبدیل نہیں ہوسکتی اس بار عرس مبارک پر بارش ہوگی۔ میں نے عرض کیا: حضور قمری تاریخ کے مطابق عرس ہو رہا ہے۔ مقررہ تاریخ پر بھور شریف تشریف لائے۔ رات عشاء کی نماز کے بعد آپ کا خطاب تھا علماء ومشائخ اسٹیج پر موجود تھے جس میں خصوصی طور پر جگر گوشہ شیخ الحدیث حضرت صاحبزادہ فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی رونق افروز تھے۔ جب آپ کا خطاب شروع ہوا اسی دوران بارش بھی ہونے لگی۔ چنانچہ آپ نے اس بات کو یاد دلا کر فرمایا کہ میں نے تو اپنے صاحبزادہ میاں غلام محمد کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ بارش آئے گی۔ اللہ اللہ یہ ہیں خاصانِ خدا جن کو رب تعالیٰ آنے والے حالات سے بھی مطلع فرما دیتا ہے۔

(۲)

خطیب اہل سنت حضرت علامہ سیّد شبیر حسین شاہ حافظ آبادی نے نومبر ۱۹۹۹ء میں عرس حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۰ء میں جب آخری بار گولڑہ شریف جانے کے لئے تیار ہوئے تو آپ کے پاس حاجی شریف احمد صاحب موجود تھے۔ جب آپ مسجد میں اپنے کمرہ سے نکلنے لگے تو شیشہ دیکھا۔ دوبارہ وضو کیا چہرہ کو اچھی طرح سے صاف کیا پھر شیشہ میں دیکھا بار بار شیشہ دیکھنے پر حاجی شریف احمد صاحب نے پوچھا: آج کیا بات ہے؟ بار بار چہرہ دھویا اور شیشہ دیکھ رہے ہیں۔ جواب دیا کہ اپنے پیر کے آستانہ پر آخری بار جا رہا ہوں دیکھ رہا ہوں کہ کیسا لگ رہا ہوں؟ حاجی شریف احمد صاحب اس پر گویا ہوئے اگر آپ کے آخری دن ہیں تو پھر عرس (عرسِ پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا) کون

کروایا کرے گا؟ اس پر مغرب کی طرف یعنی مہر آباد شریف (موضع بھٹی کے) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اب عرس وہاں ہوا کرے گا۔ چنانچہ چندہ ماہ بعد آپ کا وصال ہوگیا اور گولڑہ شریف کی طرف آپ کا یہ آخری سفر ثابت ہوا۔

(۳)

شیخ محقق حضرت امام عارف باللہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامات اور خوارق تو اس لئے بندہ پر کھولے جاتے ہیں کہ اس کا ضعیف یقین قوت پذیر ہو جائے اور جن لوگوں سے کرامات صادر ہوتی ہیں ان سے اوپر ایک اور پاک گروہ ہے کہ ان کے قلوب سے حجاب اٹھائے گئے ہیں اور ان کے قلوبِ روح یقین سے زندہ ہیں۔ اب انہیں خوارق و کرامات کی کچھ حاجت نہیں اور نہ آیاتِ قدرت کی ضرورت ہے اس لئے یہ کراماتِ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم اور متاخرین مشائخ سے بہت زیادہ منقول ہیں یہ سوال جب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو فرمایا: ''صحابہ کے ایمان قوی تھے انہیں اس کی احتیاج نہ تھی کہ کرامات سے تقویت دی جاتی بخلاف اوروں کے جیسے کہ کوتاہ بین سمجھتے ہیں کہ ان کے ایمان میں اس قدر قوت نہیں اس لئے انہیں احتیاج ہے کہ اظہارِ کرامت سے یقین اور ایمان کو قوت دی جائے۔''

بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے زمانے کے اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کرتے ہیں مگر پہلے زمانے کے لوگ اولیاء کرام کی کرامات کے معترف ہوتے تھے۔ ان کی مثال حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب بیان فرمائی ہے۔ فرمایا: ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ یہودی موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کیونکہ آپ کے زمانے کو پایا اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کو نہیں پایا۔

تجھے اے شیخ قرآں حق نے وہ انوار بخشے ہیں
ہزاروں کے دلوں میں بھر گئی ہے جس کی تابانی

محترم جناب محمد فیض احمد چشتی متقی پرہیزگار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اپنی قلمی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۴ء میں مجھے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی جب سفر حج کے لئے روانہ ہونے لگا تو میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں مسجد میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں حج کے لئے جا رہا ہوں کیا حج پر جانے سے پیشتر کوئی وصیت نامہ لکھنا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟ میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ کہیں میں وہاں سے واپس نہ آؤں زندگی کا کیا اعتبار ہے؟ میرے اس سوال پر میرے دل کی بات کو آپ سمجھ گئے اور مجھے فرمایا: تو لازماً زندہ واپس آئے گا۔ میرے دوبارہ سوال کرنے پر فرمایا: او جھلیا! وہ پاک سرزمین اس مٹی کو قبول کرے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میں تجھے سو فیصد یقین دلاتا ہوں کہ تو ضرور زندہ واپس آئے گا۔ الحمدللہ آپ کے اس فرمان پر مجھے یقین کامل ہو گیا کہ میں ضرور زندہ واپس آؤں گا۔ آپ کا فرمان درست نکلا اور میں آج جنوری ۲۰۰۰ء میں بھی تا حال بخیریت زندہ ہوں چنانچہ یہ سچ ہے کہ مردِ حق شیخ کامل کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ضرور پورے ہوتے ہیں۔

(۴)

جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس وقت راقم الحروف کی عمر سات سال تھی۔ اکثر عصر کے بعد بڑھا کرتا تھا ایک روز تختی لکھ رہا تھا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لائے اور میری طرف دیکھا اور گھر والوں سے فرمایا: اگر اس کو پڑھایا گیا تو خوب پڑھے گا۔

نگاہِ ناز جسے آشنا راز کرے
وہ اپنی خوش قسمتی پر کیوں نہ ناز کرے

آپ کی دعا اور فیض کی بدولت بفضلہ تعالیٰ ہر امتحان میں نمایاں کامیابی ملی۔ فاضل عربی لاہور بورڈ میں پہلی پوزیشن پر گولڈ میڈل ملا۔ بی اے گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

سے پہلی پوزیشن پر گولڈ میڈل ملا۔ ایم اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پہلی پوزیشن پر گولڈ میڈل ملا جبکہ ایم اے عربی' تاریخ کے امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کئے۔ ایم او ایل کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی۔

پنجاب پبلک سروس کمیشن سے اسسٹنٹ پروفیسر کے امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور بہت جلد یعنی صرف دس سال کی سروس پر ایسوسی ایٹ پروفیسر (گریڈ ۱۹) بن گیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اوروں کو تو جو کچھ ملا مقدر سے ملا
مجھ کو تو مقدر بھی تیرے در سے ملا

(۵)

مخلصی غلام حبیب ہزاروی (انتہائی مسکین' سادہ اور عاجزی و انکساری کے مظہر) حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت پر مامور رہے بتاتے ہیں کہ میں اکثر قبلہ عالم کو وضو کرایا کرتا تھا۔ آپ ایک ایک عضو کو بڑی اچھی طرح دھوتے تھے جب تک یقین نہ ہو جاتا کہ تمام اعضاء صحیح انداز سے دھو لئے ہیں پانی استعمال کرتے رہتے اس پر کچھ وقت بھی لگتا تھا۔ ایک روز میں نے اپنے ہم درس مولانا عطاء الرسول سے ذکر کیا کہ قبلہ وضو فرماتے ہوئے پانی بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اور وقت بھی لگتا ہے۔ میری اس بات کا ذکر مولانا عطاء الرسول نے حضرت قبلہ عالم سے کیا۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے پاس فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ پڑی ہوئی تھی مجھے فرمایا کہ اس کو کھول کر پڑھو میں نے کتاب کھولی تو سامنے یہ عبارت تھی:

فطهارته ان يغسل حتى يغلب على ظن الغاسل انه قد طهر

آپ نے فرمایا اسے دوبارہ پڑھو۔ میں نے یہ الفاظ دوبارہ پڑھے۔ ارشاد ہوا

کہ اب سمجھ گئے ہو کہ کتنی احتیاط سے وضو کرنا چاہئے۔ جاؤ اب میری یہ نشانی تمہارے پاس رہے گی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کہ یہ نشانی تمہارے پاس رہے گی اس کا یہ اثر ہوا کہ مخلصی مولانا غلام حبیب ہزاروی وضو پر اتنا ٹائم لگاتے ہیں کہ عام آدمی اتنے وقت میں غسل سے فارغ ہو جاتا ہے یوں شیخ کامل کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے اور اس پر مولانا انتہائی خوش بھی ہیں۔

میں جی رہا ہوں شیخ کامل کے تصرف سے
جو یہ نسبت نہ ہوتی زندگی تھی قید تنہائی

باب دہم

شمائل و خصائل

عجب فیضانؔ تھے ایمان افروز
سبھی ان کے شمائل اور خصائل
کہ بس اپنے ہی۔ دیوانے نہیں تھے
پرائے بھی تھے قائل اور گھائل

(فیض رسول فیضان)

اوصافِ حمیدہ:

غالب وہ شخص تھا ہمہ داں جس کے فیض سے
ہم سے بیزار ہیچ مداں نامور ہوئے
اور زہد و تقویٰ، صدق و صفا اور حسن و عشق
چہ لفظ اس کے مرتے ہی بے پا و سر ہوئے

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے یہ دو شعر غالب کے بارے میں ان کے وصال پر کہے۔ حقیقتاً غور کیا جائے ان صفات کے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مظہر تھے۔ کسی بھی شخصیت کی صحیح تصویر کا پتہ اس کی سیرت و کردار کی عظمت سے لگتا ہے۔ اعمال و کردار بتاتے ہیں کہ انسان کیسا تھا؟ خوشبو سے پھول اور روشنی سے چاند کا پتہ چل جاتا ہے۔

اسلام میں عقائد و عبادات کے بعد تیسرا بڑا جزو اخلاق و اوصاف ہیں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ! تو مجھے بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر تیرے سوا کوئی اعلیٰ اخلاق کی راہ نہیں دکھلا سکتا۔''

اللہ رب العزت نے نبی علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

وانك لعلى خلق عظيم

خود سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنی رسالت کا ایک مقصد یوں بیان فرمایا:

انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق

''بے شک میں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا کہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں۔''

اسلام میں ایمان کا درجہ بڑا بلند اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایمان کی تکمیل کے لئے اخلاقِ حسنہ ضروری قرار دیئے۔ فرمایا:

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا

"مومنوں میں ایمان کامل اس شخص کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔"

اسلام نے ہر انسان پر دوسرے انسان کے کچھ حقوق و فرائض عائد کئے ہیں جنہیں پورا کرنا ضروری ہے۔ اس کے ذاتی اوصاف' چال چلن اور کردار کے کئی پہلو ہیں مثلاً ایمانداری' راست بازی' ایفائے عہد' زہد و تقویٰ تواضع وانکساری' عفو و درگزر' وفاداری' شجاعت و بہادری' مہمان نوازی خدمت خلق' سخاوت و مروت وغیرہ یہ سب اوصاف حمیدہ ہیں۔ اوصاف کے اس آئینہ میں کسی کی بھی سیرت و کردار کو دیکھا جا سکتا ہے۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

آنے والے اوراق میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و کردار' شمائل و خصائل اور اوصافِ حمیدہ کی ایک جھلک پیش کی جائے گی کہ آپ کی سیرت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی اور زندگی کے مختلف گوشے اسوۂ حسنہ کے انوار سے منور تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلق اس اعلیٰ درجہ کا تھا کہ جو شخص تھوڑی دیر کے لئے آپ کی محفل میں حاضر ہوتا اس پر آپ اس قدر شفقت' مہربانی اور توجہ فرماتے تھے کہ وہ لوگ آج اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ جس قدر لطف و عنایت اور نوازش حضرت نے میرے اوپر فرمائی ہے کسی دوسرے پر نہیں کی۔ آپ ہمیشہ آنے والے کو محبت بھرے انداز سے پکارتے عزیز' سنگی' دوست کہہ کر پوچھتے کیسے آئے ہو؟ اس کے حال و احوال دریافت کرتے خوش خلقی سے پیش آتے۔ جس قدر مناسب سمجھتے اس کو اپنے پاس بٹھاتے اس کے آنے کی وجہ دریافت کر کے اس کے مسئلہ کو حل فرماتے اور دعا کر کے اسے رخصت کرتے۔ نیاز مند معتقد کا ہدیہ اس کی نیاز مندی کی بنا پر قبول فرماتے۔ اگر دورانِ کھانا کھانے کے کوئی ملنے کے لئے آ جاتا بعض اوقات اسے ساتھ

کھانا کھلاتے اور بعض اوقات اس کے لئے کھانا چھوڑ دیتے جو وہ بعد میں تناول کرتا۔
آپ کی شفقت و رحمت کا ایک عالم یہ بھی ہوتا ہے کہ آنے والے حضرات آپ کے سامنے باادب دوزانو ہو کر بیٹھتے آپ ان کی سہولت کے پیش نظر انہیں آلتی پالتی مار کر یعنی مربع ہو کر بیٹھنے کا کہتے۔ اس کو جلسۃ الوقار بھی کہا جاتا ہے اور یہ سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

معروف عالم اور خطیب مولانا محمد بخش مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اوصافِ حمیدہ کو یوں بیان کیا ہے:

مرد مومن مولوی عبدالغفور — با نوا بے باک خود دار و غیور
عالم قرآنی صوفی و ولی — پیکر عرفان سر تا پا شعور
خوش بیاں شیریں زباں و رازداں — ترجمان و داعیٔ جذب و سرور
خوشنما و خوش مزاج و خوب رو — زندہ دل روشن جبیں تصویرِ نور
نامور واعظ محقق نکتہ سنج — واقف سرِّ و مغیبات و ظہور
زندہ و پائندہ باد و فرخندہ باد — جانشین پسر او عبدالشکور

حبِ الٰہی:

جواہر التفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے لڑکپن میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ مجھ سے کس قدر محبت رکھتے ہیں۔ فرمایا: بہت زیادہ عرض کیا بھائی حسن سے کس قدر محبت ہے؟ فرمایا تم دونوں سے محبت ہے اور کیوں نہ کروں کہ تم رسولِ خدا ﷺ کے نواسے ہو۔ عرض کی والدہ صاحبہ سے فرمایا: کس طرح محبت نہ رکھوں کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی پارہ جگر ہیں۔ عرض کیا: نانا جان سے کس قدر محبت ہے؟ فرمایا وہ محبوبِ خدا اور رسول کبریا ﷺ ہیں۔ عرض کیا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: وہ نجومِ ہدایت و پیشوانِ امت ہیں۔ عرض کیا: دو الفت ایک دل میں جمع نہیں ہوتیں آپ کے دل میں اس قدر محبتیں کس طرح جمع ہو گئیں؟ فرمایا: تم سب سے خدا

کے واسطے محبت رکھتا ہوں کہ خدا کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے مگر جس وقت اس کا دھیان آتا ہے سب کو بھول جاتا ہوں۔

عربی میں محبت دل کی چاہت اور قلبی میلان کو کہتے ہیں۔ ایک محبت حسی وجبلی ہے جس میں انسان وحیوان سب برابر ہیں جیسے ماں کو اپنے بچے سے محبت ہے دوسری عقلی وشعوری محبت ہے۔ یہ محبت بوجہ فضیلت بنی نوع انسان کے ساتھ خاص ہے۔ عقلی و شعوری محبت شریعت کی پابند ہوتی ہے اور انسان سے تقاضا کرتی ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ (القرآن الکریم ۴۹:۷)

''اور لیکن اللہ تعالیٰ نے تم میں ایمان کی محبت ڈال دی۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (القرآن الکریم ۲:۱۶۵)

''اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔''

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ بندوں کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ محبت ہے جو اللہ کے لئے ہو اور وہ بغض جو اللہ کے لئے ہو۔

مسند احمد میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''جس بندے نے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بندہ سے محبت کی اس نے اپنے رب کی عظمت وتوقیر کی۔''

قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے کن بندوں سے محبت کرتا ہے۔ فرمایا: ''ان اللہ یحب المحسنین'' ''ان اللہ یحب المقسطین'' ''ان اللہ یحب المتقین'' ''واللہ یحب الصابرین'' واللہ یحب المطھرین'' ''ان اللہ یحب التوابین'' اور ''ان اللہ یحب المتوکلین''

قرآن کریم نے ہمیں اللہ کے ساتھ کس طرح محبت کرنی ہے اس کے طریقے

و تقاضے بھی بتائے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ''آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔''

ایای فارھبون ''تم صرف مجھ سے ڈرو۔''

ایاک نستعین ''ہم صرف تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔''

فعلیہ توکلوا ''پس اسی (اللہ) پر بھروسہ کرو۔''

فاذکرونی اذکرکم ''تم میرا ذکر کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔''

اور اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ''جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اسی کی پیروی کرو۔''

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''حشر کے روز سات شخص خدا کے سایہ میں ہوں گے۔ ایک امام عادل دوسرا جوانی میں عبادت میں مشغول' تیسرا مسجد سے نکلے دل مسجد میں لگا رہے' چوتھا جو خدا کے لئے کسی سے محبت رکھے اور اسی کے واسطے جدا ہو' پانچواں خلوت میں بچشم پرنم خدا کو یاد کرے' چھٹا عورت اس کی خواہش کرے اور وہ خدا کے واسطے اس سے جدا رہے' ساتواں داہنے ہاتھ سے صدقہ دے بائیں کو خبر نہ ہو۔''

محبت فی اللہ کے طریقے تقاضے وصفات کے اس تمہیدی مضمون کے بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر نظر ڈالی جائے تو اللہ کی محبت میں فنا تھے۔ آپ کا عشق رسول ﷺ' اتباع رسول ﷺ' احسان' عدل' تقویٰ' صبر' سخاوت' طہارت' استغفار' توکل' تبلیغ دین' امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل اور ذکر الٰہی غرضیکہ ہر طرح سے اللہ جل شانہٗ کے قرب کو حاصل کیا۔

نبی رؤف الرحیم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: اذا احبّ شیئا اکثر ذکرہ جب

انسان کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ اس کا ذکر بار بار کرتا ہے۔"

شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں محبت الٰہی کا دریا موجزن تھا۔ کثرت سے ذکر الٰہی کرنا آپ کی زندگی گلستان ذکرالٰہی تھی۔ زبان سے ذکر' قلب سے ذکر' ذکرخفی ذکر بالجہر غرضیکہ جلسوں میں گھنٹوں توحید پر خطاب فرمانا اور اللہ کی وحدانیت پر دلائل کے انبار لگا دیتے تھے۔ مختلف فرقوں کی طرف سے اہل سنت پر شرک کا جھوٹا الزام لگایا جاتا تھا آپ شرک کی نفی کرتے اور شرک کی اصل ماہیت کو واضح کرتے۔ فرماتے آج شرک شرک کی رٹ لگانے والے شرک کی ابجد کو بھی نہیں سمجھتے۔ آج ملاں نے دو تھیلے پکڑے ہوئے ہیں۔ ایک میں شرک اور دوسرے میں بدعت ہے مزاح کے طور پر فرماتے۔ ایک طرف تو شرک دوسری طرف بدعت۔ شرک بدعت شرک بدعت مولوی کو اس کے سوا کچھ نہیں آتا۔ نبی علیہ السلام نے تو واضح طور پر فرما دیا تھا کہ میری امت مجموعی طور پر شرک میں مبتلا نہ ہوگی۔

ایک تقریر میں توحید پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت آیا تو مریدوں نے عرض کی حضرت کلمہ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا کس کی نفی کروں لا الٰہ الا اللہ اس میں شک گزرتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کی نفی کی جا رہی ہے۔ مجھے شک ہی نہیں اس کے سوا کوئی اور بھی معبود ہے۔ یہ سب معرفت کے مقام ہیں۔ ہم جب نماز کی نیت کرتے ہیں تو ہاتھ اوپر اٹھاتے ہیں۔ ایک سر کے اوپر دوسری صورت کانوں تک اور تیسری صورت یہ ہے کہ شانوں تک ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ جب پہلی صورت میں سر کے اوپر تک ہاتھ اٹھاتے ہیں تو یہ خط کوفی کا "لا" بنتا ہے جس کی شکل "لعا" ہوتی ہے۔ اس طرح ہمارا سر دونوں بازوؤں کے درمیان ہوتا ہے۔ ہم کانوں تک ہاتھ اٹھائیں تو یہ اوسط درجہ اور خیر الامور اوسطھا تو گویا "لا" سے یعنی بازوں کو اٹھا کر ہم غیر خدا کی نفی کرتے ہیں۔ نماز مومن کی معراج ہے اور ہر حالت میں ہم خدا کی تسبیح بیان

کرتے ہیں حالتیں تین ہیں:

۱۔ حرکت مستقیم یعنی سیدھی حالت نیچے سے اوپر اٹھنا جیسے ہم تم یعنی انسان۔

۲۔ حرکت معکوسہ بڑیعنی الٹی حالت مثلاً درخت کہ ان کا سر زمین میں ہوتا ہے اور شاخیں بڑھنے سے درخت بڑھتا ہے۔

۳۔ حرکت قوسیہ یعنی دائرہ کی شکل جیسے گھوڑے وغیرہ جسم کا ایک قوس کی شکل میں ہونا۔

انسانوں کے لئے نماز ایسی بنائی گئی ہے جس میں تینوں قسموں کی مخلوق کی عبادت آجاتی ہے۔قومہ رکوع' سجود یہ تینوں حرکت کی مثال ہیں اور سب سے افضل نماز میں سجدہ ہے انسان خود کو فروتر کر کے کہتا ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ گویا انسان قول اور فعل دونوں سے خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے۔

ایک بار توحید پر تقریر فرما رہے تھے اور یہ شعر بار بار پڑھ رہے تھے:

کبھی بن کے مجنوں پھرا کوہ وصحرا
کبھی لیلیٰ دل نشیں بن کے آیا
کبھی شکل عیسیٰ کبھی شکل موسیٰ
کبھی یوسف مہ لقا بن کے آیا

تسبیح وتہلیل کی فضیلت پر خطاب فرمایا کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ بیان کرتی ہو۔ انسان حیوان شجر کی تسبیح کی مثالیں بیان کیں۔ شعر پڑھتے تھے:

نہ بلبل بر گلشن تسبیح خوانیست
کہ ہر خارے بہ تسبیحش زبانیست

سامعین میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو کہ جس کی زبان پر اللہ ھو اللہ ھو کا ذکر جاری نہ ہوا ہو۔ حضرت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر شان اولیاء کے موضوع پر خطاب فرمایا پوری فضا ذکر الٰہی سے معمور تھی۔ ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں کہ توحید پر

تقریر فرماتے صوفیاء وجد میں رقص کرتے۔

صحیح مسلم اور مشکوٰۃ کی فصل سوم کتاب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان سے اٹھے اور کسی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو بہت تلاش کیا بالآخر بنی نجار کے ایک باغ میں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نعلین مبارک انہیں دیا اور فرمایا کہ اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ)! جس کو تو ملے اسے بشارت دے کہ ازروئے یقین لا الہ الا اللہ کہنے والا بہشت میں داخل ہوگا۔

حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام ذکر الٰہی میں مشغولیت کی خاطر باغوں کی طرف چلے جاتے۔ ان مقامات میں آپ کو کیفیت ذوق اور کشادگی میسر آتی۔ لہٰذا اسی طرح کی شہادت خوشی و کشادگی کی غرض سے مومنوں کی بھی بھیجی کہ لا الہ الا اللہ کے ذکر کی تلقین فرمائی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ صبح کی سیر کے وقت شہر سے باہر چلے جاتے۔ رواج و ماحول کے مطابق لوگ سڑک اور ریلوے لائن کے ساتھ سیر کرتے مگر آپ کھیتوں اور درختوں کی طرف دور نکل جاتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کی پیروی کرتے زبان پر اوراد و وظائف اور ذکر الٰہی جاری رہتا۔

حضرت مولانا گل احمد عتیقی مدظلہ العالی سابق مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد جو راقم الحروف کے استاد بھی ہیں نے بتایا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جامعہ رضویہ فیصل آباد کے سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت پر ہر سال خطاب کے لئے تشریف لاتے چونکہ جلسہ شب معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تین روز بعد ہوتا ہے تو اکثر آپ وہاں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر خطاب فرماتے۔ جلسہ میں ہزاروں علماء موجود ہوتے تھے لہٰذا آپ کا خطاب بھی بڑا علمی ہوتا۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری مرکز اور محور رویت باری تعالیٰ ہے۔ آپ اس موضوع پر اس قدر جاندار خطاب فرماتے کہ سینکڑوں علماء جو اسٹیج اور محفل میں بیٹھے

ہوتے تھے تیاری کر کے آتے۔ قلم کاغذ ان کے ہاتھ میں ہوتے وہ اس نازک ترین موضوع پر آپ کی بیان کردہ مثالوں اور روایتوں کو لکھتے جاتے اور ان کی زبان پر سبحان اللہ کا ذکر جاری رہتا تھا۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مکتبِ فکر وحدت الوجود سے تعلق تھا۔ آپ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے جو نظریہ وحدت الوجود کے اظہار کا مرکز ہیں سے بے حد عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو نظریہ وحدت الوجود پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ بڑے بڑے علماء اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ وحدت الشہود کے ماننے والے مشائخ کے اسٹیج پر وحدت الوجود کے موضوع پر تقاریر کرتے اور ان علماء و مشائخ سے داد حاصل کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ یہاں وحدت الوجود کی تفاصیل کو بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ اس موضوع پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی عام عوامی جلسوں میں بیان کردہ چند ایک مثالیں تحریر کی جاتی ہیں۔

حضور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر کیا خوبصورت بات بیان فرمائی ہے:

''وحدت الشہود ابتدائے سلوک اور نفس ایمان ہے اور وحدت الوجود انتہائے مقام اور کمال ایمان ہے اس مقام کے لئے نہ تو امم سابقہ ہی مکلف تھیں اور نہ جمہور امت مرحومہ محمدیہ ہی ہیں یہ اخص الخواص کا مشاہدہ اور حال ہے قال نہیں۔''

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فصوص الحکم میں ارشاد فرمایا۔

الحمد للہ الذی اوجد الاشیاء وھو عینھا

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ان اشیاء کو ایجاد کیا اور وہ عین ہے ان کا۔''

اس عبارت سے لوگوں کے درمیان غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ اس سے خالق ومخلوق کا رشتہ لازم آتا ہے مگر یہاں آپ کی یہ مراد ہرگز نہیں۔ آپ نے وھو عینھا فرمایا ہے وھی عینہ نہیں کہا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اشیاء اللہ تعالیٰ کا عین ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ ان اشیاء کا عین ہے عقیدہ عینیت کا سمجھنا مخصوص نفوس قدسیہ کا شرف وامتیاز ہے نہ کہ عام عوام و ظاہر جو اس نعمت سے محروم ہیں۔

ایک مرتبہ موری دروازہ لاہور میں رمضان المبارک کے اتوار کو خطاب کے دوران فرمایا کہ ہم کہتے ہیں یہ درخت ہے' یہ لاؤڈ اسپیکر ہے' یہ مائیکروفون ہے' یہ تو درخت ہوا' یہ لاؤڈ اسپیکر ہوا' یہ مائیکروفون ہوا اور یہ ''ہے'' کیا ہے؟ پھر اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: یہ ہے ہی تو ہے اور ہے کیا؟ مسئلہ وحدت الوجود کو اس عام فہم انداز میں بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ صوفیو! غور سے سنو میں کیا کہہ گیا ہوں؟

کائنات کے اندر ہر فعل کے پیچھے اللہ کا حکم کارفرما ہوتا ہے۔

چشم بکشا و جمال یار بین
ہر طرف ہر سو رخ دلدار بین
من ندیدم غیر جاناں در جہاں
درحقیقت اوست پیدا و نہاں

آپ اکثر یہ مثال بیان کرتے کہ گدھا اگر نمک کی کان میں گر کر ہلاک ہو جائے تو کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ بھی نمک بن جاتا ہے اس کا اپنا وجود نمک کی وجہ سے ختم ہوگیا ہے پہلے اس کا وجود حرام تھا اب نمک بن جانے سے یہ نمک حلال ہے اس کی اپنی ہستی ختم ہوچکی ہے۔

لوہا آگ کے اندر رہنے سے آگ کی شکل اختیار کر جاتا ہے اس میں آگ کی تمام صفات آچکی ہیں۔ لوہے کا کام جلانا نہیں لیکن اب اس کو ہاتھ لگاؤ تو یہ جلائے گا بھی

لیکن کوئی ذی شعور اس کو آگ نہیں کہے گا یہ ہے لوہا مگر آگ کا رنگ غالب آ چکا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نبی علیہ السلام کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آنا حضور ﷺ کا فرمانا یہ جبرائیل ہے لیکن دوسروں کو دحیہ کلبی نظر آتے۔ جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی میں حلول نہیں فرماتے تھے حضور ﷺ جبرائیل علیہ السلام کو ان کی حقیقت یعنی حقیقت ملکیہ میں دیکھتے تھے تو فرماتے تھے کہ یہ جبرائیل علیہ السلام صحابہ کی رسائی ظاہری صورت تک تھی وہ دحیہ کلبی کو دیکھتے تھے۔

آپ بیج کی مثال بھی دیتے کہ ایک چھوٹا سا دانہ ہے اس کے اندر تنا بھی ہے۔ شاخیں چھوٹی بڑی سب موجود ہیں' پتے ہیں' پھول ہیں' پھل ہے سب کچھ اس کے اندر موجود ہے۔

لا الہ الا اللہ ھو الاول ھو الاخر ھو الظاھر ھو الباطن بیان کرتے ہوئے پرکار کی مثال دیتے کہ ایک نقطہ آغاز ہے جس سے دائرے کا آغاز ہو رہا ہے جب دائرہ مکمل ہوتا ہے تو وہی پہلا نقطہ آخری نقطہ بن جاتا ہے۔

صد ہزار اسما مسمی یک وجود
نے اشارہ نے کنایہ نے نمود

عشق رسول ﷺ:

عشق نبی کے باب کا عنواں ہزاروی
ناموس مصطفٰے کا نگہباں ہزاروی

محبت فی اللہ کے بعد انبیاء کرام کی مقدس ہستیوں میں سے سب سے افضل سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ دین اسلام میں وہ ایمان یا اطاعت معتبر نہیں ہے جس کی بنیاد حب رسول ﷺ پر نہ ہو پھر یہاں محبت بھی محض رسمی و ظاہری مطلوب نہیں بلکہ ایسی محبت جو تمام محبتوں پر غالب آ جائے۔ ارشاد فرمایا:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

''تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے اپنے والدین اپنی اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کی سنت کی پیروی کی جائے' ادب تعظیم و توقیر کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔ مکارمِ اخلاق کو اپنایا جائے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور درودوسلام کے ساتھ ساتھ ان سے محبت کی جائے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے عشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مالامال فرمایا تھا۔ آپ اکثر دعا مانگا کرتے تھے کہ اے میرے رب! میرے جسم کو اس قدر موٹا کر دے کہ کل قیامت کے روز میں اکیلا ہی جہنم میں پورا آ جاؤں اور نبی علیہ السلام کی ساری امت کو نجات مل جائے۔ آپ جب دعا میں ترنم درد' سوز' مستی کے ساتھ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھتے تو ہر طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں آتی تھیں۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
ور حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفٰے پنہاں بگیر

آپ کا دل عشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے موجزن تھا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی رحمتوں اور نوازشوں کی بارش ہوتی تھی کہ حالت بیداری میں اور خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ تفصیلات گزر چکی ہیں۔ آپ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر جب خطاب فرماتے تو وہ منظر قابل دید ہوتا تھا۔ آج بھی آپ کی

تقاریر جو کیسٹوں کی صورت میں موجود ہیں سننے سے دل پر ایک عجیب کیفیت وارد ہوتی ہے۔ آپ کی تقریباً ہر تقریر جو کسی بھی موضوع مثلاً توحید' شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم ' عظمت اہل بیت رضی اللہ عنہم ' واقعہ کربلا' فضیلت اولیاء کرام' نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' جہاد' آخرت' علم' اخلاق' اطاعت والدین' حقوق و فرائض غرضیکہ کوئی بھی موضوع ہو تقریر کا مرکزی نقطہ و محور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتا تھا۔

عاشقاں راہ روزِ محشر باقیامت کار نیست
کار عاشق جز تماشائے جمال یار نیست

آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اگر کسی شہر میں تقریر کے لئے تشریف لے گئے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی گھنٹے خطاب فرماتے۔ آپ کی اس عرفانی و وجدانی تقریر پر آپ کو اسی شہر سے کئی دیگر مقامات پر خطاب کی دعوت ملتی تو آپ وہاں پر بھی اسم مبارک پر نئے انداز نئے واقعات و دلائل سے پھر گھنٹوں خطاب کرتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آپ کی تقریر سے قبل نعت خواں جو نعت پڑھتے اسی نعت کے شعر کو مرکزی خیال بنا کر اسم مبارک کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔

شارح بخاری حضرت مولانا سیّد محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس راقم جب بھی گیا آپ بے حد شفقت فرماتے اور اکثر اس بات کا ذکر کرتے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ جب تم بطور اسٹیج سیکرٹری میرے خطاب کا اعلان کرتے ہو اور کوئی لقب لگاؤ یا نہ لگاؤ لیکن میرے نام کے ساتھ محمد ضرور پکارنا اور دوسری بات یہ بیان کرتے کہ جلسوں میں دیکھا ہے کہ علماء بے وضو تقریر کرتے ہیں لیکن حضرت نے کبھی بے وضو خطاب نہیں فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں میرے مسلک کی ترجمانی کی ہے:

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

گکھڑ میں نعت کے اس مصرعہ ''محمد ﷺ سے الفت بڑی چیز ہے'' پر دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ آپ بار بار والہانہ اور وجدانہ انداز میں یہی مصرعہ پڑھتے۔ ''محمد ﷺ سے الفت بڑی چیز ہے۔'' آپ نے ایسا عجیب سماں پیدا کیا کہ مسحور سامعین وفورِ اشتیاق سے دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ کئی صوفیوں کو وجد ہو گیا مسجد سبحان اللہ اور حق ھو کے نعروں سے گونجتی رہی۔ آپ بھی از خود رفتہ ہو گئے تھے۔ ایسی کیفیات کو محسوس کیا جا سکتا ہے بیان کرنا مشکل ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کی ذاتِ اقدس صفات سے آپ کو مجنونانہ وابستگی اور والہانہ محبت وعشق تھا کہ وقت وصال نہ صرف خود درودِ پاک بلند آواز سے پڑھتے رہے بلکہ دوسروں کو بلند آواز سے درودِ پاک پڑھنے کی کئی بار تلقین فرمائی۔ اسی عشق مصطفےٰ ﷺ کی بدولت ہی آپ پر یہ کرم ہوا کہ کئی علماء ومشائخ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو دیکھا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ آپ ﷺ کی مجلس میں تشریف فرما ہیں۔

آپ کو شہر مدینہ طیبہ سے بے حد عقیدت تھی۔ تقاریر میں بڑے ہی ادب و احترام سے سرکارِ دوعالم ﷺ کے شہر کا ذکر کرتے۔ آپ احد پہاڑ کے مختلف پتھروں کے بوسے لیتے رہے کہ اس پہاڑ پر آپ ﷺ کی نظریں پڑی ہیں۔ مدینہ طیبہ کی خاک شفا سے محبت وعقیدت ہی کی بدولت آپ کی قبر مبارک کے اندر خاک شفا ڈالی گئی۔ مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت کی بدولت یہ اثر ظاہر ہوا کہ لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس میاں جہانگیر احمد بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی ﷺ کے اندر نوافل پڑھ رہا تھا کہ ایک اجنبی بزرگ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہنے لگے تم وزیر آباد کے رہنے والے

ہو۔ علامہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لئے نفل نہیں پڑھے۔ میاں جہانگیر احمد نے بتایا کہ میں نے فوراً دو نفل پڑھے جونہی سلام پھیرا تو وہ بزرگ جا چکے تھے۔ اب میاں جہانگیر احمد کا یہ عمل ہے کہ جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں تو اسے تاکید کرتے ہیں کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لئے دو نفل ضرور پڑھنا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں چار پانچ سال تک مدینہ منورہ میں رہا ہوں۔ آپ نے واپس آنے کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگا کہ میرا وہاں دل نہیں لگا۔ آپ کی طبیعت جلال میں آگئی اور فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ اگر تمہیں مدینہ منورہ اچھا نہیں لگا تو تم مجھے اچھے نہیں لگتے چنانچہ فوراً اس شخص کو اپنی محفل سے نکال دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

من احیی سنتی فقد احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنه

''جس نے میری سنت کو زندہ کیا بلاشبہ اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں گزاری۔ آپ کی صورت و سیرت خلق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ تھی۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا' رہن سہن' اخلاق و عادات' اسوہ حسنہ کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی تھی۔ آپ کی صورت و سیرت کے واقعات اس دعویٰ کی صداقت کے لئے کافی ہیں۔ ایک بات یہاں بھی بیان کئے دیتا ہوں کہ آپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہی عیدین کی نمازیں قبلہ رخ شہر سے باہر جا کر ادا کرتے تھے۔ حالانکہ مرکزی مسجد غوثیہ میں ہزاروں افراد کے نماز پڑھنے کی گنجائش موجود ہے پھر بھی مغرب کی جانب عیدگاہ میں نمازِ عید کا خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔

آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اگر کوئی مولوی شان مصطفیٰ ﷺ میں گستاخی کرتا آپ ان کی خوب مذمت کرتے اور دلائل سے موضوع کی حقیقت سے لوگوں کو آشنا کرتے۔ آپ کی تقاریر میں باطل عقائد کا رد ہوتا اور مطمع نظر یہ تھا کہ لوگوں کو باطل عقائد سے آگاہ کیا جائے۔ آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ کوئی خواہ کتنا ہی متقی و پرہیزگار، صالح شب بیدار ہو، اگر اس کا عقیدہ درست نہیں تو اس کی عبادتیں اس کے کام نہ آئیں گی۔ رمضان المبارک میں ہزاروں لوگ جمعتہ المبارک کے موقع پر حاضر ہوتے۔ آپ اس ماہ مبارک میں خصوصی طور پر عقائد اور عظمت مصطفیٰ ﷺ جیسے موضوع پر خطاب فرماتے اور لوگوں کو فاسد عقائد و نظریات سے آگاہ کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ رمضان المبارک میں بہت سے لوگ ایسے آتے ہیں جو سال بھر مساجد کی طرف رخ نہیں کرتے لہٰذا ضروری ہے کہ انہیں باطل عقائد سے آگاہ کیا جائے۔ آپ نے تقریر کے علاوہ اپنے کلام میں بھی عقائد کا اظہار فرمایا ہے۔

غیوب کل کے دانا فخر عالم حاضر و ناظر
تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو تمہیں تم ہو

ایک نعت میں یوں اظہارِ خیال فرمایا:

جنہیں ازل سے عطا ہیں خدا سے پاک اصلاب
کشادہ جن پہ کیے حق نے غیب کے ابواب
ہے جن کا مثل خدائی میں جوں خدا نایاب
وہ بزم برلب کوثر لگائے بیٹھے ہیں

ایک روز وزیر آباد میں کسی مولوی نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں بے ادبی کی آپ نے اس کا علمی دندان شکن جواب دیا اور آخر میں فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ سنیوں کے پاس تقریر کرنے کے لئے کئی موضوع ہیں ہر مہینہ کا ایک مخصوص موضوع

ہے لیکن ان لوگوں کے پاس نہ موضوع ہے نہ علم لہٰذا یہ حدیثوں کا غلط ترجمہ کر کے شرارت اور فتنہ انگیز باتیں کرتے ہیں' میں نے اپنی زندگی اسی کام کے لئے وقف کر رکھی ہے کہ جو بدباطن نبی اکرم ﷺ کی عزت پر حملہ کرے میں اس کا جواب دوں' میں نے علم پڑھا ہی اسی لئے ہے کہ حضور ﷺ کی شان بیان کروں اور کسی کو حضور ﷺ کے خلاف بات نہ کرنے دوں' ہم نے نبی کو نبی مانا ہوا ہے' ہم نبی علیہ السلام کے میلاد پر روشنی کرتے ہیں' ہم خوش ہوتے ہیں جیسا کہ سورج نکلنے پر سب لوگ خوش ہوتے ہیں' الو اور چمگادڑ روشنی سے بھاگتے ہیں ہم روشنی کرتے ہیں تو الو و چمگادڑیں بھاگنے لگتیں ہیں۔ اب اگر سورج کے نکلنے پر الو اور چمگادڑ برا منائیں تو کیا سورج نہ نکلے؟ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں:

مہ فشاند نور سگ عو عو کند

ہر کسے برخلقت خود مے کند

یہ لوگ ہمیں کیوں چھیڑتے ہیں تم اپنے حال میں رہو ہم جس حال میں ہمیں رہنے دیں۔ پھر فرمایا:

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

یہ لوگ ہمیں ہمارے حال میں رہنے دیں ہمارے دلوں کو دکھ دیتے ہیں تو میں سن کر چپ نہیں رہ سکتا۔ یہ الٹ بات کریں گے تو میں دندان شکن جواب دوں گا۔ حضور ﷺ کے چچا ابولہب جو بلاشک وشبہ جہنمی ہے حضور ﷺ کو غصے میں جل کر کہا: تب یداك آج اگر کوئی کسی عورت کے بچے کو مارے تو وہ عورت اس کی سات پشتوں تک کو گالیاں دیتی ہے۔ ہم بے اختیار ہیں تو اس موقع پر بہت کچھ کرتے ہیں۔ رب اختیار کا مالک ہے۔ اس نے پوری سورت نازل کی جس میں نہ نماز کا ذکر' نہ روزے کا'

نہ حج کا بلکہ مذمت ابولہب ہے۔ تیرے ہاتھ ٹوٹیں' تیرا مال تباہ ہو' تیری عورت کو پھندا دے کر ماروں گا' تیرا کچھ نہ رہے' غرضیکہ رب نے ایسا کر کے دکھایا۔

مقامِ مصطفٰے کو اس طرح روشن کیا تو نے
کہ گستاخوں کو خیرہ کر رہی ہے جس کی تابانی

حب اہل بیت اطہار:

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اهل بيتى كسفينة نوح من ركبها نجى

''میرے اہل بیت کشتی نوح علیہ السلام کی مانند ہیں جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا۔''

اہل بیت اطہار کی محبت کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی محبت قرار دیا۔ فرمایا:

من احبهم فبحبى احبهم ومن ابغضهم فببغضى ابغضهم

''جس نے میرے اہل بیت کے ساتھ محبت رکھی اس نے میرے ساتھ محبت رکھی اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا۔''

مہر علی ہے حبّ نبی اور حبّ نبی ہے مہر علی
لحمك لحمى جسمك جسمى فرق نہیں ما بین پیا

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا سرعام ارشاد فرمایا:

''تمام اہل دانش اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن ولی ولیوں میں' مجاہد مجاہدوں میں' نمازی نمازیوں میں' شہید شہیدوں میں' علماء عالموں میں اور فقراء فقیروں میں شامل ہوں گے اور انہی ناموں سے پکارے جائیں گے۔ میری دعا اور میری آرزو ہے کہ اس روز مجھے اہل بیت کا میراثی کہہ کر پکارا جائے اور میرا حشر اہل بیت کرام کے ساتھ ہو یہ شرف اتنا زیادہ ہوگا

کہ میرے لئے اس کی مسرت بہشت کی خلوتوں میں قیام سے بڑھ کر ہوگی۔''

چنانچہ آپ ساداتِ کرام کا بے حد احترام و تعظیم فرمایا کرتے تھے تقاریر اور درس و تدریس کے علاوہ عام نجی محافل میں ساداتِ کرام سے محبت اور ان کے ادب کی تلقین کرتے' آپ گھنٹوں حب اہل بیت اطہار پر خطاب فرماتے' اگر کوئی مولوی شان اہل بیت اطہار میں گستاخی کرتا تو اس کا خوب رد بیان کرتے۔

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس رباعی کو خود جھوم جھوم کر یوں پڑھتے کہ سامعین پر وجد طاری ہو جاتا:

الٰہی بحق بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا
کہ برقول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامان آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی جو تقاریر اس وقت دستیاب ہیں ان میں سب سے زیادہ عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب اہل بیت اطہار کے موضوع پر ہیں آپ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف تشریف لے جاتے تو ہر قدم سے ادب و احترام جھلکتا تھا۔ یہ صرف اس لئے نہ تھا کہ یہ آپ کا مرشد خانہ ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ ساداتِ کرام کا مسکن ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے آلِ پاک کے چھوٹے چھوٹے صاحبزادوں کی بھی دست بوسی فرماتے۔

ساداتِ کرام کا آپ کس قدر احترام' ان سے محبت رکھتے تھے' کتاب ہذا کے باب ہشتم میں ''مناقب حضرت شیخ القرآن'' میں حضرت مولانا سیّد ریاض حسین شاہ مدظلہ العالی اور حضرت پیر صاحبزادہ عتیق الرحمٰن نقشبندی مدظلہ العالی ڈھانگری شریف کے مضامین ملاحظہ ہوں۔ ایک بار حضرت صاحبزادہ پیر سیّد فیض الحسن شاہ آلومہار شریف وزیر آباد

تشریف لائے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جمعیت کے صدر تھے اور صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے سیاسی اختلافات تھے۔ وہ الگ متوازی طور پر جمعیت کے صدر تھے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی آمد پر ان کا بے حد احترام کیا۔ اپنی مسند پر بٹھایا اور خوب مہمان نوازی کی پھر جب رخصت ہونے لگے تو نذرانہ بھی پیش کیا۔ اس پر حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمد سلیم نقشبندی فیصل آبادی سے کہا آج عجیب معاملہ دیکھا ہے ایک طرف تو سیاسی مخالفت عروج پر دوسری طرف ادب و احترام کی بھی حد نہیں۔ مولانا محمد سلیم صاحب نے یہ بات حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ مخالفت سیاسی اصولوں پر ہے ادب و احترام اس لئے کرتا ہوں کہ آپ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ایک بار انوار العلوم کے سالانہ جلسہ سے خطاب کے لئے ملتان تشریف لے گئے۔ آپ چند روز وہاں قیام کرتے تھے وزیر آباد میں آپ کی بیٹی شدید بیمار ہوگئی۔ اس وقت فون عام نہ تھے آپ کو ٹیلی گرام بھیجی گئی اور حالات سے مطلع کیا گیا۔ ٹیلی گرام حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی شاہ کو مل گئی انہوں نے احباب سے مشورہ کیا اگر حضرت شیخ القرآن کو اس وقت بتا دیا تو رات کو آپ کا خطاب بھی ہونا ہے کیا کیا جائے' اگر اب بتایا تو واپس چلے جائیں گے۔ طے یہ ہوا کہ جب آپ تقریر کرنے لگیں تو مطلع کر دیں گے۔ رات کو تقریر کے شروع میں آپ کو ٹیلی گرام سے مطلع کیا گیا۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ میری بیٹی شدید بیمار ہے میں ابھی واپس جا رہا ہوں۔ ایک بابا کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اللہ! آپ کی بیٹی کو شفا دے گا' تقریر جاری رکھیں۔ فرمایا: بابا اپنا کشف اپنے پاس رکھ میں تیرے کشف کا قائل نہیں ہوں۔ اس نے کہا کہ میں سیّد زادہ ہوں۔ فرمایا: اچھا لو تقریر سنو۔ چنانچہ آپ نے بڑی جامع و مدلل تقریر فرمائی۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا حلیہ مبارک:

اے صورت تو ملک جمال و جمال ملک
وے طلعت تو جان جہاں و جہان جاں

(حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

آپ جسمانی اعتبار سے بھی ایک منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کے چہرہ مبارک اور جاہ و جلال کو دیکھ کر ارشادِ نبوی ﷺ زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے: قال خیارکم الذین اذا رؤوا ذکر اللہ ''تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جن کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔''

آپ کا قد مبارک درمیانے درجہ کا' پیشانی مبارک چوڑی اور کشادہ چمک دار' رنگ سفید' ظاہر و باطن میں صبغۃ اللہ کا مظہر' انوارِ ولایت سے دمکتا ہوا چہرہ' ابرو مبارک گہرے اور کماندار' آنکھیں نہ زیادہ چھوٹی نہ بڑی' خوشنما نشہ وحدت سے چور' پلکیں بہت زیادہ' خوبصورت رخساروں پر گھنی گھنگریالی' ریش مبارک مسنون حد تک' بڑی بڑی مونچھیں جو داڑھی مبارک تک ملی ہوئی تھیں' تمام عمر داڑھی مبارک سیاہ رکھی' ناک ستواں اور لب سرخ جیسے گلاب' دھن فراخ' دندان روشن سامنے والے دانتوں کے ساتھ دائیں طرف کا دانت نکلا ہوا' گھنگھریالے گیسو جو کانوں کے اوپر سے ہوتے ہوئے گردن کے درمیان تک تھے' سینہ کشادہ معرفت و اسرار کا فیض گنجینہ' لمبے لمبے ہاتھ' باریک و ملائم انگشت' متوسط جسم' کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو دور سے نمایاں ہوتے۔ دیکھنے والا پہلی نظر میں ہی مرعوب ہو کر سرور و کیف کی ایک عجیب لذت سے آشنا ہو جاتا۔ طبیعت فقیروں جیسی' چال شہنشاہوں جیسی' جمال و جلال کا آئینہ۔

چہ حسنت آنکہ در یکدم رخت را صد نظر بینم
ہنوز آں آرزو باشد کہ یک بار دگر بینم

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لباس و خوراک:

پیر عبدالغفور چھڈ دار فانی ٹر جانب خلد گلزار گئے نیں
موت عالم دی عالم دی موت ہوئے ساری کر دنیا سوگوار گئے نیں
خوش کلام خوش خو خوش خلق ہر دم خوش بخوش ہر حال وچ رہن والے
خوش نما خوش پوش خوش شکل سوہنے سوہنا اپنا وقت گزار گئے نیں

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی نفاست پسند طبیعت پائی۔ آپ کے ہر فعل سے اس کا اظہار ہوتا۔ ہمیشہ انتہائی صاف ستھرا لباس زیب تن فرماتے۔ اکثر سفید شلوار قمیص پہنتے۔ جمعۃ المبارک اعراس اور دیگر مذہبی تقریبات میں تشریف لے جاتے تو سفید شلوار قمیص ہی زیب تن فرماتے کبھی بھی رنگین لباس نہیں پہنا۔ جبکہ عام گھریلو زندگی کے دوران کبھی کبھی ہلکے رنگ کے لباس کو پسند فرماتے اور رنگین تہبند بھی استعمال کرتے تھے۔ اکثر پاؤں میں طلائی کھسہ جبکہ کبھی کبھی گرگابی بھی پہنتے تھے۔ عام حالات میں سر پر رومال باندھتے جبکہ تقاریر کے مواقع پر سفید ململ کی طرہ دار پگڑی نوکدار کلاہ پر بندھی ہوئی جو سیاہ گھنگھریالی زلفوں اور داڑھی کے ساتھ سرخ و سفید چہرہ پر بڑی بھلی معلوم ہوتی۔ جب منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو قدرتی رعب اور تمکنت سے تشریف رکھتے۔ لباس کے حوالے سے ارشاد فرماتے جب کسی دوست کے سامنے جاؤ تو سفید عمامہ باندھ کر جاؤ اور جب کسی دشمن کے سامنے جاؤ تو طلائی والا چمک دار کھسہ پہن کر جاؤ۔ علماء کرام کی محافل میں بیٹھے ہوئے دور سے اپنے منفرد لباس اور پگڑی کی وجہ سے نمایاں نظر آتے۔ ہمیشہ تقاریر کے مواقع پر گرمیوں اور سردیوں میں کندھوں پر پھول دار کڑھائی والا رومال ڈالتے تھے۔ گرمیوں میں ململ کا لباس پسند فرماتے سردیوں میں سفید لٹھے کی شلوار قمیص پر واسکٹ اور اچکن سیاہ یا گندمی رنگ کی استعمال کرتے۔ صبح کی سیر کے دوران دارالعلوم میں تشریف فرما ہوتے یا سفر کے دوران تو آپ کے ہاتھ میں

تسبیح ہوتی۔ ہمیشہ عمدہ گھڑی اور خوبصورت پین اپنے پاس رکھتے۔ بہت زیادہ قیمتی لباس پسند نہ فرماتے مگر ہمیشہ دیدہ زیب لباس پہنتے جس سے ہر شخص آپ کی شخصیت کو دیکھ کر مرعوب ہو جاتا۔ آخری سالوں میں دست مبارک میں عصا بھی رکھتے تھے جو انتہائی خوبصورتی کا حامل ہوتا تھا۔ چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھتے۔ آپ اس قدر خوش پوش و خوش نما تھے کہ میں نے علماء کرام کو دیکھا ہے جب بھی آپ کا تذکرہ کرتے ہیں تو دیگر کمالات کے ساتھ ساتھ آپ کے لباس کی نفاست پسندی کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ کے ذاتی کمرہ میں داخل ہونے والا آپ کی نفاست پسندی کی داد دیئے بغیر نہ رہتا۔ ہر چیز سلیقہ اور دیدہ زیب انداز میں پڑی ہوتی۔ آپ کا حجرہ مبارک سادگی و خوبصورتی کا مظہر تھا۔ الماریوں میں کتابیں بڑے عمدہ اور ترتیب سے رکھی ہوئیں' کمرے کے ایک کونے میں صدر مقام پر جائے نماز بچھی ہوتی' پاس چند کتب و ضروری کاغذات ترتیب سے پڑے ہوتے جبکہ دروازے کے ساتھ کونے میں دیگر استعمال کی چیزیں ایک چھوٹے ٹیبل پر رکھی ہوئی تھیں۔ کمرے میں ایک بڑا فریم جس میں روضہ رسول ﷺ کی مواجہ شریف کی خوبصورت تصویر اور دوسرے بڑے فریم میں بہادر شاہ ظفر کا شعر جو آپ کی کیفیات دردِ دل کی عکاسی کر رہا ہے آویزاں تھا:

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں' نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خوراک انتہائی مختصر ہوتی تھی۔ صبح کی سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ ناشتہ نہ ہونے کے برابر ہوتا۔ اکثر کوئی پھل کھا لیتے۔ دوپہر کا کھانا دارالعلوم میں کھاتے جبکہ رات کو بعد نمازِ مغرب کھانا گھر میں تناول فرماتے۔ کھانا زندگی بھر انتہائی سادہ پسند فرماتے رہے۔ آپ کی پسندیدہ غذا پتلا شوربا اور دو عدد گھر کی بنی ہوئی سوکھی روٹیاں ہوتی تھیں۔ کبھی کبھار میٹھا بھی کھا لیتے۔ گرمیوں میں پتلی لسی ضرور

نوش فرماتے تھے۔ جلسوں اور دعوتوں کے مواقع پر بھی مرغن غذا کی بجائے شوربا اور سوکھی روٹی کو ترجیح دیتے تھے۔ خالص شہد کو بھی پسند فرماتے تھے' مختلف بیماریوں کے علاج کے لئے اس کا استعمال کرتے۔ اکثر طب کی کتابیں پڑھتے رہتے تھے لہٰذا ہر پھل کے خواص سے خوب آگاہ تھے مناسب مقدار میں انہیں تناول کرتے۔ خوراک مجموعی طور پر کم ہونے کے باوجود آخر تک جسم مبارک مضبوط وتوانا تھا۔ آپ کے جسم کو دبانے والے کے پسینے چھوٹ جاتے تھے۔ تقریر کے بعد نیم گرم دودھ پیتے' برف کا استعمال پسند نہ تھا' مٹی کے گھڑے کا پانی پیتے اور مٹی کے برتنوں کو پسند کرتے تھے۔

تنظیم اوقات:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے شب و روز کے معمولات انتہائی نظم و ضبط اور سلیقہ و پابندی کی واضح دلیل ہیں۔ علی الصبح استراحت کو چھوڑ کر یادِ الٰہی میں مصروف ہوجاتے۔ نمازِ فجر کے بعد کاشانۂ اقدس محلہ درآب خاں سے مٹمن بازار کی طرف سے گزرتے ہوئے لالہ زار کالونی سے ریلوے لائن پار کر کے جی ٹی روڈ پر تشریف لاتے اور نالہ پلکھو پار کر کے شہر کی شمالی جانب کھیتوں میں دور نکل جاتے۔ صبح کی سیر کے دوران تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہوتی اور ساتھ ذکر الٰہی بھی جاری رہتا۔ وزیر آباد آمد سے لے کر وصال تک بڑی پابندی سے صبح کی سیر کرتے رہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل قاتلانہ حملہ اور شہادت کا حادثہ صبح کی سیر کے دوران ہی پیش آیا۔ ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ تک سیر کا سلسلہ جاری رہتا۔ واپس دار العلوم میں تشریف لے آتے اور اپنے حجرۂ خاص میں اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ اس دوران کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہ ہوتی۔ آپ کا قدرتی رعب اس قدر تھا کہ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی آپ کے کمرہ میں داخل نہ ہوتا تھا۔ اوراد و وظائف کے شغل سے فراغت پر درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ آپ چند ایک اسباق پڑھاتے۔ زیادہ تر یہ فریضہ مدرسین سرانجام دیتے۔ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی

کہ ملک کے مختلف شہروں سے آنے والے خطوط کا جواب خود تحریر فرماتے۔ قبل دوپہر آپ خطوط کے جواب کے علاوہ آنے والے مریدوں' عقیدت مندوں اور علماء کرام سے ملاقات کرتے۔ دوپہر کا کھانا جلدی تناول فرماتے اور گرمیوں میں سنت کے مطابق کچھ دیر کے لئے قیلولہ فرماتے۔ پھر مطالعہ کا سلسلہ جاری رہتا اور عصر کے بعد بازار تشریف لے جاتے۔ ریلوے روڈ پر حاجی شریف احمد کی دکان اور ہائی کلاس بیکری پر کچھ دیر اور اکثر جمعرات کے روز صوفی بابا عنایت اللہ کی دوکان پر تشریف رکھتے۔ یہاں پر بھی ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا۔ لوگوں کے استفسارات کے جواب دیتے' حالاتِ حاضرہ کے علاوہ مسائل اور محبوبِ دوعالم ﷺ کا ذکر خیر شروع ہو جاتا۔

یارو کوئے یار کی باتیں کریں
پھر گل و گلزار کی باتیں کریں

مغرب کے قریب گھر تشریف لے جاتے۔ راستہ بھر میں لوگ مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔ کئی لوگ آپ کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے گویا آپ کا دن وعملوا الصالحات اور تواصوا بالحق تواصوا بالصبر میں گزر جاتا اور گھر میں اہل خانہ کو وعظ و نصیحت اور اسرار و رموز کے ساتھ دن بھر کی مصروفیات سے بھی آگاہ فرماتے۔

جمعتہ المبارک کی صبح جلد اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر مسجد کے بالائی بیرونی کمرے میں تشریف فرما ہوتے۔ دور دراز گاؤں سے لوگ نمازِ جمعتہ المبارک کے لئے جلدی چلے آتے۔ اس روز ملاقات کرنے والوں کا ہجوم ہوتا کیونکہ عام دنوں میں آپ مختلف جلسوں میں خطاب کے لئے دیگر شہروں میں چلے جاتے لیکن جمعتہ المبارک کے روز سب کو یقین ہوتا کہ آپ مسجد میں ہی قیام پذیر ہوں گے۔ جب منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو کچھ دیر خاموشی سے پڑھتے رہتے پھر دائیں ہاتھ پر پھونک مار کر چہرہ پر ملتے تھے۔ اس میں بھی کوئی راز تھا۔ نمازِ جمعہ کے بعد کچھ لوگ اوپر کمرے میں آتے اور وہاں

پر ختم خواجگانِ چشت پڑھا جاتا پھر دیر تک آنے والے احباب کے حال و احوال دریافت کرتے اور متعلقہ معاملات کو حل فرماتے۔

رمضان المبارک میں آپ سحری کے وقت دارالعلوم تشریف لے آتے۔ دورہ تفسیر قرآن مجید کی وجہ سے دارالعلوم کی رونق میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا تھا۔ نمازِ فجر سے پہلے اور بعد کچھ طلبہ آپ کے پاس کمرے میں حاضر ہو جایا کرتے تھے جن سے مختلف امور پر گفتگو ہوتی۔ کئی سال تک آپ عصر کے بعد مثنوی شریف کا درس بھی دیتے رہے۔ دورہ تفسیر قرآن مجید کی اس اسپیشل کلاس کو خود پڑھاتے اور حتیٰ الامکان کوشش فرماتے کہ ناغہ نہ ہو۔ رمضان المبارک میں دیگر شہروں کے سفروں سے پرہیز کرتے تھے۔ رات بھر مطالعہ میں مصروف رہتے۔ رمضان المبارک کے ایام میں عصر کے وقت بازار کی طرف جانے کا دستور ترک فرما دیتے اور زیادہ وقت دارالعلوم میں گزارتے۔

اخفائے حال:

آپ سراپا پیکر اخلاص تھے۔ اخلاص کی قدر کرتے تھے۔ ریا، نمود و نمائش اور تکلف کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ خود نمائی سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ اس سے بڑھ کر آپ کے اخفائے حال کی بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قراردادِ پاکستان کے موقع پر آپ اسٹیج پر تشریف فرما تھے۔ اتنے بڑے اعزاز کا آپ نے کبھی بھی اظہار نہ فرمایا حالانکہ عام دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے آستانوں کے پیرانِ عظام نے حکمرانِ وقت کے ساتھ بنوائی گئی تصاویر کو بڑے فریموں میں آستانوں پر آویزاں کر رکھا ہوتا ہے۔ آپ نے اس اعزاز کو ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ ۱۹۶۸ء میں موچی دروازہ لاہور میں جمعیت علمائے پاکستان کے جلسہ عام میں حضرت مولانا سیّد محمود شاہ گجراتی نے ان علمائے کرام کا ذکر کیا جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو اس وقت اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا: ”میں اس بات کو ظاہر نہ کرتا اگر مولانا محمود شاہ اس کا ذکر نہ کرتے۔“

اولیاء اللہ سے کرامات کا اظہار غیر ارادی طور پر ہو جاتا ہے۔ کامل لوگ اسے ہمیشہ چھپا کر رکھتے ہیں چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کے موقع کو جب مولانا محمد شریف جہلمی نے دیکھ لیا تو فرمایا کہ اسے میری زندگی میں ظاہر نہ کرنا ورنہ آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو آپ کے وصال کے بعد ظاہر کیا۔

عرس مبارک کے علاوہ جب آپ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر حاضری کے لئے جاتے تو اکثر لوگوں کے ہجوم سے بچنے کے لئے اپنے چہرہ پر رومال ڈال لیتے اور مزارِ مبارک کے ایک کونے میں مراقب رہتے تھے۔

تیسرے حج مبارک کے موقع پر کئی واقعات سے آپ کی روحانی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ نے ان واقعات کو تحریر فرمایا لیکن اس تحریر کو اپنی زندگی میں ظاہر نہ ہونے دیا۔ تحریر کرنے کا مقصد صرف یہ نظر آتا ہے کہ چونکہ اس حج کے موقع پر کئی علماء اور احباب آپ کے ساتھ تھے جو آپ کے شب و روز دیکھ رہے تھے لہٰذا انہیں تحریر کر دیا کہ مبادا کل کو ان واقعات کو کوئی شخص کسی اور رنگ میں بڑھا چڑھا کر نہ پیش کرے۔

آپ کی زندگی کا اکثر حصہ محفلوں' تقریبات' جلسوں میں خطاب کرتے گزرا۔ آپ کو دعوت دینے والے اور بعض اوقات آپ سے قبل تقریر کرنے والے علماء کرام آپ کا ذکر بڑھا چڑھا کر کرتے تو آپ ان کی خوب خبر لیتے۔ ایک موقع پر جامعہ نعیمیہ لاہور میں دو روزہ پروگرام کے موقع پر راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے ایک پیر صاحب نے دورانِ تقریر اپنی بزرگی کا اظہار اور آپ کی بے حد تعریف کرنے کے لئے اپنی ایک خواب کا ذکر کیا۔ علماء کرام شاہد ہیں کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تقریر کے دوران پیر صاحب کو خوب جھاڑ پلائی جس پر سامعین بہت ہنسے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کسی سے اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہوتے بلکہ ایسے مواقع پر ان لوگوں کی ایک بات بھی سننا گوارہ نہ ہوتی جو اظہارِ خوشامد کے مواقع تلاش کرتے رہتے۔

شجاعت و ہیبت جلال الٰہی:

ارشادِ ربانی ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون

''خبردار بے شک اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف اور نہ کوئی غم ہے۔''

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکة الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة

''بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار تو اللہ ہے پھر اس عقیدے پر جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کا مژدہ سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت میں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میرا بندہ نفلی عبادات سے میرے قریب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔

ان قرآنی آیات و حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کے ولیوں کہ یہ نشانی ہے کہ وہ بزدل نہیں بلکہ شجاعت و بہادری کے پیکر ہوتے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں اپنی بارگاہ سے قوت عطا کر دیتا ہے جس کے پاس قوت' طاقت اور اختیار ہو پھر وہ کسی سے خوف نہیں رکھتا۔ اسی قوت و طاقت کا ظہور یوں ہوتا ہے کہ ان کے چہروں سے ہیبت جلالِ الٰہی ٹپکتی ہے۔ اس ہیبت و رعب اور دبدبہ کی بنیاد پر کوئی ان کے سامنے بلند آواز سے بات نہیں کرسکتا۔ چہروں پر خرقہ پوشوں کی اپنی ہیبت نہیں بلکہ یہ جلالِ الٰہی کے آثار

ہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

ہیبت حق است ایں از خلق نیست

ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت و بہادری اور ہیبت جلالِ الٰہی کے کئی واقعات باب پنجم ملی و سیاسی خدمات میں گزر چکے ہیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل قاتلانہ حملہ' گورنر کا آپ کو باغی قرار دے کر جیل میں ڈال دینا' آزمائش کی گھڑیاں آئیں' وزیرآباد میں ہندوؤں کی شرارت پر آپ کی قیادت میں لوگوں کا گوردوارہ پر حملہ کرنا' شجاعت و بہادری کے بین ثبوت ہیں۔ تحریک ختم نبوت' تحریک بحالی جمہوریت میں مجاہدانہ کردار' سات ماہ کی قید و بند کی صعوبتیں' جیل میں آپ کی بے نیازیوں کے واقعات' حکومت وقت سے ٹکر لینا آپ کی جرأت کے عظیم تذکرے ہیں۔ مناظروں کے اندر مخالف علماء کا راہِ فرار اختیار کرنا' بڑے بڑے علمی مراکز کے حامل علماء کا آپ کے سامنے نظریں جھکا کر بیٹھنا' درس و تدریس کے دوران طلبہ و علماء کا آپ کے سامنے کھل کر اظہارِ خیال نہ کرنا' ہزاروں لاکھوں کے اجتماع پر دورانِ خطاب چھا جانا علمی کمال کے ساتھ ساتھ ہیبت جلالِ الٰہی کی وجہ سے تھا۔

تواضع وانکساری:

سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

من تواضع للہ رفعہ اللہ

"جو آدمی اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے عظمت و بلندی عطا کرتا ہے۔"

حضرت کے ہر فعل و ادا سے تواضع و انکساری کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ کے مکتوبات پر نظر ڈالی جائے آپ نے کبھی بھی "میں" کا اظہار نہ کیا بلکہ خطوط کے آخر میں

اپنے نام کے ساتھ تمہارا سچا خیر خواہ' چند روزہ مسافر' وہی تیرا سچا خیر خواہ' بدنصیب' سچا ہمدرد' خیر اندیش' بدقسمت لکھا ہے' اپنے ایک شاگرد مولانا علی احمد سندیلوی لاہور کے خط کے جواب میں اسے دعا جو لکھا ہے' کبھی حقیر فقیر جیسے متواضعانہ الفاظ لکھے۔

مکتوبات کے علاوہ آپ کے کلام سے بھی تواضع' عاجزی وانکساری کا اظہار ہوتا ہے۔علم وعرفان کی اعلیٰ منزل پر فائز ہونے کے باوجود اپنے علم وفضل کی نفی یوں کرتے ہیں:

اسی پڑھ پڑھ علم بھلا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے
اُچی تھانویں اکھ لگا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

اظہارِ رنگ وحدت الوجود کے ساتھ خاکساری وعاجزی کا خوبصورت تذکرہ یوں فرمایا:

تشبیہ دے پینڈے طے کر کے تنزیہہ دی منزل جا پہنچے
وچ وحدت ڈیرے لا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

دنیا کی بے ثباتی اور مقامِ فنا کے ساتھ اپنے کمال علم کی نفی کے بارے میں کہا:

ایتھوں وگ چل عبدالغفور میاں اتھے سب کچھ چکنا چور میاں
اسی دنیا توں چت چا بیٹھے نہ آوندا اے نہ جاندا اے

ایک موقع پر کسی شخص نے آپ کا تعارف کراتے ہوئے قبلہ عالم' بدر العلماء' وحید العصر والزمان' ختم المحققین' امام المناظرین' شمس الخطباء' شیخ المشائخ' شیخ القرآن والتفسیر' ابوالحقائق علامہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی مرکزی صدر جمعیت علمائے پاکستان جیسے پرشکوہ الفاظ بولے تو آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: کَبَّرَنِیْ مَوْتُ الْکُبَرَاءِ یہ فقرہ بول کر آپ نے کمال عاجزی وانکساری کا مظاہرہ فرمایا کہ بڑے بڑے علماء ومشائخ دنیا سے چلے گئے تو لوگوں نے ہمیں بڑا سمجھ لیا ہے اس طرح نہ فرمایا کہ ہم

بڑے بن گئے ہیں بلکہ فرمایا کہ لوگوں نے ہمیں بڑا سمجھ لیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:

''اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ خاکساری اختیار کرو۔'' (ابوداؤد)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اتباعِ سنت میں زندگی خاکساری و عاجزی میں گزاردی۔

مہمان نوازی:

آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ دوردراز علاقوں سے آنے والے علماء و متعلقین کے لئے آپ کے گھر سے باقاعدہ کھانا آتا تھا۔ پیشگی اطلاع دے کر آنے والوں کے لئے گھر سے عمدہ کھانے تیار کروائے جاتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ مہمان اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوتا ہے اس کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں رہنی چاہئے۔ آخری سالوں میں اکثر قوالی کا پروگرام سال میں کئی کئی بار بنتا تھا۔ان مواقع پر آنے والے احباب کے لئے لنگر کا وسیع اہتمام کیا جاتا تھا۔ عرفِ عام میں لنگر کا مفہوم کچھ یوں لیا جاتا ہے کہ تھوڑے سے چاول یا روٹی جو بطورِ تبرک کھائی جاتی ہے مگر یہاں معاملہ برعکس تھا۔ سب کو ارشاد ہوتا کہ خوب سیر ہو کر کھایا جائے۔ مہمان نوازی کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھنے کے لئے آنے والے طلبہ و علماء کے بارے میں اکثر ارشاد فرماتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس مہمان ہیں چنانچہ ان کی سحری و افطاری کا اہتمام اپنے گھر سے کرواتے تھے۔

عرس مبارک پر آنے والے مہمانوں کے لئے تیار کیا جانے والا لنگر غوثیہ اپنی نفاست ولذت کی بنا پر علاقہ بھر میں مشہور ہے۔ عام طور پر آستانوں پر تیار ہونے والا لنگر پتلا شوربا' دال وسبزی کا دور دور تک نام ونشان نہیں ہوتا لیکن یہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں دال میں گوشت کو یوں مکس کیا جاتا کہ ایک گاڑھی حلیم تیار ہو جاتی جسے

لوگ شوق سے کھاتے اور گھروں میں لے جاتے تھے۔ آنے والے مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے آپ نے کمرے تیار کروائے' بہت سے مہمانوں کو شہر میں مختلف لوگوں کے گھروں میں ٹھہرایا جاتا۔ عورتوں کے قیام کے لئے مسجد کے تین اطراف میں گیلریاں بنوائیں جو عرس اور جمعتہ المبارک کے موقعوں پر عورتوں سے بھری ہوتی تھیں۔

مہمان نوازی کی ایک شان یہ بھی تھی کہ جینڈ ڑ شریف عرس کے موقع پر تشریف لے جاتے۔ مزارِ مبارک کے پاس قیام ہوتا سینکڑوں لوگوں کے ناشتے کا اہتمام آپ خود فرماتے اور ناشتہ کا سامان وافر مقدار میں وزیر آباد سے ساتھ لے کر جاتے تھے۔

جود وسخا وغربا پروری:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایثار و سخاوت کی تلقین اور بخل و کنجوسی کی مذمت فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے:

السخی قریب من اللہ قریب من الجنة قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنة بعید من الناس قریب من النار

''سخی اللہ کے قریب' جنت کے قریب' لوگوں کے قریب' دوزخ سے دور ہے اور بخیل اللہ سے دور' جنت سے دور' لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ہر چیز اللہ کے راستہ میں دے دیتے اور خود کئی روز تک فاقہ کشی کرتے۔ بخاری کی ایک حدیث ہے۔

''اگر احد پہاڑ میرے لئے سونا ہو جائے تو کبھی بھی پسند نہ کروں گا کہ مجھ پر تین راتیں اس طرح گزر جائیں کہ میرے پاس ایک دینار رہ جائے سوائے اس دینار کے جو ادائے قرض کے لئے چھوڑ دوں۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ حمیدہ میں سے ایک نمایاں صفت

جود وسخا کے ساتھ ساتھ غربا پروری ہے۔ دارالعلوم میں مقیم غریب طلبہ کی طرف خصوصی نظر کرم فرماتے تھے۔ ان کی خوراک' لباس و رہائش کے انتظام کے علاوہ مالی مدد فرماتے یہ طلبہ جب چھٹی گزارنے کے لئے اپنے گھروں کی طرف لوٹتے تو انہیں زادِ راہ عطا کرتے۔ مختلف شہروں سے علماء آپ سے ملنے کے لئے آتے ان میں بعض انتہائی نادار وسفید پوش ہوتے۔ آپ ان کی مالی مدد اس انداز سے کرتے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوتی یوں ان علماء کرام کی عزت نفس کی حفاظت ہوتی اور ساتھ مالی تعاون بھی ہو جاتا۔

شہر کی مساجد کے کئی ائمہ کرام کو اپنی طرف سے ماہانہ وظیفہ بھی دیتے۔ عرس مبارک میں شرکت کے لئے آنے والے مختلف شاگرد علماء کرام کی علاوہ کرایہ کے مالی مدد کرتے۔ ایسے مرید جن کی مالی حالت کمزور ہوتی اگر وہ آپ کو نذرانہ پیش کرتے تو یہ کہہ کر واپس کر دیتے کہ اسے بطور کرایہ اپنے پاس رکھ لو۔ راقم الحروف نے آپ کے نام آنے والے خطوط کے مطالعہ سے یہ بات نوٹ کی کہ قیامِ پاکستان سے قبل آپ برصغیر کے ان علاقوں میں بھی جاتے جو اب ہندوستان کے زیرِ تسلط ہیں، وہاں کے مسلمانوں کی آپ مالی مدد فرماتے تھے۔ تقسیم ہندوستان کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور کئی حضرات کو باقاعدگی سے رقم ارسال کرتے رہے۔ قیامِ پاکستان پر آنے والے غریب و مفلس مہاجرین کی امداد ہر ممکن طور پر کی۔ اس کے لئے کئی بار چندہ جمع کر کے ان میں تقسیم کیا گیا۔ تقسیم ہندوستان سے قبل ایک موقع پر ایک تحصیلدار نے وزیرآباد کے غرباء پر زیادتیاں شروع کر دیں اس وقت چینی' آٹا اور مٹی کا تیل وغیرہ پر حکومت کا کنٹرول ہوتا تھا۔ آپ نے جمعۃ المبارک کو دورانِ تقریر اس کی خوب خبر لی پھر اجتماعی طور پر اس کے تبادلہ کے لئے دعا کی اور آئندہ جمعہ آنے سے قبل ہی اس کا تبادلہ ہو گیا۔

آج کل گداگری ایک ماڈرن پیشہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اس دور میں واقعی فقیر اور غریب لوگ گلیوں میں صدا لگا کر مانگا کرتے تھے۔ آپ گھر میں تشریف فرما

ہوتے تو کسی فقیر کی صدا سنتے تو فوراً کچھ رقم اہل خانہ کو دیتے کہ اس فقیر کو دے کر آئیں۔ جب کوئی فرد اہل خانہ میں سے اس فقیر کو رقم دے کر واپس لوٹتا تو اس سے پوچھتے کہ فقیر نے کیا کہا تو بتایا جاتا کہ وہ ان الفاظ میں دعائیں دے رہا تھا۔ اکثر آپ دعا سن کر خوش ہوتے اور مزید پیسے دیتے کہ یہ بھی اسے دے آؤ۔

آپ کے وصال کے روز ایک اجنبی شخص نے بتایا کہ وہ مری کے علاقے کا رہنے والا ہے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نو سال تک اس کی مالی امداد فرماتے رہے ہیں۔ ایک بار وہ کئی ماہ تک مری کے ہسپتال میں زیر علاج رہا اس کا تمام خرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ادا کیا تھا۔

متعلقین سے وفاداری:

اپنے متعلقین سے حسن سلوک اور وفاداری کا مظاہرہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی بھر کیا تمام رشتہ دار خواہ رشتہ داری دور کی تھی یا نزدیک کی قطع نظر اس کے سب سے اچھا سلوک کیا۔ آپ کی اس وفاداری کے تذکرے آج بھی خاندان میں ہوتے ہیں۔ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اکثر دور و نزدیک کے رشتہ داروں کی خیریت دریافت کرتے رہتے سب کے گھروں میں تشریف لے جاتے اور مالی تعاون فرماتے تھے۔ خاص طور پر غریب رشتہ داروں کے ساتھ خوب نبھایا۔ کئی ایک گھرانے ہیں جن کو ماہانہ اخراجات بھیجا کرتے تھے۔ آپ کے پھوپھی زاد غلام محبوب سبحانی مرحوم ہری پور نے مجھے بتایا کہ آپ انہیں ملاقات پر اتنی رقم دے دیتے تھی جس سے ان کا ایک دو ماہ کا خرچہ پورا ہو جاتا تھا۔ اگر دو تین ماہ گزر جاتے اور ملاقات نہ ہوتی تو منی آرڈر کے ذریعے پیسے بھیج دیتے تھے۔

لجپال پریت نوں توڑ دے نئیں

جیدی بانہہ پھڑدے پھر چھوڑ دے نئیں

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال سے قبل آپ کو برادرِ اصغر کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی وصیت کی۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ نے اپنے بھائی حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ جو زہد وتقویٰ کی بلندیوں پر فائز تھے کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بھائی ولی کامل ہے۔ان کے حقوق کا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے ہر طرح سے خیال رکھا۔ زندگی کے ہر موڑ پر وفاشعاری اور آشنا پروری کی عظیم مثالیں قائم کیں۔ خود حضرت مولانا ابوالمعانی غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت کے مناقب میں ایک مقام پرآپ کی وفاشعاری کا ذکر یوں کیا:

''مجھے اس دارِ فانی میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے پیارا کوئی نہیں انہوں نے اس فقیر پر وہ احسان کئے جن کا شمار دشوار ہے۔''

آپ ہی کا شعر ہے:

شیخ القرآن دا وصف سخاوت سن سناواں تینوں
سب نوں سونڑیں راضی کیتا بہتا دتا مینوں

مریدوں' شاگردوں' عقیدت مندوں کے ساتھ بھی وفاداری کی انتہا کی۔ کسی کی بیماری کا علم ہوتا تو عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ کئی مرتبہ دیگر شہروں کا سفر صرف مریدوں اور عقیدت مندوں کی تیمارداری کے لئے کرتے۔ مخلص مریدوں وعلماء کے وصال پا جانے پر ان کے اہل خانہ کو عیدین کے موقع پر کپڑے اور تحائف ارسال کرتے رہے۔ باوجود مصروفیات کے متعلقین کے دکھ درد اور خوشی وغمی کے مواقع پر شامل ہو کر ان کی دلجوئی کرتے۔ متعلقین کے ساتھ ساتھ آپ معاندین سے بھی حسن سلوک سے پیش آتے۔ عفو ودرگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں معاف کر دیتے تھے۔ اس کی مثالیں باب پنجم ''آزمائش کی چند گھڑیاں'' میں گزر چکی ہیں۔آپ نے وصال کے وقت

ٹرک ڈرائیور کو بھی معاف کر دیا۔

ظرافت و خوش طبعی:

ہنسی ایک فطرتی عمل ہے جو مزاح' ظرافت و خوش طبعی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان کوئی بات اچانک سن کر یا دیکھ کر چونک پڑتا ہے اور فوراً کوئی عملی قدم اٹھانے لگتا ہے تو دوسرے ہی لمحہ محسوس کر لیتا ہے کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اس وقت خون میں جو ابال پیدا ہوتا ہے وہ ہنسی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ مزاح کے معنی ہنسی' مذاق' دل لگی اور خوش طبعی وغیرہ کے ہیں۔ تاج العروس میں لکھا ہے:

انه المباسطة الى الخير على جهة التلطف ولاستعطاف دون اذية حتى يخرج الاستهزاء والسخرية

''گویا مزاح وہ ہے جس میں خیر' بھلائی' تلطف' شائستگی اور وقار ہو اور اذیت و تکلیف سے خالی ہو۔''

مزاح کے ساتھ لفظ ظرافت کا بھی استعمال ہوتا ہے۔ ابن منظور نے لسان العرب میں ظرفۃ کے معنی بلاغت جمال' حلاوت اور ملاحت لکھے ہیں گویا ظرافت کا تعلق قلب اور دماغ دونوں سے ہے۔ علاوہ ازیں اس کا تعلق ظاہری شکل و صورت سے بھی ہے یعنی ظرافت نگار کنایہ و تعریض سے کام لیتا ہے لیکن اس میں جھوٹ کی آمیزش نہ ہو۔ مشہور مصنف کانٹ (Kant) نے Critque of Judgment میں مزاح کے بارے میں لکھا ہے:

''ہنسی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی شے ہوتے ہوئے رہ جائے اور انسانی توقعات ایک بلبلے کی طرح پھٹ کر ختم ہو جائیں۔''

اسلام زندگی اور اس کے مظاہر کی نفی کا قائل نہیں۔ اسلامی تہذیب نے بے تحاشا ہنسی اور بلند آواز سے ہنسنا کو وقار کے منافی قرار دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا اسوۂ

حسنہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ محدثین کرام نے احادیث کی کتب میں مزاح کے باقاعدہ باب قائم کئے ہیں۔ حضور ﷺ کا مزاح سراسر حق اور سچائی پر مبنی ہے۔

ھو یمزح ولا یقول الاحقا

ذیل میں نبی علیہ السلام کے مزاح کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

شمائل ترمذی باب ما جاء فی صفۃ مزاح رسول اللہ ﷺ میں ہے کہ کسی شخص نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرما دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دیں گے۔ اس نے عرض کیا کہ میں بچہ کو کیا کروں گا مجھے تو سواری کے لئے اونٹ چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

ایک بوڑھی عورت حاضر خدمت ہو کر عرض کرتی ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے جنت عطا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ وہ عورت روتے ہوئے واپس جانے لگی آپ ﷺ نے فرمایا: اس عورت سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق:

انا انشانا ھن انشاء فجعلنھن ابکارًا

''ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا یعنی ہم نے ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص جس کا نام زاہر (رضی اللہ عنہ) تھا وہ جنگل سے سبزیاں وغیرہ حضور ﷺ کی خدمت میں لاتا۔ آپ اسے شہر کا خورد ونوش کا سامان دیتے۔ ایک موقع پر وہ بازار میں کچھ فروخت کر رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے پیچھے سے جا کر کولی بھری (یعنی پچھلی جانب سے کسی کو قدرے زور سے پکڑ لینا) کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکے تو انہوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دو۔ جب آپ کو پہچان لیا تو اپنی کمر

حضور ﷺ کے سینہ اطہر سے (نعمتوں اور فیض کے حصول کے لئے) ملنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے گا۔ حضور ﷺ سے زاہر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھے فروخت کریں گے تو کھوٹا کم قیمت پائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم اللہ کے ہاں بیش قیمت ہو۔

یہ ارشاد مبارک بھی مزاح تھا کہ اس غلام کو کون خریدے گا؟ حالانکہ زاہر رضی اللہ عنہ آزاد تھے غلام نہ تھے یا یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کو سامان کی فروخت میں منہمک پایا تو رجوع الی اللہ کے لئے انہیں متوجہ کرنا مقصود تھا اس لئے غلام فرمایا کہ اللہ کے ہاں تو تم بیش قیمت ہو۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ دورانِ خطاب آپ سامعین کو اکتاہٹ نہیں ہونے دیتے تھے۔ جہاں ایک طرف علم وعرفان کی بارشیں ہوتی تھیں وہاں موقع محل کے مطابق برجستہ جملے بولنے میں یدطولی حاصل تھا۔ اپنے مخصوص انداز میں ایسے فقرے بولتے کہ سامعین کے اندر مزاح وظرافت کی لہر دوڑ جاتی۔ جن لوگوں نے آپ کا خطاب سنا ہے وہ آج بھی آپ کی خوش بیانی' شیریں بیانی اور ظرافت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس کی اکثر مثالیں ''مناقب حضرت شیخ القرآن'' باب ہشتم میں گزر چکی ہیں۔ ذیل میں آپ کی مزاح وظرافت کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

وہ مسکرائے جاں سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بنا دیا

جمعہ کے روز ایک دفعہ مرزا خورشید احمد مرحوم کو فرمایا: مرزا صاحب اوپر عورتوں کی گیلری میں جا کر چندہ اکٹھا کر لائیں۔ مرزا صاحب نے حیران ہو کر عرض کیا قبلہ میں جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں مرزا صاحب آپ جائیں۔ مرزا صاحب شش و پنج میں مبتلا ہو گئے۔ آخر ہمت کر کے عرض کیا کہ قبلہ آپ مجھے گیلری میں عورتوں سے چندہ جمع

کرنے کا ارشاد فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں مرزا صاحب آپ ہی جائیں کیونکہ آپ کی بھی داڑھی اور مونچھ نہیں ہے۔ اس پر سب حاضرین محفل ہنس پڑے اور مرزا صاحب فوراً سمجھ گئے اور اسی روز سے داڑھی رکھ لی۔

لاہور چوک دالگراں میں حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ کا اہتمام فرمایا۔ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کے ایک معاون حاجی نور الدین مرحوم جن کا چوک دالگراں میں برف خانہ تھا۔ کرسی صدارت پر بیٹھے تھے رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا حد نگاہ تک لوگ بیٹھے تھے۔ آپ کا خطاب شروع تھا جب تقریر شباب پر پہنچی تو آپ نے دیکھا کہ صدر محفل کرسی پر سو رہے ہیں۔ آپ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کی تقریر کے دوران سو جاتا تو اس کی خوب خبر لیتے تھے لیکن یہاں خلافِ معمول آپ نے انہیں کچھ نہ کہا اور ایک واقعہ سنانا شروع کیا۔ فرمایا میں ہزارہ کے پہاڑی علاقے کا رہنے والا ہوں۔ میرے گاؤں میں ایک چرواہا تھا جو پہاڑی وادیوں میں اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا مگر کئی بار بھیڑیئے نکل آتے اور کوئی نہ کوئی بکری اٹھا کر لے جاتے لہٰذا اس کو اپنی بکریوں پر خوب نظر رکھنی پڑتی تھی۔ اس کا ایک بارہ سال کا بیٹا تھا جس کا نام نور الدین تھا لیکن گاؤں والے اسے نورا نورا کہہ کر بلاتے تھے۔ ایک روز باپ نے بیٹے سے کہا کہ آج تم بکریاں چرانے کے لئے لے جاؤ مگر خیال رکھنا کہ کوئی بھیڑیا نہ آ جائے اور بکریاں لے جائے۔ نور الدین بکریاں لے گیا بکریاں چرنے لگیں تو بچے کو نیند آ گئی اور وہ ایک درخت کے نیچے سو گیا۔ کچھ دیر بعد اس کے باپ نے پہاڑی پر سے دیکھا کہ بچہ سویا ہوا ہے اس نے وہاں سے زور سے آواز دی ''او نوریا' او نوریا'' جب یہ آواز لاؤڈ اسپیکر پر گونجی تو حاجی نور الدین صدر مجلس جاگ پڑے تو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاجی صاحب! آپ آرام کریں میں نے تو اپنے گاؤں کے نورے کا ذکر کیا ہے۔ اس پر سارا مجمع لوٹ پوٹ ہو گیا۔

ایک بار آپ تقریر کے لئے دھوکہ منڈی ضلع شیخوپورہ تشریف لے گئے۔ دورانِ تقریر لوگوں سے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے؟ سب نے بلند آواز میں کہا کہ دھوکہ منڈی۔ دوبارہ پوچھا تو پھر یہی جواب ملا کہ دھوکہ منڈی۔ آپ نے فرمایا کہ آج میرے ساتھ بھی دھوکہ ہو گیا ہے۔ میں نے صاحب جلسہ سے دودھ پینے کے لئے مانگا تھا انہوں نے مجھے لسی لا کر دے دی۔

مولانا غلام اللہ خاں سے آپ کا مناظرہ ہو رہا تھا۔ انہوں نے کسی بات کے جواب میں کہا میں کٹا مولوی ہوں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ میں بھی سنڈا مولوی ہوں۔ اس پر حاضرین محفل مسکرا دیئے۔

گکھڑ منڈی میں ایک مکان کی چھت پر جلسہ منعقد ہوا تھا۔ آپ کے دیرینہ رفیق اور معتقد حاجی شریف احمد دوسرے مکان کی چھت پر بیٹھے جلسہ سن رہے تھے اور دورانِ جلسہ سو گئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر کا آغاز کیا اور فرمایا کہ آج کم کھانا کم پینا اس موضوع پر خطاب ہو گا۔ آپ نے متعلقہ موضوع پر ایک گھنٹہ خطاب فرمایا اور تھوڑا کھانا کھانے کے حق میں دلائل و واقعات بیان فرمائے اور دورانِ تقریر حاجی شریف احمد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جنہوں نے زیادہ کھایا ہے وہ پڑے ہوئے ہیں۔

سکھر اور دیگر کئی شہروں میں مسلسل کئی دن سے خطاب کیا تو ایک جلسہ میں ارشاد فرمایا: یہاں لوگ نبی علیہ السلام کو حاضر ناظر نہیں مانتے میں نے تو دیکھا ہے کہ آلو بھی حاضر و ناظر ہیں میں جس جگہ تقریر کرنے گیا ہوں صاحب جلسہ نے آلو ہی پکائے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ عجیب لوگ ہیں کہتے ہیں کہ شب برأت کا حلوہ شرک ہے حلوا شرک ہے حلوا شرک ہے پھر لہجہ بدل کر فرمایا اچھا یہ شرک ہے جسے ہم کھا جاتے ہیں۔

غلہ منڈی وزیرآباد میں دورانِ جلسہ ایک مولانا نے تقریر میں اپنی خوب تعریف کی کہ میں استاذ العلماء ہوں' خطیب اسلام ہوں' دنیا جانتی ہے کہ میں ایک بڑا مناظر ہوں' میں ملک بھر میں عظیم الشان جلسوں سے خطاب کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ پڑھنے کے بعد تقریر کے آغاز میں فرمایا کہ مجھ سے قبل ایک مولانا تقریر کر رہے تھے اور اپنے متعلق یہ باتیں کہی ہیں لیکن میں نے زندگی میں پہلی بار ان کو دیکھا ہے۔ مولانا شرمندگی کے مارے اپنا منہ چھپانے لگے اور لوگ لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔

جمعتہ المبارک کے موقع پر آپ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ عبدالرشید گجراتی مرحوم نعت خواں نے نعت پڑھی۔ ''اساں یا محمدؐ کہنا ایں' دکھ درد سہہ سہہ کے کملی دی چھاویں بہناں ایں۔'' اس نعت کا یہ فقرہ اساں یا محمدؐ کہنا ایں بار بار پڑھا اور نعت کے ہر شعر کے شروع میں کئی بار پڑھا۔ نعت کے اختتام پر آپ نے فرمایا کہ عبدالرشید کہتا ہے اساں یا محمدؐ کہنا ایں کون کہتا ہے کہ نہ کہیں یہاں پر تو یا محمدؐ کہنے والے بیٹھے ہیں۔ یہ اہل سنت کا اجتماع ہے یہ سب نبی علیہ السلام کے خادم و امتی ہیں تو ہمارے سامنے یا محمدؐ ہزار دفعہ کہہ لاکھ دفعہ کہہ پر ایک بار جا کے ان لوگوں کے منہ پر بھی کہہ جو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کے منکر ہیں۔

ایک جمعتہ المبارک کے موقع پر فرمایا کہ مسجد کا لاؤڈ اسپیکر خراب ہو گیا تھا ٹھیک کرایا پھر خراب ہو گیا دوبارہ پیسے دے کر ٹھیک کروایا ہے اور جس سے ٹھیک کروایا ہے اسے تم سب لوگ جانتے بھی ہو اور اس سے بجلی کا کام کرواتے ہو ان لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے حلال روزی کماؤ اور کھاؤ' کام صحیح کرو پھر اس روزی میں برکت ہوتی ہے۔ فرمایا اس نے وہ کام کیا ہے کہ ہمارے گاؤں کا ایک موچی تھا جو لوگوں کی جوتیاں مرمت کرتا تھا۔ گاہک جب جوتی لے کر چلا جاتا تو وہ بیٹے سے کہتا کہ ان جوتوں پر جو

چمڑا لگایا تھا وہ فلاں جگہ پڑا ہوا ہو گا جا کر لے آ۔ بیٹا جا کر چمڑا لے آتا وہ گاہک دوبارہ آتا پھر جوتوں کی مرمت کرتا تو اس کے جانے کے بعد پھر لڑکے سے کہتا کہ اب پہلے سے بیس گز آگے چمڑا پڑا ہو گا جا کر وہ لے آ اور وہ جاتا لے کر آ جاتا تم لوگ یوں نہ کیا کرو۔

دورانِ خطبہ جمعۃ المبارک فرمایا کہ آج میں کوئی وعظ سوچ کر نہیں آیا کیونکہ کل ہم چار آدمی بیٹھے تھے اور آدھ سیر خرمانیاں ہم چاروں نے کھائیں۔ سمجھ لو کہ میرے حصہ میں کتنی آئی ہوں گی یہی کوئی چار پانچ دانے۔ حلوا میں نہیں کھاتا' پراٹھا میں نہیں کھاتا' کوئی مرغن غذا مجھے نہیں پسند لے دے کے سوکھی روٹی اور پتلا شوربا پسند ہے تو میں خدا سے کہتا ہوں کہ یا اللہ! اگر مولوی بنایا تھا تو پیٹ بھی مولویوں جیسا دیتا اگر پیٹ نہیں دیا تو پھر ان جیسا بناتا جو کچھ نہیں کھاتے اور تیرا نام لے لے کر زندہ رہتے ہیں۔ فرمایا: ایک مولوی بہت زیادہ کھانا کھا گیا کہ سانس لینا دشوار ہو گیا۔ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے ڈاکٹر نے کہا کہ مولانا دوا پی لو۔ کہنے لگا کہ ڈاکٹر صاحب! دوائی کی گنجائش ہوتی تو میں اتنا اور کھانا نہ کھا لیتا۔

مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں والے آپ کو بڑا بھائی کہا کرتے تھے۔ ان کے ہاں جلسہ میں فرمایا کہ کچھ لوگ نبی علیہ السلام کا اتنا ادب و احترام کرتے ہیں جتنا مولانا ابوالنور محمد بشیر میرا کرتے ہیں۔

آپ کی تقریر سے قبل اگر کوئی مولانا دورانِ تقریر تکبر و ریا کا مظاہرہ کرتا یا کم علمی کی وجہ سے واقعات و حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کرتا تو آپ اپنی تقریر کے دوران اس کی خوب خبر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی مولانا نے کچھ اسی طرح کی حرکت کی۔ آپ نے اس کی تقریر کا خوب رد فرمایا اور مثال دیتے ہوئے لطیفہ سنایا کہ کسی شخص نے منطق کی چند کتب پڑھ لیں تو ہر وقت اس پر خوب ناز کرتا جو آدمی ملتا اسے کہتا منطق پڑھی ہے جواب ملتا نہیں پڑھی تو کہتا کہ تمہاری آدھی زندگی ضائع ہو گئی۔ ایک دوکاندار سے بحث

کرتے ہوئے بھی کہا کہ تم نے منطق نہیں پڑھی آدھی زندگی ضائع کر چکے ہو۔ حسن اتفاق سے دریا پار کرنے کے لئے کشتی میں مولانا سوار ہوئے اور ملاح سے پوچھا کہ منطق پڑھی ہے جواب ملا کہ نہیں کہا آدھی زندگی ضائع کر چکے ہو۔ جب کشتی دریا کے وسط میں پہنچی تو لہروں کی تیزی کی وجہ سے کشتی ڈوبنے لگی تو ملاح نے پوچھا مولانا! تیرنا آتا ہے تو جواب دیا کہ نہیں تو مولانا کو ملاح نے کہا کہ پھر آپ کی ساری زندگی ضائع ہو گئی ہے۔

جمعتہ المبارک کے روز آپ کی تقریر سے قبل کوئی نہ کوئی نعت خواں یا مولوی تقریر شروع کر دیتا تھا۔ کئی طمع نفسانی کے مارے غیر ذمہ دارانہ باتیں کرتے' نعت خواں الٹے سیدھے اشعار پڑھتے تھے۔ ایک روز ایک نعت خواں آپ کے زیرِ عتاب آ گیا۔ فرمایا کہ کوئی میری اجازت کے بغیر تقریر یا نعت نہ پڑھے یہ لوگ محرم میں میلاد اور ربیع الاول میں کربلا کا ذکر شروع کر دیتے ہیں ہنسنے کے موقع پر رلاتے اور رلانے کے موقع پر ہنساتے ہیں اور نعت خواں کو اگر روپے مل رہے ہوں تو پڑھتا ہے۔

کیسا عجیب وقت ہے کیسا عجیب سماں ہے
نور ہی نور ہے زمیں نور' نور ہے آسماں

اور اگر روپے نہ ملیں تو نعت خواں پڑھتے ہیں:

میرے کھلیں گے کب نصیب موت بھی آ گئی قریب

سادگی و بے نیازی:

سادگی اخلاق حسنہ کا ایک لازمی جزو ہے۔ نبی علیہ السلام کی پوری زندگی سادگی کا حسین مرقع ہے۔ آپ ﷺ کو دنیا کی ہر نعمت میسر آ سکتی تھی لیکن آپ نے سادگی کو اختیار فرمایا اور ساتھ امت کو بھی سادگی کی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

''سادہ زندگی گزارنا ایمان میں سے ہے۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر نظر ڈالیں تو آپ نے ہر معاملہ میں سادگی کو پیش نظر رکھا۔ کھانے میں سادگی' پینے میں سادگی' لباس میں سادگی' رہائش میں سادگی اور کلام میں سادگی۔

آپ کا اندازِ خطابت عام فہم اور سادہ ہوتا مشکل سے مشکل مسائل یعنی تصوف' وحدت الوجود جیسے مشکل موضوع کو اپنی عوامی تقاریر میں عام فہم سادہ مثالوں سے غبی سے غبی ذہن میں اتارنا آپ کا کمال تھا۔ عقائد' کلام' فلسفہ' فقہ' منطق جیسے موضوعات پر خطاب کرتے ہوئے اتنی سادہ مثالیں ارشاد فرماتے کہ عام سامع اور ان پڑھ شخص بھی عش عش کر اٹھتا۔ شعر و شاعری میں بھی آپ نے مشکل الفاظ کا سہارا نہیں لیا۔ مشکل بات کو آسان لفظوں میں بیان کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ پنجابی نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

حبیبی ہاشمی مدنی تہامی
غلام ادنٰی اوہدے رومیؒ تے جامیؒ
معین الدینؒ' فرید الدینؒ ولی سب
سمجھدے فخر نے اوہدی غلامی
کی دساں شان طیبہ دی گلی دی
ہے سجدہ گاہ ارادت ہر ولی دی
سنہری جالیاں دے مڈھ کھلو کے
فرشتے دیندے رہندے نے سلامی

آپ کی شان استغناء اور بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ ہر فقیر و امیر کے ساتھ یکساں سلوک کرتے۔ کبھی بھی امراء کے دروازے پر نہ گئے۔ شہر کے بڑے بڑے امراء آپ سے اس لئے نالاں رہتے تھے کہ آپ دوسرے علماء کی طرح ان کے محلات میں جا کر انہیں سلام نہیں کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں کئی پیروں نے پیری مریدی کو کاروبار

کی صورت دے رکھی تھی لیکن آپ نے زندگی بھر کسی مخصوص مکتب فکر کے نام پر اپنا نیلام نہ ہونے دیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے بڑی سے بڑی شخصیتوں اور لامحدود مالی منصوبوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ کچھ ابن الوقت لوگ جب آپ کو حکومت وقت سے تعاون کا مشورہ دیتے تو آپ مسکرا کر قلندرانہ انداز میں فرماتے کہ یہ ٹھیک ہے۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہ شہر قارون ہے لغت ہائے حجازی کا

لیکن میرے لئے یہ سادہ لباس اور حجرہ کی یہ چٹائی تخت سلیمانی سے بہتر ہے۔ مجھے یہاں جو سکون کی لازوال لذتیں حاصل ہیں وہ حکومت کے ایوانوں اور سرکاری درباری حاشیہ برداروں میں کہاں؟ اور پرسوز ترنم سے یہ شعر پڑھتے:

جو بچھ گیا ہو کوچہ دیوار یار میں
اس بوریئے پر تخت سلیمان نثار ہو

حاضر جوابی:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا حافظہ موقع محل کے مطابق برجستہ جملے بولنا، محفل میں سائل کا سوال سن کر جامع اور معقول جواب دینے کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ اس حاضر جوابی کی بنا پر آپ نے علمی مناظروں میں فتح ونصرت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ آپ کو درسی کتب کے متن اور حواشی تک یاد تھے لہٰذا کہیں بھی اگر کسی نے کوئی اعتراض کیا تو آپ مدلل جواب دیتے تھے۔ آپ کی حاضر جوابی کی کئی عمدہ مثالیں باب ششم میں علمی فضیلت اور مناظروں کے عنوانات کے تحت گذر چکی ہیں۔

ملتان کے ایک جلسہ میں کسی نے کاغذ پر لکھ کر بھیجا کہ آپ گورنمنٹ کے پٹھو ہیں جواب دیا کہ کوئی مرد کا پٹھو ہے، کوئی عورت کا پٹھو ہے، مرد کا پٹھو عورت کے پٹھو سے بہتر ہے۔ (نوٹ: آپ پر یہ اعتراض فی نفسہ غلط تھا لیکن آپ نے اس کا الزامی جواب

خوب دیا)

ایک جلسہ میں کسی نے سوال کیا کہ عورت کی حکمرانی کے خلاف قرآنی آیت بتائیں۔فرمایا: وزادہ بسطۃ فی العلم و الجسم (عورت میں ایک وصف ہے تو دوسرا نہیں)

جامعہ نظامیہ لاہور میں معراج کے موضوع پر خطاب کے دوران قبض زمان اور بسط زمان پر گفتگو کررہے تھے کسی نے چٹ بھیجی کہ کہاں لکھا ہے؟ آپ نے تفسیر کبیر کے علاوہ متعدد کتب کا حوالہ مع صفحات تک بتائے۔

سوال کیا گیا کہ شیخ کے بغیر بندہ ذکرالٰہی سے قربِ الٰہی حاصل کرسکتا ہے؟ فرمایا: دہی دودھ سے ہی بنتا ہے لیکن لسی کا ہونا ضروری ہے۔

راولپنڈی میں حیات النبی ﷺ پر اظہارِ خیال کے دوران سوال ہوا: انک میت وانھم میتون سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اب بھی میت ہیں۔فرمایا کہ یہ قضیہ مطلقہ نہیں سائل کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قرآن مجید نے ہماری موت اور حضور ﷺ کے وصال کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ایک آن کے لئے آپ ﷺ کا انتقال ہوا تھا اب بھی پہلے کی طرح زندہ ہیں۔

دورانِ تقریر کسی نے چٹ بھیجی اگر حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو پھر معراج کیوں کرائی گئی؟ فرمایا: الزامی جواب یہ ہے کہ رب حاضر ناظر ہے پھر اس نے آپ ﷺ کو شب معراج اپنے پاس کیوں بلایا؟ فرمایا: دراصل اعتراض یہ بنتا ہے کہ جب حضور ﷺ مکہ میں تھے تو بیت المقدس میں نہ تھے' جب بیت المقدس میں تھے تو آسمانوں پر نہ تھے' جب آسمانوں پر تھے تو زمین پر نہ تھے گویا آپ حاضر و ناظر نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج کی کرنیں ہر وقت اطرافِ عالم میں پھیلی ہوتی ہیں جب سورج طلوع ہوتا ہے تو مشرق میں ہوتا ہے مغرب میں نہیں جب دوپہر ہوتی ہے تو سورج سر پر ہوتا ہے نہ مشرق میں نہ مغرب میں اور جب غروب ہوتا ہے تو مغرب میں ہوتا ہے نہ کہ مشرق میں حالانکہ

سورج ایک جگہ ہو کر سارے عالم کو منور کر رہا ہے۔ اس طرح آفتابِ نبوت بھی پوری کائنات کو منور فرما رہے ہیں۔ فہم رکھنے والے اس بات کو سمجھتے ہیں' قرآن مجید کے اندر حاضر و ناظر کے لئے جو الفاظ خدا کے لئے آئے ہیں وہی حضور ﷺ کے لئے آئے ہیں۔ اللہ کا حاضر و ناظر ہونا اور ہے نبی علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا اور ہے۔ حاضر کا الٹ غائب ہے ناظر آنکھ کی پتلی سے دیکھنے کو کہتے ہیں۔ اللہ ان دونوں سے پاک ہے حالانکہ شاہد' شہید' مشہود' سمیع و بصیر سب الفاظ قرآن مجید کے اندر اللہ اور رسول اللہ ﷺ دونوں کے لئے موجود ہیں۔

بشر ہونے کے باوجود سرکارِ دوعالم ﷺ کا سایہ کیوں نہیں؟ اس سوال پر فرمایا کئی جواب ہیں عام فہم جواب یہ ہے کہ بلب کا سایہ نہیں حالانکہ یہ بھی ایک چیز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر نور ہے جو اس پر غالب ہے۔ اس نے اس کا سایہ ختم کر دیا ہے اسی طرح سرکارِ دوعالم ﷺ کی حقیقت نور ہے لباس بشری ہے بشر کا سایہ ہوتا ہے لیکن اس حقیقت نور نے لباسِ بشریت کے سائے کو ختم کر دیا ہے۔

آپ پر سوال ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے آگ کی شکل میں رب کو دیکھا اور آگ سے آواز آئی کہ میں تیرا رب ہوں پھر کوہِ طور پر جب تشریف لے گئے تو کیوں حکم ہوا لن ترانی تو نہیں دیکھ سکتا؟ فرمایا: ایک مثل کا دیکھنا اور تشبیہ میں دیکھنا ایک تنزیہہ میں دیکھنا اور لیس کمثلہٖ کا دیکھنا ہے یہاں لن ترانی میں نفی لیس کمثلہٖ کی ہے۔

اندازِ خطابت:

لا ریب وہ نقیب تھا ذکر حضور کا
چرچا جہاں میں کیوں نہ ہو عبدالغفور کا

ایسا خطیب جس پہ خطابت کو ناز تھا
وہ پیکر حسین تھا فکر و شعور کا

(محمد علی ظہوری قصوری)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا۔ ان تمام خوبیوں میں سے ایک نمایاں خوبی جو آپ کی تمام خوبیوں پر غالب و حاوی تھی وہ آپ کا طرزِ کلام یعنی فن تقریر تھا۔ آپ کو جو شہرت ملی اس میں زیادہ تر حصہ آپ کی خطابت کا ہے۔ آپ کا اندازِ فکر منفرد و یکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں ایسی قوتیں عطا کی تھیں کہ جس کی سحر کاریوں نے اس عہد کے دانشوروں اور علماء پر آپ کو غالب کر دیا۔ آپ کی آواز میں بلا کا درد، سوز اور کیف تھا۔ درد و سوز سے بھری آواز سے جب آپ تقریر کرتے ہیبت جلال الٰہی اور گرجدار لب و لہجہ سے بدمذہبوں پر برستے تو مخالفین کو آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوتی۔

شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

آپ خطاب کے دوران پوری طرح سے سامعین پر چھا جاتے۔ ہر طرف سناٹا چھا جاتا تھا۔ ہزاروں لاکھوں لوگ ہمہ تن ہو کر آپ کی تقریر سنتے۔ حدِ نظر تک پھیلے ہوئے اجتماع میں سینکڑوں علماء بھی کھڑے ہو کر آپ کا وعظ سنا کرتے تھے۔ آپ کی خطابت کا طمطراق دیکھتے ہوئے مولانا ظفر علی خاں بے ساختہ پکار اٹھے:

چشمہ ابل رہا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ تقریر کرتے ہوئے ایک شعر کو موضوعِ سخن بنا لیتے تھے پھر پوری تقریر اس ایک شعر کے گرد گھومتی۔ آپ بار بار اس شعر کو پڑھتے، ترنم و خوش الحانی سے پڑھتے کہ عقل محوِ حیرت رہ جاتی۔

وہ تیرا حسن خطابت وہ تیرا طرزِ کلام
اب نہیں ملتی زمانے میں کوئی ایسی مثال

آپ فرمایا کرتے تھے کہ شعر کی تکرار میرے اندر چشتیت کا فیضان ہے یہی میرا سرمایہ عمل اور یہی میرے لئے باعث نجات ہوگا۔

ایک اور موقع پر اس شعری تکرار کے بارے میں فرمایا کہ ہر عالم کسی نہ کسی قرآنی سورت کی تفسیر ہے اور میں قرآن کی سورۂ رحمٰن کی تفسیر ہوں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان پر جب بلحاظِ عدد غور کیا گیا تو معلوم ہوا۔

"تفسیر سورت الرحمٰن"

۱۷۱۴

"محمد عبدالغفور ہزاروی"

۱۷۱۴

آج میدانِ خطابت میں قحط الرجال کا عالم ہے مگر پھر بھی ہر خطیب کو شہنشاہ خطابت، شہبازِ خطابت، خطیب پاکستان کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ اور اس جیسے دیگر فقرے ابوالکلام، شعلہ بیاں، جادو بیاں، سحر اللسان، ملک سخن کے بادشاہ جیسے القاب میدانِ خطابت میں آپ پر صادق آتے ہیں۔ قدرت نے آپ کی زبان میں جو حلاوت اور گفتگو میں چاشنی رکھی تھی اسے قلم بند نہیں کیا جا سکتا۔ سننے والے آپ کے اندازِ بیان پر فریفتہ تھے۔ آپ کی تقریر کا ہر لفظ آپ کے دل کی گہرائیوں سے نکل کر سامعین کے دلوں پر نقش ہو جاتا تھا۔ ذیل میں آپ کی تقاریر کے چند واقعات سپردِ قلم ہیں۔

۱۔ ہری پور ہزارہ شہر میں آپ نے دورانِ خطاب الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر بیان فرمائی۔ حمد سے توحید رسالت کا ذکر فرما رہے تھے کلمہ طیبہ کے دونوں حصے لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ بار بار پڑھتے ہوئے حمد، حامد، محمد کے معنی بیان کئے۔ حامد حمد

کرنے والا اور محمد وہ جس کی حمد کی جائے تو صاف ظاہر ہوا جب اللہ حضور ﷺ کی تعریف یا حمد بیان کرتا ہے تو رب حامد حضور ﷺ محمد ہوئے اور جب حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں تو حضور ﷺ حامد ہوئے اور رب محمد ہوا۔ تقریر عروج پر تھی لوگ دیوانہ وار نعرے بلند کر رہے تھے کہ وہاں کے ایک حکیم فرید الدین نے کسی شخص کے ہاتھ کلمہ طیبہ (جو آپ تقریر کے دوران بار بار پڑھ رہے تھے) سے متعلق ایک سوال لکھ کر بھیجا کہ اس کلمہ کی ترکیب میں شک پایا جاتا ہے۔ پہلے آپ نے علمی جواب دیا اس کے ذہن میں موجود نحوی شک کو دور کیا پھر فرمایا: بتاؤ جو اس طرح کلمہ طیبہ میں شک کرے وہ کون ہے؟ سب لوگوں نے بلند آواز سے کہا کہ کافر۔ آپ نے دو تین بار پوچھا ہر بار لوگوں کی طرف سے یہی جواب ملا کہ کافر کافر۔ حسن اتفاق سے جلسہ میں انتظامیہ کے افسران اسسٹنٹ کمشنر وغیرہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس حکیم نے آپ پر ہری پور کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا کہ انہوں نے مجھے کافر کہا ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر آباد میں اس حکیم فرید الدین پر مقدمہ درج کروایا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی تاریخ پر ہری پور تشریف لے گئے تو عدالت نے یہ مقدمہ خارج کر دیا کیونکہ حضرت نے فرمایا میں نے تو اپنی زبان سے ایک بار بھی اس کو کافر نہیں کہا یہ تو سب لوگ کہہ رہے تھے۔ جج اور اے سی خود گواہ تھے کہ ہم وہاں موجود تھے اس پر عدالت کے اندر حکیم فرید الدین نے معذرت اور توبہ کر لی اور ساتھ استدعا کی کہ وزیر آباد سے میرے خلاف مقدمہ واپس لیا جائے۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ راہ راست پر آ گیا ہے تو مقدمہ واپس لے لیا۔

۲۔ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے سالانہ جلسہ پر آپ نے اپنے مخصوص انداز میں تقریر شروع کی۔ حضرت مولانا ابو النور محمد صادق چشتی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۶۱ء) والد ماجد ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی بصیر پور جو بہت سخت علیل تھے نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

کی آواز سن کر فرمایا کہ مجھے جلسہ گاہ میں لے چلو۔ چنانچہ دو آدمی کندھوں پر آپ کو جلسہ گاہ میں لائے اور تین فٹ اونچے اسٹیج پر بٹھا دیا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مخصوص مہک سے محظوظ ہو کر آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی جس کا اثر پوری تقریر کے دوران جاری رہا۔

۳۔ حضرت پیر محمد سلیم نقشبندی فیصل آبادی نے عرس حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر دورانِ تقریر، حضرت مولانا محمد صدیق سالک سیالکوٹ نے راقم کو قلمی صورت میں اور قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا کہ حضرت غوث العالمین شیخ بہاؤ الدین محمد زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر مزار مبارک کے سامنے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرما رہے تھے حد نگاہ تک لوگوں کا ہجوم تھا۔ حضرت شیخ القرآن فرماتے کہ تقریر میں وہ کیف و سرور نہ تھا جو اکثر ہوتا تھا۔ اچانک میں دیکھتا ہوں کہ ایک کونے میں مجھے حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے نظر آئے میں سمجھ گیا کہ اشارہ یہ ہے کہ میری رباعی پڑھو چنانچہ میں نے آپ کی یہ رباعی پڑھی۔

چوں یار آمد ز خلوت خانہ بیرون

ھمہ نقش دروں بیرون برآمد

ز دریا موج گونا گوں برآمد

ز بے رنگی برنگ چوں برآمد

جب آپ نے پہلے شعر کا تکرار کیا تو صوفیاء پر وجد طاری ہو گیا۔ مولانا پیر محمد سلیم نقشبندی بیان کرتے ہیں (میرے متعلق حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرما رکھا تھا

کہ ان کو کشف عیانی ہوگا یعنی مراقب کو یوں نظر آئے کہ صاحب قبر شق قبر کے بعد باہر آ گئے ہیں یا صاحب قبر کی روح متشکل ہو کر مراقبہ کرنے والے کو نظر آئے) کہ اچانک میں دیکھتا ہوں کہ درگاہ عالیہ سے تین نورانی ہستیاں نکل کر مجمع کو چیرتی ہوئی اسٹیج پر جلوہ افروز ہوگئی ہیں یعنی غوث العالمین حضرت بہاؤ الدین محمد زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ' آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پوتے حضرت شیخ ابوالفتح رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ۔ پوری مجلس میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تکرار شعر سے

چوں یار آمد ز خلوت خانہ بیرون

ھمہ نقش دروں بیرون برآمد

صوفیاء کرام وجد میں ہیں' کوئی رقص کناں ہے تو کوئی غلبہ وجد سے ٹکریں مار رہا ہے۔ ایک عجیب کیف تھا کئی لوگوں نے اپنے سر زخمی کر لئے جب تک حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تقریر کرتے رہے بزرگ ہستیاں موجود ہیں اختتامِ تقریر پر نظروں سے اوجھل ہوگئیں۔

۴۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے خود ارشاد فرمایا کہ میری تقریر کے دوران حالت وجد و کیف میں تین آدمیوں کی روح پرواز کر گئی تھی۔ ایک شخص قیامِ بریلی کے دوران جب آپ وہاں درس و تدریس اور شہر میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ دوسرا شخص قیامِ پاکستان سے قبل مرکزی جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں جس کا ذکر باب چہارم میں گزر چکا ہے اور تیسرا شخص ایک نوجوان لڑکا تھا۔ کسی کالج کا طالب علم تھا۔ انوارالعلوم ملتان کے سالانہ جلسہ میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دن کے وقت خطاب فرمایا۔ آپ کے ایک شعر پر اسے وجد ہوگیا۔ پوری تقریر کے دوران وہ حالت وجد میں رہا۔ نشست اختتام کو پہنچی آپ فرماتے وہ لڑکا وہیں بیٹھا روتا رہا۔ رات کو جب دوسری نشست میں حضرت غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ اسٹیج پر

تشریف لائے تو اس نے آپ کو دیکھ کر چیخیں مارنی شروع کر دیں اور بار بار وہی شعر پڑھنے لگا۔ آپ نے دوبارہ تقریر میں اسی شعر کو مرکزی خیال بنایا اس سے لڑکے کی کیفیت عجیب سے عجیب تر ہوتی گئی وہ کافی دیر تک اسی حالت وجد میں زار و قطار روتا رہا پھر اپنی جان سپردِ خدا کر دی۔

۵۔ ۱۹۶۳ء کی بات ہے وزیر آباد اور گجرات کے درمیان موضع کٹھالہ کے صوفی عنایت اللہ ۲۹ شعبان جمعۃ المبارک کے روز جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے دوران حالت وجد میں بے خود ہو گئے تھے۔ تقریر کا موضوع معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر جانا اور نبی علیہ السلام کا لامکاں کی طرف سفر فرمانا دونوں موضوع زیر بحث تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا ادھر نبی علیہ السلام نعلین مبارک سمیت عرشِ اعظم پر جلوہ افروز ہو رہے ہیں۔ صوفی عنایت اللہ زار و قطار آنسو بہاتے رہے چیخ و پکار سے مسجد کے اندر کہرام برپا تھا۔

تقریر کے اختتام پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی عنایت اللہ کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔ صوفی عنایت اللہ کے بیٹے صوفی محمد رضا نے راقم کو بتایا کہ اس وقت میرے والد نے مجھ سے کہا کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا اس طرح دیکھنا کسی حکمت سے خالی نہیں شاید مجھے الوداع کیا جا رہا ہے۔

صوفی محمد رضا کے بقول میں اپنے والد کو گھر لے گیا تین دن یہی کیفیت رہی گھر میں بھی روتے رہے اور جسم رقص کرتا رہا حتیٰ کہ ۳ رمضان المبارک پیر کے روز صبح روح پرواز کر گئی۔ میں اطلاع دینے کے لئے مسجد غوثیہ کے مرکزی دروازہ سے اندر داخل ہوا تو سامنے کمرہ کے دروازے پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے میرے عرض کرنے سے پہلے مجھے فرمایا کہ صوفی عنایت اللہ کو الوداع کہنے آئے ہو یعنی وہ دنیا سے چلا گیا ہے۔ حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز عصر کے قریب موضع

کٹھالہ میں صوفی بابا عنایت اللہ کی نمازِ جنازہ بحکم حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پڑھائی۔

۶۔ جامعہ صدیقیہ گکھڑ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر آپ نے خطاب فرمایا تقریر کا مرکزی شعر یہ تھا:

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

اپنے مخصوص منفرد لہجہ میں یہ شعر دلکش انداز میں بار بار پڑھتے اور ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے جب تقریر عروج پر پہنچی تو یہ شعر پڑھا:

ہوئی انوار کی بارش قدم رکھا محمد نے

زمین کو چومنے عرشِ معلیٰ بار بار آیا

پھر کیا تھا مسجد کے در و دیوار جھومنے لگے۔ ایک عجیب وجد آفرین روح پرور اور ایمان افروز سماں تھا۔ شعر کا تکرار جاری رہا اور فرماتے میں بھی بار بار پڑھوں گا:

زمین کو چومنے عرشِ معلیٰ بار بار آیا

ولادت کے موقع پر رونما ہونے والے واقعات بیان کرتے اور یہ مصرعہ زبان پر جاری رہا۔ اپنے بیان کا حق ادا کر رہے تھے حقیقتاً ہر بینا آنکھ اور ہر حساس دل یہ محسوس کر رہا تھا کہ واقعی انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے اور آپ شعر کی داد فضاؤں سے وصول کر رہے تھے۔ صبح کے وقت یہ شعر شہر کے کوچہ و بازار میں گونج رہا تھا۔ یہ کمال تاثیر اور آپ کے سحر بیانی کی معراج تھی۔ اس میں مبالغہ ہرگز نہیں ہے یہ تقریر کیسٹ کی صورت میں موجود ہے آج بھی عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب سنتے ہیں پکار اٹھتے ہیں:

چشمہ ابل رہا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا

۷۔ ۱۳ اپریل ۱۹۶۲ء جمعۃ المبارک کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ جب بندہ کے دل میں محبت، عشق اور تڑپ پیدا ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرما دیتا ہے۔

شیطان انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ مرد عورتوں کے مقابلہ میں قوی الاعتقاد ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود کسی پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ جب منزل کو پانا ہے تو اعتقاد رکھنا ہوگا۔ کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہوگا جب انسان کسی کا ہو جاتا ہے تو پھر رب فضل فرماتا ہے۔ جب دل میں عشق پیدا ہو جائے تو پھر سب کام بن جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ گلزار بن گئی۔

نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق
وار کو دلدار کر دیتا ہے عشق

عشق کے ساتھ جب کسی بندہ خدا سے تعلق پیدا کرے گا تو پھر

حج کعبہ کے لئے راہِ شرع دور دراز
منزلِ عشق کا بس ایک قدم کافی ہے
حق پرستی کے لئے روئے صنم کافی ہے
کفر و ایماں کے لئے زلف کا خم کافی ہے

فرمایا کہ میں ملتان کے قریب ایک گاؤں میں تقریر کر رہا تھ جب یہ شعر پڑھا کہ ''منزلِ عشق کا بس ایک قدم کافی ہے'' تو ایک صوفی کو وجد ہو گیا میرے گرد رقص کرتا گیا اور نوٹ پھینکنے لگا۔ دس بارہ سال بعد میری اور اس کی وہیں ملاقات ہوئی تو کہنے لگا:

منزلِ عشق کا بس ایک قدم کافی ہے

۸۔ آپ حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسوں سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔ ابتدائی دور میں حزب الاحناف کے جلسوں کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ برصغیر پاک وہند کے جید علماء و مقررین تشریف لایا کرتے تھے۔ حزب الاحناف لاہور کے ماہنامہ مجلہ رضوان اگست ۱۹۷۵ء کے ایڈیشن میں علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان علماء کرام کا ذکر کیا ہے جو ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء تک سالانہ جلسوں میں شرکت کرتے رہے ان میں حضرت شیخ

القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم شامل تھے۔ صاحبزادہ مولانا محمد اقبال احمد فاروقی نے بتایا کہ انہی ایام کی بات ہے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا مرکزی خطاب ہوا کرتا تھا۔ ایک بار حضرت شیخ الحدیث مولانا سیّد ابوالبرکات احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ دارالعلوم کے اخراجات زیادہ ہو چکے ہیں ہمیں آج جلسہ کے موقع پر مدرسہ کے لئے چندہ جمع کر کے دیں۔ آپ کی تقریر شروع ہوئی تو قرآنی آیت کا ترجمہ وتشریح کے بعد جب آپ نے ذیل کے شعر کا ایک مصرعہ پڑھا:

نسیما جانب بطحا گذر کن

بار بار اسی ایک مصرعہ کو پڑھتے رہے کہ علماء وعوام کیف ومستی میں کھو گئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ہر طرف کیف وسرور کی بہاریں محو رقص ہیں تو اچانک رک گئے اور فرمایا کہ آج سیّد صاحب نے کہا ہے کہ دارالعلوم کے لئے چندہ جمع کرنا ہے میں نے پوچھا کہ سال بھر کا کتنا خرچہ ہے تو بتایا کہ ایک ہزار روپیہ۔ میں شعر کا دوسرا مصرعہ تب پڑھوں گا کہ پہلے سب مل کر چندہ جمع کریں جب ہزار روپیہ پورا ہو گا تو تقریر کروں گا۔ اتنے میں ایک عمر رسیدہ شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ میں اکیلا ہزار روپیہ دیتا ہوں آپ شعر کا دوسرا مصرعہ پڑھیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بابا مجھے جنتی لگتا ہے اس اکیلے نے ہزار دے دیا ہے میں نے کہا تھا کہ سب مل کر ہزار دو۔ اب سارے لوگ پیسے دیں چنانچہ لوگوں نے نوٹ پھینکنے شروع کر دیئے اور آپ نے اسی کیف وذوق میں دوبارہ شعر پڑھا:

نسیما جانب بطحا گذر کن

زا حوالم محمد را خبر کن

۹۔ قبلہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حزب الاحناف کا جلسہ تھا دن کی نشست میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف پر تقریر کی۔ کسی مسئلہ پر علماء کرام کے اندر ابہام پیدا ہوگیا کہ علامہ ہزاروی صاحب نے یہ مسئلہ یوں بیان کیا ہے۔ مغرب کے بعد علماء کرام جن میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے گفتگو کر رہے تھے کہ یہ بات مولانا ہزاروی صاحب سے دریافت کی جائے۔ گفتگو جاری تھی کہ حضرت شیخ القرآن اسی کمرے میں داخل ہوئے تو سب خاموش ہو گئے۔ آپ نے خاموشی کی وجہ دریافت کی مگر کوئی نہ بولا حتیٰ کہ ایک ایک کر کے علماء محفل سے اٹھ کر چلے گئے۔ بعد میں جب آپ کو مسئلہ کا بتایا گیا تو رات کو دورانِ تقریر آپ نے اسی موضوع پر ایسی شرح وبسط سے تقریر کی کہ اسٹیج پر بیٹھے علماء کرام کے چہرے فرحت ومسرت سے کھل اٹھے۔

۱۰۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ کبھی تو آپ تقریر کے آغاز میں خوب تمہید بیان کرتے اور کبھی وہاں ماحول کی کسی بات کو سامنے رکھ کر اس طرح تقریر شروع کرتے کہ ابتدائی جملوں سے ہی نعرے بلند ہونے لگتے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب پہلے سالانہ جلسہ سے خطاب فرمانے لگے تو یوں آغاز کیا کہ میں جامعہ رضویہ کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا تو خیال آیا کہ غازی فضل احمد، فضل کریم صاحبزادگان عمر میں ابھی چھوٹے ہیں اتنے بڑے مرکز کا نظام کس طرح چلے گا؟ میں سوچ ہی رہا تھا کہ جلسہ کے آغاز پر تلاوت کے بعد صاحبزادہ غازی فضل احمد نے منقبت پڑھی: ''خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوث

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا'' تو مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا۔ پھر کیا تھا کہ جلسہ گاہ کے ہر کونے و گوشے سے ایک ساتھ کئی نعرے بلند ہوئے۔

۱۱۔ حضرت امام علی الحق رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ کے سالانہ عرس مبارک پر آپ کا مرکزی خطاب ہوتا تھا۔ ایک بار عرس کے اشتہار پر مقرر کے نام کے سامنے موضوع لکھے گئے۔ آپ کے نام کے سامنے ''امداد اولیاء اللہ'' موضوع لکھا گیا۔ عرس کے موقع پر اسٹیج سیکرٹری نے جان بوجھ کر شرارت سے آپ کے خطاب کا اعلان کرتے ہوئے آپ کے موضوع کو بدل کر کہا کہ آج ''حیات اولیاء'' پر خطاب کریں گے۔ آپ کے ساتھ حاجی شریف احمد مرحوم بھی تھے۔ آپ نے تقریر کے لئے اٹھتے ہوئے حاجی شریف احمد مرحوم سے فرمایا کہ اسٹیج سیکرٹری کی شرارت ہے لیکن آج اس موضوع پر بھی خطاب لاثانی ہوگا۔ چنانچہ آپ نے بعد از وصال اولیاء کرام زندہ ہیں پر کئی قرآنی آیات سے دلیل پکڑی۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل للہ اموات بل احیاھم ولکن لا تشعرون

''جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل کئے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کو نہیں سمجھ سکتے۔''

لا نفی ہے اور موت نفی اثبات دونوں کے جمع سے اشارہ اثبات ملتا ہے کہ زندہ ہیں۔ بل اضافت کی اور احیاء زندہ یعنی یہ زندہ ہیں اللہ کے تمام کام پوری طرح ہم نہیں سمجھ سکتے وہ ہمارے خیال، وہم اور گمان سے بالاتر ہے۔ اجسامِ فلکی، سورج چاند ستارے سیارے رات دن انہیں ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں لیکن حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ موت و حیات کا سلسلہ بھی ایسے ہی ہے۔

تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی

''وہ مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرتا ہے۔''

مثلاً مرغی اور انڈہ کہ مرغی زندہ ہے اور انڈہ مردہ پیدا ہوتا ہے اور انڈہ مردہ ہے اس سے زندہ مرغی پیدا ہوتی ہے اس کے تمام کام ہم پر ظاہر ہیں خود پوشیدہ ہے۔

سجا کر اپنے ہنگاموں کی محفل چھپ گیا کوئی
بھری محفل ہے اور وہ رونق محفل نہیں ملتا

جس طرح ہمیں اس کے دوسرے کاموں کا پوری طرح پتہ نہیں چلتا اسی طرح اولیاء کرام کے بعد وصال زندگی کا پتہ نہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ یہ زندہ ہیں تمہیں اس کا شعور نہیں۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیا عند ربهم یرزقون

یہ لوگ زندہ ہیں خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

من النبین والصدیقین والشهداء والصالحین (القرآن الکریم ۱۶:۹۷)

نبی کے سوا باقی سب ولی ہیں۔

ومن عمل صلحا من ذکر او انثی وهو مومن فلنحیینه حیوة طیبة

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

فاولئك یدخلون الجنة یرزقون فیها بغیر حساب (القرآن الکریم ۴۰:۴۰)

نبی کے علاوہ شہید، صدیق اور صالحین ولی ہیں۔ اب قرآن فرماتا ہے:

من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ایک نیکی کے بدلے دس، پانچ نمازوں کے بدلے پچاس نمازوں کا ثواب تو ایک جان خدا کے سپرد کی تو بدلے میں دس جانیں ملیں گی۔ معلوم ہوا زندہ ہیں۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

لا فرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء الله لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار

مرقاۃ میں ملا قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری قبر سے آ کر فیض حاصل کریں گے۔ ہر روز آ کر قبر سے فیض حاصل کرتے۔ ایک روز قبر برف میں چھپ گئی کچھ پریشان ہوئے تو قبر سے آواز آئی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں:

بانگش آمد از خطیرہ شیخ حی
ھا انا ادعوك کَیۡ تسعی الی

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جو قبر میں زندہ ہیں قبر سے آواز دی کہ میں تمہیں پکارتا ہوں تم میری طرف آؤ۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صاحبزادہ سیّد خورشید احمد گیلانی بنے لکھا کہ حضرت مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا باقاعدہ درس دیا کرتے تھے۔ جس ذوق اور محویت سے مثنوی کے شعر پڑھتے اگر کبھی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ درس سننے کا اتفاق ہوتا تو یقیناً فرماتے اگرچہ مثنوی لکھی تو میں نے ہے لیکن سننے کا مزہ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے آتا ہے۔ جلسہ میں جب آپ نے مثنوی سے اس واقعہ کو بیان فرمایا اور حیات اولیاء اللہ پر دلائل پیش کئے تو بقول جگر مراد آبادی:

جگر راہِ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
جس منزل سے گزرا ہوں راہیں اب تک یاد کرتی ہیں

۱۲۔ 1960-61 میں شورش کاشمیری نے اپنے رسالہ چٹان میں علماء اہل سنت کے

خلاف لکھنا شروع کیا اس پر علماء اہل سنت کی طرف سے تحریری وتقریری طور پر اس کی باتوں کا جواب دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ قلمی میدان میں ملتان سے ماہنامہ ''طوفان'' میں سیّد امیر البیان سہروردی نے شورش کے خلاف متعدد نظموں میں اس کے غلط نظریات کا رد کیا۔ اہل سنت کے اکثر دینی رسائل نے اس مہم میں حصہ لیا۔ تقریری میدان میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصل آباد میں کئی ایک جلسے کروائے۔ ایک بڑا جلسہ موچی دروازہ لاہور میں ہوا جس سے حضرت صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہ' حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت محمد بخش مسلم لاہور رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب کیا۔ اس کے علاوہ جب مولانا محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ خطاب کرنے لگے تو شورش کے حامیوں نے شرارت کی اور بجلی بند کروا کر جلسہ کو درہم برہم کر دیا۔ اس موقع پر DSP لاہور شیخ ابرار احمد نے بھرپور معاونت کی اور جلسہ دوبارہ شروع ہوا لیکن شورش کاشمیری نے پھر اپنے رسالہ چٹان میں مزید زہر اگلا چنانچہ بیڈن روڈ لاہور پر ایک بڑے جلسہ کا اہتمام مولانا شمس الزماں قادری نے کیا جو چٹان کے دفتر کے قریب ہی منعقد ہوا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی اس جلسہ میں چٹان کے محاذ کے خلاف مرکزی آخری تقریر ہوئی۔ آپ نے تقریر کا آغاز انتہائی مناظرانہ انداز میں کیا۔ ''شورش وہ وقت یاد کرو جب میں گجرات میں پڑھاتا تھا تم وہاں ایک جلسہ میں شریک ہوئے' تم بھوکے تھے میں نے تمہیں کھانا کھلایا' تم نے میرے پاس رہنا شروع کر دیا تھا آج تم اہل سنت پر کیچڑ اچھالتے ہو اس وقت کی باتیں اگر سچی ہیں تو بیان کرو اگر جھوٹی ہیں تو تردید کرو۔ تم نے کہا ہے کہ میں علماء اہل سنت کو ننگا کروں گا اس پر آپ کی طبیعت جوش میں آ گئی اور فرمایا کہ تیرے اندر ہمت ہے تو میرے سامنے آؤ۔ آپ نے اس پر اپنی اچکن اتاری اور فرمایا کہ آ کر تو ہمیں ننگا کر کے دیکھ'' پھر تقریر کے دوسرے حصہ میں اس کے اعتراضات کا علمی وتحقیقی جواب دیا۔ بیڈن روڈ پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ آپ

کی تقریر سے لوگ بڑے محظوظ ہوئے اس کے بعد شورش کاشمیری نے اہل سنت کے خلاف لکھنا چھوڑ دیا۔

۱۳۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا ایک منفرد انداز یہ بھی تھا کہ جس طرح تقریر میں آپ ایک شعر کی تکرار کرتے تو لوگوں کو لطف محسوس ہوتا اسی طرح آپ نے کئی بار ایک ہی شہر میں چند دنوں میں مختلف جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے ایک ہی واقعہ کو مختلف صورتوں میں بیان کرتے تھے۔ فیصل آباد جامعہ رضویہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور نانبائی (خدمتگار باورچی) کا واقعہ بیان کیا جس پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ کر کے اپنے رنگ میں رنگ دیا وہاں موضوع تھا کہ شیخ کامل توجہ کرے تو دل کی کیفیت بدل دیتا ہے۔ اسی ہفتہ جھال خانوآنہ والا فیصل آباد میں اسی واقعہ کو نئے منفرد انداز سے بیان کیا وہاں موضوع تھا مرید شیخ کی خدمت کرے تو قسمت بدل جاتی ہے۔ وہ علماء جنہوں نے دونوں مقامات پر آپ کی تقریر کو سنا آج بھی اس وقت کی کیفیت و حال کو بیان کر کے سرور حاصل کرتے ہیں۔

۱۴۔ محرم الحرام کے دوران قیامِ پاکستان سے قبل آپ رضی اللہ عنہ فرمانے کے لئے بمبئی انڈیا تشریف لے جاتے وہاں مسلسل یکم محرم الحرام سے دس محرم الحرام تک آپ کی تقاریر ہوا کرتی تھیں۔ جب آپ واقعہ شہادت بیان کرتے تو لوگوں کی روتے روتے ہچکیاں بند جایا کرتی تھیں۔ آپ خود بھی آبدیدہ ہو جاتے۔ مسجد میں ہر طرف رونے اور چیخنے کی آوازیں آتی رہتیں۔ ایسا کہرام مچ جاتا کہ دیر تک مجمع بحال نہ ہوتا۔ آج بھی شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے موضوع پر آپ کی تقاریر جو کیسٹ کی صورت میں موجود ہیں سن کر سخت سے سخت دل والے بھی آنسو بہانا شروع کر دیتے ہیں۔

آپ ابوالحقائق تھے دقیق سے دقیق مسائل کو عام فہم مثالوں میں بیان کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ پنجابی زبان میں تقریر کرتے ہوئے ہزارہ کے ٹھیٹھ لہجہ میں انداز بدل

بدل کر جب مثالیں بیان کرتے تو محفل کا ذوق دوبالا ہو جاتا تھا۔ کند سے کند ذہن والا بھی آپ کی بات کو سمجھ جاتا تھا۔ پھر آپ کا انداز تھا کہ ایک بات کو بار بار بیان کرتے تاکہ اس بات کے اندر پنہاں ہر راز سے سب مطلع ہو جائیں۔ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے ایک ایک لفظ کے معانی بیان کرتے۔ آپ کی تقاریر جو دستیاب ہیں انہیں الگ کتابی صورت دی جا رہی ہیں یہاں آپ کی بیان کردہ چند عام فہم مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ فرمایا: دنیا و عاقبت کی سرخروئی حضور ﷺ کی اطاعت و غلامی میں ہے اور دنیا میں جس قدر بزرگ ہستیاں آئی ہیں ان کا ہاتھ کسی نہ کسی اللہ کے مقبول بندے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اللہ سے تعلق پیدا کرنا ہے تو کسی اللہ والے کے پاس بیٹھ اپنے آپ تم جو چاہو کرلو جتنی مرضی ریاضت اختیار کرلو وہ بات نہیں بنے گی جو اللہ والا بنائے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ دہی دودھ سے بنتا ہے مگر لسی ڈالنا پڑتی ہے۔

۲۔ محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پائندہ ہے رب کی تلاش کرو تم اس کی خواہش کرو گے دل میں اس کے لئے محبت پیدا کرو گے تو رحمت الٰہی جوش میں آئے گی جب ادھر درد پیدا ہو تو پھر رحمت الٰہی بھی ادھر سے ہو گی۔ دل میں درد ہو گا تو دوا خوب اثر کرے گی۔ جہاں درد ہوتا ہے وہاں دوا پہنچ جاتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ دوا حلق سے نیچے اترتی ہے تو خود بخود وہاں پہنچ جاتی ہے جہاں جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ اگر سر میں درد ہے تو دوا حلق سے نیچے جاتی ہے معدہ کے اندر لیکن اثر اوپر دماغ میں ہوتا ہے اور درد جاتا رہتا ہے تو جہاں بھی ہو گا رب کی جستجو کر وہ خود تیرے اوپر کرم کرے گا۔

۳۔ علم کی کئی اقسام ہیں لیکن بڑی قسمیں دو ہیں۔ علم ظاہر اور علم باطن۔ علم ظاہر کی مثال ایسے جیسے نالی کے ذریعے حوض میں پانی ڈالا جائے' نالی میں پانی ختم ہو جائے تو حوض سے بھی پانی ختم ہو جاتا ہے اس طرح کا پانی کھڑا رہے گا تو بدبو پیدا ہو گی سڑ جائے گا سوکھ جائے گا۔ اگر نالی سے پانی آتا رہے تو حوض میں بھی پانی رہے گا۔ علم ظاہر

کی حقیقت یہ ہے کہ اگر پڑھ کر پڑھاؤ گے تو یاد رہے گا ورنہ ختم ہو جائے گا۔ علم باطن کی مثال ایسے ہے جیسے آدمی گہرا کنواں کھودتا ہے نیچے سے پانی آتا ہے پانی صاف اور پاک ہو گا ختم نہیں ہو گا۔ چشمہ ابلتا رہتا ہے علم باطن پڑھنے پڑھانے سے نہیں آتا جو سینوں سے آتا اور ختم ہونے والا نہیں ہے۔

علم انوار است در جان رجال
نے ز راہ دفتر و نے قیل و قال

۴۔ کونوا مع الصادقین. اس آیت کریمہ کی تشریح میں فرمایا جو پنکھے کے نیچے بیٹھے اسے پنکھے کی ہوا آئے گی جو عطر والی دوکان پر بیٹھے گا اس کے کپڑوں سے عطر کی خوشبو آئے گی' جو بیت الخلاء کے پاس ہو گا اس سے بدبو آئے گی' جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا وہ صالح ہو جائے گا جس کے منہ سے اللہ و رسول ﷺ کا ذکر جاری رہے گا اس کی پھونک میں بھی خاصہ اثر ہو گا۔

۵۔ اللہ والوں کی شان یہ ہے ''بر لبش قفل است و در دل راز ہا'' لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں۔ جس کسی کو اللہ کے راز سکھائے جاتے ہیں اس کے بعد اس پر مہر لگ جاتی ہے اس کے ہونٹ سی دیئے جاتے ہیں اور وہ راز ظاہر نہیں کرتا جیسا دنیا میں جس کے پاس شاہی راز ہوں وہ ظاہر نہیں کرتا اگر کرے گا تو اس کی سزا موت ہوتی ہے تو پھر جس کے پاس احکم الحاکمین کے راز ہوں وہ کب بتائے گا؟

۶۔ فرمایا: جو لکڑی درخت سے کٹ جائے اس کو رسیوں سے باندھا جاتا ہے بازار میں بیچا جاتا ہے آگ میں جلائی جاتی ہے بس یہی حال اس بندے کا ہے جو دین مصطفیٰ ﷺ سے کٹ جائے ہر جگہ ذلیل ہوتا ہے' ہر جگہ نقصان اٹھاتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی بالآخر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

۷۔ وحدت الوجود پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: عرش ہے' لوح ہے' قلم ہے' رفرف

ہے' جنت ہے' زمین ہے' آسمان ہے' میزان ہے' پل صراط ہے' یہاں ہے سب جگہ ہے اصل ہے ہی یہی۔ فاینما تولوا فثم وجھہ اللہ مزید وضاحت یوں بیان کی کہ ایک بلب ہو اس کے گرد مختلف رنگوں کے شیشے لگا دو مثلاً سرخ' سبز' سیاہ' نیلا اب جس کے سامنے جو رنگ آئے گا وہ سمجھتا ہے کہ بلب اس رنگ کا ہے حالانکہ بلب بے رنگ ہے اور سب رنگ بلب کے ہیں۔

تجلّی تیری ذات کا سو بسو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

''اِک زمانہ معترف ہے آپ کی تقریر کا''

علماء و مشائخ کا اظہارِ حیرت:

۱۔ حضرت غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ:

''اندازِ بیاں فاضلانہ بھی تھا اور عاشقانہ بھی مجمع پر اس طرح چھا جاتے تھے کہ سامعین محو حیرت' ان کی تقریر ''ان من البیان لسحرا'' کا مصداق ہوتی تھی۔''

۲۔ حضرت مولانا تقدس علی خاں سندھ رحمۃ اللہ علیہ:

''عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی تقاریر سن کر لوگ وجد میں آجاتے تھے اور علماء یہ منظر دیکھ کر محو حیرت ہو جاتے۔''

۳۔ حضرت پیر میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی:

''عظیم محقق' فن خطابت کے شہنشاہ اور عاشق رسول تھے۔ آپ کی تقریر پرسوز اور پراثر ہوتی تھی۔۔''

۴۔ شاعر اسلام پروفیسر حفیظ احمد تائب رحمۃ اللہ علیہ:

''میری طرح ہزاروں لوگ حضرت کا خطاب سننے کے لئے ترستے رہتے تھے۔

سامعین کو ساتھ بہا کر لے جانے کے فن پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ نکتہ آفرینی میں لاثانی تھے اندازِ خطاب والہانہ اور عاشقانہ ہوتا جو سیدھا دل میں اترتا چلا جاتا۔"

۵۔ صاحبزادہ سیّد خورشید احمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

"بستانِ خطابت کے بلبل خوش نوا تھے سامعین کی حالت پر ماہی بے آب کا محاورہ سمجھ آتا تھا۔ مرغ بسمل کیا تڑپتا ہوگا جس طرح لوگ ان کے جلسوں میں پھڑکتے تھے۔"

۶۔ حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ:

"آپ کی فصاحت و بلاغت اور شہرہ آفاق خطابت کے نقوش آج تک علماء و محققین کے قلوب میں ثبت ہیں اللہ نے انہیں خطابت کا وہ ملکہ عطا کیا تھا کہ وہ علمی حقائق کو علماء میں اس طرح سمو دیتے تھے کہ علم الیقین، حق الیقین اور عین الیقین کے مراحل طے کرتے تھے۔"

۷۔ حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی مدظلہ العالی:

"جلسوں میں رونق افروز ہوتے تو علماء پکار اٹھتے کہ واقعی سلسلہ چشتیہ کا بدرِ تاباں طلوع ہوا ہے۔"

۸۔ حضرت صاحبزادہ پیر عتیق الرحمٰن میرپور مدظلہ العالی:

"میں آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کا خطاب سنا کرتا تھا آپ کے خطاب کو سننے علماء بھی آتے اور عوام بھی جوق در جوق آتے جس نے ایک بار آپ کا خطاب سن لیا مرتے دم تک اسے یاد کرتا ہے۔"

۹۔ حضرت مفتی غلام سرور قادری مدظلہ العالی:

"آپ کی تقریر کا اصل نقطہ نظر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا چنانچہ جو آپ کا مخالف

ہوتا وہ آپ کی تقریر سن کر قائل ہو جاتا۔''

۱۰۔ حضرت مفتی محمد خاں قادری مدظلہ العالی:

''آپ اسم محمد ﷺ آدھا آدھا گھنٹہ پڑھتے رہتے اور لوگ رقت آمیز مناظر میں خطاب سنتے رہتے تھے۔''

۱۱۔ حضرت مولانا خدا بخش اظہر رحمۃ اللہ علیہ ملتان:

''آپ کی زبان سے نکلنے والے ایک ایک لفظ کو علماء اپنی ڈائریوں میں محفوظ کرتے تھے۔''

۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی:

''کئی بار آپ کا خطاب سننے کا موقع ملا انداز سب سے انوکھا' منفرد اور مختلف تھا ایک شعر پر گھنٹوں خطاب کرتے اور محفل کے اندر اس قسم کا ذوق پیدا کر دیتے کہ لوگ جھومنے لگتے اور عجیب وغریب کیف سامعین پر چھا جاتا۔''

۱۳۔ استاذ العلماء حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ نظامیہ لاہور:

''علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہرین اساتذہ آپ کی برجستہ گفتگو سے کتب فنون کے مشکل مقامات کو حل کر لیا کرتے تھے اور عوام ادق سے ادق مسائل کو بدیہی انداز میں سمجھ پاتے۔''

۱۴۔ حضرت پیر سیّد محمد فاروق القادری مدظلہ العالی گڑھی اختیار خاں:

''درد بھری آواز کے آخری حدی خواں تھے' مجمع آہ وبکا کی تصویر بن جاتا تھا' وحدت الوجود' حقیقتِ انسان جیسے موضوعات میں ایسی چاشنی پرکاری اور کیف بھر دیتے کہ خواص تو اپنی جگہ عوام بھی آنسوؤں کی جھڑیوں سے گناہوں کے دفتر دھو کر محفل سے اٹھتے۔''

۱۵۔ حضرت پیر جسٹس محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ:

''خطابت کا دائرہ زندگی کے سارے گوشوں کو احاطہ کئے ہوئے تھا۔ جب عقائد و اخلاق پر اظہارِ خیال کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ دلائل و براہین کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے۔''

۱۶۔ حضرت پیر سیّد ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف کچھوچھوی مدظلہ العالی:

''میں نے حضرت کی دس تقاریر ایک شعر کی تشریح میں سنی ہیں ایک شعر پر اس قدر موشگافی کرنا کہ ہر تقریر دوسرے سے مختلف تھی ہر تقریر میں محبت رسول ﷺ میں سرشار ہو کر جھوم جھوم کر لطف اندوز ہوتے تھے۔''

۱۷۔ حضرت سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث لاہوری:

''صرف خطیب اعظم نہیں خطابت کے بادشاہ ہیں آج ڈھونڈنے سے بھی اقلیم وفضل کا ایسا بادشاہ نہیں ملتا۔''

۱۸۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر مدظلہ العالی:

''ہمیشہ لوگوں کے ایمان اور دلوں کو گرمانے کے لئے قرآن کریم سے دلائل پیش کرتے آپ کا استدلال کا طریقہ ایسا ہوتا کہ جو بھی آپ کی محفل میں بیٹھتا قائل ہو کر واپس جاتا بلاشبہ شیخ القرآن کا لقب زیب دیتا ہے۔''

۱۹۔ حضرت پیر غلام محی الدین صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نیریال شریف:

''کوئی ماں ایسا فرد کامل دنیائے اسلام کو عشق و مستی کا درد دینے والا نہیں جنے گی میرا بیٹا علاء الدین صدیقی آپ کی ذات سے فیضیاب تھا۔''

۲۰۔ حضرت علامہ مفتی مختار احمد درانی خانپور مدظلہ العالی:

''خطباء کی صفت میں سحر بیاں پر ذوق خطیب تھے ایک ہی شعر تحقیق ذوق کے انداز میں گھنٹوں خطاب فرماتے تھے۔ ہزاروں کا اجتماع وجد ذوق میں مسحور

ہو جاتا تھا۔ سامعین کی زبان پر فلک شگاف نعرے جاری رہتے تھے گویا آپ کو تصرف علی القلوب کا مقام حاصل تھا کشف القلوب بھی تھا کہ معترضین کے اندرونی اعتراضات پر مطلع ہو کر کشف شبہ فرماتے تھے۔''

۲۱۔ حضرت صاحبزادہ مولانا عبدالصبور مدظلہ العالی حسن ابدال:

''آپ خطابت اور علم و حکمت میں بے مثال مقام رکھتے تھے' یہ فیضان گولڑہ شریف تھا کہ آپ جس محفل میں ہوتے سب پر چھا جاتے آپ ایسے واعظ خوش بیان تھے کہ سننے والوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے ایسے مقرر فصیح اللسان تھے کہ الفاظ آپ کی غلامی میں ہاتھ باندھے موجود رہتے تھے۔ ایسے خطیب یکتا تھے کہ آپ کا فرمایا ہوا مستند مانا جاتا تھا ایسے عالم باکمال تھے کہ جب علم کے جواہر رولتے تو دانائی ان پر ناز کرتی۔ ایسے تصوف آشنا صوفی تھے کہ ان کی باتیں دلوں کی خلوتوں میں جاگزیں ہو جاتیں۔ ایسے شیخ طریقت تھے کہ ان کی بزم آرائی پہ زمانہ ناز کرتا تھا۔ ایسے واقف راز رموزِ شریعت تھے کہ ایک زمانے کو اسوۂ محمدیت میں رنگ دیا تھا۔''

۲۲۔ حضرت صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی لاہور:

''قادر الکلام خطیب' شعلہ بیاں مقرر اور معروف مفسر قرآن کہ اپنی تقریر سے سامعین پر جادو کر دیتے تھے' حدنگاہ تک پھیلے ہوئے عوام آپ کی پرزور خطابت کے سامنے ایک خاموش سمندر نظر آتے' معاندین پر تنقید کرتے تو انہیں مبہوت کر دیتے۔''

۲۳۔ مولانا عبدالحق غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ:

''سوز و گداز' علم و عرفان سے معمور خطبات سے ہزاروں سامعین کے دلوں کو گرماتے بے شک اہل سنت و جماعت میں عالمانہ' تصوف اور عشق و محبت

سے معمور خوش بیاں تقریر کرنے میں منفرد شخصیت کے مالک تھے' زور بیاں کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل مسائل ایسے عام فہم انداز سے بیان فرماتے کہ آپ کی ہر بات ہر شخص کے دل میں اتر جاتی۔"

۲۴۔ حضرت مولانا شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی کراچی:

"گلستانِ مہریہ گولڑہ شریف میں بلبل کی طرح چہچہاتے رہے' اپنی رنگینی بیان سے مہر و محبت کا رنگ بھرتے رہے اپنی علمی وسعتوں سے سامعین کو متحیر کرتے رہے۔ لاکھوں کے یہ اجتماعات جن میں براعظم پاک و ہند کے ہر رنگ و نسل اور زبان و وطن کے افراد شامل ہوتے آپ کے خطاب کو پسند کرتے اور اپنی استطاعت کے مطابق فیض پاتے۔ اہل علم کی کثیر تعداد محفل میں موجود ہوتی۔ آپ کے عالمانہ اور عارفانہ تقریر سے اثر پذیر ہوتی اور جھوم جھوم جاتی۔ راقم الحروف نے عرس کی انہی محافل میں حضرت پیر سیّد غلام محی الدین شاہ قدس سرہٗ کو اشکبار دیکھا۔"

۲۵۔ مولانا علامہ احسان الٰہی ظہیر (سابق سیکرٹری جمعیت اہل حدیث پاکستان):

"فلسفیانہ اور صوفیانہ مضمون کو خوبصورت لہجہ میں بڑی دلچسپی کے ساتھ بیان کرتے اور تشبیہات و استعارات سے مزین کر کے اس میں مزید نکھار پیدا کرتے۔"

ایسا خطیب اب کوئی نہیں ہے آپ کے وصال پر مخالفین نے ریل بازار چوک میں ایک بڑا بورڈ آویزاں کیا ہوا تھا جس پر لکھا تھا کہ مرنے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں۔ بقول حافظ پیر مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ:

"اب احناف میں ایسا مجاہد کوئی نہیں رہا کیونکہ سنیوں کے غازی نے ابدی نیند اختیار کر لی ہے' خطابت سوگوار ہے کہ فصاحت مر گئی ہے' عشق نوحہ خواں

ہے کہ زمزمہ خواں نہ رہا، اے عشق! آ باہم مل کر روئیں تیرا میرا انیس جاتا رہا۔"

حکمت و عرفان کا سورج وہ دور افق پہ ڈوب گیا
کتنی صدیوں تک اب لوگ سحر کو ترسیں گے

تقریر کی خصوصیات

حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پر اثر خطبات کا تذکرہ پڑھ کر خود بخود ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ ان حیران کن اثرات کی وجوہات کیا تھیں؟ آخر وہ کونسی خصوصیات تھیں جن کی بناء پر حضرت شیخ القرآن کی تقریر اتنی مؤثر اور مشہور و معروف تھی کہ اسے سننے کے لئے لوگ قرب و جوار اور دور دراز سے نہ صرف دوڑے چلے آتے تھے بلکہ عرصۂ دراز سے خطاب کی لذت و شیرینی کو یاد کر رہے ہیں۔ آیئے ان تمام خصوصیات کا تو نہیں البتہ چند کا مطالعہ زیرِ نظر سطور میں فرمائیں۔

۱۔ درود شریف کی کثرت

آپ کی تقریر کا آغاز خطبہ اور حمد و ثنا کے بعد کثرت سے درود شریف کے ساتھ ہوتا تھا۔ خود بھی والہانہ انداز سے درود شریف پڑھتے اور سامعین کو بھی درود شریف پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ جمعۃ المبارک کے دن چونکہ درود شریف پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت احادیث پاک میں بیان کی گئی ہے اس لئے جمعہ کے دن خطاب سے قبل بلند آواز سے کافی دیر تک درود شریف پڑھتے اور پڑھواتے۔

۲۔ عام فہم تقریر

آپ کی تقریر کی یہ خوبی بھی بڑی حیران کن ہے کہ آپ کی تقریر عام فہم ہوتی۔ سامعین میں موجود اہل علم کے ساتھ ساتھ کم علم لوگ یہاں تک کہ ان پڑھ دیہاتی بھی

آپ کی بات سمجھ لیتے یہ بات مقررین حضرات بخوبی سمجھ سکیں گے کہ دورانِ تقریر پڑھے لکھے اور ان پڑھ افراد دونوں کے ساتھ لے کر چلنا کس قدر دشوار ہے لیکن حضرت شیخ القرآن اس منزل کو نہایت آسانی سے پار کر لیتے تھے۔ آپ نہایت دقیق مسائل کو انتہائی عام فہم انداز میں بیان کرتے۔ یہاں تک کہ وحدت الوجود کے مسئلے کو نہایت آسان مثالوں سے واضح کر دیتے۔

۳۔عقائد اہل سنت کا بیان

نجاتِ آخرت درست عقائد پر موقوف ہے اسی لیے آپ فرماتے تھے کوئی خواہ کتنا ہی متقی و پرہیزگار، صالح، شب بیدار ہو اگر اس کا عقیدہ درست نہیں تو اس کی عبادتیں اس کے کام نہ آئیں گی۔ اسی لیے عقائد کی اصلاح کو اپنی اولین ترجیح قرار دیتے ہوئے آپ عقائدِ اہل سنت کو ہی اپنا موضوع بناتے تھے اسی حوالے سے آپ کا ایک ارشاد آج کے خطباء و مقررین کے لیے لائقِ تقلید ہے۔ فرماتے ''رمضان المبارک میں بہت سے لوگ ایسے آتے ہیں جو سال بھر مساجد کی طرف رخ نہیں کرتے لہٰذا ضروری ہے کہ انہیں باطل عقائد سے آگاہ کر دیا جائے۔'' اپنے قول کے مطابق حضرت شیخ القرآن رمضان المبارک میں خصوصی طور پر عقائد اہل سنت اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر بیان فرماتے اور مخالفین اہل سنت کے باطل عقائد و نظریات کا ساتھ ہی ردّ کرتے چلے جاتے۔

۴۔اندازِ بیان کی خوبی

آپ کی آواز میں بلا کا سوز، درد اور کیف تھا۔ درد و سوز سے بھری آواز کے ساتھ جب آپ خطاب کرتے تو سامعین کے دلوں میں یہ آواز تاثیر کا تیر بن کر پیوست ہو جاتی۔ بعض تو وجد میں آ جاتے بلکہ کئی تو جان دے دیتے۔ تین افراد کا تذکرہ تو کتاب

ھذا میں موجود ہے جو آپ کی تقریر سن کر اتنے وجد میں آئے کہ جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی حقیقت تو یہ ہے کہ قدرت نے آپ کی زبان میں جو چاشنی اور حلاوت رکھی تھی۔ اسے قلم بند نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ دورانِ خطاب اشعار پڑھنا

آپ کی تقریر کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ آپ تقریر کرتے ہوئے ایک شعر کو موضوعِ سخن بنا لیتے تھے پھر پوری تقریر اس ایک شعر کے گرد گھومتی تھی۔ آپ بار بار اس شعر کو پڑھتے ترنم وخوش الحانی سے دہراتے تو محفل پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔

۶۔ بزرگانِ دین کی توجہات

آپ ایک بے مثل خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل بھی تھے۔ اس لیے بزرگوں کی خاص توجہات آپ کی جانب تھیں۔ بلکہ آپ کے خطاب کے دوران تشریف بھی لے آتے تھے۔ ایک موقع پر خود آپ نے بیان فرمایا کہ شیخ سعدی دورانِ تقریر تشریف لے آئے۔ یونہی حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی، ان کے صاحبزادے حضرت صدر الدین اور پوتے حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اپنے ورودِ مسعود سے نوازا۔ ان بزرگانِ دین کی جلوہ گری جو اگرچہ سامعین سے مخفی ہوتی لیکن اس کی برکت سے محفل کا ذوق وشوق اور نور ورحمت دوبالا ہو جاتا۔

۷۔ ظرافت وخوش طبعی:

آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ دورانِ خطاب سامعین کو اکتاہٹ کا شکار نہیں ہونے دیتے تھے جہاں ایک طرف علم وعرفان کی بارش ہو رہی ہوتی وہیں کوئی برجستہ مزاحیہ جملہ بول دیتے جسے سن کر سامعین لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ایک جانب تھکاوٹ واکتاہٹ دور ہو جاتی تو دوسری جانب وہ تازہ دم ہو کر پھر علمی مضامین کو سننے کے لیے تیار ہو جاتے۔ یاد رہے کہ یہ ظرافت وخوش طبعی اپنی حدود میں رہتی تھی نہ تو

جھوٹ کی حد میں داخل ہوتی اور نہ ہی لچر پن تک پہنچتی۔ جن لوگوں نے آپ کا خطاب سنا ہے وہ آج بھی آپ کی شیریں بیانی اور باوقار مزاح کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔

۹۔ حوالہ جات کا التزام

آپ کی تقاریر مدلل ہوا کرتی تھیں، سنی سنائی باتیں آپ نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے لہجے سے اعتماد جھلکتا تھا جو سامعین کے قلوب میں یقین کی دولت پیدا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں آپ معراجِ شریف کے موقع پر قبض و بسطِ زمان کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے کسی نے چٹ بھیجی کہ کہاں لکھا ہے؟ آپ نے فوراً تفسیر کبیر کے علاوہ متعدد کتب کے حوالہ جات مع صفحات تک بتائے۔

۱۰۔ حاضر جوابی

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمۃ میں حاضر جوابی کا وصف بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ سائل سوال کرتا تو آپ فوراً ایسا جواب مرحمت فرماتے جس سے سوال کرنے والے کی تسلی ہو جاتی۔ ایک مناظرہ کے دوران مخالف مناظر نے آپ سے سوال کیا کہ سنی اور سور کے درمیان کتنا فرق ہے؟ آپ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی اپنے اور مخالف کے درمیان رکھتے ہوئے فرمایا "اتنا فرق ہے جتنا میرے اور تیرے درمیان لاٹھی کا فاصلہ ہے"

۱۰۔ للّٰہیت و اخلاص

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کے طول و عرض میں قریہ قریہ، نگر نگر خطابات فرمائے۔ ان خطابات کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ راضی ہو جائیں اور مسلمانوں کے قلوب میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن ہو جاتے۔ پیشہ ور خطباء کی طرح آپ نے اپنی تقاریر کو حصولِ زر کا ذریعہ نہیں بنایا۔ اسی وجہ سے آپ کی تقاریر تاثیر کے زیور سے مرصع ہوتی تھیں۔ (تلک عشرۃ کاملہ)

حصہ یازدہم

اولاد واحفاد

عبدالشکور و طارق ان کے ہیں صاجزادگان
پاتی ہے جن کی زیارت سے نمو یاد آپ کی
عارف وآصف بھی ہیں فیضان اس گلشن کے پھول
سرخرو ٹھہرے الٰہی جملہ اولاد آپ کی

(فیض رسول فیضان)

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں جن میں سے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا محبوب الرحمٰن انتقال کر چکے ہیں۔ آپ کے جانشین جن پر الولد سر لابیہ کی اصطلاح صحیح معنوں میں صادق آتی ہے والد ماجد کی ہو بہو تصویر و تمثیل ہیں۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا فیض عام آپ کے خلف الرشید حضرت پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ مہر آباد کے ذریعے جاری و ساری رہا ہے۔ ذیل میں آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو تحریر کیا جا رہا ہے۔

حضرت پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

نوٹ:- کتاب تدوین و طباعت کے آخری مراحل میں تھی کہ جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا لہٰذا یہاں مختصراً سوانح حیات لکھی جا رہی ہے آپ کی مکمل سوانح ''مناقب جانشین شیخ القرآن'' کے نام سے الگ شائع کی جائے گی۔

ولادت:

آپ یکم رجب المرجب ۱۳۵۶ھ بمطابق ۸ ستمبر ۱۹۳۷ء ۲۴ بہادوں ۱۹۹۴ بکرم بروز بدھ بوقت سحر ''چمبہ پنڈ'' تحصیل و ضلع ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے آپ کا اسم گرامی محمد عبدالشکور تجویز فرمایا۔ آپ کے اسم گرامی کے عدد اس آیت کریمہ سے نکلتے ہیں۔

''مفتی محمد عبدالشکور ہزروی''	فان اللہ غفور
۱۳۸۴	۱۳۸۴

بچپن:

آپ نے بچپن کی زندگی چمبہ پنڈ میں گزاری۔ ابھی عمر بمشکل ساڑھے سات سال تھی کہ والدہ ماجدہ اس دارِفنا سے عالم بقا کی طرف چلی گئیں۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ چند سال وزیرآباد میں بسر کئے تھے۔ والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد آپ کے چچا حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے چمبہ پنڈ میں آپ کی پرورش فرمائی۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم چمبہ پنڈ سے شروع کی۔ اپنے خالو حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم ناظرہ کے علاوہ ابتدائی فارسی کتب پڑھیں اور موضع سرائے گدائی کے سکول میں داخلہ لیا' وہاں سے پرائمری تک تعلیم مکمل کی۔ جلد ہی آپ وزیرآباد چلے آئے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے درسِ نظامی کی کتب پڑھنے لگے۔

اعلیٰ تعلیم:

علم الصرف' علم النحو' علم الفقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف میں داخلہ لیا وہاں استاذ العلماء حضرت مولانا فرید الدین ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیئے۔ دو سال تک وہاں قیام کے بعد آپ حضرت مولانا قاضی عبدالسبحان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہری پور ہزارہ چلے گئے۔ ابتداء میں جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور بعد میں کھلابٹ میں تعلیم حاصل کی اور وہاں سات ماہ تک قیام رہا۔ پھر آپ وزیرآباد تشریف لے آئے اور والد ماجد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت شیخ الجامعہ مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ سے مروّجہ علومِ رسمیہ کی تعلیم مکمل کی۔ درسِ نظامی کی تکمیل پر والد ماجد سے ہی دورہ حدیث پڑھا۔ اسی دوران جامعہ نظامیہ غوثیہ

وزیر آباد میں دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھتے رہے اور یوں علم تفسیر پر عبور حاصل کیا۔

دستار بندی:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ چند دیگر علماء کرام کے ہمراہ آپ کو مدرسہ انوار العلوم ملتان لے کر گئے۔ تمام علماء کرام کی موجودگی میں حضرت غزالی زماں مولانا سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے درسِ حدیث دیا اور یکم اپریل ۱۹۶۱ء کو سالانہ جلسہ دستارِ فضیلت کے موقع پر حضرت سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سند حدیث دی اور دستار بندی فرمائی۔ چونکہ آپ نے دورہ حدیث اپنے والد گرامی قدر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا تھا لہٰذا سند پر حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دستخط فرمائے۔ علاوہ ازیں حضرت غزالی زماں سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سیّد مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم نے بھی دستخط کیے۔ آپ کی سند حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

اما بعد فيقول اضعف عباد الله المجيد المتمسك بذيل النبى الوحيد المدعو باحمد سعيد الكاظمى الامروهى تجاوز الله عن ذنبه الخفى والجلى مهتمم المدرسة الاسلاميه العربية الشهير بانوار العلوم الكائنه ببلدة ملتان لمّا اقرا على وعلى الاساتذه الاخر الاخ الصالح المولوى محمد عبدالشكور صاحب ولد ابوالحقائق علامه محمد عبدالغفور صاحب هزاروى سكنه وزير آباد الصحاح السته المشهورة المتداولة بين المحدثين وسألنى ان اجيز على سنة المحدثين فاجزته كما اجازنى سيّدى و شيخى سيّد المفسرين سند المحدثين الفاضل العالم الجليل السيّد محمد خليل الكاظمى الامروهى سلمه الله العلى الولى

آپ کا یہ سلسلہ سند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی تک یوں ہے:

''حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی' حضرت غزالی زماں سیّد احمد سعید شاہ کاظمی' حضرت سیّد مولانا محمد خلیل کاظمی' حضرت مولانا محمد ریاست علی شاہجہانپوری' حضرت مولانا محمد ارشاد حسین الفاروقی' حضرت مولانا شاہ احمد سعید نقشبندی' حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' حضرت شاہ محمد ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم۔''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نورِ نظر حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کو ان تمام اسناد کی اجازت عطا فرمائی۔''اجازت تامہ کتب حدیث صحاح ستہ' حدیث مسلسل بالاولیت' سند حدیث مسلسل بالاضافت' سند فقہ حنفی' سند معقول اور منقول۔'' جن کا ذکر باب دوم میں تفصیلاً گزر چکا ہے اختصار کے پیش نظر انہیں یہاں دوبارہ تحریر نہیں کیا جا رہا۔

بیعت:

حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان الاولیاء' محبوبِ الٰہی' زبدۃ السالکین' حجۃ الکاملین' سیادت پناہ' جان ایقان و کان عرفان' حضرت ثانی قبلہ غلام محی الدین شاہ گیلانی گولڑوی المعروف قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر ۱۹۵۴ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔

درس و تدریس:

حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے دورانِ تعلیم ہی جامعہ نظامیہ غوثیہ میں طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ گویا تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ ۱۹۶۶ء میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مفتی (عبدالشکور) اور مولوی صدیق کو دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانے پر مامور کروں۔ چنانچہ آپ نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

کے ہمراہ دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ آپ سے ہزاروں طلبہ و علماء کرام نے درس لیا۔ چند معروف علماء کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

''حضرت پیر محمد افضل قادری سابق ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت مہتمم مدرسہ نیک آباد مراڑیاں گجرات' حضرت صاحبزادہ پیر طاہر مبین نقشبندی مصطفیٰ آباد لاہور' حضرت شیخ الحدیث مفتی عبدالرسول منصور برمنگھم' حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام محبوب سبحانی ہزاروی حسن ابدال' حضرت شیخ الحدیث مولانا علی احمد سندیلوی جامعہ ہجویریہ لاہور' حضرت مولانا محمد رضاء المصطفیٰ ظریف القادری گوجرانوالہ' حضرت مولانا فیض محی الدین فیصل آباد' حضرت مولانا خالد حسن مجددی گوجرانوالہ' حضرت صاحبزادہ سیّد لخت حسنین شاہ ناٹنگھم برطانیہ' حضرت مولانا محمد شریف غفوری خطیب مرکزی جامع مسجد محمدیہ جہلم' حضرت صاحبزادہ پیر محمد رضوان جامی دربار میکی ڈھوک پنڈی گھیپ' مولانا ملک شہباز احمد ایم اے وزیر آباد' مولانا محمد رفیق چشتی نظام آباد۔''

خطابت:

آپ نے ۱۹۶۲ء سے باقاعدہ طور پر خطبہ جمعۃ المبارک کا آغاز نظام آباد وزیر آباد سے کیا۔ چند ماہ گکھڑ میں خطابت فرمانے کے بعد ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۷ء تک جامع مسجد حافظ آباد شہر میں خطبہ جمعہ دیتے رہے جبکہ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۰ء تک یہ سلسلہ جہلم میں جاری رہا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرمانے پر جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمانے لگے۔ ۹ اپریل ۲۰۱۰ء کو آپ نے جامع مسجد غوثیہ میں آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔

شادی:

مارچ ۱۹۶۱ء بمطابق شوال المکرم ۱۳۸۰ھ کو آپ کی شادی آپ کے چچا

حضرت ابوالمعانی محمد غلام ربانی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ رسم نکاح کے وقت چمبہ پنڈ ہری پور ہزارہ میں جید علماء ومشائخ خصوصاً حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی اپنے صاحبزادگان کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضرت قبلہ پیر سیّد غلام معین الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بڑے لالہ جی نے نکاح پڑھایا۔

خلافت واجازت:

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو چشتی' قادری' نقشبندی' سہروردی و دیگر سلاسل جن کا تفصیلی ذکر باب چہارم میں گزر چکا ہے اجازت وخلافت کے ساتھ تمام وظائف واذکار کی اجازت عطا فرمائی۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ آپ کی علمی و فقہی بصیرت کے پیش نظر ہمیشہ آپ کو مفتی کہہ کر پکارتے تھے۔ اکثر ارشاد فرماتے: جس نے مفتی کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

۱۹۶۱ء حضرت غزالی زماں رازی دوراں سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت واجازت عطا فرمائی۔

اضعف عباد الله المجيد المتمسك بذيل النبي الوحيد المدعو باحمد سعيد الكاظمي الامروهي مولوی محمد عبدالشكور هزاروی ولد ابوالحقائق محمد عبدالغفور هزاروی اجزته بالسلاسل العلية الجشتيه الصابرية والقادرية و النقشبنديه واورادها واشغالها كما اجازني سيّد العارفين سند السالكين مولائي و ملجائي الشيخ مولانا السيّد الشاه محمد خليل الكاظمي الامروهي الجشتي الصابري

آپ کا سلسلہ حضرت شاہ مصطفےٰ رضا خاں القادری الرضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ ظاہری میں سلسلہ نقشبندیہ کی معروف

درگاہ چورہ شریف کے سجادہ نشین حضرت معصوم بادشاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

۱۹۷۱ء میں مجاہد ملت حضرت پیر سیّد محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سلسلہ میں آپ کی دستار بندی فرماتے ہوئے اجازت وخلافت سے نوازا جبکہ علی پور سیداں میں حضرت پیر طریقت' امیر شریعت' پیر سیّد جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک ۱۹۸۴ء کے موقع پر آفتاب ولایت حضرت پیر سیّد علی حسین شاہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور خلافت واجازت سے نوازا۔ آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مدظلہ العالی نے بھی آپ کو خلافت واجازت عطا فرمائی۔

جانشین شیخ القرآن:

۱۰ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ سے قبل آپ کے پیر ومرشد حضور قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی دستار بندی فرما کر آپ کو حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین مقرر فرمایا۔ (تفصیل باب ہشتم میں گزر چکی ہے)

فیضانِ نظر:

حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو علماء ومشائخ اس نگاہ سے دیکھتے تھے جس طرح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس وقت کے علماء ومشائخ عقیدت و محبت کا اظہار کرتے تھے۔ یہ سب فیضان حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا اثر ہے آپ نے اپنے نورِ نظر کی تربیت اس انداز میں فرمائی کہ ابتداء ہی سے تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مرید اپنے شیخ کامل کا قرب حاصل کرنے کے لئے شیخ کی اولاد سے غیر ضروری طور پر عقیدت کا اظہار کرتے ہیں جس سے صاحبزادگان کسب کمال کی طرف توجہ نہیں دیتے یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے

خطوط سے یہ بات واضح ہوتی ہے جو آپ نے اپنے برادرِ اصغر حضرت مولانا محمد غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھے۔ ایک خط میں لکھا ہے کہ "محمد عبدالشکور کو عید کے موقع پر وزیر آباد نہ لایا جائے کیونکہ اس سے چند روز تک اسباق کا ناغہ ہو جائے گا۔"

آپ نے تعلیم کے حصول کے لئے ہر طرح کی مشکلات و مصائب کو برداشت کیا۔ آرام و آسائش کو چھوڑ کر تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اپنے آپ کو صاحبزادگی کے روایتی انداز سے محفوظ رکھا۔ یہی وجہ ہے آپ کے اندر اپنے والد ماجد کا رنگ نظر آتا تھا۔ آپ اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ "یہ سارا فیضان میرے والد ماجد کی محنت' دعاؤں اور حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کا صدقہ ہے۔ حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو فرمایا کرتے تھے کہ اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھنا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

یہ اس فیضانِ نظر کا اثر تھا کہ آپ کی تقریر میں والد ماجد کی تقریر کا عکس نمایاں نظر آتا۔ شکل' صورت و سیرت میں وہی انداز' اسی انداز سے سر پر پگڑی اور زلفوں نے حسن کو دوبالا کر رکھا تھا۔ ملک کے نامور آستانوں اور دارالعلوم کے سالانہ جلسوں میں آپ کو وعظ کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ آستانہ عالیہ چورہ شریف' آستانہ عالیہ آلو مہار شریف' آستانہ عالیہ بھکھی شریف' آستانہ عالیہ علی پور سیّداں' آستانہ عالیہ شرقپور شریف' ڈھانگری شریف میرپور' آستانہ عالیہ محدث اعظم فیصل آباد' دربارِ عالیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور وغیرہم شامل ہیں اور مدارس میں تبلیغی و اصلاحی خطابات میں والد ماجد کی طرح عشق و مستی' کیف' سوز و درد اور سب سے بڑھ کر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ غالب و نمایاں تھا۔ آج بھی قحط الرجال کے دور میں صوفیاء کو آپ کی تقریر کے دوران رقص کرتے دیکھا گیا ہے۔

سب سے بڑا اعزاز یہ ملا کہ شیخ کامل کے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف اعراس

مبارک کی محافل میں خطابت میں اپنے والد ماجد کی جانشینی کا حق ادا کر دیا ہے۔ آپ کے اس اعزاز اور انفرادیت پر علماء محوِ حیرت ہیں۔ علماء، مشائخ، صوفیاء اور عوام کے اتنے بڑے اجتماع میں علمی وعظ کرنے کا حق آپ کو ہی حاصل ہے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ صرف دو عرس مبارک ایک حضور قبلہ پیر سیّدنا مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (صفر المظفر میں) اور دوسرا حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ (ربیع الثانی) کے عرس پر خطاب فرماتے تھے جبکہ حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز اس لحاظ سے یوں ملا کہ آستانہ عالیہ میں ہونے والے چار عرسوں کے موقع پر یعنی ماہ صفر میں اعلیٰ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ربیع الثانی میں حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ، جمادی الثانی میں حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ اور ذی قعدہ میں حضور قبلہ غلام معین الدین بڑے لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے عرسوں پر خطاب کے علاوہ ۱۲ ربیع الاول کی رات کو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر وعظ فرماتے رہے۔ یہ اتنا بڑا اعزاز حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی دعا اور نظرِ کرم کی بدولت ملا ہے جو آپ نے ۱۹۷۱ء میں اعلیٰ حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی پہلی مجلس میں فرمائی۔ عرس کی تقریب کے دوران حضور قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی غلام محمود ایڈووکیٹ کو یوں ارشاد فرمایا:

''مائیک پر مولوی صاحب (حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) کے ایصالِ ثواب اور مفتی محمد عبدالشکور کے وعظ کا اعلان کیا جائے۔''

چنانچہ خلافِ معمول عرس کی محفل کے دوران ایصالِ ثواب کا اعلان ہوا۔ سب حاضرین نے ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھی۔ حضور قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی طور پر دعا فرمائی۔ پھر حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی مدظلہ العالی کے وعظ کا اعلان کیا گیا کہ ''اب حضور قبلہ بابو جی مدظلہ العالی کے حکم سے مولوی صاحب (حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ) کی جگہ عرس مبارک پر ان کے بیٹے مولانا مفتی محمد

عبدالشکور ہزاروی وزیر آبادی تقریر کیا کریں گے۔" آپ نے حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے چار سال تک وعظ کیا حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے آستانہ عالیہ گولڑہ میں پہلا خطاب ۲۶ اپریل ۱۹۷۱، ۲۹ صفر ۱۳۹۱ھ سوموار کو ارشاد فرمایا جب کہ اپنی حیات طیبہ میں تقریباً ۳۵۳ مرتبہ آپ کو عرس پاک کی محافل میں علمی، روحانی اور عشق و مستی میں ڈوبے ہوئے وعظ فرمانے کا اعزاز ملا۔ ۱۹۷۵ء میں حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ۱۹۵۳ء میں بیعت ہوا تھا اس وقت سے لے کر آج تک صرف ایک عرس پاک میں شامل نہ ہو سکا۔ ۱۹۵۳ء سے ۲۰۱۰ء تک دو عرس مبارک میں شامل نہ ہو سکے۔ آپ فنا فی الشیخ تھے نہ صرف عرس مبارک کے موقع پر دربار شریف کی حاضری کو لازم کر رکھا تھا بلکہ عیدین کے علاوہ سال میں کئی بار آستانہ عالیہ پر حاضری کا شرف حاصل کرتے رہے۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشآء والله ذوالفضل العظيم

(القرآن الکریم ۲۷:۲۱)

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ کیوں نہ اپنی قسمت پہ ناز کرے

حضرت قبلہ پیر سیّد غلام معین الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ پیر سیّدنا شاہ عبدالحق گیلانی گولڑوی مدظلہ العالی نے ہمیشہ آپ پر شفقت فرمائی۔ ہر مشکل مرحلہ پر دعاؤں اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

حضرت قبلہ پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے دس اور گیارہ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۸ مارچ ۲۰۰۰ء کو خواب دیکھا کہ گولڑہ شریف میں عرس مبارک کی محفل ہو رہی ہے۔ حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں جبکہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی تقریر کر رہے ہیں۔ دورانِ تقریر حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی

رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے ہیں ہاتھ میں کوئی چیز پکڑ رکھی ہے اور حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے ہیں کہ یہ چیزیں مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہیں کہ یہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کو دے دو تو میں یہ امانت دینے آیا ہوں۔ حضرت قبلہ پیر سیّدنا نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خواب دیکھنے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو گولڑہ شریف بلایا اور چند تحائف عطا فرمائے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اور دیگر علمائے کرام جن میں حضرت شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عالم سیالکوٹ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت پیر محمد سلیم نقشبندی فیصل آباد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد صدیق سالک صدر مدرس جامعہ حنفیہ سیالکوٹ وغیرہم شامل تھے کو لے کر حضرت غوث العالمین بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک قلعہ کہنہ محمد بن قاسم ملتان تشریف لے گئے۔ مزارِ مبارک پر فاتحہ خوانی کے بعد کچھ دیر تک وہاں مراقب رہے اور مزارِ پاک کے صحن میں تشریف لائے تو حضرت قبلہ مفتی صاحب' مولانا محمد سلیم صاحب' مولانا محمد صدیق سالک صاحب کو ارشاد فرمایا کہ مزارِ مبارک پر جاؤ اور وہاں جا کر مراقبہ کرو جو کیفیت تمہارے دلوں پر وارد ہو واپس آ کر مجھے بتانا۔ آپ کے حکم کے مطابق ایسا ہی کیا گیا۔ واپس آ کر سب نے اپنے اپنے حال کو بیان کیا آپ نے بتایا کہ جب میں مراقب ہوا تو میرے دل و دماغ پر یہ شعر وارد ہوا تھا:

کن بدیں گونہ تصور دمبدم
من نیم یار است از سر تا قدم

"تو لگاتار یہی خیال کر کے میں نہیں ہوں سر سے لے کر پاؤں تک یار ہی یار ہے۔"

پھر مولانا سلیم نقشبندی اور مولانا صدیق سالک کے حال کو دریافت فرما کر

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد سلیم کو کشف عیانی ہوگا اور تم دونوں (مفتی اور سالک) کو کشف وجدانی ہوگا۔ فرمایا اس شعر

کن بدیں گونہ تصور دمبدم
من نیم یار است از سر تا قدم

کا اشارہ مقامِ فنا کی طرف ہے۔ پھر فرمایا کہ حضور غوث بہاؤ الدین محمد زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ وہ بلند ہستی ہیں کہ طالب کو منتہیٰ مقام تک بیک لحظہ ایک ہی توجہ کے ساتھ آگاہ کر دیتے ہیں۔

حج بیت اللہ:

آپ کو تین بار حج بیت اللہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہوئی۔ پہلی بار دسمبر، جنوری ۱۹۷۲ء دوسری بار ۱۹۷۵ء اور تیسری مرتبہ ۲۶ جون ۱۹۹۰ء کو تشریف لے گئے اور ۲۴ جولائی ۱۹۹۰ء کو واپس تشریف لائے۔ علاوہ ازیں تین بار عمرہ کی سعادت ملی۔ پہلی مرتبہ ۲۰ نومبر ۱۹۹۹ء کو تشریف لے گئے واپسی یکم دسمبر ۱۹۹۹ء کو ہوئی۔ دوسری بار ۶ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو روانگی اور ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو واپسی ہوئی۔ تیسری بار ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو روانگی اور ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو واپس تشریف لائے۔

تحریک ختم نبوت اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۹۷۴ء میں ملک کے اندر مرزائیوں کے خلاف تحریک ختم نبوت چلی۔ آپ نے اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جمعۃ المبارک اور مختلف جلسوں میں ختم نبوت پر دلائل پیش کرتے۔ شہر میں ہونے والے اجلاسوں کی صدارت فرمائی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے نکلنے والے احتجاجی جلوسوں کی قیادت فرمائی۔ تحریک کے دوران تقریباً تمام جلوس مرکزی جامع مسجد غوثیہ سے نکلتے تھے۔ دیگر مساجد سے لوگ نمازِ جمعہ ادا کر کے یہاں آتے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام آپ کی قیادت میں جلوسوں

میں شریک ہوتے۔ شہر کی سطح پر بنائی گئی مجلس عمل کا آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔ حکمرانوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے آپ کی تجویز سے اجتماعی طور پر ہزاروں احتجاجی خطوط اور ٹیلی گرام حکام بالا کو ارسال کئے گئے۔ مسئلہ ختم نبوت کو اجاگر کرنے کے لئے کئی ایک پمفلٹ شائع ہوئے۔ بالآخر اگست ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی نے اس اہم موضوع پر بحث کی اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اہم تاریخی فیصلہ کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ وزیر آباد میں اس کامیاب تحریک کی بنیاد پر کئی ایک قادیانی گھرانے شہر چھوڑ کر ربوہ (چناب نگر) میں سکونت پذیر ہو گئے۔

مارچ ۱۹۷۷ء ملک میں مذہبی وسیاسی جماعتوں نے تحریک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز کیا۔ آپ بھی دیگر علماء کرام کے ہمراہ میدانِ عمل میں نکل آئے۔ ابھی تحریک ابتدائی ایام میں تھی کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ تحریک کا آغاز مارچ کے پہلے ہفتہ میں ہوا پندرہ مارچ سے تحریک پورے ملک میں پھیل گئی۔ ۱۶ اور ۱۷ مارچ کو مرکزی جامع مسجد غوثیہ اور دربار حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر عرس مبارک کی تقریبات منعقد ہوئیں۔ عرس پاک کے اختتام پر ۱۸ مارچ کو علی الصبح آپ کو مرکزی جامع مسجد غوثیہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ ایک رات صدر تھانہ وزیر آباد میں قیام کیا۔ ۱۹ مارچ کو ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ بھیج دیا گیا۔ وہاں جیل میں آپ نے جس کمرہ میں اسیری کے ایام گزارے وہاں معروف سیاستدان حامد ناصر چٹھہ وزیر آباد' خان غلام دستگیر خان گوجرانوالہ' چوہدری محمد اسلم امیر جماعت اسلامی گوجرانوالہ اور چوہدری سعید احمد جوندہ صدر بار ایسوسی ایشن وزیر آباد کے علاوہ دیگر سیاسی رہنماء بھی نظر بند تھے۔ چند روز بعد ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ سے آپ اور حامد ناصر چٹھہ' چوہدری محمد حسین چٹھہ سابق ایم پی اے کو جھنگ جیل ٹرانسفر کر دیا گیا۔ ایک ماہ بعد آپ کو جھنگ جیل سے رہا کر دیا گیا۔ آپ فیصل آباد ایکسپریس کے ذریعے وزیر آباد پہنچے۔ آپ کی آمد پر ہزاروں لوگ ریلوے اسٹیشن پر جمع تھے۔ اس

استقبالیہ جلوس نے احتجاجی جلوس کی شکل اختیار کر لی جو ریلوے روڈ مین بازار سے ہوتا ہوا کچہری چوک پر ختم ہوا۔ اختتامِ جلوس پر آپ نے تاریخی خطاب فرمایا۔ راقم الحروف بھی اس جلوس میں شامل تھا تمام راستے ''آنکھوں کا نور دل کا سرور مفتی شکور'' کے نعرے بلند ہوتے رہے۔

آپ کو قومی اتحاد وزیر آباد کا صدر منتخب کیا گیا۔ آپ کی قیادت میں اہلیانِ وزیر آباد نے تحریک کو بھرپور طریقہ سے چلایا۔ آپ کے خلاف وزیر آباد میں قاتلانہ حملے کا منصوبہ تیار ہوا جس میٹنگ میں یہ سازش تیار کی گئی اسی میٹنگ میں شریک ایک شخص نے اس راز کو ظاہر کر دیا اور آپ کے پاس آ کر حقیقت حال واضح کر دی۔ آپ نے محتاط طرزِ زندگی اختیار کر لیا اور پہلے سے بڑھ کر عوامی جلسوں اور جمعۃ المبارک کے خطبات میں تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے حق میں پر زور تقاریر کیں۔ آپ پر سولہ ایم پی او کے تحت پرچہ درج ہوا۔ پولیس آپ کی گرفتاری کے لئے جگہ جگہ چھاپے مارتی رہی۔ آپ کو گھر سے گرفتار کرنے کے لئے ایک سو کے قریب پولیس والوں نے چھاپہ مارا مگر آپ کو گرفتار نہ کر سکی۔ ایک جلوس کی قیادت پر آپ کے خلاف دفعہ ۱۴۴ کے تحت پرچہ درج ہوا۔ مسجد غوثیہ میں کئی بار پولیس نے چھاپہ مارا مگر ناکام رہی۔ دراصل یہ وہ وقت تھا کہ تمام قائدین جیلوں میں تھے آپ چاہتے تھے کہ باہر رہ کر تحریک کو جاری رکھا جائے اور لوگوں کی صحیح سمت میں رہنمائی کی جائے۔ بالآخر ملک میں مارشل لاء لگ گیا اور یہ تحریک اپنا اولین مقصد نفاذ نظامِ مصطفیٰ ﷺ حاصل نہ کر سکی جس کے لئے ہزاروں لوگوں نے جانوں کے نذرانے اور لاکھوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

روحانی و تبلیغی سفر:

۱۹۷۹ء میں آپ سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی رہنما سلطان العارفین حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک

میں شرکت کے لئے اجمیر بھارت تشریف لے گئے اور مختلف اولیاء عظام کے مزاروں پر حاضری کی سعادت حاصل کی۔ ۱۱۸ کتوبر تا ۱۷ نومبر ۱۹۸۸ء کو برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا۔ مختلف شہروں میں منعقدہ عید میلاد النبی ﷺ کے اجتماعات سے خطاب اور جلوسوں کی قیادت فرمائی۔ اپریل ۱۹۹۶ء میں دبئی تشریف لے گئے۔ ۳۱ جولائی ۲۰۰۴ء کو دوبارہ برطانیہ تشریف لے گئے اور مختلف مقامات پر اجتماعات سے خطاب فرمایا اور ۸ ستمبر ۲۰۰۴ء کو پاکستان واپس آئے۔ پھر آپ تیسری بار برطانیہ ۳۱ مئی ۲۰۰۵ء کو تشریف لے گئے۔ اس موقع پر سکاٹ لینڈ میں گلاسکو' فالکرک' ایڈنبرا میں اجتماعات سے خطاب کیا۔ انگلینڈ میں مانچسٹر' برمنگھم' نوٹنگھم میں منعقدہ بڑے بڑے پروگراموں سے خطاب کے علاوہ امیر ملت سینٹر برمنگھم میں عالمی ختم نبوت کانفرنس میں بڑا علمی و تحقیقی خطاب فرمایا۔ اسی موقع پر والتھم سٹو لندن میں دارالعلوم جامعہ قادریہ جیلانیہ میں بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر حضرت مفکر اسلام محقق دوراں پیر طریقت سیّد عبدالقادر شاہ جیلانی مدظلہ العالی کی زیر صدارت کانفرنس سے خطاب کیا۔ آپ کی علمی روحانی تقریر پر وہاں موجود علمائے کرام اور عوام اہل سنت عش عش کر اٹھے۔ دارالعلوم میں آپ کا خطاب واقعی تاریخ ساز خطاب تھا۔ آپ ۳۰ جون ۲۰۰۵ء کو وطن واپس تشریف لائے۔ چوتھی بار ۲۳ مئی ۲۰۰۶ء کو برطانیہ تشریف لے گئے۔ متعدد شہروں میں علمی و روحانی محافل سے خطاب کے علاوہ عالمی ختم نبوت کانفرنس منعقدہ امیر ملت سینٹر برمنگھم میں خطاب فرمایا۔ اس بار آپ نے حضرت مفکر اسلام امیر شریعت پیر سیّد عبدالقادر شاہ جیلانی مدظلہ العالی کے دارالعلوم میں قیام کیا۔ آپ ۱۵ جون ۲۰۰۶ء کو وطن واپس تشریف لائے۔

آپ پہلی بار ۱۲ اپریل ۲۰۰۵ء کو امریکہ تشریف لے گئے۔ عالمی میلاد کانفرنس منعقدہ مکی مسجد بروکلین نیویارک میں ایمان افروز خطاب فرمایا۔ علاوہ ازیں بروکلین نیویارک میں طیبہ اسلامک سینٹر' جامعہ قادریہ رضویہ' المدنی مسجد کوئینز' جامعہ حنفیہ کوئینز' مدنی

مسجد برآنکس، جامعہ رضویہ نیوجرسی، مسلم سینٹر نیوجرسی اور واشنگٹن ورجینیا میں اجتماعات سے خطاب کیا۔ آپ ۲ مئی ۲۰۰۵ء کو واپس تشریف لائے۔ دوسری بار یکم اپریل ۲۰۰۶ء کو نیویارک امریکہ تشریف لے گئے۔ متعدد مساجد میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں منعقد کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ آپ کی روحانی و علمی تقاریر کو آج بھی پاکستانی امریکن یاد کرتے ہیں۔ آپ کی تقاریر کے دوران کئی ایک مقامات پر وجدانی مناظر دیکھنے میں آئے۔

تعمیرات:

حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ادب و احترام اس حد تک کہ دوسرے لوگ اس کو بطورِ تمثیل بیان کرتے ہیں۔ یہ محبت، ادب اور عقیدت ایک بیٹے کی باپ کے ساتھ، ایک شاگرد کی استاد کے ساتھ اور ایک مرید کی اپنے شیخ کے ساتھ ہے کہ ہر بات میں شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خواہشات کا احترام کیا جا رہا ہے۔ آپ نے والد ماجد کو خراجِ عقیدت و محبت پیش کرنے کے لئے حضرت کا روضہ مبارک انتہائی عالی شان تعمیر فرمایا۔ اس پر سنگ مرمر لگنے سے حسن کئی گنا بڑھ گیا۔ مزارِ مبارک کے ساتھ مدرسہ کا سنگ بنیاد ۱۴ مئی ۱۹۹۰ء کو رکھا گیا۔ ایک خوبصورت مسجد جنوری ۲۰۰۰ء میں تعمیر ہوئی۔ تفصیلات گزر چکی ہیں۔ آپ نے مرکزی جامع مسجد غوثیہ کو از سر نو تعمیر کروایا اور دارالعلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ کے لئے کئی اضافی کمرے تعمیر کروائے۔

عرس پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

عرس پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جس شان و شوکت سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ منایا کرتے تھے۔ آپ کی اس سنت کو حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے زندہ رکھا۔ اسی انداز سے دو روزہ عرس پاک کی تقریبات ہوتی رہیں۔ ملک کے

نامور علماء کرام اور مشائخ عظام مختلف مواقع پر یہاں تشریف لاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک بھی سات آٹھ شعبان کو ہر سال پوری عقیدت سے آپ کی زیرِ نگرانی منعقد ہو رہا ہے۔ آپ کے خلوصِ محبت اور محنت شاقہ سے مریدوں کا حلقہ وسیع ہو چکا ہے۔ شہر کی مذہبی و سماجی تقریبات اور جماعت اہل سنت کے حلقہ میں آپ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ نے صدر جماعت اہل سنت ضلع گوجرانوالہ اور نائب صدر صوبہ پنجاب کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ جب جماعت اہل سنت دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی۔ آپ نے اتحاد کے لئے کوشش کی لیکن جب بعض علماء نے ذاتی انا کی خاطر اس اختلاف کو مزید بڑھایا تو آپ نے علیحدگی اختیار کر لی۔ شہر میں کسی بھی مسلک کی طرف سے اگر عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم شانِ اہل بیت و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم میں کوئی مولوی نازیبا کلمات کہتا ہے تو آپ میدانِ عمل میں آ جاتے۔ علمی طور پر جواب کے ساتھ جوابانہ جلسوں کا اہتمام کیا جاتا۔ اس سلسلہ میں آپ کو کئی بار عدالت میں مقدمات کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک کے اندر فرقہ وارانہ فسادات کے پیش نظر ڈی سی او گوجرانوالہ کی طرف سے آپ کو پولیس بطورِ حفاظت اپنے ساتھ رکھنے کی پیشکش ہوئی تو آپ نے رضا کارانہ طور پر اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔ فرمایا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے کوئی بھی حفاظتی تدابیر اس سے نہیں بچا سکتیں۔

مذہبی وملی خدمات:

دورہ تفسیر قرآن کریم' درس و تدریس' جمعۃ المبارک کا خطبہ' تبلیغی و اصلاحی اور روحانی اجتماعات سے خطاب' ملک میں چلنے والی تمام مذہبی تحریکوں میں بھرپور کردار' اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر حاضری' آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں اعراس پاک پر تقریباً چالیس سال سے مسلسل خطابت' شہر وزیر آباد اور مضافات میں عقائد اہل سنت اور تحفظ مسلک رضا کے لئے ہر طرح کی قربانی پیش کی۔ آپ نے ہمیشہ سیاسی سطح پر محبت وطن

لوگوں کا ساتھ دیا۔ اپنے والد گرامی قدر کی اتباع میں مسلم لیگ کے ساتھ بھرپور اور بے لوث تعاون کیا۔ کسی موقع پر قطعاً کوئی ذاتی مفاد پیش نظر نہ رکھا۔ ابتداء میں بلدیاتی صوبائی اور قومی الیکشنز کے موقع پر خوب دلچسپی لیتے رہے اور الیکشن میں کامیابی کے لئے مرکزی کردار ادا کئے۔ ایک موقع پر بلدیاتی انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے ممبروں سے حلف لیا۔ مذہبی' سماجی' سیاسی معاملات میں تحصیل اور ضلعی سطح پر انتظامی افسران ہمیشہ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ ملک کے اندر مذہبی و سیاسی فرقہ وارانہ تشدد اور بے جا انتہا پسندی کے سخت مخالف تھے۔ جنوری ۱۹۹۴ء میں آپ کو صوبائی حکومت نے ''اتحاد بین المسلمین پنجاب'' کا ممبر نامزد کیا۔ آپ اس کمیٹی کے اجلاسوں میں شریک ہو کر اپنے مشوروں اور تجاویز سے نوازتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ کو علماء اکیڈمی اوقاف لاہور کی مجلس مشاورت اور رویت ہلال کمیٹی پنجاب کا ممبر بھی بنایا گیا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انتہائی عقیدت و محبت کا اظہار فرماتے۔ کئی سال تک مسلسل ہر ہفتہ آپ کے مزار پر سلام عرض کرنے کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔ عرس مبارک کے موقع پر ایک نشست میں مرکزی خطاب بھی فرماتے۔ آپ کی اسی عقیدت و محبت کے پیش نظر ''امور مذہبیہ کمیٹی حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ'' کے ممبر کی حیثیت سے ایک مدت تک خدمات سرانجام دیں اور عرس مبارک کے انتظامی معاملات میں اپنی خدمات پیش فرماتے رہے۔

تصنیف:

آپ کی ایک جامع تصنیف ''احقاق الحق والایضاح فی شرطیۃ الکفو للنکاح'' اُردو زبان میں یکم صفر المظفر ۱۴۱۴ھ ملتان سے مطبوعہ ہو کر آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے تقسیم ہوئی۔ کتاب ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اور ٹائٹل پر یہ حدیث درج ہے:

تخیر والنطفکم الاکفاء وانکحوا الیھم

کتاب ام شہیدین حرم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بضعۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیّدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نام منسوب ہے اور امیر طریقت و شریعت' بدر المشائخ حضرت سیّد غلام معین الدین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت قبلہ عارف طریقت واقف رموزِ حقیقت' فخر المشائخ پیر سیّد عبدالحق شاہ گیلانی گولڑی زیب آستانہ عالیہ کے حکم پر لکھی گئی۔ جیسا کہ ظاہر ہے کتاب کا موضوع ''سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے نہیں ہوسکتا'' اس کے تین باب ہیں۔ باب اول' کیا نکاح شرعاً غیر کفو میں منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟ باب دوم' حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد حضرات حسنین کریمین جن کو عرف عام میں بنی فاطمہ کہا جاتا ہے ان کا غیر ان کی کفو ہوسکتا ہے یا نہیں پر مشتمل ہے جس میں قرآن کریم' احادیث مبارکہ' کتب فقہ اور مختلف مستند فتاویٰ جات سے ۳۵ حوالے دیئے گئے ہیں۔ باب سوم' اس مسئلہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات درج ہیں۔ کتاب ہذا اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب میں نمایاں مقام کی حامل ہے۔ ہر بات کو مستند کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ حوالہ جات میں اصل عربی کتب کی عبارات اور صفحات تک درج ہیں۔ کتاب اپنے باطنی حسن کے ساتھ ظاہری حسن طباعت' کاغذ اور عمدگی کے لحاظ سے اعلیٰ خصوصیات کی حامل ہے اور اس موضوع پر آپ کی علمیت و قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

علالت:

حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دور دراز علاقوں میں دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا مذہب حق اہلِ سنت کو متعارف کرایا مسلسل تقاریر کرنے سے آپ کو گلے کی تکلیف ہوگئی تھی مختلف ڈاکٹروں سے رابطہ کیا گیا اکثر ڈاکٹروں نے آپ کو کم بولنے کی ہدایت کی گلے میں مسلسل تکلیف رہنے کی وجہ سے بعض ڈاکٹروں نے آپ کو مشورہ دیا کہ تقریر کرنا بالکل چھوڑ دیں ورنہ کچھ عرصہ میں آپ گفتگو نہیں کرسکیں گے آپ ۲۰۰۴ء میں امریکہ تشریف لے گئے وہاں ایک ای این ٹی سپیشلسٹ سے گلے کا معائنہ

کرایا تو اس نے کہا ایک سال تک آپ کی آواز بند ہو جائے گی آپ نے فرمایا میں زندگی بھر رسول اللہ ﷺ آل رسول وصحابہ کرام واولیاء کرام کی شان بیان کرتا رہا ہوں میری آواز بند نہیں ہو سکتی۔ آپ کا یہ ارشاد درست ثابت ہوا آپ اپریل ۲۰۱۰ء تک خطابات ارشاد فرماتے رہے۔

۲۰۰۱ء میں دوران خطبہ جمعۃ المبارک آپ نے دل کی تکلیف محسوس کی فوری طور پر آپ کو گوجرانوالہ لے جایا گیا چند یوم ہسپتال میں زیر علاج رہے یوں آپ عارضہ قلب میں مبتلا ہو گئے کچھ عرصہ بعد شوگر کی بیماری لاحق ہو گئی لیکن آپ کے معمولات درس و تدریس وعظ و ارشاد میں کچھ فرق نہ آیا اسی بیماری کے دوران آپ متعدد بار برطانیہ اور امریکہ تشریف لے گئے آپ کی صحت دن بدن کمزور ہونے لگی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چلنا پھرنا کم ہو گیا تھا مگر جب آپ خطاب کے لئے ممبر پر تشریف فرما ہوتے تو پہلے کی طرح گرمجوشی سے ہی خطاب فرماتے کوئی شخص محسوس نہ کر سکتا کہ آپ بیمار ہیں سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر خیر کرتے ہوئے آپ کے چہرے پر انوار وتجلیات کی عجیب سی کیفیت بخوبی دیکھی جا سکتی تھی۔

۲۰۰۹ء میں آپ اکثر عارضہ قلب کی وجہ سے تکلیف محسوس کرتے مختلف ڈاکٹروں سے علاج جاری رکھا نقاہت و کمزوری کی وجہ سے دیگر شہروں کے سفروں سے پرہیز کرنے لگے البتہ سمڑیال کے قریب ایک مجذوب کے پاس ہر مہینہ میں متعدد بار حاضر ہوتے رہے ۲۰۱۰ء ربیع الاول شریف کی آمد پر بہت کم اجتماعات میں شریک ہوئے لیکن جمعۃ المبارک کے خطبات پابندی سے ارشاد فرماتے رہے۔

دستار سجادگی عطا فرمائیں:

اکثر علماء کرام اور متعلقین آپ سے گزارش کرتے کہ بیماری کے باعث اب آپ آرام فرمائیں اور خطبہ جمعۃ المبارک کے لئے ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کو مقرر فرما

دیں تو آپ ارشاد فرماتے جب تک میرے اندر بولنے کی طاقت ہے میں یہ فریضہ خود ہی ادا کرتا رہوں گا میری منشا یہی ہے کہ میں آخر دم تک سرکارِ دو عالم ﷺ کی صفت و ثنا بیان کرتا رہوں۔ رہا سلسلہ سجادہ نشینی کا چونکہ میرے قبلہ والد ماجد علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کے اندر میری دستار بندی نہیں کی تھی، مجھے بیعت کرنے کی اجازت و خلافت دے دی تھی میں بھی اس پر عمل کر رہا ہوں محمد آصف کو اجازت دے چکا ہوں عرس حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے موقع پر یکم اگست ۲۰۰۹ء کو جب ختم شریف کی محفل اختتام پذیر ہو رہی تھی اس وقت آپ نے راقم الحروف سے فرمایا اختتامی دُعا تم مانگو حالانکہ آپ کی عادت مبارکہ تھی محفل میں کئی علما و مشائخ تشریف لاتے مگر اختتامی دُعا آپ خود ہی مانگا کرتے تھے۔ میں نے اس موقع پر عرض کیا آپ دُعا مانگیں فرمایا دُعا مانگ یہی دستار بندی ہے چنانچہ راقم الحروف نے دُعا کی پھر اسی طرح عرس پاک صاحب لولاک ﷺ کے موقع پر ۱۴ مارچ ۲۰۱۰ء کو بھی اختتامی دُعا کے لئے کھڑا ہونے کا حکم دیا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اس روز آپ کی طبیعت انتہائی ناساز تھی چنانچہ چند حاضرین نے مجھ سے کہا آپ کا یہ عمل پردہ فرمانے کی طرف واضح اشارہ ہے۔

وصال کی طرف اشارے:

بندگان خاص علام الغیوب در جہاں جاں جوا سیس القلوب

سال ۲۰۱۰ء میں آپ نے متعدد بار اپنے وصال کی طرف اشارہ کیا اکثر بعد از وصال کے معاملات پر گفتگو کرتے نماز جنازہ اور کفن دفن کے بارے میں ہدایات دیتے رہے۔

عارضہ قلب میں مبتلا ہونے کی وجہ سے جب آپ سے کہا جاتا کہ وزیر آباد میں انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی زیر تعمیر ہے اور چند ماہ تک مکمل ہونے والا ہے یہاں چیک اپ کرانے میں سہولت ہو جائے گی فرماتے مجھے اس ہسپتال کا کچھ فائدہ نہ ہوگا

میں دنیا میں نہیں رہوں گا تب یہ مکمل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جامع مسجد سنی رضوی فیصل آباد میں عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر واضح طور پر فرمایا میں یہاں آخری بار آیا ہوں اگلے سال میں نہیں ہوں گا۔ ۹ اپریل ۲۰۱۰ء کو جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں جمعۃ المبارک کی نماز اور ختم خواجگان چشتیہ پڑھنے کے بعد متعدد افراد کی موجودگی میں فرمایا۔ مسجد کے ان کمروں کی کھڑکیوں کی مرمت کروالی جائے مستری محمد اشرف صاحب کو رقم بھی ادا کر دی گئی ہے لہٰذا ان کھڑکیوں کی مرمت جلد کروائی جائے کیونکہ نیا خطیب آنے والا ہے وہ کیا کہے گا کہ کھڑکیوں کے آگے جالیاں بھی نہیں لگی ہوئیں۔ ۱۵ اپریل بروز جمعرات آپریشن کے دن علی الصبح ساڑھے تین بجے وزیر آباد اور حافظ آباد سے لاہور ہسپتال میں پہنچنے والے افراد نے ملاقات کی جن میں راقم الحروف بھی شامل تھا سب کے سامنے فرمایا محمد عارف تم یہاں رک جانا محمد آصف وزیر آباد چلا جائے کل جمعہ کا دن ہے مسجد کا خیال رکھنا تقریر کرنی ہے ایک دو جمعہ تقریر کرنا اس کے بعد دیکھا جائے گا پھر گولڑہ شریف میں عرس مبارک آجائے گا۔

آپریشن سے قبل آخری سفر اور تقاریر:

۲۶ مارچ ۲۰۱۰ء جمعۃ المبارک کو آخری بار عرس غوث اعظم رضی اللہ عنہ میں شرکت کے لئے گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ اس روز راقم الحروف نے جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا۔ ۲۷ مارچ کو طبیعت انتہائی ناساز ہونے کی وجہ سے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں عرس مبارک کی دوسری نشست میں صرف دس منٹ خطاب فرمایا ۲۸ مارچ اتوار کے روز بیس منٹ خطاب فرمایا اور عقائد اہل سنت پر گفتگو فرمائی۔ اسی روز شام کو وزیر آباد تشریف لے آئے۔ ۳ اپریل ۲۰۱۰ء ہفتہ کو بعد نماز عشاء آستانہ عالیہ جھگی شریف وزیر آباد میں ورفعنا لك ذكرك کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ ۴ اپریل ۲۰۱۰ء اتوار کو حافظ آباد مخلصی مجید کے بیٹے کی دعوت ولیمہ میں شمولیت فرمائی۔

۹ اپریل ۲۰۱۰ء جمعۃ المبارک کو جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد میں آخری تقریر ارشاد فرمائی عارضہ قلب کی وجہ سے چند ماہ سے آپ کا معمول تھا کہ جمعۃ المبارک کے موقع پر ۳۵ سے ۴۵ منٹ تک خطاب فرماتے مگر اس روز تقریباً ایک گھنٹہ سے زائد تقریر کی آپ نے سورہ توبہ کی آیت کریمہ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم (القرآن الکریم ۹:۱۲۸) تلاوت فرمائی اور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی حضور ﷺ کے گھر آمد کا تذکرہ کیا حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند سے کہا کہ بچہ یتیم ہے یہاں سے مال و دولت نہیں ملے گا خاوند نے کہا اگر کچھ نہیں ملنا تو اس کو یہاں ہی رہنے دو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

میں چھڈ دے واں دنیا ہو سکدا اے گذارہ
محمد ﷺ نوں چھڈیاں گذارہ نہیں ہونا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو لے کر قبیلہ بنو سعد کی طرف گئیں تو راستے میں درخت، پتھر غرضیکہ ہر چیز آپ ﷺ پر سلام پڑھ رہی تھی آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے آپ کی نورانیت اور حسن کا ذکر کرتے ہوئے حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کھڑی شریف کے اشعار پڑھے بعد ازاں ذکر کیا کہ حضرت کی تشریف آوری سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا گھر روشن ہو گیا۔

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
کہ ہے تو محمدؐ کی دائی حلیمہ
دیئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی لے کے آئی حلیمہ

معطر دو عالم کو جو کر گیا ہے
یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ
تیری گود میں وہ گل ہاشمی ہے
کہ ہے طالب جس کی خدائی حلیمہ

مسجد نعرہ تکبیر و رسالت سے گونجنے لگی آپ اپنے مخصوص انداز میں جب اشعار کا تکرار کرتے تو لوگ وجد میں جھومنے لگے۔

ایک عورت اپنے بیمار بچے کو حضرت حلیمہ کے پاس لائی کہنے لگی دور دور تک گئی ہوں کئی طبیبوں سے علاج کرایا ہے آرام نہیں آ رہا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر بچے پر پھیرا اس کا بخار اتر گیا قبیلہ بنو سعد میں شور پڑ گیا کہ حلیمہ کے گھر ایک ایسا بچہ ہے جس کا ہاتھ چھونے سے بیماری دور ہو جاتی ہے لوگ اپنے بیمار جانور اونٹ، بکریاں لاتے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا ہاتھ ان بیماروں کے جسموں پر لگاتے اللہ تعالیٰ انہیں شفا عطا فرما دیتا۔ بڑے ذوق و مستی میں آپ نے روحانی وجدانی خطاب فرمایا لوگ عش عش کر اٹھے لیکن کسی کو خبر نہ تھی کہ آج اس جامع مسجد غوثیہ میں تقریباً اکتالیس سال سے خطاب فرمانے والے آخری بار تقریر کر رہے ہیں ان اکتالیس سالوں میں آپ نے جتنے خطابات ارشاد فرمائے ان میں سب سے زیادہ جس موضوع پر اظہار خیال فرمایا وہ عشق مصطفیٰ ﷺ ہے آپ کی زندگی کا مقصد عشق مصطفیٰ ﷺ تھا تادم حیات ظاہری و باطنی زندگی میں محبت رسول ﷺ کی جلوہ گری رہی ہر وقت حضور ﷺ کی مدحت وثنا ورد زبان رہتی ہر تقریر خواہ کسی موضوع پر ہوتی اس میں محبت رسول اللہ ﷺ کا ذکر ضرور ہوتا لہٰذا بجا طور پر کہا جا سکتا ہے عشق رسول اللہ ﷺ آپ کی روحانی غذا تھی آپ فنا فی الرسول اور فنا فی الشیخ کی دولت بے کراں سے بہرہ ور تھے۔

آج کے خطاب کے آخر میں خلاف معمول دس منٹ تک مختلف نصیحتیں فرماتے رہے مسجد کے ادب واحترام کی تلقین فرمائی مسجد سے محبت کرو خود بھی مسجد میں آیا کرو اور بچوں کو بھی اپنے ساتھ لایا کرو۔ دین اسلام پر عمل پیرا ہو نبی ﷺ سے خوب محبت اور ادب واحترام کرو۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اولیاء کرام سے اپنی نسبت مضبوط رکھو۔ عقائد ونظریات اہل سنت پر سختی سے کاربند رہنا اسی کی بدولت دنیا وآخرت میں کامیابی ملے گی تقریر کے اختتام پر ہمیشہ کی طرح دُعا مانگی یا اللہ دنیا پر رکھنا شان کے ساتھ ایمان کے ساتھ دنیا سے جائیں شان کے ساتھ ایمان کے ساتھ قبروں سے اٹھیں شان کے ساتھ ایمان کے ساتھ (آمین) آپ کی اس دُعا کی قبولیت کا عملی مظاہرہ ہزاروں لوگوں نے آپ کے نماز جنازہ کے موقع پر دیکھا لوگ بے ساختہ پکار رہے تھے آج کا یہ روحانی وجدانی عظیم اجتماع آپ کی دُعا کی قبولیت کی دلیل ہے۔

پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور:

الحاج ملک اعجاز احمد چشتی غفوری کے ہمراہ آپ لاہور میں ڈاکٹرز کو چیک کرواتے رہے ڈاکٹر نے آپ کو پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں ٹیسٹ کرانے کا مشورہ دیا چنانچہ آپ ۵ اپریل ۲۰۱۰ء بروز پیر صاحبزادہ محمد عارف ہزاروی کے ہمراہ ہسپتال گئے ڈاکٹرز نے معائنہ کے بعد ۱۰ اپریل ہفتہ کو انجو گرافی کرانے کے لئے بلایا چنانچہ آپ اس روز علی الصبح ہسپتال پہنچے انجو گرافی کے رزلٹ پر ڈاکٹرز نے دل کا بائی پاس آپریشن تجویز کیا اور آپ کو ہسپتال میں داخل کر لیا گیا، ۱۴ اپریل تک دل کے مختلف ٹیسٹ ہوتے رہے۔ آپ زندگی بھر پنجتن پاک کی تعریف کرتے رہے حسن اتفاق ان ایام میں آپ کا بیڈ نمبر پندرہ تھا اگر بیڈ نمبر ۱۵، وارڈ نمبر ۵ اور فلور نمبر ۳ کو جمع کریں تو علم الاعداد کے حساب سے ان کا مجموعہ پانچ بنتا ہے پھر وارڈ اور بیڈ نمبر میں بھی پانچ کا عدد آرہا ہے۔

درود شریف کثرت سے پڑھنا:

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ زندگی بھر ہر روز کئی گھنٹے اورادو وظائف پڑھنے میں صرف کرتے تھے سالہا سال آپ کا طریقہ کار یہ رہا کہ ایک مقام پر بیٹھ کر دو تین گھنٹے وظائف پڑھتے جتنا وقت سفر میں گزرتا آپ بہت کم کلام کرتے زیادہ وقت وظائف پڑھنے میں گزرتا کم و بیش زندگی کے آخری پندرہ سال سے آپ نے دیگر وظائف پڑھنے چھوڑ دیئے صرف درود شریف پڑھتے تھے اس عرصہ کہ دوران جو بھی آپ سے وظیفہ پڑھنے کے لئے پوچھتا آپ اُسے درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے جمعۃ المبارک میں تقریر کے آغاز پر لوگوں کو درود شریف پڑھاتے اور اکثر درود پاک کے فضائل بیان کرتے رہے۔ آخری دو تین سال سے آپ کا معمول رہا کہ تقریباً سارا دن درود شریف پڑھنے میں گزارنے لگے بیماری کے ایام میں ہر وقت آپ کی زبان اقدس پر درود شریف رہا۔ ہسپتال میں بھی کثرت سے درود شریف پڑھا اور ہر عیادت کرنے والے سے فرماتے درود شریف کثرت سے پڑھنا حضرت مولانا محمد رفیق چشتی نے آپ سے جو آخری ملاقات کی جب مولانا الوداع ہونے لگے تو فرمایا رفیق چشتی تمہارا بیٹا پردیس میں ہے اُسے کہنا کثرت سے درود شریف پڑھا کرے۔

آپ جب آپریشن تھیٹر کی طرف جانے لگے تو فرمایا اب تک میں نے کثرت سے درود شریف پڑھا ہے جب آپریشن شروع ہوگا تو میرا درود شریف پڑھنا بند ہو جائے گا تم لوگوں نے باہر کثرت سے درود پاک پڑھنا ہے چنانچہ جتنا وقت آپ کا آپریشن میں گذرا وہاں موجود درجنوں عقیدت مند درود پاک پڑھتے رہے۔

آپریشن کے بعد جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کے ہونٹ مسلسل ہلنے لگے تقریباً ایک ہفتہ کے دوران جس وقت بھی آپ ہوش میں آتے آپ کے ہونٹ ہلنا شروع ہو جاتے ڈاکٹرز اور نرسیں آپ کو منع کرتے کہ ہونٹ نہ ہلائیں مگر آپ کے ہونٹ

ملتے رہے یقینی طور پر آپ اُس وقت درود پاک پڑھتے تھے۔

بیعت کی سعادت:

آپریشن سے دو روز قبل ۱۳ مئی بروز منگل صبح نو بجے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مرید حضرت مفسر قرآن مولانا عبدالحق ظفر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادہ فرقان احمد چشتی لاہور نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی۔

عیادت کرنے والوں کا رش:

حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری کا سن کر مختلف شہروں سے علماء کرام، عزیز و اقارب، مریدوں اور متعلقین روزانہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں پہنچنے لگے آپ ہر ایک سے محبت بھرے انداز میں گفتگو فرماتے اکثر کو کثرت سے درود پاک پڑھنے کی تلقین کرتے اور خصوصی طور پر الوداع کرتے۔ ۱۰ اپریل سے ۲۲ اپریل تک راقم الحروف نے بھی کئی ایک راتیں ہسپتال میں گزاریں خصوصی طور پر خدمت کرنے والوں میں صاحبزادہ محمد عارف ہزاروی، محمد ساجد جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد، ڈاکٹر امتیاز احمد گرین ٹاؤن لاہور، شوکت نظامی گرین ٹاؤن لاہور، محمد یونس اور محمد رمضان حافظ آباد شامل ہیں جنہوں نے خدمت کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

شکیل بدایونی کے کلام سننے کی فرمائش:

پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں گزرے ایام کے دوران ایک روز محمد رفیق چشتی امام مسجد گلزار حبیب وزیر آباد نے آپ کو فون کیا تو آپ نے ٹیلی فون پر محمد رفیق چشتی سے کہا مجھے شکیل بدایونی کا کلام سناؤ جو قوال اکثر عرس پاک کی محفل میں پڑھتے ہیں محمد رفیق چشتی نے فون پر آپ کو یہ کلام سنایا آپریشن کے روز محمد رفیق چشتی علی الصبح جب ہمارے ساتھ پی آئی سی ہسپتال پہنچے تو آپ نے شکیل بدایونی کا کلام سنانے کا

حکم دیا محمد رفیق چشتی نے درد بھری آواز میں یہ کلام سنایا۔

میری زندگی پہ نہ مسکرا مجھے زندگی کا الم نہیں
جسے تیرے غم سے ہو واسطہ وہ خزاں بہار سے کم نہیں
وہی کارواں وہی راستے وہی زندگی وہی مرحلے
مگر اپنے مقام پر کبھی تم نہیں کبھی ہم نہیں
نہ وہ شان جبر شباب ہے نہ وہ رنگ قہر عتاب ہے
دل بے قرار پہ ان دنوں ہے ستم یہی کہ ستم نہیں
نہ فنا میری نہ بقا میری مجھے اے شکیل نہ ڈھونڈیئے
میں کسی کا حسن خیال ہوں میرا کچھ وجود و عدم نہیں

پھر یہ اشعار سنائے۔

وہی آبلے ہیں وہی ہے جلن کوئی سوزِ دل میں کمی نہیں
جو لگا کے آگ گئے تھے تم وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں
تیری یاد ایسی ہے باوفا پس مرگ بھی نہ ہوئی جدا
تیری یاد میں ہم مٹ گئے تیری یاد دل سے مٹی نہیں

۱۵اپریل ۲۰۱۰ء جمعرات:

۱۴اپریل بدھ شام کو ڈاکٹرز نے کہا کل صبح آپریشن ہوگا لہٰذا وزیرآباد اور حافظ آباد سے متعدد عقیدت مند مرید نصف رات کو لاہور پہنچے رات کو سونے سے قبل آپ نے غسل کیا اور لباس تبدیل کر کے بیڈ پر لیٹ کر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اسی دوران محمد ساجد متعلم جامعہ غوثیہ وزیرآباد کو فرمایا میرا وصال ہوگیا تو مجھے قبلہ والد علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن کرنا۔ ۱۵اپریل کی صبح ۴ بجے میں نے دست بوسی کی آپ نے ضروری ہدایات دیں اور آنے والے تمام احباب سے ملاقات کی اس وقت آپ کے

چہرہ پر نورانیت کو بخوبی دیکھا جا سکتا تھا آپ خود چل کر آپریشن کی تیاری کے لئے گئے تقریباً صبح چھ بجے آپ کو ویل چیئر پر بذریعہ لفٹ تیسرے فلور سے دوسرے فلور پر آپریشن تھیٹر کے ساتھ والے کمرے میں لایا گیا وہاں تیاری کے دیگر مراحل سے گزارا گیا ہسپتال میں ان ایام میں ہر روز سات مریضوں کا بائی پاس آپریشن ہوتا تھا آپ کا لسٹ میں پانچواں نمبر تھا ڈاکٹرز آپریشن کے لئے کچھ تاخیر سے پہنچے چار مریضوں کا آپریشن شروع ہوا یوں صبح سے بعد دوپہر تک آپ کو انتظار کرنا پڑا اس دوران وزیر آباد سے آنے والے چند احباب نے آپ سے ملاقات کی آپ ان سے بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور سفر اجمیر شریف کا ذکر کرتے رہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر اپنی حاضری کے واقعات سناتے رہے ایک موقع پر راقم الحروف سے ٹیلی فون پر بات کی اور بعدازاں اپنے پاس کمرے میں بلایا تقریباً دس منٹ تک گفتگو فرماتے رہے۔

الوداعی سلام:

تقریباً ساڑھے چار بجے بعد دوپہر آپ کو آپریشن کے لئے تیار کر کے ویل چیئر پر آپریشن تھیٹر کی طرف لے جایا گیا اُس وقت آپ انتہائی خوش وخرم تھے آپ کو سبز رنگ کی کیپ اور عبا پہنائی گئی تھی جس میں آپ بہت خوبصورت نظر آرہے تھے ہسپتال میں موجود تقریباً پچاس کے قریب عقیدت مندوں، مریدوں نے باری باری آپ کو سلام کیا اور دست بوسی کی ہسپتال کے عملے کے کئی افراد بھی یہ منظر دیکھ کر آپ کی دست بوسی کرنے لگے احباب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ نے دائیں ہاتھ کو بلند کر کے سب کو سلام کیا آپ کو آپریشن تھیٹر کے اندر لے جایا گیا۔

محبوب اولیاء کے وصال کا منظر:

ہر آں کہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دھرے کل من علیہا فان

۱۵ اپریل جمعرات کو ساڑھے چار بجے آپ آپریشن تھیٹر میں گئے اور رات پونے گیارہ بجے آپریشن سے فارغ ہو کر آئی آئی سی یو میں لایا گیا۔ ڈاکٹرز نے بتایا آپریشن کامیاب رہا ہے جمعۃ المبارک کے روز بازو اور ٹانگیں کچھ دیر بعد حرکت میں لاتے رہے ہفتہ کے دن آپ نے آنکھیں کھولیں ملاقات کے لئے آنے والوں کو پہچانتے اور ہاتھ سے اشارے کرتے اتوار کے روز آکسیجن اتاری گئی مگر کچھ دیر بعد ڈاکٹرز نے بتایا کہ آپ کو سانس لینے میں دشواری پیش آرہی ہے دوبارہ بے ہوش کر کے آکسیجن کی نالیاں لگانی پڑیں گی اس عمل کی وجہ سے آپ سوموار کی شام کو پھر ہوش میں آئے اہل خانہ اور مرید عیادت کے لئے وقفہ وقفہ سے آپ کے پاس جاتے حال احوال پوچھتے آپ اشاروں سے جواب دیتے بدھ کے روز ڈاکٹرز نے بتایا آج کیفیت بہت اچھی ہے اگر یہی صورت حال رہی تو کل جمعرات کو آکسیجن اتار دی جائے گی مگر رات تین بجے سے آپ کا بلڈ پریشر کم ہونا شروع ہو گیا دن بارہ بجے کے قریب بتایا گیا کہ آپ کی حالت انتہائی خطرناک ہو گئی ہے اور مزید بگڑتی جارہی ہے ڈاکٹر نے جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ تین بجے کے قریب راقم الحروف نے مزار مبارک حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر احباب کو بلایا اور یہاں تلاوت قرآن کریم شروع ہو گئی ہسپتال میں محمد ساجد نے آپ کے پاس کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا دن بھر آپ وقفہ وقفہ سے آنکھیں کھولتے اور بند کر لیتے تھے نماز عصر کے بعد بلڈ پریشر تشویشناک حد تک گر گیا اور آپ نے آنکھیں بند کر لیں محمد ساجد نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا ۵:۵۰ پر آپ نے دائیں آنکھ کھولی اور دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کھڑی کی اور روح

قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صورت از بے صورتی آمد برون
باز شد انا الیہ راجعون

غسل دینے کی سعادت:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جسد اقدس کو لے کر صاحبزادہ محمد عارف ہزاروی، قاری سعید احمد ارشد وزیر آباد، ڈاکٹر امتیاز احمد لاہور، شوکت نظامی لاہور، محمد یونس حافظ آباد، محمد رمضان حافظ آباد بذریعہ ایمبولینس رات ۹:۴۵ پر وزیر آباد آستانہ عالیہ پر پہنچے راقم الحروف نے آپ کے غسل کے تمام تر انتظامات مکمل کر دیئے تھے رات دس سے گیارہ بجے تک آپ کو پہلا غسل دیا گیا اس کی سعادت مولانا محمد رفیق چشتی، مولانا محمد اکرم چشتی، ڈاکٹر امتیاز احمد اور محمد ساجد نے حاصل کی اس وقت کمرے کے اندر میرے علاوہ حاجی عبدالرشید صراف اور محمد اویس اکرم بھی موجود تھے۔ غسل کے اختتام پر آپ کی ناف میں جمع ہونے والا پانی راقم الحروف نے روئی سے لے کر اپنے منہ میں چوس لیا جس طرح کہ حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ گوہر الدین احمد جینڈروی رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیتے وقت ناف میں جمع ہونے والا پانی چوس لیا تھا۔

۲۳ اپریل جمعۃ المبارک دن گیارہ بجے آپ کو دوبارہ غسل دیا گیا اس وقت بھی تقریباً وہی احباب موجود تھے جنہوں نے رات کو یہ سعادت حاصل کی تھی اس وقت بھی مجھے ناف میں جمع ہونے والے پانی کو چوسنے کی سعادت ملی۔ غسل دینے والے احباب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ غسل دینے سے قبل آپ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے موجود تھے۔ آپ کے کفن مبارک پر کلمات مبارکہ لکھنے کی سعادت مولانا محمد اکرم چشتی غفوری کو ملی۔ کفن مبارک میں کئی ایک تبرکات خاک شفا، غلاف کعبہ کا کپڑا، متبرک

کاغذات وغیرہ رکھے جبکہ خاک شفا کو گیلا کر کے پیشانی مبارک پر "یا رسول اللہ ﷺ" لکھا گیا۔

عام تعطیل:

آپ کے وصال کی خبر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد تقریباً تمام ٹی وی چینلز، جیو، ایکسپریس، وقت، نور ٹی وی، دن، دنیا وغیرہ پر نشر ہوئی ٹیلی فون کے ذریعہ بھی احباب علماء و مشائخ عظام کو مطلع کر دیا گیا تھا جمعۃ المبارک کے روز انجمن تاجران وزیر آباد کے اعلان کے مطابق وزیر آباد کے تمام بازار سوگ میں بند کر دیئے گئے، بار کونسل وزیر آباد کی طرف سے کچہری کو بند کر دیا گیا تحصیل وزیر آباد کے تمام سکولز و کالج میں محکمہ ایجوکیشن کی طرف سے تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔ وصال کی خبر سنتے ہی سینکڑوں لوگ دربار حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچنا شروع ہو گئے تھے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا۔

آخری دیدار:

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

آپ کے جسد اطہر کو غسل گھر کے اسی کمرے میں دیا گیا جہاں آپ نے کم و بیش زندگی کے اٹھائیس سال بسر کئے اسی کمرہ میں جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب اور جمعۃ المبارک کے دن صبح سے بعد دوپہر پانچ بجے تک ہزاروں مرد و خواتین نے آپ کا آخری دیدار کیا۔ سینکڑوں علما اہل سنت کے علاوہ دیگر مکاتب فکر کے علما حتیٰ کہ غیر مسلم عیسائی بھی زیارت کے لئے آتے رہے۔

آج کے دن جامع مسجد غوثیہ میں خطبہ جمعہ حضرت مولانا حافظ محمد رفیق چشتی

نے دیا ہزاروں لوگ مسجد، دربار شریف حتیٰ کہ آپ کے مکان کے اندر باہر آہوں اور سسکیوں کے ساتھ آپ کو یاد کرتے رہے۔ پانچ بجے آپ کی چارپائی جس کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے گئے تھے۔ رہائش گاہ سے اٹھائی گئی محترم جناب ذوالفقار احمد چیمہ ڈی آئی جی پولیس گوجرانوالہ نے ملکی حالات کے پیش نظر سیکیورٹی کے خصوصی انتظامات کر رکھے تھے جنازہ کے جلوس کے آگے اور پیچھے پولیس کی بھاری نفری تعینات تھی علی پور چٹھہ احمد نگر گکھڑ سوہدرہ اور وزیر آباد کے تھانوں کے پولیس کے دستے سیکورٹی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے جبکہ گوجرانوالہ سے کمانڈوز کے خصوصی دستے بھی وزیر آباد پہنچ چکے تھے ریلوے گراؤنڈ جہاں نماز جنازہ ادا کی جانی تھی چاروں جانب سے پولیس نے اسے گھیر رکھا تھا اور مکانوں کی چھتوں پر بھی پولیس کے جوان ڈیوٹی دے رہے تھے نماز جنازہ کا جلوس جی ٹی روڈ سے گزرتا ہوا ریلوے گراؤنڈ پہنچا ٹریفک کو کنٹرول کرنے کے لئے خصوصی طور پر ٹریفک پولیس کے متعدد جوان مختلف مقامات پر فرائض سرانجام دیتے رہے لاہور سے راولپنڈی کی دونوں جانب سے آنے والی ٹریفک کا رخ بائی پاس کی جانب موڑ دیا گیا تھا اسی طرح سیالکوٹ سے وزیر آباد کے اندر سے گزرنے والی ٹریفک کو بھی بائی پاس سے گزارا جا رہا تھا۔

عاشق کا جنازہ ہے بڑی دھوم سے نکلے

دستار بندی:

نماز جنازہ سے قبل حضرت شہزادہ غوث زماں فخر السادات پیر سید معین الحق شاہ گیلانی مدظلہ العالی زیب آستانہ عالیہ گولڑہ شریف نے راقم الحروف (پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی چشتی گولڑوی) کی دستار بندی ہزاروں علماء و مشائخ عظام کی موجودگی میں فرمائی اور یوں حضرت مفتی اعظم جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین مقرر فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

گلہائے محبت دستار بندی کے تہنیتی پس منظر میں:

بندھی ہے جو تجھے دستار آصف
تیری عظمت کا ہے معیار آصف
تو ہے اک نامور دادےؒ کا پوتا
چمکتے ہیں تیرے افکار آصف
تو ہے اک محترم والدؒ کا بیٹا
مہکتا ہے تیرا کردار آصف
بزرگوں کی تو آنکھوں کا ہے تارا
ہمیں تجھ سے ہے قلبی پیار آصف
بنا ہے اس لئے مخدوم ملت
کہ تو دیں کا ہے خدمت گار آصف
طفیل خواجگانِ گولڑہ ہے
یقیناً اپنا بیڑہ پار آصف
مبارک ہو تجھے یہ جانشینی
حسین ہیں چشتیہ انوار آصف
خدا رکھے یونہی شاد اور آباد
یہ دربار اور یہ گھر بار آصف
عقیدت سے ہے کرتا پیش فیضان
یہ تحفہ صورت اشعار آصف

(پروفیسر فیض رسول فیضان گوجرانوالہ)

نماز جنازہ:

حضرت قبلہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے دو بار راقم الحروف سے ارشاد فرمایا کہ نماز جنازہ کون پڑھائے گا دوران گفتگو فرمایا ہمارے خاندان میں انتہائی متقی شخصیت حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام محبوب سبحانی ہزاروی کی ہے جو نماز جنازہ پڑھانے کی اہلیت رکھتے ہیں پھر فرمایا دیکھ لینا بہتر یہی ہے کہ خود ہی پڑھا لینا۔ چنانچہ میں نے حضرت قبلہ پیر سید معین الحق شاہ گیلانی مدظلہ العالی سے عرض کیا آپ نماز جنازہ پڑھائیں آپ نے فرمایا تم خود پڑھاؤ دوبارہ عرض کیا تو فرمایا میرا حکم ہے تم خود نماز جنازہ پڑھاؤ چنانچہ حضرت قبلہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔

چھ بجے شام ریلوے گراؤنڈ بھر چکی تھی نصف ریلوے گراؤنڈ میں تو علماء اور عوام ایک دوسرے کے ساتھ یوں کھڑے تھے کہ صفیں بنانا بھی مشکل تھا گراؤنڈ کی شمالی جانب سڑک اور جی ٹی روڈ، بس سٹاپ کی جانب ہزاروں لوگ کھڑے تھے ریلوے لائنوں کے اوپر پل یہاں حتیٰ کہ سیڑھیوں پر بھی لوگ صفیں بنائے کھڑے تھے ابھی لوگ مسلسل آرہے تھے غروب آفتاب کا وقت بھی قریب ہو رہا تھا لہٰذا شام ۶ بج کر ۱۶ منٹ پر نماز جنازہ کی پہلی تکبیر کہی گئی لاؤڈ سپیکر کے ذریعے آواز دور دور تک جا رہی تھی لہٰذا کئی لوگوں نے نالہ پلکھو کے پل کے پاس بھی نماز جنازہ پڑھنے لگے۔ ہزاروں علما و مشائخ اور ستر ہزار سے زائد لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی جمعۃ المبارک کے خطبہ کی وجہ سے بے شمار علماء نماز جنازہ میں نہ پہنچ سکے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے تشریف لائے ہوئے صاحبزادہ پیر سید محمد نجم الدین گیلانی مدظلہ العالی اور صاحبزادہ پیر سید غلام محی الدین رومی گیلانی مدظلہ نماز جنازہ ادا کرنے کے کچھ دیر بعد پہنچے۔ جس وقت نماز جنازہ ادا کی جا رہی تھی اس وقت مسجد نبوی کے اندر چند متعلقین آپ کے ایصالِ ثواب کے لئے جمع ہو کر اجتماعی دُعا کر رہے تھے۔

تدفین:

نماز جنازہ ادا کرنے سے قبل ہی جنازہ کی چارپائی سے باندھے ہوئے بانس اتار لئے گئے تھے نماز جنازہ ادا کرنے کے فوراً بعد المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کی ایمبولینس میں چارپائی کو رکھ دیا گیا۔ لوگ ایمبولینس کے ساتھ دوڑنے لگے ایمبولینس آپ کے جسد اقدس کو لے کر مزار شریف کے احاطہ میں پہنچی جہاں ہزاروں افراد نے آپ کا آخری دیدار کیا تقریباً آٹھ بجے آپ کے جسد مبارک کو مزار شریف کے اندر لے جایا گیا لوگوں کے بے پناہ رش کی وجہ سے دربار شریف کے دروازے بند کرنے پڑے۔ ۸:۱۵ پر آپ کے جسد اطہر کو قبر انور میں تابوت کے اندر رکھا گیا قبر انور میں حضرت مولانا محمد رفیق چشتی، مولانا محمد اکرم چشتی غفوری، ڈاکٹر امتیاز احمد لاہور، محمد خالد وزیر آباد نے آپ کے جسد اطہر کو اتارا مزار شریف کے اندر موجود درجنوں لوگ بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھ رہے تھے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے تشریف لائے ہوئے حضرت صاحبزادہ پیر سید نجم الدین گیلانی مدظلہ العالی، حضرت صاحبزادہ پیر سید غلام محی الدین رومی گیلانی مدظلہ العالی بھی آپ کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھے تدفین کے بعد آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے لائی گئی چادریں آپ کی قبر مبارک پر چڑھائی گئیں اور حضرت صاحبزادہ سید نجم الدین گیلانی مدظلہ العالی نے دُعا فرمائی۔

آپ کی قبر انور کو پارسا و متقی مستری محمد یسین سیفی نے تیار کیا انہوں نے درجنوں افراد کی موجودگی میں بتایا کہ جب میں اور دو مزدور قبر کے اندر اسے تیار کر رہے تھے تو قبر کی مغربی جانب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کی دیوار جو نیچے تک نظر آرہی تھی مجھے اس دیوار میں سے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا قبر کے اندر صرف وہ ٹھہرے جس کا وضو ہے تمہارے ساتھ جو مزدور ہے وہ بغیر وضو کے ہے اسے کہو کہ باہر نکل جائے چنانچہ وہ مزدور قبر سے باہر نکل آیا قبر انور کی تیاری

کے مراحل میں سات سو سے زائد اینٹیں لگیں مولانا محمد اکرم چشتی غفوری نے ہر اینٹ پر دس دس مرتبہ درود شریف پڑھا اور پھر ان اینٹوں کو قبر کے اندر نصب کیا گیا۔

الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار

ہیں دونوں گھر انہی کے، جس گھر میں جی چاہا جا بیٹھے
کبھی اس گھر میں آبیٹھے، کبھی اُس گھر میں جا بیٹھے

چہرہ انور متبسم رہا:

وقت وصال سے لے کر تدفین تک عینی شاہدین اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ کا چہرہ انور متواتر متبسم رہا۔ بیماری اور دل کے آپریشن کے باوجود کہ انسان انتہائی کمزور ونحیف ہو جاتا ہے لیکن آپ کے چہرہ انور پر بیماری اور کمزوری کے اثرات دور دور تک نظر نہیں آتے تھے ہر دیکھنے والا کہتا تھا کہ زندگی بھر حضور ﷺ اور آل رسول ﷺ کی نورانیت کا ذکر کرنے والے کا چہرہ نور علی نور ہے۔

نشان مرد مومن با تو گویم   چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

نماز جنازہ اور تعزیت کے لئے تشریف لانے والے علماء، مشائخ اور قائدین:

آپ کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء کرام مشائخ عظام، صوفیا، خطباء، سیاسی وسماجی قائدین شریک ہوئے جمعۃ المبارک کی وجہ سے متعدد علماء کرام نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ سینکڑوں علماء کرام ختم جہلم تک تشریف لا کر اظہار تعزیت کرتے رہے ان میں چند ایک کے اسماء مبارکہ درج ذیل ہیں۔

حضرت پیر سید معین الحق شاہ گیلانی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف، حضرت پیر سیّد قطب الحق شاہ گیلانی گولڑہ شریف، حضرت پیر سیّد غلام نظام الدین جامی شاہ گیلانی گولڑہ شریف، حضرت پیر سیّد نجم الدین گیلانی گولڑہ شریف، حضرت پیر سیّد غلام محی

الدین رومی گیلانی گولڑہ شریف، حضرت پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی لندن (برطانیہ)، حضرت صاحبزادہ پیر عتیق الرحمٰن نقشبندی آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف، حضرت پیر قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی آستانہ محدث اعظم فیصل آباد، حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم رضوی صدر جمعیت علمائے پاکستان وسنی اتحاد کونسل، حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری دربار عالیہ مراڑیاں شریف گجرات، حضرت علامہ پیر ابوداؤد محمد صادق رضوی امیر جماعت رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خان قادری لاہور، حضرت پیر میاں محمد حنفی سیفی نقشبندی راوی ریان کالا شاہ کاکو لاہور، حضرت صاحبزادہ پیر محمد رفیق مجددی درگاہ ابوالبیان گوجرانوالہ، حضرت صاحبزادہ پیر سید سعید احمد شاہ آستانہ عالیہ شاہ ولایت گجرات، حضرت علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور، خطیب اسلام پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی، حضرت صاحبزادہ حامد رضا وزیر کشمیر سیالکوٹ، حضرت مولانا قاری غلام رسول قادری لاہور، حضرت صاحبزادہ پیر سید محفوظ مشہدی دربار عالیہ بھکھی شریف، حضرت پیر سید مراتب علی شاہ دربار عالیہ سلھوکی شریف، حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ مہتمم جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال، حضرت صاحبزادہ فیض رسول رضوی دربارِ عالیہ محدث اعظم فیصل آباد، حضرت صاحبزادہ پیر ضیاء الحسن اشرفی درگاہ اشرفیہ لالہ موسیٰ، حضرت علامہ صاحبزادہ محمد داؤد رضوی گوجرانوالہ، حضرت پیر مبارک علی شاہ دربار عالیہ منڈیر شریف سیالکوٹ، حضرت علامہ مولانا خالد حسن مجددی گوجرانوالہ، حضرت مولانا مفتی ظہور اللہ ہاشمی ٹیکسلا، حضرت مولانا صوفی غلام حسین سیالوی لالہ موسیٰ، حضرت پیر سیّد صفی اعظم المعروف جن پیر سوہدرہ، حضرت صاحبزادہ صوفی محمد عارف چشتی اویسی بھٹی کے وزیر آباد، حضرت خطیب اہل سنت مولانا فدا حسین شاہ حافظ آباد، حضرت مفتی محمد حسن صدیقی گوجرانوالہ، حضرت علامہ مفتی خادم حسین سیالکوٹ، حضرت علامہ سید خورشید احمد شاہ گوجرانوالہ، حضرت مولانا محمد شاہد چشتی

گجرات، حضرت علامہ محمد یوسف نقشبندی گجرات، حضرت قاضی محمد مظفر اقبال رضوی لاہور، حضرت شیخ الحدیث علی احمد سندیلوی لاہور، حضرت مفتی غلام نبی جماعتی گکھڑ، حضرت صاحبزادہ شبیر احمد ہزاروی آستانہ باغدرہ شریف سالک آباد حسن ابدال، حضرت استاذ العلماء مولانا محمد صدیق سالک صدر مدرس جامعہ حنفیہ سیالکوٹ، حضرت مولانا پروفیسر عبدالرحمٰن جامی گکھڑ، حضرت علامہ پروفیسر احمد اعوان پرنسپل کامرس کالج لاہور، حضرت ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور، حضرت مولانا محمد اکبر نقشبندی گوجرانوالہ، حضرت صاحبزادہ سید اقتدار احمد شاہ دربار عالیہ جنڈانوالہ کھاریاں، حضرت صاحبزادہ جاوید احمد اویسی دربار عالیہ جینڈر شریف گجرات، حضرت صاحبزادہ محمد کاشف اویسی جینڈر شریف، حضرت قاری محمد یونس قادری بروکلین امریکہ، حضرت صاحبزادہ پیر محمد حمید جان سیفی بن حضرت پیر سیف الرحمٰن سیفی لاہور، حضرت صاحبزادہ احمد سعید سیفی لاہور، حضرت پیر عابد حسین سیفی لاہور، حضرت مولانا محمد انصر القادری بریڈ فورڈ برطانیہ، حضرت مولانا قاری محمد اعظم چشتی گوجرانوالہ، حضرت علامہ محمد یوسف نقشبندی گجرات، حضرت علامہ مولانا غلام بشیر نقشبندی گجرات، حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی لاہور، حضرت علامہ محمد رضا ثاقب مصطفائی گوجرانوالہ، حضرت مولانا عظیم احمد قادری گجرات، حضرت مولانا خالد محمود گیلانی جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ، حضرت علامہ مولانا سلیم اللہ تابانی پھالیہ، حضرت پیر سید شبیر حسین بخاری گوجرخان، حضرت علامہ صاحبزادہ پیر نور المصطفیٰ رضوی خانقاہ ڈوگراں شیخوپورہ، حضرت مولانا رضا المصطفیٰ ظریف القادری گوجرانوالہ، حضرت پیر سیّد یحییٰ محمد شاہ کاظمی ڈسکہ، حضرت مولانا باغ علی رضوی فیصل آباد، حضرت پیر اطہر القادری لاہور، صاحبزادہ محمد ضیاء اللہ رضوی مرکزی صدر انجمن اساتذہ پاکستان، مولانا قاری غلام مصطفیٰ قاسمی گوجرانوالہ، مولانا حافظ مظہر اللہ جامعہ غوثیہ راولپنڈی، حضرت مولانا محمد اجمل اسلام آباد، حضرت مولانا محمد

عبداللہ خطیب جامع مسجد ائیر پورٹ اسلام آباد، حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد اشفاق صدیقی کراچی، حضرت صاجزادہ محمد نعمان حفیظ صدیقی کراچی، حضرت مولانا غلام فاروق ہزاروی ہری پور ہزارہ، حضرت علامہ مولانا پروفیسر حافظ محمد صابر علی صابر بھوپال والا، حضرت علامہ قاری محمد نذیر چشتی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت گوجرانوالہ، حضرت مولانا ملک محبوب الرسول قادری اسلامک میڈیا سنٹر لاہور، حضرت سیّد محمد اجمل گیلانی سیکرٹری تنظیم المدارس پنجاب، حضرت مفتی محمد نعیم رضوی کامونکی، حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری لاہور، حضرت مولانا مشتاق احمد سلطانی گوجرانوالہ، حضرت پیر محب اللہ نوری دارالعلوم فریدیہ بصیر پور اوکاڑہ، حضرت علامہ مولانا احمد علی قصوری لاہور، حضرت صاجزادہ مولانا فیض احمد جمالی ڈیرہ غازی خان، حضرت مولانا غلام محمد صدیق اٹک، حضرت قاری ظہور احمد چشتی گوجر خان، حضرت پیر سید محمد رضا علی بخاری بساھاں شریف آزاد کشمیر، حضرت مولانا صوفی محمد علی نقشبندی سیالکوٹ، حضرت مولانا سیّد انور شاہ کاظمی بریڈفورڈ لندن، حضرت مولانا قاضی عبدالعزیز چشتی بولٹن برطانیہ، حضرت مولانا عبدالعزیز چشتی ھڈرز فیلڈ مانچسٹر، حضرت علامہ پیر امین الحسنات شاہ دارالعلوم بھیرہ شریف سرگودھا، حضرت پیر سید زاہد صدیق بوکن گجرات، حضرت مولانا محمد اسلم رضوی دارالعلوم بھیرہ شریف، حضرت صاجزادہ پیر سیّد نوید الحسن شاہ آستانہ عالیہ بھکھی شریف، حضرت صاجزادہ محمد عثمان نوری چک سادہ گجرات، حضرت مولانا محمد شبیر مصطفوی سید پور آزاد کشمیر، حضرت مولانا محمد حسین آزاد صدر منہاج القرآن علماء کونسل لاہور، پروفیسر ڈاکٹر علی اکبر قادری منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور، حضرت علامہ مولانا محمد خان لغاری ڈپٹی سیکریٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان، حضرت مولانا مشتاق احمد شیخ الحدیث دارالعلوم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف، بلال قدرت بٹ امیر جماعت اسلامی گوجرانوالہ، مولانا پروفیسر عبدالستار حامد

جامع مسجد اہل حدیث وزیر آباد، قائد تحریک جنفریہ مولانا ساجد حسین نقوی، حضرت پیر امراؤ خان دربار عالیہ سیّدو شریف سوات، عزت مآب جناب ذوالفقار احمد چیمہ ڈی آئی جی گوجرانوالہ، جناب کیپٹن صفدر ایم این اے پاکستان مسلم لیگ، جناب جسٹس افتخار احمد چیمہ ایم این اے وزیر آباد، جناب چوہدری شوکت منظور چیمہ ایم پی اے وزیر آباد، جناب کرنل غلام سرور چیمہ سابق وزیر دفاع پاکستان، جناب ذوالفقار احمد قریشی سابق آئی جی پنجاب، جناب ڈاکٹر نثار احمد چیمہ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر گوجرانوالہ، جناب چوہدری فیاض احمد چٹھہ سابق ضلعی ناظم گوجرانوالہ، جناب جسٹس حسن نواز جونده، جناب سیّد اقبال احمد شاہ ڈی ایس پی گوجرانوالہ، جناب امجد علی تارڑ ڈی ایس پی وزیر آباد، جناب چوہدری شاہ نواز چیمہ سابق صوبائی وزیر اوقاف پنجاب، جناب پروفیسر زاہد بٹ چیئرمین انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری بورڈ گوجرانوالہ، جناب عبدالرزاق ملک ڈائریکٹر جنرل وفاقی محتسب اعلیٰ اسلام آباد، حضرت پیر سیّد صابر علی شاہ دارالعلوم جیلانیہ قادریہ لندن، حضرت صاحبزادہ اختر حسین اشرفی لالہ موسیٰ، مولانا محمد یوسف چشتی جلال پور جٹاں، مولانا محمد حسین جلوی پرنسپل ممتاز المدارس وزیر آباد، حضرت مفتی پیر سیّد مزمل حسین شاہ لاہور، حضرت پیر خادم حسین بغدادی شاہدرہ لاہور، حضرت قاری حیدر علی مجاہد ہڈرز فیلڈ مانچسٹر، حضرت پیر محمد رفیق آستانہ عالیہ جھگی شریف وزیر آباد، حضرت صاحبزادہ سیّد ضیاء نور شاہ مسلم ہینڈ فیڈریشن اسلام آباد، حضرت مولانا قاری محمد حنیف چشتی راہوالی، مولانا سیّد شبیر حسین بخاری نقشبندی صدر جماعت اہل سنت گوجرانوالہ، سیّد غلام محی الدین گیلانی صدر انجمن طلباء اسلام پاکستان، حضرت محمد زبیر چشتی ضلعی خطیب سیالکوٹ، پروفیسر حافظ اعتبار احمد خان جماعتی لاہور، جناب نوابزادہ مظفر علی گجرات، بریگیڈیئر راجہ رؤف اللہ خاں، حضرت مولانا محمد حنیف چشتی برطانیہ، جناب سہیل اختر نیازی سابق مرکزی صدر انجمن طلباء اسلام پاکستان، مولانا محمد صفدر مسعود گورایہ سابق

سیکرٹری اے ٹی آئی، مولانا محمد الیاس چشتی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ الہ آباد وزیر آباد، مولانا پروفیسر حافظ منیر احمد الہ آباد، پروفیسر ڈاکٹر مطلوب احمد رانا مرکزی صدر پروفیسرز اینڈ لیکچرز فورم، پروفیسر ڈاکٹر زاہد شیخ مرکزی صدر آل پنجاب پروفیسرز اینڈ لیکچرز ایسوسی ایشن، حضرت مولانا محمد بدرالزماں قادری مہتمم جامعہ غوث العلوم سمن آباد لاہور۔

ختم قل و چہلم شریف:

آپ کے ختم قل شریف کی محفل ۱۰ جمادی الاوّل ۱۴۳۱ھ، ۲۵ اپریل ۲۰۱۰ بروز اتوار دربار عالیہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پر منعقد ہوئی۔ قبر انور میں دفن سے لے کر ختم قل شریف تک مسلسل قرآن خوانی ہوتی رہی حفاظ کرام نے متعدد قرآن کریم تلاوت کئے بروز اتوار مزار مبارک پر سینکڑوں لوگ علی الصبح ہونے والی قرآن خوانی میں شامل ہوئے نو بجے باقاعدہ طور پر مجلس ختم قل شریف کا آغاز ہوا وزیر آباد میں اہل سنت کی تمام تنظیموں کے کارکنان مدارس کے طلباء سیاسی وسماجی رہنما اور علما و مشائخ ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ ۲ بجے کے قریب دُعا ہوئی جماعت اہل سنت وزیر آباد کے زیر اہتمام شہر میں گیارہ روزہ تعزیتی اجتماعات ہوئے کئی ایک تنظیموں کی طرف سے اپنی اپنی مساجد میں الگ سے تعزیتی اجتماعات منعقد کئے گئے وزیر آباد کے علاوہ پاکستان کے مختلف شہروں مثلاً حافظ آباد، گوجرانوالہ، گکھڑ منڈی، لاہور، راولپنڈی، نارووال، سیالکوٹ، حسن ابدال، ڈیرہ اسماعیل خان، مردان، ڈیرہ غازی خان، بھکر، پشاور، اٹک، لیہ، راجن پور، کراچی وغیرہ میں ایصالِ ثواب کی محافل اور تعزیتی ریفرنس ہوئے بیرون ممالک میں امریکہ، برطانیہ، اٹلی، آسٹریلیا، دبئی اور سعودی عرب میں بھی پروگرام منعقد ہوئے مکۃ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں مختلف دنوں میں متعلقین نے جمع ہو کر حرمین شریفین میں قرآنی خوانی اور ایصالِ ثواب کرتے رہے۔

ختم چہلم کا دو روزہ پروگرام ۲۹ مئی ہفتہ بعد نماز عشاء مرکزی جامع مسجد غوثیہ

اور ۳۰ مئی اتوار بعد نماز فجر سے ظہر تک آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ مہر آباد شریف میں منعقد ہوا۔ مفکر اسلام، شہزادہ غوث الوریٰ جامع معقول ومنقول حضور قبلہ پیر سیّد عبدالقادر شاہ جیلانی مدظلہ العالی کئی علماء ومشائخ کے ہمراہ شرکت کے لئے خصوصی طور پر برطانیہ سے تشریف لائے اور خصوصی دُعا فرمائی علاوہ ازیں پاکستان بھر سے آئے ہوئے جید علما و مشائخ نے بھی خطاب فرمائے۔

سالانہ عرس مبارک:

حضرت جانشین شیخ القرآن پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آباؤ اجداد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے عرس پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تزک واحتشام اور عقیدت محبت سے منایا کرتے تھے یہ عرس مبارک کئی سالوں تک ربیع الاول کے آخری اتوار، سوموار کو منعقد ہوتا رہا پھر آپ نے زائرین کی سہولت کے پیش نظر موسم گرما کی شدت سے بچنے کے لئے محرم تا اور جمادی الاول کے مختلف ایام میں منعقد کرتے رہے راقم الحروف نے عرس پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کو متعین کر دیا ہے اب یہ عرس مبارک حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے یوم وصال اور تدفین کی تاریخوں یعنی ۷، ۸ جمادی الاوّل کو منعقد ہوا کرے گا۔ سات جمادی الاوّل کو بعد از نماز عصر مزار مبارک پر حضرت کے وصال شریف کے وقت ختم شریف کی محفل ہوا کرے گی۔ (ان شاء اللہ العزیز)

مشائخ عظام علماء کرام اور دانشوروں کا خراجِ عقیدت

حضرت قبلہ عالم فخر السادات والمشائخ حضور سیّد عبدالحق شاہ گیلانی قادری

زیب آستانہ عالیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد

مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا یقین نہیں آتا ان کی صورت میری آنکھوں کے سامنے ہے ان کا مسکرانا، اٹھنا، بیٹھنا، آہستہ آہستہ چلنا اور گفتگو کرنا بار بار یاد آتا ہے حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں کس طرح ان کا ذکر کروں کہ وہ اپنے والد ماجد کے سچے جانشین ثابت ہوئے اللہ تعالیٰ اُن کے درجات ومراتب کو بلند فرمائے۔ (آمین)

حضرت مفکر اسلام عالمی مبلغ پیر سیّد عبدالقادر شاہ جیلانی

سرپرست جماعت اہل سنت یورپ وامریکہ

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ صورت وسیرت میں اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر تھے۔ اہل بیت اطہار کے سچے عاشق تھے پاکستان میں اہل بیت اطہار کا غلام اور ثنا خواں ان جیسا نظر نہیں آتا آپ کے وصال سے خاندانِ نبوت کا بازو کٹ گیا ہے جب بھی میں ان کے وصال فرما جانے کا سوچتا ہوں تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں مجھے ہمیشہ اس بات کا افسوس رہے گا کہ میں ان کی نماز جنازہ کے لئے حاضر نہ ہو سکا اللہ تعالیٰ حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی چادر تطہیر کا صدقہ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام سے سرفراز فرمائے۔

محترم جناب شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب

حضرت مولانا محمد عبدالشکور ہزاروی کے وصال سے پاکستان کی عوام ایک جید عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں آپ کے خاندان نے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں آپ نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا آپ کی ملی، علمی، سیاسی، مذہبی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مخدوم اہل سنت حضرت پیر محمد عتیق الرحمٰن نقشبندی فیض پوری

آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف میر پور

حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان اور ہمارے خاندان کے درمیان ایک علمی و روحانی رشتہ ہے میں نے جب سے ہوش سنبھالا تب سے حضرت سے ملاقاتیں رہی ہیں میرے ساتھ انتہائی شفقت فرماتے اکثر آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف تشریف لاتے اور خطاب فرماتے۔ ملک اور بیرون ملک میں بھی آپ کے ساتھ کئی یادگار پروگراموں میں ایک ساتھ شریک ہوئے ہیں آپ نے اپنے والد ماجد کی جانشینی کا حق ادا کیا ہے تمام بڑے بڑے علمی و روحانی مراکز میں یادگار تقاریر فرمائی ہیں میں نے آپ کے وعظ کے دوران لوگوں کو جھومتے اور زار و قطار روتے ہوئے دیکھا ہے آپ میرے قبلہ عالم والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد زادے تھے اسی نسبت سے ہمارا آپ کے ساتھ ایک محبت و شفقت کا تعلق تھا جسے آپ نے خوب نبھایا ہے۔

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد راغب نعیمی

مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور

آپ ایک مینارہ نور تھے جس کی روشنی سے صدیوں تک علماء استفادہ کرتے

رہیں گے اپنے تو اپنے رہے بیگانے بھی آپ کے علم وفضل کے معترف تھے یہی وجہ ہے آپ کی نماز جنازہ میں تمام مکاتب فکر کے علماء شریک تھے اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور آپ کے درجات ومراتب کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔(آمین)

حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم رضوی

ایم این اے،صدر جمعیت علمائے پاکستان

حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہماری جماعت کا بہت بڑا سرمایہ تھے آپ عظیم باپ کے عظیم بیٹے تھے آپ کے والد ماجد نے دیگر اکابرین اہل سنت کی طرح تحریک پاکستان میں بڑا تاریخی کردار ادا کیا ہے جس پر قائداعظم محمد علی جناح کو فخر تھا مجھے مفتی صاحب کے ساتھ یہ نسبت حاصل ہے کہ میرے والد ماجد اور آپ کے والد ماجد نے بریلی شریف میں حضرت حجۃ الاسلام شاہ محمد حامد رضا خاں بریلوی سے اکتساب فیض کیا اور پھر پوری دنیا کو فیضیاب کرتے رہے۔آپ انتہائی جرأت مندی اور بہادری سے گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈٹے رہے جامعہ رضویہ فیصل آباد کے سالانہ پروگراموں میں آپ کا خطاب لازمی ہوا کرتا تھا بڑا دلنشیں خطاب فرماتے کہ عوام اور علما جھوم اٹھتے تھے۔

حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری

امیر کاروانِ اسلام لاہور

حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے عالم اسلام ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت سے محروم ہوگیا ہے آپ نے زندگی بھر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو گلی گلی کوچہ میں پھیلایا آپ ایک علمی وروحانی خطیب کی حیثیت سے پہچانے

جاتے تھے صورت و سیرت کے اعتبار سے اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین ثابت ہوئے دورہ تفسیر قرآن مجید کی صورت میں قرآنی علوم سے طلباء و علماء کو مستفیض فرماتے رہے۔

حضرت شہباز خطابت پیر سید شبیر حسین شاہ نقوی حافظ آباد

حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام اور مسلک اہل سنت و الجماعت کے لئے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ ہزاروی خاندان پر اگر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو ایسی ہستیاں صدیوں بعد جلوہ افروز ہوتی ہیں آپ ہمیں افسردہ چھوڑ کر ہم سے بہت دور اللہ کی رحمت کے گھنے سائے میں خلد آشیاں ہیں آپ کے چہرہ کی نورانیت اہل سنت کی حقانیت کی دلیل ہے میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور روشن کردہ علمی شمع تا ابد فروزاں رہے۔

حضرت صاحبزادہ پیر امین الحسنات شاہ

مہتمم دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سن کر بے حد دکھ ہوا بیماری کے باعث نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکا ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے جس علمی انداز سے دنیائے اہل سنت کی خدمت کی اسے دوبارہ زندہ کیا جائے میری دُعا ہے کہ گلستان شیخ القرآن تا ابد سرسبز و شاداب رہے اور یہاں سے علماء و طلباء علمی پیاس بجھاتے رہیں۔

حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری

صدر عالمی تنظیم اہل سنت مراڑیاں شریف گجرات

حضرت کا خاندان کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے یہ خاندان اپنے علمی و روحانی کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہے گا آپ کے وصال سے پیدا ہونے والا خلا

صدیوں بھی پورا نہیں ہو سکتا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو صورت و سیرت میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی چلتی پھرتی تصویر تھے ان کی جانشینی کا حق ادا کر دیا ہے نماز جنازہ کا یہ عظیم اجتماع آپ کی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کا وصال ایک عالم دین کا انتقال نہیں بلکہ ان کی جامع شخصیت کی رحلت سے مذہبی دنیا کو ایک زبردست سانحہ پہنچا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر عالم آپ کی کمی محسوس کر رہا ہے اور ہر آنکھ اشکبار ہے۔

حضرت علامہ مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ

خطیب جامع مسجد بورے والہ

استاذ العلما رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال صرف آپ وابستگان کے لئے ہی نہیں تمام اہل سنت و جماعت کے لئے حادثہ فاجعہ ہے آپ حضرت شیخ القرآن امام الافاضل حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی قدس سرہٗ العزیز کے صرف نسبی ہی نہیں علمی اور روحانی جانشین تھے صورتاً سیرۃً حضرت کے ترجمان تھے آپ نے مسند تدریس، منبر وعظ وتقریر ارشاد و تلقین کی عظیم ذمہ داریاں بڑی پامردی سے نبھائیں۔

حضرت علامہ پیر ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی

امیر جماعت رضائے مصطفےٰ پاکستان

جانشین شیخ القرآن حضرت پیر مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ عظیم باپ کے عظیم بیٹے تھے زندگی بھر مجاہدانہ کردار ادا کرتے رہے تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھرپور کردار سرانجام دیا اور اس سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ بدعقیدہ لوگوں کی طرف سے شانِ رسالت صحابہ و اہل بیت اور اولیاء کرام کے حضور اگر گستاخی کی جاتی تو آپ خوب ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے اس سلسلہ میں آپ کوئی

بار عدالتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائے۔ (آمین)

حضرت علامہ مولانا سید سعید احمد شاہ گجراتی

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اہل سنت کے جید علماء کرام میں ہوتا تھا آپ کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء کرام مشائخ عظام کا شامل ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ علما و مشائخ آپ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے آپ صحیح معنوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیامبر تھے اللہ تعالیٰ آپ کے درجات و مراتب بلند فرمائے۔ (آمین)

حضرت علامہ پیر محمد رفیق احمد مجددی

سجادہ نشین درگاہ ابوالبیان گوجرانوالہ

حضرت جگر گوشہ شیخ القرآن اپنے اسلاف کی زندہ تصویر تھے آپ کی ساری زندگی خدمت دین متین میں بسر ہوئی آپ کے وصال سے نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہو گیا ہے۔

ضرورت جتنی بڑھ رہی ہے روزِ روشن کی
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

میں حضرت کے لخت جگر جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی اور دیگر لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔

حضرت علامہ صاحبزادہ محب اللہ نوری

مہتمم دارالعلوم بصیر پور شریف اوکاڑہ

قحط الرجال کے دور میں آپ کا وجود بسا غنیمت تھا اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص انداز میں خطاب فرماتے تو لوگ اور علما عش عش کر اٹھتے تھے اپنی تقریر کے

دوران ایسا سماں باندھ دیتے تھے سامعین وجد میں جھومنے لگتے آپ کے وصال کی روح فرسا خبر سے اہل سنت کے ہاں سوگ کی کیفیت طاری ہوگئی اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور لائق و باصلاحیت صاحبزادے ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی پرنسپل گورنمنٹ مولانا ظفر علی خاں ڈگری کالج کو اپنے بزرگوں کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مفکر ملت مفتی محمد انصر القادری

خطیب اعظم برطانیہ

مفتی اسلام استاذ الاساتذہ آفتاب شریعت ماہتاب طریقت حضرت علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خدمات کی وجہ سے اپنوں کے علاوہ حلقہ اغیار میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ کے فکر و نظر کے فیضان اور تبحر علمی کا لوہا اپنوں اور بیگانوں میں یکساں طور پر مانا جاتا ہے۔ آپ بیک وقت ایک جید عالم دین، راسخ العلم مدرس، حاضر دماغ اور بالغ نظر، خوش بیاں خطیب، عظیم محقق، مایہ ناز مفتی، بلند پایہ سیاستدان، مصلح، مفکر، مدبر، شیخ طریقت اور مجاہد اسلام تھے۔ اس قدر خوبیاں شاذ و نادر ہی کسی ایک انسان میں جمع ہوتی ہیں آپ معاصرین اہل سنت میں ممتاز اور جداگانہ اہمیت کے حامل تھے۔ آپ کا وصال ایک عظیم سانحہ ہے جس کے درد اور کسک کی وجہ سے اہل سنت کے تمام حلقوں میں گہرے رنج و غم کا اثر ہے۔

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ناچیز کو آپ سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے جو میرے لئے سرمایہ حیات اور باعث صد افتخار ہے دو مرتبہ حضرت کے دست حق پرست سے دستار فضیلت اور سند فراغ حاصل کرنے کا شرف و اعزاز حاصل ہے دورہ تفسیر قرآن میں آپ کی تربیت اور شفقت

ہی کا اثر ہے کہ مجھے تمام طلباء میں پہلی پوزیشن حاصل ہوئی اور آپ نے خصوصی انعام سے نوازا۔ خانوادہ اہل بیت اور سادات کرام سے آپ کو جو محبت اور عقیدت تھی اس میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتے تھے اور یہ عقیدت و محبت آپ کو ورثے میں ملی تھی جبکہ حدیث میں ہے۔

الا ومن مات علی حب ال محمد مات شھیداً

یعنی جو آل رسول اللہ ﷺ کی محبت میں مرے وہ شہادت کی موت مرتا ہے اس اعتبار سے مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ ان کی موت شہادت کی موت ہے اور وہ ظاہری طور پر نگاہوں سے اوجھل ضرور ہوئے ہیں مگر روحانی طور پر زندہ ہیں کیا خوب کہا پیر بلھے شاہ صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے

بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں

گور پیا کوئی ہور

میں تو کہوں گا کہ وہ ولی کامل تھے دلیل یہ ہے کہ وہ عالم ربانی تھے اور اپنے علم پر عمل پیرا تھے آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادے حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی دام اقبالہ کو ان کی امنگوں کا ترجمان بنائے اور الولد سر لابیہ کے تحت ان کو اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا راز بنائے اور الشجرۃ تعرف بثمرھا کے تحت حضرت ڈاکٹر صاحب کو اپنے والد کی پہچان بنائے۔ (آمین بجاہ النبی الکریم الامین)

سرمایہ اہل سنت حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز چشتی سیالوی

گوجرانوالہ

میں نے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جیسی جامع شخصیت نہیں دیکھی جہاں علماء، خطباء، مدرسین، صوفیاء اور سیاستدان سبھی جھکتے تھے۔ بڑے وقار سے آپ نے زندگی بسر کی اس دور سے لے کر آج تک میرا اس خاندان کے ساتھ سب سے قریبی تعلق رہا

ہے حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ سے زندگی بھر ساتھ رہا سینکڑوں مرتبہ اکٹھے پروگراموں میں شریک ہوئے آپ کے وصال فرمانے سے اہل سنت کا باغ اجڑ گیا ہے میں نے جب آپ کے چہرہ کی زیارت کی خدا گواہ ہے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ سوئے ہوئے ہیں موت کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے میں نے آپ کے چہرہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا میرا دل کہتا تھا کہ آپ سے کہوں حضرت اٹھ کر بیٹھیں چہرے کی نورانیت آپ کے عقائد و نظریات کی حقانیت کی دلیل مبین تھی حالانکہ انہی ایام میں ایک اور مسلک کا مولوی دنیا سے گیا اُس کا چہرہ تک نہیں دکھایا گیا اور یہ مشہور کر دیا وقت کی کمی کے پیش نظر صورت نہیں دکھا سکتے۔

حضرت علامہ مولانا پروفیسر حافظ صابر علی صابر

خطیب اعظم بھوپال والا

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے علمی خاندان نے اہل سنت کی جو خدمت کی ہے اس کا واضح ثبوت حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں دیکھا گیا ہزاروں علما و عوام کا ہجوم، جنازہ کے جلوس میں عقیدت و احترام کے جذبات کی عکاسی، سینکڑوں علماء کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری تھیں۔ بڑی شان و شوکت اور ادب و احترام کے ساتھ جی ٹی روڈ پر جنازہ کا جلوس دیکھ کر رشک آ رہا تھا میں اپنے زمانہ کے ولی کامل کی نماز جنازہ میں شرکت کو اپنے لئے سرمایہ نجات سمجھتا ہوں اس وقت نماز جنازہ میں نہ صرف ہزاروں لوگ حاضر تھے بلکہ یوں محسوس ہو رہا تھا ہزاروں ملائکہ بھی شامل ہیں فضاؤں میں عجیب قسم کی روحانیت کو بخوبی محسوس کیا جا سکتا تھا ایسی عدیم المثال شخصیت صدیوں بعد جنم لیتی ہے مجھے یہ بات کہنے میں قطعاً کوئی عار نہیں مجھ جیسا شخص بھی اُن کی موجودگی میں کھل کر اظہارِ خیال نہیں کر سکتا یہ حضرت کے ساتھ میرا ایک ادب و احترام کا معاملہ تھا اللہ تعالیٰ آپ کے مزار پر انوار پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔

حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالعزیز چشتی

جنرل سیکرٹری اتحاد کونسل یورپ

عالم اسلام کے عظیم محقق شعلہ نوا خطیب شیریں بیان واعظ، روحانی ، مذہبی شخصیت آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے فیضان کی جھلک حضرت قبلہ مفتی صاحب کے مزار پر آج دربار غوثیہ گولڑہ شریف کی طرف سے عطا کردہ چادر دیکھ کر محسوس ہو رہا ہے کہ جس طرح آپ کی زندگی میں مشائخ گولڑہ شریف آپ کو اپنی محبتوں سے نوازتے رہے آج بھی نگاہِ کرم سے فیض یاب فرما رہے ہیں اللہ رب العزت اپنے محبوب پاک کے فیض سے حضرت کے صاحبزادگان ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی اور صاحبزادہ محمد عارف کو یہ عظیم مشن جاری رکھنے کی توفیق فرمائے۔

حضرت علامہ مولانا احمد علی قصوری

صدر مرکز اہل سنت پاکستان لاہور

مظہر اسلاف حضرت علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے نقوش ہماری نگاہوں میں جگمگا رہے ہیں ان کے اجلے لباس کی طرح ان کی صاف شفاف شخصیت ،علم وعمل کے اعتبار سے ہمہ پہلو رشک ہے۔ اپنی جدی علمی وراثت کو انہوں نے ایک قابل فخر فرزند ہونے کے ناطے نہ صرف خوب سنبھالا بلکہ اس میں خوبصورت اضافے کئے جس میں صاحبزادہ ڈاکٹر پروفیسر محمد آصف ہزاروی سلمہ ربہ جیتا جاگتا ثبوت ہیں اللہ کریم سے دُعا ہے کہ وہ حضرت قبلہ کی عالمانہ مدرسانہ اور مبلغانہ خدمات کو قبول فرماتے ہوئے خصوصی رحمتوں سے نوازے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات میں ابرار کی معیت عطا فرمائے۔

حضرت صاحبزادہ پیر سید علی رضا بخاری

زیب درگاہ بساہاں شریف آزاد کشمیر

مخدوم ملت پیر طریقت رہبر شریعت، قدوۃ المشائخ، وارث تخت حضور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ پیر محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پر ملال یقیناً ایک سانحہ ارتحال سے کم نہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، ملی، دینی، مذہبی، فکری و روحانی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور ان کو صدیوں یاد رکھا جائے گا۔

عزت مآب جناب ذوالفقار احمد چیمہ

ڈی آئی جی گوجرانوالہ

حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا ایک عزت اور عقیدت کا رشتہ تھا جو آخر تک قائم رہا میں نے جب بھی مفتی صاحب کو کسی تقریب میں شرکت کی دعوت دی انہوں نے مہربانی فرما کر قبول کی اور ہماری کئی ایک تقریبات میں تشریف لاتے رہے ان کی وفات پورے ملک کے لئے ایک بہت بڑا نقصان ہے ملک ایک بڑے جید عالم سے محروم ہو گیا ہے۔

جناب عبدالرزاق ملک

ڈائریکٹر جنرل وفاقی محتسب ریجنل سیکرٹریٹ لاہور

میں نے جب ہوش سنبھالا قبلہ شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا دن میں کئی بار دیدار کرتا تھا اس کے بعد مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے بہ نفس نفیس ملاقاتیں اور دیدار کا شرف ملتا رہا جس روز پاکستان دو ٹکڑے ہوا میں نے آپ کو زار و قطار روتے ہوئے دیکھا جو ان کی ملک پاکستان سے محبت کا عظیم ثبوت ہے آپ کی گرانقدر خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے جانشین پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی پرنسپل گورنمنٹ مولانا

ظفر علی خاں ڈگری کالج وزیر آباد دین کی خدمات کا حق ادا کرتے رہیں گے۔

جناب ڈاکٹر نثار احمد چیمہ

ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر گوجرانوالہ

حضرت کا وصال ایک عظیم قومی سانحہ ہے ان کا دنیا سے اٹھ جانا ہمارا ذاتی نقصان ہے صرف اس علاقہ کا نہیں بلکہ پورے پاکستان کا نقصان ہے اس نقصان کا احساس اس قحط الرجال کے دور میں مزید شدید ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادگان کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کی عظیم روایات کو قائم و دائم رکھنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

جناب بریگیڈیئر (ر) راجہ رؤف اللہ خاں

نیک اور عالم جدا ہو کر بھی جدا نہیں ہوئے حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مخلص ایماندار عالم ہیں تھا کا صیغہ میں استعمال نہیں کروں گا کیونکہ ان کا انتقال ہوا ہے وہ ایک جہان سے دوسرے جہان منتقل ہوئے ہیں۔

جناب پروفیسر محمد زاہد بٹ

چیئرمین انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری بورڈ گوجرانوالہ

حضرت قبلہ مفتی صاحب بلاشبہ علماء حق کے اس دستے کے رہبر تھے جن کی وجہ سے شمع اسلام روشن رہی اللہ تعالیٰ ہم سب کو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر کاربند ہونے کی توفیق فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا محمد حنیف چشتی گولڑوی

.......ولور ہمپٹن انگلینڈ.........

فیضان غریب نواز کو تقسیم کرنے والے قاسم جن کو ایک زمانہ جانتا ہے اس دارِ فانی

سے پردہ فرما کر اپنے پیشوائے کامل کی جماعت میں شامل ہو کر سب کو سوگوار کر گئے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی ظہور اللہ ہاشمی

آستانہ عالیہ بھوئی ٹیکسلا

جانشین شیخ القرآن پیر مفتی محمد عبدالشکور صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کا عظیم سرمایہ تھے۔ اہل سنت اس عظیم سرمایہ سے محروم ہو گئے ہیں یہ غم مسلک حق اہل سنت کبھی بھی نہیں بھول سکیں گے۔

مسلم لیگی رہنما جناب عمران رسول بٹ وزیر آباد

جب سے میں نے ہوش سنبھالی حضرت قبلہ مفتی صاحب سے میرا تعلق ہے وہ میرے سرپرست اعلیٰ تھے ہر موقع پر انہوں نے میری رہنمائی فرمائی میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں تحریر کروں کہ ان کا مقام و مرتبہ کس قدر بلند ہے ان کے مقام و مرتبہ کو علماء و مشائخ ہی بیان کر سکتے ہیں آپ کی کمی قیامت تک پوری نہ ہو گی لیکن آپ نے جو تحفہ اہل سنت کو ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کی شکل میں دیا ہے اُمید ہے وہ اس کمی کو محسوس نہیں ہونے دیں گے۔

جناب عزت مآب کیپٹن صفدر

ایم این اے مسلم لیگ پاکستان

مجھے متعدد بار حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے خطابات سننے کا موقع ملا آپ کے اندازِ بیان میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے طرز انداز کو بخوبی محسوس اور دیکھا جا سکتا تھا میرے عم محترم حضرت استاذ العلماء والمشائخ مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے خاص الخاص شاگردوں میں شمار ہوتا ہے آپ نے اپنے نور نظر کی علمی تربیت کے لئے آپ کو خاص طور پر وزیر آباد بلایا اور مفتی صاحب

ایک عرصہ تک میرے عم محترم سے تعلیم حاصل کرتے رہے اسی مناسبت سے ہمارے خاندان کے حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے گہرے مراسم چلے آرہے ہیں حضرت کے وصال فرمانے سے جو نقصان ہوا ہے اس سے صرف اہل وزیر آباد متاثر نہیں ہوئے بلکہ پورا عالم اسلام متاثر ہوا ہے ایک جید اور مستند عالم دین کی حیثیت سے وہ ہم سب کے محسن ہیں۔

قائد تحریک جعفریہ مولانا ساجد حسین نقوی

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کے وصال کا انتہائی دکھ ہوا آپ کے ہمراہ مجلس اتحاد بین المسلمین کے کئی اجلاسوں میں شریک ہونے کا موقع ملا ہزاروی خاندان کی ایک بات جس کو تمام لوگ جانتے ہیں کہ یہ علماء کرام کا گھرانہ اہل بیت اطہار کا غلام گھرانہ ہے انہیں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت و محبت ہے حضرت شیخ القرآن علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عوامی تقاریر میں جس انداز سے اہل بیت کی تعریف کرتے تھے اس کی مثال نہیں ملتی آج حضرت کے مزار پر ایصالِ ثواب کے لئے حاضر ہونا میرے لئے بڑی سعادت مندی ہے۔

حضرت فخر السادات پیر ابوالحسن سیّد مراتب علی شاہ

سجادہ نشین سلھو کے شریف گوجرانوالہ

مجھے حضرت کے زیر سایہ ایک سال وزیر آباد میں دورہ تفسیر القرآن مجید پڑھانے کا موقع نصیب ہوا۔ آپ کی مجھ پر نوازشات بے شمار تھیں عارف والہ کی خطابت کے دوران موصوف بارہا عارف والا تشریف لا کر تقریر فرماتے رہے۔ سلھو کی عرس کے موقع پر کئی بار تشریف لائے اور آپ کی بصیرت افروز تقریر سے عوام و علما مستفیر ہوتے رہے کرم نوازیاں بے شمار ہیں آپ کے چلے جانے سے دنیائے سنیت

میں ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ محمد نوید الحسن شاہ

درگاہ حضرت حافظ الحدیث بھکھی شریف

اگر علم حسن اور شرافت طبع کے ساتھ احترام سادات کو جمع کیا جائے تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدوخال ابھر آتے ہیں آپ عظیم باپ کے عظیم بیٹے اور عظیم عالم دین تھے۔

حضرت مولانا صاحبزادہ محمد نور المصطفیٰ رضوی

مہتمم دار العلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ

حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی دینی وملی اور سیاسی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے آپ بلند پایہ عالم دین، کہنہ مشق مدرس اور باوقار خطیب تھے عمر بھر دینی خدمات کے لئے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر رکھا تھا اور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو بڑی استقامت کے ساتھ برقرار رکھا۔ حضرت کے صاحبزادہ پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی زاد شرفہ ایک باصلاحیت بیدار مغز، دینی تقاضوں کو جدید دور کی روشنی میں سمجھنے والے عالم دین ہیں ابھرتے ہوئے محقق، مصنف اور نامور ماہر تعلیم ہیں میری دُعا ہے اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب زید مجدہ کو خاندانی روایات برقرار رکھتے ہوئے دین متین کی خدمات سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

حضرت صاحبزادہ پیر سید فدا حسین شاہ حافظ آبادی

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دنیا سے پردہ فرما جانا اہل سنت کے لئے عظیم نقصان ہے جو صدیوں بعد بھی پورا نہ ہوگا آپ کے چہرہ انور کی چمک دمک اہل سنت کی صداقت کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے چہرے بعد از وصال یونہی دمکتے ہیں۔ جو زندگی بھر گستاخیاں کرتے ہیں بعد از وصال ان کے چہرے دکھانے کے قابل نہیں

ہوتے جس کی تازہ مثال چند دن پہلے گذری ہے۔

حضرت علامہ مولانا قاری خالد محمود

امیر جماعت اہل سنت پنجاب

حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ بالیقین نمونہ اسلاف اور ممتاز عالم دین شریعت اور طریقت کا حسین پیکر تھے ان کی زندگی مثل آفتاب تھی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ (آمین)

حضرت علامہ مولانا قاری محمد حنیف چشتی

خطیب اعظم راہوالی

حضور قبلہ بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر اور شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نور نظر مفتی صاحب کی زبان میں بڑی تاثیر تھی آپ گولڑہ شریف میں خطاب فرمایا کرتے تھے تو میں نے حضور قبلہ بابوجی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں میں آنسو کی جھڑیاں دیکھی آپ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں اتنے مقبول تھے کہ وہاں آپ کے علاوہ کسی کو خطاب کرنے کا وقت ہی نہ ملتا وہاں سینکڑوں علماء کے سامنے فی البدیہہ بولنا آپ کا ہی حق تھا۔

جناب ملک محمد شہباز

صدر پاکستان مسلم لیگ وزیر آباد

میرے استاد محترم شیخ طریقت حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جو ہزاروں علما کے استاد ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ولی کامل تھے آپ کے تربیت یافتہ شاگرد دنیا بھر میں دین متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں آپ کا خدمت دین کا جذبہ انتہائی متاثر کن تھا کوئی خوش ہو یا ناراض ہو آپ نے ہمیشہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر اسلامی تعلیمات کو پھیلاتے رہے۔ آپ دنیائے علم کے امام اور علوم عقلیہ و

نقلیہ کے بے تاج بادشاہ تھے۔ ذہانت وقابلیت اور منصب تدریس افلاک کے مہر و ماہ تھے آپ کا وصال صرف ایک عالم دین کا وصال نہیں بلکہ زبردست سانحہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر عالم ان کی کمی کو محسوس کرتا ہے اور ہر آنکھ اشکبار ہے اہل وزیر آباد نے ہزاروں کی تعداد میں آپ کی نماز جنازہ میں شمولیت اور مکمل طور پر کاروباری و تعلیمی مراکز بند رکھ کر آپ سے اظہار عقیدت ومحبت کا ثبوت دیا ہے۔

حضرت زینت القراء مولانا قاری غلام رسول قادری لاہور

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ سے قبل جب ہزاروں اولیاء کرام، مشائخ عظام، لاکھوں عوام اہل سنت موجود تھے اُس وقت مجھے سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے کا شرف و اعزاز ملا بالکل اسی طرح حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ سے قبل بھی تلاوت کرنے کی سعادت ملی۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا ایک قلبی تعلق تھا اکثر مختلف پروگراموں میں آپ کے ساتھ شرکت کرنے کا شرف ملتا رہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ پر خاص نظر کرم تھی ایک بار عرس پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر دوسری نشست میں میری تلاوت اور نعت کے دوران ایسی وجدانی کیفیت طاری ہوئی حضرت کے ہمراہ تمام سامعین عالم وجد میں اور سینکڑوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے یہ کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی وجہ سے تھی میں نے اس پر حضرت کو مبارکباد پیش کی کہ آپ کے اس نذرانہ عقیدت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا ہے۔

محترم جناب کرنل غلام سرور چیمہ

سابق وزیر دفاع حکومتِ پاکستان

میں حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکا

جس کا مجھے انتہائی دُکھ ہے حضرت کے ساتھ میرا قریبی تعلق تھا میرے والد ماجد میجر غلام حیدر چیمہ صاحب مرحوم حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا انتہائی ادب و احترام کرتے تھے اور مجھے یہ بات ورثہ میں ملی ہے کہ میں زندگی بھر حضرت مفتی صاحب کو ہمیشہ ادب و احترام کی نگاہ سے دیکھتا رہا آپ کی مجھ پر بڑی شفقتیں اور مہربانیاں ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی علمی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی پرنسپل گورنمنٹ مولانا ظفر علی خاں ڈگری کالج وزیر آباد جس محنت اور کاوش سے کالج کو عروج پر لے گئے ہیں میری دُعا ہے کہ اس انداز سے دینی، مذہبی و ملی خدمات بھی سرانجام دیتے ہوئے علاقے کی خوب خدمت کر کے اپنے آباؤ اجداد کے نام کو روشن کریں۔

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد محترم کے فیوض و برکات کو بانٹتے ہوئے زندگی کے شب وروز میں مختلف میدانوں میں کام کیا۔ بالخصوص دورہ تفسیر قرآن مجید کے نور افزا پروگرام سے بڑے بڑے مبلغین تیار کئے ملک کے طول وعرض میں تبلیغ دین کے مشن کو جاری رکھا بندہ نے آستانہ عالیہ بھکھی شریف کے سالانہ پروگراموں میں آپ کا بارہا خطاب سنا۔

حضرت صاحبزادہ اختر حسین اشرفی

نبیرہ حضرت مولانا غلام قادر اشرفی خانقاہ چشتیہ اشرفیہ لالہ موسیٰ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اُس آغوش میں ہوئی جو کہ فیض گولڑوی اور جینڈ ڑوی سے مزین تھی اور آپ پروردہ آغوش ولایت تھے آپ نے والد ماجد کے فیض کو جس خوش اسلوبی کے ساتھ حق داروں تک پہنچایا وہ واقعی قابل تحسین ہے زمانہ

انہیں یاد کر کے برسوں روئے گا اللہ تعالیٰ آپ کے آستانہ کے فیض کو تاقیامت جاری رکھے۔ (آمین)

حضرت علامہ قاری غلام حسین سیالوی لالہ موسیٰ

حضرت قبلہ عِنْدَالله ہمیشہ مجھ پر شفقت فرماتے اور اپنی اولاد کی طرح پیار کرتے تھے اہل سنت کے اجتماعات میں عشق رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو پہنچانے کی کوشش فرماتے رہے خانقاہی نظام کو چلانے کے لئے آپ کی خدمات سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں آپ کا وصال اہل سنت کے لئے ایک جانکاہ حادثہ ہے۔

حضرت مولانا محمد اسلم رضوی

ناظم اعلیٰ ضیاء الامت فاؤنڈیشن پاکستان بھیرہ شریف

علمائے ربانیین اللہ کے محبوب ہیں علامہ ابن علامہ مفتی ابن مفتی شیخ القرآن ابن شیخ القرآن حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی عِنْدَالله یقیناً اہل سنت کا عظیم سرمایہ تھے ان کے وصال سے اہل سنت ایک عظیم عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں۔

حضرت پیر سید محمد صفی اعظم المعروف چن پیر

آستانہ عالیہ سہروردیہ سوھدرہ وزیر آباد

آج ہمارے لئے وہ غم کی گھڑیاں ہیں جیسے کسی غریب کے سر سے چھت ختم ہو جائے حضرت شیخ القرآن عِنْدَالله کے گھرانے کا ہم سب پر بہت بڑا احسان ہے اس گھر سے ہمیشہ علم وحکمت کے سوتے پھوٹتے رہے ہم نے ہمیشہ اپنے علاقہ میں اس گھر کو اپنا بڑا سمجھا اور انشاء اللہ العزیز سمجھتے رہیں گے۔ ۱۹۷۳ء میں بے شمار علماء و مشائخ کی موجودگی میں میرے والد ماجد پیر سید بشیر احمد خورشید عِنْدَالله کا جنازہ حضرت مفتی صاحب عِنْدَالله نے پڑھایا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میرے والد ماجد حضرت علامہ محمد عبدالغفور

ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا بڑا سمجھتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ صوفی محمد عارف چشتی اویسی

گوہر آباد وزیر آباد

آج ہم سب دکھی ہیں کہ ہمارے رہبر ہمارے رہنما اور بڑے بھائی حضرت علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہم سے بظاہر جدا ہو گئے ہیں لیکن ان کی محبتیں پیار اور مسلک حق اہل سنت کے لئے خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی میرے والد ماجد حضرت صوفی محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اس خاندان کو اپنی محبتوں کا مرکز سمجھا یہ سفر آستانہ عالیہ جنیدھڑ شریف سے شروع ہوا اور میری زندگی کے آخری سانسوں تک جاری رہے گا۔

پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری، لاہور

محقق ابن محقق حضرت علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل کا پیکر اور میدانِ تقریر و تدریس کے شاہسوار تھے۔ اُن کی رحلت اہلِ وزیر آباد ہی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کا مشترکہ نقصان ہے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کو ان کا مشن نہ صرف جاری رکھنے بلکہ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا ابوسعید محمد شاہد چشتی

خطیب اعظم گجرات

جامعہ رضویہ فیصل آباد میں دورہ حدیث سے فراغت کے وقت حضرت جانشین

شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا پہلی بار خطاب سنا تھا آپ کا چہرہ وضع قطع اور حسن بیان حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ جیسا تھا میں تو یوں کہوں گا وہ سراپا شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ نے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کی غلامی اور عظیم باپ کے عظیم بیٹے ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔

جناب چوہدری آصف محمود کلیر

سابق ناظم یونین کونسل دھونکل

جن کی یادوں سے رگ جاں میں دکھن ہونے لگے
ذکر چھڑ جائے تو پتھر کا دل بھی رونے لگے

میری مراد مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام کی عظیم روحانی اور علمی شخصیت تھے آپ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور خلاف شریعت امور کے خلاف ننگی تلوار تھے آپ نے زندگی بھر جس جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا اس دور میں ایسی مثال ہمارے سامنے موجود نہیں ہے ہمارے خاندان میں میرے جد اعلیٰ حاجی نور دین صاحب ، جد امجد حاجی محمد حسین اور والد ماجد محترم چوہدری محمد اکبر کی حضور شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی صاحب کے ساتھ محبت ایسی کہ جسے بیان نہیں کیا جا سکتا اسی طرح میں اور برادر عزیز محمد اعظم کلیر اور ہمارے بچے یعنی ہمارا خاندان پانچ نسلوں سے آپ کے خاندان سے فیض حاصل کر رہا ہے اور دُعا ہے یہ سلسلہ تا ابد جاری رہے۔ (آمین)

ممتاز شیعہ عالم منظور حسین شاہ

حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم سلام کا سرمایہ تھے وزیر آباد شہر میں ان کا وجود علم امن کا مصدر تھا آپ کی اچھائیوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا خصوصی طور پر اہل بیت اطہار سے محبت سے سرشار تھے خدا اپنے محبوب اور آل محبوب کے صدقے میں ان کے

درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو ان کے نام اور مقام کی حفاظت کرتے ہوئے خدمت دین کی زیادہ توفیق فرمائے۔

حضرت علامہ مولانا محمد علی نقشبندی سیالکوٹ

عمدۃ العلما زبدۃ الفضلا قدوۃ العرفاء مخدوم سلسلہ چشتیہ قادریہ مفتی ملت حضرت علامہ مولانا محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر میں نابغہ علم وحکمت تھے کلام و خطابت میں بے نظیر صاحب تقریر وفن تھے سلسلہ چشتیہ کے بالخصوص نقیب بے مثال صاحب دلائل تھے سواد اعظم اہل سنت میں بلند مرتبہ صاحب علم وحلم تھے جب بھی کسی بھی عنوان پر تقریر فرماتے دوران تقریر عنوان کی نسبت سے اشعار موزوں کرتے تو بار بار لحن سرور کے انداز میں پر کیف، پرلطف اور پر ذوق سماں باندھ دیتے اور مجمع جھوم جھوم کر نعرہ تکبیر و رسالت میں بے خود ہو جاتا باری تعالیٰ ان کے اور والد گرامی علامہ ابوالحقائق شیخ القرآن محمد عبدالغفور ہزاروی قدس سرہٗ کے فیوضات وحسنات کے وارث حقیقی مولانا صاحبزادہ ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کو علاقے کا مخدوم ومحسن کے فضائل سے نوازے۔ (آمین)

حضرت پیر سید محمد فاروق القادری

سجادہ نشین خانقاہ قادریہ گڑھی اختیار خاں رحیم یار خاں

حضرت کی وفات تمام اہل سنت کے لئے بہت بڑا المیہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے آپ نہ صرف اپنے والد گرامی حضرت ابوالحقائق علامہ پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے جانشین اور ہر لحاظ سے ان کی یادگار تھے بلکہ علمی وعملی خوبیوں کا مجموعہ تھے۔

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالعزیز چشتی گولڑوی

مانچسٹر برطانیہ

دل بے قرار، آنکھیں اشکبار، جذبات بے قابو کس طرح دل کو تسلی حاصل ہو

بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ:

دل می رود زدستم صاحبدلاں خدارا

دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

ایک صدمہ اس وقت برداشت ہوا جب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا پھر اس سے بڑھ کر دوسرا جب میرے آقائے نعمت حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور اب پھر جب حضرت قبلہ مفتی صاحب کا وصال مبارک نصیب ہوا یہ بندگان خدا مقبولان بارگاہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں ہمیں جو صدمہ ہوتا ہے وہ جدائی کا ہے ان کی سربراہی اور پشت پناہی کا ہے جیسا ان کی یاد آتی ہے دل تڑپ جاتا ہے یہ تینوں صدمے ایسے ہیں کہ ناقابل برداشت تھے اور اب بھی میری زندگی کے شب و روز پر ان واقعات نے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور گہرے اثرات مرتب کئے ہیں اپنے وقت کے بے مثل، شعلہ بیاں، جرأت مند، محقق مناظر، شیخ القرآن، روح پرور اور دلنشین تقریر فرمانے والے ان کی کیا بات ہے انکی کون سی بات تحریر کروں کہاں وہ اور کہاں میں میری تو وہاں تک رسائی نہیں۔

حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی

مونیاں ٹھیکریاں گجرات

افتخار ملت سرمایہ اہل سنت فصیح اللسان عذب البیان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتے تھے آپ نہ صرف ایک بلند

پایہ عالم دین تھے بلکہ آسمان فقر وتصوف کے بھی درخشاں باب تھے اس قحط الرجال کے دور میں اسلاف کی ایک عظیم یادگار تھے عالم اسلام کی ایک بالغ نظر اور نابغہ روزگار شخصیت تھے باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے ہنر سے آشنا تھے تقریر کرتے تو محفل میں سناٹا چھا جاتا ہر کوئی ہمہ تن گوش ہوتا ایسا محسوس ہوتا کہ علم وعرفان کی ایک آبشار بہہ رہی ہے مسند فقر پر جلوہ گر ہوتے تو ایسا لگتا کہ اپنے دور کے جنید اور بایزید یہی ہیں۔

حضرت علامہ مولانا سید محمد انور شاہ کاظمی قادری

لندن برطانیہ

اہل بیت اطہار کے ساتھ دل و جان سے عقیدت و محبت کا نام مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی ہے آپ جب اس موضوع پر خطاب فرماتے تو لوگ عش عش کر اٹھتے سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ بے حد عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آپ کے ختم شریف کا اہتمام تین رمضان المبارک کو کرتے رہے اور فرماتے آل رسول ﷺ میں سے کسی ایک فرد کو اس ختم شریف میں ضرور شامل کرتا ہوں تا کہ ان کے ذریعہ ہمارا اندرانۂ عقیدت بھی آپ کے حضور پیش ہو جائے آل رسول ﷺ سے اس طرح کی محبت کرنے والے علماء صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مولانا حامد رضا سیالکوٹ

وزیر آزاد کشمیر

حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پاکستان میں دینی علوم کی اشاعت اسلامی قدروں کے احیاء اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ سے عبارت رہی ہے آپ کی نماز جنازہ میں اہلسنت کے علماء و مشائخ کا جم غفیر اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ علماء

ومشائخ کے سرتاج تھے بڑے بڑے علمی مدارس اور خانقاہیں آپ کے روحانی، وجدانی خطابات کی یاد دلاتے ہیں۔ ہزاروں علماء کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جو دنیا بھر میں دین متین کی خدمت کر رہے ہیں۔

حضرت پیر سیّد مفتی مزمل حسین شاہ شرقپوری لاہور

حضرت نے ساری زندگی اعلاء کلمۃ الحق کے لئے صرف کی عقیدہ اہل سنت کی بالادستی کے لئے آپ نے بے شمار سفر کئے جلسے اور جلوسوں میں شرکت کرتے رہے آپ کو علم کا فیضان والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے تعلیم و تعلم کے سلسلہ کو جاری رکھا۔

مولانا سردار محمد خان لغاری

سیکرٹری جنرل مرکزی جمعیت علماء پاکستان

حضرت قبلہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ سے زور بیان کی خصوصیت میں وافر حصہ عطا ہوا ہے جس سے اہل سنت کے دلوں کی زمین کو سیراب فرمایا آپ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح میں سب کو پرو دیا اور علم کی شمع کو فروزاں رکھا۔

حضرت علامہ پیر صاحبزادہ خادم حسین شرقپوری

حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب میں ان کے والد گرامی قدر کے علمی نکات کی جھلک نظر آتی ہے آج وہ ہم میں نہیں ہیں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں ان کا فیضان حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کی شکل میں موجود ہے جو اس کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مولانا محمد حسین آزاد

مرکزی ناظم علماء ومشائخ کونسل منہاج القرآن لاہور

رسمِ قل کے موقع پر علماء منہاج القرآن کونسل کا ایک اعلیٰ سطحی وفد حاضر ہوا ہے تحریک منہاج القرآن کے قائدین نے نماز جنازہ میں بھی شرکت کی۔ حضرت قرآن حکیم اور دین اسلام کی ترویج و اشاعت کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے اس جہان فانی سے رخصت ہو کر جنت کی ابدی نعمتوں کے حامل بنے بلاشبہ آپ عشق رسول اللہ ﷺ کے پیامبر اور محبت رسول ﷺ سے سرشار تھے ان کے بعد ان کے حقیقۃً علمی جانشین ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی صاحب اُن کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لئے کمربستہ ہیں۔

حضرت صاحبزادہ پیر ضیاء الحسن اشرفی

سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ لالہ موسیٰ

خواجہ محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کا عظیم سرمایہ، شان، آن، جان اور مان تھے علمائے عصر کے سلطان تھے سرزمین پاکستان کی پہچان تھے ساقی مے خانہ عرفان تھے ترجمان مذہب نعمان رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت صاحبزادہ سیّد خورشید احمد شاہ چشتی غفوری گوجرانوالہ

جانشین شیخ القرآن ایک عظیم عالم دین روحانی پیشوا، محبت رسول اللہ ﷺ اور عشق رسول ﷺ آپ کا بہترین سرمایہ تھا آپ کی زندگی شریعت وطریقت کا عظیم نمونہ تھی آپ ہر ایک کے لئے مشعل راہ تھے۔

حضرت مولانا سیّد ریاض الحسن شاہ رضوی

مہتمم جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال

مخدوم اہل سنت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہترین مبلغ تھے ساری عمر گستاخانِ رسول کا رد کرتے رہے اور دین متین کی خدمت میں زندگی بسر کر دی اللہ تعالیٰ آپ کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین)

عزت مآب جسٹس (ر) افتخار احمد چیمہ

ایم این اے وزیر آباد

حضرت مفتی صاحب ایک جید عالم دین اور سچے عاشق رسول تھے کئی بار جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا آپ کی علمیت، جامعیت اور للّٰہیت کا نظارا دیکھا سینکڑوں لوگ (پڑھے لکھے، ان پڑھ) کامل یکسوئی سے آپ کے وعظ سے مستفیض ہوتے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس لے کر رخصت ہوتے کئی بار لوگوں کو بے ساختہ روتے دیکھا ہے ہمیشہ مجھ سے شفقت کے ساتھ پیش آتے۔

حضرت علامہ مولانا محمد عظیم احمد قادری

کیلی فورنیا امریکہ

اہل سنت و جماعت کے لئے بالخصوص ارباب دانش کے لئے بالعموم یہ حادثہ اور صدمہ جانکاہ ہے کہ نازش اہل سنت سرمایۂ ملت جانشین حضور شیخ القرآن محقق ابن محقق دبستان محبت کا وہ خوشنوا طوطی خوشنوا اور باغ حمد وثنا اس عالم فانی سے عالم بقا کو رخصت ہوئے آپ کا خلا شاید قیامت تک پر نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ قبلہ ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی مدظلہ العالی کو ایسے عظیم پیش رد کی روشن کی ہوئی شمع علم ومحبت کو روشن تر رکھنے کی ہمت عطا فرمائے اور ان کے دم قدم سے اس چمنستان روحانیت

میں سدا بہار رہے۔

جناب سید غلام محی الدین گیلانی

مرکزی صدر انجمن طلباء اسلام پاکستان

آپ بلاشبہ اپنے اسلاف کی انمول نشانی اور علمی ورثے کے وارث تھے ان کی کمی کو کسی صورت بھی پورا نہیں کیا جا سکتا علم معرفت عاجزی و انکساری کے اس پیکر کو اللہ رب العزت مصطفےٰ کریم ﷺ کا قرب نصیب فرمائے۔

محترم جناب مظفر علی (نوابزادہ) گجرات

محترم و مکرم مفتی صاحب کا تعلق ایک اعلیٰ دینی گھرانہ سے تھا جن کی دینی خدمات سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے اہل سنت کے علماء میں ہزاروی خاندان کا ایک خاص مقام ہے آپ کے وصال سے بہت بڑا خلا پیدا ہوا۔

حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی

ممبر اسلامی نظریاتی کونسل

حضرت مفتی ابن مفتی کو ایک روحانی خاندان کے چشم و چراغ ہونے کا شرف حاصل تھا وہاں آپ کی ذات علم و عمل کے حوالے سے قابل رشک شخصیت تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی محبت رسول اور تعظیم رسول ﷺ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف کر رکھی تھی آپ کے علمی و روحانی وارث علامہ ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی اس علمی و روحانی مشن کو جاری رکھیں گے۔

محترم چوہدری صفدر مسعود گورایہ

سابق سیکرٹری جنرل انجمن طلباء اسلام پاکستان

جیسے گلشن میں ہزاروں پھول ہوتے ہیں مگر گلاب کی انفرادی حیثیت ہوتی

ہے اسی طرح گلشن علم میں حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو ایک انفرادی شان و حیثیت حاصل ہے حضرت مفتی صاحب حضرت شیخ القرآن کے حقیقی علم کے وارث اور جانشین تھے آپ منبر پر بہترین خطیب، سند افتا پر بہترین مفتی، مسند طریقت پر بہترین صوفی و درویش تھے میں نے اکثر جید علما کو آپ کی خدمت میں حصول علم کے لئے موجود پایا۔

حضرت صاحبزادہ ضیاء اللہ رضوی

مرکزی صدر انجمن اساتذہ پاکستان

مفتی اعظم پاکستان حضرت قبلہ محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ یقیناً عالم ربانی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ولی کامل تھے آپ نے پوری زندگی عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزاری علم دین کی شمع کو تقریراً تحریراً جس انداز میں روشن کیا وہ قابل تقلید ہے۔

حضرت مولانا محمد نعیم اختر ابن مفتی محمد حبیب اللہ نقشبندی کامونکی

حضرت کا سانحہ بلاشبہ موت العالم موت العالم کا مصداق ہے آپ حضرت شیخ القرآن کے طرز خطابت کے عکس جمیل تھے اخلاق و عادات میں طریقت و شریعت میں اپنے سلسلہ عالیہ کے رہنما تھے۔

مولانا محمد بدر الزماں قادری ابن مولانا محمد شمس الزماں رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم جامعہ غوث العلوم سمن آباد لاہور

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کے سرخیل تھے اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی تصویر ساری عمر مسلک حق کی آبیاری میں صرف کر دی۔

جناب بلال قدرت بٹ

ضلعی امیر جماعت اسلامی گوجرانوالہ

مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی صاحب نے ساری زندگی دین کی خدمت کی اللہ تعالیٰ ان کی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

شعراء کرام کا منظوم خراجِ عقیدت

سید عارف محمود مہجور رضوی گجرات

"گلِ مودتِ پیرِ طریقت"

۱۴۳۱ھ

"آہ حقائق آگاہ مولانا علامہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی"

۲۰۱۰ء

آٹھوں پہر میسّر ہے خانۂ اجل ہے
جاری رہے گا یونہی یہ دورِ جام، کہیے

چکھنا ہے ہر کسی نے مرنے کے ذائقہ کو
تا بہ ابد رہے گا یہ التزام، کہیے

دنیا سے اٹھ گیا ہے علامۂ زمانہ
ابتر فراق سے ہے دل کا نظام، کہیے

ابنِ ابوالحقائق، مفتی دین و ملت
ہر اک لحاظ سے تھا عالی مقام، کہیے

فردِ فرید تھا وہ جرأت کے خانداں کا
حق گوئی کی تھی حاصل اس کو زمام، کہیے

علم وعمل سے اس کا کیا خوب واسطہ تھا
اس باب میں نمایاں اس کا تھا نام، کہیے

انوارِ شیخِ قرآں کا تھا وہ اک مرقع
فیضانِ گولڑہ سے تھا شاد کام، کہیے

گریاں ہے اس کے غم میں اب مسندِ خطابت
پائیں گے اب کہاں سے وہ خوش کلام، کہیے

ترسیں گی یہ نگاہیں دیدارِ شیرِ حق کو
تڑپیں گے اس کی خاطر ہم صبح وشام، کہیے

بطلِ جلیلِ ملت، داعی خدا کے دیں کا
اللہ کے نبی ﷺ کا تھا وہ غلام، کہیے

مہجور سالِ وصلِ ابنِ ابوالحقائق
"عبد شکور مفتی، والا کرام"، کہیے

۱۴۳۱ھ

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری حسن ابدال

''چراغِ مجد حبیب''

۱۴۳۱ھ

''فروغِ بابِ المدینہ''

۱۴۳۱ھ

''شمعِ توصیفِ حضور''

۲۰۱۰ء

''فیضانِ مجلس علم و معرفت''

۲۰۱۰ء

جبیں سے اس عبد دوست کی
ہویدا تھے انوار عبدالغفور
نشیب و فراز آئے اس نے مگر
رکھا پیش کردار عبدالغفور
رہِ حق کے آساں نہ تھے مرحلے
رہا وہ علم دار عبدالغفور
سنی اس کی جس شخص نے گفتگو
وہ سمجھا ہے گفتار عبدالغفور
کہا ''طیب'' سے اس کا سال وصال
۲۱
''حسیں وردِ گلزار عبدالغفور''

۲۱ + ۱۹۸۹ = ۲۰۱۰

علامہ ظفر اقبال فاروقی منڈی بہاؤ الدین

تھے فدا حسنِ ازل پہ حضرت عبدالشکورؒ
بالیقیں تھے عکسِ حسنِ حضرت عبدالغفورؒ
قاضی اسلام تھے اور مفتی دینِ متین
عالمِ دیں آپ تھے واقفِ رمز یقین
احترام آلِ پیغمبر کے داعی آپ تھے
لشکرِ مولا علیؑ کے اِک سپاہی آپ تھے
عزتِ سادات کے رستوں کے راہی آپ تھے
حضرتِ شبیرِ کربلؑ کے فدائی آپ تھے
شیخ قرآن خود بھی، ابن شیخ قرآں آپ تھے
علم کے انوار کے لاریب جویاں آپ تھے
خادم مہر علیؒ اور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا غلام
دور حاضر کے خطیبان جہاں کا تھا امام
شہبازوں سے لڑا، شمروں سے ٹکراتا رہا
سینۂ دشمن میں ہر دم آگ بھڑکاتا رہا
ڈس رہی ہے اہل الفت کو جدائی آپ کی
یاد ہے ہر یار کو ہر ہر بھلائی آپ کی
اے ظفرؔ وہ چل دیا دار فنا کو چھوڑ کر
باپ کے پہلو میں سویا ہم کو روتا چھوڑ کر

حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی

''استاد العلماء مفتی عبدالشکور ہزاروی''

۲۰۱۰ء

''عالی رتبہ شیخ القرآن''

۲۰۱۰ء

حضرت عبدالشکور آں ہستیٔ عہد آفریں — پیکرِ عرفان و دانش خوش لقا خندہ جبیں

سینہ اش روشن زحب سرورِ کون و مکاں ﷺ — زینت محراب و منبر افتخار سالکیں

مثل پدر خویش وبد نکتہ شناس عقدہ کشا — آبروئے کاملاں سرمایۂ اہلِ یقیں

بود بہر کفر و باطل برش تیغِ رواں — اہل سنت را بداں ہر دم مددگار و معیں

ہفتم از اولیٰ جمادی بود پنج شنبہ بروز — از جہانِ پرفتن شد جانبِ خلدِ بریں

چار جانب شد بپا شور فغاں اندر جہاں — گشت پنہاں اخترِ علم و تصوف در زمیں

مرقدش را یا الٰہی کن فروزاں تا ابد — مسکنش او را عطا کن در جوارِ مرسلیں

''مولانا عبدالشکور آہ جامع الحسنات'' گفت — چوں زہاتف جست سالِ رحلتش فیض الامیں

۱۴۳۱ھ

بہر سال عیسوی از غیب آمد ایں ندا
''نکتہ فہم عبد الشکور آں گوہر یکتاء دیں''

۲۰۱۰ء

حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی

قطعۂ تاریخ رحلت

"قدوۂ عارفاں مفتی عبدالشکور صاحب ہزاروی"

۲۰۱۰ء

ہو گیا رخصت جہاں سے ایک مردِ خوش خطاب
صاحب عذب البیاں عبدالشکورؒ عظمت مآب

اُس کے سینہ میں تھی روشن شمع عشقِ مصطفٰے ﷺ
سُرمہ اس کی آنکھ کا تھا خاکِ ہائے بوترابؓ

نسبت اُس کو تھی میسر خاندانِ چشت سے
خانقاہِ گولڑہ سے وہ ہوا تھا بہرہ یاب

تھی علوم شرع و دیں پر اُس کو کامل دسترس
اُس کو حاصل تھا جہاں میں خسروانہ رعب و داب

اپنے دشمن سے ہمیشہ درگزر کرتا رہا
دشمن دیں پر جھپٹتا تھا مگر مثلِ عقاب

تھا وہ دن، پنج شنبہ کا بائیس تھی اپریل کی
زیرِ خاک آہ سو گیا وہ ڈال کر رخ پر نقاب

مسند رشد و ہدایت آج سونی ہو گئی
چھپ گیا زیرِ زمین علم و فضل کا ماہتاب
مٹ سکیں گے نہ جہاں سے اس کے لافانی نقوش
دہر میں مہکے گا دائم اُس کی یادوں کا گلاب
اُس کی مرقد یا الٰہی نور سے معمور ہو
اُس پہ برسے تاقیامت تیری رحمت کا سحاب
جنت الفردوس میں اُس کو ملے اعلیٰ مقام
خود کریں اُس کی شفاعت صاحب ام الکتاب
مصرع سال وصال اس کا کہو فیض الامیںؔ
''آہ محبِ ذوالجلال عبدالشکور عزت مآب''

۲۰۱۰ء

سال ھجری کے لئے یوں غیب سے آئی ندا
''آفتابِ عالم آہ عبدالشکور عالی جناب''

۱۴۳۱ھ

حضرت صاحبزادہ فیض الامین فاروقی سیالوی گجرات

''نجیب عصر مفتی محمد عبدالشکور صاحب ہزاروی''

۲۰۱۰ء

''دستگیر ناقصاں گردو مکاں عبدالشکور''

۲۰۱۰ء

اُس کے سینہ میں تھی روشن مشعل عشق حضور

دن وہ تھا پنجشنبہ کا اولیٰ جمادی کی تھی سات
واصل حق ہو گیا وہ پیکر فقر و غیور

زندگی اس کی ''دُعا'' میلاد ہے ''مرغوب حق''
۷۵ ۱۳۵۶
اس کی مرقد پہ ہو نازل تاقیامت ابر نور

برمحل فیض الامین نے سال دونوں کہہ دیئے
''بلبل گلزار عشق عبدالشکور'' آہ ''باشعور''
۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء

پروفیسر فیض رسول فیضان گوجرانوالہ

کہنے کو آپ مفتی عبدالشکور تھے
پر ہو بہ ہو وہ نقشہ عبدالغفور تھے

حماد حق مدیح رسالتمآب تھے
وہ خواجگانِ گولڑہ سے فیض یاب تھے

علامہ و خطیب و مقرر کمال تھے
ابلاغ کے ہنر سے بھی وہ مالا مال تھے

مہر علی کی ان پہ ہمیشہ نظر رہی
شخصیت ان کی زندگی بھر معتبر رہی

تقریر مثنوی سے سجاتے تھے اس طرح
روشن فلک پہ چاند ستارے ہوں جس طرح

حسن بیان کو شعر و ادب سے نکھارنا
وہ جانتے تھے بات دلوں میں اتارنا

وہ تھے نڈر سفیر بریلی شریف کے
بیباک ترجمان تھے دین حنیف کے

لاکھوں قلوب میں وہ سما کر چلے گئے
عشق نبی ﷺ کی جوت جگا کر چلے گئے

اللہ، رسول ﷺ کی اُنہیں خوشنودیاں ملیں
آسان تر ہوں ان پہ سب عقبیٰ کی منزلیں

فیضان پرسہ حضرت آصف کو دیجئے
اور صبر و مغفرت کی دُعا حق سے کیجئے

ڈاکٹر سید محمد صائم علی شاہ صائم کرنالی

چرا عبدالشکور اعنی کہ مفتی
دل صد عاشقاں در ہجر سفتی

برد شبخوں اجل بر شہریانم
ز منبر یک بیک درگور رفتی

خدائے لم یزل احسان فرمود
شگفتہ گل بالی روز یکہ رفتی

اجل ہستی تو مامور من اللہ
کہ صدھا در بخاک اندر نہفتی

بصد رنج و الم موزوں شدہ ایں
بہ طبع صالما اصلا نگفتی

بگو ایں مصرعہ تاریخ صائم
"بہ پہلوئے پدر خانا بخفتی"

۲۰۱۰ء

ڈاکٹر سید محمد صائم علی شاہ صائم کرنالی

دیدار گر کیا نہیں عبدالغفور کا
چہرہ ہے ہو بہو وہی عبدالشکور کا
دعویٰ کسی کو ہے اگر کشف قبور کا
منظر وہ دیکھے برزخی کیف و سرور کا
جاری ہے فیض مہر علی کے علوم کا
ہر آنے والا کہتا ہے نزدیک و دور کا
ماہر تھا نکتہ داں تھا رموز حدیث کا
وارث اکابرین کے مافی الصدور کا
وہ عاشق رسول تھا اپنی شان آپ
مدحت سرا رہا وہ ہمیشہ حضور ﷺ کا
المختصر علوم و معارف تھے موجزن
تھا ناخدائے علم شناور بحور کا
ہر معتقد کے فرطِ عقیدت میں لفظ ہیں
چشمہ ابل رہا ہے محمد ﷺ کے نور کا
دیکھا ظفر علی نے تو فوراً پکار اٹھا
میں معتقد ہوں مولوی عبدالغفور کا
عالم تھا بے بدل وہ خدا مغفرت کرے
صائم مرقد پہ ہو کرم رب غفور کا

صاحبزادہ محمد طارق ہزاروی

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے محمد طارق ہزاروی ۲۶ جنوری ۱۹۵۲ء کو وزیرآباد میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان ایم سی ہائی سکول وزیرآباد سے پاس کیا۔ گورنمنٹ زمیندار کالج گجرات سے ایف ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۷۷ء میں بسلسلہ روزگار کویت گئے اور ۱۹۸۲ء میں پاکستان واپس چلے آئے۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ کئی ایک شہروں کا سفر کیا۔ حضرت قبلہ پیر سیّد بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف ملا۔ ۱۹۸۶ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ اللہ رب العزت نے دو بیٹے محمد ثوبان ہزاروی اور محمد ماعز ہزاروی سے نوازا ہے۔ ۱۹۹۶ء میں حج بیت اللہ اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اچھا شعری ذوق رکھتے ہیں کئی ایک قدیم شعراء کا کلام یاد ہے۔ فارسی زبان سے خصوصی لگاؤ ہے۔ مزاراتِ اولیاء اللہ کی حاضری خصوصاً حضرت خواجہ گوہرالدین جیند ڑوی اویسی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔

صاحبزادہ محمد عارف ہزاروی

۱۱ فروری ۱۹۶۲ء بمطابق ۵ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ بروز اتوار بوقت سحر وزیرآباد میں ولادت ہوئی۔ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے نام محمد عارف ہزاروی تجویز فرمایا۔ میٹرک کا امتحان ۱۹۷۹ء میں گورنمنٹ پبلک ہائی سکول وزیرآباد سے پاس کیا۔ گورنمنٹ مولانا ظفرعلی خاں ڈگری کالج وزیرآباد سے ایف اے کی تعلیم حاصل کی اور ۱۹۸۴ء میں سعودی عرب چلے گئے۔ کچھ عرصہ مدینہ طیبہ میں قیام رہا پھر جدہ میں سکونت اختیار کی۔ اس دوران تین بار حج بیت اللہ شریف کا شرف اور مسجد نبوی شریف میں

اعتکاف کے دوران فیوض و برکات حاصل کرنے کے علاوہ متعدد بار عمرہ کی سعادت بھی ملی۔ ۱۹۸۷ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ اس موقع پر حضرت پیر طریقت امیر شریعت فخر سادات سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی عِشِیہ آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد سے خصوصی طور پر وزیر آباد تشریف لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں کے علاوہ محمد عاکف ہزاروی اور محمد شارف ہزاروی کی نعمت سے مالا مال کیا ہے۔ آپ کو سلطان العارفین محبوب الٰہی حضرت قبلہ پیر سیّد غلام محی الدین گیلانی گولڑوی عِشِیہ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف ملا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

راقم الحروف یکم اگست ۱۹۶۳ء بمطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ جمعرات بوقت دو بجے دوپہر چمبہ پنڈ ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوا۔ حضرت شیخ القرآن عِشِیہ نے اہل خانہ کے مشورہ سے نام تجویز فرمایا۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول وزیر آباد سے ۱۹۷۹ء میں فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج چکوال میں ایف اے کے لئے داخلہ لیا اور ساتھ جامعہ اسلامیہ غوثیہ چکوال میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت پیر سیّد محمد زبیر شاہ قادری رضوی عِشِیہ سے درسِ نظامی کی کتب کا آغاز کیا۔ بی اے گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ سے ضلع بھر میں پہلی پوزیشن کے ساتھ پاس کر کے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی شعبہ علوم اسلامیہ میں داخلہ لیا اور ایم اے اسلامیات کا امتحان پنجاب بھر میں پہلی پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔ یونیورسٹی کی طرف سے گولڈ میڈل ملا۔ ایم اے عربی کے امتحان میں دوسری پوزیشن حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں یونیورسٹی سے ایم اے تاریخ کا امتحان بھی پاس کیا۔ لاہور ایجوکیشن بورڈ سے فاضل عربی کے امتحان میں پہلی پوزیشن پر گولڈ میڈل جبکہ پنجاب یونیورسٹی سے اعزازی ڈگری ایم او ایل عطا ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ہی پی ایچ ڈی کے لئے زیرنگرانی ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی و محترمہ ڈاکٹر

جمیلہ شوکت چیئر پرسن شیخ زائد اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی ''تورات کی کتاب پیدائش کا قرآن حکیم کی روشنی میں ناقدانہ جائزہ'' کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھا اور سالانہ کانوکیشن ۱۶ دسمبر ۱۹۹۸ء کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا ہوئی۔

درسِ نظامی کی کتب حضرت مولانا محمد صدیق سالک صدر مدرس جامعہ حنفیہ سیالکوٹ' حضرت مولانا مفتی محمد رمضان قادری رحمۃ اللہ علیہ غوث العلوم سمن آباد لاہور اور حضرت مولانا گل احمد عتیقی صدر مدرس جامعہ نعمانیہ ٹیکسالی گیٹ لاہور سے پڑھیں جبکہ تین بار استاذ العلماء شیخ الحدیث شارح بخاری مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیرآباد میں اور ایک بار حضرت استاذ العلماء مولانا عبدالرشید جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ تفسیر قرآن مجید پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مختلف تنظیمی و تحریکی عہدوں پر خدمات سرانجام دی ہیں۔ نو سال تک طلبہ کی ملک گیر تنظیم انجمن طلبہ اسلام کے مقامی' ضلعی اور صوبائی عہدوں پر فائز رہا۔ پنجاب پروفیسرز اینڈ لیکچررز ایسوسی ایشن کے علاوہ انجمن اساتذہ پاکستان کے صوبائی سیکرٹری کی حیثیت سے ایک مدت تک تحریکی کام کرنے کی سعادت بھی ملی۔ ملک اور بیرونِ ملک کے درجنوں اخبارات و رسائل میں سو سے زائد علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوئے جبکہ ایک درجن سے زائد کتب و رسائل زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ایم اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی کے امتحان کے لئے حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و ملی خدمات' ایم اے عربی کے لئے حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان و ادب میں خدمات' فاضل عربی کے امتحان کے لئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان و ادب میں خدمات پر تحقیقی مقالے لکھے اور ڈگریاں حاصل کیں۔

جولائی ۱۹۸۷ء سے گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور میں بطورِ لیکچرار اسلامیات

ملازمت کا آغاز کیا۔ جلد ہی پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے ۱۹۹۴ء میں اسسٹنٹ پروفیسر پھر ۱۹۹۸ء میں گریڈ ۱۹ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ترقی ملی اور بطور صدر شعبہ علومِ اسلامیہ گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور میں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۹۴ء میں والدہ ماجدہ کے ہمراہ حج بیت اللہ اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔

ستمبر ۱۹۸۷ء سے جامع مسجد طیبہ ایل بلاک وحدت کالونی لاہور میں خطبہ جمعتہ المبارک کا آغاز کیا جو ۱۹۹۴ء تک جاری رہا۔ پھر ۱۹۹۴ء سے ستمبر ۲۰۰۰ء تک جامع مسجد غوثیہ اچھرہ لاہور میں خطبہ دیتا رہا۔ ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۳ء تک طیبہ اسلامک سینٹر کونی آئیسلینڈ بروکلین نیویارک، جامع حنفیہ کوئینز نیویارک، جامعہ قادریہ ہارڈورڈ کنکٹیکٹ کے علاوہ اکثر مرکزی مسجد مکی بروکلین نیویارک امریکہ میں جمعہ اور عیدین کے خطبے دیتا رہا۔

جون ۲۰۰۳ء میں امریکہ سے واپسی پر جامع مسجد بلال رضی اللہ عنہ مین بازار الہ آباد وزیر آباد میں خطبہ جمعتہ المبارک دینا شروع کیا جو تا حال جاری ہے۔

۲۳ فروری ۲۰۰۴ء کو برطانیہ کا دورہ کیا۔ لندن میں منعقدہ علماء و مشائخ کنونشن میں شرکت کا موقع ملا۔ لندن، بولٹن، برمنگھم، ناٹنگھم، مانچسٹر اور بریڈفورڈ سمیت کئی ایک چھوٹے بڑے شہروں میں خطاب کیا۔ ۱۵ مارچ ۲۰۰۴ء کو وطن واپس آیا اور ۲۳ اپریل ۲۰۰۴ء کو میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس مکی مسجد بروکلین نیویارک میں شرکت کے لئے امریکہ چلا گیا۔ مختلف ریاستوں میں منعقدہ پروگراموں میں شمولیت کی اور خطاب کئے۔ عید میلاد النبی ﷺ کے جلوسوں میں شرکت کی سعادت ملی۔ ۱۳ جولائی ۲۰۰۴ء کو پاکستان واپسی ہوئی۔ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۴ء کو برطانیہ کا دورہ کیا اور ۲۰ جنوری ۲۰۰۵ء کو وطن واپس آ گیا تھا۔ پھر ۷ اپریل ۲۰۰۵ء سے ۲ جولائی ۲۰۰۵ء تک برطانیہ کا دورہ کیا۔ اس کے بعد ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۵ء کو امریکہ کا دورہ کیا۔ اس موقع پر ایک سفید فام امریکی نے اسلام قبول کیا۔ طیبہ اسلامک سینٹر میں خطبہ جمعتہ المبارک کا سلسلہ جاری رہا۔ علاوہ ازیں متعدد ریاستوں

میں خطاب کرنے کے مواقع میسر آئے۔ امریکہ سے ۲۱ مارچ ۲۰۰۶ء کو برطانیہ گیا اس دفعہ سکاٹ لینڈ میں قیام کا موقع ملا۔ ملک کے طول و عرض میں ہونے والے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوسوں میں شرکت اور اجتماعات میں خطاب کرنے کی سعادت ملی۔ اس بار امریکہ میں قیام کے دوران یورپی ممالک کی طرف سے آقائے نامدار تاجدارِ مدنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس کارٹونز کی شکل میں گستاخی کی گئی تو امریکہ میں کئی ایک پروگرام کامیابی سے منعقد کروائے۔ جن میں طیبہ اسلامک سینٹر میں تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس' یو این او (UNO) بلڈنگ اور ڈنمارک ایمبیسی کے سامنے دو احتجاجی پروگرام شامل ہیں۔ ۱۵ مئی ۲۰۰۶ء کو پاکستان واپس آ گیا۔ پھر ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو امریکہ پہنچا اور رمضان المبارک کے دوران منعقدہ قرآن کانفرنس سے خطاب کیا۔ جمعتہ الوداع کے موقع پر ایک سیاہ فام امریکی نے اسلام قبول کیا۔ اس موقع پر مکی مسجد درود و سلام سے گونج اٹھی تھی۔ ۲۸ نومبر ۲۰۰۶ء کو پاکستان واپس آ گیا۔ اپریل ۲۰۰۷ء کو گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ زمیندار کالج گجرات سے سروس شروع کی۔ ۲۰۰۸ء میں چند ماہ کالج میں بطورِ پرنسپل بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ خوب دلجمعی سے کام کیا کالج کی تاریخ میں یہ انتہائی یادگار دن تھے۔ ۱۲ اکتوبر ۲۰۰۹ء سے گورنمنٹ مولانا ظفر علی خاں ڈگری کالج وزیر آباد میں بطورِ پرنسپل فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔ ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۹ء تک مقالاتِ ہزاروی' فیضانِ گوہر' تذکرہ عارف ربانی' تورات اور قرآن کریم اور حضرت یوسف علیہ السلام کتب شائع ہوئیں۔

۱۹۷۴ء میں حضور قبلہ سیّدی و مرشدی حضرت پیر بابو جی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف ملا اور ۱۹۸۹ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہوا۔ اللہ رب العزت نے ایک بیٹی اور دو بیٹے محمد مصعب ہزاروی اور محمد ذکوان ہزاروی عطا کئے ہیں۔ ان تمام سعادتوں اور کامیابیوں میں اپنی محنت سے زیادہ حضور قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی دعا اور والدین کی دعا و تربیت شامل حال رہی۔

قبلہ والد ماجد حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرمانے کے بعد آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ مہر آباد شریف کے سجادہ نشین، مرکزی جامع مسجد غوثیہ وزیر آباد کی خطابت اور دارالعلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ کے مہتمم کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں ہیں آپ کے وصال فرمانے کے بعد دلی کیفیات کچھ اس طرح بدل گئیں جنہیں تحریر کرنا بڑا مشکل نظر آتا ہے۔

غم عشق رہ گیا ہے غم جستجو میں ڈھل کر
وہ نظر سے چھپ گئے ہیں میری زندگی بدل کر

حضور والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ اپنی ظاہری حیات طیبہ میں اکثر ذکر کرتے کہ میرے قبلہ کا والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو میرے ساتھ کیا کیا گزری اور پیشین گوئی بھی فرماتے کہ میرے جانے کے بعد حالات کس طرح بدل جائیں گے آج اپنے حالات پر نظر ڈالتا ہوں تو عجیب سی کیفیات سے دوچار ہو جاتا ہوں۔

؎ نظر نواز نظاروں میں جی نہیں لگتا
وہ کیا گئے کہ بہاروں میں جی نہیں لگتا

آپ کے وصال کے تین ہفتوں کے بعد آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پر حضور سیدنا و مرشدنا محبوب الٰہی سلطان العارفین السید خواجہ غلام محی الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ۱۶، ۱۷ مئی اتوار سوموار کو منعقد ہوا حضرت قبلہ عالم سیدی پیر عبدالحق شاہ گیلانی زیب آستانہ عالیہ گولڑہ شریف نے کمال لجپالی فرماتے ہوئے عرس مبارک کے موقع پر خطاب کے لئے قبلہ والد ماجد کی جگہ پر کھڑا کیا جو میرے لئے زندگی کا سب سے بڑا اعزاز ہے حضرت قبلہ عالم نے عرس مبارک کی پہلی مجلس کے اختتام پر مولانا حکیم منظور الٰہی سے ارشاد فرمایا محمد آصف ہزاروی کی شکل اور آواز مولوی صاحب (مفتی محمد

عبدالشکور ہزاروی) سے ملتی ہے اس پر بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نظر کرم ہے خوب سمجھ دار ہے اس معاملہ کو اچھی طرح سے سنبھال لے گا۔ عرس مبارک سے چند روز بعد سید عمران شاہ وزیر آبادی آپ کے پاس حاضر ہوئے تو فرمایا صاحبزادوں سے جا کر کہنا فکر نہ کرنا میں اُن کے لئے دُعائیں کرتا ہوں لوگوں کے لئے مولوی صاحب دنیا سے چلے گئے ہیں لیکن وہ میرے پاس ہیں میں ان کے پاس ہوں اور مولوی صاحب بھی ان کے لئے دُعائیں کر رہے ہیں۔

تلسی بانہہ اصیل کی جو بھولے سے چھو جائے
آپ نبھائے عمر بھر اور بیٹوں سے کہہ جائے

تمت بالخیر

سوانح حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

(بحساب علم ابجد)

	واقعات	سال	مادہ ہائے تاریخ بحساب ابجد
(۱)	ولادت	۱۳۲۹ھ	"چراغ منہاج طیبہ"
		۱۹۱۱ء	"ویقوم استغفروا" (القرآن الکریم۱۱:۵۲) "وہ افتخار حقیقت"
(۲)	محمد عبدالغفور	عدد۱۴۸۵	"وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا" (القرآن الکریم۲۱:۷۵) "اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ" (القرآن الکریم۴۶:۳۱)
(۳)	علامہ محمد عبدالغفور	عدد۱۶۳۱	"فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ" (القرآن الکریم۵:۳۴)
(۴)	شیخ القرآن	عدد۱۲۹۲	ھوغفار
(۵)	والد ماجد سے قرآن مجید اور کتب درسیہ کی خواندگی	۱۹۱۷ء	"تنویر فیض قرآنی"

(۶)	فقہ منطق اور علم میراث کی خواندگی	۱۹۱۹ء	''درخشانی علوم وادب''
(۷)	تکمیل درس نظامی	۱۹۲۵ء	''تکمیل درس نظامی؛'' ''بزم کمال بطحا''
(۸)	دورہ حدیث سے فراغت و حجۃ الاسلام سے خلافت و اجازت	۱۹۲۶ء	''اوج باب فیض رضویہ''
(۹)	سال فراغت تعلیم	۱۹۲۶ء	ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (القرآن الکریم ۹:۱۰۰)
(۱۰)	قبلہ عالم اعلیٰ حضرت گولڑوی سے بیعت اور چمبہ پنڈ میں آپ کی دستار بندی	۱۹۲۷ء	''بازیب فیضان طریقت مہر''
(۱۱)	زمانہ تدریس منظرِ اسلام بریلی شریف	۱۹۳۰ء	''آغاز تدریس اسلام وحق''
(۱۲)	ازدواجی زندگی کی ابتداء	۱۹۳۱ء	''سنت خیر البشر محبوب بطحا''
(۱۳)	والد ماجد مولانا عبدالحمید کی رحلت	۱۹۳۵ء ۱۳۵۵ھ	''غروب آفتاب وکمال علوم'' ''شمس فیض جاوداں''
(۱۴)	بنیاد دارالعلوم جامعہ نظامیہ غوثیہ وزیر آباد	۱۹۳۶ء	''آواز فیضان شریعت''
(۱۵)	ولادت صاحبزادہ مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی	۱۹۳۷ء	''چراغ مجلس متقین'' يَغْفِرُ اللّٰهُ (القرآن الکریم ۹:۸۰)

(۱۶)	مفتی محمد عبد الشکور ہزاروی	عدد ۱۳۸۴	"فَاِنَّ اللّٰہُ غَفُوْرٌ" (القرآن الکریم ۲:۱۹۲)
(۱۷)	وزیر آباد میں عرس پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز	۱۹۳۸ء	"زیب وسعادت وتذکرہ احمد" "خلق عظیم صاحب لولاک"
(۱۸)	پہلا سفر حرمینِ طیبین	۱۹۳۹ء	"فیضانِ جاودان خیر الانام"
(۱۹)	شمولیت قرارداد پاکستان اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے	۱۹۴۰	"جلوہ چراغ محفل پاکستان"
(۲۰)	دوسرے حج کی سعادت حالت بیداری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور حضرت جنید ہڑوی سے خلافت	۱۹۴۱ء	"زین فیضان خیر الانام"
(۲۱)	دوسرے صاحبزادہ محبوب الرحمٰن کی ولادت	۱۹۴۴ء ۱۳۶۲ھ	"تولید فرزند ثانی لاثانی"
(۲۲)	تحریک سول نافرمانی میں گورنر پنجاب نے باغی قرار دیا اور گرفتاری	۱۹۴۶ء	"بغاوت واسیری مرحبا"
(۲۳)	قاتلانہ حملہ	۱۹۴۶ء	"ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" (القرآن الکریم ۲:۱۵۴)

(۲۴)	تحریک پاکستان وقیامِ پاکستان کے لئے نمایاں کارکردگی	۱۹۴۷ء	''خوشخبری مصطفیٰ'' ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ'' (القرآن الکریم ۴۸:۲۹)
(۲۵)	دورہ تفسیر قرآن کا آغاز	۱۹۵۸ء	''واہ خورشید معرفت آگہی''
(۲۶)	سال ولادت محمد آصف ہزاروی	۱۹۶۳ء ۱۳۸۳ھ	عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا (القرآن الکریم ۱۹:۵۵)
(۲۷)	بحیثیت صوبائی صدر جمعیت علماء پاکستان کا انتخاب	۱۹۶۸ء	رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (القرآن الکریم ۷:۱۵۳)
(۲۸)	تیسرا حج بیت اللہ	۱۹۶۸	''اختصاص رحمت اللہ واللہ''
(۲۹)	بحیثیت مرکزی صدر جمعیت انتخاب	۱۹۶۹ء	''بروقت ونافع انتخاب''

سالِ وصال

۱۳۹۰ھ	۱۹۷۰ء
''افتخار حق''	''زیب تحریک عشق رسول''
''تقویٰ وطہارت کا پیکر''	''خورشید برج شرف جاوداں''
''شمع شریعت''	''سبیل شہر شان خطابت''
''غلام رسول پاک ﷺ''	''ان کل نفس ذائقۃ الموت''
''حسن فیض القرآن''	''نکہت ریاض الجنت''
''پیکر نور صدق وبصیرت''	''آفتاب جہان عظمت''
''علم واخلاص وتقویٰ''	''ایوان فیضِ خطابات''

''شمع فیضان حبیب طابہ'' ''خورشید فراست مدینہ''
''قوت عشق رسول انعابد'' ''بے بدل مظہر جمال چشت''

قرآنی مادہ تاریخ سالِ وصال

"المصلین الذین هم فی صلاتهم قائمون"

۱۹۷۰ء

"اوما تولیرز قنهم زرقاً حسناً" (الحج)

۱۳۹۰ھ

حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سالِ وصال

۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء

''شیخ القرآن آوازہ اوج مدینہ'' ''خوبی اہل دین شیخ القرآن''
''شیخ القرآن الحق'' ''تنویر چراغ علم''
''نسیم الریاض مصطفیٰ'' ''اعتبار و افتخار اولیا''
''شمع فیضان نبی حق'' ''شمع فیض ادب چشت''
''عجب بندہ فکر حکیمانہ جذب کلیمانہ'' ''چراغ منہاج چشت''
''سلطنت معرفت محمد'' ''فروغ بزم روحانیت''
''آواز رضویت'' ''نورفشا شبستان عرفان حق''

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ ولادت، عمر اور وصال

از...... طارق سلطانپوری حسن ابدال

''فیضان صراط حبیب اللہ'' پیدائش

۱۳۲۹

چمبہ پنڈھزارہ ہے جائے ظہور

تھی موج ''ہدا'' حیات مرد مومن

۵۹

کی اُس نے مثال خدمت دین حضور

رحلت کا سال اُس نقیب حق کا

''آواز عشق محمد عبدالغفور''

۱۹۷۰

''آوازۂ فھلتکم'' سے ظاہر طارق

۱۳۹۰

ہے نیز سن وصال مداح حضور

کتابیات

قرآن کریم　اردو ترجمہ کنز الایمان　ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

(ا)　آل احمد رضوی سید　عظمت رفتہ　سرحد اردو اکیڈمی ایبٹ روڈ لاہور ۱۹۹۴ء

ابراہیم خوشتر صدیقی　تذکرہ جمیل　سنی رضوی اکیڈمی ماریشس ۱۴۱۲ھ

احمد رضا خاں بریلوی　حدائق بخشش　ملک اینڈ کمپنی لاہور ۱۹۹۰ء

احمد سرہندی شیخ　مکتوبات امام ربانی　مطبوعہ لاہور

احمد قادری ابوالحسنات　تعارف جمعیت　انجمن حزب الاحناف لاہور

اختر راہی　تذکرہ علمائے پنجاب　مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۹۸۰ء

اقبال احمد فاروقی　علماء اہلسنت و جماعت لاہور　مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۷۰ء

اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

(ب)　بشیر احمد مرزا ابن غلام احمد　سیرت المہدی　دار الامان قادیان ربوہ ۱۹۳۹ء

(ت)　ترمذی محمد ابو عیسیٰ　جامع الترمذی　ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۹۸۲ء

(ج)　جلال الدین رومی　مثنوی شریف　ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور

جلال الدین قادری　خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس　مکتبہ رضویہ گجرات

جلال الدین قادری　محدث اعظم پاکستان　مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۸۹ء

(ح)　حفیظ جالندھری　شاہنامہ اسلام　اتحاد پریس لاہور ۱۹۴۷ء

(د)　داتا گنج بخش علی ہجویریؒ　کشف المحجوب　اسلامک فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۲ء

داراشکوہ	سکینۃ الاولیاء	پیکجز لمیٹڈ لاہور ۱۹۷۱ء
(ر) رانا منظور احمد	حضرت شیخ القرآنؒ	سٹار پریس وزیر آباد ۱۹۷۱ء
رضی حیدر خواجہ	تذکرہ محدث سورتی	کراچی
ریاست علی قادری	معارف رضا	کراچی ۱۹۸۳ء
	رپورٹ تحقیقاتی عدالت	پنجاب ہائی کورٹ لاہور ۱۹۵۳ء
(س) سراج طوسی امام ابونصر	کتاب اللمع فی التصوف	ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد ۱۹۸۶ء
سعدی شیرازی	بوستان' گلستان	مطبوعہ لاہور
(ش) شیر بہادر خان ڈاکٹر	تاریخ ہزارہ	دارالشفاء ایبٹ آباد ۱۹۶۹ء
شریف احمد شرافت نوشاہی	شریف التواریخ	ادارہ معارف نوشاہیہ گجرات
شمس الدین حافظ شیرازی	دیوانِ حافظ	دین محمدی پریس لاہور ۱۳۴۱ھ
شورش کاشمیری عبدالکریم	تحریک ختم نبوت	چٹان مطبوعات لاہور ۱۹۷۶ء
شیر محمد خاں سردار	تاریخ خورشید جہاں (تاریخ پشتون)	شوکت علی اینڈ سنز کراچی ۱۹۷۹ء
(ص) صابر براری	تاریخ رفتگان	کراچی ۱۹۳۶ء
(ظ) ظفر علی خاں مولانا	چمنستان	یونائٹڈ پبلشرز لاہور ۱۹۴۴ء
(ع) عبدالباقی فواد	المعجم المفہرس لالفاظ القرآن	سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۹۳ء
عبدالحق غور غشتوی	حیات علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی	ہری پور ہزارہ ۱۹۷۰ء
عبدالحق محدث دہلوی	اخبار الاخیار	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
عبدالحکیم شرف قادری	تذکرہ اکابر اہل سنت	مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور
عبدالرحمٰن جامی	کلیاتِ جامی	شعاع ادب لاہور ۱۹۴۰ء
عبدالصبور ہزاروی مولانا	سراج منیر	جامع صدیقیہ گکھڑ منڈی گوجرانوالہ
عبدالنبی کوکب، قاضی	حیات سالک	رضا اکیڈمی لاہور ۱۹۷۱ء

علی اکبر سید	گوہر منیر	غوثیہ بک ڈپو جلال پور جٹاں گجرات ۲۰۰۱ء
(غ) غلام احمد قادیانی	تذکرہ مجموعہ الہامات	الشرکت الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ پاکستان
غلام احمد قادیانی	نورالحق، تحفہ قیصریہ، تریاق القلوب، روحانی خزائن	الشرکت الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ پاکستان
غلام احمد قادیانی	درثمین	نظارت اشاعت وتصنیف ربوہ پاکستان
غلام حسین ڈاکٹر	مولانا ظفر علی خاں	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۳ء
غلام سرور مفتی	حدیقۃ الاولیاء	مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
غلام محمود ہزاروی قاضی	فیوضاتِ سبحانیہ	مکتبہ غوثیہ مہریہ جہلم ۱۳۸۷ھ
غلام مہر علی مولانا	الیواقیت المہریہ	مکتبہ مہریہ چشتیہ بہاولنگر
(ف) فارس برکات محمد	الجامع لمواضع آیات القرآن الکریم	دار قتیبہ بیروت لبنان ۱۹۸۵ء
	المرشد الی آیات القرآن الکریم وکلماتہ	دار قتیبہ بیروت لبنان ۱۹۸۶ء
فیض احمد فیض	مہر منیر	کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد ۲۰۰۲ء
(گ) گردیزی شاہ حسین	مہر انور	مکتبہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد
(م) مالک بن انس	الموطا	داراحیاء التراث العربی لبنان ۱۹۸۵ء
محمد آصف ہزاروی	حضرت شیخ القرآن	بزمِ چشتیہ غفوریہ مہرآباد شریف وزیرآباد
محمد آصف ہزاروی	مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کی دینی وملی خدمات	ادارہ علومِ اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۸۶ء
محمد آصف ہزاروی	مناقب حضرت شیخ القرآن	مکتبہ بزمِ چشتیہ غفوریہ مہرآباد شریف وزیرآباد ۲۰۰۲ء

محمد آصف ہزاروی	مقالاتِ ہزاروی	مکتبہ بزمِ چشتیہ غفوریہ مہر آباد شریف وزیر آباد ۲۰۰۳ء
محمد اسلم پروفیسر	وفیات مشاہیر پاکستان	اسلام آباد ۱۹۹۰ء
محمد اقبال ڈاکٹر علامہ	کلیاتِ اقبال	مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء
محمد اکرام شیخ	موجِ کوثر	فیروز سنز لاہور ۱۹۶۵ء
محمد بن اسماعیل بخاری	الصحیح للبخاری	دار ابن کثیر بیروت لبنان ۱۹۹۰ء
محمد بن مکرم ابن المنظور	لسان العرب	دار المعارف القاہرہ مصر ۱۳۰۰ھ
محمد حسین شیخ	گوہر نایاب	دربارِ عالیہ جینڈ شریف گجرات ۱۹۹۰ء
محمد شفیع صابر	تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ	پشاور ۱۹۹۰ء
محمد صادق قصوری	اکابر تحریک پاکستان	نوری بک ڈپو لاہور ۱۹۷۹ء
محمد صادق قصوری	تحریک پاکستان اور علماء کرام	مکتبہ زاویہ لاہور ۱۹۹۹ء
محمد صادق قصوری	تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار	نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۹ء
محمد صدیق ہزاروی	تعارف علمائے اہل سنت	مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور ۱۹۷۹ء
محمد طفیل خواجہ	تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار	سیالکوٹ ۱۹۸۷ء
محمد عبد الغفور ہزاروی	الدلیل القویم فی دفع الشک العظیم	ناشر ملک عبد الرشید وزیر آباد
محمد عبد الغفور ہزاروی	مناقب جلیلہ	ایم عبد الحکیم اینڈ سنز تاجرانِ کتب مسلم بازار گجرات

محمد غلام ربانی ابو المعانی گلدستہ غلام در نعت سیّد الانام جامع مسجد غوثیہ حسن ابدال ۱۹۸۵ء
محمد غلام ربانی ابو المعانی مختلف مضامین کا مجموعہ قلمی مسودہ
محمد متین خالد ثبوت حاضر ہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان ۱۹۹۷ء
محمد مسعود احمد ڈاکٹر تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم رضا پبلیکشنز لاہور ۱۳۹۱ھ
محمد نواز شاہد تذکرہ مجاہد ملت یونیورسل اسلامک کالج گجرات ۱۹۹۸ء
محمود احمد قادری تذکرہ علمائے اہل سنت خانقاہ قادریہ اشرفیہ مظفر پور بہار انڈیا ۱۳۹۱ھ
مسلم بن حجاج امام الصحیح للمسلم دار حیاء التراث العربی لبنان ۱۹۷۲ء
ملک لال خان تحریک اتحادِ ملت لاہور ۱۹۷۳ء
(ن) نصیر الدین نصیر سیّد نام ونسب مکتبہ مہریہ نصیریہ گولڑہ شریف اسلام آباد
نقی علی خاں بریلوی انوار جمالِ مصطفیٰ ﷺ شبیر برادرز لاہور ۱۹۷۵ء
(و) ولی مظہر ایڈووکیٹ عظیم قائداعظم تحریک ملتان ۱۹۸۳ء

رسائل

۱۔	ماہنامہ	اخبار اہل سنت	لاہور	فروری ۱۹۹۶ء
۲۔	ہفت روزہ	اقدام	لاہور	۲۶ مئی ۱۹۶۳ء
۳۔	ماہنامہ	العلماء	لاہور	نومبر ۱۹۹۵ء
۴۔	ماہنامہ	انوار لاثانی	لاہور	دسمبر ۱۹۹۵ء، مارچ ۱۹۹۹ء
۵۔	ماہنامہ	ترجمان اہل سنت	کراچی	اکتوبر ۱۹۷۳ء
۶۔	ماہنامہ	جہانِ رضا	لاہور	جولائی ۲۰۰۳ء

۷۔	ہفت روزہ	چٹان	لاہور	۱۱۹ کتوبر ۱۹۷۰ء
۸۔	مجلہ	چراغاں	لاہور	۱۹۹۶ء تا ۱۹۹۸ء
۹۔	ماہنامہ	حنفی (شیخ القرآن نمبر)	لاہور	نومبر ۱۹۷۰ء، ستمبر ۱۹۷۱ء
۱۰۔	ماہنامہ	رضائے مصطفےٰ	گوجرانوالہ	اپریل ۱۹۵۹ء، نومبر ۱۹۷۰ء، جنوری ۱۹۹۶ء
۱۱۔	ماہنامہ	رضوان	لاہور	نومبر ۱۹۷۰ء، اگست ۱۹۷۵ء
۱۲۔	ماہنامہ	سیدھا راستہ	لاہور	دسمبر ۱۹۹۵ء
۱۳۔	ہفت روزہ	صوت الاسلام	لاہور	۱۲۹ کتوبر ۱۹۷۰ء
۱۴۔	ماہنامہ	ضیائے حرم	لاہور	نومبر ۱۹۷۰ء
۱۵۔	ماہنامہ	عرفات	لاہور	اکتوبر ۱۹۷۰ء، دسمبر ۱۹۹۵ء
۱۶۔	ماہنامہ	فیض رضا	فیصل آباد	نومبر ۱۹۷۰ء
۱۷۔	ماہنامہ	کنز الایمان	لاہور	اگست ۱۹۹۵ء
۱۸۔	مجلہ	لب جو	شیخوپورہ	اگست ۱۹۹۷ء
۱۹۔	ماہنامہ	ماہ طیبہ	سیالکوٹ	اکتوبر ۱۹۹۲ء
۲۰۔	مجلہ	مہک	گوجرانوالہ	۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۴ء
۲۱۔	ماہنامہ	نور اسلام	شرقپور شریف	دسمبر ۱۹۹۵ء

اخبارات

(۱) روزنامہ آفتاب' لاہور

۲۹ نومبر ۱۹۹۵ء، ۱۳ دسمبر ۱۹۹۵ء، ۱۸ جنوری ۱۹۹۶ء، ۴ اور ۲۲ نومبر ۱۹۹۷ء

(۲) روزنامہ اخبار' لاہور

۲۰ دسمبر ۱۹۹۵ء، ۸ جنوری ۱۹۹۶ء، ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء، ۱۵ اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۶ء

(۳) روزنامہ امروز' لاہور

۲۳، ۲۹ اور ۳۰ ستمبر ۱۹۶۸ء، ۳ نومبر ۱۹۶۸ء، ۳۰ دسمبر ۱۹۶۸ء، ۴ جنوری ۱۹۶۹ء، ۱۶ مئی ۱۹۶۹ء، ۱۰، ۱۱ اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء، ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء

(۴) روزنامہ پاکستان' لاہور

۲۵ فروری ۱۹۹۲ء، ۳ اکتوبر ۱۹۹۴ء، ۹ دسمبر ۱۹۹۴ء، ۱۷ جنوری، ۵ فروری، ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء، ۵ نومبر ۱۹۹۷ء

(۵) ہفت روزہ پاکستان پوسٹ' نیویارک امریکہ

۱۲ اور ۱۵ اپریل ۲۰۰۱ء

(۶) روزنامہ تجارت' گوجرانوالہ

۳ نومبر ۱۹۹۵ء

(۷) روزنامہ تعمیر' راولپنڈی

۳۰ دسمبر ۱۹۷۱ء

(۸) روزنامہ جاوداں' لاہور

۱۲۷ اکتوبر ۱۹۷۰ء، ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء

(۹) روزنامہ جرأت' لاہور

۲ نومبر ۱۹۹۵ء

(۱۰) روزنامہ جذبہ' گجرات

۱۹ جنوری ۱۹۹۵ء، ۱۶ اور ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء

(۱۱) روزنامہ جہاں نما' لاہور

۱۲۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء، ۱۲۰ اکتوبر ۱۹۹۶ء، ۱۳۱ اکتوبر ۱۹۹۷ء

(۱۲) روزنامہ جمہور' لاہور

۵ ستمبر ۱۹۷۳ء

(۱۳) روزنامہ جنگ' راولپنڈی

۴ جنوری ۱۹۶۹ء' ۱۰، ۱۱ اور ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۰ء' ۱۶ ستمبر ۱۹۷۲ء

روزنامہ جنگ' لاہور

دسمبر ۱۹۹۴ء' ۵ نومبر ۱۹۹۷ء

(۱۴) روزنامہ خبریں' لاہور

یکم دسمبر ۱۹۹۴ء' ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء' ۱۱ جنوری اور ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء' ۵ نومبر ۱۹۹۷ء

(۱۵) روزنامہ سعادت' لاہور

۲۲ اکتوبر اور ۱۱ دسمبر ۱۹۹۵ء' ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء' ۲۱ نومبر ۱۹۹۷ء

(۱۶) ہفت روزہ فیملی میگزین' لاہور

۳ دسمبر ۱۹۹۵ء' ۱ نومبر ۱۹۹۶ء

(۱۷) روزنامہ کوہستان' لاہور

۲۵ مارچ ۱۹۶۴ء' ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء' ۸ نومبر ۱۹۷۰ء' ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء

(۱۸) روزنامہ مساوات' لاہور

۱۰ اور ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء' ۲۱ اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء' ۱۳ جنوری اور ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۶ء

(۱۹) روزنامہ مشرق' لاہور

۱۲ فروری' ۱۷ مئی اور ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۹ء' ۱۰' ۱۱' ۱۹' ۲۳' ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۰ء' ۱۶ اپریل ۱۹۸۶ء' ۲ اور ۲۷ مارچ ۱۹۸۸ء' ۸ مارچ ۱۹۸۹ء' ۲۴ فروری' ۴ اگست' ۶ اور ۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء' ۱۳ فروری ۱۹۹۲ء' ۱۳ فروری ۱۹۹۳ء' ۱۵ جنوری اور ۳۰ نومبر ۱۹۹۴ء' ۲' ۶' ۷ جنوری ۱۹۹۵ء

(۲۰) روزنامہ مشرق' پشاور

۲۹ فروری ۱۹۹۶ء

(۲۱) روزنامہ ندائے ملت' لاہور

۱۰ تا ۱۲' ۱۵' ۱۸' ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء

(۲۲) روزنامہ نوائے وقت' لاہور

۲۵ مارچ ۱۹۶۴ء' ۲۹ ستمبر ۱۹۶۸ء' ۷ اور ۹ جنوری' ۱۲ فروری' ۱۴ اپریل ۱۹۶۹ء' ۱۰ تا ۱۵' ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء' ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء' ۲۱ ستمبر اور ۳ نومبر ۱۹۷۲ء' ۵ ستمبر ۱۹۷۳ء' ۱۷ فروری ۱۹۷۴ء' ۵ مئی ۱۹۸۷ء' ۲۶ دسمبر ۱۹۸۹ء' ۲۲ اور ۲۳ اکتوبر' ۲۸ دسمبر ۱۹۹۵ء' ۲۱ اور ۲۲ اکتوبر' ۳ نومبر ۱۹۹۶ء' ۵ نومبر' ۹' ۱۰' ۱۲ دسمبر ۱۹۹۷ء' ۹' ۱۹ جنوری ۱۹۹۸ء



''فیضان شیخ القرآن'' قطعہ تاریخ سال طباعت ۲۰۱۰ء، ۱۴۳۱ھ

''خورشید یمن معرفت''
۲۰۱۰ء

''فروغ وجہ نبی دو جہاں''
۱۴۳۱ھ

مبداء فیاض کے لطف فراواں کے بغیر
کب بھلا ممکن حصول و اکتساب فیض ہے
اس کتاب خوب میں اس شیخ کامل کا ہے ذکر
ماہ علم و فقر ہے جو آفتاب فیض ہے
علم و عرفاں کی ہے دستاویز حیرت آفریں
ہر ورق ہر صفحہ جس کا ایک باب فیض ہے
ہیں بریلی گولڑہ گجرات روحانی مقام
جن سے اس مرد خدا کا انتساب فیض ہے
وہ ولی حق کا ہے زندہ آج بھی گوہر فشاں
کشت علم و فقر پر اس کا سحاب فیض ہے
ڈاکٹر آصف کا ہے یہ کارنامہ شاندار
یہ کتاب الحق کتاب لاجواب فیض ہے
اس کی تاریخ طباعت مجھ سے ہاتف نے کہا
روح پرور واقعی ''حسن کتاب فیض'' ہے

۱۴۳۱ھ

محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری حسن ابدال

''فیضان شیخ القرآن''

گلہائے رنگیں تازہ پہ دیکھا گیا شباب
آنکھوں سے اٹھنے لگ گئے پھر خود بخود حجاب

جس نے بیان حسن کے سکے بٹھا دیئے
وہ روضہ سنگ ابیض میں ہے آج محو خواب

تھا بزم اہل علم میں اک منفرد وجود
سر کو جھکا کے کہتے تھے سب ان کو آنجناب

خورد و کلاں کے حال پر فیضان انہیں کا تھا
ان کی دُعائیں بالیقیں مقبول و مستجاب

ان کے در نیاز پہ بنتیں تھیں قسمتیں
آتی تھی ہر جبیں پر اک نئی آب و تاب

ہر جا پہ آج شہرہ ہے شیخ القرآن کا
کھلتے ہیں حال دل پہ یاں فیض نظر کے باب

آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ مہر آباد شریف وزیر آباد

عرس مبارک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم

ہر سال 8,7 جمادی الاوّل کو نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوتا ہے

عرس حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

ہر سال 8,7 شعبان المعظم کو عقیدت واحترام سے منعقد ہوتا ہے

ختم پاک

حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ

ہر سال 7 جمادی الاوّل بعد نماز عصر مزار پُر انوار پر پڑھا جاتا ہے

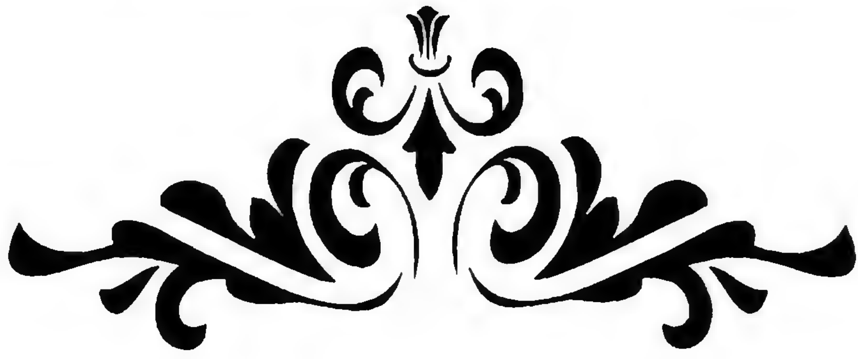
زیر صدارت

حضرت پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد آصف ہزاروی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ مہر آباد شریف وزیر آباد

پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کی تصانیف

☆ تورات کی کتاب پیدائش کا قرآن حکیم کی روشنی میں ناقدانہ جائزہ
☆ حضرت مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی کی دینی وملی خدمات
☆ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی زبان وادب میں خدمات
☆ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی عربی زبان وادب میں خدمات
☆ مناقب حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ
☆ کرامات حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ
☆ فیضانِ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ (سوانح حیات)
☆ مقالات اسلاف حیات جاوداں
☆ 1000 ہزار سوالات (ایف اے اسلامیات)
☆ ائمہ اربعہ
☆ حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام
☆ مقالات ہزاروی
☆ سنت نماز جنازہ
☆ فیضانِ گوہر
☆ تذکرہ عارف ربانی
☆ تورات اور قرآن کریم



حضرت شیخ القرآن مولانا

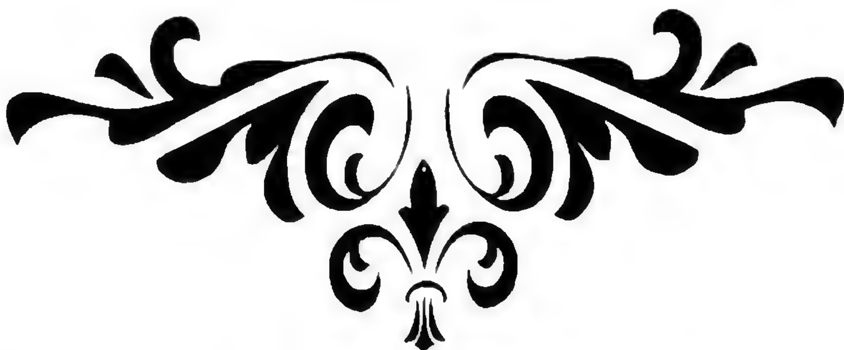
پیر محمد عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت جانشین شیخ القرآن

پیر محمد عبد الشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

اخبارات کے آئینے میں



روزنامہ نوائے وقت لاہور 8 ستمبر 1969ء





روزنامہ امروز لاہور 29 ستمبر 1968ء

مولانا عبد الغفور ہزاروی کو جمعیت العلماء کا صدر منتخب کر لیا گیا

چار امیدواروں نے نام واپس لے لیے، نئی تحریک میں دو ہزار افراد شریک ہوں گے

(امروز کے سٹاف رپورٹر سے)

لاہور ۲۸ ستمبر جمعیت العلماء پاکستان میں حالیہ اختلافات کے بعد ایک فریق نے آج صبح جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو میں اپنی مرکزی تنظیم کے عہدیداروں کے انتخابات مکمل کر لیے۔ مولانا عبد الغفور ہزاروی صدر اور مفتی محمد حسین نعیمی نائب صدر اول منتخب ہوئے ہیں۔

عہدیداروں کا انتخاب ۵ ہزار علماء پر مشتمل اجتماع میں کیا گیا جس میں صوبے کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے علماء اور تلامذہ بھی شریک تھے۔ ایک ترجمان نے دعویٰ کیا کہ رکن سازی کی مہم کے دوران تقریباً دو ہزار افراد کی رکنیت کے فارم موصول ہوئے۔ صدارت کے لیے پانچ امیدواروں کے مابین مقابلہ متوقع تھا۔ لیکن دیگر چار امیدواروں مفتی محمد حسین نعیمی، صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی، صاحبزادہ حامد علی شاہ اور مولانا محمد نواز اویسی نے آخری وقت پر نام اجتماع میں اپنے نام واپس لے لیے۔ دیگر عہدیدار بھی اتفاق رائے سے منتخب ہو گئے۔ ان کے نام یہ ہیں نائب صدر اول مفتی محمد حسین نعیمی

نائب صدر مولانا محمد اکرام (راولپنڈی) ناظم اعلیٰ صاحبزادہ سید محمود شاہ، نائب ناظم اعلیٰ قاضی عبد النبی کوکب۔ ناظم نشر و اشاعت مولانا عبد القیوم ہزاروی۔ مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔

قبل ازیں مختلف حضرات نے اجتماع سے خطاب کیا۔ صاحبزادہ سید محمود شاہ نے اپنی تقریر میں الزام لگایا کہ غیر منقسم جمعیت العلماء پاکستان (مغربی) کی قیادت پر ایسے عناصر کو غلبہ حاصل ہو گیا ہے جو قیام پاکستان کے مخالف رہے ہیں۔

مولانا عبد الغفور ہزاروی کو جمعیت العلماء کا صدر منتخب کر لیا گیا

لاہور ۲۸ ستمبر (سٹاف رپورٹر) مغربی پاکستان جمعیت العلماء کے انتخابات آج مکمل ہو گئے۔ مولانا عبد الغفور ہزاروی متفقہ طور پر جمعیت کے صدر منتخب کر لیے گئے۔ ان کے مخالف امیدواروں نے اپنے نام واپس لے لیے۔ صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی ناظم اعلیٰ، مفتی محمد حسین نعیمی سینئر نائب صدر منتخب ہو گئے۔ مولانا محمد اکرام خطیب راولپنڈی، صاحبزادہ محمد ایوب شاہ چورہ شریف اور مولانا محمد شریف ملتان جونیئر نائب صدر منتخب کیے گئے۔ مولانا عبد الرشید ہزاروی ناظم نشر و اشاعت اور جناب عبد النبی کوکب نائب ناظم اعلیٰ چنے گئے۔

انتخاب آج جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو میں ہوا جہاں صوبہ بھر سے ۵ ہزار علمائے اہل سنت نے شرکت کی۔ مرکزی جمعیت کے صدر مولانا عبد الحامد بدایونی نے نئے عہدیداروں سے حلف لیا۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور 29 ستمبر 1968ء

جمعیت العلمائے پاکستان کا انتخاب

صدارت کے لیے پانچ امیدوار ہیں

لاہور ۲۰ ستمبر (سٹاف رپورٹر) جمعیت العلمائے پاکستان کی صدارت کے انتخاب کے لیے نامزدگی کی کل پانچ درخواستیں وصول ہوئی ہیں۔ جمعیت کے الیکشن بورڈ کی اطلاع کے مطابق نشست کے لیے علامہ عبد الغفور ہزاروی، صاحبزادہ سید محمود شاہ، مفتی محمد حسین نعیمی، مولانا محمد نواز اور صاحبزادہ سید حامد علی شاہ امیدوار ہیں۔ انتخاب لاہور میں ۲۸ ستمبر کو ہوگا۔ جمعیت کی رکنیت چھ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ فارم رکنیت داخل کرنے کی آخری تاریخ ۲۰ ستمبر ہے۔

روزنامہ امروز لاہور 23 ستمبر 1968ء

استقبالیہ 18 اکتوبر کو دیا گیا روزنامہ کوهستان 5۔نومبر 1968ء

[illegible]

مولانا عبدالغفور ہزاروی کو دعوت استقبالیہ

[illegible] معزز پاکستان مولانا عبدالغفور ہزاروی کے اعزاز میں ایک دعوت استقبالیہ دی گئی جس میں [illegible] افراد نے شرکت کی۔

[illegible]

قومی دلیر

روزنامہ قومی دلیر 27-10-1968ء

5 جنوری

اتوار

1969ء

حضرت شیخ القرآن مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

الحاج مولانا عبدالغفور ہزاروی صدر جمعیت العلماء پاکستان وزیر آباد میں خاکساروں کی سلامی لے رہے ہیں

جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں

آزادیٔ کشمیر کیلئے نوتشکیل تنظیم المجاہد کی دل کھول کر امداد کیجئے

پاکستانی عوام سے جمعیت العلمائے پاکستان کے مرکزی صدر کی اپیل

وزیر آباد ( ) مولانا عبدالغفور ہزاروی نے کہا کہ گزشتہ بائیس برس میں سیاسی سطح پر کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی دادرسی کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا اور اس سلسلہ میں کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا گیا اور اب اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں کہ کشمیری عوام آزادی کے لئے خفیہ تنظیم قائم کریں۔ انہوں نے نو قائم کردہ تنظیم المجاہد کی حمایت کا اعلان کیا اور امداد کی اپیل کی۔ ایک بیان میں جمعیت العلمائے پاکستان کے مرکزی صدر مولانا عبدالغفور ہزاروی نے کہا کہ کشمیر کے مظلوموں کی دادرسی اور آزادی کشمیر کے لئے جمعیت نے ہر دور میں ہر طرح تعاون کیا ہے۔ کشمیر کی پہلی جنگ میں عوام کے علاوہ اس سلسلہ میں عملی اقدامات کئے گئے اور مجاہدین کو امداد دی گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ جمعیت آئندہ بھی ہر ممکن حمایت اور تعاون کرتی رہے گی۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ بائیس برس کے دوران مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا گیا اس لئے اب کشمیریوں کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں رہا کہ کشمیری عوام اپنے حقوق کی بازیافت کے لئے خود کوشش کریں اور خفیہ تنظیم قائم کریں۔ انہوں نے کہا کہ المجاہد کا قیام حالات کے عین مطابق ہے اور جمعیت اس تنظیم کی مکمل حمایت کرتی ہے۔ انہوں نے پاکستانی عوام سے اپیل کی کہ وہ المجاہد کی دل کھول کر امداد کریں۔ انہوں نے علاقائی اور لسانی تعصبات پھیلانے والوں کی سخت مذمت کی اور الزام لگایا کہ قوم کو تقسیم کرنے والے ملک کے دشمن ہیں جو ملی وحدت کو کمزور کر کے اس کی بقا کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ عوام کو درپیش انتظامی مشکلات دور کی جائیں اور انتخابات کرانے کے انتظامات جلد مکمل کئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلسل اور منصفانہ انتخابات کے عمل سے ہی عوام کو حکومت بدلنے اور تبدیل کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے اس لئے کوئی بھی حاکم عوامی فلاح و بہبود کے پروگرام کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ پانچ سالہ منصوبے میں ہی معاشی ڈھانچہ تشکیل کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جائے جس سے عام آدمی کی محرومیاں دور ہو سکیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ گزشتہ دس سالہ دور ایوبی میں سرمایہ داروں اور [illegible] کا جائزہ لینے اور [illegible] کے لئے ایک کمیشن قائم کیا جانا چاہیئے۔

جمعیت العلمائے پاکستان لاہور کے ناظم نشر و اشاعت [illegible] نے ایک بیان میں کہا کہ اسلامی سوشلزم کا پرچار کرنے والے عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ ملک میں اسلامی نظام فی الفور نافذ کیا جائے کیونکہ اسلامی معاشرے میں تمام [illegible] خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

علامہ عبدالغفور ہزاروی

مولانا عبدالغفور ہزاروی کا وضاحتی بیان

وزیر آباد ۵ جنوری (نامہ نگار) مشہور عالم دین مولانا عبدالغفور ہزاروی نے کہا ہے کہ انہوں نے [illegible] کے دور میں حکومت کے حصہ دار رہے ہیں اور [illegible] وقت کے ساتھ اسلام کا [illegible] حاصل کرنے کے [illegible] انہوں نے کہا کہ میری تقریر کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے جماعت اسلامی کے خلاف بعض [illegible] بالکل [illegible] جماعت اسلامی [illegible] نے کہا کہ یہ بیان [illegible] 26.12.70

مولانا احمد رضا خان نے مسلمانوں میں جوش و ولولہ پیدا کیا

بریلوی علماء نے تحریکِ پاکستان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

لائل پور ۱۵ مئی مرکزی جمعیت العلماء پاکستان کے صدر عبدالغفور ہزاروی نے کہا ہے کہ حضرت احمد رضا خان بریلوی نے برصغیر ہند میں انگریزی استعمار کے ناپاک منصوبوں کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں کو عشق رسول ﷺ کا پیغام دے کر ان میں حریت کی ایسی تڑپ پیدا کی کہ ہندوستان کے مسلمان سر بکف ہو کر میدان میں نکل آئے اور جہد مسلسل سے غلامی کی زنجیریں کاٹ دیں۔ صاحبزادہ عبدالغفور ہزاروی علامہ رضا کے ... جامعہ رضویہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بریلوی علماء نے حضرت احمد رضا خان کے درس حریت کی وجہ سے کانگریسی مولویوں سے ملنے سے صاف انکار کر دیا اور ہندوستان میں مسلمانوں کی بقاء اور اسلامی تشخص کے احیاء کے لیے مسلمانوں کی واحد نمائندہ سیاسی جماعت مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا انہوں نے کہا کہ یہ صرف بریلوی علماء ہی تھے جنہوں نے ۱۹۴۶ء میں بنارس کے مقام پر قرارداد پاکستان کی مکمل حمایت کی۔ مرکزی جمعیت العلماء پاکستان کے نائب ناظم اعلیٰ پروفیسر قاضی عبدالنبی کوکب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ انگریز نے مغل خاندان سے حکومت چھین کر مسلمانوں میں نفاق کے ذریعے ہندوستان پر اپنے اقتدار کی راہیں ہموار کر رہا تھا۔ اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے غلام بنانے میں مصروف تھا انگریزوں کی

اس مسلم کش پالیسی میں ہندوؤں نے اپنے انگریز آقاؤں کا پورا ساتھ دیا۔ ہندوؤں نے سب سے پہلے اہم سرکاری عہدوں پر قبضہ کیا پھر مسلمانوں کا اقتدار ختم کرنے کے لیے جوگیوں کے ذریعے ہندو ازم کی علاقائی رنگ میں تبلیغ کی اور پھر اسلامی تہذیب و تعلیم ختم کرنے کے لیے مولویوں کو تحریک سیاست کر دیا۔ قاضی عبدالنبی کوکب نے کہا کہ حضرت احمد رضا خان نے ہندو تہذیب کے تار و پود بکھیر کر مسلمانوں کے عقائد و نظریات کا مکمل تحفظ کیا اور کتاب و سنت کی روشنی میں ہندو مسلم اتحاد کے مہلک نقصانات کو واضح کرتے ہوئے ہندو نواز مولویوں اور تصورِ ہندوازی کی کھل کر مخالفت کی۔ انہوں نے آخر میں کہا کہ نام نہاد مولوی ملک کو تباہ کرنے کے لیے سوشلسٹوں کی حمایت کر رہے ہیں۔

[illegible]

روزنامہ امروز 16 مئی 1969ء

مولانا احمد رضاؒ نے ہندوؤں کی سیاست کا تار و پود بکھیر دیا تھا

مرحوم نے مسلمانوں میں عشق رسولؐ کی حرارت پیدا کی : ہزاروی

[illegible] مرکزی جمعیت العلماء پاکستان کے صدر علامہ عبدالغفور ہزاروی نے [illegible] احمد رضا خان بریلوی نے برصغیر میں انگریزوں کے [illegible] مسلمانوں میں عشق رسول ﷺ کی حرارت پیدا کی [illegible]

[illegible]

روزنامہ امروز 16 مئی 1969ء

جمیعت العلمائے پاکستان اسلام کے لیے کام کرنے والی ہر جماعت سے تعاون کریگی

مولانا عبدالغفور ہزاروی صدر مرکزی جمیعت العلمائے پاکستان کا اعلان

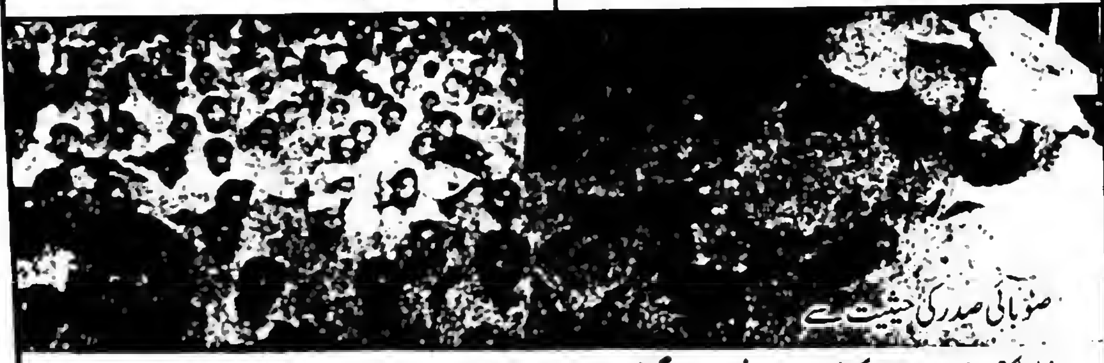
ملتان ۳ ستمبر (نمائندہ خصوصی) جمعیت العلماء پاکستان کے مرکزی صدر مولانا عبدالغفور ہزاروی نے کہا ہے کہ ان کی جماعت اسلام کے لئے کام کرنے والی ہر جماعت سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سوشلزم پر یقین نہیں رکھتے۔ وہ آج یہاں جمیعت کے زیر اہتمام مدرسہ مظہر العلوم میں ایک دینی اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ مولانا نے بعد میں ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے کوئی ازم نافذ کرنے کے لئے پاکستان حاصل نہیں کیا تھا اس وقت ہمارا نعرہ صرف یہ تھا کہ لا الٰہ الا اللہ۔

مولانا عبدالغفور ہزاروی نے کہا کہ کانگرسی اور احراری علماء نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی اور آج بھی ان جماعتوں کے سابق ارکان سوشلزم کی حمایت کر رہے ہیں۔ انہوں نے قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں [illegible] نمائندگی کی حمایت کی۔

مولانا ہزاروی نے کہا کہ مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر مسلمانوں کے جذبات کو شدید مجروح کیا گیا ہے اور یہ سب کچھ جان بوجھ کر [illegible] پہنچتی ہے۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام کو اسلام کے خلاف قرار دیا اور کہا کہ اسلام ذاتی ملکیت کو ختم نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی یہ چاہتا ہے کہ لوگ بھوکے مریں۔ مولانا نے کہا کہ پاکستان کا اقتصادی نظام اسلامی نظام ہی ہو گا۔

اس اجتماع میں ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ [illegible] کو ختم کر دیا جائے۔ اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو [illegible] کی جائے اور [illegible] کسان کے ۲ [illegible] روپے کی [illegible] فوری طور پر [illegible] کر دیا جائے۔ [illegible] کی جگہ کسی اسلامی ذہن رکھنے والے شخص کو تعینات کیا جائے۔ ایک اور قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ پاکستان میں یہودیوں کی املاک فوری طور پر ضبط کر لی جائیں۔

روزنامہ نوائے وقت 4 ستمبر 1969ء



مغربی پاکستان جمیعت العلماء کے زیر اہتمام باغ بیرون موچی گیٹ میں جلسہ عام زیر صدارت مولانا عبدالغفور ہزاروی منعقد ہوا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی، مفتی محمد حسین نعیمی اور قاضی عبدالنبی کوکب اور دیگر علماء کرام نے تقاریر کیں، جلسہ کی تفصیل کاروائی پیر کے اخبار میں شائع کی جائے گی

نظریہ پاکستان کی تکمیل کے لئے پاکستان میں اسلامی قوانین نافذ کئے جائیں

علماء کو وطن کی بہبود کے لئے متحد ہو کر کام کرنا چاہیئے : علماء کی تقریریں

لاہور ۲۸ ستمبر (اسٹاف رپورٹر) جمیعت العلمائے پاکستان کے زیر اہتمام آج رات ایک جلسہ عام میں علماء کرام نے خیال ظاہر کیا ہے کہ پاکستان کے قیام کے نظریاتی مقاصد کی تکمیل کے لئے ملک میں اسلامی قوانین نافذ کئے جائیں۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اس لئے یہاں پر اسلامی نظام حیات رائج کیا جانا چاہیئے۔

یہ جلسہ عام جمیعت العلمائے پاکستان کی تشکیل جدید کے بعد باغ بیرون موچی دروازہ میں مرکزی جمیعت کے صدر مولانا عبدالحامد بدایونی کی صدارت میں منعقد ہوا اور اس میں جمیعت العلمائے مغربی پاکستان کے نئے صدر مولانا عبدالغفور ہزاروی، مرکزی ناظم اعلیٰ سید محمود شاہ گجراتی، صاحبزادہ افتخار الحسن، قاضی عبدالنبی کوکب اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔

مولانا عبدالغفور ہزاروی نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جمیعت کے ان ارکان سے جو تشکیل جدید میں شامل نہیں تھے۔ اپیل کی کہ آج تقریباً اڑھائی ہزار علماء کرام نے اتفاق رائے سے جو جمیعت قائم کی ہے وہ بھی اس میں شریک ہو جائیں اور ملک کی بہتری کے لئے مل کر کام کریں۔

روزنامہ مشرق لاہور 1968-9-29ء

حضرت شیخ القرآن مولانا پیر محمد عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

مشرق

شیخ القرآن حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی ٹریفک کے حادثہ میں جاں بحق ہوگئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا کے انتقال کی خبر سن کر سینکڑوں عقیدت مند ہسپتال پہنچ گئے

مولانا عبد الغفور ہزاروی

مرحوم کو آج وزیر آباد میں سپرد خاک کیا جائے گا

جمعیت العلماء پاکستان

حضرت شیخ القرآن مولانا پیر محمد عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

روزنامہ جنگ

بقیہ ۔ مولانا ہزاروی

ہزاروی کی وفات پر گہرے افسوس کا اظہار کیا اور مولانا کے غمزدہ خاندان سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے جن میں مولانا سید محمد برکات سید محمود شاہ [illegible]

[illegible]

کے ہمراہ مظفر آباد سے واپس آ رہے تھے۔ جہلم کے [illegible] عبد الغفور ہزاروی کی وصیت کے مطابق [illegible]

مولانا عبد الغفور ہزاروی ٹرک کی زد میں آکر جاں بحق ہو گئے

مولانا کی موت ایک قومی المیہ ہے۔ علمائے کرام کی طرف سے زبردست خراج عقیدت

گوجرانوالہ ۔ ۹ اکتوبر (نمائندہ جنگ) ممتاز عالم دین اور بریلوی مکتبہ فکر کے ممتاز رہنما مولانا عبد الغفور ہزاروی آج صبح وزیر آباد میں ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آکر ہلاک ہو گئے۔ ان کو ۔۔۔ وزیر آباد میں سپرد خاک کیا جائے گا۔ اس افسوسناک واقعہ کی تفصیلات اس طرح بیان کی جاتی ہیں کہ مولانا عبد الغفور ہزاروی آج صبح فجر کی نماز پڑھنے کے بعد حسب معمول جی ٹی روڈ پر سیر و تفریح کے لئے جا رہے تھے جب وہ ۔۔۔ کے قریب پہنچے تو پیچھے سے ایک تیز رفتار ٹرک آیا۔ سامنے ہی مخالف سمت سے ایک کار ۔۔۔ [illegible]

[illegible]

روزنامہ جنگ راولپنڈی

اتوار ۔ ۔۔۔ ۱۹۷۰ء ۔۔۔ ستمبر ۱۹۷۰ء

مولانا عبد الغفور ہزاروی

بریلوی مکتبۂ فکر کے ممتاز عالم اور خطیب مولانا عبد الغفور ہزاروی جمعہ کے روز وزیر آباد میں ایک ٹرک کی زد میں آ کر شدید زخمی اور حادثہ کے صرف چند منٹ بعد زخموں کی تاب نہ لا کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وزیر آباد میں تبلیغِ اسلام کی نذر کیا انہوں نے تحریک قیام پاکستان اور دیگر قومی تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا چنانچہ کئی بار انہیں مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کی پاداش میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں لیکن جس بات کو انہوں نے اپنے مسلک کے مطابق حق سمجھا اس پر وہ آخر دم تک قائم رہے یہی وجہ ہے کہ آج اُن کی ناگہانی موت پر اپنے پرائے سبھی نوحہ کناں نظر آتے ہیں اور اُن کی موت کو ایک بہت بڑا قومی المیہ قرار دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے زندگی کے ہر مرحلہ پر اسلام کا ساتھ دینے کی بھرپور کوشش کی اور کسی قسم کی مصلحت کو اپنی راہ میں حائل ہونے نہ دیا خطبات اور تقریروں نے ہر انسان سے ہوتی ہیں لیکن ہے بعض حلقوں کو اُن سے کوئی اصولی اور ذاتی اختلاف بھی ہو، بہرحال اب جبکہ وہ اس دارِفانی سے عالمِ جاودانی کی طرف سدھار چکے ہیں خدا سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ اپنے فضلِ خصوصی سے اُن کی کوتاہیوں کو معاف اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور اُن کے لواحقین ماعزا، و اقرباء کے علاوہ اُن کے اَن گنت عقیدت مندوں کو صبر جمیل کرامت فرمائے تاکہ وہ سب اس صدمۂ عظیم کو برداشت کر سکیں۔

حضرت شیخ القرآن مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

روزنامہ کوہستان

جمیعت علماء پاکستان بحالی جمہوریت اور اسلامی آئین کے نفاذ کی جدوجہد جاری رکھے گی

تحریک جمہوریت سے جماعتی طور پر تعاون کا فیصلہ آئندہ اجلاس میں ہوگا

لاہور ۳۰ دسمبر (کوہستان) جامعہ نعیمیہ میں جمعیت علماء پاکستان (ہزاروی گروپ) کی مجلس عاملہ کا اجلاس جمعیت کے صدر مولانا عبدالغفور ہزاروی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ملک کی موجودہ صورت حال پر غور کیا گیا۔ اور پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ اور عوام کے بنیادی حقوق کی بحالی کی جدوجہد جاری رکھنے کا عزم کیا گیا۔ اجلاس میں جمعیت کے مقاصد کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے مستقل لائحہ عمل اختیار کرنے کے طریقوں پر گرما گرم بحث ہوئی۔ جمعیت کی عاملہ نے اس بارے میں فیصلہ کیا کہ وہ پاکستان میں اسلام کے سوا کسی دوسرے نظام کو برداشت نہیں کرے گی۔ مجلس عاملہ کے اجلاس میں جمعیت کے [illegible] نے تحریک جمہوریت کے قائدین نوابزادہ نصر اللہ خان اور چوہدری محمد علی سے اپنے مذاکرات کی رپورٹ بھی پیش کی تاہم تحریک جمہوریت کے ساتھ باقاعدہ جماعتی تعاون کا فیصلہ جمعیت کی آئندہ ہونے والی جنرل کونسل کی میٹنگ میں کیا جائے گا۔

اس اجلاس میں چند قرار دادیں بھی پاس کی گئیں۔ ایک قرار داد میں [illegible] اوقاف کے ان احکامات کی [illegible] کی گئی ہے کہ [illegible] دارالعلوم [illegible] عبدالنبی [illegible] کا درس قرآن بند کر دیا گیا ہے اور اس پابندی [illegible] کی تردید کی گئی جو [illegible] کے مسلک اہل سنت والجماعت سے منسوب کیا گیا۔ اس قرار داد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے اقدامات سے واضح ہو گیا ہے کہ محکمہ اوقاف علمائے دین کی تحقیر اور [illegible] کو سلب کرنے کی [illegible] جا رہا ہے۔ اس لئے علماء اپنے فرائض منصبی کے [illegible] محکمہ اوقاف کے [illegible] کرنے پر مجبور ہیں اور [illegible] محکمہ اوقاف کو ختم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ایک اور قرار داد میں [illegible] کے مسئلے پر [illegible] کی مذمت کی گئی اور [illegible] سزا نہ ملنے پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔ [illegible] ایک اور قرار داد میں طلباء پر تشدد کے واقعات کی مذمت کی گئی اور اس [illegible] کا اظہار کیا گیا کہ ناگزیر حالات میں بھی کسی جماعت کے [illegible] سوسائٹی کے سر [illegible] پر تشدد کی ایسی کارروائی کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔ اسی قرار داد میں [illegible]

شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی ٹریفک کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئے

مرحوم کو آج وزیر آباد میں سپرد خاک کیا جائے گا

[illegible]



حضرت شیخ القرآن مولانا پیر محمد عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ



جمعیت العلمائے پاکستان کے ممتاز رہنما علامہ عبد الغفور ہزاروی ٹریفک کے حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون

مرحوم جمعیت کو واپس لوٹ رہے تھے کہ ٹرک کی زد میں آگئے۔

ممتاز دینی رہنما کی وفات پر مختلف حلقوں کی جانب سے گہرے رنج و ملال کا اظہار۔

[illegible]

مولانا عبد الغفور ہزاروی وفات پا گئے

لاہور ۹ اکتوبر۔ ممتاز عالم دین اور تحریک پاکستان کے مجاہد مولانا عبد الغفور ہزاروی آج انتقال کر گئے۔ ان کا جنازہ کل جمعہ ۱۰ اکتوبر کو ایک بجے دن جامع مسجد وزیر آباد سے اٹھایا جائے گا۔

روزنامہ جنگ، راولپنڈی ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۰ء

[illegible]

مولانا عبد الغفور ہزاروی کی وفات پر اظہار رنج و غم

[illegible]

روزنامہ کوہستان 11 اکتوبر 1970ء

انا للہ وانا الیہ راجعون

وزیرآباد کے قریب یوں تو آئے دن حادثات ہوتے رہتے ہیں اور قیمتی جانیں ضائع ہوتی ہیں مگر گذشتہ روز ایک ٹرک ڈرائیور کی غفلت نے وزیر آباد کے ایک ممتاز خطیب، عالم دین اور جمعیت العلمائے پاکستان کے سابق صدر مولانا عبد الغفور ہزاروی سے محروم کر دیا۔

مولانا مرحوم نہ صرف تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے بلکہ انہوں نے سوشلزم اور اسی طرح کی بے بنیاد تحریکوں کے بھی مخالف تھے۔ بحالی جمہوریت کی تحریک میں انہوں نے ممتاز کردار ادا کیا۔ اور اس وقت وہ اسلامی دستور کے نفاذ کے لیے مکتب اسلام کے عناصر میں اتحاد و تعاون کے لیے کوشاں اور اس مقصد کے لیے اپنے انداز میں سرگرم عمل بھی تھے۔ آپ کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ دین میں انتہا پسندانہ گروہی اور فرقہ وارانہ تعصب کو پسند نہیں کرتے تھے اور وزیر آباد ہی نہیں پورے پنجاب میں ایک اعتدال پسند عالم دین کی حیثیت سے لوگوں میں معروف و مقبول تھے۔ آپ کی وفات پر بلاشبہ ہر ایک نے رنج کی

(باقی صفحہ ۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

عبد الغفور ہزاروی سپرد خاک کر دیے گئے

مولانا عبد الغفور ہزاروی کی نماز جنازہ اہل سنت کے ممتاز دینی رہنما علامہ ابو البرکات سید احمد پڑھائیں گے۔ نماز جنازہ کل وزیر آباد میں گیارہ بجے ادا کی جائے گی۔ جنازہ مولانا کی قیام گاہ سے اٹھایا جائے گا۔ آج لاہور میں مرکزی جمعیت علمائے پاکستان کے ہنگامی اجلاس میں مولانا عبد الغفور ہزاروی کی ملک و ملت کے لیے خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ علامہ محمود احمد رضوی ناظم اعلیٰ جمعیت نے قرارداد تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مولانا عبد الغفور تحریک پاکستان کے مجاہدین اول میں شامل تھے۔ ان کی وفات سے ملک و ملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

امیر حزب الاحناف سید محمود احمد قادری خطیب جامع مسجد وزیر خان، مولانا ابو الحسنات خلیل احمد قادری، مرکزی جمعیت علمائے پاکستان کے سرپرست میاں غلام قادر اور دیگر رہنماؤں نے تعزیتی بیانات میں علامہ ہزاروی کی موت کو اہل سنت کے عظیم نقصان سے تعبیر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسے وقت میں جب ملک میں غیر اسلامی نظریات کو مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے علامہ عبد الغفور ہزاروی جیسے مقبول عام دینی رہنما کی موت انتہائی المناک ہے۔ جمعیت علمائے پاکستان حلقہ ساندہ گیٹ کے ایک ہنگامی اجلاس میں جو قاری امیر عالم خطیب جامع مسجد کی صدارت منعقد ہوا۔ علامہ صاحب کی وفات پر ایک قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ایک خصوصی جلسہ میں مولانا ہزاروی کی وفات پر گہرے رنج کا اظہار کیا گیا۔ جامعہ کے ناظم اعلیٰ مفتی عبد القیوم ہزاروی نے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد تھے۔ جمعیت اتحاد الطلباء العربیہ کے تعزیتی جلسہ میں مولانا غلام محمد خان ہزاروی نے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم نے حصول پاکستان کے لیے قائد اعظم کے ساتھ مل کر کام کیا۔ جمعیت علمائے پاکستان حلقہ ٹکسالی گیٹ کے صدر قاضی محمد مظفر اقبال نے تعزیتی بیان میں کہا کہ علامہ ہزاروی کی اچانک وفات سے دنیائے اہل سنت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے آپ اس نازک وقت میں اس سے رخصت ہوئے ہیں جب پوری قوم کو مرحوم کی بے حد ضرورت تھی۔ علاوہ ازیں مولانا غلام علی اشرفی، مولانا محمد عبد اللہ، مولانا اکرم حسین مجددی نے مشترکہ بیان میں مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم نے تحریک جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا تھا جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مغربی پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی کے صدر نوابزادہ نصر اللہ خان نے مولانا کی وفات پر دلی صدمہ کا اظہار کیا ہے۔ جمعیت احیائے ملت پاکستان کے کنوینر قاضی عبد النبی کوکب نے علامہ ہزاروی کی وفات کو ملت اسلامیہ پاکستان کے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے۔

حضرت شیخ القرآن مولانا پیر محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

روزنامہ
ندائے ملت
ایڈیٹر مجید نظامی
لاہور پاکستان

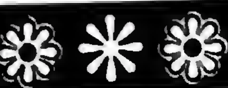
بقیہ: جنازہ

مولانا عبدالغفور ہزاروی کی وفات پر اظہار تعزیت

شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی سپرد خاک کر دیے گئے

ایک لاکھ مسلمانوں نے دینی رہنما کو کندھا دیا

تمام راستے جنازے پر پھولوں کی بارش





خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تحریکِ پاکستان کے نڈر رہنما اور ممتاز عالم دین







آہ! مولانا عبد الغفور ہزاروی

۹ اکتوبر کی صبح کو مولانا عبد الغفور ہزاروی خطیب جامع مسجد وزیر آباد ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آکر اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان سے ذاتی نیاز ترنہیں تھا۔ بس ایک آدھ دفعہ کی سرسری ملاقات تھی۔ وہ بھی مولانا ظفر علی خاں علیہ الرحمہ کے زمانے میں! ہم مولانا کے عقیدت کیش تھے اور وہ مولانا کے نیازمند مولانا بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ مولانا نے ان کے متعلق چند شعر بھی کہے ہیں جو اس وقت حافظے میں نہیں آرہے۔ اتحاد ملت میں وہ مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا لیگ میں شامل ہوئے تو وہ بھی مولانا کے ساتھ لیگ میں چلے گئے۔ تحریک پاکستان میں خطابت کی دلنشینی سے لوگوں کو مسخر کرتے رہے مسلکاً بریلوی مکتب فکر کے علماء میں شامل تھے لیکن ہر مسلک کے لوگوں میں ان کے لیے احترام و محبت کے جذبات رہے۔ مسلمانوں میں سوشلزم کے متعلق مدافعت کا جو شعور اور جذبہ ابھر کر متشکل ہوتا رہا وہ بھی اس جذبہ و شعور کے ابھارنے والوں میں شریک رہے۔ اس سلسلے میں وزیر آباد کے گردو نواح کی آبادیاں ان کی شکر گزار رہیں۔

ان کی موت سے ایک جید عالم، ایک مخلص انسان ایک اچھا خطیب اور ایک معروف دینی خدمت گزار اٹھ گیا ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے بہت اجر ہے۔ وہ بارگاہِ ایزدی سے اس کا بہت بہت صلہ پائیں گے۔ لیکن صوبہ بھر ان کی موت سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ شاید پُر نہ ہوسکے۔ ہمیں ان کی موت پر ان کے اعزہ، ان کے اقرباء ان کے احباب، ان کے معتقدین حتیٰ کہ اپنی ملت سے پوری پوری ہمدردی ہے کہ وہ خدمت گزاری اور علم دین کے اس پیکر متحرک سے محروم ہوگئی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ○

مولانا عبد الغفور ہزاروی خدا مغفرت کرے

مولانا عبد الغفور ہزاروی

مولانا عبد الغفور ہزاروی ملک کے ان پُرجوش اور مخلص علماء میں سے تھے۔ جو ہر حق تحریک میں پیش پیش رہے ہمیں ان سے نیاز حاصل تھا۔ وہ بڑے زندہ دل اور شگفتہ آدمی تھے مگر حمیت اسلامی میں شمشیر برہنہ! مصالح ذاتی پر مصالح قومی کو ترجیح دیتے تھے۔ فتنہ و فساد اور جنگ اقتدار سے گریزاں رہتے تھے۔ جب بھی ان کی جماعت پر غلط فضا طاری ہوئی وہ اس سے الگ ہو کر دعوت و تبلیغ میں لگ جاتے رہے۔

اس آخری دور میں ایسے علماء کا وجود غنیمت ہے۔ وہ بھی مغتنمات روزگار میں سے تھے۔ خدا تعالیٰ انھیں غریقِ رحمت کرے آمین!



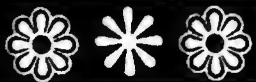
Daily MASHRIQ ডেইলি মাশরিক

Published Simultaneously from KARACHI, LAHORE, PESHAWAR

SUNDAY OCTOBER 11, 1970.



حضرت جانشین شیخ القرآن پیر محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ



"اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر" (القرآن)

Daily Thandi AAG Lalamusa (Gujrat)

روزنامہ ٹھنڈی آگ

چیف ایڈیٹر گلزار احمد نوشی

لالہ موسیٰ گجرات

CPL.# 549

23 اپریل 2010ء، 1431ھ، قیمت 5 روپے

وزیر آباد: معروف عالم دین مفتی عبدالشکور کے انتقال کی خبر شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی

مرحوم کے صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی سے تعزیت کرتے رہے

مفتی عبدالشکور کے انتقال کے سوگ میں کاروباری مراکز بند رکھنے کا اعلان

وزیر آباد: مفتی عبدالشکور ہزاروی حرکت قلب بند ہو جانے سے لاہور میں انتقال کر گئے

مرحوم کی نماز جنازہ آج شام ٹھیک 6 بجے ریلوے گراؤنڈ وزیر آباد میں ادا کی جائے گی

صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی پرنسپل گورنمنٹ ظفر علی خان ڈگری کالج وزیر آباد سے اظہار تعزیت کرتے رہے، یاد رہے کہ حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالشکور ہزاروی کا چند روز قبل کارڈیالوجی انسٹی ٹیوٹ لاہور میں دل کا بائی پاس آپریشن ہوا تھا لیکن آج صبح وہ طبیعت خراب ہونے پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے مرحوم کے بڑے صاحبزادے محمد عارف ہزاروی ان کی میت کو لاہور سے وزیر آباد لے کر پہنچے۔

DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE

روزنامہ نوائے وقت لاہور

SATURDAY 24 APRIL 2010

مفتی عبدالشکور ہزاروی والد کے پہلو میں سپرد خاک

نماز جنازہ میں سیاسی و مذہبی شخصیات کی کثیر تعداد میں شرکت، قل خوانی کل ہوگی

DAILY EXPRESS

روزنامہ ایکسپریس



مفتی عبدالشکور ہزاروی لاہور میں انتقال کر گئے، نماز جنازہ آج وزیر آباد میں ہوگی



وزیر آباد (نامہ نگار) مبلغ اسلام مفتی عبدالشکور ہزاروی کارڈیالوجی ہسپتال لاہور میں انتقال کر گئے، مرحوم کا (باقی صفحہ 4 نمبر 13)

انتقال (13)

چند روز قبل بائی پاس آپریشن ہوا تھا، مرحوم کی نماز جنازہ آج شام چھ بجے ریلوے گراؤنڈ وزیر آباد میں ادا کی جائے گی۔ مرحوم تحریک پاکستان کے نامور مجاہد اور جمعیت علماء پاک و ہند کے مرکزی صدر شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی مرحوم کے صاحبزادے تھے جو بلند پایہ عالم دین اور روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ شعلہ بیان خطیب اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ مولانا ظفر علی خاں کے دست راست تھے، وزیر آباد میں مولانا عبدالغفور ہزاروی کی شہادت کے بعد مفتی عبدالشکور، ہزاروی ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ مفتی عبدالشکور ہزاروی 8 ستمبر 1937ء میں ہزارہ کے گاؤں چھپہ سید میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، اس کے علاوہ گولڑہ شریف، فیصل آباد، بہاولپور اور ملتان سے تعلیم حاصل کی۔ وہ سید غلام محی الدین گولڑوی کے ہاتھ پر بیعت تھے، وہ والد کے انتقال کے بعد چالیس سال تک جامعہ نظامیہ غوثیہ میں خطابت فرماتے رہے، قرآن کریم کے درس و تدریس کے حوالے سے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، مرحوم کی علمی، سماجی خدمات بے شمار ہیں۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت اور نظام مصطفیٰ کی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔

حضرت جانشین شیخ القرآن پیر محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ



وزیر آباد: مفتی عبدالشکور ہزاروی کی نماز جنازہ ان کے بیٹے پروفیسر آصف ہزاروی پڑھا رہے ہیں

مفتی عبدالشکور ہزاروی کی وفات عظیم سانحہ ہے: افضل قادری

گجرات (نمائندہ ایکسپریس) ممتاز عالم دین مفتی عبدالشکور ہزاروی کی وفات عظیم سانحہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر عالمی تنظیم اہلسنت پیر محمد افضل قادری نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم اور ان کے والد کی دینی خدمات رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی انہوں نے مرحوم کے لواحقین سے تعزیت کی اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اس موقع پر پیر حسان افضل قادری اور عالمی تنظیم اہلسنت کے دیگر راہنماؤں نے بھی افسوس کا اظہار کیا۔

علماء اکرام پاکستان کو امن کا گہوارہ بنا دیں: فضل کریم

گوجرانوالہ (سٹاف رپورٹر) ممبر قومی اسمبلی صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے وزیر آباد میں ممتاز عالم دین مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کے جنازے میں شرکت کے بعد گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ملک کے موجودہ حالات اشتعال انگیز کارروائیوں اور ہنگاموں کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ علماء اکرام قوم کو فروعی اختلافات میں الجھانے کی بجائے ان کے دلوں میں عشق رسول اور محبت اولیاء پیدا کریں پاکستان کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنا دیں۔ انہوں نے کہا کہ مولانا مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی نے پوری زندگی دین اسلام کی اشاعت و سربلندی و جہالت کی تاریکیوں میں قرآن و حدیث کی روشنی پھیلانے کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ کے انتقال سے دینی حلقوں میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا انتہائی مشکل ہے مرحوم کی دینی اور ملی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ دریں اثناء سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف الحاج پیر سید عظمت علی شاہ بخاری، مفتی غلام نبی جماعتی، پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی، پیر سید فدا حسین شاہ، مولانا محمد اکبر نقشبندی، سرفراز احمد تارڑ، مفتی محمد حسین صدیقی، قاری محمد سیم زاہد، قاری محمد اشرف شاکر، قاری غلام سرور حیدری نے مرحوم کے انتقال پر اظہار تعزیت اور بلندی درجات کی دعا کی ہے۔

DAILY EXPRESS

روزنامہ ایکسپریس

وزیر آباد: ممتاز عالم دین مفتی عبدالشکور ہزاروی کو سپرد خاک کر دیا گیا

مرحوم کے سوگ میں بازار مکمل طور پر بند رہا، رسم قل کل صبح 9 بجے ادا کی جائے گی

وزیر آباد (نامہ نگار) ممتاز عالم دین مفتی عبدالشکور ہزاروی کو سپرد خاک کر دیا گیا عبدالشکور ہزاروی جمعیت علمائے پاکستان کے سابق مرکزی صدر عبدالغفور ہزاروی کے بڑے بیٹے تھے جن کا تحریک ختم نبوت میں اہم کردار تھا۔ مرحوم کا نماز جنازہ ریلوے گراونڈ وزیر آباد میں ادا کیا گیا جس میں ملک بھر سے نامور علماء کے علاوہ ہزاروں افراد نے شرکت کی مرحوم کی نماز جنازہ ان کے بیٹے آصف ہزاروی نے پڑھائی نماز جنازہ میں صاحبزادہ پیر معین الحق آف گولڑہ شریف جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی صدر ایم این اے صاحبزادہ فضل کریم وزیر اوقاف آزاد کشمیر عتیق الرحمن جامعہ نعیمیہ کے مولانا راغب نعیمی مولانا شبیر حسین شاہ حافظ آبادی میاں محمد حنفی سیفی سیف الرحمن مبارک آف راوی ریان شریف مولانا عبدالعزیز چشتی حافظ محمد رفیق چشتی حافظ صابر آف بھوپال، ڈاکٹر رفیق احمد مہدوی خالد حسن مہدوی قاری محمد سعید ارشد افتخار احمد چیمہ ایم این اے ایم پی اے شوکت منظور چیمہ جماعت اسلامی وزیر آباد کے ناظم امیر صابر حسین بٹ عبدالوکیل علوی طاہر جاوید منظور نائب صدر مسلم لیگ نواز چیئرمین پریس کلب وزیر آباد افتخار احمد بٹ چیئرمین پریس کلب ہلال محمود احمد خان لودھی چیئرمین الیکٹرانک میڈیا کلب عقیل احمد لودھی ڈپٹی سیکرٹری جنرل تحریک فقہ جعفریہ الحاج مرزا تقی علی سمیت ہزاروں کی تعداد میں شہریوں گدی نشینوں نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر مفتی عبدالشکور ہزاروی کے بھائی طارق ہزاروی نے مفتی عبدالشکور کے بیٹے آصف ہزاروی پرنسپل گورنمنٹ مولانا ظفر علی خان ڈگری کالج کی دستار بندی کرتے ہوئے انہیں جانشین مقرر کیا۔ انہیں والد مرحوم عبدالغفور ہزاروی کے پہلو میں مہر آباد بھنی کے میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مرحوم کے سوگ میں تنظیم تاجران کے اعلان پر بازار مکمل طور پر بند رہا مرحوم کی رسم قل 25 اپریل بروز اتوار اکی رہائش گاہ مہر آباد بھنی کے میں 9 بجے ادا کی جائے گی۔

Daily DIN Lahore

ممتاز عالم دین مفتی عبدالشکور ہزاروی سپرد خاک، رسم قل کل ادا کی جائیگی

وزیر آباد (تحصیل رپورٹر) ممتاز عالم دین مفتی عبدالشکور ہزاروی کو سپرد خاک کر دیا گیا، عبدالشکور ہزاروی، جمعیت علمائے پاکستان کے سابق مرکزی صدر عبدالغفور ہزاروی کے بڑے بیٹے تھے جن کا تحریک ختم نبوت میں اہم کردار تھا مرحوم کا نماز جنازہ ریلوے گراونڈ وزیر آباد میں ادا کیا گیا جس میں ملک بھر سے نامور علماء کے علاوہ ہزاروں افراد نے شرکت کی، مرحوم کی نماز جنازہ ان کے بیٹے آصف ہزاروی نے پڑھائی، نماز جنازہ میں صاحبزادہ پیر معین الحق آف گولڑہ شریف، جماعت اہلسنت پاکستان کے مرکزی صدر ایم این اے صاحبزادہ فضل کریم۔ وزیر اوقاف آزاد کشمیر عتیق الرحمن، جامعہ نعیمیہ کے مولانا راغب نعیمی، مولانا شبیر حسین شاہ حافظ آبادی، میاں محمد حنفی سیفی سیف الرحمن مبارک آف راوی ریان شریف، مولانا عبدالعزیز چشتی، حافظ محمد رفیق چشتی، حافظ صابر آف بھوپال، رفیق احمد مہدوی، خالد حسن مہدوی، قاری محمد سعید ارشد۔ ان کی رسم قل مورخہ 25 اپریل بروز اتوار ان کی رہائش گاہ مہر آباد بھنی کے میں صبح 9 بجے ادا کی جائے گی۔

گوجرانوالہ ٹائمز

ممتاز عالم دین مفتی عبدالشکور ہزاروی کو سپرد خاک کر دیا گیا

حضرت جانشین شیخ القرآن پیر محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

Daily JINNAH Lahore

روزنامہ جناح لاہور

چیف ایڈیٹر خوشنود علی خان

مختلف شخصیات کا ممتاز عالم دین مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کی وفات پر اظہار تعزیت رسم قل آج ادا کی جائیگی

وزیرآباد (نمائندہ خصوصی) ممتاز عالم دین خطیب اعظم پاکستان جماعت اہلسنت کے مرکزی رہنما مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے ... مسلم لیگ (ن) ... خواجہ محمد شعیب ... حسین بٹ ... محمود احمد خان لودھی ... شہباز منصور ... سیف اللہ بٹ ... حسین ... مرحوم کی وفات پر دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے بیٹے آصف ہزاروی ... کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی روح کے ایصال ثواب کے لیے دعائے مغفرت کی ... رسم قل آج ... صبح 9 بجے ادا کی جائے گی۔

روزنامہ اوصاف

پیر عبدالشکور ہزاروی کے انتقال پر ملال سے پڑنے والا خلاء کبھی پر نہ ہو سکے گا

صاحبزادہ پیر سید حسین الحق شاہ، صاحبزادہ سید نجم الدین، صاحبزادہ عتیق الرحمن، صاحبزادہ پیر ضیاء المحسن اشرفی، صاحبزادہ سید احمد

پیر سید شبیر شاہ، صاحبزادہ حامد رضا، صاحبزادہ داؤد رضوی، علامہ یوسف نقشبندی، مولانا پیر محمود الرحمن، قاری محمد اعظم چشتی

علامہ سید ریاض حسین جسٹس (ر) افتخار احمد چیمہ، چوہدری ذوالفقار احمد چیمہ، صابر حسین بٹ، افتخار احمد بٹ و دیگر کا تعزیتی بیان

روزنامہ ٹھنڈی آگ

پیر عبدالشکور ہزاروی کی رسم قل آج بروز اتوار ادا کی جائے گی

دعائیہ محفل آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ وزیرآباد میں صبح 9 بجے شروع ہو گی

... مفتی اعظم حضرت پیر محمد عبدالشکور ہزاروی ... نشین آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ مہر آباد شریف، وزیرآباد، جو کہ گزشتہ روز وصال فرما گئے تھے کی رسم قل آج صبح 9 بجے آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ مہر آباد وزیرآباد میں ادا کی جائے گی۔

روزنامہ جسٹس

پیر عبدالشکور ہزاروی کا ختم قل آج پڑھا جائے گا

ختم پاک کی محفل صبح 9 بجے آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ وزیرآباد میں ہو گی

... 9.00 بجے ...

بقیہ صفحہ 7 پر

روزنامہ جذبہ گجرات

مفتی اعظم پیر محمد عبدالشکور ہزاروی کا ختم قل آج پڑھا جائے گا

... 9 بجے آستانہ عالیہ چشتیہ ...

... ان کی رسم قل آج صبح 9 بجے آستانہ عالیہ چشتیہ غوثیہ ... وزیرآباد میں ادا کی جائے گی۔

بقیہ ... صفحہ 7

حضرت جانشین شیخ القرآن پیر محمد عبدالشکور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

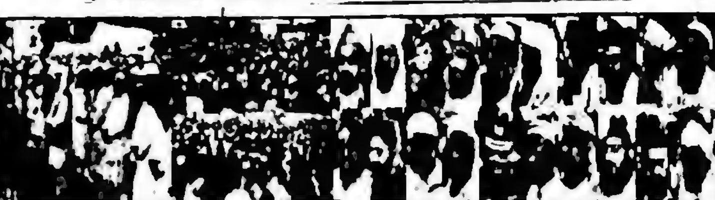
DAILY EXPRESS

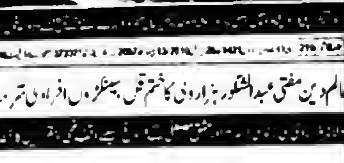
روزنامہ ایکسپریس

روزنامہ خبریں

Daily KHABRAIN

اتوار 10 جمادی الاول 1431ھ 25 اپریل 2010ء 13 بیساکھ 2067ب





عالم دین مفتی عبدالشکور ہزاروی کا ختم قل، سینکڑوں افراد کی شرکت

وزیر آباد، ہونگل، سوہدرہ (نامہ نگاران) ممتاز عالم دین شیخ القرآن مفتی عبدالشکور ہزاروی کا ختم قل مہر آباد شریف بھنی کے میں پڑھا گیا، جس میں سیاسی و سماجی رہنماؤں کے علاوہ ملک بھر سے علماء کرام ومشائخ عظام نے شرکت کی۔ مسلم لیگ ن کے رہنما کیپٹن محمد صفدر اور ان کے والد محمد اسحاق نے مہر آباد شریف بھنی کے میں مولانا عبدالشکور ہزاروی کے صاحبزادگان محمد آصف ہزاروی، محمد عارف ہزاروی اور بھائی محمد طارق ہزاروی سے اظہار تعزیت کیا اور مولانا عبدالشکور ہزاروی اور مولانا عبدالغفور ہزاروی کے مزارات پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔ معلوم ہوا ہے کہ کیپٹن محمد صفدر کے دادا استاد



وزیر آباد: ایم این اے کیپٹن (ر) محمد صفدر مفتی عبدالشکور ہزاروی کے بیٹے سے تعزیت کر رہے ہیں

غلام جیلانی 50 سال قبل مولانا عبدالغفور ہزاروی کے قائم کردہ جامعہ نظامیہ غوثیہ میں قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے تھے جن سے مولانا عبدالغفور ہزاروی اور کیپٹن صفدر کے والد محمد اسحاق نے بھی دینی تعلیم حاصل کی، ختم قل میں علامہ سید مراتب علی شاہ، قاری غلام رسول، علامہ سید محمد شان نوری، سید مزمل حسین شاہ، جسٹس (ر) حسن نواز جونجہ، ڈاکٹر علی اکبر قادری، علامہ محمد دین راجوری، قاری محمد اقبال ساقی، قاری سعید احمد ارشد، علامہ محمد حسین آزار، صاحبزادہ ضیاء المصور قادری، صاحبزادہ ضیاء الحسن اشرفی، حافظ غلام حسین سیالوی، صدر مرکزی انجمن تاجران ناصر محمود اللہ والے ودیگر نے شرکت کی۔ اس موقع پر مقررین نے مولانا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک سچے مسلمان اور عاشق رسول تھے اور انہوں نے تمام زندگی عظمت رسول اور عظمت صحابہ کی شان بلند کرنے میں گزار دی۔ علاوہ ازیں ایم این اے جسٹس (ر) افتخار احمد چیمہ، چوہدری شوکت منظور چیمہ، سابق صوبائی وزیر چوہدری شاہنواز چیمہ، صاحبزادہ سید چمن پیر شاہ، ڈی آئی جی ذوالفقار احمد چیمہ، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے رہنما پروفیسر حافظ عبدالستار حامد ودیگر نے اپنے تعزیتی پیغامات میں مفتی عبدالشکور ہزاروی کی وفات پر اظہار رنج و غم کیا ہے۔

مولانا عبدالشکور ہزاروی سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک
نماز جنازہ میں اہم شخصیات کی شرکت

وزیر آباد (نمائندہ خبریں) حضرت شیخ القرآن پیر محمد عبدالغفور ہزاروی مرحوم کے صاحبزادے، پرنسپل مولانا ظفر علی خان ڈگری کالج محمد آصف ہزاروی اور محمد عارف ہزاروی کے والد، محمد طارق ہزاروی کے بڑے بھائی جانشین شیخ القرآن اور مہتمم جامعہ نظامیہ غوثیہ مولانا عبدالشکور ہزاروی کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مہر آباد شریف میں مولانا عبدالغفور ہزاروی کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ ریلوے گراؤنڈ وزیر آباد میں ادا کی گئی جس میں پاکستان بھر سے علماء، مشائخ، معتقدین اور مریدین جمعیت ہر مکتبہ فکر کے افراد نے شرکت کی۔ نماز جنازہ مولانا مفتی عبدالشکور ہزاروی کے چھوٹے صاحبزادے محمد آصف ہزاروی نے پڑھائی۔ گولڑہ شریف سے پیر نجم الدین اور پیر علاؤالدین نے دیگر مشائخ کے ہمراہ مرحوم کے جسد خاکی کو لحد میں اتارا۔ نماز جنازہ میں پیر آف گولڑہ شریف سید معین الحق، صاحبزادہ عبدالعزیز چشتی، صاحبزادہ حامد رضا، پیر آف بریلہ شریف، پیر آف چورہ شریف، پیر عتیق الرحمان، جمعیت علماء پاکستان کے ... جلیل، علامہ شبیر ... حسین شاہ ... علامہ ... سیالوی ... محمد یوسف، علامہ محمد سیفی، صاحبزادہ حاجی فضل کریم ایم این اے، علامہ محمد صادق، علامہ قمر حسین، صاحبزادہ محمد رفیق مجددی، سلسلہ سیفیہ کے میاں محمد ... سیفی، سجادہ نشین سیدو شریف، مولانا راغب نعیمی، ... موسیٰ سے صاحبزادہ نور احمد رزاقی، ایم این اے افتخار احمد چیمہ، قاری غلام رسول، علامہ محمد حنیف چشتی، سید سعید احمد گجراتی، علامہ محمد اکبر نقشبندی، علامہ محمد شاہ چشتی، مفتی ... سید ... الاسلام ... صاحب، صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ سیالوی، علامہ حمید الدین صدیقی، پیر سید مراتب علی شاہ سیالوی، ملک محبوب الرسول قادری، پیر صفی اللہ اعظم چمن پیر، مفتی جعفر حسین ہزاروی، مفتی محمد حسین صدیقی، مفتی محمد خان قادری، پیر محبوب شاہ مشاہدی، حافظ صابر علی صابری، مولانا محمد اشفاق احمد صدیقی کراچی، الحاج حافظ ... حمت اللہ خادم خانہ کعبہ، حافظ حامد حمید، سید وقار علی شاہ، اہلسنت والجماعت پنجاب کے میڈیا ایڈوائزر حافظ محمد یعقوب آف گوجرانوالہ، آر پی او گوجرانوالہ ذوالفقار احمد چیمہ، ایم پی اے شوکت منظور چیمہ، حافظ عبدالستار حامد، حافظ شفیق الرحمان (کالم نگار) سابق ایم پی اے ... ڈی ایس پی سید اقبال شاہ، ڈی ایس پی امجد علی، ملک محمد شفیق، ڈاکٹر خالد محمود، ظفر اللہ نعمانی، راجہ نوید انجم سمیت سیاسی، سماجی اور ہر مکتبہ فکر کے افراد نے شرکت کی۔



روزنامہ خبریں

Daily KHABRAIN



روزنامہ اوصاف لاہور

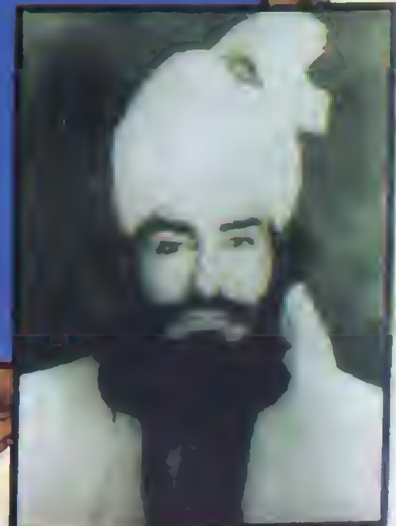
DAILY AUSAF

13 2010 ... 26 1431 ... 2067

کیپٹن (ر) صفدر کا مولانا عبدالشکور کے انتقال پر اظہار تعزیت



حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ



حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ



جمعیت علماء پاکستان کے صدر منتخب ہونے پر وزیر آباد میں تقریب استقبالیہ میں خطاب



حج بیت اللہ کیلئے روانگی کا منظر



کوئٹہ ائیر پورٹ پر آمد کا منظر

آباؤاجداد حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ



حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمہ اللہ کی زندہ کرامت .... چمبہ پنڈ کے قبرستان میں اپنے شیخ کامل کے حکم سے دو رکعت نماز نفل پڑھنے پر پانی کا چشمہ جاری ہوگیا

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ



حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ



مرکزی جامع مسجد غوثیہ چھمبہ پنڈ کا خوبصورت منظر



حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے والدگرامی حضرت مولانا عبدالحمید ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
جدامجد حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات



حضرت شیخ القرآن ﷫ کے والدین کے مزارات



حضرت شیخ القرآن ﷫ کے برادر اصغر حضرت ابوالمعانی مولانا محمد غلام ربانی کی قبرانور



حضرت شیخ القرآن کے جدامجد حضرت مولانا محمد عالم ہزاروی رحمہ اللہ کو انکی علمی خدمات کے اعتراف میں 100 کنال زمین ہبہ کرنے کی دستاویز کی نقل

الربع والباقی للعصبة اصل المسئلة من الاربعة مثل امرأة
ماتت وترکت بنتا وابا واما وزوجا واخا فللزوج الر
بع وللبنت النصف وللابوین السدسان ولا شئ للاخ
اصل المسئلة من اثنی عشر مثل امرأة ماتت وترکت اما
وزوجا وعصبة فللام الثلث وللزوج النصف والباقی
للعصبة اصل المسئلة من ستة مثل رجل مات وترک بنتا
وابا وزوجة فللزوجة الثمن وللبنت النصف والباقی
للاب اصل المسئلة من ثمانیة مثل رجل مات وترک
خمس بنات واربع زوجات وسبع اخوات وجدتین
فللبنات الثلثان وللزوجات الثمن وللجدتین
السدس والباقی للاخوات اصل المسئلة من اربعة
وعشرین ستة عشر للبنات وللزوجات ثلثة واربعة
للجدتین والباقی للاخوات مثل رجل مات وترک
زوجات واما فللزوجات الربع وللام الثلث
والباقی للعصبة اصل المسئلة من اثنی عشر
تمم تمام شد نسخہ میراث دست خط فقیر
محمد غلام ہر خواندہ طمع دعاء دارم زانکہ
من بندۂ گنہگارم

"حضرت شیخ القرآن" کے جدِ اعلیٰ "حضرت فقیر غلام محمد ﷫" کی قلمی تحریر (رسالہ علم میراث)
جس کے آخر میں آپ نے اپنے دستخط بھی کیے ہیں

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ترک الجمعۃ من غیر ضرورۃ کتب منافقا فی کتاب
لا یمحی ولا یبدل. مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱

ترجمہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ترک کرے جمعہ کو
بلا ضرورت وہ ایسی کتاب میں منافق لکھا جائیگا جو نہ مٹائی جائیگی اور نہ تبدیل کی جائیگی۔

اَلدَّلِیْلُ الْقَوِیْم

فی دفع

الشَّکِّ الْعَظِیْم

من تصنیف

حضرۃ قبلہ عالم صدر العلماء بدر الکملاء مدار براہین دینیہ معاد
دلائل یقینیہ ختم المحققین سند المدققین امام المناظرین حامی الحرم
الشریفین علامہ ابو الحقائق محمد عبد الغفور ہزاروی مد ظلہ

الطابع والناشر
ملک عبد الرشید محلہ شیر وزیرآباد

تعداد ۵۰۰ — پنجاب الیکٹرک پرنٹنگ پریس نولکھ نیت گجرات

الدلیل القویم کے ٹائٹل کا عکس

نوٹ: پر دستخط کرنے والے مشرقی و مغربی پاکستان کے ۱۱۳ علماء کے دستخطوں کا عکس

"سوشلزم کفر ہے" فتویٰ پر 113 علماء کے دستخط کا عکس

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط سب سے نمایاں ہیں

۷۸۶

۱۳ ۲

اسی پڑھ پڑھ علم بھلا بیٹھے نہ آوندا آئے نہ جاوندا آ

اُچی نعرہ سانوں لگا بیٹھے ۔ ،، ،، ،،

جیہڑوں یار نے مکھ وکھایا آ جلوے گئے غار کرم سجود دیاں

اسی اپنا آپ بھلا بیٹھے ۔

پی کے شراب پیالہ دا اسا جھوک ہے خدائی آئے

سوہنے یار دی گلی پا بیٹھے ۔ ،، ،، ،،

اسی سارا مصلی بھن تو ماگر ایا قبول ہے اک ٹوٹا

اسی عشق دے ڈھول باگا بیٹھے ،، ،، ،،

ناسوتاں وچ ملکوتاں وچ جبروتاں وچ لاہوتاں وچ

ہر طرفیں نظر ہور آ بیٹھے = ،، ،،

تشبیہ دے پندھ ٹلے کرکے تنزیہہ منزل جا پوہچے

وحدت وجود دا ڈیرا لا بیٹھے ،، ،، ،،

کتے مسجد مندر میخانہ کتے ساغر تے کتے پیمانہ ۔

کتے ساقی بن کے آ بیٹھے ،، ،، ،،

پیر شاہ دے کتے گدا بن گئے تے دو جہاں دے سر... بنے

اوہ لکھاں روپ وٹا بیٹھے ،، ،،

(حاشیہ) ... دا جلوہ ... ،، ،، ،،

حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی تحریر ﴿ایک نعت شریف کے چند اشعار﴾



مناقبِ جلیلہ

مصنفہ

باہتمام

مناقبِ جلیلہ کے ٹائیٹل کا عکس

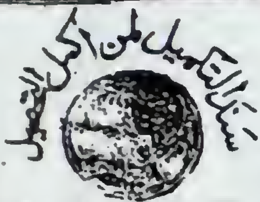


مزار مبارک



مسجد مہریہ غفوریہ

سند التكميل لمن أكمل التحصيل



بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف سے دورہ حدیث کی سند کا عکس



حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کا جلوس مین بازار وزیر آباد سے گذر رہا ہے



نماز جنازہ ادا کیا جا رہا ہے



آخری دیدار



مرقد منور

حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ



مرکزی جامع مسجد غوثیہ



حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کی نشست گاہ



مرکزی جامع مسجد غوثیہ کا خوبصورت حال



مرکزی عیدگاہ جہاں حضرت شیخ القرآن و جانشین القرآن خطبہ عید ارشاد فرماتے تھے

حضرت جانشین شیخ القرآنؒ



جانشین شیخ القرآن حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزارویؒ اور
جگر گوشہ جانشین شیخ القرآن ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کی یادگار تصاویر



جانشین شیخ القرآن حضرت مفتی محمد عبدالشکور ہزارویؒ اور
جگر گوشہ جانشین شیخ القرآن ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی کی یادگار تصاویر



برطانیہ میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی یادگار تصویر



1977ء قومی اتحاد کے صدر کی حیثیت سے ایک جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے
چوہدری حامد ناصر چٹھہ، حنیف رامے، راجہ ظفر الحق... خلیق اللہ صوبائی وزیر بھی ہمراہ نظر آرہے ہیں



عمرہ کی روانگی کیلئے لاہور ائیر پورٹ پر



گورنمنٹ مولانا ظفر علی خاں ڈگری کالج وزیر آباد میں ایک افتتاحی تقریب کے موقع پر



جناح ہال لاہور 1994ء

حضرت شیخ القرآن کانفرنس کی صدارت فرماتے ہوئے



3 مارچ 1977ء وزیر آباد میں
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس کی
قیادت فرماتے ہوئے

حضرت جانشین شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ



حضرت جانشین شیخ القرآن مدظلہ







حضرت جانشین شیخ القرآن کی شادی کے موقع پر ایک یادگار تصویر
حضور قبلہ بابوجی گولڑوی بھی تشریف فرما ہیں

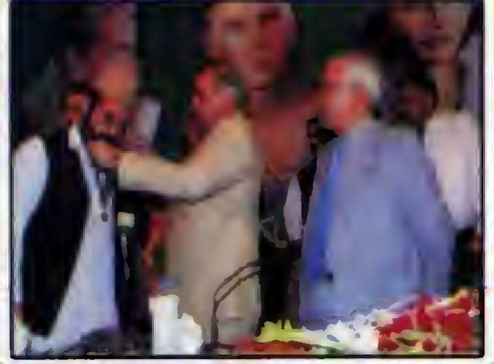




پیرزادہ محمد مصعب ہزاروی



پیرزادہ محمد ذکوان ہزاروی



وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف سے
حضرت شیخ القرآنؒ کا تحریک پاکستان میں نمایاں
کارکردگی پر گولڈ میڈل وصول کرتے ہوئے



گورنر پنجاب سے پی ایچ ڈی کی سند وصول کرتے ہوئے



نیویارک امریکہ اقوام متحدہ کے دفتر کے سامنے
ایک احتجاجی جلوس کی قیادت کرتے ہوئے



نیویارک امریکہ میں عید میلاد النبیؐ
کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے

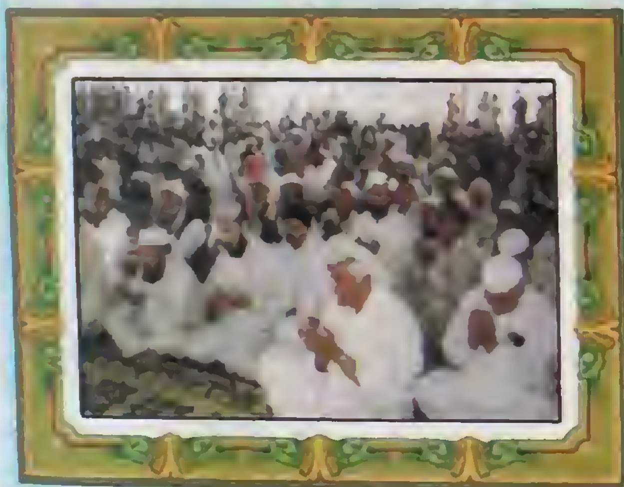


حضرت پیر سید معین الحق گیلانی گولڑوی مدظلہ العالی
جگر گوشہ جانشین شیخ القرآن کی دستار بندی فرماتے ہوئے

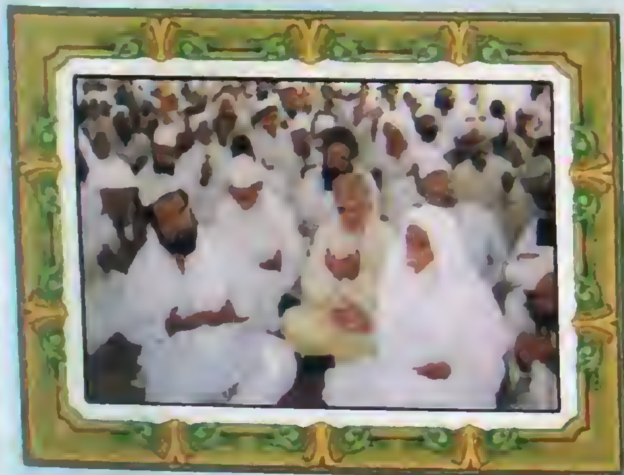


حضرت پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد آصف ہزاروی
حضرت جانشین شیخ القرآن کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں











حضرت پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد آصف ہزاروی ختم قل شریف پڑھا فرما رہے ہیں









نماز جنازہ کے مناظر (ریلوے گراؤنڈ وزیرآباد)



آخری دیدار



مرقد منیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سند الحديث من المدرسة الاسلامية العربية انوار العلوم بملتان

[illegible]

... باحمد سعيد الكاظمي ... بانوار العلوم الكائنة ببلدة ملتان ...

... عبد الشكور ... محمد عبد الغفور صاحب ہزاروی ... وزیرآباد

[illegible]

... مصطفى رضا خان ... الشاه محمد احمد رضا خان ...

[illegible]

حضرت جانشین شیخ القرآن کی سند کا عکس

کونوا مع الصادقین ۔ مشہور سوال کا [illegible] ہے

ذریعہ نجات ہے (۱) حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ کوئی عمل

نہ تھا ۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا درس میں فرمانا عمل صالح نہ

کیلئے جنت میں گیا بغیر سجدہ کیا ہے

(۲) ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض

[illegible] ہوا ۔ کیف تقول فی رجل احب قوما لم یلحق بہم

[illegible] فرمایا المرء مع من احب

سے میں بتا رہے ہیں کلام پر عمل یوں کسی کو زبانی نہیں

وہ سمجھ ہے جس میں سمجھ نہ ہو وہ بیان ہے جس میں کلیاں نہیں

(۳) قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قوام

قطب کے مزار پر تھا آواز آئی جب دنیا میں رہے و ہاں زندگی قائم ہو

رہتا ہے اس جیاتی میں تجھے مردوں سے ملتا ہے اٹھا لیا ہے شیخ

اشرف علی تھانوی مرفوع حدیث ہے اذکروا اخوانکم

موتی صالحین ۔ السنۃ الجلیہ ۱۶

حضرت جانشین شیخ القرآن کی آخری قلمی تحریر



مرشدِ عصر

حضرت پیر سیّد عبدالحق شاہ گیلانی مدظلہ العالی

زیب سجادہ آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

ارشاد گرامی

میں نے محمد آصف ہزاروی کی تقریر سُنی اس کی شکل اور آواز مولوی صاحب (مفتی محمد عبدالشکور ہزاروی) سے ملتی ہے اس پر بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نظر کرم ہے خوب سمجھ دار ہے۔ اس منصب کو اچھی طرح سے سنبھال لے گا



مفکر اسلام

حضرت پیر سیّد عبدالقادر شاہ گیلانی مدظلہ العالی

سرپرست اعلیٰ: جماعت اہل سنت یورپ، امریکہ

ارشاد گرامی

صاحبزادہ محمد آصف ہزاروی، حضرت شیخ القرآنؒ اور مفتی محمد عبدالشکور ہزارویؒ کے علم وسعادت کے وارث اور اس خانقاہ کے روشن مستقبل کی دلیل ہیں۔ ان کی لیاقت وقابلیت خدا کی مہربانی، حضور ﷺ کی نظر عنائیت اور مشائخ کا فیضان ہے۔

PRINTED BY
Malik Mahboob ur Rasool Qadri
Islamic Media Centre Lahore
[illegible]
mahboobqadri187@gmail.com